ہزاروں مسائل شرعیہ کا
بیش بہا خزانہ

فتاویٰ اجملیہ

بدر الفقہاء حضرت علامہ مفتی شاہ
مولانا محمد اجمل قادری رضوی علیہ الرحمۃ

مَن یُرِدِ اللہُ بِہٖ خَیرًا یُفَقِّھْہُ فِی الدِّینِ (الحدیث)

اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اُسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔

ہزاروں فتاویٰ پر مشتمل مسائل شرعیہ کا بیش بہا خزانہ

اجمل الفتاویٰ

المعروف بہ

فتاویٰ اجملیہ

جلد چہارم

عمدۃ المحققین سلطان المناظرین اجمل العلماء بدر الفضلاء

حضرت علامہ مفتی الشاہ محمد اجمل صاحب قادری رضوی اشرفی نعیمی علیہ الرحمۃ والرضوان

شبیر برادرز

۴۰۔ اردو بازار۔ زبیدہ سنٹر ○ لاہور

نام کتاب =•=•=• **اجمل الفتاویٰ** المعروف بہ **فتاویٰ اجملیہ** (جلد چہارم)

مصنف =•=•=• اجمل العلماء حضرت علامہ مفتی الشاہ محمد اجمل صاحب سنبھلی

تبییض وترتیب =•=•=• محمد حنیف خاں رضوی بریلوی صدر المدرسین جامعہ نور بریلی شریف

محرک =•=•=• حضرت علامہ مولانا محمد منشاء تابش قصوری (صدر ادارہ ریاض المصنفین پاکستان)

مؤید =•=•=• مولانا صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری (چیئرمین ادارہ تحقیقات رضا انٹرنیشنل کراچی)

پروف ریڈنگ =•=•=• محمد عبد السلام رضوی - محمد حنیف خاں رضوی

کمپوزنگ =•=•=• محمد غلام مجتبیٰ بہاری - محمد زاہد علی بریلوی - محمد منیف رضا خاں بریلوی

=•=•=• زین العابدین بہاری - محمد عفیف رضا خاں بریلوی

سن اشاعت =•=•=• فروری ۲۰۰۵ء

تعداد =•=•=• ۵۰۰

ناشر =•=•=• شبیر برادرز اُردو بازار لاہور

مطبع =•=•=• اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور

قیمت =•=•=• فی جلد 250 روپے (مکمل سیٹ 1000 روپے 4 جلد)

ملنے کے پتے

ادارہ تحقیقات رضا انٹرنیشنل رضا چوک ریگل (صدر) کراچی

ادارہ پیغام القرآن زبیدہ سنٹر 40 اُردو بازار لاہور

مکتبہ اشرفیہ مریدکے (ضلع شیخوپورہ)

مکتبہ غوثیہ ہول سیل پرانی سبزی منڈی کراچی

احمد بک کارپوریشن کمیٹی چوک راولپنڈی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز اُردو بازار کراچی

مکتبہ ضیائیہ بوہڑ بازار راولپنڈی

مکتبہ رضویہ آرام باغ روڈ کراچی

مکتبہ قادریہ عطاریہ موتی بازار راولپنڈی

مکتبہ رحیمیہ گوالی لین اُردو بازار کراچی

فہرست مسائل جلد چہارم

باب الحظر ۳

کتاب المیراث

رسالہ طوفان نجدیت وسبع آداب زیارت---- ۲۰۵

رسالہ اسلامی تبلیغ والیاسی تبلیغ---- ۳۴۲

رسالہ بارش سنگی

رسالہ افضل الانبیاء

رسالہ قول فیصل

تحائف حنفیہ

باب مسائل شتی

۸۵ باب الحظر

مسئلہ (۸۷۶)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کالڑکا بیمار تھا اور عمر نے زید کو یہ بتلایا کہ علی الصباح سورج سے پہلے بھنگیوں کے محلہ میں جاکر بچہ کو جس مکان میں جنگلی یعنی سور بند ہوتے ہیں اس مکان میں بچہ کو جنگلیوں کی صورت دکھلاؤ، زید نے ایسا ہی کیا اتفاق سے واپسی میں مرگیا۔ ایسی حالت میں اس سے مرید ہونا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا اور اس سے میلاد پڑھوانا جائز ہے یا نہیں؟ اور زید پیرامریدی بھی کرتا ہے۔فقط

آل علی جگت سنبھل ضلع مراد آباد ۱۳ رشعبان المعظم ۶۰ ۱۴ھ

الجواب

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

عمر کا زید کو یہ ٹوٹکا بتانا سراسر جہالت اور انتہا درجہ کی نادانی ہے۔ زید کا اس پر عمل کرنا اور اس کو بچہ کی موت کا سبب سمجھنا بھی اسی قبیل سے ہے۔ اب رہا اس سے مرید نہ ہونا یا اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنا یا میلاد شریف نہ پڑھوانا وہ اگر بنظر اصلاح یا بر سبیل تنبیہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۸۸۸،۸۷۷)

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسرف اور مبذر کون کون اشخاص ہیں؟۔

(۲) "۔۔ تشبہ بقوم فھو منھم" کے مصداق کون کون حضرات ہو سکتے ہیں؟ چونکہ آپس

میں تنازع واقع ہورہا ہے لہذا ان دونوں سوالوں کو بالتفصیل بیان کردیجئے بدلائل عقلیہ ونقلیہ۔

الجواب

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

(۱) مسرف اور مبذر اسم فاعل کے صیغے ہیں لغت کے اعتبار سے اسراف وتبذیر ایک دوسرے کے معنی میں مستعمل ہیں۔

قاموس میں ہے۔ الاسراف التبذیر او ماانفق فی غیر طاعة۔ بسیار بیجا خرچ کردن یا خرچ کردن در غیر طاعۃ۔

اور غیاث میں ہے۔ اسراف بالکسر۔ زیادہ از حاجت خرچ کردن وتبذیر بے اندازہ خرچ کردن۔

نزھۃ القلوب فی تفسیر غریب القرآن میں ہے۔

التبذیر فی النفقة هوالاسراف فیها و تفریقها فی غیر ماحل الله۔

سید المفسرین حضرت عبداللہ بن مسعود سے تبذیر کے معنی دریافت کئے گئے۔

فقال انفاق المال فی غیر حقه (تفسیر معالم)

اور تفسیر خازن میں۔ هو انفاق المال فی العمارة علی وجه السرف۔

اور تفسیر مدارک میں ہے۔ ولا تبذروا تبذیرا۔ کے تحت میں فرماتے ہیں:

ولا تسرفوا اسرافا۔

ان عبارتوں سے ظاہر ہوگیا کہ تبذیر اور اسراف دونوں ایک دوسرے کی جگہ میں استعمال کئے جاتے ہیں لیکن ان دونوں کلموں میں ایک لطیف فرق ہے۔

چنانچہ مجمع البحار جلد اول میں ہے:

التبذیر الانفاق فی مالاینبغی والاسراف الصرف زیادة مالاینبغی۔

اور اسی کی جلد ثانی میں ہے۔

الغالب فی الاسراف الوارد فی الحدیث الاکثار من الذنوب والخطایا۔

تفسیر مدارک میں ہے۔

التبذیر تفریق المال فی غیر الحل والمحل۔

لہذا ان عبارتوں سے ظاہر ہو گیا کہ اسراف عام ہے اور تبذیر خاص ہے اور مسرف وہ شخص بھی کہلائے گا جو بکثرت کسی گناہ کو کرے اور کسی خطا کا عادی ہو اور مبذر وہ ہے جو اپنے مال کو غیر محل میں بلا قصد طاعۃ خرچ کرنے والا ہو، یہاں تک کہ اگر کسی شخص نے بلا قصد طاعۃ ایک درہم بھی خرچ کیا تو وہ مبذر ہے اور اگر بقصد طاعۃ سارا مال خرچ کر دے تو مبذر نہیں۔

تفسیر خازن میں ہے۔

لو انفق الانسان ماله كله فى الحق لم يكن مبذرا ولو انفق درهما او مداً فى باطل كان مبذراً كذا فى المعالم ۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲) حدیث شریف میں مطلق تشبہ کا ذکر ہے۔

چنانچہ مجمع البحار میں ہے۔

من تشبه بقوم فهو منهم ۔اے من تشبه بالكفار فى اللباس وغيره، او بالفساق او باهل التصوف او بالصلحاء فهو منهم ۔

لہذا جس گروہ کے شعار وخصوصیات مذہبی کو اختیار کرے گا وہ اس گروہ میں شامل مانا جائے گا اہل تصوف اور صلحاء کے ساتھ مشابہت کرنی چاہئے اور فساق وکفار کی مشابہت سے پرہیز لازم ہے خصوصاً کفار کی مشابہت بہت خطرناک ہے کہ بسا اوقات اس سے بھی افعال کفریہ کر بیٹھتا ہے مگر کفار کے ساتھ ہر تشبہ ممنوع نہیں۔

درمختار اور بحر الرائق میں ہے۔

التشبه بهم لايكره فى كل شئ بل فى المذموم ومايقصد به التشبه ۔

اور شرح فقہ اکبر میں ہے۔

فانا ممنوعون من التشبه بالكفرة واهل البدعةا لمنكرة فى شعارهم لامنهيون عن كل بدعة ولو كانت مباحة سواء كانت من افعال اهل السنة او من افعال الكفرة واهل البدعة فالمدار على الشعار۔

لہذا کفار کے ساتھ ہر بری بات میں اور جو ان کا شعار ہو اس میں تشبہ بقصد مشابہت ممنوع ہے ۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مسئلہ (۸۸۹)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ۱۴ر شعبان المعظم کو جو حلوے اور آتشبازی کا اہتمام ہوتا ہے اس کی وجہ کیا ہے؟ آیا یہ حضور کے زمانہ سے ہے یا صحابہ کرام یا تبع تابعین یا امام حسین کے زمانہ سے جاری ہے۔اس کا جواب بحوالہ کتب دیا جائے۔

محمد ایسار حسین ساکن کھگو سرائے سنبھل

الجواب

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

شعبان نہایت خیر وبرکت وعمل وکسب کا مہینہ ہے، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت پاک پر نظر کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ سوائے رمضان شریف کے حضور اقدس اس مہینہ بھر میں جتنے اعمال صالحہ کرتے تھے اور کسی مہینہ میں نہیں کرتے اور خصوصاً نصف شعبان یعنی شب برات کو تو حضور اعمال کے لئے خاص فرماتے۔

(یہ جواب ناتمام دستیاب ہوا)

مسئلہ (۸۹۰)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید عمر بکر وغیرہ آل رسول و اولاد علی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی توہین کرتے اور گالیاں دیتے ہیں، اور تکلیف اور نقصان پہنچانے کی تدبیر وکوشش کرتے ہیں، اور بغض وحسد وعداوت قلبی رکھتے ہیں، اور جو لوگ ان کے شریک ہیں اور اپنے آپ کو پکا مسلمان اور ایماندار سمجھتے ہیں اور جو لوگ ان سے کہتے ہیں کہ سادات کی شان میں گستاخی کے لفظ کہنا نہ چاہیے۔تو اس کا جواب دیتے ہیں کہ سادات کے فعل خراب ہیں اس وجہ سے ہم اچھا نہیں سمجھتے ،اور یہ غلط ہے کہ رسول مقبول انکے گناہوں کے شفیع ہوں گے، کیا یہ لوگ ایسے الفاظ گستاخانہ کہنے والے اور بغض وحسد عداوت رکھنے والے تکلیف پہنچانے والے کسی قسم کے گنہگار نہ ہوں گے، کیا یہ پختہ مسلمان سمجھے جائیں گے؟ کیا یہ کہنا اور جواب ان کا کافی ہے کہ سادات کے فعل خراب ہیں؟ اس وجہ سے ہم ایسا کہتے ہیں کیا نماز روزہ دعا ان کی ایسی حالت میں مقبول ہوگی۔

الجواب

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

جولوگ واقعی سادات واولاد وآل نبی علیہ الصلوۃ والسلام ہیں ان کی محبت علامت ایمان ہے۔

مواہب لدنیہ میں ہے۔

محبة جملة اهل بيته المعظم وذريته ۔

یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام اہل بیت اور ذریت کی محبت فرض کی گئی بکثرت احادیث محبت آل حضور میں وارد ہیں اگر ان کو جمع کیا جائے تو مستقل رسالہ تیار ہوجائے ۔تبرکا ایک حدیث نقل کردی جاتی ہے یہ مسلمان کے لئے بہت کافی ووافی ہوگی ۔

ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی کہ انہوں نے کہا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

احبونی لحب الله واحبوا اهل بیتی لحبی ۔ (مشکوۃ شریف ص ۵۷۳)

یعنی مجھ سے اللہ کی محبت کی وجہ سے محبت کرو اور میری اہل بیت سے میری محبت کی بنا پر محبت کرو۔

جب ان کی محبت ایسی ضروری ہے تو ان کی توہین اور گستاخی کرنے اوران کو گالیاں دینے اوران کو تکلیف ونقصان پہچانے اور ان سے عداوت قلبی یا بغض وحسد رکھنے کی مخالفت تو ثابت ہوگئی ۔لیکن مزید اطمینان خاطر کے لئے ایک دواحادیث بھی پیش کردوں۔

حضرت امام احمد نے مرفوعا روایت کی۔

من ابغض اهل البيت فهو منافق ۔ (صواعق محرقہ ص ۱۰۴)

یعنی جس نے اہل بیت سے بغض رکھا وہ منافق ہے۔

ایک حدیث میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من مات على بغض آل محمد جاء يوم القيمة مكتوبا بين عينيه آيس من رحمة الله ۔

(صواعق ص ۱۴۳)

یعنی جو آل پاک سے بغض رکھتے ہوئے مرا تو بروز قیامت اس طرح آئے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان میں یہ لکھا ہوا ہوگا "آیس من رحمة الله" ۔یعنی اللہ کی رحمت سے مایوس ہونے

والا۔ اسی لئے علامہ ابن حجر مکی نے کثیر احادیث نقل کرنے کے بعد فرمایا۔

علم من الاحادیث السابقة وجوب محبة اهل البیت وتحریم بغضهم ۔

(صواعق ص ۱۰۴)

یعنی سابق احادیث سے اہل بیت کی محبت کا واجب ہونا اور ان کے ساتھ بغض کا حرام ہونا جان لیا گیا۔ یہاں تک کہ اہل بیت کے فاسق وفاجر کے حق میں بھی علامہ تحریر فرماتے ہیں۔

ان الفاسق من اهل البیت لبدعته اوغیرها انما تبغض افعاله لاذاته لانها بضعة منه صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم وانکان بینه وبینها وسائط۔ (صواعق ص ۱۰۴)

یعنی اہل بیت کے فاسق کے افعال غیر مشروعہ سے ضرور بغض رکھا جائے اس کی ذات سے نہیں کہ اس کی ذات تو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسد اطہر کا ایک ٹکڑا ہے اگرچہ حضور کے اور اس کے درمیان میں چند واسطے ہوں۔

طبرانی اور دار قطنی وغیرہ میں یہ حدیث شریف مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اول من اشفع له من امتی اهل بیتی الاقرب فالاقرب ۔ (صواعق ص ۱۴۰)

یعنی سب سے پہلے میں اپنی امت میں اپنے اہل بیت کی شفاعت کروں گا۔ پھر درجہ بدرجہ اقارب کی۔

حاصل جواب یہ ہے کہ سادات کی عظمت ضروری ہے ان کی محبت لازمی ہے۔ ان کے ساتھ دشمنی وعداوت کرنے ان کی شان میں کسی طرح کی بے ادبی اور گستاخی کے ساتھ پیش آنے سے بہت پرہیز کرنا چاہئے، ان کے غیر مشروع افعال کو ناجائز ہی سمجھا جائے گا۔ ان کو ان کے ارتکاب سے روکا جائے گا ان پر تنبیہ کی جائے گی، لیکن ان کا ادب واحترام ضرور ملحوظ رہے گا۔ یہ جو کچھ معروض ہوا ان سادات کا حکم ہے جو واقعی اولاد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوں اگرچہ فاسق فی العمل ہوں۔ اس سے روافض مراد نہیں کہ وہ اعتقادات میں حد کفر تک پہونچ گئے تو وہ قابل احترام وتعظیم نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۸۹۱)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان کرامتوں مفصلہ ذیل میں۔

ایک مرید حضرت غوث اعظم قدس سرہ نے انتقال کیا، اس کا بیٹا روتا ہوا آپ کے پاس آیا، آپ نے اس کے حال پر رحم فرما کر آسمان چہارم پر جا کر ملک الموت نے روح مرید کو مانگا۔ ملک الموت نے جواب دے دیا خدائے تعالیٰ کے حکم سے روح آپ کے مرید کی قبض کی ہے آپ نے فرمایا کہ میرے حکم سے چھوڑ دے جب ملک الموت نے نہ دی زبردستی تمام روحیں جو اس دن قبض کی تھیں چھین لیں تمام روحیں پرواز کر کے اپنے اپنے جسم میں داخل ہوئیں۔ ملک الموت نے خدائے تعالیٰ کے پاس فریاد کی کہ ایک شخص مجنوں نے زبردستی روحوں کو چھین لیا فرمایا: وہ ادھر کو تو نہیں آتا، عرض کیا کہ نہیں آتا، کہا اچھا ہوا واپس گیا، ورنہ وہ اگر ادھر کو آتا تو حضرت آدم سے لیکر اس وقت تک جتنے مرے ہیں سب کے زندہ کرنے کو کہتا، تو مجھے سب کو زندہ کرنا پڑتا۔

کرامت دوم

ایک عورت حضرت عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا یا حضرت مجھے بیٹا دو۔ آپ نے فرمایا تیری تقدیر میں لوح محفوظ میں نہیں ہے، اس نے عرض کیا اگر لوح محفوظ میں ہوتا تو تمہارے پاس کیوں آتی۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے کہا: یا خدا تو اس عورت کو بیٹا دے، حکم ہوا اس کی قسمت میں لوح محفوظ میں بیٹا نہیں ہے، کہا ایک نہیں تو دو دے، جواب آیا ایک نہیں تو دو کہاں سے دوں، کہا تو تین دے، کہا جب ایک بھی نہیں تو تین کہاں سے، اس کی تقدیر میں بالکل نہیں۔ جب وہ عورت ناامید ہوئی تو غوث اعظم نے غصہ میں آکر اپنے دروازہ کی خاک تعویذ بنا کر دیدی اور کہا تیرے سات لڑکے ہوں گے، وہ عورت خوش ہو کر چلی گئی اور اس کے سات لڑکے ہوئے۔ یہ کرامتیں صحیح ہیں یا غلط۔ بینوا توجروا

السائل خاکسار احمد علی

الجواب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کثیر الکرامات وصاحب مقامات ہیں ان کی قدرت اور تصرفات ان کی طاقت اور اختیارات ناقابل انکار ہیں۔ ان کو درگاہ الٰہی میں جو خصوصیت ومقبولیت جو قرب ومحبوبیت حاصل ہے وہ مابین الاولیاء ممتاز ہیں لیکن یہ دونوں واقعات کسی معتبر ومستند کتاب میں نظر سے نہ گذرے، اور بظاہر بے اصل اور لغو معلوم ہوتے ہیں ان سے احتراز کرنا چاہئے اور "بہجۃ الاسرار" مصنفہ حضرت علامہ نورالدین ابوالحسن علی ابن یوسف لخمی شطنوفی سے حضرت کی کرامات بیان

کرنی چاہئیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مسئلہ (۸۹۲)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مضامین ذیل کتاب ''مقاصد الصالحین صفحہ ۳۶'' میں نقل ہے کہ جب قیامت قائم ہوگی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم کریں گے تم دوزخ کی راہ گھیر کر کھڑے ہو جاؤ۔ اگر کسی شخص کو میری امت سے دوزخ میں لے جائیں گے تم ہرگز نہ جانے دیجیو۔ جب تک میں نہ پہونچوں اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم ہوگا کہ میزان کے پاس جاکر کھڑے رہو اور خبردار ہو کہ اعمال میری امت کے اچھے تولے جاویں۔ اگر کسی کا پلہ عبادت کا ہلکا ہو تو اس کا تولنا موقوف رہے جب تک کہ میں نہ آجاؤں۔ جب حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود تشریف لے جاویں گے حکم ہوگا کہ ان کی عبادت میرے روبرو وزن کرو فرشتہ آپ کا حکم بجالاویں گے جب تولنے کے وقت پلہ کسی کی عبادت کی طرف مائل ہوگا آپ اپنے دست مبارک سے دبادیں گے کہ پلہ بھاری ہو جاویگا۔ تب فرشتوں کو حکم باری پہونچے گا کہ اے میرے فرشتو! میرے دوست کے خلاف مرضی کوئی کام نہ کرنا آج اس کو میں نے اختیار دے دیا ہے جو چاہے سو کرے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حوض کوثر پر مامور ہوں گے کہ سب سے پہلے میری امت سیراب ہوئے اور حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہ دوزخ کے دروازے پر متعین کردیئے جائیں گے کہ کوئی امتی میرا دوزخ میں نہ جانے پائے۔ جب تک میں نہ آجاؤں اور آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سایہ عرش میں جاکر اپنے عاصیان امت کی شفاعت میں مصروف ہوں گے۔ اس حالت میں جبریل علیہ السلام سراسیمہ آپ کے پاس آئیں گے، آپ ان سے سبب سراسیمگی کا پوچھیں گے۔ وہ عرض کریں گے یا رسول اللہ! کل اس وقت میرا گذر دوزخ کی طرف ہوا میں نے دیکھا کہ ایک شخص آپ کی امت کا عذاب میں گرفتار ہے اور رو رو کر کہتا ہے کہ افسوس کوئی ایسا نہیں کہ میرا حال پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کرے اور آپ کو میری خبر دے۔ اس کی فریاد میں میرا حال متغیر ہوا، آپ یہ سنکر روتے ہوئے دوزخ کی طرف تشریف لیجائیں گے اور اس کو عذاب سے چھڑائیں گے۔ مالک کو حکم ہوگا ہرگز میرے حبیب کے امور میں دخل نہ دینا اور چون چرا نہ کرنا۔ بعد اس کے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میزان کے پاس تشریف لیجائیں گے اور اعمال کے تولنے والوں کو حکم دیں گے کہ اعمال میری امت کے اچھی طرح تولنا، پھر کنارے دوزخ پر جاکر فرمائیں گے کہ اے مالک! اگر کوئی شخص میری امت کا آئے تو اس پر سختی نہ کرنا جب تک کہ میں نہ آجاؤں آخر کو یہاں تک

نوبت پہونچے گی کہ جس شخص کو ملائکہ کے ہاتھ مین دیکھیں گے جناب باری میں عرض کریں گے کہ بارے خدا اس کو میری التماس سے بخش دے یا مجھ کو بھی اس کے ساتھ جانے کا حکم دے۔ انتہا اے عزیز کچھ جانتے ہو کہ احکام الہی میں کیا کیا اسرار ہیں فقط۔ اس کا پڑھنا پڑھانا اور اعتقاد کا کرنا ان روایات کا صحیح ہے یا غلط؟ اور موضوع۔ بینوا توجروا۔

السائل خاکسار احمد علی

الجواب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

کتاب "مقاصد الصالحین" کسی معتبر و مستند عالم کی تصنیف نہیں ہے۔ مسلمانوں کو ہمیشہ پڑھنے پڑھانے کے لئے وہ کتابیں اپنے پاس رکھنی چاہیں جو کسی معتبر و مستند اور محتاط و محقق سنی صحیح العقیدہ عالم کی تصنیفات سے ہوں۔ انہیں پر اعتماد کیا جا سکتا ہے کہ ان کی روایات میں صحت کا التزام ہوتا ہے۔ یہ حدیث چند کتب واحادیث وسیر میں تلاش کی گئی مگر میری نظر سے نہیں گذری۔ مواہب لدنیہ میں حضرات خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے متعلق یہ حدیث تو نظر سے گذری جس کو ابو سعید خدری نے شرف النبوۃ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

لحوضی اربعة ارکان الاول بید ابی بکر الصدیق والثانی بید عمر الفاروق والثالث بید عثمان ذوالنورین والرابع بید علی بن ابی طالب الحدیث۔

(مواہب لدنیہ شریف ج ۲ ص ۴۰۹)

میرے حوض کی چار جانبیں ہیں، ایک جانب حضرت ابوبکر کے قبضہ میں، اور دوسری جانب حضرت عمر فاروق کے قبضہ میں، اور تیسری جناب حضرت عثمان ذی النورین کے قبضہ میں، اور چوتھی جانب حضرت علی ابن ابی طالب کے قبضہ میں۔

اور گنہگاران امت کو دوزخ سے رہا کرنے کے متعلق یہ حدیث خصائص کبری میں نظر سے گذری طبرانی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ۔

قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم اٰتی جهنم فاضرب بابها فیفتح لی فادخلها فاحمد اللہ بمحامد مااحمد لاقبلی مثله ولایحمد احد بعدی ثم اخرج منها من قال لا اله الااللہ ملخصا۔

(خصائص کبری ص ۲۲۳)

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں دوزخ کی طرف آونگا اور اس کا دروازہ کھلوؤں گا وہ میرے لئے کھول دیا جائے گا تو اس میں داخل ہوکر اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا کہ جس کی مثل مجھ سے پہلے اور میرے بعد کسی نے نہیں کی ہوگی پھر میں دوزخ سے اس شخص کو جس نے باخلاص ''لا الہ اللہ محمد رسول اللہ'' کہا نکال لوں گا۔

مسئلہ (۸۹۳)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حاجی علی احمد وارثی ۔ بابو لطافت حسین وارثی ۔ مولوی گل محمد خاں نقشبندی مجددی پٹیالہ اسٹیٹ (پنجاب) نے ایک اشتہار طبع کیا ہے جس میں عکس تصویر کے جواز پر یہ فتاوی واقوال پیش کئے ہیں ۔ اس اشتہار کی پوری عبارت ذیل میں نقل ہے ۔ مصر کے علماء میں سے مفتی عیدہ مرحوم نے اس کے جواز کا فتوی دیا ہے ۔ اور علامہ سید رشید رضا مصری نے المنار کے متعدد فتاوی میں اس کو جائز بتایا ہے، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے علماء نے ۱۹۲۰ء میں کتاب راہنمائے حجاج اپنے زیر اہتمام لاکھوں کی تعداد میں چھپوا کر کل دنیائے اسلام میں روانہ کی ہے جس میں کثرت سے ادھوری اور پوری انسانی فوٹو موجود ہیں اور اس وقت مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے تقریبا ہر گھر اور ہر دوکان میں انسانی فوٹو آویزاں نظر آتے ہیں ہندوستان کے علماء جنہوں نے فوٹو کے جواز کا فتوی دیا اور اپنے اپنے فوٹو کھنچوائے وہ یہ ہیں، مولانا شبلی نعمانی، سید مولنا عبدالحی ناظم ندوۃ العلماء مولنا ابوالکلام آزاد ۔ مولنا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی، مولنا سید سلیمان ندوی ۔ اور ثابت کر دکھایا ہے کہ فوٹو گرافی مصوری نہیں ہے درحقیقت عکاسی ہے (دیکھو کتاب جواز عکس تصاویر ص ۳۰) مصنفہ سید سلیمان ندوی جانشین مولانا شبلی نعمانی ۔ نیز ضرورت وقت کے لحاظ سے بھی علماء نے فوٹو کے جواز کا فتوی دیا ہے کیونکہ غیر ممالک کا سفر بغیر پاسپورٹ ناممکن ہے اور پاسپورٹ بغیر فوٹو حاصل نہیں ہوسکتا ۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا عکس تصویر جائز ہے یا نہیں اور جو عکس تصاویر کے قائل لوگ اس اشتہار میں ہیں یہ کیسے لوگ ہیں ۔ بینوا توجروا

الجواب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

تصویر کشی اور تصویر داری شریعت اسلامیہ میں ممنوع فرمائی گئی ہے، احادیث کثیرہ اس کی ممانعت میں وارد ہیں بخاری شریف اور مسلم شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان اصحاب ہذہ الصور یعذبون یوم القیامۃ یقال لہم احیوا ماخلقتم وقال ان البیت الذی فیہ الصورۃ لاتدخلہ الملئکۃ ۔

(مشکوۃ شریف ص ۳۸۵)

بخاری شریف اور مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں۔

سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول اشدالناس عذابا عنداللہ المصورون۔ (مشکوۃ شریف ص ۳۸۵)

بخاری شریف میں حضرت سعید بن ابی الحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

کنت عند ابن عباس اذجاءہ رجل فقال یاابن عباس انی رجل انما معیشتی من صنعۃ یدی وانی اصنع ہذہ التصاویر فقال ابن عباس الا احدثک الا ماسمعت من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سمعتہ یقول من صور صورۃ فان اللہ یعذبہ حتی ینفخ فیہ الروح ولیس بنا فخ فیہا ابدا فرپا الرجل ربوۃ شدیدۃ واصفر وجہہ فقال ویحک ان ابیت الا ان تصنع فعلیک بہذا الشجر وکل شئ لیس فیہ روح ۔ (مشکوۃ شریف ص ۳۸۶)

روایات کثیرہ ممانعت تصویر میں وارد ہیں بخیال اختصار یہاں پر صرف تین احادیث پیش کیں، لیکن احادیث میں تصویر ذی روح کی ممانعت عام ہے اب چاہے دستی ہو یا عکسی، کوئی اس سے مستثنیٰ نہیں اور بے استثناء دعوی جواز حکم شرع سے عدول اور دین کی مخالفت ہے اور احادیث شریفہ اور کتب فقہ سے صاف انکار ہے، اور مجوزین کی جرات ودلیری اور بے دینی اور گمراہی کی بین دلیل ہے۔اعاذنااللہ تعالیٰ عنہ۔

جن اشخاص کے نام وارثی صاحبان نے تحریر کئے ہیں ان میں کوئی بھی علماء معتمدین اور معتبرین سے نہیں ہیں۔رشید رضا ایڈیٹر ''المنار'' ایک بے شرع نیچری طبع انسان ہے جس کی صورت تک اسلامی وضع وشعار سے معرا ہے، لہذا لا مذہب ہے، یہی بیقیدی عقائد وخیالات کی شبلی اور ندوی کے خصوصیات سے ہے مولوی حبیب الرحمن خانصاحب ایک معزز رئیس ہیں ان کی نسبت یقین نہیں ہوتا کہ وہ جواز تصویر کے قائل ہوں، ابوالکلام کی تو صورت سیرت عقائد واعمال سبھی اسلام سے بہت دور ہیں۔انکا بے قید وآزاد ہونا تو کسی بیان کا محتاج نہیں۔ایسے لوگوں کے افعال فساق کے لئے فسق میں سند ہوں تو ہوں

دین میں تو یہ لوگ ماخوذ ومغضوب ہیں، ان کی بے قیدیاں انہیں خود مجرم بناتی ہیں نہ کہ دوسروں کے لئے ان کے افعال قبیحہ روا کرسکیں۔

ولاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم۔

کتاب ''رہنمائے حجاج'' کو علماء حرمین کی طرف منسوب کرنا بڑا ہی مغالطہ ہے یہ کتاب علماء حرمین نے شائع نہیں کی حکومت نجدیہ وہابیہ کے اہلکاروں نے شائع کی ہوگی، ان کا فعل نہ حجت ہے نہ سند، وارثی صاحبان کو دنیائے اسلام میں کوئی ایسا دیندار عالم نہیں ملا کہ جواز تصویر میں جس کا نام لے سکتے، بدمذہب غیر مشرع بدافعال لوگوں کے نام لکھدیئے، اور لطف یہ ہے کہ ان کے افعال واقوال خود وارثی صاحبان کے نزدیک بھی معتبر نہیں، اور اگر یہ اپنے ان شہود کو مقتدا بنالیں اور ان کے اقوال وافعال قابل تسلیم مانیں تو ان کی تمام صوفیت ووارثیت کا خاتمہ ہوجائے اور ان کی کفروشرک کی دستاویزیں ان کے انہیں مقبولین کے قلم سے برروئے کار آجائیں، آپنے ابھی نجدیوں کے دین میں صرف جواز تصویر ہی پر نظر ڈالی ہے اور ان کے جہانگیری شرک کا مطالعہ نہیں کیا جس سے صوفیوں اور درویشوں کی جماعت کا کوئی فرد سلامت بچکر نہیں جاسکتا اسی طرح وارثی صاحبان کے دوسرے مقبولین بھی ہیں اگر ان کے تمام افعال کو سند قرار دیدیا جائے تو وارثی صاحبان کے لئے صرف تصویر ہی جائز نہ ہوگی بلکہ داڑھی منڈانا مے نوشی کرنا نمازوں کی پابندی چھوڑنا وغیرہ گناہ کبیرہ سب کچھ جائز ہوجائینگے پاسپورٹ میں تصویر کا لازم ہونا حکم حرمت کو نہیں اٹھاتا اور حج کے سفر کے لئے پاسپورٹ میں تصویر لازم بھی نہیں بہرحال جواز تصویر کا دعوی بالکل بےسند وباطل ہے اسلام نے بت پرستی مٹائی ہے ذی روح کی تصویر ممنوع فرمائی ہے حلقہ بگوشان اسلام نفس پرستی سے توبہ کریں اور اسلام کے حضور عقیدت واطاعت کی گردنیں خم کریں۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مسئلہ (۸۹۴)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے گاؤں میں اہلسنت وجماعت کے لوگ تعزیہ بناتے ہیں، اس تعزیہ میں کسی جاندار کی تصویر کو نہیں رکھتے بلکہ ایک روضہ کا نمونہ بناتے ہیں سو ایسا تعزیہ بنانا جائز ہے یا نہیں، اور اگر جائز ہے تو جو شخص تعزیہ بنانے والے کو کافر کہتا ہے وہ گنہگار ہوتا ہے یا نہیں، اس کا آپ فتوی دیکر اور بھی علماء کی تصدیق کراکر روانہ فرمائیں۔

خاکسار پیش امام جامع مسجد دوارکا تھیاوار اسمعیل پٹنی۔

الجواب

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

(۱) تعزیہ کی اتنی اصل تھی کہ روضہ مبارک سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صحیح نقشہ بنا کر بہ نیت تبرک اس کو مکان میں رکھنا اس میں کوئی شرعی طور پر حرج نہیں تھا کہ غیر جاندار کی تصویر بنانا رکھنا درست و جائز ہے۔ لیکن اب چونکہ تعزیہ داری بہت ممنوعات شرعیہ اور امور ناجائز پر مشتمل ہے لہذا اب ایسی صحیح نقل بھی نہیں بنانی چاہیئے ہاں اس کے جواز میں کوئی شک نہیں کہ اگر روضہ کا صحیح نقشہ کاغذ پر بنا کر کتبہ کے طور پر رکھے جس طرح کعبہ معظمہ اور مسجد نبوی شریف وغیرہ مقامات متبرکہ کے نقشے رکھے جاتے ہیں تو اسے بقصد تبرک اپنے مکان میں رکھ سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲) تعزیہ بنانے والے کو جو صرف تعزیہ بنانے کی بنا پر کافر کہتا ہے اسے خود استغفار اور توبہ کرنی چاہیئے کہ وہ ایک مسلمان کو بلا ارتکاب کفر کے کافر کہتا ہے۔

ابوداؤد شریف میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت ہے کہ۔

قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ثلاث من اصل الایمان الکف عمن قال لااله الا الله ولا نکفره بذنب ولا نخرجه من الاسلام بعمل الحدیث۔ (مشکوۃ شریف ص ۱۸)

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین باتیں اصل ایمان سے ہیں "لا الہ الا اللہ" پڑھنے والے کی تکفیر نہ کریں، کسی گناہ کی بنا پر تکفیر نہ کریں، کسی بدعملی کی بنا پر اسلام سے خارج نہ کریں۔

حدیث شریف میں ہے جس کو بخاری شریف و مسلم شریف نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی۔

قال رسول اللّٰه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ایما رجل قال لاخیه کافر لقد باء بها احدهما انکان کما قال والا رجعت علیه۔ (مسلم شریف ص ۵۷ از مشکوۃ شریف ص ۴۱۱)

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کو کافر کہے ان دونوں میں ایک پر یہ بلا ضرور پڑے اگر جسے کہا تھا وہ حقیقۃ کافر تھا جب تو خیر ورنہ فقط اسی کہنے والے پر پلٹ آئے گا۔

ان احادیث سے ثابت ہوگیا کہ کسی مسلمان کی گناہ یا ناجائز عمل کی وجہ سے تکفیر نہیں کی جا سکتی اور جو کوئی اس وجہ سے تکفیر کرے تو وہ اپنا حکم اس دوسری حدیث سے معلوم کرے فقط۔ واللہ

تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مسئلہ (۸۹۵)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص جو اپنے دنیوی نفع کی غرض سے مذہب حنفی چھوڑ کر مذہب شافعی اختیار کرے تو عند الشرع اس کا کیا حکم ہے۔

الجواب

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مذاہب اربعہ میں سے ایک مذہب کو کسی دنیوی غرض کی وجہ سے بلا دلیل چھوڑنے والا اور دوسرے مذہب کو محض خواہش نفسانی کی بنا پر اختیار کرنے والا گنہگار اور سزا کا مستحق ہے۔

ردالمحتار میں ہے۔

اما انتقال غیرہ من غیر دلیل بل لما یرغب من غرض الدنیا وشھوتھا فھو المذموم الاثم المستوجب للتادیب والتعذیر لارتکاب المنکر فی الدین واستخفافہ بدینہ ومذھبہ۔ (ج ۳ ص ۱۹۶)

اس کا خلاصہ مضمون یہ ہے کہ غیر مجتہد کا بلا دلیل ایک مذہب سے دوسرے کی طرف دنیوی غرض کی رغبت کی وجہ سے منتقل ہونا قابل ذم ہے اور وہ شخص گنہگار ہے اور وہ دین میں برے کام کے ارتکاب اور اپنے دین ومذہب کے استخفاف کی وجہ سے سزا و سرزنش کے لائق ہے۔

اور اسی میں قنیہ سے ناقل ہیں:

قیل من انتقل الی مذھب الشافعی لیتزوج لہ اخاف ان یموت مسلوب الایمان لاھانتہ للدین لجیفۃ قذرۃ۔ (ج ۴ ص ۳۹۷)

جو شخص شافعی مذہب کی طرف اس لئے منتقل ہوا کہ نکاح کرے تو اس کے حق میں کہا گیا کہ میں خوف کرتا ہوں کہ وہ ایمان سلب ہونے کی حالت میں مرے کیونکہ اس نے دین کی توہین ایک مردار بودار پلید چیز کی وجہ سے کی۔

اور اسی میں تاتارخانیہ سے ناقل ہیں۔

حکی ان رجلاً من اصحاب ابی حنیفۃ خطب الی رجل من اصحاب الحدیث ابنتہ فی عھد ابی بکر الجوزانی فابی الا ان یترك مذھبہ فیقرأ خلف الامام ویرفع بدیہ عند

الانحطاط و نحو ذلك فاجابه فزوجه فقال الشيخ بعد ماسئل من هذه واطرق رأسه النكاح جائز ولكن اخاف عليه ان يذهب ايمانه وقت النزع لانه استخف بمذهبه الذى هو حق عنده وتركه لاجل جيفةٍ متنة۔ (ج ۳ص ۱۹۶)

حکایت بیان کی گئی کہ امام ابوبکر جوزانی کے زمانہ میں امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے اصحاب سے ایک شخص نے ایک محدث کی لڑکی کے لئے منگنی کا پیام بھیجا، تو اس محدث نے انکار کر دیا، مگر یہ شرط لگائی کہ وہ اگر اپنا مذہب چھوڑ دے اور امام کے پیچھے قرأت کرلے اور رفع یدین کرلے اور اس کے مثل کام کرلے، اس حنفی نے اس کی شرط تسلیم کی تو محدث نے اس سے نکاح کر دیا، لوگوں نے اس کے متعلق حضرت امام ابوبکر سے سوال کیا، حضرت شیخ نے سر جھکا کر جواب دیا کہ نکاح جائز ہے، لیکن میں اس پر اس کے نزع کے وقت ایمان جانے کا خوف کرتا ہوں، کیونکہ اس نے وہ مذہب جو اس کے نزدیک حق تھا اسے ہلکا جانا اور بودار مردار کی وجہ سے اسے چھوڑ دیا۔

حاصل جواب یہ ہے کہ شخص مذکور کا مذہب حنفی کو چھوڑ کر مذہب شافعی ایک دنیوی وجہ سے اختیار کرنا گناہ ہے، شرع ایسے شخص کو تبدیل مذہب کی اجازت نہیں دیتی، اور اس شخص کو یہ بات قابل لحاظ ہے کہ اس میں ایمان سلب ہونے کا خطرہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مسئلہ (۸۹۶)

لوازمہ ہمارے عرف میں وہ پان چھالیاں شکر مٹھائی وغیرہ جو لڑکے والے سے اہل محلّہ لیتے ہیں اور منگنی کے دن ہی محلے والے لڑکے والے سے جبراً ٹھراتے ہیں ان چیزوں میں لڑکی کے والدین کو کوئی حق حاصل نہیں ہوتا اور اہل محلّہ ایک شخص کو صدر محلّہ بنا لیتے ہیں برات کے دن جب لوازمہ لڑکے والے لاتے ہیں تو وہ صدر محلّہ کے سپرد کر دیا جاتا ہے وہ صدر بمطابق عہد و پیمان کے ایک ایک چیز کو شمار کرتا ہے اور یہ جائزہ لیتا ہے کہ لڑکے والا پورا سامان لایا کہ نہیں اور اگر اس میں سے کوئی چیز کم ہوتی ہے تو بہت فساد برپا ہوتا ہے اور یہ چیزیں محلے والوں پر تقسیم ہوتی ہیں نیز اس لڑکی نے جس استاد سے پڑھا ہے اس استاد کے لئے بھی لڑکے والے سے جبراً کچھ دام لئے جاتے ہیں اور نیز جو نائی خط بنانے کے لئے سالانہ تنخواہ دیکر محلے میں رکھا جاتا ہے اسے بھی لڑکے والے سے کچھ دام دلواتے ہیں۔ نیز لڑکی کے والدین چند روپے لڑکے والے سے لڑکی کے کپڑے جوڑے۔ وغیرہ خریدنے کے لئے لیتے ہیں اور ان اخراجات سے کچھ دام بچا لیتے ہیں لہذا یہ امور شرعاً جائز ہیں یا نہیں اور ان لوگوں کے لئے یہ چیزیں لینا جائز ہیں

یانہیں۔

الجواب

نحمده ونصلی علی رسوله الكريم

اگر اہل محلہ لڑکی والے پر اسقدر اختیار رکھتے ہیں کہ لڑکے والا لوازمہ دیگا تو یہ نکاح ہونے دینگے اورلڑکی والا بلا ان کی رضا کے نکاح نہ کرسکے گا تو یہ لوازمہ رشوت ہے۔

ردالمحتار میں ہے۔

ان اعطى الى رجل شيئاً لاصلاح مصالح المصاهرة ان كان من قوم الخطيبة اوغيرهم الذين يقدرون على الاصلاح والفساد وقال هو اجرة لك على الاصلاح لايرجع وان قال على عدم الفساد والسكوت يرجع لانه رشوة ۔ (ردالمحتار ص ۳۷۶)

یالڑکے والا اس لئے اہل محلہ کو لوازمہ دیتا ہے کہ یہ لوگ اس کے لالچ سے فساد سے باز رہیں گے اور باآسانی نکاح ہوجائے گا جب بھی یہ لوازمہ رشوت ہے۔

انفق على طمع ان يتزوجها قال الاستاذ قاضيخان الاصح انه يرجع عليها زوجت نفسها او لم يتزوج لانها رشوة اه ملخصا۔

اوراگر اہل محلہ کو ایسا اختیار حاصل نہ ہو اور لڑکے والا لحاظ عرف ورسم کے بطور صلہ وہبہ کے اہل محلہ کو لوازمہ دے تو یہ لوازمہ نہ رشوت ہے نہ حرام۔

شامی میں ہے۔

وان كان ممن لايقدرون على ذالك ان قال هو عطية او اجرة لك للذهاب والاياب او الكلام او الرسالة بينى وبينها لايرجع وان لم يقل شيئا منها يكون هبة له الرجوع فيها ان لم يوجد مايمنع الرجوع ۔ (شامی ص ۳۷۶)

بالجملہ یہ لوازمہ پہلی دونوں صورتوں میں رشوت ہے تو اہل محلہ کو اس کا نہ لینا جائز نہ کھانا حلال ،اور تیسری صورت میں ہبہ ہے تو اسکا لینا بھی جائز اور کھانا بھی حلال ،اسی طرح لڑکی کے استاد کے لئے لڑکے والے سے دام لینا پہلی دوصورتوں میں رشوت ہے، اور تیسری صورت میں ہبہ اور احسان ہے، اور نائی کو لڑکے والے کا کچھ دینا عرفا بطور تبرع اور احسان کے ہوتا ہے تو اس میں لڑکے والا مختار ہے، اورلڑکی کے والدین کو لڑکی کے جوڑے وغیرہ کے لئے لڑکے والے کی طرف سے جو روپیہ ملا ہے وہ خاص لڑکی کے

واسطے ہبہ ہے، تو والدین کا اس سے بچا لینا جائز اور حلال نہیں۔

درمختار میں ہے: ویباح لوالدیه ان یاکل من ماکول وهب له وقیل لا انتهی فافاد ان غیر الماکول لایباح لهما۔ (درمختار ص ۵۳۶) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ احمد یوسف ذکریا مسجد بمبی نے بروز جمعہ ذکریا مسجد میں ابن سعود کے بیٹوں کا خود استقبال کیا، آداب بجالایا اور مصلیوں سے استقبال کرایا، اور نجدی حکومت اور ابن سعود نجدی کی اور اس کے لڑکوں کی تعریفیں کیں، نجدیوں کی شان میں قصیدے پڑھے، ان کی حفاظت کی سلامتی کی دعا کی اور ایک تقریر کی جس میں کہا کہ اللہ عزوجل کے بہت بڑے شکر کا سبب یہ ہے کہ حکومت نجدیہ کے دعوے اور دعوت صحیح اور ایسی دعوت جس میں کجی اور نقصان نہیں اور نجدی حکومت کو حضرت امام حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقلد بتایا اور کہا کہ نجدیوں کے جھنڈے پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہے جو اشارہ کرتا ہے کہ انکا اور تمام اہل زمین کا ایک ہی کلمہ ہے جس کی بنا پر ہم سب پر لازم ہے کہ فروعات کی بحث چھوڑ دیں اور ایک صف ہو جائیں اور ایسے امور اور مسائل میں مشغول نہ ہوں جس کا نقصان نفع سے زیادہ تر ہے نیز اپنی تقریر میں ابن مسعود کے بڑے لڑکے سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے بلند تر امیر، نیکی کے تارے، ہم سب نے نزدیک کر دیا جانوں کو، اور نزدیک کر دیا ہم نے تیرے لئے نظر کو، اگر تو کسی روز میدان جنگ میں سحر کے وقت بھی بلائے گا تو ہم تنہا تنہا اور جماعتیں بنا کر بلندی حاصل کرنے کے لئے تیرے پاس حاضری دینگے، اس کے بعد کہا کہ میں زیادہ تقریر کرنا پسند نہیں کرتا اس آیت پر ختم کرتا ہوں۔

قل یا اهل الکتاب الی اخره۔

اس کے بعد نہایت تعظیم وتکریم سے ابنائے سعودی کو رخصت کیا اور ابنائے سعودی نے انعام دیا، یہ تمام حالات بمبی کے عربی اخبار الشرہ ۲۳ مئی ۱۹۴۰ء میں شائع ہو گئے ہیں، اس کے بعد شہر کے چند سنی مسلمانوں نے ایک اشتہار شائع کرا کر ان حالات پر تمام سنیوں کی توجہ مبذول کرائی، پھر ہماری انجمن نے ایک اشتہار بعنوان "دشمنان اسلام کی آمد پر بمبی میں ایک فتنہ عظیم" شائع کرایا۔ جو آپ کی خدمت میں ارسال ہے۔

(۱) عرض یہ ہے کہ اس امام کے متعلق شرعا کیا حکم کیا ہے؟

(۲) اس کی امامت درست ہے یا نہیں اور جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی جائیں وہ واجب الاعادہ ہیں یا نہیں۔ اور اگر اعادہ نہ کیا جائے تو فرض ذمہ سے ساقط ہوگا یا نہیں؟۔

(۳) اگر امام توبہ کرنا چاہے تو کس طرح کرے کیا امام کو اپنی غلطی اور توبہ علی الاعلان برسر منبر عام مسلمانوں کے سامنے کرنا اور اس کو اپنی تقریر کی طرح شائع کرانا ضروری ہے اور کیا توبہ کے ساتھ تجدید اسلام بھی ضروری ہے؟۔

(۴) اگر امام چند معتمد اشخاص کے سامنے توبہ کرے تو کیا شرعاً اس کی توبہ قابل قبول ہوگی اور ایسی خفیہ توبہ کے بعد اس کی امامت درست ہوگی یا نہیں؟۔

راقم اشتہار نے جو کچھ اپنے اشتہار ''دشمنان اسلام کی آمد پر بمبئی ایک فتنہ عظیم'' میں لکھا ہے۔ وہ حق وصواب ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتب معتبرہ ارشاد فرمائیں اور مولیٰ تبارک وتعالیٰ سے اجر پائیں۔

المستفتیان اراکین انجمن تبلیغ صداقت رحمت منزل کامبیکر اسٹریٹ چھاپہ بمبئی ۳

الجواب

نحمده ونصلى على رسوله الكريم

(۱) بلا کسی معذوری ومجبوری کے ابن سعود اور اس کے بیٹوں کے عقائد باطلہ حرکات نالایقہ پر مطلع ہوکر ان کی نہ فقط ایسی تعریفیں اور استقبال واعزاز کرنا بلکہ ان کے باطل مذہب کو صحیح قرار دینا ان کے اصولی اختلافات کو فروعی اختلافات بتانا کسی صحیح العقیدہ سنی المذہب شخص سے ممکن نہیں تجربہ شاہد ہے کہ ایسی حرکات ایسے افعال واقوال کسی گمراہ وبددین نجدی سیرت سے صادر ہوں گے۔

ردالمحتار میں ہے۔

اجمع المسلمون ان شاتمه كافر حكمه القتل ومن شك فى عذابه و كفره كفر۔

(ردالمحتار ص ۳۹۹)

شرح فقہ اکبر میں ہے۔

الرضا بالكفر كفر سواء كان بكفر نفسه او بكفر غيره ۔

(شرح فقہ اکبر مصری ص ۱۴۰)

امام زکریا مسجد پر نجدی کے کفری عقائد کو معمولی اختلافات کہنے اور باوجود اس کی ایسی ناپاک گستاخیوں کے اسے قابل ملامت وطعن اور لائق توہین وتذلیل نہ ٹھرانے کا جرم کم از کم ضرور عائد ہوتا ہے

جو خود اس کے نجدی ہم عقیدہ ہونے اور صحیح معنی میں سنی المذہب نہ ہونے کا صاف اظہار کر رہا ہے، لہذا اس امام مذکور پر توبہ واستغفار لازم وضروری ہے۔

(۲) بلا توبہ کے نہ اس کی امامت صحیح نہ اس کی اقتداء درست۔ نہ فریضہ مقتدی ذمہ سے ساقط ہو۔ کما ہو مصرح فی کتب الاصول والفروع۔

(۳) امام مذکور کو باعلان عام علی رؤس الاشہاد توبہ کرنا اور تجدید ایمان کرنا اور اس کا تقریراً تحریراً اظہار کرنا ضروری ہے۔

شرح فقہ اکبر میں ہے۔

یحتاج الی التوبة فی ثلثة مواضع احدها ان یرجع الی القوم الذین تکلم بالبهتان عندهم فیقول انی قد ذکرته عندکم کذا فاعلموا انی کنت کاذبا فی ذلك (ص ۱۴۵)

لہذا جس طرح ارتکاب جرم کیا اسی طرح توبہ کرے۔

(۴) علانیہ جرم کی خفیہ طور پر توبہ کرنا اور اس کا صرف چند شخصوں پر اظہار کرنا کافی نہیں۔ لہذا امام مذکور خفیہ طور پر تائب ہو کر امامت نہیں کر سکتا بلکہ ایسے شخص کو بلا تجربہ کے صرف توبہ بالاعلان پر اعتماد کرتے ہوئے پھر امامت کے لئے مقرر کرنا مناسب نہیں ہے کہ امامت کی بڑی ذمہ داری ہے۔

(۵) اشتہار مندرجہ فی السوال کا مضمون صحیح وصواب ہے۔ اہل اسلام اس پر عمل کریں اور اس کو حق جانیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مسئلہ (۹۰۱)

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی بزرگ نے اپنی حیات میں کسی کو اپنا سجادہ یا جانشین نہیں بنایا اور نہ کسی کو اپنا خلیفہ کیا اور یہ بزرگ لاولد وصال کر گئے۔ ان کا عرس وفاتحہ ان کا ایک مرید کرتا رہا۔ تقریبا پچاس ساٹھ سال تک ایسا ہوتا رہا، پھر اس مرید نے اپنے وارث کو یہ وصیت کی کہ آئندہ میرے بعد یہ عرس وفاتحہ برابر ہوتا رہے اور اس نے کچھ وقف کیا اور اس میں مرید کا بھی انتقال ہو گیا، اس وارث نے اپنی جانب سے خدمت مزار کے لئے ایک خادم مقرر کیا اور خادم تبدیل ہوتے رہے اب کچھ زمانے کے بعد یہ خادم سجادہ ہو سکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

(۲) جو اشخاص کسی درگاہ شریف ونیز مسجد درگاہ کو بند رکھتے ہوں اور نہ مسجد میں بوجہ بند رہنے کے نماز نہ ہوتی ہو اور درگاہ شریف میں زائرین کو موقع فاتحہ خوانی کا نہ ملتا ہو تو وہ اشخاص قابل خدمت متصور

ہوں گے یا نہیں۔ بینوا وتوجروا۔

المستفتی احقر العباد حاجی صوفی ولایت حسین ساکن مراد آباد

الجواب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اولیائے کرام کے نزدیک سجادہ نشین یہ ہے کہ مرشد کسی ایسے مرید خاص کو جسے مرشد صالح ارشاد اور لائق تربیت سمجھ کر اخذ بیعت وتلقین اذکار واشغال وتربیت طالبین کے لئے اپنی حیات میں اپنا خلیفہ ونائب کر چکا ہو مرشد کے وصال کے بعد مرشد کی مسند خاص پر جلوس کرے اور تمام امور انتظام۔عزل ونصب وخدام۔تولیت اوقاف درگاہی۔مصالح ومصارف خانقاہی میں اس کی جگہ قائم ہو۔اسی کو خلافت خاصہ بھی کہتے ہیں۔

صورت مسئولہ میں جب ان بزرگ نے اپنے مریدین میں سے کسی کو اپنا خلیفہ ہی نہیں کیا تو خود اس بزرگ کے کسی مرید کو بھی سجادہ نشین کے دعویٰ کا کوئی حق حاصل نہیں چہ جائیکہ کسی خادم مزار کا یہ دعوی قابل ذکر اور لائق التفات ہو۔اس لئے کہ سجادہ نشینی خلافت خاصہ ہے اور خلافت خاصہ بلا خلافت عامہ کے متحقق نہیں ہوسکتی اور خلافت یا اجازت صحیحہ حاصل نہیں ہوتی۔لہذا اس خادم مزار کا یہ دعوی سجادگی بالکل غلط اور سراسر باطل ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) بلاضرورت مسجد اور درگاہ کو اتنا بند رکھنا جس سے ان کی اغراض اور عامۃ المسلمین کے منافع فوت ہوتے ہیں نامناسب ہے اور اس کے مرتکب قابل ملامت اور لائق تنبیہ ہیں۔

درمختار میں ہے۔ کرہ غلق باب المسجد الالخوف علی متاعہ بہ یفتیٰ۔

شامی بحرالرائق سے ناقل ہیں۔وانما کرہ لانہ یشبہ المنع من الصلوۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مسئلہ (۹۰۲)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کے یہاں مجلس میلاد شریف منعقد ہوئی جس میں تقریبا چارسو آدمی شامل تھے اور آٹھ دس آدمی نعت خواں موجود تھے اور ایک مولوی صاحب کو بھی مدعو کیا تھا جس میں انہوں نے بیان فرمایا اور درود شریف پر ختم کردیا،نعت خوانوں کو نعت خوانی کا موقع نہیں دیا،نہ پڑھنے کو کہا،نعت خوانوں نے اپنے شوق میں آکر خود سلام پڑھنا شروع

کر دیا، مولوی صاحب کو یہ بھی ناگوار گزرا، بعد ختم میلاد شریف ایک طالب علم نے جوان کے ساتھ آیا تھا کہا کہ میرا جوتا جاتا رہا، دوسرے دن مولوی صاحب کو طالب علم ساتھ لیکر آئے اور کہا کہ مبلغ آٹھ روپے کا اس کا جوتہ تھا اس کا انتظام کر دیا جائے، چنانچہ مولوی صاحب متواتر تین روز تک آکر یہی تقاضہ کرتے رہے، بالآخر صاحب خانہ نے مجبور ہوکر پانچ روپے جوتے کی قیمت دیدی، یہ بات بھی خیال فرمانے کے لائق ہے کہ طالب علم صاحب نے مولوی صاحب کا روپیہ سوا روپے کا جوتا تو محفوظ جگہ رکھدیا اور انا آٹھ روپیہ کا جوتا ویسے ہی چھوڑ دیا کیا یہ ڈنڈ کسی صورت میں جائز ہے؟

(۳) ایسے مولوی جو خود ڈنڈ دلوائیں ان کے لیے کیا حکم ہے؟

(۴) نعت خوانی اور سلام پڑھنے سے گریز کیا معنی رکھتا ہے؟ مولوی صاحب نے یہ بھی فرمایا تھا کہ جوتا بکر نے چرایا ہے، بکر نے کلام مجید کی قسم کھائی کہ میں نے نہیں چرایا، مجھ پر الزام ہے۔ مگر مولوی صاحب نے کلام پاک کی قسم کا بھی اعتبار نہیں کیا، اس اعتبار نہ کرنے پر مولوی کے صاحب کے لیے کیا حکم ہے؟۔ المستفتی اسلام مصطفیٰ خان ضلع میرٹھ۔

الجواب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

(۱) ایسی مجالس عامہ جن میں عرفا حاضرین کے جوتوں کا صاحب خانہ محافظ نہیں ہوتا اگر اس میں کسی کا جوتا ضائع ہوجائے تو اس کا تاوان صاحب خانہ سے جائز نہیں۔

علامہ شامی فتاوی ہندیہ سے ناقل ہیں۔

وضع شیئا فی بیتہ بغیر امرہ فلم یعلم حتی ضاع لایضمن لعدم التزام الحفظ ۔ وان العبرۃ للعرف ۔ (ردالمحتار ج۴ص ۵۱۶) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲) مولوی صاحب موصوف صاحب خانہ کو وہ دام واپس کرائیں اور یہ بات علماء کے شایان شان نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۳) بلاعذر نعت خوانی یا سلام پڑھنے سے انکار کرنا قبیح و مذموم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۴) بلاثبوت شرعی کسی مسلمان کی طرف یہ گمان کرنا گناہ ہے۔

قرآن کریم میں ہے۔ ان بعض الظن اثم ۔

اور جب ثبوت نہ ہو تو منکر کی قسم معتبر ہے۔

حدیث شریف میں ہے۔ البینة علی المدعی والیمین علی من انکر۔

بالجملہ مولوی صاحب کو بغیر ثبوت شرعی کے محض اپنے گمان پر اعتماد کرتے ہوئے ایسا طریقہ اختیار کرنا شان علماء کے خلاف ہے لیکن عوام پر علماء کا اعزاز کرنا ضروری ہے اگر بشریت کی بنا پر ان سے کوئی غلطی بھی ہوجائے تو اس سے چشم پوشی کرنا فریضہ نیاز مندی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مسئلہ (۹۰۳)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص سنی العقیدہ حنفی المذہب ہے، اور ایک خاص مسجد کا پیش امام ہے، اسنے عدالت میں قرآن شریف ہاتھ میں اٹھا کر بالکل جھوٹ اور دروغ بیان دیا آیا ایسا فعل شرع کے خلاف ہے یا نہیں؟ اور اس سے اسلام کی توہین ہوتی ہے یا نہیں؟ اب ایسے شخص کے ساتھ اسلامی سلوک اور مواخات برتا جائے یا نہیں اور امام بنایا جائے یا نہیں؟۔ شریعت مطہرہ میں اس کے متعلق جو کچھ مرقوم ہے بحوالہ کتب ارقام فرمائیے۔

المستفتی چودھری صابر علی خاں صاحب ساکن محلہ چودھری سرائے بلدہ سنبھل ضلع مراد آباد ۱۴ رجب المرجب ۱۳۶۰ھ

الجواب

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

جھوٹا بیان گناہ کبیرہ ہے، قرآن واحادیث میں اس کی مذمت وقباحت بکثرت مذکور ہے، اور قرآن مجید ہاتھ میں اٹھا کر جھوٹا بیان دینا اور زیادہ مذموم ہے اور خلاف شریعت۔ اگر شخص مذکور نے فی الواقع ایسا کیا تو وہ فاسق ہے اور فساق کے ساتھ شریعت جن جن امور میں اجتناب کا حکم دیتی ہے شخص مذکور بھی ان ساری باتوں کا مستحق ہوگیا، شخص مذکور پر توبہ لازم ہے، بلا توبہ کے یہ شخص متقین وصالحین کی امامت نہ کرے، فساق کی امامت کرسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مسئلہ (۹۰۴)

بسم الله الرحمٰن الرحیم حامدا ومصلیا ومسلماً ما قولکم رحمکم الله تعالیٰ۔

زید جو مسجد قصابان کے امام ہیں اور درس نظامی کے منتھی طالب علم ہونے کی حیثیت سے وقتاً فوقتاً جمعہ کے اجتماع اور دیگر مجالس وعظ میں تقریر بھی فرماتے رہتے ہیں، ایک مرتبہ جمعہ کے خطبہ سے پہلے حسب معمول وعظ فرمارہے تھے دوران تقریر یہ فرمایا: کہ قصاب حضرات مینڈے کے گوشت میں بکرے

کی دم لگا کر خریداروں سے بکرے کا گوشت ثابت کرنے کے لئے سینکڑوں خدا کی قسمیں کھاجاتے ہیں۔ اگران سے لڑکے کی قسم کھانے کے لئے کہا جائے تو ان کار کردیتے ہیں (یعنی خدا پرلڑکے کو ترجیح دیتے ہیں) اہل برادری قصابان کا یہ اعتراض ہے کہ امام صاحب نے ہماری پوری قوم قصابان کی توہین کی ہے ۔

(۱) کیا امام صاحب موصوف کا یہ اعتراض متذکرہ بالا الفاظ میں محرمات وممنوعات شرعیہ کے بیان کے ذیل میں کہہ دینا پوری قوم قصابان کی توہین کرنے کے مترادف ہے؟ اور معترض کا یہ کہنا صحیح ہوگا کہ امام صاحب نے ہماری پوری قوم قصابان کی توہین کی؟۔

(۲) بعض اشخاص نے امام صاحب موصوف کے پیچھے جماعت سے نماز پڑھنا ترک کردیا ہے۔ان چند اشخاص کی نسبت جنہوں نے امام صاحب کے پیچھے نماز باجماعت پڑھنا چھوڑ دیا ہے۔حکم شرعی کیا ہے۔براہ کرم جواب مفصل ومدلل عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں فقط۔

المستفتی احقر العباد عبد الوحید چاند پورل بازار راسہ منشی جے لال کریم منزل جے پور سٹی راجستھان

الجواب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ہر زبان کا عرف عام ہے کہ ناصح لوگ کسی فعل کی پوری قوم کی طرف نسبت کردیا کرتے ہیں باوجودیکہ وہ فعل ساری قوم کا نہیں ہوتا بلکہ بعض اشخاص اس کے مرتکب ہوتے ہیں قرآن کریم میں بھی ایسی نسبت وارد ہے چنانچہ قوم لوط کے لئے فرمایا گیا

انتم قوم عادون ۔ یعنی تم حد سے بڑھنے والی قوم ہو۔

تو اس میں پوری قوم لوط کو حد سے بڑھنے والا قرار دیا۔ باوجودیکہ سب قوم حد سے بڑھنے والی نہ تھی بلکہ اس کے بعض اشخاص تھے۔اسی طرح قوم قریش کے لئے فرمایا گیا

هم قوم خصمون۔ یعنی وہ جھگڑالو قوم ہے۔

تو اس میں پوری قوم قریش کو جھگڑالو ٹھہرایا باوجودیکہ سب قریش جھگڑالو نہ تھے بلکہ بعض افراد قوم تھے۔تو ثابت ہوگیا کہ بعض افراد قوم کے فعلوں کی نسبت پوری قوم کی طرف کردی جاتی ہے۔لہذا اہل زبان ایسی قبیح نسبتوں کو یہی سمجھا کرتے ہیں یہ فعل اس قوم کے بعض اشخاص کا ہے۔تو صورت مسئولہ میں امام صاحب کے الفاظ سے پوری قوم قصابان کی توہین ثابت نہیں ہوئی بلکہ قوم کے انہیں اشخاص کی

توہین مقصود ہوئی جنہوں نے اس قبیح فعل کا ارتکاب کیا ہے۔

تو ان کا امام پر پوری قوم قصابان کی توہین کا الزام رکھنا نامناسب وغلط ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) جن صاحبوں نے محض اسی غلط بنیاد پر ان امام کے پیچھے نماز پڑھنا ترک کردی ہے یہ ان کی سخت غلطی ہے۔ کہ غلط بنیاد پر نتیجہ بھی غلط ہی مرتب ہوتا ہے۔ ہاں امام پر جب کوئی الزام شرعی عائد ہوتا ہو اور اس کا فسق حد شہرت تک پہونچ گیا ہو تو شرعاً اس کے پیچھے نماز ترک کردینے کا حکم ہوتا ہے۔ اور اس واقعہ سے وہ امام شرعاً فاسق معلن ثابت نہیں ہوسکا تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا کس طرح جائز وممنوع ہو سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ ۱۸ محرام الحرام ۱۳۷۶ھ

مسئلہ (۹۰۵)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں

(۱) ہمارے موضع میں ایک صاحب نے میلاد شریف کرایا، زید نے مسلسل ڈیڑھ گھنٹے کی تقریر میں نماز کے قوانین ونمود وریا سے پاک، محبت وخلوص کے ساتھ ادائیگی قرآن وحدیث واعمال اولیاء اللہ کی روشنی میں بیان فرمایا، نیز یہ بھی بیان فرمایا کہ نماز، روزہ، حج، زکوۃ، اس وقت تک بیکار ہیں جب تک حضور سرور عالم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام عالم سے زیادہ تر محبوب نہ مان لے، آخر میں اوقات، نماز واذان وفوائد جماعت بیان کرکے صلوۃ وسلام پر محفل میلاد ختم ہوئی۔ بکر نے ۲ بجے شب میں غلطی۔ سے فجر کی اذان دے دی، پھر معلوم ہونے پر ۴ بجے صبح کو اذان دی، خالد نے نو بجے دن میں بکر سے کہا کہ آپ لوگوں نے بے وقت اذان دیکر گاؤں گڑھا کردیا، اس پر بکر نے کہا کہ میں نے بڑے بڑے وقت والوں کو دیکھا ہے، پھر خالد نے کہا کہ ابھی رات نماز وغیرہ کے بارے میں تقریر ہوئی ہے مگر آپ اپنے برابر کسی کو نہیں سمجھتے، تو بکر نے فوراً نہیں الفاظ کہا کہ تقریر کی ایسی کی تیسی۔ لہذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ بکر پر قرآن حدیث سے کیا حکم ہوتا ہے اور اس سے مسلمانوں کو کیا برتاؤ کرنا چاہئے؟۔

الجواب

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

بکر نے اس تقریر کی توہین کی جو احکام شرع پر مشتمل تھی اور قرآن وحدیث سے جس میں استدلال کئے گئے تھے، تو اس نے تقریر کی توہین نہیں کی بلکہ احکام شرع کے ساتھ استہزاء کیا اور احکام شرع کا استہزا کفر ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے " الاستهزاء باحكام الشرع كفر " لہذا اس بکر پر

توبہ لازم ہے اور وہ جب تک توبہ نہ کرے مسلمان اس سے احتیاط و پرہیز کریں اور تعلقات قطع کریں۔
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مسئلہ (۹۰۶)

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو سجدہ کا حکم حضرت آدم کے لئے دیا تھا وہ تعظیمی تھا یا تعبدی؟ اگر تعظیمی تھا تو اب منسوخ ہوگیا ہے یا اب بھی اس کا کا حکم باقی ہے؟۔

الجواب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حضرت آدم علیہ السلام کے لئے جو اللہ تعالیٰ نے فرشتون کو سجدہ کا حکم دیا وہ سجدہ تعظیمی تھا اور یہ پہلی شریعتوں میں جائز تھا۔ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے۔

سجود التعظیم لا یکون کفرا عرف ذلک بامر الله تعالیٰ الملائکه سجود آدم علیه السلام والله لایامرا حدا بعبادة غیره و کذلك اخوة یوسف سجد والیوسف علیه السلام۔

لیکن ہماری شریعت میں کسی غیر خدا کے لئے سجدہ تعظیمی جائز نہیں۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے " لا یجوز السجود الا لله تعالیٰ " تو اس شریعت میں اس سجدہ تعظیمی کے جواز کی منسوخی خود ہی ظاہر ہوگئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۹۰۷)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ رسالہ سنی ماہ ذیقعدہ ۷۵ ۱۳ھ صفحہ ۱۳ مضمون حج بیت اللہ پر جو آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "جس روپیہ کی زکوۃ ادا نہیں ہوئی اس روپیہ سے حج کرنا حرام ہے۔ (درمختار)

تو کیا وہ روپیہ محفل میلاد شریف، گیارھویں شریف، یا نذر نیاز وغیرہ کار خیر میں خرچ کرنا بھی حرام ہے، تو کیا ایسا جائز ہے کہ خرچ ہونے والے روپیہ کی زکوۃ ادا کرے تب امور خیر میں خرچ کرے، یا انجام دے تو جائز ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ بغیر زکوۃ ادا کئے ہوئے حج کر آئے ہیں ان کے لئے کفارہ کیا ہے تحریر فرمایا جاوے۔ فقیر الحاج عبد الجبار رکنتور ضلع بارہ بنکی ۲۲ /اکتوبر ۵۶ء

الجواب

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

درمختار میں تو مجھے اس مسئلہ (جس روپیہ کی زکوۃ ادا نہیں ہوئی اس روپیہ سے حج کرنا حرام ہے کی تصریح باوجود کدوکاوش جستجو وتلاش کے بھی نہیں ملی، اور زکوۃ نہ دینے کی وجہ سے مال میں کچھ خبث وقذر کا شائبہ ہو جاتا ہو لیکن غیر زکوتی مال کی حرمت سمجھ میں نہیں آتی، اور جب اس کی حرمت کی کوئی تصریح میری نظر میں نہیں، تو ایسے مال سے نہ حج کا حرام ہونا متحقق ہوا نہ امور خیر میلاد شریف نذر ونیاز وغیرہ میں خرچ کرنا حرام قرار پایا۔ لہذا جنہوں نے غیر زکوتی مال سے حج کرلیا ہے تو دنیا میں تو ان کے ذمہ فریضہ حج یقیناً ساقط ہوگا کہ حرام مال سے بھی فریضۂ حج ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے اگرچہ وہ درجہ قبولت کو نہیں پہونچتا ہے اور ثواب کا مستحق قرار نہیں پاتا۔ ردالمحتار میں ہے:

لا یقبل بالنفقة الحرام کما ورد فی الاحادیث مع انه یسقط عنه معها۔

تو اس غیر زکوتی مال کی حرمت تو ابھی محل کلام ہی میں ہے تو اس سے فریضۂ حج کا ادا ہو جانا یقینی طور پر ثابت ہو گیا۔ البتہ حج کے لئے اور ہر امر خیر کے لئے پاک وحلال مال کی سعی کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ ۶ جمادی الاخریٰ ۷۱ھ

مسئلہ (۹۰۸)

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین حسب ذیل مسئلے میں

کہ ہمارے گاؤں میں چند مسلمان دھوبی رہتے ہیں اور بعض ان میں سے اپنا پیشہ بھی کرتے ہیں اور بعض نہیں، اور بعض ان میں سے نماز بھی پڑھتے ہیں اور بعض نہیں۔ اب ضروری اور دریافت طلب یہ ہے کہ ان کے ساتھ کھانا پینا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ کھاتے پیتے ہیں ان پر شرعی حکم کیا ہے اور جو لوگ روکتے ہیں ان پر شرعی حکم کیا ہے؟۔ بینوا توجروا۔ المستفتی محمد شفیع حسن عباسی موضع شیروان ضلع میرزاپور

الجواب

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

جو دھوبی مسلمان ہیں تو وہ یقیناً تمام اسلامی حقوق کے حقدار ہیں، اور ان کے ساتھ کھانا پینا بھی انہیں حقوق میں داخل ہے، تو جو لوگ ان کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں ان کا یہ فعل شرعاً صحیح ودرست اور جو لوگ اس سے مسلمانوں کو روکتے ہیں ان کا یہ روکنا غلط وخلاف شرع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مسئلہ (۹۰۹)

۷۸۶

جناب قبلہ وکعبہ محترم کرم فرما مولانا صاحب ـــــــــــ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب والا! کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین اس مسئلے کے بارے میں

ایک شخص مسمی زاہد حسین اردو مدرسہ میں مدرس ہے، تنخواہ اسی روپئے ماہوار ہے، اس کا کنبہ ۶ بڑے اور ۳ چھوٹے منجملہ ۱۱۹ افراد پر مشتمل ہے، تنگ دستی اور غربت کیوجہ سے اس نے ''دین دنیا'' اور ''آستانہ'' وغیرہ رسائل کی ایجنسی لے رکھی ہے، ایجنسی لیتے وقت یہ نیت کی تھی کہ ایجنسی سے جو کچھ بھی آمدنی ہو وہ تمام کی تمام نیک وخیراتی کاموں میں صرف کرے۔ چنانچہ اس شخص نے آج تک نیت کے بموجب ایجنسی کی تمام آمدنی کار خیر میں صرف کرتا رہا۔ چونکہ اب مہنگائی دن بدن بڑھ رہی ہے جس کے باعث مندرجہ بالا تنخواہ میں اتنے کنبہ کا خرچ بمشکل تمام بہت ہی تنگی سے ہوا ہے۔ اس پر ساڑھے چار سو روپیہ قرض بھی ہو گیا ہے، فرزند نرینہ میں پانچ لڑکوں کی تعلیم وتربیت شادی بیاہ وغیرہ کرنا ہے، بڑا فرزند جو قابل معاش تھا عمر ۲۴ سال کی تھی وہ جھگڑا کر کے علحدہ ہو گیا ہے، جس کا بھی سہارا جاتا رہا، اسکی ملازمت مدرسی ۴۸ سال کی ہو چکی ہے، چند سال میں پنشن پر نکلنے والا ہے، وہ شخص ادائیگی قرض اور تنگ دستی کے باعث اپنی نیت تبدیل کر سکتا ہے یا نہیں، یعنی وہ ایجنسی کی آمدنی اپنے خانگی مصارف میں لا سکتا ہے یا نہیں، ایجنسی کرتے وقت اس نے خیرات کرنے کی نیت سے شروع کی تھی اور ابھی تک وہ اپنی نیت نیک پر قائم۔ مگر اب چونکہ وہ مقروض اور تنگ دست ہو گیا ہے، اس لئے جناب سے مؤدبانہ درخواست ہے کہ شرع شریعت کا حکم تفصیلی تحریر فرمائیں تا کہ وہ گناہ گار نہ ہو۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اس شخص کے پاس دین دنیا آستانہ، بیسویں صدی، خاتون مشرق، پیام مشرق وغیرہ رسائل کی ایجنسی ہے کوئی پانچ کوئی نو دس رسالہ آتے ہیں اب وہ شمع رسالہ کی اجنسی لینے کا متمنی ہے۔ کیا وہ شریعت کی رو سے شمع کی ایجنسی لے سکتا ہے، دوسرے مولوی صاحب کہتے ہیں نہیں لے سکتے۔

خیر اندیش طالب دعا ماسٹر شیخ حمید ولد شیخ عباد اللہ اردو اسکول مقام پوسٹ چکھلی ضلع بلڈانہ برار

جواب سوال اول:

صورت مسئولہ میں وہ شخص اس آمدنی کو اپنے اہل وعیال کے مصارف میں بھی صرف کر سکتا ہے

کہ اہل وعیال پر خرچ کرنا بھی خیرات میں داخل ہے، تو اس پر تبدیل نیت کا جرم عائد نہیں ہوتا بلکہ اپنی نیت ہی پر قائم رہا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

جواب سوال دوم:

رسالہ شمع کا ریل کے سفر میں دیکھا تو اس کو دیکھ کر یہ معلوم ہوا کہ یہ رسالہ تصاویر اور معمہ جات جیسے محرمات کا ٹھیکدار بنا ہوا ہے، تو ظاہر ہے کہ یہ ان محرمات کی اشاعت کر کے اعانت علی المعصیۃ کر رہا ہے تو اس کی ایجنسی میں بھی اعانت علی المعصیۃ ہے، تو اس کی ایجنسی کب جائز ہو سکتی ہے۔

لہٰذا جن مولوی صاحب نے اس کی ایجنسی کو منع کیا ان کا قول صحیح اور موافق شرع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۳ رمضان المبارک ۶/ ۱۳۷ھ

مسئلہ (۹۱۰)

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان شرع اس بارے میں

کہ ناہیدہ اپنے بچوں کی خدمت گذاری میں مصروف تھی اور کچھ پریشان بھی تھی، اسی پریشانی کے عالم میں اس نے کہا اللہ میاں پر بھی مجھے غصہ آتا ہے ایک ہی اولاد دیدی ہوتی تو اچھا تھا، یعنی وہ کئی بچوں کی خدمت گذاری سے پریشان تھی، تب اس نے ایسا کہا۔ دوسرے دن اس کے شوہر نے بڑی سنجیدگی سے اسے سمجھایا اور کہا کہ تم اللہ سے توبہ کرو۔ ناہیدہ نے بار بار کے اصرار پر بس یہی کہا کہ کرلینگے ناہیدہ کے شوہر نے پھر کہا: کہ تم توبہ میرے روبرو کرو، ناہیدہ خاموش رہی، اسکا شوہر اٹھ کر چلا ناہیدہ کے لئے شرعی حکم کیا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

صورت مسئولہ میں مسماۃ ناہیدہ پر توبہ واستغفار کرنا لازم ہے، اس کو اس میں بالکل تأمل نہ کرنا چاہئے اور بعد توبہ کے تجدید نکاح بھی کر لینا چاہئے کہ اس کی زبان سے شان الوہیت میں سخت بے ادبی کے کلمات نکلے، مولی تعالیٰ اس کو توبہ کی توفیق دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۹۱۱)

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں

(۱) بکر کہتا ہے کہ اب زمانہ پہلے کا نہیں رہا ہے، زمانہ ترقی کر رہا ہے اور مسلمان اپنی تیرہ چودہ سو

برس کی باتوں کو لئے بیٹھے ہیں، یہ حدیثیں اسی وقت کے لئے تھیں اب حدیثوں کو ردی کی ٹوکری میں ڈالدینا چاہئے۔ حدیثیں پرانی ہوگئی ہیں، بکر کے اس قول وعقیدہ کی وجہ سے اس کا عقد قائم رہا یانہیں؟ اگر عقد قائم نہیں رہا اور بکر نے تجدید نکاح نہیں کی تو بیوی سے مجامعت جائز ہے یا نہیں؟ اور جو اولاد اس حالت میں ہوگی وہ حلالی ہوگی یا حرامی۔ جواب مفصل وبحوالۂ حدیث دیا جائے

(۲) کسی مسلمان کا یا کسی مسجد کا روپیہ بینک میں جمع ہے یا ڈاکخانہ میں جمع ہے تو بینک یا پوسٹ آفس میں جو سود کا روپیہ ملتا ہے اس کا کیا کرنا چاہئے اس کو لینا چاہئے یانہیں؟ اگر چھوڑتے ہیں تو دیگر قوم کو یہ روپیہ جاتا ہے آخر کیا کیا جائے؟۔

(۳) شب برأت اور شب قدر میں فرق ہے یا دونوں یکساں ہیں؟۔ مفصل اور اطمینان بخش جواب دیا جائے، معہ حوالہ حدیث دیا جائے۔

المستفتی، مولوی محمد عبداللہ خاں صاحب ازاون ضلع ایوت محل (برلام)

الجواب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

(۱) بکر کا مطلقا احادیث کریمہ کو یہ کہنا کہ ''ان کو ردی کی ٹوکری میں ڈالدینا چاہئے وہ پرانی ہوگئی ہیں'' یقیناً احادیث کا کھلا ہوا انکار ہے، بلکہ اس میں احادیث کی کمال توہین اور استحقار ہے۔ لہٰذا اس قول کے کفر ہونے میں کوئی شبہ ہی نہیں ہے۔ عقائد کی مشہور کتاب شرح فقہ اکبر میں ہے:۔

وفی الخلاصة من ردحدیثا قال بعض مشائخنا یکفر وقال المتاخرون ان کان متواترا کفر۔ اقول: ھذا ھو الصحیح الا اذا کان من الاخبار لاعلی وجه الاستخفاف والاستحقار والانکار۔

تو یہ بکر اپنے اس ناپاک قول وعقیدہ کی بنا پر کافر ہوگیا تو پھر اس کا نکاح کیسے باقی رہ سکتا ہے؟۔ اب بلاتوبہ اور تجدید نکاح کے اس عورت سے صحبت کرنا حرام ہے، اور اس حرام صحبت سے جو اولاد ہوگی وہ یقیناً حرامی ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) بینک اور ڈاکخانہ سے جو زائد روپیہ ملتا ہے وہ ناجائز وحرام نہیں، اس کو وصول کرلیا جائے اور اگر خود خرچ نہ کرنا چاہے تو فقرا اور غرباء کو دیدے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۳) شب برأت کا نام قرآن کریم میں لیلۃ مبارکہ ہے اسی سے اس رات کی فضیلت معلوم ہو

گئی احادیث میں بھی اس کے بکثرت فضائل مذکور ہیں۔ اور شب قدر کے فضائل میں تو بہت کافی احادیث مروی ہیں۔ قرآن کریم نے اس کی یہ فضیلت خاص بیان فرمائی۔

لیلة القدر خیر من الف شهر۔ یعنی شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے

اسی لئے سال بھر کی شبوں میں یہ افضل شب ہے۔

جامع العلوم میں ہے۔

لیلة القدر افضل السنة واشرفها خصها الله تعالیٰ بهذه الامة المرحومة وهی باقیة الی یوم القیمة۔

لہذا شب قدر کی شب برأت پر افضلیت ثابت ہوگئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

۲۳ رمضان المبارک ۶ / ۷۳ھ

مسئلہ (۹۱۲)

کیا فرماتے ہیں علمای عظام ومفتیان کرام مندرجہ ذیل مسئلوں میں

زید جو اپنے مسلمان اور پابند شرع ہونے کا دعویدار ہے اس نے اپنے ایک مرض سے تنگ آگر ایک برہمن سے اوجھائی کرائی اور خود بھی ہندؤں کے تہوار ہولی کی رات میں برہنہ ہوکر ٹوٹکے کے طور پر آگ کے جلتے میں کچھ چیزیں ڈالیں دریافت طلب امر یہ ہے کہ مسلمانوں کا اس کے ساتھ کیا برتاؤ ہونا چاہئے اور احکام اسلام کی رو سے زید کس گناہ کا مرتکب ہوا۔

الجواب

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

صورت مسئولہ میں زید پر ان ناپاک حرکات کی بنا پر توبہ اور تجدید ایمان ضروری ہے پھر اگر وہ بالاعلان توبہ کر کے تجدید ایمان کر لے تو اس کے ساتھ سارے اسلامی معاملات کرنے درست ہیں۔ اور اگر وہ معاذ اللہ توبہ ہی نہ کرے تو پھر اس کے ساتھ میل جول سلام وکلام اور تمام اسلامی تعلقات ترک کر دینے چاہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۹۱۳)

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں

کہ ایک شخص نے بحالت مجبوری ایک آدمی کے مکان میں مع بیوی بچوں کے پناہ لیا اور مالک

مکان پردیس میں تھا فقط اس کی بیوی مکان پر رہتی تھی، اس دورن میں مالک مکان کی بیوی اور پناہ گزیں میں ناجائز تعلقات پیدا ہو گئے اور ناجائز حمل سے ایک لڑکا بھی پیدا ہو گیا اور لڑکا آٹھ روز پر مر گیا، اور یہ بات لوگوں کو معلوم ہوئی تو پنچائت ہوئی، اس میں دونوں نے ناجائز تعلقات کا اقرار کیا، اب مالک مکان اپنی بیوی کو رکھنا نہیں چاہتا ہے۔ لہذا شرعی حکم سے آگاہ فرمائیے کی شوہر طلاق دے تو مہر دین کا کیا حکم ہے عورت کا بیان ہے کہ میرے ساتھ زبردستی بدفعلی کیا اور بعد میں مجھ کو سیکھا دیا کہ تم کہدو گی کہ اسکے لڑکے کا حمل ہے جو پناہ گزیں کا لڑکا ہے پنچائت نے پناہ گزیں مرد پر پچیس روپیہ جرمانہ کیا جو پانچ ماہ بعد ادا کرے گا۔ اور عورت کے منہ کالک چونا لگوا کر خوب پٹوایا عورتوں سے مار کھلوایا پناہ گزیں اسی موضع کا رہنے والا ہے اور کھانے پینے سے خوشحال ہے برسات میں مکان گر جانیکی وجہ سے اس کے مکان میں پناہ لیا تھا شرعا مرد و عورت کے لیے کیا سزا ہے اور جس پنچائت نے الگ الگ رعایتی فیصلہ کیا اسکا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مالک مکان باوجود اپنی بیوی کے اس جرم عظیم کے بعد اسکی توبہ کے اگر اپنی زوجیت میں اس کو رکھنا چاہے تو رکھ سکتا ہے کہ اس ناجائز تعلق کی بنا پر وہ اسکی زوجیت سے خارج نہیں اور اگر چاہے تو اس کو طلاق بھی دے سکتا ہے لیکن اس صورت میں اس پر شرعا مہر کی ادائیگی واجب ہے البتہ اگر عورت ہی اپنے اس حق کو معاف کردے تو معاف ہو جائیگا۔ واللہ اعلم بالصواب

ایسے شادی شدہ مرد و زن کی سزا شرعا رجم یعنی سنگسار کرنا ہے۔ لیکن اس سزا کا حق بادشاہ یا قاضی شرع کو ہے، پنچائت نہ ایسی سزا دے سکتی ہے اور نہ اس کے لیے سزا میں روپیہ کا جرمانہ مقرر کرنا جائز ہے ہاں پنچائت معمولی زدوکوب کر سکتی ہے، حقہ پانی بند کر سکتی ہے اور ترک معاملات کی سزا دے سکتی ہے لیکن رعایتی فیصلہ کا اس کو حق حاصل نہیں واللہ تعالی اعلم بالصواب شوال المکرم ۶ ۱۳۷ھ

مسئلہ (۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں

(۱) کہ ایک شخص شراب کا پیشہ کرتا ہے وہ شخص رفاہ عام کے واسطے کنڈ کروا سکتا ہے یا نہیں؟۔

(۲) قبرستان کے دروازہ یا کنڈ برائے پانی پینے لوگوں کے وہ دام روپیہ لگا سکتا ہے یا نہیں؟۔

(۳) حرام روپیہ کا بنا ہوا کنڈ کا پانی عام لوگوں کے لئے جائز ہے یا نہیں؟۔ یہاں ہر برسات کے پانی کو جمع کر کے پینے میں اس کے لئے کنڈ بنانے میں پانی جمع کرنے کے لئے وہ پانی آئندہ برسات تک چلتا ہے۔اس مسئلہ کا جواب جلدی عطا فرمادیں

المستفتی، محمد صدیق خلیفہ بمقام تارانگر ضلع چورو راجستھان

الجواب

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

(۱،۲) اگر شخص مذکور کی آمدنی صرف تجارت شراب ہی کی ہے تو یہ آمدنی حرام مال ہوا اور حرام مال کا مصرف بغیر نیت ثواب کے صرف فقراء ومساکین ہیں۔ تو کنڈ وقبرستان وغیرہ ایسے امور میں یہ حرام آمدنی ہرگز نہ لگائے جن کی غرض رفاہ عام ہو اور اس میں ثواب مقصود ہو اور جنہیں عموماً فقراو غیرہ سب استعمال کرتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۳) حرام مال کے بنائے ہوئے کنڈ کے پانی کو صرف فقرا ومساکین استعمال کریں اور جو فقیر ومسکین نہ ہوں۔ انہیں ایسے پانی کے استعمال سے اجتناب اور پرہیز ہی کرنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔۸ ذیقعدہ ۱۳۷۶ھ

مسئلہ (۹۱۷)

ایک عالم صاحب نے بیان تقریر میں یہ فرمایا کہ جب یزید کے سامنے حضرت امام علیہ السلام کا سر مبارک لاکر رکھا تو یزید نے حضور کے بوسہ دیئے ہوئے سر مبارک کے ٹھوکریں لگائیں اور امام حسین علیہ السلام کے ذہن مبارک میں شراب ڈالی گئی اور یہ بھی بیان کیا کہ شمس تبریز صاحب بغیر باپ کے پیدا ہوئے، جیسے ہمارے عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والتسلیم، ایسے عالم کے لئے کیا حکم ہے مفصل تحریر فرمادیں عین نوازش ہوگی بینوا توجروا۔ بمع حوالہ کے تحریر فرمادیں۔

الجواب

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

شمس تبریزی کا بغیر باپ کے پیدا ہونا غلط ہے، بلکہ حضرت شمس اور ان کی والدہ پر ناجائز تہمت ہے۔ معاذ اللہ یزید لعین فاجر اور فاسق تھا اس سے ایسی حرکتیں ممکن ہیں لیکن ان حرکتوں کی تصدیق نہیں

مسئلہ (۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱)

باسمہ سبحانہ

بعالی خدمت حضرت مولینا مفتی شاہ محمد اجمل صاحب قادری رضوی دامت برکاتھم دار الافتاء سنبھل ضلع مرادآباد ---------- السلام علیکم

عارض خدمت والا بابرکت ہوں کہ حسب ذیل پر فتوی میں کفارہ اور سزا بہ واپسی ڈاک ارشاد فرمادیں، یہاں مسلمانوں میں بڑی بے چینی پھیلی ہوئی ہے۔ چونکہ یہ دیہات ہے اس لئے یہاں پر کوئی مفتی نہیں موجود ہے اس لئے بڑی پریشانی ہے۔ مسائل حسب ذیل ہیں۔

(۱) زید ایک بازاری عورت سے تقریباً ایک سال تک حرام کاری کرتا رہا لوگوں کے کہنے پر کہا کہ میں کیا کروں میں جب کلام پاک تلاوت کو بیٹھتا ہوں تو ہر حرف میں مجھکو کلام پاک میں وہ عورت نظر آتی ہے۔

(۲) اس میں بازاری عورت کو جب لوگوں نے سمجھایا تو اس نے کہا کہ تم لوگ ہرگز کچھ نہ کہو۔ اگر خدا اور رسول آ آکر کھڑے ہو جاویں اور زید موجود ہو تو میں خدا اور رسول کو کچھ نہ مانونگی سوائے زید کے۔

(۳) زید نے عورت مذکور کے ساتھ عقد کرلیا ہے، کوئی فتویٰ اپنی سیاہ کاریوں کے لئے حاصل کیا او نہ کوئی کفارہ ادا کیا ہے۔ لوگوں نے اس کے ساتھ کھانا پینا ترک کردیا ہے۔

(۴) زید نے اور اس عورت نے اب تک اپنے ان الفاظ کفر کے متعلق نہ توبہ کی ہے اور نہ کوئی کفارہ ہی ادا کیا۔

المستفتی، فقیر حقیر راقم الحروف محمد افضل خاں فاخری چشتی عفی عنہ
ازموضع گنیش پور ڈاکخانہ بابا گنج ضلع بہرائچ

الجواب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

زید اور اس عورت نے قرآن کریم اور خدا اور رسول جل جلالہ ﷺ کی صریح توہین کی۔ لہٰذا ان گستاخیوں کی بنا پر جلد از جلد توبہ اور تجدید ایمان لازم وضروری ہے۔ پھر جب تک یہ توبہ نہ کریں مسلمان ان کے ساتھ ترک معاملات وتعلقات ضرور بالضرور کرتے رہیں یعنی نہ ان سے سلام وکلام کریں نہ ان کے ساتھ بیٹھیں اٹھیں۔ نہ ان کے ساتھ کھائیں پئیں۔ نہ اور تعلقات باقی رکھیں، ہاں اگر یہ بالاعلان

توبہ واستغفار اور تجدید ایمان کرلیں تو دوبارہ ان کا عقد نکاح کرادیا جائیگا فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

۵ محرم الحرام ۱۳۷۷ھ

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۹۲۲،۹۲۳،۹۲۴)

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں

(۱) ایک شخص مسمی محمد حسین صاحب ساکن بھنیسوڑی ضلع بریلی ساتھ مزامیر کے قوالی سنتے ہیں، نیز ان کے مریدین و متعلقین رقص یعنی ناچ کو بھی کرتے ہیں اور اگر ان کے مریدین سے سوال کیا جاتا ہے کہ مزامیر کے ساتھ قوالی سننا کیسا ہے؟ تو کہتے ہیں کہ جب ہم دس گناہ کرتے ہیں تو یہ بھی سہی، اور اگر ان کے پیر نہیں ہوتے تو یہ لوگ تکیہ سامنے رکھ کر اور چادر ڈال کر اس کو چومتے وغیرہ ہیں۔ اور دیگر خاندان کے لوگوں کو زبردستی مرید کرتے ہیں۔

مطلع فرمائیں ایسا پیر قابل بیعت ہے یا نہیں و نیز ان افعال کو جائز جان کر کرنے والا کس حکم کا ماتحت ہے مفصل جواب سے تسکین خاطر فرمائیں۔

(۲) زید ایک مخلص سنی شخص کو وہابی و کافر کہتا ہے اس کے لئے کیا حکم ہے؟۔

(۳) قوالی ساتھ مزامیر کے سننے والے کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟۔

حضرت سید العلماء امام المناظرین قبلہ مفتی صاحب سلام مسنون۔ عرض خدمت اقدس ہے کہ حضرت استاذ نا مولینا المفتی مظفر احمد صاحب کا رسالہ وہابیہ ملاؤں کے فتاویٰ مختلفہ پر ایک شرعی نظر وہ ارسال ہے تصدیق کر کے ارسال فرمائیں حضرت استاذی سلام فرمارہے ہیں

المستفتی، خادم حامد علی قادری غفرلہ فرید پور بریلی

الجواب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

(۱،۳) قوالی مزامیر کا مسئلہ مختلف فیہ مسائل سے ہے، ہماری تحقیق کی بناپر ایسی قوالی ناجائز وحرام ہے۔ اس میں میرا ایک مبسوط رسالہ بھی ہے۔ لیکن اس کے اختلاف ہونے کی بناپر ہم اسے جائز جاننے والوں اور کسی خاص پیر کی بیعت اور اقتدا کرنے والوں پر عدم جواز کا فتویٰ صادر کرنے سے اجتناب کر

تے ہیں۔ واللہ تعالیٰ بالصواب

(۲) کسی سنی مسلمان کو بلا وجہ وہابی وکافر کہنا زبردست زیادتی اور دلیری ہے زید اپنے اس قول کی بنا پر توبہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

رسالہ ''شرعی نظر'' کا میں نے مطالعہ کیا اس میں جن الفاظ پر سرخ نشان ہے وہ میری تحقیق کے خلاف ہے، اس بنا پر میں اس رسالہ کو بلا تصدیق ہی کے واپس کرتا ہوں فقط والسلام۔ محمد اجمل قادری غفرلہ: میں مکان پر نہیں تھا اس لئے جوابات میں تاخیر ہوئی۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۹۲۵)

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں

سوال ڈھول تاشہ محرم وغیرہ میں بجانا ماتم کرنا خصوصاً جب کہ مسجد بھی قریب ہو زیر مسجد ڈھول کا بجانا کیسا ہے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ تعزیہ کا ادب قرآن کی برابر ہے یہ خیال کیسا ہے۔

السائل مستری محمد یامین رکن الدین سرائے

الجواب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

محرم میں ڈھول تاشہ بجانا اور ماتم کرنا حرام وناجائز ہے اور مسجد کے قریب ان کا بجانا اشد حرام اور شرمناک جرأت ہے، پھر خصوصاً اوقات نماز وجماعت میں ان کو بجاتے رہنا انتہائی شدید ترین حرام کا ارتکاب کرنا اور عبادت میں خلل اندازی کرنا ہے جو مسلمان کی شان سے بہت زیادہ بعید ہے۔ پھر جو لوگ اس تعزیہ کا ادب قرآن کریم کی برابر خیال کرتے ہیں وہ سخت جری وذدلیر ہیں کہ کلام الٰہی کی برابر اس منگڑھت تعزیہ کو خیال کر کے اپنی دین سے بے تعلقی اور انتہائی جہالت کا اظہار کرتے ہیں، العیاذ باللہ۔ لہٰذا ان لوگوں پر شرعاً توبہ واستغفار لازم ہے بلکہ انہیں تجدید ایمان ونکاح بھی کرنا ضروری ہے، مولیٰ تعالیٰ ہمیں اور انہیں دین حق پر عمل کرنے کے توفیق دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ : الفقیر الی اللہ عزوجل، العبد محمد اجمل غفرلہ الاول

مسئلہ (۹۲۶)

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید مدرسہ اشفاقیہ بریلی میں مدرس دوم اردو رہا پھر مدرسہ وہابیہ میں داخل ہوا اور مسجد روضہ محلہ دیپا سرائے سنبھل میں رہا اور وہیں نماز پڑھتا رہا اور اپنے والدین کے رکھے ہوئے نام کو نا مسعود اور حرف غلط کی طرح قرار دیتا ہے اور جا بجا تحریر وعبارت میں وغیرہ تحریر کرتا ہے اور شیعہ کا مترجم قرآن اور اس کی تفسیر مطالعہ کرتا ہے۔ زید کی تحریر کردہ عبارت درج ذیل ہے۔

فقہ میں میری نظر جتنی وسیع ہوتی جاتی ہے اتنی ہی امام اعظم سے بدظنی بڑھتی جاتی ہے۔ باب الغسل وباب المیاہ کی احادیث سے عقائد میں انقلاب برپا ہوتا چلا جارہا ہے شیعوں کے اعتراضات معقول معلوم ہوتے ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید صحیح العقیدہ سنی حنفی ہے یا نہیں رافضی ہے یا غیر مقلد ہے اور جو شخص زید کا شریک ہو وہ سنی حنفی ہے یا رافضی غیر مقلد اور زید پر تجدید ایمان ونکاح لازم ہے یا محض توبہ۔

سائل کلن خلیفہ ٹانڈہ حرمت نگر بلاسپور رامپور

الجواب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

زید مذکور کی جب یہ عادت ہی بن چکی ہے کہ وہ بجائے ﷺ صلعم اور بجائے علیہ السلام کے ؑ اور بجائے رضی اللہ عنہ کے ؓ اور بجائے رحمۃ اللہ علیہ ؒ لکھتا ہے، تو اس کا قلب حضرات انبیاء عظام علیہم السلام وصحابہ کرام واولیاء وعلمائے اسلام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محبت وعظمت سے خالی معلوم ہوتا ہے کہ مفتیان دین ایسی عادت کو محروموں کی عادت بتاتے ہیں۔ چنانچہ خاتم المحدثین علامہ ابن حجر مکی کے فتاوی حدیثیہ میں فرماتے ہیں:

ولا یختصر کتابتها (ای ﷺ) بنحو صلعم فانه عادة المحرومین۔

(فتاوی حدیثیہ مصری صفحہ ۱۶۴)

پھر مزید اس کی حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ سے بدظنی کا بڑھنا اور اعتراضات روافض کو معقول اور صحیح سمجھنا خود اس کے بد مذہب اور بدعقیدہ اور گمراہ وضال ہونے کی روشن دلیل ہے کہ کسی صحیح العقیدہ سنی حنفی کے قلب میں حضرت امام اعظم کی بدظنی بڑھ سکتی ہے نہ اعتراضات روافض کی معقولیت

پیدا ہوسکتی ہے۔لہٰذا یہ زید ہر گز ہر گز صحیح العقیدہ سنی حنفی نہیں ہے۔ بظاہر اس کی حضرت امام اعظم سے بدظنی اس کی غیر مقلدیت کا پتہ دیتی ہے، اور اعتراضات روافض کو معقول کہنا اس کے رفض و شیعت کی دلیل معلوم ہوتی ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ رافضی ہی ہو کہ رافضی بھی حضرت امام اعظم سے بدظن ہوتے ہیں بالجملہ یہ زید گمراہ وضال ہے، اس پر توبہ واستغفار ضروری ہے اور اس پر تجدید ایمان ونکاح لازمی ہے پھر جو کوئی اس شخص کے اقوال وخیالات فاسدہ پر مطلع ہونے کے بعد اس کا شرک رہیگا وہ بھی اس کے حکم میں شریک ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۹۲۷)

کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین ومفتی ہند

کہ زید اپنے مرید کو لیکر ذکر الٰہی کی مجلس میں ڈھول تاشہ لیکر اور ستار اور ایک تاڑ اور دو تاڑ بجا بجاتا ہے اور ذکر الٰہی کرتا اور مرثیہ کے گانے گاتا ہے لہٰذا یہ سب کرنا شرع شریف میں جائز ہے یا نہیں مع دلائل قرآنی احادیث سے ثبوت ہو۔ بینوا توجروا۔

احقر الوریٰ عبدالواحد مدرسہ ڈھولڈا کخانہ ضلع درنگ آسام

الجواب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ڈھول ستار، تاشہ، اور ہر قسم کا ہاتھ اور منہ سے بجنے والا آلہ ہو شرعاً حرام ناجائز ہے، اس کی حرمت پر کثیر آیات واحادیث موجود ہیں، اس میں مستقل کتابیں اور رسائل مبسوط مدلل مطبوعہ موجود ہیں، جس کے بعد کسی مسلمان کو ان کے جائز کہنے کی جرأت ہی نہیں ہوسکتی، اور پھر ذکر الٰہی میں باجوں کا داخل کرنا اور ذکر اللہ کے ساتھ اس کا بجانا نہایت ہی اشد حرام بلکہ توہین ذکر اللہ کو بعض صورتوں میں مستلزم ہے، لہٰذا اس زید پر توبہ واستغفار کرنا ضروری ہے اور اگر وہ اس سے توبہ نہ کرے اور اپنی اس ناپاک عادت پر قائم رہے تو کوئی شخص اس کو پیر نہ سمجھے اور اس کا مرید نہ ہو کہ ایسے فاسق کی بیعت

نہیں کی جاسکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۹۲۸)

کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین نسبت مسائل کے حوالہ جات قرآن واحادیث سے جواب عنایت فرمایا جائے۔

کیا معمہ جات کا حل کرنا اور ان کا انعام لینا شرعا جائز ہے۔

الجواب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اصل میں معمہ جات کا صرف حل کرنا تو جائز تھا لیکن اب جو اس میں فیس داخل کرنے اور انعام ملنے کا معاملہ متعین ہوگیا تو یہ شرعا نا جائز ہے اور کھلا ہوا جوا ہے۔ پھر یہ مشغلہ چونکہ منجر الی الحرام ہوجاتا ہے تو صرف اس کو حل کردینے کی عادت سے بھی اجتناب ہی کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱_۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴)

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل میں

(۱) پیران پیر دستگیر رحمۃ اللہ علیہ کے نشان یعنی علم صرف ہندوستان ہی میں ہیں یا دوسرے ملکوں میں بھی ہیں؟

(۲) ان نشانوں کا بنانا رکھنا بروز عیدین واعراس بزرگان دین۔ کسی دینی کام کی خوشی کے وقت مسلمانوں کی جماعت کے ہمراہ مع وفود ودوائر کے شہر میں ان نشانوں کا گھمانا پھرانا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) عربی قصائد جن میں قرآن کے الفاظ بھی ہوتے ہیں دف ودائرے کے ساتھ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔؟

(۴) تابعین وتبع تابعین کا مرتبہ پیران پیر دستگیر سے بڑھکر ہے؟

(۵) ان نشانوں علموں کو فقیروں نے بھیک مانگنے کو نکالا ہے یہ بات کہاں تک درست ہے؟

(۶) ان نشانوں کے بارے میں جو پیش امام مذکورہ باتیں کہے اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

(۱) حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے نشان وعلم کا ذکر جب کسی معتبر کتاب میں نہیں دیکھا تو ان کی اجازت کسی ملک کے لئے نہیں دی جاسکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) جب ان نشانوں علموں کا ثبوت ہی نہیں ملتا تو پھر ان کو رواج ہی نہ دیا جائے اور عیدین واعراس میں یا کسی دینی کام کے خوشی کے وقت میں دفوں اور دائروں کے ساتھ ان علموں کے گھمانے پھرانے کا طریقہ نکالنا شرعا کوئی پسندیدہ فعل اور اچھی بات نہیں ہے، ایسی باتوں سے احتیاط اور پرہیز ہی کرنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۳) دف ودائرہ پر گانا بھی ممنوع ہے پھر جن اشعار میں قرآن وحدیث کے الفاظ ہوں ان کا ان پر پڑھنا اور زائد قباحت شرعیہ کا موجب ہے۔

(۴) حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو تابعین وتبع تابعین پر ہرگز فضیلت نہیں دی جاسکتی کہ ان حضرات کی خیریت احادیث میں وارد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۵) ممکن ہے ان نشانوں علموں کے موجد یہ ہی بھکاری لوگ ہوں لیکن انکا چونکہ کہیں ذکر نہیں تو کوئی بات جزم سے نہیں لکھی جاسکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۶) جس امام کا قول حد گمراہی تک منجر ہو یا وہ بالاعلان فسق وفجور کرتا ہو جب تو اس کی اقتداء نہ کی جائے ورنہ اس کی اقتدا کی جاسکتی ہے۔ اگر امام مذکور بھی اس حد تک پہونچ چکا ہو تو اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ ۲ ربیع الآخر ۱۳۷۷ھ

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل، العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۹۳۵)

جناب مفتی جی صاحب ہادی دین وجامع علوم ظاہری ومنبع فیوض باطنی بعد مسنون السلام علیکم کے واضح ہو کہ آپ برائے مہربانی مسائل ذیل کے جواب باقاعدہ مہر کے تحریر فرمادیجئے گا عین مہربانی ہوگی۔

بندہ کوممنون ومشکور فرمائیے گا (نوٹ) خط صاف ہوتا کہ پڑھنے میں مشکوک نہ ہو۔

(۴) غلط مسائل جو شخص بیان کرے امام یا امام کے سوااس کے حق میں شرع نے کیا حکم دیا ہے حل کر دیجئے گا۔

خادم الاسلام کمترین بہار حسین موضع سیرن پور ڈاکخانہ سمولی ضلع مراد آباد۔

الجواب

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

(۴) شریعت کے غلط مسائل بیان کرنا سخت گناہ عظیم ہے، جوایسی دلیری کرے اور غلط مسائل بتائے اس پر توبہ واستغفار ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۔۲۰ ذیقعدہ ۷۷ھ

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۹۳۸،۹۳۷،۹۳۶)

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں

(۱) کہ بعض آدمی محرموں کے سامنے کھڑے ہوکر مرثیہ پڑھتے ہیں زید کہتا ہے یہ طریقہ غلط ہے بکر صحیح بتاتا ہے قول زید صحیح ہے یا قول بکر؟۔

(۲) محرم کو بعض آدمی کاندھا لگانا ثواب سمجھتے ہیں عام آدمیوں کو بھی کاندھا لگانا چاہئے یا نہیں؟۔

(۳) میں محرم کی دس تاریخ کو شام کے وقت کربلا میں پہونچکر فاتحہ روٹیوں پر دیکر تقسیم کر دیتا ہوں یہ روٹیاں توشہ کی کہی جاتی ہیں زید کہتا ہے یہ طریقہ غلط ہے مگر میں کہتا ہوں صحیح ہے جواب سے مطلع فرمائیے گا۔

المستفتی، برہان حسن ومنشی عبدالرحمن حسن پور کلاں

الجواب

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

(۱) اس زمانہ میں تعزیون کا بنانا شرعاً ممنوع ہے پھر اس کو نقل روضہ شہید کربلا قرار دیکر اوراس کے سامنے کھڑے ہوکر روافض کے مرثیئے پڑھنے غلط عقیدہ وفعل ہے لہذا قول زید صحیح ہے۔

(۲) تعزیوں کا گشت کرانا یا منگوھت کربلا کی طرف دفن کے لئے لے جانا سب جاہلانہ رسم ہے پھر اس کے کاندھا لگانے کو ثواب سمجھنا جاہلانہ خیال اور روافض کا طریقہ ہے، شریعت میں ان امور کی کوئی

اصل نہیں۔ لہٰذا انہیں ہرگز کا ندھا نہ لگانا چاہیے۔

(۳) دسویں محرم کو حضرات شہداء کربلا کے لئے ایصال ثواب وفاتحہ کرنا جائز ہے چاہے روٹیوں پر ہو یا چاولوں پر یا مٹھائی پر ہو لیکن ان روٹیوں پر منگوھت کربلا میں جاکر فاتحہ دینا اور ان کو توشہ کی روٹیاں سمجھنا ان کی بھی شرع میں کوئی اصل نہیں تو یہ طریقہ بھی بے اصل اور غلط ہے۔

۲۹ ذی الحجہ ر ۷۷ ۱۳ھ

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۹۳۹)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

مشن اسکول بریلی کی ملکیت کی ایک دوکان بذریعہ متولی مشن اسکول عبدالرحیم نے پگڑی پر نوسو روپیہ میں لی۔ دکان پر قبضہ عبدالرحیم کا ایک سال تک رہا، بعد ایک سال کے متولی مذکور نے دکان مذکور دوسرے شخص کو دیدی۔ عبدالرحیم نے کرایہ کے تین سو روپیہ ایک دوسرے شخص کی معرفت متولی مذکور کو ادا کیئے، لیکن جب عبدالرحیم کو دوبارہ دکان کرایہ پر نہیں ملی تو عبدالرحیم نے ان تین سو روپیہ کی نالش مشن اسکول پر قراصفہ کی عدالت مجاز میں دائر کردی، اور درمیانی شخص سے گفتگو کے درمیان کچھ سخت کلامی ہوگئی اور ضد و بحث پڑگئی، متولی مذکور نے کہا کہ درمیانی شخص قرآن کی رو سے کہدیں کہ تین سو روپیہ مجھے قرضہ دیا گیا ہے کرایہ میں نہیں دیا ہے اس پر درمیانی شخص کو غصہ آگیا اور غصہ کی حالت میں بلا سوچے سمجھے بواسطہ قرآن شریف بیان کر دیا کہ تین سو روپیہ متولی مشن اسکول کو بطور قرضہ دیا گیا ہے اس بیان پر عبدالرحیم کی تین سو روپیہ کی ڈگری عدالت سے برخلاف متولی مشن اسکول ہوگئی چونکہ عجلت اور غصہ میں درمیانی شخص سے یہ غلط بیانی ہوگئی ہے پس ایسی صورت میں یعنی اس غلط بیانی کا درمیانی شخص پر شریعت کی رو سے کیا اثر پڑتا ہے اور اس کا کیا کفارہ ہے۔

المستفتی، عبدالرحیم ساکن بریلی محلہ باغ احمد علی

الجواب

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

صورت مسئولہ میں جب اس درمیانی شخص نے بواسطہ قرآن شریف کے قصداً جھوٹا بیان دیا تو وہ سخت گنہگار ہوا، شرعاً اس پر توبہ واستغفار ضروری ہے اور کفارہ لازم نہیں۔ ردالمحتار میں ہے " فتلزمه التوبة اذلا کفارۃ فی الغموس ویر تفع بها الاثم فتعینت التوبة للتخلص منه فقط " واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ ۶ ربیع الاول ۱۳۷۸ھ

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۹۴۱،۹۴۰)

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین ان مسائل مندرجہ ذیل میں

(۱) ایک مسلمان حنفی اپنی کسی مجبوری سے ایک ہندو مالی یعنی باغبان کے اپنا کھانا پکوا کر کھاتا ہے جائز ہے یا ناجائز۔ یا کسی گناہ کا مرتکب ہے تو اس کا کیا کفارہ ہے۔

(۲) جو ہندو اپنا مسلمانوں سے دنیاوی تعلق رکھتے ہیں تو اپنی شادیوں میں یا اپنے کسی تیوہار میں یا اپنی کسی مردے کی تیرہویں میں مسلمانوں کو مٹھائی یا اپنے گھر کا تیار شدہ کھانا دیتے ہیں اس کا لینا اور کھانا جائز ہے یا ناجائز ہے مہربانی فرما کر ان مسئلوں کو مفصل تحریر فرمائیں فقط والسلام، محمد نور احمد مراد آباد

الجواب

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

(۱) مسلمانوں کو چاہیے کہ کسی ہندو سے اپنا کھانا نہ پکوائے اور جہاں تک ممکن ہو اس کا پکایا ہوا کھانا نہ کھائے کہ ان کی طہارت اور ان کے برتنوں کی پاکی قابل اعتماد نہیں۔ ہاں اگر کسی مجبوری کی بنا پر اس کا پکا ہوا کھانا کھالیا ہے تو وہ شرعاً گنہگار نہیں تو پھر اس میں کسی کفارہ کی حاجت ہی نہیں۔

(۲) ہندو کے تیوہار کی مٹھائی یا کھانا اس دن نہ لے دوسرے دن لے سکتا ہے اسی طرح شادی کا کھانا بھی لے سکتا ہے لیکن بہتر اور اولیٰ یہ ہے کہ اس کے کھانے سے احتیاط کرے۔ مطلقاً اس کے

کھانے یا لینے کو نا جائز کہنا زیادتی ہے اور سخت جرأت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل ، الفقیر الی اللہ عزوجل ،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول ، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۹۴۲،۴۳)

حضرت مولانا المکرم والمحترم مفتی اعظم صاحب زید مجدہ

(۱) گذارش ہے کہ ناگپور میں جو جامعہ عربیہ دار العلوم ہے۔ وہ موافق عقیدہ اہل سنت کے ہے یا نہیں۔ اس دار العلوم میں مولانا مفتی عبد المتین صاحب اور مفتی عبد الرشید صاحب فتحپوری سنی ہیں یا نہیں۔ اس دار العلوم سے یہاں مسجدوں کے لئے دینی مسائل کے پوسٹر آئے ہیں ان پوسٹروں کو مسجدوں میں چسپاں کردیں تو کوئی غلطی تو نہیں۔ ظاہراً کوئی غلط مسائل ان میں نہیں اور نہ ان میں کسی قسم کا اختلاف ہے۔

(۲) مفتی عبد المتین صاحب جامعہ عربیہ ناگپور نے اپنے دونوں پوسٹرں میں یہ لکھا ہے کہ گھڑیوں کی چینیں (دست بند) لوہے تانبا پیتل سونے چاندی کی مردوں کو اپنے ہاتھ پر باندھنا منع ہے۔ اور چمڑے کا پٹہ گھڑی میں ڈالکر وہ گھڑی ہاتھ میں باندھنا جائز ہے۔

اس مسئلہ پر ایک صاحب نے یوں کہا کہ عرب کا بادشاہ سعود جو کہ اسلامی ملک کا بادشاہ ہے اس کے ہاتھ میں تو وہ گھڑی کی سونے کی چین (دست بند) باندھتا تھا۔ اگر یہ چین سونے چاندی کی باندھنا حرام ہوتا تو خود اسلامی ملک کا مشہور بادشاہ بھلا کب سونے کی چین اپنے ہاتھ میں باندھتا۔ یہ جامعہ عربیہ کے غلط مسئلے ہیں ان کو مسجد میں مت چسپاں کرو، ایسا کہتے ہیں۔ آپ سے جواب ہے کہ آیا سونے چاندی تانبا پیتل لوہے کی چینیں نا جائز ہیں یا جائز، اور عرب کا بادشاہ جو پہنتا ہے تو اس کا سونے کی چین پہننا حجت ہوسکتا ہے یا نہیں؟ عرب کے بادشاہ کو سونے کی یا چاندی کی گھڑی کی چین باندھنا ہاتھ میں حرام ہے یا نہیں۔

المستفتی ، قاضی سید غیور علی

الجواب

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

(۱) جامعہ عربیہ ناگپور ہمارے اہل سنت وجماعت ہی کا دار العلوم ہے، اس کے شیخ الجامعہ مولانا مولوی مفتی الحاج عبد الرشید خاں صاحب فتحپوری اور ان کے صاحب زادہ مولوی عبد المتین صاحب ہمارے ہم عقیدہ وہم مسلک سنی عالم ہیں، میں نے اس جامعہ کے مطبوعہ مسائل کے پوسٹروں کو کبھی پڑھا

نہیں ہے لیکن غالب گمان یہ ہے کہ ان کے مسائل غلط نہ ہونگے کہ مفتی صاحب معتمد علماء اور ذمہ دار مفتیوں میں سے ہیں۔ تو ان کے یہاں کا مطبوعہ پوسٹر غالبا صحیح ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) جامعہ عربیہ کے پوسٹر کا گھڑیوں کی چین کا مسئلہ بالکل صحیح ہے، ردالمحتار، فتاوی عالمگیری، فتاوی قاضی خاں، وغیرہ سے اس کو اخذ کیا گیا ہے، کہ سونے چاندی کی چیزیں صرف عورتوں کے لئے جائز ہیں اور مرد کے لئے صرف چاندی کی ایک نگ کی انگوٹھی اور وہ بھی ساڑھے چار ماشہ سے کم ہو تو جائز ہے اور لوہے تانبا پیتل کی کوئی چیز مرد عورت کسی کے لئے جائز نہیں، چین جیبی گھڑی کی ہو یا دستی کی لوہے تانبے کی ہو یا پیتل یا بھرت کی، تو یہ کسی مرد عورت کے لئے جائز نہیں۔ اور سونے چاندی کی مرد کے لئے حرام ونا جائز ہے۔ کم از کم اردو کی نہایت معتبر و مستند کتاب بہار شریعت جلد ۱۶ باب اللباس کے صفحہ ۵۱ کو دیکھ لیا جاتا تو اس میں بھی یہ پوسٹر والا مسئلہ بالکل اسی طرح موجود ہے۔

اب باقی رہا شاہ نجد کا سونے کی چین کو ہاتھ پر باندھنا تو وہ ایک اس فعل حرام کا مرتکب نہیں بلکہ وہ بہت سے محرمات کے ارتکاب کا عادی ہے، جو اس سے واقف ہیں ان پر یہ امر پوشیدہ نہیں ہے، علاوہ بریں یہ تو اس کے محرمات کا ذکر ہوا اس سے بڑھ کر اس کے عقائد ہیں جو تمام اہل اسلام سے علیحدہ ہیں سنئے۔ نجدی انبیاء علیہم السلام کی حیات نہیں مانتا، روضۂ مطہرہ کی زیارت کا اور اس کی طرف سفر کرنے کو بدعت اور زنا کے برابر جانتا ہے، وہ اولیاء کے سلاسل اور ذکر واشغال کو بدعت وضلالت کہتا ہے، وہ خاص ایک امام کی تقلید کو شرک ٹھہراتا ہے، وہ خدا کے لئے جہات وجسم ثابت کرتا ہے، وہ استعانت بغیر اللہ اور یارسول اللہ کہنے کو شرک کہتا ہے، وہ مواجہہ میں درود وسلام کو قبیح ومکروہ جانتا ہے، وہ تمبا کو کھانے اور پینے والے کو اعلیٰ درجہ کا فاسق شمار کرتا ہے، اور حقہ سگریٹ بیڑی وغیرہ کو زنا اور چوری سے زیادہ حرام کہتا ہے، وہ شفاعت انبیاء علیہم السلام کا بالکل انکار کرتا ہے، وہ شان رسالت میں گستاخی کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ ہمارے ہاتھ کی لاٹھی حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات سے زیادہ نفع دینے والی ہے، کہ ہم اس سے کتے کو دفع کر سکتے ہیں اور ان کی ذات سے تو یہ بھی نہیں کر سکتے، وہ اپنے نجدیوں کے سوا تمام اہل اسلام کو مشرک کہتا ہے، تو کیا اس نجدی کے ان خبیث ونا پاک عقائد کو بھی وہ شخص قابل حجت قرار دیگا العیاذ باللہ۔ بالجملہ کوئی مسلمان بھی تو ایسے بد عقیدہ و بدین اور بدعمل کی کسی بات کو سند نہیں قرار دے سکتا۔ حجت ایسے شخص کا عمل ہوگا جو خوش عقیدہ اور نیک صالح ہو لہٰذا اس شاہ نجد کو بھی سونے یا چاندی کی گھڑی کی چین ہاتھ پر باندھنا بلاشبہ حرام ہے۔ اور وہ اس فعل کی بنا پر گنہگار مرتکب حرام ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بالصواب۔ ۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۹۴۴)

معظمی مفتی اعظم صاحب سنبھل سلام ومسنون گذارش خدمت والا میں ہے کہ مندرجہ مسائل کا جواب ارسال فرمائیں عین کرم ہوگا۔ ایک شخص یہ کہتا ہے کہ کافر کو کافر نہ کہنا چاہئے اس بحث میں کافی حجت ہورہی ہے جواب مدلل حدیث وفقہ اور قرآن کریم سے تحریر فرما کر ارسال فرمائیں۔

الجواب

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

کافر کو کافر جاننا خود ایمان کی دلیل ہے اب باقی رہا کافر کو کافر کہنا تو اگر یہ اس کافر کے کفر پر یقینی طور پر مطلع ہو چکا ہے اور پھر اس کے متعلق اس سے سوال کیا جاتا ہے کہ وہ کافر ہے یا نہیں، تو اس کو کافر کہنا ایسا ضروری ہے کہ اگر اسے یہ کافر نہ کہیگا تو خود کافر ہو جائیگا۔

درمختار میں ہے جو فقہ کہ نہایت معتبر ومشہور کتاب ہے۔

"من شك فی عذابه و کفره کفر" (ردالمحتار جلد۳ صفحہ ۲۹۹)

جس شخص نے کافر کے کافر ہونے اور اس پر عذاب کئے جانے میں شک کیا وہ خود کافر ہو گیا۔ پھر اس شخص مذکور کا یہ قول کہ کافر کو کافر نہ کہنا چاہئے نہایت ہی جہالت اور نادانی کا قول ہے ہر ادنی تعلیم یافتہ شخص جانتا ہے کہ جس نے جس فعل کا ارتکاب کیا اس کو اسی فعل کے ساتھ متصف کیا جائیگا۔ مثلا جو اسلام لایا اس کو مسلم، جس نے علم سیکھا اس کو عالم، جس نے عبادت کی، اس کو عابد، جس نے نماز پڑھی اس کو نمازی، جس نے فسق کیا اس کو فاسق، جس نے زنا کیا اس کو زانی، جس نے چوری کی اس کو چور ہی کہا جاتا ہے اسی طرح جس نے کفر کیا اس کو کافر ہی کہا جائیگا، پھر اگر بقول اس جاہل کے کافر کو کافر نہ کہا جائے تو پھر مسلم کو مسلم اور عالم کو عالم او عابد کو عابد اور فاسق کو فاسق اور زانی کو زانی اور چور کو چور بھی نہ کہا جائیگا، پھر اس جاہل سے دریافت کرو کہ اگر کسی فعل کے کرنے والے پر اس فعل کا صیغہ اسم فاعل اطلاق نہ کیا جائیگا تو پھر آخر اس کو کیا کہا جائے گا؟۔ مثلاً کسی میں علم ہے اور اسکو عالم نہ کہا جائے یا اس میں فسق ہے اور اس کو فاسق نہ کہا جائے یا اس میں اسلام ہے اور اس کو مسلم نہ کہا جائے تو اس پر اس کی ضد صادق آجائیگی کہ

ارتفاع ضدین تو محال ہے۔ جس طرح ایک شخص عالم ہے اور اس کو عالم نہ کہا گیا تو باوجود علم کے بھی اس کو جاہل کہنا پڑیگا۔ جس میں فسق ہے اور اس کو فاسق نہ کہا گیا تو اس کو باجود فسق کے صالح کہنا پڑیگا یا اس میں اسلام ہے اور اس کو مسلم نہ کہا تو باوجود اسلام کے اس کو کافر کہنا پڑیگا اسی طرح سمجھ لیجئے کہ جب زید سے کفر صادر ہوا اور اس کو کافر نہ کہا جائے تو پھر باوجود کافر کے اس کو مسلمان کہنا پڑیگا۔ تو اب نہایت واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ جس طرح عالم کو عالم کہا جائیگا اور فاسق کو فاسق کہا جائے گا اور مسلم کو مسلم کہا جائیگا، اسی طرح کافر کو بھی کفر کہا جائیگا، ورنہ کافر کو مسلمان کہنا پڑ جائے گا، اور یہ خود اپنے کفر کو مستلزم ہے جیسے کہ اوپر درمختار سے ظاہر ہو گیا۔ علاوہ بریں شخص مذکور کا یہ قول کہ کافر کو کافر نہ کہنا چاہئے نہ کسی آیت قرآن کا ترجمہ ہے نہ کسی حدیث کا مضمون ہے نہ کسی امام وفقیہ کا قول ہے بلکہ یہ نہایت جہالت و بے علمی کا گندہ و ناپاک جملہ ہے اس عقل کے دشمن کو قرآن کریم میں نظر نہ آیا

﴿ قل یا ایھا الکافرون ﴾ یعنی اے حبیب آپ فرمائیے کہ اے کافرو

، تو اس میں خود اللہ تعالیٰ نے کافر کو کافر کہا پھر اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ کافر کو کافر کہہ کر پکارو، تو جب خدا کافر کو کافر کہے اس کے رسول علیہ السلام کافر کو کافر فرمائیں تو جو اس کے خلاف کہے اس کا قول کیا صحیح ہو سکتا ہے اور پونے چودہ سو برس سے ساری امت کے سلف وخلف کافر کو کافر کہتے چلے آئے ہیں تو کیا ان سب کا حکم غلط ہو سکتا ہے، ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔ تو ظاہر ہو گیا کہ اس شخص مذکور کا قول ہی بالکل غلط ہے اور ایسا غلط ہے کہ اس سے کفر اور اسلام کا فرق ہی مٹ جاتا ہے باوجودیکہ اس کے فرق کرنے کے لئے انبیاء کو مبعوث کیا گیا۔ کتب آسمانی نازل کی گئیں، تو اس کے قول سے بعثت انبیاء اور نزول کتب آسمانی کا مقصد ختم ہو جاتا ہے لہٰذا اس کو توبہ کرنی چاہئے مولیٰ تعالیٰ اس کو عقل وفہم عطا فرمائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۹۴۵)

مخملی ٹوپی جو کہ مشہور (رامپوری کیپ ہے) اس کا پہننا جائز ہے یا نہیں؟ اور مخمل یا ریشم کا ایک ہی حکم ہے یا نہیں؟ رام پور کی کیپ میں تو سوت اور مخمل شامل ہوتا ہے آپ جواب دیں کہ یہ ٹوپیاں اوڑھنی جائز ہیں یا نہیں؟ عموما یہ ٹوپیاں رائج ہیں۔

الجواب

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

وہ مخمل جسکا تانا بانا ہر دو اصلی ریشم کا ہو یا صرف بانا اصلی ریشم کا ہو تو اس مخمل کا استعمال مرد کے لئے جائز نہیں اس کی ٹوپی پہننا بھی جائز نہیں (۲) وہ مخمل جس کا بانا سوت کا ہو اور تانا ریشم اور بظاہر دیکھنے میں وہ ریشم کا معلوم ہو تو اس مخمل کا استعمال مرد کے لئے جائز تو ہے مگر مکروہ ہے تو اسکی ٹوپی بھی مکروہ قرار پائیگی۔ فتاوی عالمگیری میں ہے:

"ما کانت لحمیه حریرا و سداه حریرا حرام علی الرجال فی جمیع الاحوال عند ابی حنیفة وقال ابو یوسف ومحمد لا یکره فی حالة الحرب اما ماکان سداه حریرا ولحمته غیر حریرفلا باس بلبسه بلا خلاف بین العلماء هو الصحیح وعلیه عامة المشائخ وذکر شیخ الاسلام فی شرح السیر الثوب اذا کان لحمته من قطن و کان سداه من الابریسم فان کان الابریسم یری کره للرجال لبسه وان کان لا یری لا یکره لهم لبسه هذا هو الکلام فی غیر حالة الحرب ملخصاً۔ (عالمگیری قیومی جلد۲ صفحہ۹۹)

(۳) وہ مخمل جسکا بانا سوت کا ہو اور تانا ریشم کا ہو اور اسکا ریشم زیادہ دکھائی نہ دے یا اس کے روئیں اصلی ریشم کے نہ ہوں تو وہ بلا کراہت جائز ہے، ایسے مخمل کی ٹوپی مکروہ بھی نہیں۔ ٹوپیاں رامپوری ہوں یا کہیں اور کی ہوں اگر مخمل (۱) کی ہوں تو انکا اوڑھنا ناجائز اور مخمل (۲) کی ہوں تو جائز مع الکراہت (۳) کی ہوں بغیر کراہت کے جائز ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۹۴۶)

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام مسئلہ ہذا میں

کہ ایک صاحب ساکن مراد آباد محلہ گل شہید اکثر مواضعات مراد آباد میں علاج کرتے ہیں اور ان کے علاج کرنے کا طریقہ یہ ہے، کہ ان پر سواری حضرت غوث اعظم دستگیر رحمۃ اللہ علیہ کی آجاتی ہے اور اکثر وبیشتر یہ شخص اس قسم کی باتیں بھی بتلا دیتا ہے کہ جو غیب سے تعلق رکھتی ہیں جب اس پر سواری آتی ہے ان کے موجودہ متعلقین ان کے ہاتھ وپیر کو بوسہ دیتے ہیں اور مرادیں مانگتے ہیں، یہ شخص غیر متشرع

انسان ہے روزہ نماز کبھی ادا نہیں کرتا ہے اور فیشن ایبل ہے حتی کہ جمعہ تک کی نماز نہیں پڑھتا ہے۔ الغرض دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے انسان پر اس طرح حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ یا حضرت صابر کلیری کا یا حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی سواری آسکتی ہے یا نہیں؟ اور اس سواری کی کوئی حقیقت یا نظیر سنین ماضیہ میں پائی جاتی ہے یا نہیں؟ اگر اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے تو اس کو کیا کہا جا سکتا ہے؟ مفصل جواب و مدلل جواب کرم فرماویں۔ نوازش و کرم۔ فقط والسلام

المستفتی، تنویر احمد ہاشمی از سرائے ترین ضلع مراد آباد

الجواب

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

اگر فی الواقع وہ شخص فاسق وغیر متشرع ہے تو شرعا اس کا قول خود نا قابل اعتبار ہے اور غیر معتبر قول کسی واقعہ کے ثابت کرنے کیلئے کافی نہیں ہوسکتا۔ تو ایسے قول کی بنا پر کسی طرح یقین نہیں کیا جاسکتا کہ اس کے پاس سرکار غوثیت کی سواری آتی ہے، لہٰذا جو لوگ اس وقت اس بنا پر اس کی قدمبوسی و دست بوسی کرتے ہیں تو وہ غلط فعل کرتے ہیں کہ تعظیم فساق شرعا ممنوع ہے۔ ردالمحتار میں "قد وجب عليهم اهانة الفاسق شرعا" اس سے ظاہر ہو گیا کہ فاسق کی اہانت واجب ہے، تو اس کی دست وقدمبوسی ممنوع ہوئی۔

اب باقی رہا یہ امر کہ سرکار غوثیت کی سواری اس کے پاس آسکتی ہے یا نہیں، تو اس کے عدم امکان پر کوئی دلیل شرعی اب تک میری نظر سے نہیں گذری۔ اور امکان پر کافی واقعات پیش کئے جا سکتے ہیں۔ خود مانعین کے پیشوا مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی نے اپنے پیر جی سید احمد کے متعلق کتاب صراط مستقیم میں لکھا ہے۔

"امانسبت قادریہ و نقشبندیہ پس بیانش آنکہ سبب برکت بیعت و بمن توجہات آنجناب ہدایت مآب روح مقدس جناب حضرت غوث الثقلین و جناب حضرت خواہ بہاء الدین نقشبند متوجہ حال حضرت ایشاں گردیدہ وتا قریب یکماہ فی الجملہ تنازع در مابین روحین درحق ایشان منازعت کردند زیرا کہ ہر واحد ازین ہر دو امام تقاضائے جذب حضرت ایشان بتمامہ بسوئے خود می فرمود تا اینکہ بعد انقراض زمانہ تنازع و وقوع مصالحت بر شرکت روزے ہر دو روح مقدس بر حضرت ایشاں جلوہ گر شدند وتا قریب یک پاس ہر دو امام بر نفس نفیس حضرت ایشاں توجہ قوی وتاثیر زور آوری فرمودند"۔

(از صراط مستقیم مجتبائی صفحہ ۱۶۶)

اس عبارت کا خلاصہ مضمون یہ ہے کہ سید احمد صاحب کو تعلیم و تربیت دینے کے لئے حضرت غوث الثقلین جیلانی اور حضرت خواجہ بہاء الدین نقش بندی کی روحیں آئیں، تو ان میں ایک ماہ تک یہ تنازع ہوتا رہا کہ کون سید صاحب کو اپنی طرف جذب کرے اور تربیت دے، تو ان میں ایک ماہ کی جنگ کے بعد یہ مصالحت ہوئی کہ دونوں حضرات سید صاحب کی تربیت کریں۔ تو اس واقعہ سے ظاہر ہو گیا کہ سید صاحب کے پاس حضور غوث پاک اور حضرت خواجہ نقشبند کی روحیں روزانہ آیا کرتی تھیں، تو اگر اس واقعہ کی کوئی حقیقت ہے تو مندرجہ فی السوال کے واقعہ کی بھی حقیقت ہو سکتی ہے، اور اگر اس سے انکار ہے تو اس سے بھی انکار کرنا ضروری ہے۔ بلکہ اس مذکور فی السوال شخص کو بھی اسی درجہ میں رکھا جائے جس درجہ میں مولوی محمد اسمعیل دہلوی کو رکھا جاتا ہے۔ اور اگر ان میں کچھ فرق کیا جاوے تو وجہ فرق کا ظاہر کرنا ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ ۱۰ ر رجب المرجب ۱۳۷۷ھ

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عز و جل،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۹۴۷)

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں

کہ اسراف اور فضول خرچی کی شرعی تعریف کیا ہے؟ خدا اور سول جل وعلا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نزدیک یہ فعل جائز ہے یا ناجائز؟ ناجائز ہے تو گناہ کبیرہ ہے یا صغیرہ؟ اگر گناہ کبیرہ ہے تو کیا کسی دلیل شرعی سے اسے حرام بھی کہا جا سکتا ہے؟ اسراف اور فضول خرچی میں آتشبازی بنانا بیچنا خریدنا اور اس کا استعمال کرنا داخل ہے یا نہیں؟ آتش بازی بنانے والا بیچنے والا خریدنے والا اور اس کا استعمال کرنے والا حرام فعل کا مرتکب ہوا یا نہیں؟ جو شخص اس مذموم فعل کو ناجائز نہ سمجھے بلکہ جن آیات کریمہ اور احادیث نبویہ سے اس کا مردود اور حرام ہونا ثابت ہو ان کو جان بوجھ کر نہ ماننے والے انکار کرنیوالے اور اس پر اصرار کرنیوالے پر شرعی حکم کیا ہے؟ نیز یہ بھی فرمادیں۔ کہ زید نے بکر سے حکم شرعی سنکر یہ کہا کہ بڑے بڑے علماء دین ان باتوں کو ناجائز نہیں کہتے ہیں، کیا آپ ان سے بھی بڑھ گئے؟ اس کا یہ کہنا کیسا ہے؟ جو عالم دین یا مفتی کسی مصلحت دنیوی کی بنا پر اس مسئلہ کے متعلق حکم شرعی نافذ کرنے سے پرہیز کرے اس پر

شرعی حکم کیا ہے؟ براہ کرم نہایت واضح مدلل ومکمل جواب ایک ایک شق کا کتب دینیہ کی روشنی میں عنایت فر ما کر سائل کو مشکور کریں اور عنداللہ ماجور ہوں۔ اپنے فتویٰ کو دیگر علماء کرام کے دستخط ومہروں سے بھی جہاں تک ممکن ہو مزین فرما کر ممنون فرمائیں۔ بینوا توجروا والسلام

محمد موسیٰ غفرلہ پٹنہ سٹی محلہ منگلپورہ مورخہ ۲۰ شعبان المعظم ۷۷ھ

الجواب

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

اسراف کے معنیٰ حاجت سے زائد خرچ کرنا اور غیر طاعت الٰہی میں صرف کرنا ہے مجمع البحار میں ہے "الاسراف والتبذیر فی النفقة لغیر حاجة او فی غیر طاعة الله" جامع العلوم میں ہے "الاسراف انفاق المال الکثیر فی الغرض الخسیس" چنانچہ اکثر وبیشتر اسراف وفضول خرچی کو اس معنیٰ میں استعمال کرتے ہیں۔ اور بلاشبہ اسراف گناہ کبیرہ اور ناجائز وحرام ہے۔ قرآن کریم میں ہے "ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین" یعنی فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں، اور فرمایا" ان الله لا یحب المسرفین" یعنی بے شک اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

ان آیات سے اسراف کی مذمت اور برائی ظاہر ہوگئی آتشبازی کا چھوڑنا بلاشک اسراف اور فضول خرچی ہے۔ لہٰذا اس کا ناجائز وحرام ہونا اور اسی طرح آتش بازی کا بنانا اور بیچنا خریدنا سب شرعا ممنوع ہیں، پھر اس امر کا کوئی پیسہ اور رقم کسی کار خیر میں صرف کرنا بھی ممنوع ہے خصوصا مسجد میں ایسے خبیث مال کو ہرگز ہرگز صرف نہ کیا جائے۔ ردالمحتار میں ہے۔

"لو انفق فی ذالك ما لا خبیثا ومالاً سببه الخبیث والطیب فیکره لا ن الله تعالیٰ لا یقبل الا الطیب فیکره تلویث بیته مالا یقبله" پھر جو شخص قرآن وحدیث کے بیان کردہ مذموم فعل کو جان بوجھ کر نہ مانے اور اس کو ناجائز نہ سمجھے اس پر توبہ لازم ہے، نیز جو اسراف کو ناجائز نہ کہے وہ علماء دین ہی میں سے نہیں۔ اور جو مفتی کسی مصلحت دنیوی کی بنا پر حکم شرع کے ظاہر کرنے سے پرہیز کرے۔ اس کے لئے حدیث شریف میں وارد ہے "اذا ظهرت الفتن فلیظهر العالم علمه فمن لم یفعل لعنه الله والملائکة والناس اجمعین لا یقبله الله منه صرفا ولا عدلا" اور فرمایا" من کتم عن علمه الجم یوم القیامة لجامامن نار" واللہ تعالیٰ اعلم۔

۶ رشوال المکرم ۷۷ھ

کتبہ: الفقیر الی اللہ عزوجل، العبد محمد اجمل غفرلہ الاول

مسئلہ (۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴ء)

﴿ بسم اللہ الرحمن الرحیم ﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان سوالات کے جواب میں جوکہ نیچے درج ہیں براہ کرم معہ حوالہ حدیث شریف اور تواریخ واقوال ائمہ جواب عنایت فرمایا جائے۔ جواب مفصل معہ ثبوت ہو۔

ہندوستان میں ہماری برادری یعنی وہ لوگ جوحلاقی کرتے ہیں یا کہ برادری سے تعلق رکھتے ہیں مختلف مقامات پر مختلف ناموں سے مشہور ہیں ۔حجام۔نائی۔خلیفہ۔حلاق۔صدیقی۔ابرہیمی۔لقمانی سلمانی۔وغیرہ۔

(۱) حجام اس پیشہ کرنیوالے کو عام طور پر کہا جاتا ہے لیکن درحقیقت حجام پچھنا لگانیوالے کو کہتے ہیں۔اس لئے یہ لوگ اس کے خلاف ہیں۔

(۲) نائی۔یہ پیام موت سنانے والے کو کہتے ہیں۔''نے'' بجانے والے کو کہتے ہیں، یہ سب اس نام کے خلاف ہیں۔

(۳) خلیفہ۔بعض کا خیال ہے کہ حضرت آدم علیہ الصلوۃ السلام کو'' انی جاعل فی الارض خلیفہ '' فرمایا ہے اور سب سے پہلے حلاقی حضرت آدم علیہ السلام پر حضرت جبریل علیہ السلام نے فرما کر داخل جنت کیا ہے۔اسلئے ہم کو یہ نسبت خلیفہ کی ہے۔

(۴) حلاق۔درحقیقت اس پیشہ کرنیوالے کی نسبت لفظ حلاق ہی آیا ہے۔مگر ہندوستان میں جنکے آباواجداد نے بھی اس پیشہ کونہیں کیا ہے اور وہ حکمت یا جراحی یا ملازمت کرتے ہیں وہ حلاق کہلانا پسند نہیں کرتے۔

(۵) صدیقی۔بعض کا خیال ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کی تراش کی ہے،اس لئے نسبت صدیقی ہے۔

چونکہ حلق کرانا،لبوں کا کٹوانا،ختنہ کرانا وغیرہ یہ سب سنتیں ابراہیمی ہیں۔اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسبت تو قرآن پاک ''انہ کان صدیقا نبیا '' آیا ہے،اسلئے نسبت صدیقیہ ہے۔ہم صدیقی ہیں۔

(۶) ابراہیمی۔ان لوگوں کا خیال ہے کہ جوسنتیں حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نازل ہوئی ہیں وہ

ہماری روزی کا ذریعہ بنا گئی یہیں۔ اسلئے ابراہیمی نسبت لیتے ہیں۔

(۷) لقمانی۔ کہتے کہ حضرت لقمان علیہ السلام حکیم تھے اور حلق کرانا اور جراحی اور فصد اور حکمت سب انہی سے ہے، اسلئے ہمکو نسبت لقمانی ملی۔

(۸) سلمانی۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ پرانے زمانہ کے ہمارے آبا واجداد اپنے آپکو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تبرکا نسبت لیتے تھے اور ان کی فاتحہ دلاتے تھے۔

نیز ''فیض الرحمٰن فی فضائل السلمان'' میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص اس پیشہ کو کرنیوالے کا فرض ہے کہ صلاح وتقوی کی کسوت باندھیں اور ان امور طریق کار سے وقفیت پیدا کریں جس نے اسکا یہ کام کرنا حلال اور روزی حاصل کرنے کا باعث ورنہ کام کو بے قاعدہ کرنے والا گنگار ہے۔ جو شخص اس پیشہ کو با قاعدہ کریگا وہ مفلس محتاج نہیں رہے گا اور اس کا منہ قیامت کے دن چودہویں رات کے چاند کی طرح چمکے گا۔

(۲) ہمیں شجرۂ نسب ملانا ہرگز منظور نہیں، بلکہ اپنی قوم کی شناخت ہے، اللہ کے حبیب کے محبوب صحابی سے تبرکا نسبت ہے تاکہ شناخت میں آسانی ہو، نیز اسی نام کی سنی انجمنیں قائم ہیں، با قاعدہ نام ہے اور ہر برادری سے تعلق رکھنے والوں کے دوسری جماعتوں کے ہم پلہ موزوں نام بھی ہے، نیز ہم سلمانی حضرات یہ بھی ڈرتے ہیں کہ کسی دوسرے نبی سے ہم نے نسبت لی تو ہمیں ڈر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ناگوار نہ ہو، اور جیسا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جبکہ توراۃ شریف پڑھتے تھے تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس پر آثار غصہ نمایاں ہوتے تھے، اس لئے ہم لقمانی۔ ابراہیمی۔ صدیقی نسبتوں کے خلاف ہیں۔

اب جناب والا ان تمام مندرجہ بالا سوالات کے اوپر غور فرما کر ہمیں قرآن وحدیث کی روشنی میں فرمایئے کہ جب شجرۂ نسب ملانا منظور نہیں ہے، کفو کی شناخت منظور ہے۔ قوم کے بکھرے ہوئے شیرازہ کو جمع کرنا مقصود ہے، اور سلمانی نام پر منتظم ہیں جو ہم کو کسی ایسے نام پر جو ہماری شناخت میں دھوکہ ڈالے جیسے کہ صدیقی جب کہ ہندوستان میں کلال، رنگ ریز، رنگ ساز، چوڑی ساز، اپنے آپکو صدیقی کہتے ہیں۔ نیز حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد تو صدیقی اصلی ہے، تو کیا شناخت کفو کی رہی، ابراہیمی معمار بھی اپنے آپکو ابراہیمی بتاتے ہیں۔ نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ پیشہ نہ تھا۔ دوسرے پارسی، عیسائی وغیرہ بھی نسبت ابراہیمی پر پابند ہیں۔ ختنہ وغیرہ کراتے ہیں، نیز تراشی وغیرہ کراتے ہیں۔

لقمانی۔ ہندو مسلم جو بھی اس پیشہ کو کرتے ہیں اگر نسبت لقمانیہ ہی لیتے ہیں تو اسکا اطلاق ہر طبیب جراح پر اور بال ترشنے والے پر ہو سکتا ہے، تو ہمکو کیا امتیاز رہا۔ ان سب وجوہات کی بنا پر ہم سلمانی کو بہتر اور مناسب سمجھتے ہیں۔ اور اپنے شیرازہ کو کسی دوسرے نام سے شروع کر کے منتشر کرنا نہیں چاہتے۔ جبکہ اسی نام سے ہم گورنمنٹ سے اپنے بہت سے حقوق منوا چکے ہیں۔ فقط

خادم قوم ڈاکٹر مشتاق نبی اشرفی سلمانی ناظم اعلی نشر واشاعت انجمن سلمانیہ۔ صوبہ یو۔ پی

چوکی حسن خاں مراداباد مورخہ ۱۳ فروری۔ ۲۹ء۔ ۱۰ھ۔

الجواب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی الہ التحیۃ والتسلیم۔

پہلے چند مقامات پیش کرتا ہوں تا کہ جواب کے سمجھنے میں آسانی اور سہولت ہو۔

مقدمہ اولی۔ ہندوستان کے مسلمانوں میں قومیت کا لحاظ دو امور سے ہے۔ ایک نسب دوسرا پیشہ۔ نسب بمعنی قرابت ونسل کے ہے۔ اور نسب کے اعتبار سے چار قومیں مشہور ہیں۔

(۱) سید۔ مغل۔ پٹھان۔ شیخ۔ پھر شیخ دو طرح کے ہیں ایک قریشی۔ جنہیں صدیقی۔ شیخ فاروقی شیخ عثمانی۔ شیخ علوی۔ شیخ عباسی۔ شیخ جعفری کہتے ہیں۔ دوسرے غیر قریشی جو شیخ انصاری کہلاتے ہیں۔ یہ اقوام اپنا نسب ثابت کرتی ہیں اور اپنے آپکو ان کی نسل واولاد میں کہتی ہیں۔

پیشہ جو بمعنی کسب وہنر کے ہے تو پیشہ ہی کے لحاظ سے ہر پیشہ والے کا نام اس پیشہ کے لحاظ سے مقرر کیا گیا۔ مثلاً تیل نکالنے والے کو تیلی، روغن گر، عطار۔ لوہے کے کام کرنے والے کو لوہار۔ آہنگر حداد۔ روئی دھننے والے کو دھنا پنبہ زن، نداف۔ کپڑا بننے والے کو جولاہا، جامہ باف، حائک۔ کپڑا رنگنے والے کو رنگ ریز۔ صباغ۔ جانور چرانے والے کو چرواہا۔ شباں راعی۔ مٹی کے برتن بنانے والے کو کمہار، کاسہ ساز۔ فخار۔ کمان بنانے والے کو۔ کمان گر، کمان ساز، قواس۔ خط بنانے والے کو حجام۔ موتراش، حلاق۔ تو اردو۔ فارسی۔ عربی۔ میں بلحاظ پیشہ قوم کا نام رکھا گیا۔

بالجملہ قومیت کا اسی بناء کا لحاظ اس قدر ضروری ہے کہ اگر کوئی بھی شخص ان میں سے کسی پیشہ کو کریگا تو پیشہ کی بنا پر اس کی قومیت پر کچھ اثر نہیں کہ نہ نسبی قوم اس کو اپنی قوم سے خارج کرے، نہ پیشہ کی قوم اپنے اندر اس کو داخل کرے، اس طرح جو پیشہ ور قوم میں سے جو شخص اپنے پیشہ کو چھوڑ دیتے تو اس کی پیشہ والی

قومیت نہیں بدلتی۔ نہ کوئی نسبی قوم اس کو اپنے اندر شامل کرے، نہ اس پیشہ والی قوم اس کو اپنے اندر اپنی قوم سے خارج کرے تو ثابت ہو گیا۔ کہ نسبی اقوام اور پیشہ ور اقوام میں بنیادی طور پر امتیاز حاصل ہے۔

مقدمہ ثانیہ۔ نسبی اقوام کو اپنے سلسلہ نسب پر اعتماد حاصل کرنا ضروری ہے، اب وہ اعتماد یا تو شجرۂ نسب پر ہو، یا بطریقہ وشہر تو تواتر کے ہو، یا کسی مشہور خاندان سے اسے صحیح اتصال ہو۔ اور بلا کسی ثبوت کے اپنا نسب خلفائے راشدین یا صحابہ کرام یا کسی بزرگ کی طرف نسبت کر دینا ممنوع ہے۔

بخاری شریف، مسلم شریف، داؤد شریف وغیرہ کتب واحادیث میں یہ حدیث مروی ہے۔

من انتمى الى غيرابيه فا لجنة عليه حرام ۔ ''یعنی جو اپنے باپ کے سوا کسی دوسرے کو اپنا باپ بنالے دانستہ تو اس پر جنت حرام ہے۔

دوسری حدیث صحاح ستہ کی یہ ہے۔" من ادعى الى غيرابيه فعليه لعنة الله والملئكة والنا س اجمعين ۔ لا يقبل الله منه يو م القيا مة صرفا ولا عدلا ۔

نبی جو دوسروں کو اپنا باپ بنائے اس پر اللہ، فرشتوں اور آدمیوں کی لعنت ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسکا فرض قبول کرے نہ نفل۔

احادیث سے ثابت ہو گیا کہ بغیر تحقیق وثبوت کے اپنے آپ کو کسی سے منسوب کرنا لعنت کا سبب ہے اور حرمان جنت کا باعث ہے، اس کے فرض اور نفل غیر مقبول، تو بلا ثبوت کے جو اپنے آپکو سید یا مغل یا پٹھان ٹھرائے۔ یا قریشی یا شیخ صدیقی یا شیخ فاروقی یا شیخ عثمانی یا شیخ علوی یا شیخ عباسی یا شیخ جعفری۔ کہلائے یا شیخ انصاری قرار دے اور اس کے پاس ان حضرت تک اتصال نسب کا کوئی ثبوت نہ ہو اور وہ محض حصول عزت کی بناء پر ان باعزت اقوام کی طرف نسب کو منسوب کرے تو وہ اپنا حکم ان احادیث میں دیکھے، اور دنیا کی ناپائدار عزت کے مقابلہ میں حقیقی اخروی عزت کو نہ کھوئے۔ بلاشبہ حقیقی عزت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں ہے۔ نہ ان کی مخالفت میں۔

مقدمہ ثالثہ۔ کسب۔ پیشہ۔ خدمت یہ سب مترادف الفاظ ہیں اور کسب کے معنی جو حصول نفع کے لئے کام کیا جائے۔ جامع العلوم میں ہے۔ "هو الفعل المفضى الى اجتلا ب نفع الى اخره ۔ تو شرعی اعتبار سے ہر کسب وپیشہ جائز ہے جس میں کوئی قباحت شرعی نہ ہو۔ فتاوی عالم گیری میں ہے۔

وافضل اسباب كسب الجهادثم التجا رة ثم المزارعة ثم الصناعة

یعنی اسباب کسب میں سب سے بہتر جہاد ہے پھر تجارت پھر زراعت پھر ہنر کا کام۔ اور جن

کسب و پیشہ میں کسی طرح کی شرعی قباحت لازم آئے وہ کسب خبیث اور قابل عار ہے۔
ردالمحتار میں ہے۔

ما خبث من المکاسب فلزم عنه العار ۔ درالمحتار مصری ج ۵ (ص ۴۸۱)

یعنی جو کسب خبیث ہیں ان سے عار لازم آتی ہے تو شرعی اعتبار سے کسب و پیشہ کے افضل و قبیح ہونے بلکہ عار اور غیر عار ہونے کا مدار اسی نظریہ پر ہے۔

اب رہا عرف تو اہل عرف نے بعض پیشوں کو باعزت قرار دیا ہے اور بعض کو ذلیل اور قابل عار ٹھرایا ہے۔ لہذا بعض پیشے ایسے ہیں جو عرفی اعتبار سے ذلیل اور قابل عار ہیں لیکن شرعی اعتبار سے نہ ذلیل نہ قابل عار۔ اور بعض ایسے ہیں جو عرفی اعتبار سے باعزت ہیں لیکن شریعت انہیں خبیث و ذلیل اور قابل عار قرار دیتی ہے ۔ تو اب یہ لازم نہیں کہ ہر پیشہ جس کو عرف ذلیل اور قابل عار دے وہ شرعی اعتبار سے بھی ذلیل و قابل عار ہو۔ بالجملہ جن پیشوں کو عرف ذلیل اور قابل عار رکھتا ہے تو اس پیشہ کی ذلت کی بنار پر اس پیشہ کرنے والوں کو بھی ذلیل قرار دیتا ہے، تو اس ذلت و عزت کا دارومدار عرف کی بنا پر ہے نہ کہ شریعت کے اعتبار سے۔

مقدمہ رابعہ۔ عرفی اعتبار سے بھی وہ پیشہ و کسب ذلیل اور قابل عار ہوتا ہے جو دوسرے کیلئے کسی اجرت و نفع کے عوض کیا جائے اور جو کام اپنے لئے کیا جائے وہ اسکا پیشہ کہلاتا ہے نہ اسے اہل عرف ذلیل و عار سمجھتے ہیں۔ مثلا کوئی شخص دوسرے کی اجرت پر بکریاں چرائے تو یہ پیشہ عیب و عار ہے۔ اور جو شخص خو اپنی بکریں چرائے وہ عیب نہیں۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی بکریاں چرائیں۔ شرح شفا شریف میں ہے۔

قال المحققون انه علیه السلام لم یرع لا حدبا لا جرة وانما رعی غنم نفسه وهذا لم یکن عیبا ۔ (شرح شفا مصری ص ۴۴۸)

یعنی علماء محققین نے فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کی اجرت پر بکریاں نہیں چرائیں ۔ بلکہ خود اپنی بکریاں چرائیں اور ایسا چرانا عیب نہیں ۔ اسی طرح اور انبیاء کرام نے جو بھی کام کیئے ہیں وہ خود اپنے کام ہیں کسی دوسرے کے اجرت پر نہیں کئے ۔ تو یہ امر ثابت ہو گیا کہ وہ پیشہ عیب و عار ہے جو دوسرے کے اجرت و نفع کے عوض میں کیا جائے ۔ اور جب خود اپنی کام کیا تو عرف میں نہ وہ پیشہ کہلاتا ہے نہ عیب و عار ہوتا ہے۔

بالجملہ کوئی پیشہ ور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے کسی فعل کو اپنے پیشہ کی سند میں نہیں لاسکتا۔ کہ پیشہ ور کے فعل اور حضرات انبیائے کرام کے افعال میں چند وجہ سے فرق ہے۔

(۱) یہ حضرات اپنا کام کرتے ہیں اور ہر پیشہ ور دوسرے کے لئے کرتا ہے

(۲) ان حضرات کے فعل کو اجرت سے کوئی علاقہ نہیں اور پیشہ ور اجرت ونفع کے لئے ہی کام کرتا ہے۔

(۳) ان حضرات کا فعل نہ دوسرے کے لئے ہے نہ بغرض اجرت ہے وہ عیب وعار نہیں، اور پیشہ ور دوسرے کیلئے بغرض اجرت کرتا ہے تو وہ عرفا عار وعیب قرار پایا۔

(۴) حضرات انبیاء کرام کے افعال کثیر فوائد اور حکمتوں پر مبنی ہوتے ہیں۔

چنانچہ شرح شفاء شریف میں ہے:

فان قیل: فهل ارعى الانبياء للغنم من فائدة؟ فيقال: نعم فى ذلك اى رعى الغنم للانبياء حكمة بالغة لا يدركها الا الاصفياء۔ (شرح شفاء ص ۴۶)

اور پیشہ ور کے فعل میں وہ فوائد اور حکمتیں نہیں ہوسکتیں۔ تو اغراض ومقاصد کے بدل جانے سے فعل کے احکام بھی بدل جاتے ہیں، لہذا کسی پیشہ ور کو اپنے پیشہ کی سند میں حضرات انبیاء کرام کے کسی فعل کے ذکر کرنے کا حق حاصل نہیں۔

مقدمہ خامسہ۔ اگرچہ شریعت مطہرہ میں اکثر مقامات میں پیشہ اور پیشہ ور کی عرفی ذلت اور عیب وعار کا اعتبار نہیں کیا ہے، لیکن بعض مقامات ایسے بھی ہیں جن میں شریعت نے عرفی ذلت اور عیب وعار کا اعتبار کیا ہے، جیسے مسئلہ کفاءت اور مبحث تعظیم انبیاء کرام کہ شان انبیاء کرام میں عرفی ذلت ودنائت اور عیب وعار کو بھی معتبر قرار دیکر احکام صادر فرمائے۔

چنانچہ فتاوی عالمگیری میں ہے:

رجل قال مع غيره ان آدم عليه السلام نسبح الكرباس پس ماهمه جولاهبچگاں باشيم فهذا كفر۔ (عالمگیری مجیدی ص ۳۸۳ ج ۴)

یعنی ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ آدم علیہ السلام نے سوتی کپڑے بنائے تو ہم سب جولاہے ان کے بچے ہوئے تو یہ کفر ہے۔

شفاء شریف میں ہے:

رجال عير رجلا بالفقر فقال تعير نی وقد رعی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم الغنم فقال مالك قد عرض بذكرالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فی غیر موقعه اری ان یو دب۔ (شرح شفاء ص ۴۴۸)

یعنی ایک شخص نے دوسرے پر فقر کی ملامت کی، اس نے کہا: تو نے مجھے ملامت کی حالانکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بکریاں چرائیں۔ تو امام مالک نے فرمایا: کہ اس نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر غیر لائق مقام پر پیش کیا، تو میں یقین کرتا ہوں کہ اسے سزا دی جائے۔

ان عبارات سے ثابت ہو گیا کہ عرف نے جس پیشہ کو ذلیل اور قابل عیب وعار قرار دیا اس کی نسبت حضرات انبیائے کرام کی طرف کرنا بے ادبی اور گستاخی ہے، اسی طرح اہل بیت کرام اور صحابہ عظام کی طرف نسبت کرنا اور انہیں اپنی سند میں پیش کرنا ان کی عزت ووقار کے خلاف ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں حدیث شریف کا ترجمہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

بترسید خدارا در حق اصحاب من، ویاد کنید ایشاں را بتعظیم وتوقیر۔ وادا کنید حق صحبت ایشاں را بمن، سہ بار مکرر فرمود برائے تاکید ومبالغہ، نگیرد ونساز ید ایشاں را مثل ہدف بعد از من کہ بیند از ید بجانب ایشاں تیر ہائے دشنام وعیوب۔ (اشعۃ اللمعات ص ۶۳۲ ج ۴)

یعنی حضور نے فرمایا کہ تم لوگ میرے اصحاب کے بارے میں خدا سے ڈرو اور انہیں تعظیم وتوقیر کے سوا یاد نہ کرو اور ان کے ساتھ میری صحبت کا حق ادا کرو۔ حضور نے یہ تاکید ومبالغہ کے لئے تین بار فرمایا: اور انہیں میرے بعد مثل نشانہ کے نہ بناؤ کہ ان کی جانب گالیوں اور عیبوں کے تیر مارو۔

اس حدیث سے ثابت وظاہر ہو گیا کہ ان حضرات کو بھی ہمیشہ تعظیم وتوقیر کے ساتھ یاد کیا جائے۔ ان کی جانب کسی عیب کی نسبت نہ کی جائے۔ انکا کسی محل عار میں ذکر نہ کیا جائے۔ ان کے لئے کسی حقیر وذلیل شے کا ثابت کرنا حسن ادب کے خلاف ہے۔

مقدمہ سادسہ: عزت وشرافت کسی قوم کے ساتھ خاص نہیں کہ جسمیں علم دین ہو وہی باعزت وشریف ہے۔

قران کریم میں اللہ تعالیٰ فرتا ہے:

قل هل یستوی الذین یعلمو ن والذین لا یعلمو ن۔

یعنی فرمادو کیا علم والے بے علم والوں کے برابر ہیں۔

اس آیۂ کریمہ سے معلوم ہوا کہ حقیقی عزت وشرافت عالم دین کو حاصل ہے۔ اب چاہے وہ کسی قوم کا ہو، اسی لئے تو عالم دین علوی قریشی کا کفو ہے۔

قاضی خاں میں ہے:

العالم العجمی یکون۔ کفوا للجاھل العربی والعلوی لا ن شرف العلم فوق شرف النسب ۔

اسی طرح دین داری اور پرہیزگاری بھی شرافت وعزت کا سبب ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالے فرماتا ہے:

ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم ۔

یعنی تم میں زیادہ مرتبہ والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو زیادہ تقوی رکھتا ہے۔

اس آیت کریمہ سے یہ ثابت ہوا کہ باعزت وشریف وہ ہے جو متقی و پرہزگار ہو۔ اب وہ چاہے کسی قوم کا ہو۔ اسی بناء پر ذلیل وحقیر پیشوں کے کرنیوالے اگر متقی و پرہیزگار ہوں تو ان کی شہادت ان فاسق وفجار سے بہتر ہے جو عرفی اعتبار سے باعزت ہوں۔

شامی میں ہے:

جعلوا العبرۃ لعدالۃ لا للحرفۃ فکم من دنی صناعۃ اتقاء من ذی منصب وجاہ ۔

(شامی ص ۳۹۴ ج ۴)

اسی میں فتح القدیر سے ناقل ہیں:

اما اھل الصناعۃ الدنیۃ کالقنوانی والزوال والحائك والحجام فقیل لا تقبل لانہا قدتو لا ھا قوم الصالحون فما لم یعلم القادح لا یبنی علی ظاھر الصناعۃ ۔

بالجملہ علم دین اور تقوی اور پرہیزگاری شرافت کا سبب ہے اور ہر دو عالم کی عزت کا باعث ہے اور دونوں کسی قوم پر منحصر نہیں۔ تو جو اقوام عزت وشرافت کی طالب ہیں انہیں علم وعمل میں ترقی کرنی چاہیے۔ مخصوص نام کا بدل دینا عزت وشرافت کا باعث نہیں ہوسکتا ہے، پھر یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ مسلمان کو نہ محض اپنی شرافت قومی پر فخر کرنا جائز ہے نہ دوسری قوم پر طعنہ کرنا روا۔ بلکہ کسی مسلمان کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنا حرام ہے۔ اور اسے چھیڑ کر اسکا دل دکھانا ممنوع ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

من اذی مسلما فقداذانی ومن اذانی فقداذی الله ۔

یعنی جس نے کسی مسلمان کواذیت دی اس نے مجھے اذیت دی، اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ کواذیت دی۔

یہانتک کہ اگر کوئی بھنگی یا چمار مسلمان ہوگیا تو اسے بھی نظر حقارت سے دیکھنا حرام ہے۔ کہ اب وہ ہمارادینی بھائی ہے۔ اللہ تعالی قرآن کریم میں فرماتا ہے: انما المومنون اخوة ۔ یعنی مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ اور اسلام سے دونوں جہاں کی عزت حاصل ہوجاتی ہے۔ الحاصل ان مقدمات پر بحث کرتے کے بعد سوالوں کا جواب بآسانی سمجھ میں آگیا ہوگا کہ قوم مذکور فی السوال کا نام صدیقی۔ ابراہیمی۔ لقمانی ۔سلمانی۔ اس بنا پر نام رکھا کہ ابراہیمی اور صدیقی میں حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی طرف نسبت ہے، اور صدیقی میں افضل البشر بعد الانبیاء خلیفہ اول حضرت صدیق اکبر کی طرف۔ اور سلمانی میں حضرت سلمان فارسی صحابی کی جانب، اور لقمانی میں حضرت لقمان رضی اللہ عنھم اجمعین کی طرف نسبت ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ان حضرات کی طرف نہ تو نسبی اعتبار سے نسبت ثابت ہوسکتی ہے، نہ پیشہ کے لحاظ سے۔ تو ان حضرات کی طرف قوم کی نسبت غلط وبے اصل ہے، علاوہ بریں جب یہ پیشہ عرف میں بنظر حقارت دیکھا جاتا ہے تو اس پیشہ کی اصل کسی نبی یا صحابی یا ولی کو قرار دینا بے ادبی وگستاخی ہے۔ جسکی تفصیل مقدمہ رابعہ وخامسہ میں مذکور ہوئی۔

اب باقی رہی سائل کی یہ توجیہ کہ ہمیں شجرہ نسب ملانا ہرگز منظور نہیں ہے بلکہ اپنے کفو کی شناخت کیلئے اللہ کے حبیب صحابی سے تبرکا نسبت لی ہے، صحیح نہیں ہے۔

اولا: اگر ہم یہ تسلیم بھی کرلیں کہ سائل کی ابراہیمی۔ صدیقی۔ سلمانی۔ لقمانی سے نسبی نسبت مراد نہیں ہے لیکن اسی قوم کے بہت سے ناخواندہ لوگ بھی کیا یہی سمجھتے رہیں گے؟ نہیں نہیں بلکہ وہ اپنے آپ کو ان حضرات کی اولاد میں بتائیں گے اور آئندہ آنیوالی نسل اپنا نسب ہی ان حضرات سے ثابت کریگی تو سائل بتائے کہ اسکا سارا وبال اور گناہ کس کی گردن پر پڑے گا۔

ثانیا: سائل کا دعوے تو یہ ہے کہ ان حضرات کی طرف تبرکا نسبت کی جاتی ہے۔ لیکن حقیقۃ اس نسبت کے ضمن میں ان حضرات کو اس پیشہ کی اصل قرار دیا جارہا ہے، تو یہ حضرات بھی پیشہ کی عرفی ذلت سے ملوث ہوجاتے ہیں۔ والعیاذ باللہ تعالی ۔

ثالثاً: مقدمہ خامسہ سے ثابت ہو چکا کہ جس پیشہ کو عرف نے ادنی وحقیر ٹھہرالیا اس کی نسبت ان حضرات کی طرف حسن ادب کے خلاف ہے، تو ایسی نسبت جسمیں ان کی طرف ادنی حقارت کا وہم پیدا ہو جائے شریعت مطہرہ اس کی کس طرح اجازت دے سکتی ہے؟۔ اور اس نسبت کو تبرک کا کس طرح کہا جاسکتا ہے؟۔ اسی طرح لفظ خلیفہ کی نسبت کیلئے سائل نے جو لکھا ہے بہت بیجا ہے۔

پھر آیت سے استدلال کرنا اور حضرت جبریل علیہ السلام کیلئے حلاقی ثابت کرنا اور زیادہ دلیری وجرأت ہے۔ مولیٰ تعالی حضرت انبیائے کرام علیہم السلام اور صحابہ واہل بیت عظام کیساتھ حسن ادب کی توفیق فرمائے۔ سائل کو چاہئے کہ ہر ایسے لفظ کو اپنا طرۂ امتیاز بنائے جس میں بزرگوں کی شان ارفع واعلی میں کسی عیب ونقص کا وہم بھی نہ پیدا ہو۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۹۵۵)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں

(۱) آجکل میلا دشریف ایسے لوگوں سے پڑھوانا جو داڑھی مونڈاتے ہیں، صوم وصلوۃ کی پابندی نہیں کرتے اور نعت شریف اسطرح پڑھتے ہیں کہ ایک مصرع ایک شخص نے خوب گلے بازی کے ساتھ پڑھا۔ دوسرا مصرع اسی طرح دوسرے نے، تیسرا مصرع تیسرے نے، چوتھا مصرع چوتھے نے، اور پانچویں مصرع کو سب نے ملکر پڑھا تو اس صورت سے پڑھنا کیا ہے، اور ایسے لوگوں سے میلا دشریف پڑھوانا جائز ہے یا نہیں؟۔

الجواب

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

داڑھی کا مونڈانا حرام ہے، درمختار میں ہے:

یحرم علی الرجل قطع لحیته۔ (درمختار ص ۲۶۹ ج ۵)

اور نماز کو سستی سے قصدا چھوڑنے والا فاسق ہے۔

تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

وتارکها (الصلوة) عمدا مجانة ای تکاسلا فاسق۔ (درمختار مصری ص ۲۴۶ ج ۱)

اسی طرح روزہ کا بلا عذر قصداً چھوڑنے والا فاسق ہے۔

کما فی الدرالمختار ۔والصوم کالصلوۃ علی الاصح ۔

تو داڑھی منڈوانے والا۔صوم وصلاۃ کو چھوڑنے والا فاسق قرار پایا، اور فاسق کو میلاد شریف کے لئے بلانے اور پڑھوانے میں اسکی تعظیم ہوتی ہے، کہ جس سے میلاد شریف پڑھواتے ہیں اس کی ہر طرح کی مدارات کی جاتی ہے، اس کو عزت سے تخت پر بیٹھایا جاتا ہے، اس کی کسی طرح کی تحقیر وتوہین منظور نہیں ہوتی اور حالانکہ شرعا فاسق کی توہین وتحقیر ضروری ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی عالم فاسق ہو تو اس کو بھی امامت کیلئے نہ بڑھائیں کہ امامت میں تعظیم ہوتی ہے اور اس کی شرعا اھانت واجب ہے۔

مراقی الفلاح میں ہے:

کرہ امامۃ الفاسق العالم لعدم اھتمامہ بالدین فتجب اھانتہ شرعا فلا یعظم بتقدمیہ للامامۃ۔ (مراقی الفلاح۔ص ۱۷۶ج ۷)

عالم فاسق کی امامت اس کے دینی اہتمام نہونے کی وجہ سے مکروہ ہے، تو شرعا اس کی اہانت واجب ہے تو اس کو امامت کیلئے بڑھا کر عزت نہ کی جائے۔

لہذا فاسق کو بلا کر اس سے میلاد شریف پڑھوانا کس طرح مکروہ نہ ہوگا۔اسی بنا پر فقہاء کرام نے مذکر کیلئے صالح اور متقی ہونے کی تصریح کی۔فتاوی برہنہ میں ہے:

بقول ابی سلمہ فقیہ دریں زمان واجب ست وباید کہ مذکر صالح باشد تا عاقلاں از و نہ گریزند وورع باشد تا سخن نادرست نگوید (فتاوے برہنہ ص ۲۴۷ ج ۱)

فقیہ ابو سلمہ کے قول کی بنا پر اس زمانہ میں واجب ہے کہ واعظ نیک صالح ہوتا کہ دیندار اس سے پرہیز نہ کریں اور متقی پرہیز گار ہوتا کہ وہ کوئی خلاف شرع بات نہ کہے۔

اس عبارت سے ظاہر ہوگیا کہ جب واعظ کیلئے نیک و پرہیز گار ہونا ضروری ہے تو میلاد خواں بھی واعظین ہی میں داخل ہیں۔تو ان کا نیک ومتقی ہونا کیوں ضروری نہوگا۔اب باقی رہا گلے بازی کے ساتھ پڑھنا تو اس میں اگر کوئی مقصد صحیح نہیں ہے بلکہ اس میں موسیقی کے وزنوں اور لحنوں کی ایسی رعایت مقصود ہے کہ وہ لہجہ درست ہوجائے، چاہے الفاظ میں تغیر اور حروف کی شان ہی بدل جائے۔یا اس میں فساق وفجار کے مخصوص عشقیہ اشعار کی راگنی اور لہجوں کی موافقت منظور ہے اور بے تکلف سننے والا اسے کہدے کہ میلاد شریف میں یہ کیسی راگنی اور گانا ہورہا ہے۔تو ایسی گلے بازی اور لہجہ کا حمد ونعت میں پڑھنا

مکروہ ہے۔

علامہ محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

المختار ان کان الالحان لا یخرج الحروف عن نظمها وحد ذواتها فمباح والا فغیر مباح کذا ذکر وقد قدمنا فی باب الاذان ما یفید ان التلحین لا یکون الا مع تغییر مقتضیات الحروف فلا معنی لهذا التفصیل ونقلنا هناک عن الامام احمد انه قال للسائل فی القراءة التلحین وقد اجاب بالمنع ما اسمک فقال محمد فقال ایعجبک ان یقال لک یا محامد۔ (فتح القدیر کشوری ص۳۲۴ ج۳)

اور مختار مذہب یہ ہے کہ اگر خوش آوازیاں ایسی ہوں کہ جو حروف کو ان کی شان اور اصل حال سے خارج نہ کریں تو مباح ہیں ورنہ مباح نہیں۔ اسی طرح مذکور ہے اور ہم باب الاذان میں بیان کر چکے جسکا مفاد یہ ہے کہ گلے بازی حروف کے مقتضی کو بدل کر ہی ہو تو اس اوپر کی تفصیل کی حاجت نہیں۔ اور ہم نے امام احمد کا واقعہ نقل کیا کہ انہوں نے قرأت میں گلے بازی کے متعلق دریافت کرنے پر جواب دیا کہ منع ہے۔ تیرا کیا نام ہے؟ اس نے کہا محمد، تو امام نے فرمایا: کیا تجھے یہ پسند ہے کہ تجھے کہا جائے اے محامد، یعنی گانے سے الفاظ کا بدل جانا ناپسند چیز ہے۔

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے:

التغنی بحیث یودی الی تغییر کلمات الاذان وکیفیاتها الحرکات والسکنات ونقص بعض حروفها او زیادة فیها فلا یحل فیه ولا فی قرأة القرآن ولا یحل سماعه لان فیه تشبها بفعل الفسقة فی حال فسقهم فانهم یترنمون۔ (طحطاوی مصری۔ ص۱۱۴)

اسی طرح گانا کہ اس سے اذان کے کلمے، یا حرکت وسکون کی کیفیتیں بدل جائیں۔ اور بعض حروف میں کمی یا زیادتی کرنی پڑے تو ایسا گانا اذان اور قرأت قرآن میں جائز نہیں۔ نہ اسکا سننا جائز ہے۔ کیونکہ اس میں فعل فساق، سے مشابہت ہے کہ وہ فساق اپنی فسق کی حالت میں گلے بازی سے گاتے ہیں۔

فتاوے قاضی خان میں ہے۔

انما یکره ذلک (التطریب) فیما کان من الاذکار (اسی میں دلیل ذکر کی) لانه تشبه بالفسقة لما یفعلونه فی فسقهم۔ (قاضی خان ص۷۶ ج۱)

قرأت قرآن واذان کے علاوہ اذکار میں بھی خوب گلے بازی کرنا مکروہ ہے، اسلئے کہ یہ فساق سے مشابہت کرنا ہے کہ وہ اپنے فسق میں اس طرح گاتے ہیں۔

علامہ محمد طاہر مجمع بحار الانوار میں طیبی وکرمانی سے ناقل ہیں:

اما لاوزان الموسیقی فاشبۃ ببدع۔ (مجمع بحار الانوار ص ۷۹ ج ۲)

اوزان موسیقی بدعات سے زیادہ مشابہت رکھنے والے ہیں۔

شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

امابہ تکلف بالحان موسیقی مکروہ ہست۔

(اشعۃ اللمعات کشوری ص ۱۴۷ ج ۴)

اور موسیقی کی راگنیون میں بہ تکلف گانا مکروہ ہے۔

ان عبارات سے ثابت ہوگیا کہ جو خوش آوازی اور گلے بازی حرف کی اصلی حالت اور حرکت وسکون کی کیفیت کو بدل دے اور کسی حرف کی کمی یا زیادتی پیدا کردے، اور یہ سب کچھ موسیقی کے وزنوں اور لحنوں کی رعایت کی بنا پر کیا جائے، نیز اسمیں فساق کے خاص عشقیہ اشعار کی راگنی اور لہجوں کی مشابہت مقصود ہو تو ایسی خوش آوازی اور گلے بازی کے ساتھ حمد ونعت کا پڑھنا مکروہ ہے کہ حمد ونعت اذکار میں داخل ہیں۔ لہذا میلاد شریف میں ایسی گلے بازی کرنا مکروہ ثابت ہوئی اور پڑھنے والے اور پڑھوانے والے اور سننے والے سب مرتکب مکروہ ہوئے۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ
(۹۵۶)

(۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان دین اس مسئلہ میں کہ

بنگال کے علاقہ میں اکثر لوگوں سے سیپ کا چونا پان میں لگا کر کھاتے ہیں۔ سیدنا اعلحضرت امام اہلسنت علیہ الرحمہ نے فتاوی رضویہ جلد اول ص ۷۰۱۔ میں تحریر فرمایا کہ سیپ کا چونا کھانا حرام ہے، یعنی جس پان پر سیپ کا چونا لگایا جائے تو وہ پان کھانا حرام ہے۔ دیوبندی خبیث اس مسئلہ کو غلط بتاتے ہیں، تو یہ مسئلہ کہاں تک صحیح ہے، مع دلیل تحریر فرمایا جائے۔

الجواب

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

(۱) سیپ ایک دریائی جانور ہے، فقہ کی معتبر و مشہور لغت مغرب میں ہے" صدف الدرة غشاء ها و فی کتب الطب انه من حیوان البحر۔ (ص ۳۹۹)

علامہ محمد طاہر مجمع البحار میں حدیث شریف "اذا مطرت السماء فتحت الاصداف افواهها ۔" کے افادہ میں فرماتے ہیں" هو جمع صدف وهو خلاف اللؤلؤ واحدته صدفة وهی من حیوان البحر۔ (ص ۳۳۷ ج ۲)

لہذا جب سیپ کا دریائی حیوان ہونا ثابت ہوا تو اسکا کھانا بلا شبہ حرام ہے کہ دریائی جانورں میں سوائے مچھلی کے ہر جانور کا کھانا حرام ہے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے (فجمیع ما فی البحرمن الجیوان یحرم اکله الا السمك خاصة۔ (ص ۷۵ ج ۴)

تو امام اہلسنت اعلی حضرت قدس سرہ کا حکم بالکل صحیح ہے۔ دیو بندی اس حقیقت سے جاہل ہیں اور انکا انکار محض جہالت پر مبنی ہے واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳،)

السلام علیکم جناب مفتی صاحب مد ظلکم العالی علی رؤس المسلین

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں

(۱) تعزیہ بنانا، اس کو لے کر گشت کرنا، ساتھ ساتھ مرثیہ ناٹے پڑھنا، اور غم تازہ کرنا، اس کی زیارت کو ثواب سمجھنا۔ پھر ندی۔ یا نالے مین۔ یا تالاب وغیرہ میں ڈالدینا اور اس طرح پیسہ ضائع کرنا۔ ان باتوں پر شریعت کا کیا حکم ہے؟۔ بینوا توجروا۔

(۲) ایک شخص کا مولوی ہونے کا دعویٰ ہے۔ لوگوں نے ان باتوں کا سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ تعزیہ بنانے میں کوئی گناہ نہیں، اور اس کی زیارت کرنا پھر زمین میں دفن کر دینا بالکل جائز ہے۔ شاہ کرامت اللہ صاحب، شاہ ولی اللہ صاحب، شاہ عبدالحق صاحب، عبدالعزیز صاحب علیہم الرحمۃ نے بھی اس کو منع نہیں کیا۔ اور عالمگیر جو پابند شرع تھا اس نے بھی منع نہیں کیا۔ پھر مرثیہ شہادت نامے بھی

جائز ہیں۔ اور غم تازہ کرنا تو ایمان کی دلیل ہے۔ کہ غم حسین ہر ایمان دار کو رہے گا اور امام حسین کوثر کے مالک ہیں۔ کوثر سے سیراب ہونا چاہتے ہو تو امام حسین کا غم نہ بھولو۔ پھر فرماتے ہیں ان باتوں کا انکار کرنے والا یزیدی بلکہ فصلۂ یزید ہے۔ اور یہ دیوبندی کا ایمان اور عقیدہ ہے، اور ابن عبدالوہاب نجدی کا چیلا ہے۔ اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ اگر تم سنی ہو تو اس کے پیچھے نماز مت پڑھو۔ تمہاری نمازیں برباد ہونگی۔ پیش امام دنیا میں بہت ملتے ہیں یہ پیش امام تمہاری قبر میں نہیں سوئے گا۔ غرض اس مضمون کے اشتہار بھی مولوی صاحب نے شائع کردئے جن سے لوگوں میں ہیجان پیدا ہو گیا ہے۔ ہم نے مولوی صاحب کے سامنے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رسالہ تعزیہ داری پیش کیا اس پر بھی اعتبار نہیں کیا۔ لہذا

شریعت مطہرہ کا ان کے حق میں کیا حکم ہے؟۔ بینوا توجروا

(۳) ایسے مولوی کے ساتھ مسلمانوں کو کیا برتاؤ کرنا چاہئے۔ مولوی سمجھ کر ان کی عزت کرنا ان کے وعظ سننا۔ انکا مرید بننا کیسا ہے؟۔ بینوا توجروا

(۴) کسی صحیح العقیدہ سنی مسلمان کو بغیر کسی ثبوت شرعی کے دین سے پھرا ہوا ہونا اور منافق کہہ دینا اور چھاپ کر شائع کر دینا، اس کی توبہ کا کیا طریقہ ہے؟ اگر دل میں خفیہ توبہ کرلے تو کافی نہیں ہوگی یا توبہ شائع کرنی پڑے گی؟۔ بینوا توجروا۔

(۵) کسی جگہ پیران پیر صاحب کا چلہ بنالینا اور گدی مقرر کرلینا اور وہاں فاتحہ وایصال ثواب کیواسطے جانا کیسا ہے؟۔ بینوا توجروا۔

(٦) پیران پیر کے نشان اٹھانا اور دف بجا کر نعت شریف پڑھنا اور باجے کے ساتھ سلام پڑھنا کیسا ہے؟۔ ایک مولوی صاحب ایسا کہتے ہیں کہ علم نشان کے جو قائل نہیں وہ عقائد اہل سنت والجماعت کے نزدیک کافر ہیں۔ کیا یہ ٹھیک ہے؟۔ بینوا توجروا۔

(۷) مرثیہ خوانی کی مجلس ہو اور رنڈی کے گھر ہو وہاں شریک جماعت ہونا پھر کار خیر دلیل محبت حسین خیال کرنا اس سے دین میں کیا خرابی ہے؟ بینوا توجروا۔

ان سب سوالوں کے جواب نہایت ضروری ہیں۔ مسلمانوں میں تفرقے اور خانہ جنگیاں واقع ہو رہی ہیں۔

مرسلہ از موضع آمود ضلع بھڑوچ مسجد کمیٹی کے سکریٹری کی طرف سے۔ ١٦ر مارچ ۵۱ء

الجواب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

سوال میں جن سات امور کا ذکر ہے ان کے خرافات اور جاہلانہ رسومات ہونے میں کسی ادنیٰ مسلمان کو بھی کلام نہیں ہوسکتا۔ اس کے تفصیلی جوابات بارہا دئے جاچکے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲) جو شخص عالم دین ہے وہ ایسا جواب نہیں دیا کرتا جو اصول مذہب کے خلاف ہو۔ اگر سائل ان کا جواب بعینہ نقل کرتا تو اس جواب کا حسن وقبح معلوم ہوجاتا۔ لیکن سائل نے انکے اصل جواب کو پردہ میں رکھا۔ جب اس عالم دین نے شاہ کرامت اللہ۔ شاہ عبدالحق۔ شاہ ولی اللہ۔ شاہ عبدالعزیز کے اسماء کو شمار کیا کہ یہ تعزیہ بنانے کو جائز کہتے ہیں۔ تو اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ اس تعزیہ کو کہتا ہے جس میں حضور سید الشہداء امام عالی مقام کے روضۂ انور کی صحیح نقل بنائی جائے۔ کہ یہ ایک غیر جاندار کی تصویر ہے اور مکان کا نقشہ ہے تو اس میں کوئی شرعی قباحت نہ گناہ لازم ہے۔ اور جب اس روضۂ پاک کا صحیح نقشہ ہے تو اس کی زیارت کے جواز میں بھی کوئی کلام نہیں ہوسکتا۔ اگر وہ بوسیدہ ہوجائے، یا اس کے باقی رہنے میں کسی بے ادبی اور ترک تعظیم کا خوف ہو تو اس کے دفن کرنے میں شرعا کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح وہ مرثیے اور شہادت نامے جو موافق شرع ہوں جیسے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب خود ذکر شہادت کرتے۔ یا بعض مرثئے ان کی موجودگی میں پڑھے جاتے تھے ان کے جواز میں بھی کیا کلام ہے۔

اسی طرح جب ان واقعات کو سنکر دل بھر آئے اور آنکھوں سے بلا قصد اشک رواں ہوں اور رقت طاری ہو تو یہ رونا نہ فقط جائز بلکہ رحمت وایمان کی علامت ہے اور اہلبیت کرام کے ساتھ ایسی دلیل محبت ہے جو روز قیامت باعث نجات ومغفرت ہے۔ اور یہ واقعہ ہے کہ جوان شہدا کے ذکر شہادت کو مطلقاً ناجائز کہے اور شربت ونیاز کو حرام لکھے اور ان کے مصائب کے واقعات کو سنکر بھی اس پر کوئی اثر مرتب نہ ہو تو اس نے یزید کا قلب اور شمر کا جگر پایا ہے۔ اور یہ چیزیں دیوبندی جماعت کی علامت ہیں۔ ابن عبدالوہاب نجدی کے متبعین کا شعار ہیں کہ خوارج کی اہل بیت سے دشمنی ناقابل انکار چیز ہے۔

لہذا ایسے نجدی صورت، یزیدی سیرت کے پیچھے نماز ہرگز ہرگز درست نہیں ہوسکتی۔ رسالہ تعزیہ داری میں بھی روضۂ اقدس کی صحیح نقل بنانے اور اس کو بہ نیت تبرک مکان میں رکھنے کو ناجائز نہیں لکھا۔ الحاصل یہ کہ عالم دین اگر ایسا ہی کہتے ہیں تو اہل سنت ہیں ان پر کوئی الزام شرعی عائد نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۳) اگر یہ مولوی صاحب یہی کہتے ہیں جو جواب دوم میں مذکور ہوا تو عالم دین کی مسلمانوں پر عزت ضروری، انکا وعظ سننا ثواب، انکا مرید ہونا امر خیر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۴) واقعی کسی صحیح العقیدہ سنی مسلمان کو بلا ثبوت منافق، یا دین سے پھرا ہوا کہنا، یا چھاپنا گناہ عظیم ،جس کی توبہ لازم۔ اور خفیہ گناہ کی خفیہ توبہ کافی ہے اور علانیہ کی علانیہ ضروری ہے۔ مگر اس زمانہ میں تو گمراہ وبدعقیدہ بھی اپنے آپ کو سنی صحیح العقیدہ بتانے لگے ہیں تو ان کی گمراہی کے ثبوت کے بعد ان کو دین سے پھرا ہوا اور منافق کہنا۔ یا گمراہ و بیدین چھاپنا عالم دین کا فریضہ ہے، کہ لوگ اس کے دام فریب میں نہ پھنس جائیں۔

حدیث شریف میں ہے:

اذا ظهرت الفتن و سب اصحابي فليظهر العالم علمه الحديث رواه الخطيب البغدادي في جامعه ۔والله تعالیٰ اعلم۔

(۵) کسی جگہ کوئی بزرگ کا چلہ، یا ان کی گدی محض بنانے یا مقرر کر لینے سے تو یہ نہیں ہوسکتا جب تک اسکا کوئی ثبوت شرعی نہ ہو۔ اور جب اس کا کوئی ثبوت ہو تو اس جگہ کو ان بزرگ سے نسبت حاصل ہو گئی، اور جب نسبت حاصل ہوگئی تو وہاں جانا اور ایصال ثواب کرنا، اس جگہ کی تعظیم کرنا، بلاشک جائز ہے اور اقوال وافعال سلف صالحین سے ثابت ہے، جس کے بکثرت حوالجات پیش کئے جاسکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۶) کوئی عالم دین ہوکر ایسی بات کیسے کہہ سکتا ہے؟۔ ہاں نعت شریف پڑھنا، سلام پڑھنا بلا شک جائز اور باعث اجر وثواب ہے۔ اور جھنڈے کا اٹھانا جب کسی مقصد خیر کیلئے ہو وہ کوئی ممنوع نہیں ،دف اور باجے کا بجانا ممنوعات سے ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۷) جب مشروع مرثیہ کی مجلس ہو اور اس میں کوئی امر مشروع نہ ہو اگر چہ وہ رنڈی کے گھر پر ہو تو وہ بھی مجلس ذکر ہے۔ اس کی محض سماعت کرنے میں کوئی شرعی الزام عائد نہیں ہوتا۔ ہاں جب اس میں کوئی خلاف مشروع چیز لازم آئے، یا کسب حرام کے روپیہ سے خرید کردہ شیرینی لے تو ضرور ممنوع ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۹۶۴)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع عظام دامت برکاتہم العالیہ مسئلہ حسب ذیل میں چند آدمی یا ایک آدمی کھاتے ہوں یا کھانا کھانے بیٹھے ہوں اور کوئی غیر شخص آئے۔قاعدہ ہے کہ جب کوئی آتا ہے اور کھانا کھاتے ہوں یا کھانے بیٹھے ہوں تو اس آئے ہوئے شخص سے کہد یتے ہیں کہ آؤ کھانا کھالو وہ شخص جواب میں کہتا ہے۔بسم اللہ کرو۔سوال یہ ہے کہ ان دونوں صورتوں میں کھانا کھاتے ہو ں یا بیٹھے ہوں تو اس دوسرے شخص سے یہ کہنا کہ آؤ کھانا کھالو جواب میں وہ بسم اللہ کرو،۔یہ کہنا درست و صحیح ہے یا نہیں۔اگر نہیں تو جو یہ کہتا ہے اس پر شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

قرآن کریم کے کسی جملہ کا آپس کی گفتگو میں کسی سوال کے جواب میں استعمال کرنا بے ادبی ہے اور عظمت قرآنی کے خلاف ہے۔اسی بنا پر بسم اللہ شریف جو آیت قرآنی ہے اس کو بھی ایسی جگہ ہرگز ہرگز استعمال نہیں کرنا چاہئے۔لیکن اگر کسی مسلمان نے کھانا کھانے کے لئے بلانے والے کے جواب میں کہد یا کہ تم بسم اللہ کرو تو یہ اس کی غلطی ہے۔مگر اس پر اس کی تکفیر نہیں کیجائے گی اور اس کے قول کی تاویل کردی جائے گی۔یعنی حکم بسم اللہ کے موقع اجازت میں کہنے کا ہے۔

شرح فقہ اکبر میں ہے:

قال البدر الراشد او صاحب الفتاویٰ التسمية سمعت عن بعض الاكابر انه قال موضع الامر للشئی او قال موضع الاجازة بسم الله مثل ان يقول احدا دخل اوا قوم اوا صعد او اسير او اتقدم فقال موضع المستشار بسم الله يعنی به آذنتك فيما استاذنت كفر يعنی حيث وضع كلام الله موضعها نه توجب اهانة و هذا تصوير مسئلة الاجازة واما تصوير مسئلة الامر للشئی فهو ان صاحب الطعام يقول من حضر بسم الله وهذه المسئلة كثير الوقوع فی هذا الزمان وتكفيرهم حرج فی الاديان والظاهر المتبادر من صنيعهم هذا انهم يتأدبون مع المخاطب حيث لا يشافهونه بالامر بتاركون بهذه الكلمة مع احتمال تعلقه بالفعل المقداری كل بسم الله فهو دخل باسم الله علی ان متعلق البسملة فی غالب احوال يكون محذوفا من الافعال فالمقصود انه لا ينبغی

للمفتی ان یعتمد علی ظاھر ھذا النقل ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۹۶۵)

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید اپنے آپ کو پیر کامل کا خلیفہ کہتا ہے نیز اپنی بزرگی اور پارسائی کا مدعی ہوتے ہوئے اپنی ایک مریدہ جو فلم ایکٹر ہے اور عام طور پر وہ یونہی پیشہ کرتی ہے جو اکثر طوائفیں کیا کرتی ہیں زید اس کا دیا ہوا روپیہ بطور نذرانے کے قبول کرتا ہے۔ تو کیا زید ان روپیوں کو اپنی اور اپنے خاندان والوں کی ضروریات میں صرف کرسکتا ہے؟ اگر ایسا کرسکتا ہے تو کیا اس کی پیری اور بزرگی قائم رہ سکتی ہے؟ اگر رہ سکتی ہے تو اس کی دلیل اور اگر نہیں رہ سکتی ہے تو اس کا خلاصہ قرآن وحدیث کی روشنی میں صاف صاف تحریر کیجئے تا کہ منتشر خیالات سے یکسوئی حاصل ہو۔

(۲) عمر اپنے آپ کو شریعت کا پابند کہتے ہوئے اپنی بزرگی اور پارسائی کا ڈھنڈھورا پیٹتا ہے مگر ساتھ ہی ساتھ دنیا داری میں اس کا عمل یہ ہے کہ اس کی دو بیویاں ہیں، ایک شادی کی، دوسری نکاحی۔ مگر عمر اپنی بیوی سے قطع تعلق کئے ہوئے ہے اور دوسری بیوی کے ساتھ ایک ہی مکان میں ازدواجی زندگی گزارتا ہے۔ نہ تو اس بیوی سے ٹھیک طور پر بات چیت کرتا ہے اور نہ تو اسے اپنے قریب ہی آنے دیتا ہے۔ تو کیا اس کا یہ فعل جائز ہے؟ اگر وہ ایسا کرتا ہے تو کیا اس کی بزرگی اور پیری قائم رہ سکتی ہے؟ اگر وہ حق پر ہے تو اس کی دلیل قرآن وحدیث کی روشنی میں تحریر فرمائیں۔ اور اگر ناحق پر ہے تو شریعت کے قانون میں ایسا کرنے والے کی کیا سزا ہے؟۔ برائے کرم صاف صاف لکھئے بے حد عنایت ہوگی۔

الجواب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

(۱) صورت مسئولہ میں اگر اس مریدہ کی ساری آمدنی اسی کسب حرام ہی سے ہے جب تو زید کو اس کا ایک پیسہ بھی قبول کرنا ناجائز وحرام ہے۔ اور اگر اس کی اکثر آمدنی کسب حرام سے ہو جب بھی اس کا نذرانہ قبول نہ کرنا چاہئے۔ ہاں اگر اسے علم یقینی سے یہ معلوم ہو کہ جو رقم نذرانے میں پیش کی ہے وہ از قسم حلال ہے تو اس کا قبول کرلینا جائز ہے۔

فتاوی عالمگیری میں ہے:

"کسب الحرام اهدی الیه او اضافه وغالب ماله حرام لا یقبل ولا یاکل ما لم یحسبه ان ذالك المال اصله حلال ورثه او استقرضه"

پھر جو کسب حرام ہو اور اس نذرانے کا قبول کرنا ہی ناجائز ہو تو اسے اپنے اوپر اور اپنے اہل وعیال پر صرف نہیں کرسکتا۔

اللہ تعالی قرآن کریم میں فرماتا ہے:

"یا ایها الذین امنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل" اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔

پھر اگر زید ایسے کسب حرام کو جانتے ہوئے اپنے یا اپنے خاندان کے صرف میں لائے تو یہ اس کا فسق ہے جو اس کے تقوے پارسائی اور بزرگی کے منافی ہے۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب

(۲) دو بیویوں کے درمیان عدل اور برابری کرنا فرض ہے۔

اللہ تعالی قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

"فان خفتم الا تعدلوا فواحدةً"

پھر اگر ڈرو کہ دو بیویوں کو برابر نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی کرو۔

علامہ احمد جیون تفسیر احمدی میں تحت آیت کریمہ فرماتے ہیں:

"فعلم من ههنا ان العدل بین الازواج فرض سواء كانت جديدة او قديمة بكراً اوثيباً مسلمة و كتابيةً وذلك العدل في الكسوة والنفقة والسكنى والبيتوتة معها لا في محبة القلب لان ذلك غير مقدور البشر ولا في الجماع ولا في حق السفر ملخصاً"

(تفسیر احمدی مطبوعہ دہلی ص ۱۲۸)

یہیں سے معلوم ہوا کہ بیویوں کے درمیان برابری کرنا فرض ہے۔ اب چاہے وہ بیویاں نئی ہوں یا پرانی۔ بغیر شادی شدہ ہوں یا شادی شدہ۔ مسلمان ہوں یا اہل کتاب۔ یہ برابری کپڑے دینے نفقہ اور مکان دینے اور اس کے پاس رہنے میں ہے، نہ کہ دل سے محبت کرنے میں کہ یہ قدرت بشر سے باہر اور نہ جماع کرنے میں اور نہ سفر کرنے میں۔

آیت: "ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل فتذروها کالمعلقه" (سورۃ نساء رکوع ۹)

اور تم سے ہرگز نہ ہو سکے گا کہ عورتوں کو برابر رکھو اور چاہے کتنی ہی حرص کرو تو یہ تو نہ ہو کہ ایک طرف پورا جھک جاؤ کہ دوسری کو ادھر میں لٹکتی چھوڑ دو۔

حدیث: "من كان له امرأتان يميل الى احدهما جاء يوم القيامة واحد شقيه مائل"
جس کے پاس دو عورتیں ہوں اور وہ ایک کی طرف مائل ہو تو روز قیامت اس حال میں آئے گا کہ اس کی ایک جانب مائل ہوگی۔

ان آیات سے اور حدیث سے ثابت ہو گیا کہ عمر کا اپنی ایک بیوی سے قطع تعلق کرنا یہاں تک کہ اس سے بات چیت نہ کرنا، اسے اپنے قریب نہ آنے دینا اس کا صریح ظلم و جور ہے اور اس کا یہ فعل قرآن حدیث کے احکام کے خلاف ہے اور یہ اس کی پیری اور بزرگی کے منافی ہے۔ اس کی سزا حدیث میں مذکور ہوئی اور بحکم آیت ظالم کی سزا کا مستحق ہے واللہ تعالی اعلم بالصواب ۷/ ذی الحجہ ۳ے ھ

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۹۶۶)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ شریعت محمدیہ نے سجدہ تعظیمی کو بھی جائز قرار دیا ہے کہ نہیں؟ قرآن پاک میں جو سورہ یوسف میں حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے برادران نے سجدہ کیا تھا تو وہ کونسا سجدہ تھا اور کیا یہ آیت منسوخ ہوگئی۔

سائل فتح محمد جمال الدین چتوڑ گڑھی

الجواب

نحمده ونصلی علی رسوله الكريم

سجدہ تعظیمی پہلی امتوں کے لئے جائز تھا جیسا کہ سیدنا آدم علیہ السلام کے لئے فرشتوں کا سجدہ تعظیمی کرنا اور سیدنا یوسف علیہ السلام کے لئے ان کے بھائیوں اور والدین کا سجدہ تعظیمی کرنا لیکن ہماری اس شریعت محمدیہ علی صاحبہا التحیہ میں یہ سجدہ تعظیمی منسوخ و حرام اور بجائے اس کے بغرض تعظیم سلام مقرر فرما دیا گیا۔

تفسیر مدارک التنزیل میں ہے: "الجمهور على ان المامور به وضع الوجه على الارض وكان السجود تحية لآدم عليه السلام في صحيح اذ لو كان لله تعالى لما امتنع عنه

ابلیس وکان سجود التحیة جائزا فیما مضی ثم نسخ بقوله علیه السلام لسلمان حین اراد ان یسجدله لا ینبغی لمخلوق ان یسجدلاحد الاللہ تعالی "

(از تفسیر مدارک مصری ص ۳۳ ج ۱)

جمہور علماء کا یہ قول ہے کہ جس سجدہ کا حکم دیا گیا تھا وہ زمین پر چہرہ کا رکھ دینا تھا اور صحیح مذہب میں یہ سجدہ آدم علیہ السلام ہی کے لئے تعظیمی تھا۔ کیونکہ اگر وہ اللہ تعالی کے لئے ہوتا تو شیطان اس سے انکار نہ کرتا۔ اور سجدہ تعظیمی پہلے زمانہ میں جائز تھا پھر وہ اس حدیث سے منسوخ ہو گیا جو حضرت سلمان سے مروی ہے جب انہوں نے حضور کو سجدہ کرنے کا ارادہ کیا تھا تو حضور نے فرمایا کسی مخلوق کو مناسب نہیں کہ اللہ تعالی کے سوا کسی کو سجدہ کرے۔

حضرت محی السنۃ علامہ علاء الدین خازن تفسیر خازن میں فرماتے ہیں:

وفی هذا السجود قولان اصحهما انه کان لآدم علی الحقیقة ولم یکن فیه وضع الجبهة علی الارض وانماهو الانحناء وکان سجود تحیة وتعظیم لاسجود عبادة کسجود اخوة یوسف له فی قوله وخروا له سجداً فلماجاء الاسلام ابطل ذلك بالسلام"

(تفسیر خازن مصری ص ۴۱)

اس سجدہ میں دو قول ہیں، ان ہر دو میں صحیح قول یہ ہے کہ حقیقۃً وہ سجدہ حضرت آدم ہی کے لئے تھا، اور اس میں زمین پر پیشانی کا رکھنا نہیں تھا بلکہ صرف جھکنا ہی تھا اور وہ سجدہ تعظیمی تھا سجدہ عبادت نہیں تھا جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے ان کے بھائیوں کا سجدہ کرنا جو اس آیت میں ہے " وخروا له سجدا " اور ان کے لئے سجدہ کرنے جھکے۔ جب اسلام یعنی شریعت محمدیہ آئی تو سلام سے اسے باطل کر دیا۔

ان تفاسیر سے ثابت ہو گیا کہ سیدنا آدم علیہ السلام کے لئے جو فرشتوں نے سجدہ کیا اور سیدنا یوسف علیہ السلام کے لئے جو ان کے بھائیوں اور والدین نے سجدہ کیا تو یہ سجدے تعظیمی تھے نہ کہ سجدہ عبادت۔ اور سجدہ تعظیمی پہلی امتوں کے لئے جائز تھا اور جب ہماری شریعت آئی تو یہ سجدہ تعظیمی ہمارے لئے منسوخ اور حرام ہو گیا۔ اور ان آیات کا حکم منسوخ ہو گیا اور ان کے بجائے سلام کو مقرر فرما دیا گیا۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب ۱۶ ذوالقعدہ ۱۳۷۱ھ

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل، العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۹۶۷)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بموقع شادی نوشہ پرتیل اتارنا ۔مہندی لگانا ، گلے میں طوق پہننا ، باجوں کا بجنا ،عورتوں کا ڈھولک کے ساتھ گیت گانا ، کنگن کا باندھنا ،کپڑے پیلے پہننا۔سہرے کا باندھنا۔یہ سب باتیں شریعت سے کیسی ہیں؟ ان کاموں کو نہ کیا جائے تو کیا

الجواب

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

شادی کی یہ تمام رسمیں ناجائز ہیں انہیں ہرگز نہ کیا جائے ۔ہاں جو سہرا صرف پھولوں کا ہو وہ جائز ودرست ہے اس کو نوشہ کے سر پر باندھ سکتے ہیں: "کما فصلناہ فی فتاونا الاجملیۃ" نوشہ جب عاقل بالغ ہو تو وہ رسوم شادی سے تمام خلاف شرع امور کو حسب مقدور روکے ۔شادی میں اعزہ ۔پڑوسی ۔ہم قوم اہل محلّہ کو بلائے ۔ان میں جو روٹھے ہوئے ہوں انکو منائے ۔حسب استطاعت انکی تواضع اور مدارات کرے ۔صحیح العقیدہ دیندار قاضی سے نکاح پڑھوائے ۔وغیرہا امور مستحبہ ۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل ، الفقیر الی اللہ عزوجل ،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول ، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۹۶۸)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید ایک شخص کے گھر میں جو اس کا کوئی نہیں ہے ، بارہ بجے رات کو اس طرح پکڑا گیا کہ اس کے گھر میں ایک بیوہ عورت رہتی ہے ، جب رات کو کچھ لوگوں کو شبہ ہوا تو دروازہ پر دستک دی عورت نے دروازہ کھول دیا اور دروازہ پر بیٹھ گئی ، جب لوگوں نے پوچھا کہ تمہارے گھر میں کون ہے ، اس پر عورت نے جواب دیا کہ کوئی نہیں ہے ، لیکن جب دروازہ کھلنے پر ٹارچ جلا کر دیکھا گیا تو چارپائی کے نیچے ایک شخص یعنی زید چھپا ہوا تھا ۔لہذا ایسی صورت میں زنا ثابت ہوا کہ نہیں؟ کیونکہ بستی والے زید کو مجرم ٹھہراتے ہیں ، اور ایسی حالت میں شریعت کی طرف سے زید کو کیا سزا دینے کا حکم ہے؟۔

بینوا توجروا۔

الجواب

نحمد ونصل علی رسولہ الکریم

صورت مسئولہ میں زید کو فقط چار پائی کے نیچے چھپا ہوا دیکھ لینے سے اس پر شرعاً زنا ثابت نہیں ہوتا، لیکن زید کا اس اجنبیہ کے گھر خلوت میں موجود ہونا ہی اس کے مجرم وگنہگار ہونے کو کافی ہے۔ تو اگر بستی والے اس بنا پر بھی زید کو مجرم ٹھہراتے ہیں اور اس کو زدوکوب کریں یا کم از کم اس سے ترک سلام وکلام کریں۔ یا اسکا حقہ پانی بند کردیں تو انہیں حسب مقدور اتنی سزا دینے کا حق حاصل ہے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے: لکل مسلم اقامة التعزیر حال مباشرة المعصیة ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۹۶۹_۹۷۰_۹۷۱_۹۷۲_۹۷۳_۹۷۴_۹۷۵)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں

(۱) عمامہ میں گوٹہ لچکا لگانا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو امام گوٹہ لچکا لگا تا ہو اس کے پیچھے نماز بلا کراہت ادا ہوگی یا کراہت کے ساتھ؟۔

(۲) مسجد میں سوال کرنا اور جو شخص سوال کرے اس کو کچھ دینا دلانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟۔

(۳) مغرق کام کی ہوئی ٹوپی اوڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو امام ایسی ٹوپی اوڑھتا ہو اس کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہوگی یا نہیں؟۔

(۴) افیون۔ سلفہ۔ چرس۔ چنڈا اور دیگر نشے کی چیزیں فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟۔

(۶) برتن وغیرہ پر اپنا نام اپنے برتن وغیرہ کی پہچان کیلئے کھدوانا جائز ہے یا نہیں؟۔

(۷) جس رکابی پر ہندی میں لکھا ہو اس میں کھانا کھانا پانی پینا کیسا ہے جائز ہے یا نہیں؟۔

المستفتی اعجاز احمد پیلی بھیتی عفی عنہ ۱۹ر ذی الحجہ ۱۳۷۱ھ

الجواب

نحمد ونصل علی رسولہ الکریم

(۱) عمامہ میں گوٹہ لچکا چار انگل سے زائد لگانا ممنوع وناجائز ہے۔

درمختار میں ہے:

المنسوج بذهب يحل اذا كان هذا المقدار اربع اصابع و الا لا يحل للرجل ۔
تو جو عمامہ میں گوٹہ چار انگل سے زائد لگا کر نماز پڑھائے گا اس کے پیچھے نماز بکراہت ادا ہوگی اور چار انگل ہو تو نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) مسجد میں سوال کرنا حرام ہے اور سائل کو دینا مکروہ ہے۔ درمختار میں ہے: و يحرم فيه السوال و يكره الاعطاء مطلقا ۔ اگر کسی کو کچھ دینا ہو تو مسجد سے باہر نکل کر دیدے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۳) مغرقی کام کی ہوئی ٹوپی پر اگر کام ایسا تھا کہ جس میں وہ کام ہی نظر آئے اور نیچے کا کپڑا نظر نہ آتا ہو اور وہ کام چار انگل سے زائد پر ہو تو ناجائز ہے جس کی عبارت جواب نمبر ا میں منقول ہوئی تو اگر امام ایسی ٹوپی کو پہنکر نماز پڑھائے تو اس کے پیچھے نماز بکراہت ادا ہوگی ورنہ کراہت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۴) افیون، چرس، چنڈو، کوکین، شراب وغیرہ چیزوں کا بیچنا مکروہ تحریمی ہے۔
درمختار میں ہے ان ما قامت المعصية بعينه يكره بيعه تحريما والا تنزيها ۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۶) پہچان کیلئے برتن پر اپنا نام لکھوا سکتا ہے لیکن وہ عربی فارسی کے حروف میں نہ ہو۔ عالمگیری میں ہے: لان لتلك الحروف الحرمة ۔ ہاں انگیریزی یا ہندی میں اپنا نام کندہ کرالے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۷) جس برتن پر ہندی میں کچھ لکھا ہو اسکا استعمال کرنا اور اس میں کھانا پینا ممنوع نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۹۷۶)

کیا فرماتے علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
ہمارے یہاں کی رسم ہے کہ جو لوگ چاہے عورت ہو یا مرد۔ دادا دادی۔ دادا اور دادی کے بھائی بہن سے ۔ نانا اور نانی کے بھائی بہن سے۔ بیوی کی بھابھی سے۔ اس کے بھائی کی بیوی اس کی بہن

سے۔شوہر کے بھائی کی بیوی اور اس کی سالی سے۔اور اس کی سالی کے شوہر سے اس کا سالا۔اور سالے کی بیوی سے۔بہن کی نند کا شوہر سے۔مندرجہ خرافات مذاق کیا کرتے ہیں۔اکثر بے علم مذاق کی زیادتی میں شادی بیاہ میں مرد مرد ہوں۔یا عورت عورت۔یا مرد عورت ہوں۔دست درازی بھی کرتے ہیں، علاوہ ازیں شادی بیاہ میں ان مذکورہ بالا رشتے کے مذاقی لوگ مرد عورت آیا کرتے ہیں، پردہ وغیرہ کا کوئی خاص انتظام بھی نہیں ہوتا ہے۔آپس میں مرد عورت کے رونمائی بھی ہوتی ہے، اکثر و بیشتر مرد عورت محرمات یا محرمات غیر محرمات مرد عورت سے بات چیت بھی بغیر حجاب کے کرلیا کرتے ہیں، اور خاص کر ان مذکورہ بالا مذاقی لوگ دولہا دلہن کے ابٹن لگنے کے وقت، ابٹن لیکر مرد مرد سے، عورت عورت سے، اور مرد عورت کے بھی لہولعب کرلیا کرتے ہیں، اس وقت اگر کوئی مردوں یا عورتوں میں سے اپنی عفت کو محفوظ رکھنے کے لئے آڑ بنائیں تو بھی مرد باہر دیگر مردوں سے اور عورت گھر میں گھس کر ان محفوظہ عورتوں سے کھیل کیا کرتے ہیں جس کو جہاں موقع مل جائے، غرضیکہ ان موقوں پر پچیس فیصدی محفوظ رہنے کا تصور لیا جاسکتا ہے، اس جگہ میں جہاں کہ شدت کے ساتھ ان خرافات سے رکاوٹ ہوتی ہے ورنہ اتنا بھی محفوظ رہنا غیر ممکن ہے، اور گیت کا گانا عام طریقہ سے جاری ہے اگر چہ سب کے سب نہیں گاتیں، غرضکہ بہ تسی خرافات ہیں کیا عرض کروں، یہاں مقامی مولوی صاحبان اپنی اپنی بیوی بہن ماں اہل خاندان کو ایسی جگہوں پر بھجا کرتے ہیں، ان حضرات سے اگر دریافت کیا جاتا ہے کہ ایسی خرافات جگہوں میں جا کر کیوں بھیجتے ہو۔وہ صاحبان جواب دیتے ہیں کہ کسی کی بیوی سے اپنی ماں کے ساتھ نانا نانی کے گھر یا خود رشتہ داروں کے گھر جاتے ہیں تو کیا حرج ہے، چونکہ ماں کے ساتھ رہنے میں کیا خرافات بول سکتی ہے، یا کیا بے پردگی ہوسکتی ہے۔ماں کے ساتھ جاسکتی ہے کوئی حرج نہیں ہے، حالانکہ ان کی ماں خود ان خرافات مجلس میں چھٹکارہ نہیں ہے، بات سمجھ میں نہیں آتی ہے کہ ایسی جگہوں میں خفتہ را خفتہ کے کند بیدار کیسے ہو سکتا ہے، علاوہ ازیں جو ماں بہن کے بارے میں کہا جاتا ہے تو فرماتے ہیں کہ (الضرورۃ تدفع فی المحزورات) کہکر نبھا دیتے ہیں، حالانکہ عورتوں کو جو داعی اپنے گھر بلاتے ہیں کسی خانہ داری کے خیال سے نہیں محض تزئین شادی کی نیت ہوتی ہے۔چہل پہل مقصود ہوتا ہے، اور جو عورتیں جاتی ہیں محض نفس پرستی و جواہراتی سنگار وغیرہ دکھانا مقصود ہوتا ہے۔اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان مذکورہ صورتوں میں عورتوں کو ایسی جگہوں میں جانا یا بھیجنا یا شرکت کروانا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں، اور مولوی صاحبان کا قول درست ہے یا نہیں؟۔اگر مولوی صاحبان کا قول صحیح درست نہیں ہے تو ان کی وجہ

سے جولوگ ایسی بلا میں مبتلا ہو گئے ہیں انہیں کیا کرنا چاہئے؟۔ مدلل کتب میں فقہ اور حوالہ نمبر کتب سے جلد جواب تحریر فرمادیں۔ کیوں کہ یہاں وبال ان لوگوں میں مبتلا ہے ساتھ ہی ساتھ مہر ڈلوادیں عین نوازش ہوگی مشکور ہونگا تحفظ کرنا آپ لوگوں کا ذمہ ہے۔ فقط والسلام۔ المستفتی محمد قمر الدین

الجواب

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

یہ رسم قرآن کریم اور حدیث کے بالکل مخالف ہے، اس میں چند ممنوعات شرعی ہیں۔ غیر محارم کے ساتھ اختلاط ہے۔ نہایت بے ہودہ تمسخر و مذاق ہے، شرم ناک دست درازی اور مس ہے، سخت بے ہودگی اور بے حیائی ہے۔ قرآن کریم میں تو اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے:

قل للمؤمنین یغضوا من ابصارهم ویحفظوا فروجهم ۔ ذلك ازكى لهم ۔ ان الله خبیر بما یصنعون ۔ وقل للمؤمنات یغضضن من ابصارهن ویحفظن فروجهن ولا یبدین زینتهن الا ما ظهر منها ولیضربن بخمرهن علی جیوبهن ولا یبدین زینتهن الا لبعولتهن اوآبائهن او آباء بعولتهن او ابنائهن او ابناء بعولتهن او اخوانهن او بنی اخوانهن او بنی اخواتهن او نسائهن او ما ملكت ایمانهن او التابعین غیر اولی الاربة من الرجال او الطفل الذین لم یظهروا علی عورات النساء ولا یضربن بارجلهن لیعلم ما یخفین من زینتهن وتوبوا الی الله جمیعا ایه المؤمنون لعلكم تفلحون ۔

(از سورۃ النور ع ۹ ج ۱۸)

مسلمان مردوں کو حکم دو کہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لئے بہت ستھرا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ کو ان کے کاموں کی خبر ہے اور مسلمان عورتوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنی زینت نہ دکھائیں مگر جتنی خود ظاہر ہے اور اپنے دوپٹہ کو اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنا سنگار ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر، یا اپنے باپ، یا شوہروں کے باپ، یا اپنے بیٹے، یا اپنے شوہروں کے بیٹے، یا اپنے بھائی، یا اپنے بھتیجے، یا اپنے بھائی، یا اپنے دین کی عورتیں اور اپنی کنیزیں جو اپنے ہاتھ کی ملک ہوں یا نوکر بشرطیکہ شہوت والے مرد نہ ہوں۔ یا وہ بچے جنہیں عورتوں کی شرم کی چیزوں کی خبر نہیں اور زمین پر زور سے پاؤں نہ رکھیں کہ ان کا چھپا ہوا سنگار جان لیا جائے اور اللہ کی طرف توبہ کروائے مسلمانو! سب کے سب اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔

بخاری شریف و مسلم شریف میں حضرت عقبہ بن عاص رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ایا کم والدخول علی النساء فقال رجل یا رسول الله ارأیت الحمو قال الحمو الموت ۔ (مشکوۃ شریف ص ۲۶۸)

تم اپنے آپ کو اجنبی عورتوں پر داخل ہونے سے دور رکھو۔ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں خبر دیجئے دیور کے متعلق ۔ فرمایا دیور تو موت ہے۔

مسلم شریف میں حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی انہوں نے فرمایا:

سألت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم عن نظر الفجاء فامرنی ان اصرف بصری " (مشکوۃ شریف ص ۲۶۸)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیگانہ عورت پر اچانک نظر پڑنے کے متعلق دریافت کیا تو حضور نے مجھ کو یہ حکم فرمایا کہ میں اپنی نظر فورا پھیرلوں۔

امام بیہقی شعب الایمان میں حضرت حسن رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: لعن الله الناظر والمنظور الیه (مشکوۃ شریف ص ۲۷۰)

اللہ تعالیٰ غیر کی عورت پر نظر کرنے والوں کو اور ان پر بقصد و رغبت نظر کرنے والوں پر لعنت فرماتا ہے۔

اس آیت کریمہ اور احادیث شریفہ سے ثابت ہو گیا کہ مردوں کا اجنبی عورتوں کے سامنے بے تکلف آنا جانا اور بلا ضرورت شرعی ان کے چہرہ یا کسی حصہ بدن کو بقصد و رغبت دیکھنا، اسی طرح عورتوں کا غیر محارم کو اپنا بناؤ سنگھار ظاہر کرنا اور بلا ضرورت بے پردہ و حجاب ہو کر انہیں اپنے چہرہ یا کسی حصہ کا بدن دکھانا اور بلا حاجت اپنی آواز سنانا شرعا ممنوع وناجائز ہے۔ ہاں عورتیں اپنے شوہر یا اپنے باپ دادا یا شوہر کے باپ یا اپنے بیٹے پوتے یا شوہر کے بیٹے یا اپنے بھائی یا بھتیجے یا بھانجے یا اپنے ماموں چچا یا رضاعی باپ دادا کے بھائی یا چچا یا نابالغ نادان بچے یا ایسے صالح بوڑھے جن میں اصلا شہوت باقی نہ رہی ہو وغیرہ محارم کے سامنے آنے جانے اور ان سے کلام کرنے میں حرج نہیں ۔ اور جیٹھ دیور کو تو حدیث شریف میں موت فرمایا گیا ہے تو اور غیر محارم رشتہ داروں اور برادری کے لوگوں اور پڑوسیوں اور اجنبیوں کا کیا ذکر۔ پھر ان سے مذاق کرنا ان کے ساتھ کھیل کود کرنا ان سے دست درازی کرنا حرام اور سخت بے

حیائی اور انتہائی بے غیرتی کی بات ہے۔ لھذا ایسی خلاف شرع و جاہلانہ رسم کو جلد از جلد بند کیا جائے اور جب تک یہ رسم بند نہ ہو اس وقت تک مسلمان اپنی مستورات کو ایسے مواقع پر ہر گز ہر گز نہ بھیجیں۔ اور خاص کر علمائے کرام جو حاملین شرع ہیں وہ اپنے اہل خانہ کو ایسی جگہوں میں بھیجنے میں اجتناب کریں پرہیز کریں۔ چونکہ ان کو محظور و ممنوع تو وہ بھی جانتے ہیں، اور جس نے نہایت بیبا کی اور دلیری سے یہ کہدیا کہ ''الضرورات تدفع فی المحظورات'' تو یہ نہ کوئی آیت ہے نہ حدیث نہ قول فقہاء۔ تو اس سے استدلال کس بنا پر ہے۔ علاوہ بریں یہ جملہ خود مستدل کے بھی خلاف ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حرام چیزوں میں ضرورتیں ختم کردیجاتی ہیں یعنی ضرورت کسی حرام کی حرمت کو باطل نہیں کرتی۔ تو اس جملہ سے خود مستدلین پر اقبالی ڈگری ہوگئی۔ رہا فقہاء کرام کا مشہور قاعدہ" الضرورات تبیح المحظورات" اس میں ضرورت سے مراد ضرورت شرعی ہے تو ان، مستدلین سے دریافت کرو کہ اس رسم میں کونسی ضرورت شرعی ہے جس نے محرمات کو حلال کردیا۔ اور اگر اس قول فقہاء سے بھی ایسا غلط استدلال کیا جائے اور اس کو معتبر قرار دیا جائے تو ہر مرتکب حرام محض اپنی طرف سے ضرورت کا عذر پیش کر کے ہر حرام کو حلال ٹھہرائے گا پھر تو کوئی حرام حرام ہی باقی نہ رہے گے۔ العیاذ باللہ تعالی۔ مولی تعالی ہمیں اور سب مسلمانوں کو اتباع شریعت کی توفیق عطا فرمائے۔

۵/ شعبان المعظم ۱۳۷۳ھ

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۹۷۶-۹۷۸-۹۷۹)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) داڑھی کتنی رکھنا واجب ہے۔ زید کا یہ کہنا ہے کہ داڑھی اتنی ہو کہ چالیس قدم سے بال معلوم ہو جائیں خواہ وہ ایک مشت ہو یا اس سے کم، اتنی داڑھی رکھنا واجب ہے ایک مشت واجب نہیں ہے۔ نیز عمرو یہ کہتا ہے کہ داڑھی اتنی ہو کہ جلد چمکے جلد معلوم ہو خواہ ایک انگشت ہو اتنی داڑھی رکھنا واجب ہے اس سے زائد واجب نہیں، کیا حکم شرعی ہے؟۔ بینوا توجروا۔

(۲) بیوی سے جماع کرنا واجب ہے یا فرض یا سنت۔ اگر فرض ہے تو تمام عمر میں کتنے مرتبہ جماع کرنا فرض ہے۔ اور اگر واجب ہے تو عمر بھر میں کتنی مرتبہ جماع کرنا واجب ہے۔ اور اگر سنت یا مستحب ہے تو ایک ہفتہ میں یا ایک ماہ میں کتنی مرتبہ جماع کرنا سنت یا مستحب ہے۔ شوہر جماع نہ کرتا ہو،

بیوی ہم بستر ہونا چاہتی ہے اپنی خواہش شوہر سے ظاہر کرتی ہے تو ایسی صورت میں شوہر کو جماع کرنا فرض ہے یا واجب یا سنت یا مستحب؟۔ اگر بیوی ہم بستر ہونے کی خواہش کرتی ہو اور شوہر جماع نہ کرے تو شوہر پر شرعا کیا حکم ہے؟۔ تو شوہر گنہ گار ہوگا یا نہیں شرعا جو حکم ہو ارشاد کیا جائے۔ بینوا توجروا

(۳) حدیث میں ہے کہ شفاعتی لاهل الکبائر من امتی " حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری شفاعت امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لئے ہے۔ دوسری حدیث شریف میں ہے ارشاد فرماتے ہیں کہ " من ترك سنتي لم ينل شفاعتي " یعنی جس نے میری سنت چھوڑ دی میری شفاعت اس کے لئے نہیں۔

سود ریافت طلب امر یہ ہے کہ پہلی حدیث میں شفاعت کبیرہ گناہ کرنے والے کے لئے خاص فرمایا اور دوسری میں فرمایا کہ جو سنت ترک کرتا ہو اس کو میری شفاعت نہیں۔ کیا سنت ترک کرنا گناہ کبیرہ نہیں؟۔ اگر ہے تو پھر کونسی حدیث صحیح ہے ان میں پہلی حدیث صحیح مانی جائے تو دوسری اس کے خلاف۔ اگر دوسری صحیح مانی جائے تو پہلی اس کے خلاف ہوتی ہے۔ کیا حکم شرعی ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

(۱) زید عمرو دونوں کے اقوال باطل اور خلاف شرع ہیں۔ داڑھی کا یکمشت ہونا سنت ہے۔ درمختار میں ہے: ' هي والسنة فيها القبضة ' اشعۃ اللمعات میں ہے: '' اعفاء اللحیۃ وامر گردانیدن ریش ست ومشہور حد یکمشت ست چنانچہ کمتر ازیں نباید۔

ان عبارات سے ظاہر ہوگیا کہ یکمشت سے کم داڑھی رکھنا خلاف سنت اور ناجائز ہے۔ زید وعمر کو مسائل شرع میں ایسی جرأت ہرگز نہیں کرنی چاہئے۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

(۲) اپنی بیوی سے پہلا جماع کرنا تو فرض ہے اور اس کے بعد کے تو سب سنت ہیں۔

فتاوی برہنہ میں ہے: وطی اول فرض است وباقی سنت است۔ اور کثرت جماع مضر صحت اور سبب ضعف ہے۔ جماع طبیعت کی نشاط پر مبنی ہے اگر نشاط نہ ہو تو شوہر پر کچھ گناہ نہیں۔ ہاں ہر ایک دوسرے کی خواہش کا لحاظ رکھے۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

(۳) دونوں حدیثیں صحیح ہیں اور ان میں ایک دوسرے کے خلاف نہیں ہے۔ پہلی حدیث شریف میں شفاعت عظمی کا بیان ہے جو ہر کبیرہ والے کو عام ہے، تارک سنت بھی ان میں داخل ہے۔ اور دوسری

حدیث شریف سے شفاعت خاصہ مراد ہے اور شفاعت خاصہ سے تارک سنت محروم ہے تو دونوں حدیثوں میں نہ تعارض ہے نہ ان کے مضامین میں کوئی مخالفت۔

ردالمحتار میں حدیث ثانی کے تحت میں فرماتے ہیں: لعله للتنفير عن الترك او شفاعة الخاصة بزيادة الدرجات اما الشفاعة العظمى فعامة لجمع الخلائق۔

(ص ۲۷۳ ج ۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۹۸۰_۹۸۱)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

(۱) مروجہ تعزیہ داری جائز ہے یا ناجائز۔ اگر کربلائے معلیٰ کا صحیح نقشہ بنا کر ایام محرم میں رکھا جائے۔ تو ایسا تعزیہ دیکھنا روا ہے یا نہیں؟۔ وہ علماء جو مسئلہ تعزیہ داری میں خاموش ہیں، وہ راہ حق پر ہیں یا نہیں؟۔ از راہ کرم جواب جلد از جلد مرحمت فرمائیں۔

(۲) جس شخص نے عالم دین کو برا کہا جاہل بتایا یا اسکی شان میں سب کے سامنے دینی مسئلہ کا انکار کرتے ہوئے گستاخی کی اور یہ کہا کہ نماز روزہ کو اسلام نہیں کہتے ہیں اور جتنے آجکل ہندوستان کے عالم ہیں، ان میں کوئی اسلام والا نہیں ہے۔ وہ شخص از روئے شرع شریف کیسا ہے؟ مسلمانوں کو اس کے ساتھ کیا معاملہ برتاؤ کرنا چاہیے؟۔ المستفتی، سخاوت حسین۔

الجواب

نحمده ونصلی علی رسوله الكريم

(۱) صرف کربلائے معلیٰ کا صحیح نقشہ بنالینا اور اس کا مکان میں لگانا یا رکھنا جائز ہے۔ لیکن عرف ورواج میں جس کا نام تعزیہ داری ہے، وہ بکثرت ممنوعات شرعی پر مشتمل ہے، تو ایسی تعزیہ داری ناجائز ہے۔ علماء اہلسنت نے ہمیشہ سے مروجہ تعزیہ داری کے ناجائز ہونے ہی کا حکم دیا ہے اور اظہار حق میں کبھی خاموشی اختیار نہیں کی ہے۔ مولیٰ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو شرع پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲) سنی عالم حقانی کو بلا کسی شرعی وجہ کے برا کہنا، یا اسکی شان میں گستاخی کرنا یا اسے جاہل بتانا

ممنوع وناجائز ہے۔اور کسی دینی مسئلہ کا بغیر کسی دلیل شرعی کے انکار کرنا اور نماز روزہ کے لئے ایسا لفظ کہنا سخت بات ہے جس سے اس شخص پر توبہ لازم وضروری ہے، اور جب تک وہ توبہ نہ کرے مسلمان اس سے معاملات میں بالکل اجتناب اور پرہیز کریں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۹۸۲_۹۸۳_۹۸۴)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین بابت اس مسئلہ کے کہ

(۱) ایسے لوگوں کے ساتھ تعلق رکھتا ہو جن لوگوں نے اپنی کتاب میں یہ شعر تحریر کیا ہو۔

جب مسیحا دشمن جان ہو تو ہو کیونکر کون رہبر بن سکے جب خضر بہکانے لگے

کیا شعر مذکور میں حضرت مسیح وخضر علیہم السلام کی شان میں گستاخی نہیں کیجارہی ہے؟ کیا نبیوں کی شان میں ایسی گستاخی کرنیوالا خارج از اسلام نہیں ہوتا؟ اگر ہو جاتا ہے تو ایسے لوگوں کے ساتھ دینے والے کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ اس کو امام بنایا جا سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) شعر مذکور بالا تحریر کرنے والوں کی بابت بھی مفصل طور سے حکم صادر فرمایا جائے کہ وہ لوگ مسلمان رہتے ہیں یا نہیں اور ایسے لوگوں سے ربط وضبط سلام وکلام رکھنے کا کیا حکم ہے؟

(۳) اور جو لوگ غیر مقلد بد دین مولوی کی تقریر منعقد کراتے ہوں اور ان کو اپنے یہاں بلواتے ہوں اور تعلقات رکھتے ہوں ایسے لوگوں کے ساتھ سنی مسلمان کو کیسا تعلق رکھنا چاہئے؟ از روئے شرع شریف حکم صادر فرمایا جائے۔فقط امید کہ جواب جلد از جلد مرحمت فرمائیں گے۔

المستفتی محمد عابد قریشی منڈی مدار ٹیکری جبل پور ۱۲/ اگست ۵۴ء

الجواب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

(۱_۲) شعر مذکور میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی شان میں ضرور سوء ادبی ہے مگر نہ اس قدر کہ شاعر پر حکم کفر دیدیا جائے۔تو ایسے شاعر بیباک سے تعلقات کا نہ رکھنا ہی بہتر ہے مگر نہ اس حد تک کہ تعلق رکھنے والے کی امامت ناجائز ہو جائے

(۳) جو لوگ غیر مقلدین سے تعلقات رکھتے ہوں، ان کے مولویوں کو دعوت دیکر بلاتے ہوں

،ان کی تقریر کراتے ہوں تو انہوں نے گمراہوں کی توقیر کی ۔ ان سے میل جول کو روا رکھا۔ لہٰذا ایسے لوگوں سے سنی مسلمانوں کو تعلق نہ رکھنا چاہئے۔

حدیث شریف میں ہے: ایاکم و ایاھم لا یضلونکم و لا یفتنونکم ۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ ۲۶/ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل، العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۹۸۵۔۹۸۶)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین دامت برکاتہ العالیہ مسائل حسب ذیل میں

(۱) موجودزمانے میں بعض بیاہ شادی اور عقیقہ میں لاؤڈاسپیکر لگاتے ہیں اوراس پر رکاڈ اور دیگر مزامیر کے ساتھ گانا کراتے ہیں، لہذا ایسی جگہ تقریب وغیرہ میں شرکت دینا کھانا کھانا نیز فاتحہ پڑھنے کیلئے بلائے تو فاتحہ پڑھنے جانا شرعا جائز ہے کیا نہیں۔ اگر عوام شریک ہوں کھانا کھائیں فاتحہ پڑھنے جائیں تب کیا حکم ہے۔ عوام اور متقی اور پرہیز گار اور عالم ومفتی کے لئے ایک حکم ہے یا جدا جدا۔ اگر کوئی شخص جو عالم ومفتی یا متقی پرہیز گار ہو اور وہ جس وقت شریک ہو یا کھانا کھانے جائے یا فاتحہ پڑھنے جائے تو اتنی دیر کو جتنے وقت پر یعنی جتنے دیر تک جتنے وقت تک وہ وہاں رہے لاؤڈسپیکر پر ہر مزامیری گانا بند رہے اس کے جانے پر بند کردیا جائے واپس آئے پر مزامیری کا نا لاؤڈسپیکر پر شروع کیا جائے۔

تو اس صورت میں ایسی جگہ کسی عالم ومفتی ومتقی پرہیز گار کو جانا شرکت دینا اور کھانا کھانا یا فاتحہ پڑھنے جانا جب کہ اس کے جانے پر اس کی موجودگی تک مزامیری گانا بند رہے ہاں اس کے واپس آنے پر شروع کیا جائے کیسا ہے جائز ہے یا نہیں؟ شرعا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

(۲) زید جو قریب مسجد رہتا ہے وہ نماز عشاء دوسری مسجد میں جو اسکے گھر سے کچھ فاصلہ پر اور دوسرے محلہ میں ہے جاتا ہے اس سے جب کہا کہ تم قریب محلہ کی مسجد چھوڑ کر دوسری مسجد میں کیوں جاتے ہو اس پر زید نے کہا ہم کو یہاں جماعت نہیں ملتی ہے اس لئے جاتا ہوں، اس پر زید نے کہا کہ یہاں اور وہاں دونوں مسجدوں میں ایک ہی وقت پر جماعت ہوتی ہے بلکہ اس مسجد میں یہاں سے بھی پہلے ہو جاتی ہے۔ پر زید نے کہا کہ بعد نماز عشاء وہاں مولوی صاحب قریب نصف گھنٹہ تفسیر قرآن شریف ہیں میں تفسیر سنتا ہوں اسلئے وہاں جا کر نماز پڑھتا ہوں اس پر اس نے کہا نماز پڑھنے کے بعد وہاں

جا کر تفسیر سن سکتے ہو۔لہذا زید نے جواب دیا کہ یہاں سے پھر جانا دشوار ہے دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید پر شرعا کیا حکم ہے۔ کہ وہ قریب محلے کی مسجد چھوڑ کر صرف نماز عشاء دوسری مسجد میں پڑھتا ہے اس کے ثواب میں کچھ کمی تو نہیں ہوگی اور تفسیر کے سننے کا ثواب اس صورت میں اس کو ملے گا یا نہیں۔

بینوا توجروا۔ المستفتی حقیر محمد عمر ابن قادری رضوی مصطفیٰ ٹولہ محلہ منیر خان پیلی بھیت۔

١٦۔ذی الحجہ ٧٣ ١٣ھ۔

الجواب

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

(۱) شادی، ولیمہ، عقیقہ میں رکاڈ کا مزامیر گانا اور اسمیں لاؤڈ سپیکر لگا دینا نا جائز وحرام ہے، ان میں شریک کرنا اور دعوت کھانے کیلئے جانا ممنوع ہے اور اگر وہاں کے گانے اور لہولعب کا پہلے ہی سے علم ہے تو انکی دعوتوں میں نہ جائے۔ نہ شرکت کرے نہ کھانا کھائے نہ فاتحہ کیلئے جائے۔اور اسمیں متقی و مفتی اور عوام سب کیلئے ایک حکم ممانعت ہے درمختار میں ہے۔

وان علم اولا باللعب لایحضر اصلا سواء کان ممن یقتدی به اولا۔

ہاں اگر کسی متقی یا مفتی کی موجودگی کے وقت وہ گانا بند کر دیا جائے اور انکی روانگی کے بعد پھر شروع کر دیا جائے تو انہیں اجازت ہے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے۔ان علم المقتدی به بذالك قبل الدخول وهو محترم یعلم انه لو دخل بتر کون ذالك فعلیه ان یدخل۔

اور اگر انہیں اس کا بھی پہلے ہی سے علم ہو کہ وہ ایسا کرینگے۔ تو متقی و مفتی کیلئے وہاں نہ جانا ہی اولی اور بہتر ہے۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

(۲) زید جب صرف نماز عشاء میں اپنے قریب کی مسجد کو چھوڑ کر دور کی مسجد میں صرف اس غرض کیلئے نماز پڑھنے جاتا ہے کہ وہاں بعد نماز عشا تفسیر قرآن کریم ہوتی ہے اور یہ زید اپنی قریب والی مسجد کے ان لوگوں میں سے نہیں ہے جن پر جماعت کا قیام یا کثرت موقوف ہو تو زید کیلئے اس غرض خاص کی بنا پر دور والی مسجد میں نماز پڑھنے میں ثواب کی کمی نہ ہونی چاہئے اور تفسیر سننے کا ثواب اس کو انشاء اللہ تعالی کامل ملیگا۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب ۔ ١٤ ؍ صفر المظفر ٧٣ ١٣ھ۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل ، الفقیر الی اللہ عزوجل ،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول ، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (٩٨٧)

حاجی الحرمین الشریفین قبلہ وکعبہ جناب مولانا مفتی شرع متین محمد اجمل شاہ صاحب دام ظلکم۔

گزارش خدمت والا میں کم ترین کی یہ ہے کہ کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں علماء سنت والجماعت یعنی ایک مسلمان سے ہندو روپیہ مانگتا تھا، جب اس مسلمان نے اسکے روپیہ ادا نہیں کیے تو اس نے عدالت مین دعوی کردیا۔ جب اس مسلمان کو معلوم ہوا تو اپنا مکان ایک دوسرے مسلمان کو بیع کردیا، اور اسکی رجسٹری بالا بالا کرالی، اس رجسٹری میں دو مسلمانوں کی سائین کرالی گئی تھی۔ اب اس مقدمہ کی کاروائی عدالت میں جاری ہوکر جھوٹے سائین کی تھی اسکے نام سمن سرکار کی طرف سے نکل گئے اور پیشی گواہوں کی مقرر ہوگئی، اب جس نے مکان بیچا ہے وہ کہتا ہے کہ تم اپنے بیانوں میں یہ کہدینا کہ روپے ہمارے سامنے دیدئے، گوکہ روپیہ گواہوں کے روبرنہیں دیئے اور اس نے یہ بھی ظاہر کیا کہ اگر تم میرے کہنے کے موافق شہادت دیدو تو دوسو روپیہ میں مسجد میں اپنی خوشی سے دیدونگا، ان گواہوں میں ایک مسجد کا پیش امام بھی ہے، یہ بات دیگر مسلمانوں نے جب سنی تو چند آدمی یوں کہتے ہیں اگر اس طرح پیش امام نے جھوٹی گواہی دیدی تو اسکے پیچھے نماز جائز نہیں ہوگی اور ایسے رشوت کہ روپیہ مسجد میں کسی ضرورت میں لگانا جائز نہیں۔ اسلئے آپکی خدمت میں یہ عریضہ پیش ہے اسکا جواب شرع شریف کی رو سے جلدی عنایت فرماکر مشکور فرمادیں، جواب کے لئے لفافہ ہذا میں ٹکٹ رکھدئے ہیں۔ فقط

المکلف کمترین عباس علی عرف شوکت

الجواب

نحمده ونصلى على رسوله الكريم

اگر امام مذکور نے جھوٹی گواہی دی تھی تو وہ فاسق ہوگیا۔ اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ جسکا اعادہ واجب ہے ردالمحتار میں ہے: كل صلوة اديت مع كراهة تجب اعادتها ۔

اور مسجد میں رشوت کا ناپاک مال لگانا مکروہ ہے۔ ۔اما لوانفق ذلك ما لا خبيثاا وما لا سببه الخبيث والطيب فيكره لا ن الله تعالى لا يقبل الاالطيب فيكره تلو يث بيته بما لا يقبله ۔ والله تعالى اعلم بالصواب ۔ ١١ربیع الاول ١٣٧٢ھ

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل، العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۹۸۸-۹۸۹-۹۹۰)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ امام حسین عالی مقام کی یادگار کے سلسلہ میں جو عزاداری ہندوستان یا دیگر مقامات پر ہوتی ہے اسکی کیا اصلیت ہے اور اسکی بابت کیا جواز ہے اور رسم جواز عزاداری میں کن کن احکامات کے ذریعہ استدلال کرتے ہیں برائے مہربانی یہ عبارت احادیث یا نص قطعی بہر حال مدلل طریقہ پر کل سوالوں کا جواب تحریر فرمائیے۔ایک یہ سوال عرض کیا اور ذیل میں مندرج ہیں۔

(۲) کیا تعزیہ ہر سال دفن کرنا جائز ہے اگر ہے تو کہاں سے ثبوت ہے؟۔

(۳) بروقت ادا کرنے رسم عزاداری امام عالی مقام ننگے سر ہونا، منہ پیٹنا، سیاہ پوش ہونا، میلا اور بوسیدہ لباس زیب تن کرنا کہانتک درست ہے؟۔اور سات تاریخ محرم الحرام کو حضرت عباس علم دار کا علم نکالنا، اسکے ہمراہ ننگے پیر پھرنا، نوحہ کرنا اور اقسام اقسام کے مرثیے پڑھنا کیسا ہے؟ نیز ڈھول اور تاشہ وغیرہ بجانا، یا تعزیہ کو سجدہ تعظیمی کرنا، تعزیہ کے سامنے جا کر دلی مرادیں طلب کرنا، عورتوں کو اس کی زیارت کرنا جیسا کہ آج کل عموما طریقہ ہوتا ہے جناب کے نزدیک کیا حکم رکھتا ہے؟ مزار اور قبر پر سجدہ تعظیمی کرنا یا بوسہ دینا کہاں تک جائز ہے؟۔

اگر یہ فعل کسی امام یا مولوی سے وقوع میں آتے ہیں یا وہ اسکی تاکید کرتا ہے تو اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں اور اس کے ہاتھ پر بیعت جائز ہے یا نہیں؟۔گو کہ جناب نے بعض جگہ فرمایا بھی ہے اور ارشاد فرمانے کے بعد اکثر تنبیہ فرماتے رہے ہیں مگر ثبوت تحریری درکار ہے اسلئے تحریری جواب معہ حوالہ کتب معتبرہ فرمایا جائے۔ ۶ / ربیع الآخر ۷۷ھ

الجواب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

تعزیہ کی نقل چونکہ غیر جاندار کی تصویر ہے۔لھذا اس کا بہ نیت تبرک مکان مین رکھنا شرعا جائز ہے لیکن عوام نے اس کے سلسلہ میں تعزیہ داری میں اس اصل جواز کو محو کر کے بہت سی خرافات تراش لیں کہ اب نہ تو روضہ شریف کی صحیح نقل ہی کا نام ہے، پھر مزید براں کسی میں پریاں کسی میں براق کی تصویریں اپنے دل سے گڑھکر اور اضافہ کردی گئیں۔نہ اس میں بہ نیت تبرک مکان میں رکھنا ہی باقی رہا بلکہ اسکو

کوچہ بکوچہ گشت کرانا۔ اوراس کے ساتھ باجے تاشے ڈھول کا بجانا، طرح طرح کے کھیل تماشے کرنا۔ علم نکالنا۔ مہندی چڑھانا۔ اظہار غم کرنا۔ ننگے سر ہونا۔ روافض کے مرثیے پڑھنا۔ نوحہ گانا۔ سینہ زنی اور ماتم کرنا۔ سیاہ پوش ہونا۔ بوسیدہ لباس پہننا۔ ننگے پیر پھرنا۔ اس تعزیہ کو جھک کر سلام کرنا۔ سجدہ تعظیمی کرنا۔ اس سے مراد مانگنا۔ اس کو حاجت روا جاننا۔ عورتوں کو اس کی زیارت کو آنا۔ مردوں اور عورتوں کا خلط ہونا۔ لنگر لٹانا۔ روٹیوں کا اوپر سے پھینکنا۔ یہاں تک کہ اس کے لئے ہر آبادی اور ہر شہر کے قریب ایک کربلا گڑھکر اس مین تعزیہ کو توڑ تاڑ کر دفن کر دینا وغیرہ خرافات و رسوم سب نا جائز و حرام ہین اور قرآن و احادیث کے خلاف ہیں۔

ہاں عشرہ میں حضرات شہدائے کربلا کے لئے سبیلیں کرنا مٹھائی۔ کھانے کھلانا یا تقسیم کرنا بلا شک جائز اور فعل ثواب ہے، اور فضائل حضرات حسنین کریمین رضوان اللہ علیھم اجمعین اور ذکر واقعات شہادت کی محلفیں کرنا اور بروایات صحیحہ یا نظم میں یا نثر میں واقعات شہادت پڑھنا یا پڑھوانا بھی جائز ہے اور امر مستحسن ہے۔ اس کی تفصیل ہمارے فتاوی مین مع جوابات کے موجود ہے، اور اس امام یا مولوی کا ایسے نا جائز امور کو خود کرنا گناہ عظیم اور بڑی جرات ہے، اور دوسروں کو ان نا جائز امور کے کرنے کی تاکید کرنا اور سخت دلیری ہے، اور اسکے فسق و فجور کی بین دلیل ہے۔ لھذا ایسے شخص کی اقتدا میں نماز نہ پڑھی جائے نہ اس کے ہاتھ پر بیعت کرنی چاہئے۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔ ۸؍ربیع الاخر ۱۳۷۴ھ

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۹۹۱-۹۹۲-۹۹۳-۹۹۴-۹۹۵)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

(۱) یہ کہ سردار قوم کے مرجانے کے بعد نیا سردار جو صوم وصلوۃ کا پابند نہ ہو اس کو بالمقابل ایسے لوگوں کے جو قوم میں پڑھے لکھے صوم صلوۃ کے پابند احکام شرعیہ کے ضروریات مسائل سے واقف ہیں سردار بنانا جائز یا نہیں؟۔

(۲) کوئی حاملہ عورت خاوند والی کسی غیر مرد کو جس کے بال بچے بیوی موجود ہوں اپنے خاوند کا نام لئے بغیر دوسرے مرد کا حمل بتلائے تو بغیر ثبوت شرعی کے اس کا کہنا جائز ہے یا نا جائز؟۔

(۳) یہ کہ کوئی حاملہ عورت واسکا مرد جس غیر مرد کا یہ نام لیتی ہے یہ تینوں کوئی پنچایت کرادیں اور

یہ تینوں کسی پنچایت میں کہیں کہ اس حاملہ عورت نے اس غیر مرد کا حمل بتلایا ہے تو کیا پنچوں کو اور سردار کو یہ بات گواہوں کی بات مان کر غیر مرد کے خلاف منصوبہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟۔

(۴) یہ کہ پنچایت حمل کی بابت ہو اس کے سزا میں مبادی زمانہ کے بابت کراتے جاوے کہ فلاں عورت سے فلاں شخص نے زنا کیا ہے اس شخص سے سب لوگ موالات سلام وکلام کھانا پینا لین دین موت مٹی بند کردیں، کیونکہ اس کو پنچوں نے بند کردیا ہے ایسے اشخاص کے ذریعہ خاص کرنا جائز ہے یا نا جائز؟

(۵) یہ کہ جس قوم میں دوسو آدمی ہوں اور پچاس آدمی کوئی ناجائز فیصلہ کرلیں تو کیا ان دوسو آدمیوں کو فیصلے ماننا چاہئے یا نا ماننا چاہئے؟۔

خدا اور سول کے موافق کیا حکم ہے۔ احقر حافظ محمد منور جبل پوری محلہ ڈھاک گر ملونی گنج

الجواب

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

(۱) جو شخص صوم وصلوۃ کا پابند نہ ہو وہ فاسق ہے۔

اور ہدایہ میں ہے: الفاسق من اهل الاهانة ۔

یعنی فاسق اہل اہانت ہے۔ بلکہ لوگوں کو فاسق کی اہانت واجب ہے۔

درمختار میں ہے: وجب علیهم اهانة الفاسق شرعا ۔

اور ظاہر ہے کہ اس کے سردار بنانے میں فاسق کا اکرام ہوتا ہے تو فاسق کا سردار بنانا مکروہ ہوا اور جب وہ ناخواندہ بھی ہو تو اور زیادہ غلط ہے اور جان بوجھ کر جب قوم میں سردار بنانے کیلئے خواندہ پابند شرع شخص موجود ہو تو اس کے مقابلہ میں ایسے ناخواندہ فاسق کو سردار بنانا مکروہ ہوا۔ اور عرفاً سخت ناعاقبت اندیشی ہے۔

(۲) اس حاملہ عورت کا جب شوہر بھی ہے تو وہ حمل اسی شوہر ہی سے ہے جب تک کہ وہ شوہر اس کا انکار نہ کرے اور وقت نکاح سے چھ ماہ سے دوسال تک جو بچہ پیدا ہوگا وہ اسی شوہر کا ہی ہوگا۔

حدیث شریف میں ہے: الولد للفراش وللعاهر الحجر ۔

تو صرف عورت کا قول نہ بچہ کو غیر صحیح النسب ثابت کرسکتا ہے نہ اس سے دوسرے پر الزام شرعی قائم ہوسکتا ہے۔

(۳) جو گواہ پابند صوم وصلوۃ نہ ہونے کی بنا پر فاسق ہوں ان کی شہادت غیر مقبول ہے۔

ہدایہ میں ہے: وتشترط العدالۃ لان قول الفاسق فی الدینات غیر مقبول۔

تو ایسی غیر مقبول شہادتوں پر پنچوں یا سرداروں کو فیصلہ کرنا ممنوع ہے۔

(۴) ناجائز فیصلہ اگر ساری قوم بھی کردے تو ایسا ناجائز فیصلہ ہرگز ماننے کے قابل نہیں۔

حدیث شریف میں ہے: لا طاعۃ لا حد فی معصیۃ اللہ انما الطاعۃ فی المعروف۔

یعنی خدا کی معصیت میں کسی کی اطاعت نہیں کہ اطاعت تو صرف نیکی میں ہوتی ہے۔

(۵) جو لوگ ناجائز فیصلہ کریں یا کرائیں یا اسکو مانیں ان سب کو توبہ واستغفار کرنا ضروری ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ یکم جمادی الآخر ۱۳۷۴ھ

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۹۹۶-۹۹۷-۹۹۸-۹۹۹)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ

(۱) آج کل بیاہ شادی کے موقعوں پر جو باجہ اور ناچ وغیرہ بلائے جاتے ہیں اور رقص وسرور کی محفلیں کی جاتی ہیں آیا یہ شرعا کہاں تک درست ہے؟ مفصل جواب مرحمت فرمائیں۔

(۲) شیخ نقارچی جو گانے بجانے کا کام کرتے ہیں ان کو بیعت کرنا ان سے مراسم رکھنا نذرانہ وغیرہ لینا جائز ہے یا نہیں؟۔

(۳) مزارات پر جو قوالی یا ناچ ہوتے ہیں وہ کسی حیثیت سے جائز ہیں یا نہیں؟۔

(۴) جن لوگوں کے یہاں شادی میں ناچ یا گانا یا باجہ ہوتا ہے ان کے یہاں کھانا کھانا درست ہے یا نہیں؟ جوابات مع عبارات نقل فرمائیں۔

المستفتی: سید لئیق احمد محلہ جگت سنبھل۔

الجواب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

(۱) باجہ، ناچ، گانا، ناجائز وحرام ہیں۔ قرآن کریم میں ہے:

واستفزز من استطعت منهم بصوتك۔

تفسیر مدارک التنزیل میں زیر آیت کریمہ ہے: بالوسوسة او بالغناء او بالمزمار۔
تفسیر احکام القرآن میں ہے: روی عن مجاهد انه الغناء و اللهو۔
انکا خلاصہ مضمون یہ ہے کہ حرکت دے ان میں سے اے شیطان جس پر قدرت پائے اپنی آواز سے وسوسہ کے ساتھ، یا گانے کے ساتھ، یا مزامیر کے ساتھ۔ تو گانے بجانے کو اللہ تعالیٰ نے شیطانی آواز قرار دیا۔

حدیث شریف میں ہے: نهی عن الغناء والاستماع الی الغناء۔ رواه الطبرانی فی الکبیر و الخطیب عن ابن عمر رضی الله عنهما۔

حدیث: نهی عن ضرب الدف و لعب الصنج و ضرب المزمار۔ رواه الخطیب عن علی رضی الله تعالیٰ عنه۔

حدیث: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم التغنی حرام۔ رواه التفسیر الاحمدی وغیره۔

ان احادیث کا خلاصہ مضمون یہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گانے کے سننے سے منع فرمایا، اور دف بجانے اور چنگ سے کھیلنے اور مزامیر بجانے کو منع فرمایا۔ اور حضور نے فرمایا کہ گانا حرام ہے تو گانے بجانے کی حرمت احادیث سے بھی ثابت ہے اور فقہ کی مشہور کتاب درمختار میں ہے:

والاطلاق شامل لنفس الفعل واستماعه کالرقص والسخرية والتصفیق وضرب الاوتار من الطنبور والبربط والرباب والقانون والمزمار والصنج والبوق فانها مکروهة (تحریمة) وانها زی الکفار و استماع ضرب الدف والمزمار وغیر ذلك حرام۔

یعنی اور لہو کا اطلاق فعل کے کرنے اور سننے دونوں کو شامل ہے۔ جیسے ناچنا، مذاق کرنا، تالی بجانا، ساز کے تار بجانا، طنبور، عود، رباب، قانون، مزامیر، چنگ بوق، ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہیں اور بے شک یہ کفار کی عادت وعلامت ہے اور دف اور مزامیر وغیرہ باجوں کا سننا حرام ہے۔

تفسیر احمدی میں ہے:

اما مارسمه اهل زماننا من انهم یهیئون المجالس و یرتکبون فیها بالشراب والفواحش ویجتمعون الفساق والامارد و یطلبون المغنین والطوائف و یسمعون منهم الغناء و یتلذذون بها کثیرا من الهواء النفسانیة و الخرافات الشیطانیة

یحمدون علی المغنین باعطاء النعم العظیم و یشکرون علیهم بالاحسان العمیم فلا شك ان ذلك ذنب کبیر و استحلاله کفر قطعا یقینا ۔ (تفسیر احمدی ص ۳۳۵)

لیکن وہ وجو ہمارے زمانے کی رسم ہے کہ وہ مجلس منعقد کرتے ہیں اوران میں شراب پیتے ہیں اور بے حیائیوں کا اظہار کرتے ہیں اور فاسقوں اور امردوں کو جمع کرتے ہیں اور گانے والوں اور طوائف کو بلاتے اور لاتے اور گانے سنتے ہیں، اوراس سے ہوائے نفسانی اور خرافات شیطانی سے لطف اندوز ہوتے ہیں اوران لوگوں کو یہ بڑے انعام دیکر تعریف کرتے ہیں اوران کے عام احسان پر شکر گزار ہوتے ہیں تو اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ امور کبیرہ گناہ ہیں اور انکا حلال کرنا قطعا یقیناً کفر ہے۔

اس آیت کریمہ اور احادیث شریفہ اور تفاسیر وفقہ سے ثابت ہوگیا کہ جو باجے وناچ وغیرہ رقص و سرور کی محفلیں کیجاتی ہیں یہ شرعا حرام وناجائز ہیں۔ اب چاہے بیاہ وشادی میں ہوں یا عقیقہ وختنہ میں اور انکا حلال کہنے والا اپنا حکم اس میں دیکھ کرتائب ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲) جن کی آمدنی صرف گانے بجانے ہی کی ہوان سے بوقت بیعت توبہ آئندہ کیلئے اس فعل حرام کے نہ کرنے کا عہد لینا چاہئے پھر باجود اس کے بھی وہ ہی کسب کرے تو وہ فاسق ہے۔ اوراس کے ساتھ شرعا فساق کے معاملات کے احکام ہیں وہی کئے جائیں اوراس کی آمدنی سے نذرانہ لینا جائز نہیں۔ کہ وہ کسب حرام ہے۔

ردالمحتار میں ہے: کسب المغنیة کالمغصوب لم یحل اخذه ۔ والله تعالیٰ اعلم بالصواب

(۳) مزارات پر ناچ یا عام طور پر جو قوالی ہوتی ہے وہ ناجائز ہے۔

ردالمحتار میں ہے: والحاصل انه لا رخصة فی السماع فی زماننا ۔ والله تعالیٰ اعلم بالصواب

(۴) اگر بوقت کھانے کے اس مکان میں ناچ گانا ہورہا ہوتو کھانا کھانے کیلئے نہ جائے۔

ردالمحتار میں ہے: والامتناع اسلم فی زماننا لا اذا علم یقینا ان لا بدعة و لا معصیة ۔ والله تعالیٰ اعلم بالصواب۔ یکم شعبان المعظم ۱۳۷۴ھ

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۰۰۰)

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی کو مرض برص یعنی جزام ہے اور وہ بستی کے اندر رہتا ہے سارے گھربار کے ساتھ کھاتا پیتا ہے، گاؤں کے لوگوں نے بہت کوشش کی اور اس گھر کا حقہ پانی بھی بند کیا مگر کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ اس آدمی کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟۔ آیا اس کو بستی میں رہنے دیا جائے یا نہیں؟۔ جواب واضح طریقہ پر فرمایا جائے۔ فقط والسلام عبد المجید

الجواب

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

جزام منجملہ اور بیماریوں کے ایک بیماری ہے۔ تو جزام سے عوام جتنا پرہیز کرتے ہیں تو اس قدر پرہیز کرنا کوئی شرعی حکم نہیں، نہ شریعت اس کو بستی سے نکال دینے کا حکم دیتی ہے۔ متوکلین صاحبان صدق ویقین اس سے اجتناب و پرہیز نہیں کرتے تو اگر اس کے گھر والے اس کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں تو وہ شرعا اس بنا پر مجرم نہیں ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وارد ہے کہ آپ نے جزامی کو اپنے ساتھ کھلایا۔

حدیث شریف یہ ہے جو ابن ماجہ شریف میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

ان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اخذ بيد مجزوم فوضعها معه في القصعة وقال كل ثقة بالله وتوكلا عليه۔ (مشکوۃ شریف ص ۳۹۴)

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جزامی کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ کھانے کے پیالے میں رکھدیا اور حکم دیا کہ تو کھالے میں تو اپنے خدا پر اعتماد اور توکل کرتا ہوں۔

لہٰذا لوگوں کو اس کے گھر والوں کو محض اس بنا پر شکایت کرنا خود اپنے مذہب سے ناواقف ہونے کی دلیل اور ان کے حقہ پانی بند کرنا مزید اپنی جہالت کا ثبوت پیش کرنا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

۲۳ / شعبان المعظم ۱۳۵۴ھ

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل، العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۰۰۱)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ

ہمارے ضلع پورنیہ میں سیپ کا چونے سے عام وخاص لوگ پان کا استعمال رکھتے ہیں۔ پتھر کا چونا سوائے شہروں کے دیہاتوں میں بہت ہی کم حاصل ہوتا ہے، اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ بریلوی مقیم بانس بریلی اپنی تصانیف میں سیپ کے چونے کومکروہ تحریمی فرماتے ہیں، یہاں کے باشندے بڑی حیرت میں ہیں کہ ہم پان کے استعمال کرنے والوں کا کیا حشر اور کیا حال ہوگا۔ بعض بڑھے بوڑھوں سے دریافت کیا کہ مسئلہ موجود پر آپ لوگ کیوں استعمال میں لاتے ہیں، تو وہ جواب دیتے ہیں، کہ الضرورات تبیح المحظورات ،۔ضرورت حرام کومباح کردیتی ہے، اور بعض پڑھے لکھے خاموشی اختیار کرتے ہیں، اور بعض لوگ پرہیز کرتے ہیں، اس تشابہ سوال کا جواب خلاصہ تحریر فرمائیں۔ کیوں کہ سیپ عین نجس نہیں ہے، اور ہر ہڈی جلنے کے بعد پاک ہوتی ہے، سوائے سور کی ہڈی کے۔ تو پھر کیا معنی کہ سیپ جلنے کے بعد پاک نہ ہو۔

الجواب

نحمده ونصلى على رسوله الكريم

سیپ ایک دریائی جانور ہے، فقہ کی مشہور ومعتبر کتاب لغت المغرب میں ہے۔ صدف الدررة غشاء ها وفى كتب الطب من حيوان البحر۔ (ص ۳۹۹)

علامہ محمد طاہر مجمع البحار میں حدیث شریف اذا مطرت الماء فتحت الا صدا ف افوا ھها کے افادہ میں فرماتے ہیں۔ هو جمع صدف وهو غلاف اللؤلؤ واحد ته صدفة وهى من حيوان البحر۔ (ج ۲۔ ص ۲۳۷)

لہذا جب سیپ کا دریائی جانور ہونا ثابت ہو چکا تو اس کا حرام ہونا ظاہر ہے، کہ دریائی حیوانات میں سوائے مچھلی کے ہر جانور کا کھانا حرام ہے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے: فجميع ما فى البحر من حيوان يحرم اكله الا السمك خاصة۔ (ج ۲۔ ص ۷۵)

تو جب سیپ کے کھانے کی حرمت ثابت ہو چکی تو اس کے چونے کی حرمت بھی اسی پر متفرع ہے۔ لہذا اعلی حضرت قدس سرہ نے جو فتاوی رضویہ جلد اول میں یہ فرمایا ہے، (کہ سیپ کا چونا حرام ہے، جس پان پر وہ چونا لگا ہو اس کا کھانا حرام ہے،) بالکل صحیح وحق ہے۔

اب باقی رہا سائل کا بعض مولوی کا پیش کردہ فقہا کرام کا یہ قاعدہ، الضرورات تبیح المحظورات۔ تو اس قول کے اگر یہی معنی مراد لئے جائیں کہ ہر حال میں حرام کو ہر ضرورت مباح کردیتی ہے، تو ہر مرتکب

حرام کے لئے حرام کو مباح کر کے کرنیکا عذر مل جائے گا۔ مثلاً، طوائف کسب زنا کے مباح کرنے کے لئے یہ ضرورت پیش کردیں گی کہ ہم ضرورت خوردنوش کی مجبوری سے کسب زنا کرتی ہیں۔ چور چوری کے جائز کرنے کے لئے یہ کہہ سکتا ہے کہ میں ضرورت زندگی کی بناپر مجبوراً چوری کرتا ہوں۔ سودخور سود کے مباح کرنے کے لئے یہ کہہ سکتا ہے، کہ اس زمانے کی تجارت یا مراسم کی ضرورتیں مجھے سود کے لئے مجبور کردیتی ہیں۔ اسی طرح ہر مرتکب حرام کسی نہ کسی ضرورت کو پیش کر کے اور اس قول فقہا الضرورات تبیح المحظورات سے استدلال کر کے حرام کو حلال ثابت کرسکتا ہے۔ تو دین اپنے جذبات سے کھیلنے کا نام ہو جائے گا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ منہ۔ لہذا اس قول فقہا میں ضرورت سے مراد ہر ضرورت نہیں ہے بلکہ وہ ضرورت ہے جو عندالشرع ضرورت ہو۔ اور اسکی اباحت بھی مطلقاً نہیں بلکہ بقدر ضرورت ہے۔ کہ اس قول کے ساتھ دوسرا قول فقہا کا یہ بھی ہے۔

ما ابیح للضرورۃ یتقدر بقدرھا. چنانچہ جو شخص بھوک کی شدت سے مررہا ہو اور اس وقت سور یا مردار کا گوشت ملا تو یہ جان بچانے کی ضرورت کی بنا پر اس حرام گوشت کو بقدر ضرورت صرف اتنا کھا سکتا ہے کہ اس سے جان بچ جائے، نہ اس کو پیٹ بھر کر کھانا مباح ہو گیا۔ تو یہ ثابت ہو گیا کہ اس قول میں ضرورت سے شرعی ضرورت مراد ہے، اور اس حرام کی اجازت بھی بقدر ضرورت ہے۔ لہذا جو شخص اس قول فقہا سے سیپ یا اسکے چونے کی حلت پر استدلال کرتا ہے، تو وہ اس قول سے عوام کو فریب دیتا ہے، اور معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پاس اس حلال ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

اب باقی رہا عموم بلوے تو یہ ہر اس جگہ معتبر ہے جس میں ضرورت شرعی متحقق ہو، اور وہ کثیر الاستعمال ہو۔ اور اس سے پرہیز کرنا دشوار ہو۔ اور اس میں حرج عظیم واقع ہوتا ہے۔ چنانچہ کبیری میں ہے۔ واکثر المشائخ علی انہ لایطلق التسویہ فی کل موضع بل تعتبر فیہ الضرورۃ العامۃ البلوی ان کان فیہ ضرورۃ یتعذر الا حتزاز عنہ ووقع الحرج فی الحکم بالنجاسۃ۔

(ص ۱۵۹)

تو اس سیپ کے اور اس کے چونے کے کھانے میں کسی طرح عموم بلوے متحقق نہیں ہوا۔ اور اس میں ضرورت شرعی کیا ہے؟ اور اس سے پرہیز کرنے میں کونسی ایسی دشوری ہے جس سے حرج عظیم واقع ہو جاتا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ ایسے گمراہ مفتیوں سے اس امت مرحومہ کو محفوظ رکھے۔

اب باقی رہا اس سیپ کو ہڈی کے جلنے پر قیاس کرنا تو یہ قیاس مع الفارق ہے کہ ہڈی تو جلنے کر

بعد ہی کیا بلکہ جلنے سے پہلے بھی پاک ہے، چنانچہ مراقی الفلاح میں ہے؛ العظم فی ذاته طاهر ۔علاوہ بریں کسی چیز کا پاک ہونا، اس کے کھانے کے حلال ہونے کو کب مستلزم ہے کہ ایسی بہت سی چیزیں ہیں جو پاک ہیں لیکن انکا کھانا حرام ہے'۔

درالمنتقی شرح ملتقی میں ہے: الطهارة لا تستلزم حل الا كل كالتراب۔ تو اگر سیپ کو جلنے کے بعد پاک کہا جائے تو اس کے پاک ہونے سے یہ کب لازم ہوگیا کہ سیپ کا کھانا بھی حلال ہوگیا۔ دیکھو مٹی پاک ہے لیکن اس کا کھانا حرام ہے، اور حقیقت تو یہ ہے کہ جلنا دو طرح کا ہے۔ ایک تو جلنے کی یہ شان ہے کہ آگ نے اس کے اجزاے رطبہ ویابسہ میں ایسی تفریق کردی کہ جسم اپنی شان پر باقی نہیں رہا ۔اس کے اجزاء بکھر گئے یا چھونے سے بکھر جائیں۔ جیسے راکھ اور خاکستر ہو جاتی ہے۔ تو اس جلنے سے انقلاب حقیقت ہوگیا تو ناپاک شی پاک ہوجائے گی۔

فتاوی عالمگیری میں ہے: السرقين اذا احرق حتى صارر مادا فعند محمد يحكم بطهارته و عليها الفتوى۔

مراقی الفلاح میں ہے: احترقت بالنار فتصير ر ما دا طاهر ا على الصحيح لتبدل الحقيقة ۔

ردالمحتار میں ہے۔لو احترقت العذرة و صارت رمادا طهرت للاستحاله۔

اور۔ جلنے کی دوسری شان یہ ہے کہ آگ نے اسکے اجزاء رطبہ ویابسہ میں ایسی تفریق نہیں کی جس سے وہ خود بکھر جائے یا چھونے سے بکھر جائے، بلکہ اس کے صحیح جسم میں کچھ فرق نہیں آیا، اور اجزا میں گرفت رہی جیسے چونا تو اس میں انقلاب حقیقت نہیں ہوتی ہے، بلکہ انقلاب وصف ہوتا ہے۔ لہذا ایسے جلنے سے ناپاک پاک نہیں ہوتا۔

ردالمحتار میں ہے:

اعلم ان العلة عند محمد هی التغير و ا نقلاب الحقيقة وانه يفتى به للبلوى كما علم ممامر ۔اسی میں ہے:ان الدبس المطبوخ اداكان زبيبة متنجسا ليس فيه انقلاب حقيقة لانه عصير جمد بالطبخ ففيه تغير وصف فقط كلبن صار جبنا و برصار طحينا و طحين صار خبزا۔

اورظاہر ہے کہ سیپ کا جلنا قسم دوم ہی کا ہے، کہ جل کر جرم جسم مین فرق نہیں آتا، اور اس کے اجزا

میں اتنی گرفت باقی رہتی ہے کہ وہ راکھ کی طرح نہ خود بکھرے نہ چھونے سے بکھرے تو اس جلنے سے اس کا صرف انقلاب وصف ہوا نہ انقلاب حقیقت تو سیپ جس طرح جلنے سے پہلے حرام تھا اسی طرح چونہ ہو جانے کے بعد بھی حرام ہی رہا۔ لہذا اس تحقیق سے سیپ کا حرام ہونا اور اس کے چونے کا حرام ہونا روزشن کے طور پر ثابت ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۰۰۲۔۱۰۰۳۔۱۰۰۴)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) آجکل کے اغلب عوام دعوائے سادات کرتے ہیں کہ ہمارا سلسلہ نسب امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متصل ہے اس وجہ سے ہم سادات ہیں، باطنت میں تو اپنے کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اولاد میں داخل کرتے ہیں، لیکن جب ظاہریت کو ملاحظہ کریں تو سادات تو دور کنار مسلمان ہونے کا اندیشہ درپیش ہوتا ہے، باطن میں تو سید بنے بیٹھے ہیں اور ظاہر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے مطلقاً بعید ہیں، کہ ایسے لوگون کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ انکا سلسلہ نسب جناب سرکار دو عالم مختار کل مدنی ہاشمی آقا و مولا اللہ کے حبیب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک متصل ہے اور سادات کرام کی علامات ونشانیاں کیا ہیں جن سے سادات کرام کا تصور ہو جائے؟ اس چودھویں صدی کے زمانہ مین تقریبا تمام حضرات، ہی خود کو سید بتاتے ہیں اور ظاہر میں نصف مسلمان بھی اسوۂ حسنہ کے پابند نہیں ہیں۔ کیا ایسے حضرات کے متعلق یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ حضرات سید ہیں۔ سادات کرام کی علامت کیا ہے؟ علامت کو دیکھ کر یہ خبر ہو جائے کہ ان کا سلسلہ جناب زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متصل بلاشک ہے۔

(۲) ایک صحابی کے مکان پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے، صحابی کے پاس صدقہ تھا۔ حضور نے صحابی سے فرمایا یہ مال جو تمہارے پاس ہے مجھے دیدو۔ صحابی نے فرمایا کہ حضور یہ مال صدقہ ہے آپ کے لئے حرام ہے آپ اسے نہ لیں، تو حضور نے فرمایا کہ یہ میرے لئے صدقہ نہیں ہے بلکہ ہدیہ ہے۔ صدقہ تو تمہارے لئے تھا۔ اب تم مجھے ہدیہ کے طور سے دیدو یہ مال میرے لئے صدقہ نہیں ہوگا۔ آیا یہ حدیث صحیح ہے یا نہیں؟۔ یا کہیں اس حدیث میں تغیر ہے، تغیر کو بدل کر کے اس حدیث کی تصحیح فرما دیں۔

اس حدیث کے باعث زید کہتا ہے کہ صدقہ کا حیلہ شرعی اس حدیث سے اخذ کیا گیا ہے۔ اور بکر کہتا ہے نہیں اس حدیث سے اخذ نہیں کیا گیا ہے۔ اس وجہ سے کہ جس شخص نے صحابی کو صدقہ دیا تھا اس شخص نے کہا تھا کہ یہ صدقہ میں تم کو دیتا ہوں، تم حضور کو دیدینا یہ تو کہا نہیں تھا۔ اس لئے اس حدیث سے صدقہ کا شرعی حیلہ اخذ نہیں کیا گیا ہے۔ آیا صدقہ کا شرعی حیلہ اس حدیث سے اخذ کیا گیا ہے؟ اگر کیا گیا ہے تو دلائل قاہرہ سے ثبوت دیکر یہ چیز واضح فرمادیں کہ اس حدیث سے حیلہ کا حکم اخذ کیا گیا ہے۔

(۳) ابوالکلام آزاد۔ حفظ الرحمٰن۔ خواجہ حسن نظامی۔ محمد مستحسن فاروقی ایڈیٹر آستانہ۔ مفتی آستانہ زاہد القادری۔ شوکت علی فہمی ایڈیٹر دین ودنیا۔ ملا واحدی۔ جوش ملیح آبادی۔ حفیظ جالندھری۔ شیر حسن عثمانی۔ انور صابری۔ شبلی نعمانی مصنف سیرۃ النبی وگنجینہ ہدایہ ترجمہ اردو کیمیائے سعادت۔ یہ اسماء تحریر کئے گئے ہیں ان پر کیا کفر کا فتوی ہے۔ یا نہیں؟ اگر ہے تو کیوں کس وجہ سے ہے؟ ان سب پر کیا کفر کا فتوی عائد ہے یا ان میں بعض پر کفر کا فتوی نہیں؟ وہ کون کون ہیں انکے اسماء تحریر فرمادیں اور جن جن پر کفر کا فتوی ہے وہ کس فرقہ کے آدمی ہیں؟۔

الجواب

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

(۱) سادات کرام کی کوئی ایسی مخصوص علامت کسی کتاب میں نظر سے نہیں گزری جسکو دیکھ کر کسی کے سید ہونے یا نہ ہونے کا یقینی طور پر حکم دیدیا جائے۔ اور جب اس کا قطعی علم نہیں تو بلاوجہ شرعی حکم سیادت سے کس طرح انکار کرنا روا رکھا جائے؟ اور جب ایک مسلمان شخص اپنے آپکو سید کہتا ہے اور یہ بتاتا ہے کہ میرا سلسلہ نسب حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالی عنہ سے متصل ہے تو اس کی تکذیب کس دلیل سے کی جائے محض بدعملی کو انکار نسب سیادت کی دلیل قرار دینا کوئی شرعی حکم نہیں؟ جس طرح حسن عمل نسبی سید ہونے کی دلیل نہیں۔ ہاں جو حقیقۃ سید نہ ہو اور وہ اپنے آپ کو دانستہ سید بتائے وہ اس حدیث شریف کی وعید کے عموم میں داخل ہے:" من انتمى الى غيرا بيه فالجنة عليه حرام "یعنی جو اپنے باپ کے سوا دوسرے کو دانستہ اپنا باپ بنائے اسپر جنت حرام ہے۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

(۲) حدیث شریف تو اس قدر ہے۔ بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی اور اسی طرح مسلم شریف میں مروی ہے۔ " ان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اتى بلحم تصدق به على بريرة فقال هو عليها صدقة وهو لنا هدية ۔ (بخاری ص۲۰۲ ج۱)

بیشک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں وہ گوشت حاضر کیا گیا جو حضرت بریرہ پر بطور صدقہ آیا تھا تو حضور نے فرمایا یہ ان پر تو صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ ہے۔

علامہ نووی شرح مسلم میں اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

ان الصدقة اذا قبضها المتصدق عليه زال عنها وصف الصدقة وحلت لكل احد ممن كانت الصدقة محرمة عليه۔ (ص ۳۴۵ ج ۱)

صدقہ کو جب وہ شخص جس پر صدقہ کیا گیا ہے قبضہ کر لیتا ہے تو پھر اس پر صدقہ ہونا ختم ہو جاتا ہے۔ اور ہر اس شخص کے لئے جس پر صدقہ حرام تھا صدقہ حلال ہو جاتا ہے۔

علامہ محقق اشعۃ اللمعات میں " هو عليها صدقة ولنا هدية " کے تحت میں فرماتے ہیں:

آنحضرت گفت: ایں گوشت بر بریرہ صدقہ است و برائے ما ہدیہ است یعنی اگر کسے چیزے بفقیر بر وجہ زکوۃ دہد، و آں فقیر بہ کسے دیگر دہد کہ زکوۃ گرفتن او را جائز نیست، آں چیز برائے ایں کس حلال است زیرا کہ آں چیز ملک فقیر شد بہر کہ بدہد رواست۔ (اشعۃ اللمعات ص ۲۷ ج ۲)

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ گوشت بریرہ پر تو صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ ہے یعنی اگر کسی نے کوئی چیز فقیر کو زکوۃ کے طور پر دی اور اس فقیر نے کسی دوسرے ایسے شخص کو وہ چیز دی جس کو زکوۃ لینا جائز نہیں تو وہ اس کے لئے حلال ہے اس لئے کہ وہ چیز فقیر کی ملک ہوگئی اس کو جائز ہے کہ وہ جس کو چاہے دیدے۔ تو فقہاء کرام نے اس حدیث شریف سے تبدیل ملک ہو جانے پر صدقہ کو انکے لئے حلال ثابت کیا جنکے لئے پہلے حرام تھا۔ یہ حدیث صحیح ہے اور صحیحین میں مروی ہے۔ تو زید کا قول تو صحیح ثابت ہو گیا اور بکر کا قول لغو اور غلط قرار پایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۳) ان میں آستانہ کے ایڈیٹر اور حفیظ جالندھری پر کسی کا حکم کفر دینا میرے علم میں نہیں، نہ انکے اقوال کفریہ ہی میرے علم میں مگر پھر بھی ان کا اہلسنت کے معتمد و مستند علماء میں شمار نہیں۔

اب رہے باقی لوگ ان میں کچھ تو پختہ دیوبندی وہابی ہیں۔ کچھ سخت نیچری ہیں جو اپنے اکابر کے اقوال کفریہ کو صحیح مان کر کافر ہو گئے۔ بعض آزاد اور لامذہب ہیں جو کفریات کو کفریات ہی نہیں جانتے۔ اور اپنی لاعلمی سے جو انکی زبان پر آیا کہہ دیا یا جو دل میں آیا لکھ دیا۔ لھذا یہ لوگ نا قابل اعتماد ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ ۷/ شوال ۷۴ھ

مسلمان عورتوں کو سندور پیشانی میں لگانا کیسا ہے اس کی حرمت یا جواز کی دلیل بھی ارشاد ہوا۔

الجواب

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

مسلمان عورتوں کو پیشانی پر ہرگز سیندور نہیں لگانا چاہئے کہ اس میں تشبہ بالمشرکات ہے اور ایسا تشبہ ممنوع ہے۔ حدیث میں ہے: من تشبه بقوم فهو منهم۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۰۰۵)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

آجکل یہ عام طور پر رسم ورواج قائم ہوگیا ہے کہ اکثر مقامات پر خالص اسلامی مذہبی جلسے۔ عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا مجالس متبرکہ گیارہویں شریف کے منعقد ہوا کرتے ہیں، اور ان جلسوں میں علمائے ذوی الاحترام اور انکے ہمراہ ایسے مسلم لیڈران جو شریعت مطہرہ کے احکام کے قطعی پابند نہیں ہوتے بعض بالکل داڑھی مونچھوں کا صفایا کئے ہوئے ہوتے ہیں اور ننگے سر کھڑے ہوکر تقریریں کرتے ہیں، عموماً ان لوگوں کی تقریر میں سیاست کی باتیں بھی ہوا کرتی ہیں، بعض تو بغیر بسم اللہ اور بغیر حمد الہی بجالائے بولنا شروع کر دیتے ہیں، غیر ذمہ داری اس قدر ہے کہ تقریروں میں بزرگوں کے خلاف بھی کہہ ڈالتے ہیں،۔ لہذا ایسی تقریروں اور جلسوں میں کسی عالم دین کی شرکت جائز ہے یا نہیں، اور اگر وہ عالم شرکت سے انکار کردے تو شرعا اس پر کچھ جرم ثابت ہوگا یا نہیں۔ بعض ایسے بھی جلسے ہوتے ہیں کہ کافروں مشرکوں کو بھی اس اسٹیج پر لیجا کر بٹھایا جاتا ہے۔ اور وہ سیرت رسول پر تقریریں کرتے ہیں، براہ کرم ایسے مسلمانوں کے لئے جو اس قسم کے جلسے منعقد کرتے ہیں، صحیح شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے، جواب مدلل بحوالہ احادیث وفقہ مرحمت ہو۔

الجواب

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

وعظ گوئی وسیرت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اولیائے کرام پر تقریر کرنا محدث مفسر عالم دین ہی کا کام ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی ''القول الجمیل'' میں فرماتے ہیں۔ کہ

اما المذکر فلا بد ان یکون مکلفا عدلا کما اشترطوا فی راوی الحدیث و

الشاهد محدثا مفسرا عالما بجملة كافية من اخبار السلف الصالح و سيرهم و نعني بالمحدث المشتغل بكتب الحديث بان يكون قرأ لفظها وفهم معناها و عرف صحتها و سقمها ولو باخبار حافظ و استنباط فقيه و كذلك بالمفسر المشتغل بشرح غريب كتاب الله و توجيه مشكله و بما روى عن السلف فى تفسيره (و فيه ايضا) و اما ما ستمدا ده فليكن من كتاب الله على تاويله الظاهر وسنة رسول الله المعروفة عند المحدثين و اقاويل الصحابة والتا بعين وغيرهم من صالح المومنين و بيان سيرة النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ولايذكر القصص المجازفة فان الصحابة انكر و اعلى ذلك اشد الانكار و اخرجوا اولئك من المساجد وضربوهم۔ (القول الجميل)

واعظ کے لئے ضروری ہے کہ وہ مسلمان عاقل بالغ ہو۔ اس میں ایسی عدالت ہو جیسی عدالت راوی حدیث اور شاہد کے لئے شرط کی ہے۔ وہ محدث مفسر ہو۔ سلف صالحین کی سیرتوں کا حسب ضرورت جاننے والا ہو۔ ہماری محدث سے مراد وہ شخص ہے جو کتب حدیث کا شغل رکھتا ہو اس طرح پر کہ اس نے الفاظ حدیث پڑھ کر اس کے معنی سمجھے ہوں اور احادیث کی صحت وضعف کی پہچانتا ہو اگر چہ یہ معرفت اسے کسی محدث کی بتانے یا فقیہ کے ذریعہ سے حاصل ہو۔ اور مفسر سے مراد وہ ہے جو قرآن کریم کے مشکل حکم کی شرح اور آیات مشکلہ کی تاویل اور سلف کی تفاسیر سے شغل رکھتا ہو۔ لیکن واعظ کا ماخذ قرآن کریم موافق تفسیر وتاویل ظاہر ہو۔ اور وہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہو جو عند المحدثین معروف ہو۔ اور صحابہ وتابعین اور مومنین اور صالحین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اقوال ہوں، اور فضائل وسیرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہو۔ اور وہ بے ثبوت قصے ذکر نہ کریں کہ صحابہ نے ایسے قصوں کے بیان کرنے پر بہت سختی سے انکار کیا ہے اور قصہ خوانوں کو مساجد سے نکالدیا ہے اور انہیں مارا ہے۔

ان عبارات سے ثابت ہو گیا کہ واعظ ومقرر کے شرائط سے مسلمان ہونا، عاقل ہونا، بالغ ہونا، عادل ہونا، ایسی عدالت ہو، نا جو راوی حدیث وگواہ میں معتبر ہو۔ اسکا ایسا محدث ہونا جو کتب احادیث کا ماہر ہو احادیث کے ضعف وصحت کو پہچانتا ہو۔ اس کا ایسا مفسر ہونا جو آیات مشکلہ کی توجیہ وتاویل سے واقف ہو اور تفاسیر اسلاف پر اطلاع ہو۔ وہ سیرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اچھا واقف ہو۔ اقوال صحابہ وتابعین وسلف صالحین پر مطلع ہو۔ وہ قرآن وحدیث اور اقوال سلف وخلف سے تقریر ووعظ کہتا ہو۔ تو اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ واعظ اور مقرر کیلئے عالم اور دیندار ہونا ضروری ہے۔ تو جو مسلمان فاسق فاجر

اوراحترام مجلس کے خلاف ننگے سر ہواور وعظ کوخلاف سنت بلا بسم اللہ اور بغیر حمد الٰہی کے شروع کرتا ہو۔اور بجائے قرآن وحدیث کے سیاست کی باتیں بیان کرے اور غیر ذمہ دارانہ باتیں بتائے اس کو مسلمانوں میں وعظ وتقریر کا کوئی حق حاصل نہیں، اور بانیان مجلس کو ایسے فاسق لیڈر کو مقرر بنا کر تخت پر کھڑا کرنا جائز نہیں۔ کہ اس میں تعظیم فساق ہے حالانکہ وہ اہل اہانت سے ہے۔ ہدایہ میں ہے۔ والفاسق من اهل الاهانة ۔تو جب مسلمان فاسق مقرر کا وہ حکم ہے تو کافر ومشرک کا تخت پر کھڑا کر کے سیرت رسول پاک پر تقریر کرانا نہ فقط ناجائز وحرام بلکہ اسکو کفریات بکنے اور سامعین کو کفریات سننے کے لئے تیار کرنا ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ اور پھر کافر ومشرک سیرۃ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کیا تقریر کرسکتا ہے۔ زائد سے زائد وہ اخلاق نبی کے ثابت کرنے کی سعی کرے گا تو یہ سیرت بشر ہوئی سیرت رسول کہاں ہوگی کہ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان ہی نہیں لایا تو وہ نہ فضائل رسول سے واقف، نہ خصائص رسالت سے خبردار ہے تو وہ سیرت پاک پر کس طرح تقریر کرسکتا ہے۔ علاوہ بریں وہ جو بیان کریگا خلاف تحقیق ہوگا۔ لغو اور غلط باتوں پر مشتمل ہوگا جس کے سننے کی مسلمانوں کو اجازت نہیں۔

بالجملہ بانیان مجلس کا ایسے فاسق لیڈروں اور کافروں مشرکوں کا دینی مجالس میں تقریر کے لئے بلانا اوران سے تقریریں کرانا ناجائز ہے اور کثیر فتنوں کا سبب وموجب ہے۔ اس میں کسی عالم دین کا شرکت کرنا گویا تمام غلط امور کی تائید کرنا ہے۔ تو عالم دین کے لئے ایسی غیر ذمہ دار مجالس کی شرکت بہت زیادہ اجتناب کے لائق ہے۔ اور جو عالم دین غیر ذمہ دار مجالس کی شرکت سے منع کرتا ہے اور صاف انکار کرتا ہے وہ شرع کے موافق کہتا ہے اور احکام دین کا احترام کرتا ہے، اور جو بانیان مجالس ایسی غیر ذمہ دار مجالس کراتے ہیں وہ سخت مجرم وگنہگار ہیں، اور غیر ذمہ دار مقرروں کی غلطیوں کی گناہوں کے سبب انکے کفریات خلاف شرع باتوں کے باعث قرار پاتے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ ایسے لوگوں کو عقل سلیم عطا فرمائے اور ایسے لوگوں کو گناہوں سے محفوظ رہنے کی توفیق دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۰۰۶-۱۰۰۷-۱۰۰۸-۱۰۰۹-۱۰۱۰-۱۰۱۱)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) داڑھی رکھنا شرعا واجب ہے یانہیں؟ کیا اسپر قرآن وحدیث کی کوئی دلیل ہے؟۔

(۲) زید نے بکر کی بیوی سے شادی کر لی ہے، بکر کہتا ہے کہ میں نے طلاق نہیں دی ہے، کیا زید کے پیچھے نماز جائز ہے۔ اس کو امامت سے ہٹانا چاہئے یا نہیں۔ زید قرآن سے دلیل مانگتا ہے۔

(۳) زید کہتا ہے کہ اگر ایک مشت داڑھی نہیں ہے تو وہ فاسق معلن ہے۔ اس کے پیچھے جو نماز پڑھی جائے وہ واجب اعادہ ہے۔ بکر فاسق ہونے کی دلیل مانگتا ہے۔

(۴) بزرگان دین کے مزارات پر چادر چڑھانا جائز ہے یا نہیں؟۔

(۵) ایک لڑکی کا نکاح ہو، الڑکے نے بعد نکاح کہا مہر نقد ادا کر دوں گا۔ لیکن جب لڑکی سسرال گئی لڑکے نے، مہر ادا نہیں کیا۔ لڑکی اپنے میکے آگئی، اور عرصہ دو ماہ کا ہو گیا ہے لڑکے نے مہر ادا نہیں کیا ہے۔ ایسی صورت میں وہ اپنا دوسرا نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟۔ یا وہیں جانا چاہیے جہاں پہلے نکاح ہوا ہے۔ مہر ادا نہ کرنے کا کفارہ کیا ہے؟۔

(٦) تعزیہ بنانے والے کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عز و جل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

الجواب

نحمده و نصلی و نسلم علی رسوله الکریم

(۱) داڑھی کو منڈانا حرام ہے اور انگریزوں و مشرکوں کا طریقہ ہے۔ اور داڑھی کو یکمشت کی مقدار رکھنا واجب ہے، اور اسکو سنت کہنا بایں معنی ہے کہ یہ ثابت بالسنۃ ہے۔ جیسے نماز عید کو سنت کہہ دیا جاتا ہے باوجود کہ وہ واجب ہے۔ (اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ شریف) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲) بکر کی طلاق جب شہادت سے بھی ثابت نہ ہو سکے تو پھر زید زانی قرار پائے گا، او زانی فاسق ہے اور جب اس کا یہ فعل سب پر ظاہر ہے تو وہ فاسق معلن ہو گیا، اور فاسق معلن کے پیچھے مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوتی ہے۔ اور جب وہ فاسق ہوا تو اہل اہانت سے قرار پایا لہذا امامت کا اہل نہیں کہ امامت میں تعظیم و تکریم ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم۔ تو زید حکم قرآنی سے بھی امامت کا اہل نہیں ہوا کہ یہ فاسق معلن ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۳) قول زید صحیح ہے اس کے فاسق معلن ہونے کی دلیل خود اس کا داڑھی کو یکمشت سے کم رکھنا ہے کہ وہ بالاعلان ترک واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۴) بزرگان دین کے مزارات پر چادر ڈالنا جائز ہے۔ شامی میں اسکی تصریح موجود ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۵) صورت مسئولہ میں وہ لڑکی بغیر طلاق حاصل کئے اپنا نکاح کسی سے ہرگز نہیں کرسکتی اس کو شوہر ہی کے یہاں جانا ضروری ہے۔ مہر کے بارے میں شوہر کی وعدہ خلافی کا نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۶) تعزیہ بنانے والے کے پیچھے محض تعزیہ بنانے کی وجہ سے نماز پڑھنا ناجائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۰۱۲۔۱۰۱۳۔۱۰۱۴۔۱۰۱۵۔۱۰۱۶)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) زید وہابی دیوبندی کے پیچھے کبھی کبھی نماز پڑھتا ہے اور خود کہتا ہے کہ جس کا عقیدہ ایسا ہو کہ حضور انور کی شان مین گستاخی کرے یا توہین کرے میں اسکو بیدین ملعون کہتا ہوں، تو زید کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے یا نہیں، جواب صرف ہاں یا نہ میں ہونا چاہیے تا کہ ہر شخص سمجھ سکے۔

(۲) زید نے ایک مقدمہ فوجداری میں ماخوذ ہو جانے کی بنا پر اپنا بیان عدالت میں جھوٹا دیا اور دو گواہوں سے جھوٹی گواہی دلوائی تو زید کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے یا نہیں۔ اور زید کے ذمہ حقوق العباد رہا کہ نہیں؟۔

(۳) ہمارے قصبہ میں اہل سنت قاضی نکاح پڑھانے والا عرصے سے ہے مگر ایک شخص نے اپنے لڑکے کا نکاح لڑکی کے والد کے کہنے پر وہابی ۲۴ سے پڑھوا دیا اور جب لڑکے کے والد سے کہا گیا کہ یہ نکاح ناجائز ہے تو جواب دیا کہ نکاح تو ہوگیا ناجائز ہونے کی حالت میں گناہ ہوا، عمر کہتا ہے کہ ناجائز ہے، اس کا یہ مطلب ہے کہ نکاح نہیں ہوا۔ اس میں قول عمر درست ہے یا زید لڑکے کے والد کا؟۔

(۴) زید کہتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجسم نور دنیا میں بشکل انسان تشریف لائے جیسے کہ اسوقت ہم بھی انسان ہیں لیکن بلحاظ مرتبہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو سب سے بالا و افضل پیدا کیا۔ ایسی حالت میں عمر کہتا ہے کہ زید حضور انور کی توہین کرتا ہے، آیا توہین ہے یا نہیں؟۔

(۵) میلاد خواں جو داڑھی منڈواتے یا کٹواتے ہیں ان سے میلاد پڑھوانا کیسا ہے، اللہ تعالیٰ آپکو اجر عظیم عطا فرمائے۔ اس کا جواب دوسری جانب مختصر تحریر فرمائیں تاکہ سمجھ میں دقت نہ ہو۔

الجواب

نحمدہ ونصل علی رسولہ الکریم

(۱) اس غلطی کی بنا پر زید کے پیچھے بھی نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲) جھوٹا بیان کرنا یا جھوٹی گواہی دلوانا یقیناً فسق ہے، تو زید فاسق ہوا، اور فاسق کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہوتی ہے۔ اور اگر زید نے اس میں کسی مسلمان کا حق بھی باطل کیا ہے تو حق العبد کا ذمہ دار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۳) اتنا قول عمر صحیح ہے۔ فی الواقع جس سے شرعاً نکاح ناجائز ہے تو اس سے رسمی طور پر نکاح کر دینے سے ہرگز ہرگز نکاح نہیں ہو جاتا۔ باقی رہا یہ امر کہ جب زوجین صحیح العقیدہ ہوں تو قاضی نکاح خواں کی وہابیت سے انکا نکاح ناجائز نہیں ہوا بلکہ نکاح صحیح ہو گیا اگر چہ اس سے نکاح نہ پڑھوانا چاہئے تھا۔

(۴) زید کے صرف اس کلام سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین لازم نہیں آتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۵) جو میلاد خواں داڑھی منڈواتا ہے یا داڑھی حد شرعی سے کم رکھتا ہے اس سے میلاد شریف نہ پڑھوانا چاہیے کہ وہ شرعاً فاسق ہے اور اسکو تخت پر بٹھانے میں اسکی تعظیم ہے۔ والفاسق من اھل الاھانۃ کما فی الھدایۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم الصواب۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۰۱۷۔۱۰۱۸۔۱۰۱۹۔۱۰۲۰۔۱۰۲۱)

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسائل مندرجہ ذیل میں

(۱) عمر نے اپنی تقریر میں یہ بھی کہا کہ داڑھی رکھنا کوئی ضروری چیز نہیں بلکہ اختیاری ہے۔ لہذا اگر نہ رکھی جائے تو کوئی حرج نہیں ہوگا، عمر کا یہ قول صحیح ہے یا غلط اور عمر کا کیا حکم ہے؟۔

(۲) عمر نے اپنی تقریر میں یہ بھی کہا کہ پردہ عورتوں کے لیے کوئی ضروری چیز نہیں، پردہ کا کوئی حکم نہیں دیا گیا ایسی حالت میں عمر کا حکم کیا ہوگا؟۔

(۳) عمر نے اپنی تقریر میں یہ بھی کہا کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا بھی خلاف شرع نہیں ۔احادیث سے ثابت ہے۔کیا یہ عمر کا قول صحیح ہے؟۔

(۴) بکر نے اپنی تقریر میں محفل میلاد شریف کے منعقد کرنے کو شرک اور اس میں شریک ہونے والے کو مشرک اور گناہ کبیرہ کا مرتکب کہا۔کیا بکر کا یہ قول صحیح ہوسکتا ہے،اور بکر کا شرعی کیا حکم ہے؟۔

(۵) عمر نے اپنے شہر کے ایک عربی دینی مدرسہ کو جو بہت مدت سے دینی خدمات انجام دے رہا تھا اپنے حکم سے درہم برہم کردیا۔طلبہ اور مدرسین بھی وہاں سے چلے گئے ،اور اسکی جگہ انگیریزی اسکول قائم کردیا۔مسلمانوں میں عمرو کی اس حرکت پر سخت بے چینی ہے،تو بتایا جائے کہ عمر کا یہ فعل عندالشرع محمود ہے یا مذموم؟ اور عمر اپنی اس حرکت کی وجہ سے کس حکم کا مرتکب ہوا،اور مسلمان اس کے ساتھ کیا برتاو کریں ۔۔ان تمام سوالات کے جوابات معہ حوالہ کتب ارسال فرمائیں۔

الجواب

نحمد ونصل علی رسولہ الکریم

(۱) عمر کا یہ قول غلط ہے، بلاشک داڑھی کا یکمشت رکھنا واجب ہے،جس کا تارک فاسق ہے اور اس مقدار سے کم رکھنا یا منڈوانا حرام ہے۔شعۃ اللمعات میں ہے ۔ حلق کردن لحیہ حرام است وروش افرنج وہنود وجوالقان است وگزاشتن آن بقدر قبضہ واجب است ۔(اشعۃ اللمعات ،ج ا ص ۲۱۲)

تو جب داڑھی کو رکھنا شرعا واجب ثابت ہوا تو اسکا رکھنا اور یکمشت رکھنا ضروری چیز ہے۔لہذا اسکو اختیاری کہنا گویا اسکے وجوب سے انکار کرنا ہے اور جب یکمشت سے کم رکھے گا یا منڈوائے گا تو ترک واجب اور حرام ہوگا، اس پر عمر کا یہ کہنا اگر نہ رکھی جائے تو کوئی حرج اور گناہ نہیں، گویا ترک واجب اور حرام میں حرج اور گناہ کا انکار کرنا ہے،تو یہ عمر احکام شرع کا منکر اور مخالف بھی قرار پایا اور اس کا قول بھی بالکل غلط اور باطل ٹھہرا۔ واللہ تعالیٰ اعلم،

(۲) عمر کا یہ قول کہ عورتوں کے لئے پردہ کا کوئی حکم نہیں دیا گیا قرآن کریم اور حکم الہی کا صریح انکار ہے۔قرآن کریم سورۃ احزاب میں آیۃ حجاب موجود۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یا ایھا الذین امنوا لا تدخلوا بیوت النبی الا ان یوذن لکم الآیۃ۔

و قال اللہ تعالی: یا ایھا النبی قل لا زواجک و بنتک و نساء المومنین ید نین علیھن من جلابیبھن ذالک ادنی ان یعرفن فلا یوذین و کان اللہ غفورا رحیما۔

اے ایمان والو نبی کے گھروں میں نہ حاضر ہو جب تک اذن نہ پاؤ۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے نبی! اپنی بیویوں اور صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرمادو کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالے رہیں یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ انکی پہچان ہو، تو ستائی نہ جائیں، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

علامہ احمد جیون تفسیر احمدی میں تحت آیہ کریمہ فرماتے ہیں:

الآیة و ان کان خاصافی حق ازواج رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکن الحکم عام لکل من المومنات فیفھم من ان یحتجب جمیع النساء من الرجال ولا یبدین انفسھن۔

آیت اگر چہ خاصکر ازاواج مطہرات کے حق میں وارد ہوئی ہے لیکن اسکا حکم مسلمان عوتوں میں سے ہر ایک کے لئے ہے، تو اس سے یہ مفہوم ہوا کہ عورتیں مردوں سے پردہ کریں، اور اپنے آپ کو ان کے سامنے بے حجاب نہ کریں۔

حجۃ الاسلام امام ابوبکر رازی احکام القرآن میں تحت آیہ کریمہ فرماتے ہیں

فی ھذہ الآیة دلالة علی ان المرأة الشابة مامورة بستر وجھه عن الاجنبین واظھار الستره والعفاف عند الخروج لئلا یطمع اھل ریب فیھن۔

(احکام القرآن، ج ۳، ص ۹۸)

اس آیت میں اس بات پر دلالت ہے کہ جوان عورت کو اجنبیوں سے اپنے چہرہ کے چھپانے اور نکلتے وقت پارسائی اور پردہ کے ظاہر کرنے کا حکم دیا گیا تاکہ شک والے کو ان میں کوئی طمع کی راہ نہ ملے۔

ان آیات وتفاسیر سے ثابت ہوگیا کہ عورتوں کو اجنبی مردوں سے پردہ کرنے کا حکم خود اللہ تعالی نے دیا۔ فقہ کی کتابوں میں بھی ہے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے۔

النظر الی وجه الاجنبیة اذا لم یکن عن شھوة لیس بحرام لکنه مکروہ کذا فی السراجیة وان غلب علی ظنه انه یشتھی فھو حرام کذا فی الینابیع

(عالمگیری ص ۹۸ ج ۴)

اجنبی عورت کے چہرہ کی طرف نظر کرنا جب شہوت سے نہ ہو تو حرام تو نہیں لیکن مکروہ تحریمی ہے۔

اسی طرح فتاوی سراجیہ میں ہے اور اسکا اگر غالب گمان یہ ہے کہ وہ دیکھنا بشہوت ہے تو حرام ہے، یہی ینابیع میں ہے۔

بالجملہ قرآن کریم، تفاسیر، کتب فقہ میں عورتوں کو پردہ کا حکم دیا گیا، اب اس پر عمر کا یہ قول کہ پردہ عورتوں کے لئے کوئی ضروری چیز نہیں، پردہ کا کوئی حکم نہیں دیا گیا، کس قدر غلط اور باطل ہے اور حکم قرآنی کا کیسا صاف انکار اور مسئلہ شرعی کی کیسی کھلی ہوئی مخالفت ہے۔ تو یہ منکر عمر منکر حکم قرآنی ومخالف حکم شرعی قرار پایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۳) کھڑے ہوکر پیشاب کرنا ممنوع ہے اور یہ ممناعت احادیث میں مروی ہے۔ ترمذی شریف، ابن ماجہ، حاکم، مسند عبدالرزاق میں حضرت امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی۔

حدیث ۱۔ قال رانی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وانا ابول قائما فقال یا عمر لاتبل قائما فما بلت قائما بعد۔ (مشکوۃ شریف، ص ۴۳)

انھوں نے فرمایا کہ مجھکو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا کہ میں کھڑے ہوکر پیشاب کر رہا ہوں تو فرمایا اے عمر! کھڑے ہوکر پیشاب مت کر۔ تو میں نے اسکے بعد کھڑے ہوکر پیشاب نہیں کیا۔

ترمذی شریف، مسند امام احمد میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی

حدیث ۲۔ قالت من حدثکم ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یبول قائما فلا تصدقوہ ما کان یبول الا قاعدا۔ (مشکوۃ شریف، ص ۴۳)

انھوں نے فرمایا جو شخص تم سے بیان کرے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہوکر پیشاب کرتے تھے تو اسکی تصدیق مت کرو۔ کہ حضور تو بیٹھ کر ہی پیشاب کرتے تھے۔

حاکم وبیہقی شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے

حدیث ۳ ۔ تقسم باللہ ما رأی احد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یبول قائما منذ انزل علیہ القرآن۔ (بیہقی۔ ج ۱۔ ص ۱۰۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بقسم فرماتی ہیں کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب سے ان پر قرآن کا نزول ہوا کھڑے ہوکر پیشاب کرتا ہوا نہیں دیکھا ہے۔

ابن ماجہ بیہقی شریف میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی

حدیث ۴۔ قال نہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان یبول الرجل قائما۔
(بیہقی، ج ا۔ص ۲۰۸)

انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آدمی کو کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔

یہ دس کتب حدیث سے گویا دس احادیث پیش کیں جس سے آفتاب سے زیادہ روشن طور پر ثابت ہو گیا کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا منع و مکروہ تحریمی ہے۔

چنانچہ حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی شرح مشکوۃ شریف اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں، وامت ہمہ اتفاق دارند بر کراہت ایستادہ کردن بول تحریمی یا تنزیہی بجہت لازم آمدن کشف عورت و تجس تن و جامہ و ترک مروت (اشعۃ اللمعات کشوری۔ج ا۔ص ۲۰۷)

تو اب ثابت ہو گیا کہ عمر کا قول غلط و باطل ہے اور اتفاق امت کے خلاف ہے۔اب باقی رہا عمر کا حدیث حضرت حذیفہ سے استدلال کرنا تو وہ اسکی حدیث سے ناواقف ہونے کی بین دلیل ہے کہ اس حدیث میں بعذر کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا ذکر ہے۔

چنانچہ اسی اشعۃ اللمعات میں ہے۔ گفتہ شدہ است در توجیہ این حدیث کہ بوداین بول کردن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایستادہ بجہت عذرے وان عمل در عہد جاہلیت بود۔اما عذریکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را اثبات آن میکنند بعض گویند دردے بودہ در استخوان صلب وے کہ بدال نشستن دشوار بود، وطاقت نشستن نداشت و بعض گویند عذر آں بود کہ برائے نشستن جائے نہ بود بحکم ضرورت ایستادہ کرد۔ (اشعۃ اللمعات ج اص ۲۰۷)

لہذا عمر کا حالت عذر سے بغیر عذر کے لئے استدلال کرنا اسکی سخت جہالت ولاعلمی ہے۔اسی اشعۃ اللمعات کے اسی ذکر میں ہے۔وآنچہ مبنی بر اعذار است بیرون از دائرہ اعتبار است۔تو اب ظاہر ہو گیا کہ یہ عمر سخت جاہل اور بے علم بھی ہے اور اپنے اس قول (کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا خلاف شرع نہیں۔احادیث سے ثابت ہے) میں سخت جھوٹا، اور مفتری بھی ہے، کہ احادیث سے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی ممانعت بھی ثابت ہو گئی اور اسکا بالاتفاق خلاف شرع ہونا بھی ثابت ہو گیا۔لہذا قول عمر کا غلط و باطل ہونا آفتاب سے زیادہ روشن طور پر ثابت ہو گیا۔واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر بعثت و بیان ولادت کیلئے سب سے پہلے مجلس

خود اللہ نے یوم میثاق میں منعقد کی جس میں تمام حضرات انبیا و مرسلین نے شرکت کی جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں فرمایا۔

و اذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتب و حکمۃ ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتومنن بہ ولتنصر نہ قال أ أقررتم و اخذ تم علی ذلکم اصری قالوا اقررنا قال فاشھد و اوانا معکم من الشاھدین۔ (ال عمران ۸)

اور یاد کر جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور اسکی مدد کرنا۔ فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا؟ سب نے عرض کی کہ ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔

اس آیۂ کریمہ سے ثابت ہو گیا کہ یوم میثاق خود اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام کو جمع کر کے ایک مجلس منعقد کی جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری اور پیدا ہونے کا ذکر کیا اور ان پر ایمان کا عہد لیا۔ تو یہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری اور پیدائش کے ذکر اور ان پر ایمان لانے کے عہد ہی کے لئے تو مجلس منعقد ہوئی، لہذا اس مجلس ذکر آمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منعقد کرنے والا خود اللہ تعالیٰ ہے اور اس میں شرکت کرنے والے حضرات انبیا و مرسلین ہیں۔ پھر اسی عہد ہی کی بنا پر ہر نبی و رسول اپنے اپنے زمانہ میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذکر بعثت و ولادت و فضائل و مناقب کی محافل و مجالس منعقد کرتے رہے اور اپنی اپنی امت سے ان پر ایمان لانے اور انکی مدد کرنے کا عہد لیتے رہے۔ چنانچہ علامہ سیوطی خصائص کبری میں اس آیت کی تفسیر بروایت ابن ابی حاتم اور امام سدی سے اس طرح نقل فرماتے ہیں۔

لم یبعث نبی قط من لدن نوح الا اخذ اللہ میثاقہ لیومنن بہ و ینضرنہ ان خرج وھو حی والا اخذ علی قومہ ان یومنو ابہ و ینصروہ ان خرج وھم احیاء۔

زمانہ نوح علیہ السلام سے کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا مگر اللہ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں عہد لیا کہ اگر یہ اس نبی کی زندگی میں مبعوث ہوا۔ تو وہ ان پر ایمان لائے اور ان کی مدد فرمائے اور اپنی امت سے یہ عہد لے کہ اگر وہ تشریف لائے اور وہ لوگ زندہ ہوں تو ان پر ایمان لائیں اور ان کی مدد کریں۔

یہاں تک کہ خود ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ذکر مبعث و بیان ولادت کے لئے مجلس منعقد کی اور منبر پر کھڑے ہو کر اپنا ذکر میلاد اس طرح مجمع صحابہ کرام میں بیان فرمایا۔ چنانچہ ترمذی شریف میں حضرت مطلب بن ابی وداعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

قال جاء العباس الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و کانہ سمع شیئا فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی المنبر فقال من انا فقالوا انت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال انا محمد بن عبداللہ بن عبد المطلب ،ان اللہ خلق الخلق فجعلنی فی خیرهم ثم جعلهم فرقتین فجعلنی فی خیرهم قرقة ثم جعهلم قبائل فجعلنی فی خیر هم قبیلة ثم جعلهم بیتا فجعلنی فی خیرهم بیتا و خیرهم نفسا

(ترمذی شریف۔ ج ۲،ص ۲۰۱)

حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ حضور سید عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ انہوں نے کچھ حضور کے نسب کے بارے میں طعن سنا تھا تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا: میں کون ہوں صحابہ نے عرض کیا کہ آپ رسول اللہ ہیں، آپ پر سلام ہو۔ فرمایا: میں محمد بن عبداللہ بن عبد المطلب ہوں۔ بیشک اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا اور مجھے انکے بہترین میں پیدا کیا۔ پھر انکو دو گروہ میں کیا تو مجھے انکے بہتر گروہ میں پیدا کیا، پھر ان کے قبیلے بنائے تو مجھے انکے بہتر قبیلہ میں پیدا کیا پھر انکے خاندان بنائے تو مجھے انکے بہتر خاندان میں اور بہتر ذاتوں میں پیدا کیا۔

پھر ہر قرن میں صحابہ و تابعین ،سلف صالحین اولیائے کاملین علماء عاملین تمام اہل اسلام نے ذکر ولادت و بعثت و بیان فضائل و مناقب و محافل و مجالس منعقد کیں ۔ چنانچہ علامہ حلبی سیرۃ حلبیہ میں نقل فرماتے ہیں۔

لا زال اهل الاسلام من سائر الاقطار و المدن الکبائر یعملون المولدو یتصدقون فی لیالبه بانواع الصدقات و یعتنون هذه مولده الکریم یظهر علیه من برکاته کل فضل عمیم ،

تمام بڑے شہروں کے اہل اسلام ہمیشہ سے میلاد شریف کرتے ہیں، اور ولادت کی شبوں میں طرح طرح سے صدقات دیتے ہیں اور میلاد شریف پڑھتے ہیں، اہتمام کرتے ہیں، تو ان پر ہر فضل عمیم کی برکتیں ظاہر ہوتی ہیں۔

لہذا اس بکر کے نزدیک ساری امت مشرک ہوئی بلکہ اس کے قول سے سب علماء عاملین

کاملین مرتکب گناہ کبیرہ ومشرک قرار پائے بلکہ اس کی ناپاک بات سے تمام سلف صالحین وصحابہ وتابعین بھی مشرک وکافر ٹھہرے بلکہ اس کے غلط حکم سے انبیاو مرسلین بھی شرک سے نہ بچ سکے بلکہ اسکے باطل فتوی سے خود اللہ تعالیٰ بھی مشرک قرار پایا۔

کیونکہ ان سب نصوص وعبارات سے ظاہر ہوگیا کہ ان سب نے ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محفل میلاد منعقد کی اور خود انہون نے اس محفل پاک میں شرکت کی۔ لہذا اس بیدین بد بخت بکر کے قول سے کوئی بھی مشرک ہونے سے نہ بچ سکا تو اب اس قول بکر کا غلط اور باطل ہونا اور خود اسکا گمراہ و بیدین ضال ومضل ہونا آفتاب سے زائد روشن طور پر ثابت ہوگیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) جب ان جوابات سے عمر کی بد مذہبی وگمراہی ظاہر ہوگئی تو اسکا عربی مدرسہ کو میٹ دینا اور اسکے بجائے انگریزی اسکول کا قائم مقام کردینا اسکی مزید دین سے آزای اور مذہب سے بے تعلقی کی بین دلیل ہے۔ لہذا مسلمان ایسے بیدین وگمراہ شخص سے ترک تعلقات کریں، اس کی باتوں کو نہ مانیں، اس کے حکم پر عمل نہ کریں، اسکی صحبت سے بچیں، اس سے سلام وکلام نہ کریں، کہ ایسوں کے متعلق حدیث شریف میں وارد ہے۔ ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم۔ اور اسلامی عربی مدرسہ کو پھر جاری کریں وراس میں دین پاک کی تعلیم شروع کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۰۲۲-۱۰۲۳)

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں۔

(۱) زید مولوی اور عالم ہیں، امامت کرتے ہیں داڑھی پر خضاب لگاتے ہیں، کیا خضاب لگانا جائز ہے؟۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یا کسی صحابی نے کیا کبھی خضاب لگایا ہے؟۔

(۲) اگر خضاب لگانا جائز ہے، تو کس قسم کا خضاب جائز ہے؟۔ حوالہ کتب معتبر سے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب

نحمد ونصل علی رسولہ الکریم

(۱) مہندی کا خضاب تو جائز بلکہ مستحب ہے اور سیاہ خضاب مکروہ تحریمی بلکہ حرام ہے۔ بخاری و

مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:ان الیھود و النصاری لا یصبغون فخالفوھم ۔یعنی یہود ونصاری خضاب نہیں کرتے ہین پس تم ان کی مخالفت کرو یعنی مہندی کا خضاب کرو۔

حضرت شیخ محقق اشعۃ اللمعات میں اسکی شرح میں فرماتے ہیں۔

مراد غیر خضاب بسیاہی ست وخضاب بسیاہی حرام ست وصحابہ وغیرہم خضاب سرخ بحنائی کردند وزرد نیز میکرند ودر خضاب بحنا احادیث وارد شدہ ست وگفتہ اند کہ خضاب بحنا از سیمائے مومناں ست و جواز آن علما متفق علیہ ست وبعضے از فقہا آنرا مستحب داشتہ۔

اس سے سیاہی کے علاوہ خضاب مراد ہے کہ سیاہ خضاب تو حرام ہے، صحابہ کرام وغیرہم مہندی کا سرخ خضاب اور کبھی زرد بھی کرتے تھے اور مہندی کے خضاب کیلئے احادیث وارد ہیں، اور کہا گیا ہے کہ مہندی کا خضاب اہل اسلام کے علامات سے ہے اور علما میں اس کا جواز متفق علیہ ہے، اور بعض فقہا نے اس کو مستحب کہا۔

اور مسلم شریف میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے۔واجتنبوا السواد۔یعنی سیاہ خضاب سے پرہیز کرو۔

یعنی خلاصہ کلام یہ ہے کہ مہندی کا خضاب باتفاق جائز ہے اور سیاہ خضاب میں مذہب مختار یہ ہے کہ وہ مکروہ وحرام ہے۔اسی بنا پر سیاہ خضاب کرنے والے پر حدیث میں وعید شدید وارد ہے۔ابوداؤد ونسائی شریف میں حضرت عبدللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

یکون قوم فی آخر الزمان یخضبون بھذا السواد کحو اصل الحمام لا یجدون رائحۃ الجنۃ ۔

یعنی اخیر زمانہ میں ایک قوم ہوگی جو سیاہ خضاب کبوتروں کے سیاہ پوٹوں کی طرح کریں گے، یہ لوگ جنت کی بو کو بھی نہ پائیں گے۔

ان احادیث اور ان کی شرح سے یہ ثابت ہو گیا کہ مہندی کا خضاب تو باتفاق علما جائز ہے اور احادیث وفعل صحابہ کرام سے ثابت ہے اور بعض صحابہ کرام سے جو سیاہ خضاب کا استعمال وارد ہے، وہ صرف مجاہدین وغازیوں کے لئے ہے جنہیں دشمنان دین کے لئے بہ نیت ہیبت اجازت دی گئی، ورنہ

سیاہ خضاب حرام ہے، اس کی ممانعت قول رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم،

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۰۲۴۔۱۰۲۵۔۱۰۲۶۔۱۰۲۷۔۱۰۲۸۔۱۰۲۹)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین سوالات ذیل میں:

(۱) زانی اور زانیہ اگر زنا کرنے اور کرانے سے باز نہ آئیں تو انکے لئے کیا حکم ہے، اگر ان دونوں میں سے کوئی مرجائے، تو ان کی جنازے کی نماز پڑھنا پڑھانا چاہیے یا نہیں؟۔

(۲) امام مسجد زانی یا زانیہ کے خاندان والوں سے میل جول رکھتا ہے، کیا ایسے کو امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم شرع ہے یا نہیں، اگر نماز پڑھی دوہرائی نہیں تو ہوجائے گی؟۔

(۳) زید نے کہا کہ امام مسجد ان لوگوں سے میل جول رکھتا ہے جو زانی سے میل رکھتے ہیں اور زانی کے والدین وغیرہ سے میل رکھتے ہیں مگر زانی سے میل نہیں رکھتا ہے، تو اسمیں کیا نقصان ہے۔ بکر نے کہا کہ زانی زنا کو کب چھوڑ سکتا ہے، جب امام مسجد زانی کے خاندان والوں سے اور زانی کے ملنے والوں سے ملتا ہے تو زانی کی اہمیت بڑھ جائے گی، اور کہے گا کہ اب میرا کوئی کیا کرسکے گا، بکر نے کہا میں ایسے امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھونگا، مجھے شک ہے، جب ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا فتوی آجائے گا نماز پڑھوں گا،؟۔

(۴) بکر وغیرہ زانی خاندان والوں کو دعوت کرتے ہیں اور تقریب وغیرہ میں بلاتے ہیں جو انکو دعوت اور تقریب وغیرہ میں بلاتے ہیں انکے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟۔

(۵) غیر مسلم نے مسلم سے بغرض ضرورت کچھ روپیہ طلب کئے، مسلم نے کہا روپیہ دینے میں مجھے کچھ انکار نہیں ہے مگر شرط یہ ہے کہ جب تک میرا روپیہ ادا نہ کروگے تب تک فصل ربیع اور فصل خریف میں میرے تمہارے درمیان میں جتنا اناج ٹھہر جائے گا اسی قدر لیا کروں گا۔ اور جب میرا روپیہ ادا کردو گے تم سے اناج لینا موقوف کردوں گا، غیر مسلم نے اناج دینے کا اقرار کرلیا، اور کہا یہ بات تمہاری مجھے منظور ہے، اس طرح کے لین دین کا شریعت میں کیا حکم ہے؟۔

(۶) اہل محلہ سے کہا جاتا ہے کہ زانی سے زنا چھڑانے کی کوشش کرو اور اسکا حقہ پانی، بھشتی، بھنگی

بند کرو تو وہ کہتے ہیں کون بدمعاش سے لڑائی لڑے، اور کون جوتیاں کھائے، ایسی صورت میں اہل محلہ کو کیا کرنا چاہیے۔ اور حکم شرع کیا ہے؟۔

الجواب

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

(۱) زانی یا زانیہ کی شرعی سزا سنگسار کرنا یا کوڑے مارنا ہے جب انکا زنا شہادت شرعی سے ثابت ہو جائے، اور یہ سزا دینے کا حق حاکم شرع کو ہے، نہ کہ عوام مسلمین کو۔ ہاں عوام اس سے بغرض تنبیہ اجتناب پرہیز کر سکتے ہیں، اور جب زانی یا زانیہ میں سے کوئی مرجائے، تو اسکی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم،

(۲۔۳) امام مسجد کے پیچھے فقط خاندان زانی یا زانیہ سے میل جول رکھنے کی بنا پر نہ نماز پڑھنا شرعا ممنوع ہے نہ وہ نماز قابل اعادہ ہے، قول بکر کوئی شرعی حکم نہیں، وہ اسپر اصرار نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم،

(۴) خاندان زانی سے تو ترک تعلقات کا حکم نہیں، تو انہیں دعوت تقریب میں بلایا جا سکتا ہے، البتہ خود زانی سے ترک تعلقات کیا جا سکتا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم،

(۵) ایسا لین دین اور ایسا فصلانا اناج کا تقرر سود ہے، اور سود مطلقا حرام ہے، قران کریم میں ہے۔ و احل الله البيع و حرم الربوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۶) اگر نا قابل برداشت دشواری و پریشانی ہو تو اہل محلہ زانی کا حقہ پانی بھنگی بہشتی کے بند کر دینے کی سزا دے سکتے ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۰۳۰)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین ومفتیان اس مسئلہ میں کہ

بعض حضرات کے یہ فعل کسی حد تک درست ہیں کہ وہ بزرگان دین کے مزارات پر حاضر ہو کر صاحب مزار کو سجدہ کرتے ہیں کیا یہ فعل صحیح ہے؟، اگر سجدہ کا حکم سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کے لئے ہوتا تو سب سے پہلے حضور اقدس کی ذات مقدس کو اس شرف سے نوازا جاتا، لیکن اس بابت کوئی حکم نہیں ہے۔

الجواب

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

ہماری شریعت میں سوائے خدا کے کسی کو سجدہ جائز نہیں ہے، فتاوی عالمگیری میں ہے۔ ولا يجوز السجود الالله تعالیٰ، لہذا اب کسی صاحب مزار کے لئے بخیال عزت وتحیۃ سجدہ کیا جائے تو وہ ناجائز وحرام ہے، اور اگر بہ نیت عبادت سجدہ کیا جائے تو وہ کفر وشرک ہے۔ بالجملہ مزارات بزرگان دین پر کسی نیت سے سجدہ کرنا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل، العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ

(۱۰۳۱_۱۰۳۲_۱۰۳۳_۱۰۳۴_۱۰۳۵_۱۰۳۶)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں۔

(۱)۔ راعی برادری میں پنچائتی نظام صدیوں سے رائج ہے، یہ نظام برادری میں ضبط ونظم اتحاد ویکجہتی قائم رکھنے نیز تعلقات وتقریباتی امور انجام دینے کے لئے ہے۔ ضبط ونظم توڑنے والوں کی مقررہ پنچائتی اصولوں کے مطابق تنبیہ وتادیب کرتا ہے، بحمد اللہ چودھریان قوم تعمیر وترقی اور اصلاح کے حامی ہیں۔ نعوذ باللہ کسی مسلمان کو اچھوت نہیں کہتے، اور نہ زید وغیرہ کو برادری سے خارج یا الگ سمجھتے ہیں۔ بلکہ زید وغیرہ اس قدیم جماعتی نظام سے خود الگ ہو گئے ہیں۔

(۲)۔ زید اور اس کے چند احباب ایک چودھری کی زمین پر جو دستاویزی ثبوت ملکیت بھی رکھتا تھا اس کی مرضی کے خلاف تدفین میت کیلئے اپنے چودھری کا مشورہ واجازت ضروری ہے۔ اس لئے قبول نہ کیا کہ متوفی یا زید وغیرہ اعز وہاں دفن ہو چکے ہیں اس طرح زید وغیرہ نے ہر دو چودھری کی اجازت و مشورہ کے خلاف میت دفن کی۔ بعد ازاں تدفین میت کی اجازت نہ ملنے کے سلسلے میں ناراض ہو کر افراد برادری کو جمع کیا اور لوگوں کو بحوالہ رکاوٹ تدفین میت ابھارا اور پنچائتی نظام و چودھریان سے علیحدہ ہونے کی ترغیب دلا کر دستخط بھی ثبت کرائے۔ اس معاملہ میں دور بین معاملہ فہم حضرات معقول اعتراضات کر کے بالآخر کنارہ کش ہو گئے۔ لیکن زید وغیرہ نے چودھریان وپنچائتی نظام کے خلاف ایک آزاد پارٹی انجمن جمعیۃ الراعی نام سے قائم کر لی اور اطلاعی تحریریں بھی بھیج دیں۔ بعد ازاں ذریعہ اخباری بیان سوال کیا کہ قوم پر بارہ چودھریان کا اقتدار اب تک کیوں باقی ہے۔ پھر چودھریان نظام کو بوسیدہ

غلط بتاتے ہوئے آزاد پارٹی میں شرکت کی اعلانیہ دعوت دیکر دیدہ ودانستہ افتراق وانتشار پھیلایا گیا، اس طرح زید وغیرہ کا اصلاح دین ودنیا کی طرف رجوع کرنے کا مقصد تو بلا اجازت تدفین میت اور اسی بنا پر پارٹی بازی سے صاف ظاہر ہے، ۔ نیز زید وغیرہ کی اصلاحی اصلیت یا سیاست بھی پوشیدہ نہیں۔

(۳)۔ چودھریان و بزرگان قوم نے متفق الرائے ہوکر خانہ ساز پارٹی کا قیام خلاف اصول نیز برادرانہ نظم ونسق کے خلاف ٹھہرایا، اور زید وغیرہ کو بطور تنبیہ تادیب پہنچائی، حقوق سے محروم کر دیا۔ اور حساب دستور قدیم تلافی کے طور پیسہ لازم شرط عائد کردی کی زید وغیرہ ڈھائی آنہ فی کس نقد پیسہ ادا کریں اور اپنی سابقہ جگہ واپس ہوں نیز تعمیر وترقی یا کسی اصلاح کیلئے اپنے اپنے چودھریان نظام میں واپس ہوکر اتفاق رائے سے کوئی قدم اٹھائیں۔ اور اس طرح قوم کا نظام درہم برہم نہ کریں۔ اور دور اندیش و مصالحانہ روش سے کام لیں۔

(۴)۔ زید وغیرہ نے اس پر کوئی توجہ کے خلاف اس کے تنبیہ وتادیب کو بذریعہ غلط پروپگنڈیوں سے مشہور کیا کہ جمیعتی افراد کا چلن بند کر دیا گیا اور انہیں اچھوت سمجھا گیا حالانکہ یہ لوگ ذریعہ تحریر وتحریک خود علیحدہ ہوئے۔ اور واقعہ یوں ہے کہ ارباب برادری واعزا واقربا سے ان کے سارے تمدنی ومعاشرتی تعلقات حسب سابق بدستور ہیں، صرف پنچائتی حقوق سے یہ محروم ہیں، اور حسب دستور قدیم ڈھائی آنہ فی کس تو نقدی پیسہ ادا کر کے پنچائتی حقوق بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ اور یہ عمل انکے لئے اختیاری ہے۔ جس سے وہ عمداً گریزاں ہیں۔

(۵)۔ زید وغیرہ نے آٹھ نو ماہ بعد چودھریان پنچائتی نظام کر بدنام کرنے کے لئے علمائے کرام سے اپنے استفتاء میں یہ اظہار کیا کہ چودھریوں نے ہمیں اچھوت سمجھا اور ہمارا چلن بند کرایا نیز بحوالہ اصلاح اپنی موافقت میں فتاوی حاصل کر کے ایک کتابی شکل میں بقیمیت فروخت اور مفت بھی تقسیم کئے۔ اس طرح فتووں کو اپنے پارٹی کیلئے سبب منفعت بنایا لیکن زید وغیرہ اس طرح بھی اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکے کیوں کہ ایک فتوی میں مسلمانون کو اچھوت کہنا وسمجھنا گناہ بتایا گیا ہے۔ اور جمیعۃ کو چودھرائیت قایم رکھنے نیز جماعت کے افراد کے طے کردہ قوانین چودھریان کے واسطے بنائے جانے کی ہدایت دی۔

(۶)۔ بالآخر پنچائتی نظام و پنچائت کے حامیوں نے ارباب انجمن یعنی آزاد پارٹی سے مختلف ذریعہ وطریقوں سے متعدد بار کوشش کی کہ زید وغیرہ پارٹی بازی وغلط روی کو ترک کریں نیز اگر واقعی تعمیر

وترقی کا کوئی جذبہ یا مقصد اصلاح ہے تو انکی تکمیل پنچایت میں شریک اور بزرگان قوم سے متفق ہوکر کریں زید وغیرہ نے ان کوششوں اور مدعائے مصالحت ووقت کی اہمیت کو متواتر نظر انداز اور رد کیا ہنوز پنچائت میں شریک اور شامل ہونے کی بجائے تخریبی روش پر مصر ہیں۔ لیکن پنچائتی نظام و پنچائت کے حامیوں کی بحث وتمحیص اور مفاہمتی پیشکس بالخصوص علمائے کرام کی مذکورہ بالا ہدایت کی وجہ سے ارباب انجمن کے نظریات میں کچھ تبدیلی پائی جاتی ہے۔ بیشتر لوگ تو صرف پابندی عہد وحلف میں غلطاں و پیچاں ہیں حلف جو کہ انجمن میں رہتے ہوئے دستور العمل کی پابندی کا ہے اور آزاد خیال اور جاہ پسند افراد صرف ضد اور توہین اور سبکی کی وجہ سے دوسروں کو بھی مجبور کئے ہوئے ہیں اور کسی راہ عمل کے منتظر ہیں۔ اندریں حالات حکم شرع شریف سے آگاہ فرمائیں لہذا خلاصہ سوالات یہ ہے۔

(۱) زید اور اسکے احباب کے لئے ایسی صورت میں قدیم پنچائتی نظام سے علیحدہ ہونا تنبیہ و تادیب کے باوجود مخالف انجمن وپارٹی بنانا درست ہے یا نہیں؟۔

(۲) زید اور اسکے چند احباب کی بلا اجازت تدفین میت پارٹی سازی کیلیے پروپگنڈہ قدیم پنچائتی نظام چودھریاں کیخلاف برادری کو ورغلانا اور امادہ بغاوت کرنا افتراق وانتشار پھیلانا کیسا فعل ہے؟۔ اپنے اشخاص کیلیئے کیا حکم ہدایات ہے؟۔

(۳) چودھریان کا پارٹی اور قیام پارٹی کو غلط قرار دینا زید وغیرہ کی تنبیہ وتادیب وقدیم پنچائتی نظام میں تلافی کے ساتھ واپسی کا حکم درست ہے یا نہیں؟۔

(۴) چودھریان کی تنبیہ وتادیب کو اچھوت سمجھنا نیز چلن بندی سے تعمیر کرنا قدیمی جماعتی نظام سے علیحدہ ہوکر اس سے گریز کرنا کیا مناسب ہے؟۔

(۵) پنچایتی نظام وسرداران قوم کے خلاف اس طرح فتاوی حاصل کر کے پارٹی سازی کے لئے مفید مقصد بنانا کیسا فعل ہے؟۔

(۶) پنچائتی تعمیر وترقی واصلاح کے لئے گفتگو کو متواتر ٹھکرانا، ضد اور احساس توہین وسبکی نیز غیر متعلق عہد وحلف کی بنا پر دوسروں کو مجبور کرنا، نیز مغالطہ میں رکھنا، اور خود بھی پنچائتی نظام کی تعمیر وترقی و اصلاح میں شامل وشریک نہ ہونا کیا درست ہے؟۔ ایسی صورت میں زید وغیرہ کے لئے خلاصہ طور پر شرعی حکم وہدایت سے آگاہ فرمادیں؟۔

الجواب

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

(۱) جس پنچایتی نظام کی بنیاد ترقی واصلاح۔ اتحاد واعانت۔ اخوت ومساوات اسلامی کیلئے ہو اور اسکے اصول خلاف شرع نہ ہوں حتی کے اس کے تادیبی امور بھی مطابق شرع ہوں تو اگر اس رائی برادری کا نظام واصول ایسا ہی ہے تو زید کا اس سے علیحدہ ہونا اور اسکے خلاف کوئی انجمن بنانا درست نہیں، کہ حقیقۃ اس میں شرع سے علیحدگی اور اسکی مخالفت لازم آتی ہے جو کسی طرح درست نہیں ہوسکتی، اور اگر اس برادری کا کوئی اصول یا تادیبی امر خلاف شرع ہے تو اسکی مخالفت اور اس سے علحدگی نہ فقط درست بلکہ ضروری ہے۔

(۲) زید کو ملک غیر میں اپنی میت کے دفن کرنے کا شرعا کوئی حق حاصل نہیں۔ تو زید کا بغیر اجازت مالک ے میت کو دفن کر دینا تو خود شرعی جرم اور اسی شرعی جرم کی بنا پر پارٹی بنانا اور قدیم پنچائتی نظام کے خلاف پروپیگنڈہ کرنا اور برادری میں افتراق وانتشار پیدا کرنا زید کا شرعی جرم ہوا۔ تو زید اور اس کے احباب سخت گنہگار ہوئے۔

(۳) چودھریان کا کسی کو کسی شرعی جرم کی بنا پر بعد تادیب پنچائتی نظام میں واپس کر لینا نہ فقط درست بلکہ فعل مستحسن ہے لیکن پیسہ اور روپیہ کا ملی جرمانہ کرنا ناجائز ہے اگر غلطی سے ملی جرمانہ کر دیا تو اس کو واپس کر دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) چودھریان کی تادیب خلاف شرع نہ ہو تو کسی کا اس کو برا کہنا یا اس کے غلط نام دھرنا یا خود انکو موردالزام بنا کر اتفاق سے گریز کرنا خود شرعی مجرم بن جانا ہے۔ لیکن پنچائتی حقوق حاصل کرنے کیلئے مالی جرمانہ کو دارومدار بنا دینا غلط ہے علاوہ بریں جب تادیب ہی کرنا ہے اور اسکو صرف پنچائتی حقوق تک محدود کر دینے پر کبھی تادیب کا فائدہ نہیں ہوتا۔ تو پھر اسکو ساری تمدنی ومعاشرتی تعلقات کے ترک کرنے کی سزادی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم،

(۵) جب پنچائتی نظام خلاف شرع نہ ہو اور سرداران قوم خلاف شرع حکم نہ دیتے ہوں تو انکے خلاف جھوٹے سوالات گڑھ کر غلط فتاوے حاصل کرنا اور انہیں غلط فتاوی کو اپنی پارٹی سازی کی بنیاد ٹھہرانا سخت ممنوع اور قبیح فعل ہے۔

(۶) مصالحت ومفاہمت کو بار بار نظر انداز کرنا اور اسکو ٹھکرا دینا اور ترقی واصلاح کی دعوت کو

مسترد کردینا اور بجائے شمول پنچائت کے اسکے لئے تخریبی روش اختیار کرنا اور دوسروں کو براہ فریب عہد وحلف لیکن پنچائت کے خلاف پر مجبور کرنا مذموم افعال ہیں اور تعلیم اسلامی کے خلاف محرکات ہیں۔
حاصل کلام یہ ہے کہ زید کی پنچائت سے علیحدگی اور اسکے خلاف نئی پارٹی سازی کی بنیاد اگر وہی ملک غیر میں تدفین میت ہے یا اور کوئی خلاف شرع امر ہے تو زید کی یہ ساری حرکات اور خاصکر افتراق اور نئی پارٹی کی تحریک یقیناً موجب گناہ عظیم ہے۔لہذا اسکو فوراً ایسے قبیح افعال سے باز آ کر قومی نظام میں شامل ہونا ضروری ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۰۳۷۔۱۰۳۸۔۱۰۳۹)

کیا فرماتے ہیں علماء دین ذیل کے مسئلہ میں۔

(۱) کچھ روز قبل زید کی شادی بکر کی لڑکی سے ہونا طے پائی۔زید سنی اور بکر وہابی یعنی اہل حدیث ہے۔زید نے جب مذہبی کتابیں دیکھیں، اور علمائے دین سے دریافت کیا تو اس کو یہ بات معلوم ہوئی کہ وہابی اور دیوبندی جو میلاد وقیام نیاز وفاتحہ کو بدعت شرک اور حرام کہتے ہیں۔ان کے یہاں شادی بیاہ میں کھانا پینا سب ناجائز وحرام ہے۔چنانچہ زید اب بکر کی لڑکی سے شادی کرنے سے انکار کرتا ہے۔اور زید کے خویش واقارب کہتے ہیں کہ کتنے دنوں سے ایسی شادیاں ہوتی چلی آرہی ہیں۔آج تک کسی عالم و مولوی نے ناجائز نہیں کہا۔تم تو ایک نئی بات کہتے ہو۔اس کا ثبوت کیا ہے۔لہذا خدمت میں عرض ہے کہ اس استفتاء کا جواب عام فہم زبان میں قرآن شریف وحدیث شریف کے حوالے کے ساتھ ارسال فرمائیں۔نیز یہ بھی واضح فرمائیں کہ جن لڑکے ولڑکیوں کی شادی وہابی کے یہاں ہو چکی ہے اسے کیا کیا جائے۔فتوی عام فہم مع سند کے دیں تا کہ زید اپنے خویش واقارب کو سنا کر ان کی تشفی کر سکے۔

(۲) وہابی اہل حدیث ودیوبندی جو میلاد وقیام نیاز فاتحہ کو بدعت حرام وشرک اور ناجائز کہتے ہیں ان کے پیچھے نماز درست ہوگی یا نہیں۔ان سے بچوں کی تعلیم دلوانا ان کے وعظ ونصیحت میں شریک ہونا ان سے سلام وکلام کرنا جائز ہے یا ناجائز؟۔

(۳) صلح کلی کون سا فرقہ ہے اور ان لوگوں کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں، جو ان کے پیچھے نماز پڑھے، اس کے لئے حکم شرعی کیا ہے؟۔

الجواب

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

(۱) بدمذہبوں، گمراہوں، وہابیہ، دیوبندیہ، رافضیوں، قادیانیوں وغیرہ گمراہ فرقوں سے بلاشک ترک موالات بلکہ معاملات اٹھنا بیٹھنا ان کے ساتھ کھانا پینا، انکے ساتھ بیاہ شادیاں کرنا، ان سے سلام کلام کرنا۔ ان کے پیچھے نماز پڑھنا، ان کی بیمار پرسی کرنا۔ ان کے جنازے میں شامل ہونا، سخت ممنوع و ناجائز ہے۔

حدیث شریف میں ہے۔ فلا تجالسوهم ولا تشاربوهم، ولا تواكلوهم ولا تناكحوهم رواه العقيلي۔ یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تم ان کے ساتھ مت بیٹھو، انکے ساتھ مت پانی پیو، ان کے ساتھ مت کھانا کھاؤ۔ ان کے ساتھ مت نکاح کرو۔

دوسری حدیث میں ہے۔ لا تصلوا عليهم ولا تصلوا معهم رواه ابن حبان، یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انکے جنازے کی نماز نہ پڑھو۔ انکے ساتھ نماز نہ پڑھو۔

تیسری حدیث میں ہے۔ وان لقيتموهم فلا تسلموا عليهم رواه ابن ماحة، یعنی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تم ان سے ملو تو انکو سلام نہ کرو۔

چوتھی حدیث میں ہے۔ وان مرضوا فلا تعودوهم وان ماتوا فلا تشهدوهم رواه ابو داؤد۔ یعنی حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ اگر بیمار پڑیں، تو تم پوچھنے نہ جاؤ۔ اور اگر وہ مر جائیں تو تم جنازے میں شامل نہ ہو۔

پانچویں حدیث میں ہے۔ اياكم و اياهم لا يضلونكم ولا يفتنونكم، رواه مسلم، یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم ان سے الگ رہو، انہیں اپنے سے دور رکھو۔ کہ کہیں وہ تمہیں بہکا نہ دیں۔ اور وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈالدیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ گمراہوں سے جدا رہنے کی تاکید میں کثیر احایث وارد جن میں سے چالیس حدیثیں میرے رسالہ "اسلامی تبلیغ" میں مع سند کے جمع ہیں۔ نیز یہی حکم قران کریم میں بھی ہے۔

فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظالمين۔ یعنی یاد آنے پر ظالم قوم کے پاس نہ بیٹھو،

تو جو قوم میلاد و قیام اور ایصال ثواب کو جس کا جواز قرآن کریم اور بکثرت احادیث سے ثابت ہے۔ یہ ان کو بدعت حرام و ناجائز و شرک کہے، اس سے زائد ظالم قوم کون ہے۔ اور حقیقت میں یہ کتنا بڑا

ظلم ہے کہ جن چیزوں کا قرآن وحدیث حکم دے، یہ ظالم وہابی قوم انکومحض اپنی رائے سے ناجائز وحرام اور بدعت وشرک کہتی ہے۔تو ان ظالموں کے نزدیک ساری امت سلف صالحین، ائمہ مجتہدین، صحابہ وتابعین سب فاسق اور بدعتی ومشرک قرار پائے۔تواب صلح کلی وہی لوگ ہیں جوان قرآن وحدیث کے احکام کے خلاف گمراہوں سے میل جول رکھتے ہیں، اوران وہابیہ ظالموں کے پاس اٹھتے بیٹھتے ہیں، اور انکوسلام کرنے، ان سے شادی بیاہ کرنے، ان سے اپنے بچوں کو پڑھا کر گمراہ بنانے، انکا وعظ سن کر اپنا عقیدہ بگاڑنے، ان کے پیچھے نماز پڑھکر اپنی نمازوں کے برباد کرنے کی جرأت کرتے ہیں۔ان کو اپنے ان اعمال سے توبہ کرنی چاہیے۔اور قرآن وحدیث کے مطابق تمام گمراہوں سے جدارہنا چاہیے۔مولیٰ تعالیٰ انکوقبول حق کی توفیق دے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۰۴۰_۱۰۴۱_۱۰۴۲_۱۰۴۳)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید کے پچیرے خسر ریاست جودھپور سے زید کی بیوی کی رخصتی کرانے کے لے آئے۔زید نے کہا دو ماہ بعد روانہ کردوں گا، مگر زید کی بیوی بلا اجازت زید کے گھر سے اپنے چچا کے ساتھ اپنے میکہ جودھپور کو چلی گئی، کچھ دن کے بعد زید کے خسر نے زید کے موضع میں آکر برادری کے چند لوگوں کو بلا کر پنچایت مقرر کیا جس میں زید کے خسر نے ظاہر کیا کہ میری لڑکی کو رخصت کرنا نہیں چاہتے ہیں۔پنچوں نے کہا بغیر اجازت زید کے آپ لڑکی کو کیوں لے آئے۔لہذا آمد ورفت کا کرایہ زید کو دیجئے، زید آپ کی لڑکی لے جائے گا۔اس شرط کو دونوں فریقین نے منظور کرلیا مگر جودھپور جانے کے بعد دونوں طرف کا کرایہ روانہ کرنے کے بجائے ایک طرف کا بھی پورا کرایہ نہ روانہ کیا۔اس وجہ سے زید نے کرایہ واپس کر دیا اور اپنی بیوی کو نہیں لینے گیا۔پنچوں کی حکم عدولی زید نے کی یا زید کے خسر نے؟۔

(۲) مگر زید کے خسر کے چند عزیز دار زید کے موضع میں رہتے ہیں جو کہ زید کے بھی عزیز ہیں ان لوگوں نے زید کا حقہ پانی بند کرادیا۔زید نے دریافت کیا کہ کس جرم میں زید کا حقہ پانی بند کیا گیا پنچوں میں سے عبدالرزاق چشتی اور مظہر نے کہا کہ لڑکی پنچ کے سپرد کردی گئی، تو زید نے کہا کہ لڑکی اور لڑکی کے چچا جودھپور میں ہیں تو آپ کے سپرد کب اور کیسے ہوگئی؟۔مگران لوگوں نے زید کی بات کی سماعت

نہیں کی۔ اور زید کے حقہ کو ابھی تک بند کر رکھا ہے۔ تو کیا شرعا زید کا حقہ پانی بند کرنا جائز ہے؟۔

(۳) جب کہ بلاقصور زید کو مجرم قرار دیا جا رہا ہے تو زیادتی کرنے والوں پر شرعا کیا حکم ہے؟۔

(۴) اگر زیادتی کرنے والے شرعا مجرم ہیں تو ان پر کیا کفارہ ہونا چاہیے۔ یا کہ توبہ کرنا چاہیے۔

کیا فرماتے ہیں؟۔

محمد اسماعیل، پورہ۔ ضلع اناؤ۔ ۱۴ر اپریل ۱۹۵۶

الجواب

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

(۱) بلاشک پنچوں کی حکم عدولی زید کے خسر نے کی، زید نے نہیں کی۔

(۲) اگر واقعہ یہی ہے تو زید کا بلا کسی قصور کے حقہ پانی بند کر دینا پنچوں کا جرم ہے۔ جس کو شرع میں ممنوع قرار دیا ہے۔

(۳) زید جبکہ حقیقۃً مجرم نہیں ہے پھر اس کو زبردستی مجرم ٹھہرانے والے شرعاً ظالم لوگ ہیں۔

(۴) ان زیادتی کرنے والوں کو شرعا توبہ بھی کرنی چاہیے۔ اور اپنی زیادتی کی زید سے معافی بھی مانگنی چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ ۱۷ر رمضان۔ ۷۵ھ

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،
العبد محمد اجمل غفر لہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۰۴۴)

محترم جناب مفتی صاحب اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین ان مسائل میں فتوی دیجئے گا،

ایک مرتبہ رسالہ آستانہ دہلی نے ایک نمبر (غوث پاک نمبر) شائع کیا تھا۔ اس کے ٹائیٹل پر حسب ذیل بزرگان دین کے فوٹو شائع کئے گئے تھے۔ اور ان فوٹوؤں کے نیچے یہ عبارت تحریر تھی۔ کہ (یہ عکسی مرقع حضرت شاہ جہاں کے ذاتی کتب خانہ سے حاصل ہوا ہے اور ہم اس کو عقیدت کے ساتھ شائع کر رہے ہیں) اسماء گرامی ان بزرگان دین کے جن کے فوٹو شائع گئے گئے تھے اور ان کے اوپر ان کے اسمائے گرامی تحریر ہیں۔

حضرت محبوب سبحانی، خواجہ معین الدین چشتی، خواجہ قطب الدین، بابا گنج شکر، حضرت بوعلی شاہ

پانی پت، حضرت نظام الدین اولیا۔اب دریافت طلب یہ ہے کہ یہ فعل اڈیٹر رسالہ آستانہ کا شرعادرست ہے؟ جبکہ ہماری شریعت ہر جاندار کی تصویر بنانا اور اس کا مکان میں بخیال برکت رکھنا اور اسکی تعظیم وغیرہ کرنا قطعا حرام قرار دیتی ہے۔چاہے اس میں کسی نبی یا ولی یا شہید کسی کی تصویر ہو سب کی بابت یکساں حکم ہے۔اب جو حضرات ایسا فعل کریں اور حکم شریعت سے روگردانی کریں تو انکی بابت کیا حکم ہے۔

نوٹ جس سوال پر استفتاء کیا گیا ہے اور جس رسالہ کا ذکر کیا ہے اس رسالہ کا اصل ٹائٹل بندے کے پاس بغرض ثبوت موجود ہے۔ المستفتی لیاقت حسین انصاری۔بلاری مرادآباد

۱۳ر رمضان المبارک ۷۵ھ

الجواب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

بلاشک شریعت مطہرہ نے ہر جاندار کی تصویر بنانے کو ناجائز وحرام قرار دیا ہے۔حضرات انبیائے کرام واولیائے عظام کی تصاویر بھی اس حکم سے مستثنیٰ نہیں۔مکان میں بخیال برکت کسی تصویر کا رکھنا اور اسکی تعظیم کرنا بھی بلاشبہ ممنوع ہے، جو اسکے خلاف کہے اور کسی فوٹو کو شائع کرے اور اس سے عقیدت کی تعلیم دے۔اور اسکے مکان میں رکھنے کو باعث برکت بتائے۔وہ سخت گنہگار ومجرم اور مرتکب حرام ہے۔وہ حکم شرع سے روگردانی کرنے والا ہے۔اس پر توبہ لازم ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۰۴۵)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید نے حسب ذیل الفاظ میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تعریف کی کہ آپ کے علمی تبحر کو کوئی کیا بیان کرے، عرب وعجم کے علماء انکے علم کا سکہ مان گئے۔اور فتوی لکھنے میں ان کو وہ کمال حاصل ہوا کہ انکے ہم عصر نامی گرامی علمائے اہلسنت کی مہادیویت ختم ہوگئی۔اور تنہا وہی مہادیو مانے جانے لگے۔بکر نے زید کو اس کے اس کلام پر کافر کہہ دیا۔اور وجہ یہ بتائی کہ مہادیو کہنے سے یہ لازم آرہا ہے کہ زید نے انہیں معبود مانا۔انہیں سرچشمہ کفر بتایا۔اور ان سے فتوی پوچھنے والوں کو ان کا پجاری اور فتوی پوچھنے کو پوجا قرار دیا۔تو سوال یہ ہے کہ زید وبکر کے لئے کیا حکم ہے۔اور زید کے کلام کی کوئی تاویل ہوسکتی ہے یا

نہیں؟۔ اور ہوسکتی ہے تو کیا ہوسکتی ہے؟، جلد تر واپسی ڈاک سے جواب مرحمت فرمائیں یہ سوال مختلف مقامات پر بھیجا گیا ہے۔

الجواب

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

صورت مسئولہ میں فی الواقع زید نے بہت زیادتی کی اور سخت ناپاک جملہ اپنی زبان سے نکالا تو اسکو توبہ کرنی ضروری ہے اور اس پر تجدید ایمان وتجدید نکاح کا حکم بھی ہے۔ رہی اس کے کلام میں تاویل تو صریح بات کی تاویل نہیں کی جاتی۔ شفا شریف میں ہے۔ وادعاء التاویل فی لفظ صراح لا یقبل ۔لہذا ابلا تاخیر کے توبہ لازم ہے۔ اور رہا بکر اس نے بھی تشدد سے کام لیا کہ لازم کلام کو اپنی طرف سے پیش کر کے اپنی دبی ہوئی عداوت کا اظہار کیا جو اسکو نہ چاہئے تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۰۴۶)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ایک سینما کے کھیل کو ٹھیکہ پر لیا جائے۔ تو اس کے منافع کی رقم لائبریری میں جس میں دینیات کی کتابیں رکھی جاتی ہیں، اور ایک مدرسہ میں جس میں غریب مسلمانون کے بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں، کیا اس سینما کے منافع کی رقم اس لائبریری کی کتابوں کے لئے یا اسی مدرسہ کی امداد کی صورت میں، یا وہ بچے جو غریب ہیں، انکی خدمت کے سلسلہ میں خرچ کی جاسکتی ہے یا نہیں۔ مفصل طریقہ سے بحوالہ کتب وحدیث جواب سے سرفراز فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ رحیم بخش، مدینہ لائبریری بیکانیر راجستھان

الجواب

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

سینما لہو ولعب وگانے بجانے کا مجمع ہے، تو اس سے جو منفعت حاصل ہوگی وہ مال خبیث اور حرام ہے۔ فتاوی عالمگیر میں ہے۔ اذا کان الاخذ علی الشرط کان المال بمقابلة المعصية فكان الاخذ معصية والسبيل فى المعاصى ردها وههنا برد الماخوذ ان تمكن من رده بان عرف صاحبه و بالتصدق منه ان لم يعرفه۔

ردالمختار میں ہے۔ قال مشائخنا کسب المغنية کالمغصوب لم یحل اخذه۔ سنیما کی منفعت جب مال حرام وخبیث ہے تو مالِ حرام باوجود تبدیل ملک واختلاف دست بدست کے بھی حرام ہی باقی رہتا ہے۔

ردالمختار میں ہے۔ الحرام ینتقل ای ینقل حرمته وان تدا ولته الایدی و تبدل الاملاک۔ لہذا منافع سنیما سے دینی کتابیں خرید کر لائبریری میں رکھنا یا مدرسہ کی امداد میں دینا گویا مال حرام وخبیث سے دینی کتابیں خریدنا اور مدرسہ کی امداد کرنا ہے۔ جو شرعاً ممنوع وناجائز ہے۔ بلکہ مال خبیث کا مصرف صرف صدقہ ہی کر دینا ہے۔ جو بغیر نیت ثواب کے غریب فقیر اکو دے دیا جائے۔

ردالمختار میں ہے تصدقو بها لان سبیل الکسب الخبیث التصدق اذا تعذر الردعلی صاحبه۔ ہاں ان منافع سنیما کو مدرسہ کے غریب طلبہ اور بچوں پر بغیر نیت ثواب صدقہ کر دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۰۴۷)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ہمزاد۔ مسمریزم ۔لوگ ان دو چیزوں کے بھی بہت معتقد ہیں اور بہت لمبی چوڑی باتیں کرتے ہیں کہ ہمزاد ایسا کرتا ہے، یوں کرتا ہے، ہزاروں میل کے فاصلہ کی خبر دم زون میں لاتا ہے۔ ایسے ہی مسمریزم کے متعلق کہتے ہیں کہ دور دراز کی خبر مسمریزم کے ذریعہ منٹوں میں معلوم ہو جاتی ہے، کیا ہی مشکل کام ہو مسمریزم کے ذریعہ جلد ہی حل ہو جاتا ہے۔ حاضرات کے متعلق خیال ہے کہ اسکے ذریعہ بھی دور کے فاصلہ کا حال معلوم ہوتا ہے کوئی چیز کیسی ہی پوشیدگی میں ہو معلوم ہو جاتی ہے۔ غرض کہ ان تینوں چیزوں کی حقیقت کیا ہے کیا اصل میں یہ بھی کوئی فن اور ہنر سے ہیں انکے متعلق بھی اطمینان بخش جواب دیا جائے۔

الجواب

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

ہمزاد، مسمریزم ۔حاضرات کا مفصل بیان میری نظر سے کسی معتبر کتاب میں نہیں گزرا تو

اطمینان بخش طریقہ پر انکی پوری حقیقت کا اظہار کس طرح کیا جائے، لیکن اس قدر تو ظاہر ہے کہ لوگوں کے انکے متعلق قصے مبالغہ آمیز اور بے اصل معلوم ہوتے ہیں۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۰۴۸۔۱۰۴۹)

(۱) تعزیہ داری اور ڈھول تاشہ وغیرہ کے جواز کی کوئی صورت ہے یا یہ چیزیں قطعا منع ہیں گانا بجانا اور سمع کی حقیقت بھی بتایئے؟۔

(۲) ڈاڑھی کی شرعا تعریف کیا ہے اکثر لوگ ڈاڑھی کترواکر خشخاشی ڈاڑھی رکھتے ہیں ان کے لئے کیا حکم ہے؟۔

احقر محمد سلیمان معرفت محمد بشیر خلیفہ۔ دھوبی تلائی۔ بیکانیر راجستھان

الجواب

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

(۱) تعزیہ داری اور ڈھول تاشہ اور مونھ اور ہاتھ سے بجانے کے باجے شرعا ممنوع وناجائز ہیں گانا اور سماع اگر بغیر مزامیر کے ہو اور قواعد موسیقی پر نہ ہو تو جائز ہے۔ اس مسئلہ میں میرا مبسوط رسالہ موجود ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲) داڑھی کا منڈوانا تو حرام ہے اور اس کا یکمشت رکھنا واجب ہے تو یکمشت سے کم رکھنا مکروہ تحریمی ہے جو حرام کے قریب ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں۔

حلق کردن لحیہ حرام است وروش افرنج وہنود وجوالقیان است کہ ایشانرا قلندریہ گویند وگذاشتن آں بقدر قبضہ واجب است۔

اس عبارت سے ثابت ہو گیا جو لوگ یکمشت سے داڑھی کم رکھتے ہیں یا اس سے کم کو کترواتے ہیں یا داڑھی کو خشخاشی رکھتے ہیں وہ ترک واجب کے عادی ہو کر فاسق معلن قرار پاتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۲۲۔ جمادی الاخری ۱۳۷۸ھ

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۰۵۰)

کیا فیصلہ کرتے ہیں علمائے دین اسلام عدالت کی ان باتوں میں کہ

ڈومن میاں ساکن ایچاک نے دریافت کیا مولوی ناظم صاحب حیدری امام مسجد موری جنکشن سے کہ میں اپنی لڑکی کی شادی کرنا چاہتا ہوں موضع کوکی میں آپ شریک ہوسکتے ہیں یا نہیں؟ مولوی صاحب نے کہا کہ اس گھر میں ابراہیم اپنی بیوی کو طلاق مغلظہ دے کر پھر اپنے پاس رکھے ہوئے ہے جو عرصہ دوسال کا ہوتا ہے اس کا فتوی سنبھل سے منگوا کر اعلان کر چکا ہوں کہ ابراہیم کو اس عورت سے جدا ہوجانا چاہئے بغیر حلالہ کئے ابراہیم کے لئے وہ بیوی حرام ہے مگر پھر بھی وہ ابھی رکھے ہوئے ہے اسی بنا پر برادری میں وہ بائیکاٹ ہے اور وہیں تم شادی کرتے ہو ہم شریک نہیں ہوسکتے۔ اس پر ڈومن نے کہا کہ اچھا جب تک ابراہیم بیوی کو جدا نہ کردے پاک نہ کرے میں وہاں شادی ہرگز نہیں کرونگا۔ دوسری لڑکی کی شادی موضع سندری میں جو ہوگی وہ تاریخ مقرر کرلیتے ہیں اس میں شریک ہونگے یا نہیں مولوی صاحب نے وعدہ کیا کہ اس میں ضرور شریک ہونگا لیکن کل ہوکر معلوم ہوا کہ ڈومن نے کوکی والے کو بھی تاریخ دے دیا ہے مولوی صاحب نے اس بستی والے کو ایک خط لکھا کہ اس کو پڑھ کر لوگوں کو سنادیں۔ مولوی صاحب نے اس خط میں لکھا تھا مسلمانوں ڈومن نے مجھ سے وعدہ کرکے پھر وہی کام کیا جو اس کو نہیں کرنا چاہئے لہذا میں اس میں شریک نہیں ہوں۔ اس میں شریک ہونا۔ انجمن کے بندھن کو توڑنا اور شریعت کی دیوار کو گرانا ہے، ڈومن کی روح ناپاک اور دل گندہ ہوچکا ہے، وہ اچھائی کی طرف آنہیں سکتا۔ اگرچہ وہ کتنا ہی قرآن لیکر قسم کھائے۔ اس اعلان کو سنکر کچھ مسلمان شریک اور بہت نہیں شریک ہوئے جس کو قریب دو مہینہ ہوا لیکن ابھی فی الحال ڈومن نے ایک بنگلہ میں پوسٹر چھاپ کر شائع کیا ہے جس میں اصل حقیقت کو چھپا کر یوں لکھا ہے کہ مولوی ناظم حیدری بغیر عدت پورے ہوئے نکاح پڑھاتا ہے لوگوں سے گھوس لیتا ہے آپس میں جھگڑا کراتا ہے منافق ہے شیطان کا چیلہ ہے نہایت گندی باتیں لکھکر پیش امام صاحب کی ذلت اور توہین کی ہے جس کی وجہ کر دیندار مسلمانوں کو نہایت افسوس اور ملال ہے حالانکہ مولوی صاحب خدا کے فضل سے ان سب باتوں سے پاک ہیں۔ پوسٹر میں قریب دس آدمی کا دستخط ہے جس میں ہمارے علاقہ کے تین چار مسلمانوں سے آدمی ہیں۔ لہذا اس جاہل مطلق نے جو اس طرح بلا وجہ ایک عالم دین کی ذلت اور توہین کی ہے جس کو نماز روزہ سے بھی واسطہ نہیں، اس کے ساتھ اور اس کے

ساتھی جو دستخط کرنے والے ہیں برادری والے کیسا برتاؤ کریں، از روئے شریعت کے جواب سے مطلع کیا جائے اگر اس میں پیش امام صاحب کی بھی کوئی غلطی ہو تو اس کو بھی تحریر کیا جائے۔ فقط والسلام

تحریر کنندہ بھیدو میاں کانٹاڈیہ۔ جیتو میاں۔ کلواڈیہ۔ عبدل میاں۔ محمد اکبر انصاری جوری۔ لال محمد میاں بڑی معدی رانچی مورخہ ۱۲ اپریل ۵۹ء

الجواب

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

اگر واقعات کی تفاصیل بالکل اسی طرح ہے جس طرح سوال میں مذکور ہے تو اس میں بظاہر امام صاحب کی تو قابل گرفت کوئی غلطی نہیں معلوم ہوتی ہے اور مسمی ڈومن میاں کے ذمہ چند محرمات شرع کا ارتکاب ثابت ہو رہا ہے جس میں تحقیر امام صاحب وتوہین عالم دین کا بہت بڑا جرم ہے۔ تو اس کو جلد از جلد توبہ کرنی چاہئے اور امام صاحب سے غلط الزام اور اتہام کے جرم کی بنا پر معافی طلب کرنی چاہئے اور چونکہ یہ غلط الزامات بذریعہ پوسٹر کے مشتہر کئے گئے ہیں تو ان کی توبہ وصفائی بھی بذریعہ اشتہار کے ہی طبع ہو کر شائع ہونا ضروری ہے کہ۔

حدیث شریف میں وارد ہے۔ توبة السر بالسر والعلانية بالعلانية فقط۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ ۲ ذیقعدہ ۱۳۷۸ھ

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل، العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۰۵۱۔۱۰۵۲۔۱۰۵۳۔۱۰۵۴)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین

(۱) موذن کے لئے محلہ میں سب سے عداوت رکھتا ہے اور دونوں میاں بیوی دن بھر لوگوں کی غیبت کرتے ہیں روز یہی کام رکھتے ہیں۔

(۲) پیش امام ایک شخص کو نماز پڑھانے کے لئے کہے اس کو یہ روکنے کا کیا حق رکھتا ہے؟۔

(۳) ہمارے یہاں ایک شخص مسئلہ سے کچھ واقفیت رکھتے ہیں انہوں نے کوئی کام یعنی اذان پڑھنے میں خلاف دیکھا تو۔ مسئلہ کی بات کہنا چاہا تو یہ بولتا ہے چپ رہو، طبیعت کے مطابق کام کرتا ہے، کوئی کہے تو اس کو چپ رہنے کے لئے بولتا ہے، اس مضمون کو غور پڑھنا۔ مولانا کو چپ رہنے کے لئے بولا

تو مولانا نے جواب دیا کہ تو کون ہوتا ہے مسئلہ کی بات کو چپ کرنے والا یہ بات مولانا کے منہ سے زور زور سے نکلی تھی، تو ایک دوسرا شخص بولتا ہے کہ اتنے زور زور سے کیوں بولتے ہو تو مولانا نے کہا یہ کون ہوتا ہے جو مسئلہ کی بات کہے اس کو چپ کرنے والا اتنی بات کے بعد عشاء کی نماز پڑھنے کے لئے جماعت کھڑی ہوگئی سب نماز پڑھنے لگے نماز پڑھنے کے بعد کچھ لوگ تو چلے گئے تھے اور کچھ لوگ رہ گئے تھے انہوں نے مولانا سے کہا کہ میں جو کہہ رہا تھا سو کتاب میں موجود ہے لہذا مولانا نے کتاب منگائی تو کتاب دیکھنا شروع نہیں کیا اتنے میں پھر وہی شخص جو کہ مولانا کو بولنے سے منع کرتا تھا وہی شخص پھر مولانا سے ضد کرنا شروع کیا تو عشاء کی نماز کے بعد سے گیارہ بجے کا ٹائم ہو گیا مگر اس نے مولانا سے ضد کرنے میں کمی نہیں کی۔ لہذا اس کا بھی جواب دینا کہ مولانا نے غلطی کی یا کہ اس چپ کرنے والے نے۔

(۴) اسی موذن کے مکان میں ایک معلم رہتے ہیں جو کہ مدرسہ اسلامیہ میں بچوں کو تعلیم دیتے ہیں، یہ معلم صاحب یاد الہی بھی کرتے ہیں اور پیری مریدی بھی کرتے ہیں۔ تو لہذا ان پیر صاحب کے یہاں کوئی اسی محلّہ کا آتا تھا تو اس نے کہا کہ ان کو مت آنے دو اور اگر آنے دیتے ہو تو مکان خالی کر دو تو پیر صاحب نے یعنی معلم صاحب نے مکان خالی کر دیا اور اب دوسری جگہ رہتے ہیں تو لہذا ایسے موذن کے لئے کیا حکم ہے جواب دیں شریعت کی رو سے؟۔

الجواب

نحمده و نصلي على رسوله الكريم

ایسا شخص جو مسائل سے ناواقف ہو اس کو یہ جرأت کرنا بے علم مسائل بتانا شرعاً ممنوع ہے اور اس کو کسی عالم کا مقابلہ کرنا بہت بڑی دلیری ہے۔ لہذا ایسے شخص کو موذن رکھنا شرعاً نامناسب ہے، اور جب وہ ایسی بے حیا کو اپنے مکان میں رکھتا ہے تو اس سے احتیاط و اجتناب کرنا چاہئے اور خلاف شرع امور سے منع کرنا اور روکنا ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عز و جل، العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۰۵۵-۱۰۵۶)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں۔

(۱) کہ زید نے اپنی لڑکی پر مبلغ ۳۰۰ سو روپیہ عمر سے لیکر اسی کے ساتھ شادی کر دی ہے زید میلاد

مبارک بھی پڑھتا ہے۔ازراہ کرم مطلع فرمایا جاوے کہ زید سے میلاد پڑھوانا جائز ہے یا نہیں۔

(۲) زید عشرۂ محرم کو دیگر مواضعات مین جا کر اہل تشیع کی مجالس میں شریک ہوکر مرثیہ سوز وسلام پڑھتا ہے، اور معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ زید شیعہ حضرات کی تمام حرکات تبرا وغیرہ میں قطعی شریک کار رہتا ہے یعنی تبرا کہتا ہے۔

سیدنا غوث اعظم پیران پیر دستگیر شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالی عنہ کو برا بھلا کہتا ہے، رمضان المبارک کی سنت تراویح کا قائل نہیں ہے تینوں خلفاء کو برا کہتا ہے اور اہل تسنن مین شریک ہوکر سنی بن جاتا ہے اور میلاد پڑھتا ہے۔ازراہ نوازش مطلع فرمائیے کہ زید سے میلاد پڑھوانا جائز ہے یا نہیں اور مسلمانوں کو زید کے ساتھ کس قسم کے تعلقات رکھنے چاہئے؟۔فقط کمترین بکر سنبھل

الجواب

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

اگر زید میں فی الواقع یہ امور فسق وبدعقیدگیاں ہیں تو اس سے شرعا ترک تعلق کیا جائے اور سلام وکلام سے اجتناب کیا جائے ،اور ایسے شخص سے ہرگز ہرگز میلاد مبارک نہ پڑھوایا جائے ، کہ اس میں اس کی تعظیم واکرام لازم آتا ہے اور شرعا وہ قابل تعظیم واکرام نہیں بلکہ مسلمانوں پر اس کی اہانت وتحقیر لازم ہے۔ ہدایہ میں ہے۔والفاسق من اهل الاهانة ص ۲۸۶ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل ، الفقیر الی اللہ عزوجل ،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول ، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۰۵۷)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ دینی میں کہ

محلّہ کے اندر ۱۰ر محرم ۱۳۷۹ھ کو مرثیہ خوانی پر ۴۔۵ر لڑکوں نے مسخرا پن کیا، اس پر دوسرے فریق کو طیش آیا اور نوبت گالی گفتار تک پہونچی، سمجھدار لوگوں نے معاملہ کو رفع دفع کر دیا۔دونوں پارٹیوں کے ورثاء نے اپنا اپنا اقتدار بھی استعمال میں لاکر ناجائز طریقہ اختیار کیا تھا مگر خبر معاملہ طول نہ پکڑ سکا۔اس کے بعد فریق اول نے ایک پارٹی قائم کر کے فریق دوئم سے قطع تعلق کر دیا، حتی کہ محفل میلاد میں فریق دوئم کے ایک عزیز کے یہاں شریک نہ ہوئے ، حالانکہ مسجد میں ظہر سے پہلے عشاء تک اعلان کیا گیا اور عشاء میں یہ بھی کیا گیا کہ ایسا سنا گیا ہے کہ اہل محلّہ میلاد میں شریک نہ ہونگے معمولی تنازعہ پر محفل میلاد میں

شریک نہ ہونا بہت بری بات ہے مگر کسی نے کوئی حوالہ نہیں دیا اور نہ شریک ہوئے اس کے بعد چہلم پر فریق اول کی طرف کھچڑے کے تبرک میں فریق دوئم کے ایک عزیز نے جو مسجد محلہ میں پنجوقتہ نماز بھی پڑھاتا تھا شرکت نہیں کی اور یہ کہلایا کہ ایک مرتبہ ہم بھی ایسا کرینگے جیسا کہ تم لوگوں نے کیا ہے کہ محفل میلاد میں شریک نہ ہوئے ہو یہ بات فریق اول کو ناگوار گذری کہ اس فریق نے ایسا کیوں کیا یہ تو مٹھی بھر تعداد ہم پلہ بھر کا مقابلہ کرر ہے ہیں۔ بعد میں فوراً ایسی اسکیم پاس کی کہ پیش امام بغض رکھتا ہے ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں اور اپنا دوسرا امام مسجد مقرر کرلیا، جب کہ سابقہ امام ۲ سال سے مسلسل بلا کسی اجرت کے پابندی کے ساتھ پنجوقتہ نماز پڑھاتا تھا اور اسی کے جدامجد نے یہ کہکر یہ مسجد محلّہ میں تعمیر کرائی تھی بعد مٹن ونل وحجرا بھی اسی سابقہ امام کے ورثاء کا بنوایا ہوا ہے کیا یہ طرز عمل اہل محلّہ کا حد شریعت میں ہے یا ناجائز؟ اس نکتہ کے علاوہ جو عرض کیا گیا اہل محلّہ کوئی اور اعتراض سابقہ امام بنا سکتے ہیں اور نہ کبھی کوئی گرفت کر چکے ہیں۔

فضل الدین محلّہ دہلی دروازہ

الجواب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مسلمانوں سے بلاوجہ شرعی کے قطع تعلق کرنا ممنوع ہے پھر ناجائز بات کو غلط استعمال کرنا اور محفل میلاد شریف جیسی متبرک بات سے اجتناب کرنا اور اپنی اسلامی رواداری کے خلاف کوئی طریقہ استعمال کرنا خلاف شرع ہے اور مسلمان کی دل آزاری ہے، اور پھر فریق دوئم کا اس کے مقابلہ میں جوابی کارروائی کرنا نامناسب ہے۔ باقی رہا پیش امام کے پیچھے نماز نہ پڑھنا کہ اس امام کی کسی شرعی خامی کی بنا پر نہیں ہوا بلکہ اس دنیاوی عداوت سے اور ناجائز اختلاف کی بنا پر غلط وباطل ہے۔ خصوصا امام بھی ایسا امام جو جدی اعتبار سے امامت کا حقدار ہے۔ اس کا علیحدہ کرنے کا اس کو شرعا حق حاصل نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ ۲۰ ربیع الاول ۱۳۷۹ھ

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل، العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۰۵۸)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

جرمانہ جو اصلاح قوم کے لئے ہو یعنی ایسے فعل جو شرعا ناجائز ہیں ان کو روکنے پر جرمانہ کیا جائے

اور قوم کو ڈرانے کے لئے اور اس روپیہ کو کسی مدرسہ میں جو قوم کے نام سے موسوم ہو لگایا جائے جیسے اس وقت جو قومی پنچایت قام کی گئی ہے اور لوگوں کو اسراف اور غلط رسموں سے بچانے کے لئے جرمانے مقرر کئے ہیں جائز ہیں یا ناجائز؟ کتب معتبرہ کے حوالے سے جواب سے مطلع فرمایا جاوے۔

مولوی حکیم محمد حسین موضع سہر ہپر گنتہ امروہہ۔ مراد آباد

الجواب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

کسی کو مال لیکر سزا دینا جس کا نام عوام نے جرمانہ رکھ لیا ہے یہ شرعا ناجائز وحرام ہے۔

ردالمحتار میں ہے۔

ان المذهب عدم التعزير باخذ المال فلا يجوز لاحد من المسلمين اخذ مال احد بغير سبب اقول: وعدم جوازه لما فيه من تسليط الظلمة على اخذ مال الناس فيا كلونه ۔

لہذا جن اقوام میں سزا مالی جرمانہ سے کی جاتی ہے وہ ناجائز ہے اور وہ مال خبیث ہے اور مال خبیث مسجد ومدرسہ میں صرف نہیں کیا جاسکتا۔ اس جرمانہ کا مدرسہ میں صرف کرنا بھی جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۶ / ربیع الثانی ۱۳۷۹ھ

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل، العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۰۵۹)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ڈائن۔ جادو۔ سحر کا علم ومنتر کیا ہے جو کہ جاہل سے جاہل گنوار عورتیں اس کو سیکھ لیتی ہیں۔ ہر ایک بستی میں یہ شکایت ہے کہ فلاں عورت ڈائن ہے۔ اور ڈائن کہنے کی خاص وجہ یہ ہوتی ہے کہ بعض عورتیں جبکہ جناتی وشیطانی حالت میں ہوتی ہے وہ جھاڑ پھونک کے وقت کھلاتی ہے (یعنی بکتی ہے) کہ میں فلاں ہوں اور فلاں عورت نے بھیجا ہے۔ جس سے عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے گھر میں جو بیماری یا موت ہوئی ہے ڈائن کے فعل وکرشمہ سے ہوئی ہے، اس لئے کہ فلاں شب میں ایک بھیجا ہوا کیڑا گھر میں آیا۔ اور چراغ کو بجھا دیا۔ بعد کو معلوم ہوا کہ کسی نے بدن میں سوئی چبھو دیا۔ اسی روز سے بیماری شروع ہوئی۔ اور موت بھی ہو گئی۔ اور جو عامل صاحبان آتے ہیں وہ بھی کہتے ہیں کہ یہ ڈائن کا کرشمہ ہے اور ہم ڈائن کو ضرور نکال دیتے مگر آپس میں جنگ

وجدال شروع ہوجائے گا۔ بہر کیف دریافت طلب امر ہے کہ ڈائن ہونے کی شرعا کوئی شناخت ہے یانہیں اس طرح سے بغیر تحقیق کسی کوڈائن کہہ دینا شرعا کیسا ہے؟۔ بحوالہ کتب بالتشریح تحریر فرمایا جائے۔ فقط۔ عبدالکمال پوکھریوی مظفر پوری یکے از خریداری سنی لکھنؤ

الجواب

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

جادو وسحر کے علم اور منتر کا پورا حال معلوم نہیں اس قدر معلوم ہے کہ اس کے اندر الفاظ شرکی ہوتے ہیں اور شیاطین وغیرہ خبیث ارواح سے استمداد اور اعانت طلب کیجاتی ہے، اسی بنا پر اسلام نے اس کو حرام وناجائز قرار دیا ہے۔ عورت ومرد ہر دو کے لئے شریعت نے اجازت نہیں دی جو عورت اس کو کرے اس کو ڈائن کہتے ہیں یہ عرف ہماری طرف کا نہیں ہے۔ جس طرح جادو وسحر کرنا ناجائز وحرام ہے، اسی طرح لوگوں کو اس کو کرانا بھی ممنوع وناجائز ہے۔ کسی بیماری کو یہ خیال کر لینا کہ فلاں عورت کے فعل سے ہے یہ بات غلط وخلاف شرع ہے۔ ایسے اعتقادات کرنا غلط ہے اور اس غلط تخیل کی بنا پر آپس میں جنگ وجدال کرنا سخت جہالت ہے۔ ڈائن کی کوئی شناخت کسی کتاب میں نظر سے نہیں گذری اور بلا ثبوت کے کسی پر جادو یا سحر کے کرنے کا الزام لگانا بھی شرعا ممنوع ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۹ر جمادی الاولیٰ ۱۳۷۹ھ

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل، العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (١٠٦٠-١٠٦١-١٠٦٢)

کیا فرماتے ہیں علماءدین ومفتیان شرع متین ان مسائل ذیل میں

(۱) کہ کوٹہ میں ایک مولوی صاحب باہر سے پھرتے پھراتے آگئے ان کا نام مولوی اسرار الحق صاحب ہے۔ مولوی صاحب نے کوٹہ میں سیرت کمیٹی قائم کی۔ کچھ حضرات نے تھوڑے عرصہ میں ہی مولوی صاحب وسیرت کمیٹی کے ممبران اور ان کے ہمنوا مولوی عبدالغفور صاحب (بونڈی والے چمن قادری) کے کارنامے مذہب اہلسنت کے مطابق نہ پائے تو علیحدگی اختیار کرلی۔ ان کی پارٹی بازی اور غلط تقریروں کو دیکھتے ہوئے جامع مسجد کوٹہ میں عام طور پر بغیر اجازت تقریر کرنے پر پابندی لگادی گئی۔ اس پر یہ تمام ممبران برہم ہوگئے حسب معمول عادت ان لوگوں نے تینوں میں تفریق پیدا کر کے متولیان

جامع مسجد کے خلاف بہتان بازیاں شروع کردیں۔امام جامع مسجد کوٹہ مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب قادری رضوی حشمتی کے خلاف ان کو مرعوب کرنے کے لئے افتراپردازیوں و بہتان بازیوں سے کام لینے لگے یہاں تک کہ محلّہ ندیشیان کی مسجد کو جو جامع مسجد کوٹہ سے دوسو قدم کے فاصلے پر واقع ہے الگ جامع مسجد شہرکوٹہ کا اعلان کردیا تاکہ پرانی اسی برس پہلے کی مشہور جامع مسجد سے لوگوں کی توجہ ہٹ جائے تاریخ ۱۴ر ستمبر ۱۹۶۲ء کو تو اعلان علیحدگی کیا اور ۲۱ ستمبر ۶۲ء کو بروز جمعہ مولوی سلیم اللہ بنارسی کو اپنا مہمان بنا کر اس مسجد ندیشیان میں جمعہ کا خطبہ پڑھوایا، امام بنایا اور تقریر کروائی جبکہ ان مولوی سلیم اللہ بنارسی کے متعلق حضرت مولانا محمد اجمل شاہ صاحب قبلہ مدظلہ العالی مفتی اعظم سنبھل کا فتوی کفر شائع ہو چکا ہے جونوری کرن ماہنامہ میں ۲۹ مئی ۱۹۶۲ء کو صفحہ بارہ و تیرہ پر موجود تھا۔اس فتوی مبارکہ کی کوئی اہمیت نہ سمجھتے ہوئے یہ کارروائی کی گئی۔

(۲) ہرسال عیدگاہ کوٹہ کے علاوہ جامع مسجد کوٹہ میں عید کی نماز ادا کی جاتی ہے مولوی اسرار الحق وان کے ساتھیوں نے جامع مسجد کے دوسو قدم کے فاصلے پر اہل قریش صاحبان کی مسجد میں نماز عید ادا کرنے کا اعلان کیا اور اعلان کرایا کہ نماز ال انڈیا صدر مسلم متحدہ محاذ پڑھائنگے اس سے صاف ظاہر ہے کہ مسلمانوں کو مرعوب کرکے اپنا اقتدار قائم کرنے اور چندہ کمانے کے علاوہ کچھ نہیں۔متولیان مسجد اہل قریش نے جدید عیدگاہ قائم کرنے سے انکار کردیا تو اپنے بیس پچیس ساتھیوں کو لیکر ایک مکان میں نماز عید ادا کی یہ مقام جامع مسجد اہل شہر کوٹہ سے قریب دوسو قدم پر تھا یہاں ان کی تفریق بازی کام نہ آئی۔

(۳) اگر کوئی سنی عالم دین کسی دوسرے مقام پر کوٹہ میں تشریف لے آتے ہیں تو اس نام نہاد سیرت کمیٹی کے اراکین مخالفت میں غلط افواہیں پھیلا کر لوگوں کو مخالفت پر تیار کرکے لوگوں کو علمائے دین سے بدگمان کرتے ہیں ایسی حالت میں سنیت کے معاملات میں کافی نقصان پہنچا ہے تفریق بین المسلمین اہلسنت والجماعت سے مسلمانان کوٹہ پریشان ہیں جلد از جلد حکم شرعی کا اظہار فرما کر عندالناس مشکور وممنون ہوں۔ المستفتیان۔مسلمانان اہلسنت والجماعت کوٹہ راجستھان ۳ر اپریل ۱۹۶۳ء

احقر العباد حافظ محمد ابراہیم قریشی۔عبدالرزاق۔ضیاء الرحمٰن قادری رضوی

اسحٰق حشمتی عفی عنہ۔فضل الرحمٰن متولی جامع مسجد کوٹہ۔ محمد ظفر قادری رضوی حشمتی

شمس الدین عفی عنہ

الجواب

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

تفریق بین المسلمین کرنا شرعا جرم عظیم وممنوع ومذموم ہے قرآن وحدیث میں جابجا اس کی مذمت وممانعت وارد ہے۔مندرجہ فی السوال حضرات سے میں کچھ واقف ہوں۔ مجھے امید نہیں تھی کہ ایسی خلاف شرع حرکت کریں۔لہذا اگر فی الواقع ان سے یہ فعل صادر ہوا ہے اوراس پر کوئی شہادت شرعی موجود ہے توانکا یہ فعل قابل عمل نہیں۔

کہ حدیث شریف میں ہے:لاطاعةلمن لم يطع الله۔

کہ خلاف شرع میں کسی کی اطاعت نہیں۔

دوسری حدیث شریف میں ہے:لاطاعة لا حد في معصية الله ۔

یعنی گناہ میں کسی کی اطاعت نہیں۔

توان کے ماننے والوں کواس سے سبق لینا چاہئے یہ ظاہر ہے کہ قدیم جامع مسجد میں جمعہ قدیم عیدگاہ میں نماز عید عرصہ دراز سے قائم ہے ان کی بلاضرورت شرعی کے مخالفت شرعا جائز نہیں کہ ان میں جمعہ وعیدین کوکسی پیشوائے دین یا اکثریت مسلمین کوٹہ نے قائم کیا ہوگا،توجب ان میں کوئی نقص شرعی نہیں ہے توان کی مخالفت اور جدید جگہ امامت تفریق بین المسلمین ہے جس میں کسی مسلمان کوشرکت نہیں کرنی چاہئے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

محمد اجمل عفی عنہ المفتی فی بلدۃ سنبھل ۲۴رذیقعدہ ۱۹۸۲ء

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل ،الفقیر الی اللہ عز وجل،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول،ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۰۶۳)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ خطبہ جمعہ صرف عربی میں ہونا چاہئے۔بکر کہتا ہے کہ نہیں مقتضائے زمانہ یہی ہے کہ بعد عربی اس جگہ کی زبان میں خطبہ پڑھنا چاہئے تاکہ لوگ احکام شرعیہ سے واقف ہوں، زید نے کہا کہ منشاء خطبہ حمد وثنا ہے۔حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں بھی عجم وغیرہ فتح ہوچکے تھے لیکن حضور نے کبھی وہاں کی زبان میں خطبہ کا حکم نہیں فرمایا۔بکر نے کہا کہ حضور کے زمانہ میں قرآن کے اعراب کب لگے تھے۔یہ باتیں توزمانہ سے

تعلق رکھتی ہیں جس قدر زمانہ گذرے اسی قدر کام بھی بڑھے۔ زید نے کہا کہ مجدد وقت اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا مولوی شاہ احمد رضا خاں صاحب قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ملفوظات شریف میں یہی فرمایا ہے کہ خطبہ صرف عربی میں ہو۔ بکر نے کہا کہ انھوں نے کیا دلیل لکھی ہے۔ زید نے کہا کہ اولاتو ملفوظات میں دلیل کا سوال ہی بیکار ہے۔ ثانیا میرے لئے اعلیٰ حضرت کا بے دلیل فرمادینا ہی دلیل ہے کہ اتنا زبردست، محقق کوئی بات بے تحقیق ہرگز نہیں لکھ سکتا۔ اگر آپ کو دلائل ہی مطلوب ہوں تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے فیض رسانیدہ بحمدہ تعالیٰ بہت ہیں ان سے دریافت فرمالیجئے، وہ بحمدہ تعالیٰ دلائل کے انبار لگادیں گے۔ بکر نے کہا کہ تم ہی دریافت کرو لیکن جواب فقہ سے ہونا چاہئے۔ اگر انھوں نے عقل سے جواب دیا تو ہم بھی عقل سے ٹھونس ٹھانس کر سکتے ہیں۔ لہٰذا حضور سے التماس ہے کہ جواب شافی وکافی فرماکر عنداللہ وعندالرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ماجور وعندالناس مشکور ہوں فقط بینوا توجروا۔

المستفتی، عبد سید الخلائق والبشر محمد ریاض الحسن نیر جودھپوری

الجواب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

قول زید قابل عمل اور موافق تحقیق ہے کہ غیر عربی میں خطبہ پڑھنا مکروہ وخلاف سنت متوارثہ ہے۔ اس کی تائید میں اس وقت چند امور پیش کرتا ہوں تاکہ مسئلہ کما حقہ واضح ہوجائے۔

امر اول۔ زبان عربی کو دیگر زبانوں پر ایک خاص فضیلت حاصل ہے۔ فقہ کی مشہور کتاب ہدایہ میں ہے:

ان لغة العرب لها من المزية ما ليس لغيرها۔ (ہدایہ ص ۸۶)

بیشک زبان عربی کو دینی فضیلت حاصل ہے جو اور زبانوں کو حاصل نہیں۔

حدیث صحیح مرفوع میں ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

احبو العرب بالثلث فانی عربی و کلام الله عربی ولسان اهل الجنة عربی۔

(موضوعات کبیر ص ۵۵)

تم عرب کو تین باتوں کی وجہ سے محبوب رکھو ایک یہ کہ میں عربی ہوں دوسرے یہ کہ کلام اللہ عربی ہے تیسرے یہ کہ اہل جنت کی زبان عربی ہے۔

اس حدیث شریف سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ زبان عربی کو اس درجہ فضیلت حاصل ہے کہ اسی کو

اہل جنت کی زبان بنادیا جائیگا۔

نیز یہ بھی ثابت ہے کہ قبر میں میت سے اسی زبان عربی میں سوال وجواب ہوگا۔

چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی نے شرح الصدور میں نقل فرمایا۔

سئل الحافظ ابن حجر عن ذلك فقال ظاهر الحديث انه بالعربی ۔

(شرح الصدور ص ۶۱)

حافظ ابن حجر سے یہ سوال کیا گیا کہ قبر میں میت سے کس زبان میں سوال وجواب ہونگے فرمایا ظاہر حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عربی میں ہونگے۔

علامہ شامی نے ردالمحتار میں نقل فرمایا۔

رائیت فی الولو الجیة فی بحث التكبير بالفارسية ان التكبير عبادة الله تعالیٰ والله تعالیٰ لا يحب غير العربية ولهذا كان الدعاء بالعربية اقرب الى الاجابةقلا يقع غيرها من اللغات فی الرضا والمحبة لها موقع كلام العرب ۔

(شامی جلد ا ص ۳۶۵)

میں نے کتاب ولوالجیہ کی بحث تکبیر بالفارسیہ میں دیکھا کہ تکبیر اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ غیر عربی کو محبوب نہیں رکھتا اسی لئے دعاء کا عربی زبان میں ہونا اجابت کے لئے قریب تر ہے تو عربی کے سوااور زبانیں رضا ومحبت میں کلام عربی جگہ پر واقع نہ ہوں گی۔

ان عبارات سے صاف طور پر معلوم ہو گیا کہ زبان عربی کو باقی زبانوں پر ایک خاص فضیلت حاصل ہے کہ اس میں کلام الٰہی نازل ہوا یہی اہل جنت کی زبان ہوگی قبر میں سوال جواب اسی میں ہوگا یہی زبان اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب وپسندیدہ ہے۔اس مضمون میں بکثرت تصریحات نقل کی جاسکتی ہیں۔

امر دوم: جو عربی زبان پر قادر ہے اس کا فارسی یا اردو وغیرہ زبانوں میں قرأت کرنا اس میں حضرت امام محمد وامام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہما کا یہی مذہب ہے کہ غیر عربی میں نماز اور غیر نماز میں قرأت جائز نہیں ہے اور حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ مروی ہے کہ جائز ہے لیکن امام صاحب نے ان دونوں حضرات کے قول کی طرف رجوع فرمایا۔

رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمہ میں ہے۔

قال ابو حنيفة ان شاء قرأ بالعربية وان شاء بالفارسية وقال ابو يوسف ومحمد ان

کان یحسن الفاتحة بالعربیة لم یجزئه بغیرها ۔ (رحمۃ الامہ ص ۴۴)

امام اعظم نے فرمایا اگر چاہے عربی میں قرأت کرے اور اگر چاہے فارسی میں قرأت کرے اور امام یوسف و امام محمد نے فرمایا اگر سورۂ فاتحہ عربی میں خوب پڑھ سکتا ہے تو اس کو غیر عربی میں پڑھنا کفایت نہ کریگا۔

علامہ شعرانی میزان الشریعۃ میں فرماتے ہیں:

ومن ذلك قول الامام ابی حنیفة انه ان شاء المصلی قرأ بالفاسیة وان شاء قرأ بالعربیة مع قول ابی یوسف ومحمد ان کان بحسن الفاتحة بالعربیة لم یجزئه غیرها الیٰ ان قال قال بعض اصحاب ابی حنیفة انه صح رجوعه الی قول صاحبیه ۔

(میزان مصری جلد ۱ ص ۱۴۳)

منجملہ ان کے امام اعظم کا یہ قول ہے کہ نمازی اگر چاہے فارسی میں قرأت کرے اور اگر چاہے عربی میں قرأت کرے مع امام ابو یوسف و امام محمد کے اقوال کے کہ اگر سورۂ فاتحہ عربی میں اچھی طرح پڑھ سکتا ہے تو اس کو غیر عربی میں پڑھنا کافی نہ ہوگا یہاں تک کہ بعض احناف نے کہا کہ صاحبین کے قول کی طرف امام صاحب کا رجوع فرمانا صحت کو پہنچا ہے۔

تفسیر احمدی میں ہے۔

ابو یوسف ومحمد والشافعی فلم یجوزوا القرأة بالفارسیة الا فی حالة عدم القدرة علی العربیة بخالف ابی حنیفة فانه جوزها فی الحالین حجتهماهو وصف القرآن بالعربیة فی قوله تعالیٰ قرأنا عربیا (الی ان قال) فینبغی ان لایجوز الا بلسان عربی وقد صحح رجوعه الی قولهما وعلیه الاعتماد ۔

(تفسیر احمدی ص ۳۲۶)

امام ابو یوسف، امام محمد، اور امام شافعی قرأت کو فارسی میں جائز نہیں قرار دیتے ہیں مگر عربی میں قدرت نہ ہونے کی صورت میں برخلاف امام اعظم کہ وہ دونوں حالتوں میں جواز کے قائل تھے، صاحبین کی دلیل قرآن کا عربی زبان میں نزول ہے، لہذا سوا عربی زبان کے جائز ہی نہ ہو۔ اور صاحبین کے قول کی طرف امام اعظم کا رجوع کرنا صحت کو پہنچا اور اسی قول پر اعتماد ہے۔

اسی طرح ہدایہ میں اس اختلاف کو ذکر فرماتے ہوئے حضرت امام کے رجوع کرنے کی تصریح

کرتے ہیں۔

ویروی رجوعه فی اصل المسئلة الی قولهما وعلیه الاعتماد۔

(ہدایۃ جلد ا ص ۸۶)

اور صاحبین کے قول کی طرف امام صاحب کا اصل مسئلہ میں رجوع کرنا مروی ہے اور اسی پر اعتماد ہے۔

تنویر الابصار ودر مختار میں ہے۔

قرأ بها (بالفارسية) عاجزا فجائز اجماعا قيد القرأة بالعجز لان الاصح رجوعه الى قولهما وعليه الفتوى ۔

(از شامی جلد ا ص ۳۳۹)

فارسی میں بحالت عجز قرأت کی تو باتفاق جائز ہے قرأت میں عجز ہونے کی قید اس لئے زائد کی کہ صاحبین کے قول کی طرف امام صاحب کا رجوع کرنا صحیح ہے اور اسی پر فتوے ہے۔

ان عبارات سے ظاہر ہو گیا کہ قول مفتی بہ صاحبین کا قول ہے اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے صاحبین کے قول کی طرف رجوع فرمایا بلکہ امام صاحب کا اصح قول ہی یہ ہے کہ غیر عربی میں قرأت جائز نہیں ہے۔

تفسیر احمدی میں ہے:

ثم الاصح من قول ابی حنیفة ان نظم القرآن رکن لا زم فی صلوة حتی لا یجوز قرأة القرآن بغیر العربیة بغیرعذر وان کان قد اجاز بالعبارة الفارسیة فی حالة العذر وذلك القرآن اسم للنظم والمعنی جمیعا لا المعنی فقط سواء کان فی الصلوة او غیرها وهو قولهما وقد صحح انه رجع الیه ابو حنیفة وکیف لا یکون وقد وصف الله القرآن بکونه عربیا ولا یدری ما قال ابو حنیفة او لا من عدم لزوم النظم العربی۔

(تفسیر احمدی ص ۳۹۶)

اصح قول امام اعظم یہ ہے کہ نظم (لفظ) قرآن نماز میں رکن لازم ہے یہاں تک کہ بلا عذر غیر عربی میں قرآن کریم کی قرأت جائز نہیں ہے اگرچہ عذر کی حالت میں فارسی عبارت کے ساتھ جائز رکھا اور یہ اس لئے کہ قرآن نظم اور معنی دونوں کا نام ہے نہ فقط معنی کا برابر ہے کہ نماز میں ہو یا غیر نماز میں اور

یہی صاحبین کا قول ہے اور اس قول کی طرف امام کا رجوع کرنا صحیح ہوا اور یہ کیونکر نہ ہوگا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو عربی ہونے کے ساتھ موصوف کیا ہے اور امام اعظم نے جو پہلے عربی نظم کے غیر لازم ہونے کو فرمایا وہ نہیں جانا گیا۔

مراقی الفلاح میں ہے:

ولا قرأته بها فی الاصح فی قول الامام الاعظم موافقة لهما لان القرآن اسم للنظم والمعنی۔ (طحطاوی ص ۱۶۳)

اور نمازی کا فارسی میں قرأت کرنا امام اعظم کے صحیح قول میں جائز نہیں اور یہ قول صاحبین کے قول کے موافق ہے اس لئے کہ قرآن نظم اور معنی دونوں کا نام ہے۔

طحطاوی میں اسی کی شرح میں فرماتے ہیں۔

وعلیٰ هذا القول الفتوی۔ (طحطاوی ص ۱۶۳)

اسی قول پر فتوے ہے:

ان عبارات سے نہایت واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ بلا عذر زبان پر قادر کے لئے سوائے عربی کے فارسی یا کسی اور زبان میں نماز اور غیر نماز میں قرأت جائز نہیں یہی مفتی بہ قول ہمارے ائمہ ثلاثہ سے منقول ہے۔

امر سوم: تکبیر افتتاح تسمیہ ذبح اور نماز کے تمام ذکر ثنا تعوذ، درود شریف، دعاء، تسبیح وغیرہ یہ سب چیزیں صاحبین کے نزدیک غیر عربی میں اس وقت جائز ہیں کہ وہ عربی سے عاجز ہو اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ سب چیزیں عربی پر قادر ہوتے ہوئے بھی غیر عربی میں جائز ہیں

ہدایہ متن بدایہ میں ہے۔

فان افتتح الصلوة بالفارسية او قرأ فيها بالفارسية او ذبح وسمى بالفارسية وهو يحسن العربية اجزائه عند ابی حنيفة وقالا لايجوز به۔ (ہدایہ صفحہ ۸)

اگر فارسی سے نماز شروع کی (یعنی تکبیر تحریمہ بزبان فارسی کہہ کر شروع کی یا نماز میں فارسی کے ساتھ قرأت کی یا ذبیحہ پر فارسی میں تسمیہ کہا اور وہ عربی جانتا ہے تو امام صاحب کے نزدیک اس کو کافی ہے اور صاحبین نے کہا اسے کافی نہیں۔

ردالمحتار میں ہے۔

اما صحة الشروع بالفارسية و کذ اجميع اذکار الصلوة فهی علی الخلاف فعنده تصح الصلوة بها مطلقا خلا فالهما۔ (شامی جلداص ۳۶۶)

لیکن بزبان فارسی تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز کے شروع ہو جانے کی صحت اور ایسے ہی نماز کے سب ذکر یہ سب اسی خلاف پر ہیں کہ امام صاحب کے نزدیک مطلقا فارسی سے نماز صحیح ہو جائیگی بخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک صحیح نہ ہوگی۔

جوہرہ نیرہ شرح قدوری میں ہے۔

ولو افتتح بالفارسية وهويحسن العربية اجزاه عند ابی حنيفة ويكره عند هما لا يجزئه الا اذا کان لا يحسن العربيه۔ (جوہرہ نیرہ ص ۵۰)

اگر نماز فارسی میں شروع کی اور وہ عربی کو جانتا ہے تو امام صاحب کے نزدیک جائز مکروہ ہے اور صاحبین کے نزدیک کافی نہیں مگر جب عربی کو اچھی طرح نہ جانتا ہو۔

ان عبارات سے معلوم ہو گیا کہ امام اعظم علیہ الرحمۃ ان سب چیزوں کو بلا عجز غیر عربی میں جائز کہتے ہیں اور ان کے متعلق صاحبین کے قول کی طرف امام صاحب کا رجوع ثابت نہیں چنانچہ شامی میں ہے۔

انما المنقول انه رجع الی قولهما فی اشتراط القراة بالعربية الا عندالعجز واما مسئلة الشروع فلامذکور فی عامة الكتب حكاية الخلاف فيها بلا ذکر رجوع اصلا۔ (شامی جلداص ۳۴۰)

امام صاحب کا صاحبین کے قول کی طرف رجوع کرنا جو منقول ہے وہ بغیر عجز قرأت کو عربی کے ساتھ شرط کرنے میں ہے لیکن نماز کے شروع کرنے کا مسئلہ عام کتابوں میں اس میں بھی ان کے مابین وہی اختلاف مذکور ہے اور رجوع کا ذکر بالکل نہیں ہے۔

لہٰذا امام اعظم علیہ الرحمۃ کے نزدیک ان باتوں میں جواز ہی معتبر ہے لیکن یہ جواز بکراہت ہے جیسا کہ ابھی جوہرہ نیرہ کی عبارت میں گذرا اور طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں اس کراہت کو کراہت تحریمی قرار دیا۔

يصح الشروع عنده بغير العربية ولو کان قادرا عليه مع الكراهة التحريمة۔

(طحطاوی ص ۱۶۳)

امام صاحب کے نزدیک نماز کا غیر عربی کے ساتھ شروع کرنا صحیح ہے اگر چہ عربی پر قادر ہو مع اس بات کے کہ قادر کے لئے ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

شامی میں ہے۔

والظاهر ان الصحة عنده لا تنفى الكراهة وقد صرحو ابها فى الشروع واما بقية اذكار الصلوة فلم ار من صرح فيها بالكراهة سوى ما تقدم ولا يبعد ان يكون الدعاء بالفارسية مكروها تحريما فى الصلوة وتنزيها خارجها ـ

(شامی ص ۳٦٦)

یہ ظاہر بات ہے کہ امام صاحب کے نزدیک صحیح ہو جانا، اس کی کراہت کی نفی نہیں کرتا اس کی مسئلہ شروع نماز میں فقہانے تصریح بھی کی ہے لیکن نماز کے باقی ذکر تو ان میں میں نے کراہت کی تصریح نہیں دیکھی سوا جو مقدم ہو چکا اور بعید نہیں ہے کہ فارسی کے ساتھ نماز میں مکروہ تحریمی ہو اور خارج نماز میں مکروہ تنزیہی ہو۔

ان عبارات سے واضح ہو گیا کہ تکبیر افتتاح، تسمیہ ذبح، اذکار نماز و دعا وغیرہ کو عربی زبان میں پر قادر ہو کر غیر عربی میں پڑھنا صاحبین کے نزدیک ناجائز اور امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک بعض مکروہ تحریمی اور بعض مکروہ تنزیہی ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ خطبہ کا عربی زبان پر قادر ہو کر غیر عربی میں پڑھنا بھی صاحبین کے نزدیک ناجائز اور حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ کے نزدیک بکراہت جائز ہے۔

ردالمحتار میں ہے۔

لم يقيد الخطبة بكونها بالعربية اكتفاء بماقدمه، فى باب صفة الصلوة من انها غير شرط ولو مع القدرة على العربية عنده خلافا لهما بحيث شرطاها الا عند العجز كالخلاف فى الشروع فى الصلوة ـ (شامی جلد اصفحہ ۵٦٧)

مصنف نے خطبہ کے عربی میں ہونے کی قید نہیں لگائی اس لئے کہ باب صفۃ الصلوۃ میں بیان گذر چکا کہ امام صاحب کے نزدیک عربی میں ہونا شرط نہیں اگر چہ وہ عربی پر قادر نہ ہو بخلاف صاحبین کے کہ انھوں نے عربی کو شرط کیا ہے مگر بوقت عجز کے اور یہ خلاف نماز کے شروع کرنے کے اختلاف کی طرح ہے۔

درمختار میں ہے۔

وعلی ھذا الخلاف الخطبة مع اذکار الصلوۃ ۔ (ردالمحتار جلد ا ص ۳۳۹)
اورامام اعظم وصاحبین کا اختلاف خطبہ اور تمام نماز کے اذکار کو غیر عربی میں پڑھنے کا وہی اختلاف ہے۔

ہدایہ میں ہے۔والخطبة والتشھد علی ھذا الخلاف ۔(ہدایہ ص ۸۶)
خطبہ اورتشہد کا غیر عربی میں پڑھنے کا حکم امام وصاحبین کے مابین اسی طرح مختلف فیہ ہے
ان عبارات سے نہایت روشن طور پر ثابت ہوگیا کہ عربی زبان پر باوجود قدرت کی غیر عربی فارسی اردو وغیرہ زبانوں میں خطبہ پڑھنا صاحبین کے نزدیک ناجائز اور حضرت امام صاحب کے نزدیک بکراہت جائز ہے علاوہ بریں خطبہ کے غیر عربی اردو فارسی وغیرہ میں ہمیشہ پڑھنے کی عادت کر لینے اور موانع بھی ہیں۔
اول یہ ہے کہ زبان عربی کو ایک خاص فضیلت حاصل ہے کہ یہ زبان اللہ تعالٰی کی محبوب وپسندیدہ ہے۔
حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی محبوب زبان اہل جنت کی زبان ہے، مرنے کے بعد یہی زبان ہو جائیگی کلام اللہ واحادیث وفقہ وغیرہ تمام مذہبی کتابیں اصلا اسی زبان میں ہیں لہٰذا اسی زبان میں خطبہ کا ہونا زیادہ بہتر ہے مسلمان اپنی مذہبی ضروریات کے لئے حقیقۃ عربی کا بہت محتاج ہے جب دنیوی ضرورت کے لئے انگریزی ہندی وغیرہ زبانیں سیکھی جاتی ہیں۔تو کیا دینی ضروریات کو اس درجہ اہمیت نہیں ہندوؤں کو دیکھو کہ وہ اردو کو چھوڑ کر ہندی زبان کا کس قدر رواج دے رہے ہیں اور آج مدعیان اسلام اپنی مذہبی زبان کو مٹانے کی فکر میں ہیں آج اردو میں خطبہ پڑھنے کی کوشش ہو رہی ہے تو کل نماز اور دیگر عبادات میں بھی یہ سعی کی جائے گی العیاذ باللہ۔
دوم زبان اقدس اور دور صحابہ میں بکثرت بلاد عجم فتح ہوئے اور وہیں جمعے قائم ہوئے لیکن باوجود ان کے احتیاج تعلیم کے خطبوں کا ان کی عجمی زبان میں پڑھنا ثابت ہے
میزان الشریعۃ میں حضرت امام شعرانی فرماتے ہیں۔
فان الباب لم یفتحه الشارع فلیس لاحد ان یفتحه ۔(میزان جلد ا صفحہ ۱۴۳)
جو دروازہ شارع اسلام نے نہیں کھولا ہے تو کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ اس دروازے کو کھولے۔
سوم قرون ثلثہ زمانہ سلف وخلف میں آج تک کہیں خطبہ کا غیر عربی میں پڑھنے کا اہتمام نہیں

ہواتو آج اس سنت متوارثہ اور طریق مسلمین کی کیوں مخالفت کی جائے۔

ہدایہ میں اسی بحث میں تو بحالت عجز بھی یہ حکم دیا گیا۔

يجوز عند العجز الا انه يصير مسيا لمخالفة السنة المتوارثة ۔

(ہدایہ ص ۸۶)

عربی سے عاجز ہو کر غیر عربی میں پڑھنا جائز ہے مگر وہ سنت متوارثہ کی مخالفت کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔

چہارم خطبہ عبادت الٰہی ہے اور اللہ تعالیٰ غیر عربی کو محبوب نہیں رکھتا۔لہٰذا خطبہ کا عربی میں ہونا اولیٰ ہوا اور غیر عربی میں خلاف اولیٰ۔

چنانچہ شامی میں ولوالجیہ کی بحث تکبیر بالفارسیۃ سے ناقل ہیں۔

ان التكبير عبادة الله تعالىٰ والله تعالىٰ لا يحب غير العربية ۔

(شامی جلد ا ص ۳۶۵)

تکبیر اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ غیر عربی کو محبوب نہیں رکھتا۔

پنجم: خطبہ میں قرأت قرآن سنت ہے اور ادائے سنت کے لئے کم از کم ایک آیۃ کی تلاوت تو کی جائے گی۔چنانچہ شامی میں اس کی تصریح صاف موجود ہے۔

فالاخبار قد تواترت ان البنى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ۔

اس میں حدیثیں متواتر وارد ہو چکیں ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(یہ جواب ناقص ہی دستیاب ہوا)

کتاب الفرائض

﴿۸۶﴾

باب المیراث

مسئلہ (۱۰۶۴)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
مسماۃ علیمن کا انتقال ہوا اور اس نے ایک ''زوج'' مسمی غریب اللہ اور ایک ''اب'' مسمی قدرت اللہ اور ایک ''ابن'' مسمی کرامت اللہ اور ایک ''بنت'' مسماۃ اصغری ورثہ چھوڑے۔اس کے بعد کرامت اللہ کا انتقال ہوا۔اس نے ایک ''اب'' مسمی غریب اللہ اور ایک خاتون اخیافی مسماۃ اصغری بیگم ورثہ کو چھوڑا اور بعدہ مسماۃ اصغری کا انتقال ہوا۔اس نے ''جد فاسد'' مسمی قدرت اللہ اور دو چچا مسمیاں ''تولا و بھولا'' ورثہ چھوڑے۔شرع شریف میں مسماۃ علیمن کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟۔بینوا توجروا

الجواب

مسماۃ علیمن مسئلہ:-۱۲ × ۳ = ۳۶ × ۲ = ۷۲

زوج	اب	ابن	بنت
غریب اللہ	قدرت اللہ	کرامت اللہ	اصغری
۳	۲	۱۴ (۷)	۷
۹	۶		
۱۸	۱۲		

مسمی کرامت اللہ مسئلہ ۱ مافی الید

اب	اخت اخیافی	جد فاسد
غریب اللہ	اصغری	قدرت اللہ
۱	م	م
۱۴ ۱۴		
۲۸		

۲۸

مسماۃ اصغری مسئلہ ۲ × ۷ = ۱۴ وفق ۲ ما فی الید

جد فاسد	عم	عم
قدرت اللہ	تولا	بھولا
م	۱	۱
	۷	۷

الاحیاء

غریب اللہ	قدرت اللہ	تولا	بھولا
۴۶	۱۲	۷	۷

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

بعد ما یجب علی الارث بشرط صدق بیان سائل و بشرط خلواز موانع ارث کل ترکہ ۷۲ سہام پر منقسم ہوا۔ مسمی غریب اللہ کو ۴۶ سہام، اور قدرت اللہ کو ۱۲ ار سہام اور مسمی تولا کو ۷ ر سہام اور مسمی بھولا کو ۷ ر سہام پہنچتے ہیں۔ اور مسمی قدرت اللہ، مسمی کرامت اللہ اور مسماۃ اصغری دونوں کے ترکہ سے محروم ہے۔ اور اصغری اپنے اخیافی بھائی کرامت اللہ کے ترکہ سے محروم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۰۶۵)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمی چھوٹے کا انتقال ہوا اس نے ایک اپنی بیوی مسماۃ نیازن اور ایک لڑکا مشتاق اور دو لڑکی شبیرن وسعیدن چھوڑے۔ پھر مسماۃ سعیدن کا انتقال ہو انھوں نے اپنی ماں نیازن اور ایک اخ مشتاق اور ایک بہن بشیرن اور دو چچا منا خاں چنا خاں چھوڑے۔ اور اس کے بعد مسمی مشتاق کا انتقال ہوا اور اس نے اپنی ماں نیازن کو ایک بہن شبیرن اور دو چچا منا خان و چناں خاں چھوڑے۔ اس کے بعد مسماۃ نیازن کا انتقال ہوا۔ اس نے اپنا خاوند منا خاں اور ایک لڑکا ابراہیم اور ایک لڑکی شبیرن چھوڑے پھر اس کے بعد مسماۃ شبیرن کا انتقال ہوا۔ اس نے اپنا خاوند عیوض اور ایک اخیافی بھائی ابراہیم اور دو چچا منا خاں و چنا خاں چھوڑے۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ از

روئے شرع اس کے حصے کتنے کتنے ہوئے مفصل تحریر فرمائیے۔

الجواب

چھوٹے مسئلہ ۳۲ × ۱۸ = ۵۷۶ × ۶ = ۳۴۵۶ × ۲ = ۶۹۱۲ × ۶ = ۴۱۴۷۲

زوجہ	ابن	بنت	بنت
نیازن	مشتاق	شبیرن	سعیدن
۴ / ۷۲ / ۴۳۲	۱۴ / ۲۵۲	۷ / ۱۲۶ / ۷۵۶ / ۱۵۱۲	۷

سعیدن میت مسئلہ ۶ × ۳ = ۱۸ تباین مافی الید ۷

ام	اخ	اخت	عم	عم
نیازن	مشتاق	شبیرن	مناخاں	چناخاں
۳ / ۲۱ / ۱۲۶	۱۰ / ۷۰	۵ / ۳۵ / ۲۱۰	م	م

مشتاق میت مسئلہ ۶ مافی الید ۳۲۲

ام	اخت	عم	عم
نیازن	شبیرن	مناخاں	چناخاں
۲ / ۶۴۴	۳ / ۹۶۶ / ۱۹۳۲	۱۶۱ / ۳۲۲ / ۱۹۳۲	۱۶۱ / ۳۲۲ / ۱۹۳۲

نیازن میت مسئلہ ۴ توافق بالنصف مافی الید ۱۲۰۲

زوج	ابن	بنت
مناخاں	ابراہیم	شبیرن
۱ / ۶۰۱ / ۳۶۰۶	۲ / ۱۲۰۲ / ۷۲۱۲	۱ / ۶۰۱

شبیرن میت مسئلہ ۶ تباین مافی الید ۴۴۶۵

زوج	اخ اخیافی	عم	عم
عیوض	ابراہیم	مناخاں	چناخاں
۳ / ۱۳۳۹۵	۱ / ۴۴۶۵	۴۴۶۵	۴۴۶۵

الاحیاء

مناخاں	چناخاں	ابراہیم	عیوض
۱۰۰۰۳	۶۳۹۷	۱۱۶۷۷	۱۳۳۹۵

بعد تقدیم ما یجب علی الارث بشرط خلوازموانع ارث وانحصار ورثہ در مذکورین وبشرط صدق بیان سائل ترکہ مسمی چھوٹے (۶۱۶۷۲) سہام پر منقسم ہوگا۔ مسمی مناخاں کو (۱۰۰۰۳) سہام اور مسمی چناخاں کو (۶۳۹۷) سہام اور مسمی ابراہیم کو (۱۱۶۷۷) سہام اور مسمی عیوض کو (۱۳۳۹۵) سہام ملتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۰۶۶) ازمحلہ کھگوسرائے سنبھل

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رحیم اللہ کا انتقال ہوا۔اس نے دولڑکے مسیت ونذیر چھوڑے۔ پھر مسیت کا انتقال ہوا، اور اس نے ایک بیوی مسماۃ رحیمن اور دولڑکیاں نصیرن وہاجرہ اور ایک بھائی نذیر چھوڑے۔ پھر نذیر کا انتقال ہوا انھوں نے ایک بیوی مسماۃ وزیرن اور دولڑکے حسن ونذیر اور ایک لڑکی مسماۃ چھوٹی ورثہ چھوڑے۔ پھر مسماۃ وزیرن کا انتقال ہوا۔اس نے ایک لڑکی مسماۃ چھوٹی اور ایک باپ مسمی جیب اللہ اور ایک بھائی اور تین بہنیں ورثہ چھوڑے۔اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ ازروئے شرع ان کو کتنے کتنے سہام پہونچتے ہیں؟ بینواوتوجروا

الجواب

رحیم اللہ میت مسئلہ ۲×۲۴=۴۸×۴۰=۱۹۲۰×۲=۳۸۴۰

ابن مسیت	ابن نذیر
۱	۱؍۲۴

مسیت میت مسئلہ ۲۴ مافی الیدہ ۱

زوجہ رحیمن	بنت نصیرن	بنت ہاجرہ	اخ نذیر
۳؍۱۲۰؍۲۴۰	۸؍۳۲۰؍۶۴۰	۸؍۳۲۰؍۶۴۰	۵

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

بعد تقدیم ما یجب علی الارث بشرط خلواز موانع ارث وانحصار ورثہ در مذکورین وبشرط صدق بیان سائل ترکہ رحیم اللہ کا (۳۸۴۰) سہام پر منقسم ہوگا۔ مسماۃ رحیمن کو (۲۴۰) سہام اور ہاجرہ کو (۶۴۰) سہام اور مسماۃ نصیرن کو (۶۴۰) سہام اور مسمی حسن کو (۸۱۲) سہام اور مسمی نذیر کو (۸۱۲) سہام اور مسماۃ چھوٹی کو (۵۵۱) سہام اور مسمی حبیب اللہ کو (۱۴۵) سہام پہونچتے ہیں۔ اور وزیرن کی تینوں بہنیں اور بھائی محروم ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۰۶۷)

از قصبہ چندوسی ضلع مرادآباد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

مسمی عظیم اللہ عرف بلی کا انتقال ہوا اور اس نے ایک بیوی مسماۃ سکینہ اور دو لڑکے مسمیان کفایت اللہ ورحمت اللہ اور دو لڑکیاں ایک مسماۃ مرادن اور دوسری مسماۃ چھوٹی ورثہ چھوڑے۔ پھر رحمت اللہ کا انتقال ہوا۔ اور اس نے ایک بیوی مسماۃ بشرین اور اپنی والدہ مسماۃ سکینہ اور دو لڑیاں مسماۃ تفسیرن ومسماۃ وحیدین اور اپنا ایک بھائی کفایت اللہ اور دو بہنیں مسماۃ مرادن اور مسماۃ چھوٹی ورثہ میں چھوڑی پھر مسماۃ سکینہ کا انتقال ہوا اس نے ایک لڑکا کفایت اللہ اور دو لڑکیاں مسماۃ مرادن اور مسماۃ چھوٹی ورثہ میں چھوڑے۔ پھر کفایت اللہ کا انتقال ہوا۔ اور اس نے اپنی ایک بیوی مسماۃ فریدن اور دو بہنیں مسماۃ مرادن اور مسماۃ چوٹی ورثہ میں چھوڑے۔ پھر مسماۃ مرادن کا انتقال ہوا اور اس نے اپنا خاوند عبدالحق (جو اس کا پہلے بہنوئی تھا) عبدالحق عرف سیرا اور دو بھتیجیاں مسماۃ تفسیرن اور مسماۃ وحیدن ورثہ چھوڑے۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ از روئے شرع مسمی عظیم اللہ کا ترکہ کتنے حصوں پر منقسم ہوگا؟۔ بینوا توجروا

الجواب

مسئلہ ۸×۶ = ۴۸ × ۴۸ = ۲۳۰۴ × ۴ = ۹۲۱۶ × ۲ = ۱۸۴۳۲ × ۴ = ۷۳۷۲۸

بلی میت

زوجہ سکینہ	ابن رحمت اللہ	ابن کفایت اللہ	بنت مرادن	بنت چھوٹی
۱ / ۶ / ۲۸۸	۱۴	۱۴ / ۶۷۲	۷ / ۳۳۶ / ۱۳۴۴	۷ / ۳۳۶ / ۱۳۴۴ / ۲۶۸۸

مسئلہ ۲۴×۴ = ۹۶/۴۸ توافق بالنصف مافی الیلہ ۱۴/۷

رحمت اللہ میت

زوجہ بشیرن	ام سکینہ	بنت تفسیرن	بنت وحدن	اخ کفایت اللہ	اخت مرادن	اخت چھوٹی
۳ / ۱۲ / ۸۴ / ۳۳۶ / ۶۷۲	۴ / ۱۶ / ۱۱۲	۸ / ۳۲ / ۲۲۴ / ۸۹۶ / ۱۷۹۲	۸ / ۳۲ / ۲۲۴ / ۸۹۶ / ۱۷۹۲	۲ / ۱۴	۱ / ۷ / ۲۸	۱ / ۷ / ۲۸ / ۵۶

سکینہ میت مسئلہ ۴ر تداخل ۴۰۰/

بنت چھوٹی	بنت مرادن	ابن کفایت اللہ
۱/۱۰۰ — ۴۰۰/۸۰۰	۱/۲۰۰ — ۴۰۰	۲/۲۰۰

مافی الیدہ ۲۳۴۶ ۴۸۴م

کفایت اللہ میت مسئلہ ۴×۲=۸ توافق بالربع

اخت چھوٹی	اخت مرادن	زوجہ فریدن
۳ ۱۳۲۹ ۲۶۵۸	۳ ۱۳۲۹	۱/۲ ۸۸۶ ۱۷۷۲ ۷۰۸۸

مافی الیدہ ۳۱۰۱

مرادن میت مسئلہ ۲

اخت چھوٹی	زوج عبدالحق
۱ ۱ ۳۱۰۱	۱ ۳۱۰۱ ۱۲۴۰۴

مافی الیدہ ۹۳۰۳

چھوٹی میت مسئلہ ۲×۲=۴

بنت الاخ وحیدن	بنت الاخ تفسیرن	زوج عبدالحق
۱ ۹۳۰۳	۱ ۹۳۰۳	۲ ۱۸۶۰۶

الاحیاء

عبدالحق	فریدن	وحیدن	تفسیرن	بشیرن
۳۱۰۱۰	۷۰۸۸	۱۶۴۷۱	۱۶۴۷۱	۲۶۵۸۸

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

بعد تقدیم ما یجب علی الارث بشرط خلو از موانع ارث وانحصار ورثہ در مذکورین وبشرط صدق بیان سائل ترکہ مسمی عظیم اللہ کا (۷۷۲۸) سہام پر منقسم ہو کر ہر ایک کو اس مقدار میں پہنچتے ہیں جس کی تفصیل الاحیاء کے تحت میں مندرج ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۰۶۸)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمی عبد العلی کا انتقال ہوا اور اس نے دو بیٹیاں مسماۃ برکت فاطمہ و مسماۃ تصدق فاطمہ اور دو پوتی مسماۃ حفیظہ فاطمہ و مسماۃ حمیدہ فاطمہ اور دو بھتیجے مسمی ایوب علی و مسمی ابراہیم علی ورثہ میں چھوڑے۔ تو از روئے شرع شریف ترکہ عبد العلی کا کس طرح تقسیم ہوگا۔

الجواب

مسئلہ ۶/۳

بنت	بنت	ابن الاخ	ابن الاخ	بنت الابن	بنت الابن
برکت فاطمہ،	تصدق فاطمہ	ایوب علی	ابراہیم علی	حفظ فاطمہ	حمید فاطمہ

بعد تقدیم ما یجب علی الارث بشرط خلو از موانع ارث و بشرط صدق بیان سائل وانحصار ورثہ در مذکورین ترکہ عبد العلی کا چھ سہام پر تقسیم ہوگا۔ ۲/۲ بیٹوں کو اور ایک ایک بھتیجوں کو پہنچتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مسئلہ (۱۰۶۹)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع اس مسئلہ میں کہ مسماۃ الفت کا انتقال ہوا اور وہ لاولد تھی، اس کا شوہر اور والدین اس سے پہلے فوت ہو چکے ہیں۔ لہذا اس نے اپنا وارث ایک بھائی پیر بخش اور چار بھتیجے عبد الکریم ورحیم بخش وعبد الغنی وکفایت حسین اور ایک بھتیجی مسماۃ بشیرن چھوڑی۔ لہذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ مسماۃ الفت کے وارث کون کون ہیں؟۔

الجواب

میت الفت مسئلہ ۱

اخ	ابن الاخ	ابن الاخ	ابن الاخ	ابن الاخ	بنت الاخ
۱	م	م	م	م	م

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۰۷۰)

ایک شخص کی پہلی بیوی سے دولڑکے ہیں۔عرصہ بیس (۲۰) سال ہوا کہ اس شخص نے پہلی بیوی کو طلاق دیدی اور دوسرا نکاح کرلیا پہلی بیوی نے اپنا دین مہر وصول کرلیا۔اب اس شخص کا انتقال ہوگیا، دوسری بیوی سے کوئی اولادنہیں ہے، ایسی صورت میں دوسری بیوی کہ جس سے کوئی اولادنہیں ہے چہارم پانے کی مستحق ہے یا آٹھواں حصہ پانے کی مستحق ہے؟۔فقط

الجواب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

صورت مسئولہ میں جب یہ دولڑکے حیات ہیں تو میت کی چاہے ایک بیوی ہو یا زیادہ وہ آٹھواں حصہ ہی پائیگی۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۰۷۱)

بخدمت شریف جناب قبلہ حضرت مولینا بزرگوار صاحب مدظلہ العالی السلام علیکم حضوروالا

(۱) فدوی کی دودادی تھیں پہلی دادی سے میرے والد بزرگوار نیز بڑے ابا اور دوسری دادی سے میرے چچا صاحب ہیں دوسری دادی پہلی دادی کی وفات کے بعد نکاح میں آئیں۔پہلی دادی کی وفات کے بعد دادا صاحب مقروض ہو گئے لہذا انہوں نے دوسرا نکاح پڑھوا کر مکان مہر نامہ لکھوادیا تاکہ مکان قرض والوں کی نذر نہ ہو سکے اس طرح مکان بچ سکا دادا صاحب مکان چھوڑ کر کرایہ سے دوسری جگہ رہنے لگے وہاں ان کی شادی ہوئی نیز بچے بھی تقریباً چودہ پندرہ برس بعد جب کہ میرے والد بزرگوار صاحب کا انتقال ہو چکا چچا صاحب میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا کہ رہنے کے لئے مکان کا کچھ حصہ دیدو جو مناسب جگہ ملنے پر خالی کردیا جائیگا۔میں نے ان کی بات پر کوئی اعتراض نہ کیا اور وہ مکان میں رہنے لگے مگر مکان خالی کرنا تو درکنار کچھ عرصہ بعد مجھے مندرجہ ذیل نوٹس ملا۔

(۱) میں نے چچا صاحب کی ۵۰۰ سوروپے کی جائیداد پر ناجائز قبضہ کررکھا ہے۔

(۲) میرے والد بزرگوار کو رہنے کے لئے مکان کا کچھ حصہ اس لئے دیا گیا تھا کہ ہم چچا صاحب کے قریبی رشتہ دار ہیں ان کا کہنا ہے چونکہ ہم نے مکان کی مرمت وغیرہ ٹھیک طور سے نہیں کرائی اس لئے مکان خالی کردیں۔

(۳) مکان چونکہ دوسری دادی کے مہر نامہ میں لکھا ہے اس لئے صرف میرے چچا صاحب ہی اس کے واحد مالک ہیں۔ اور وہ ہمیشہ سے اس پر قابض ہیں۔ اب میں حضور سے چند باتوں کی بابت شرعی احکامات معلوم کرنا چاہونگا ایک بات ذہن نشین رہے میرے چچا صاحب حافظ ہیں۔

(۱) اگر کوئی حافظ اپنے کئے ہوئے وعدے کو فراموش کردے شرعی احکامات جانتے ہوئے قانون کا غلط سہارا لینا چاہے۔

(۲) اپنے سوتیلے بھائیوں کو صرف قریبی رشتہ دار ٹھہرا کر جائیداد کا واحد وارث بننے کا دعویٰ دائر کردے۔

(۳) چودہ پندرہ برس دوسری جگہ سکونت اختیار کرنے کے باوجود یہ کہے ہمیشہ سے اسی مکان پر قابض ہیں حضور اگر میرے چچا صاحب کی والدہ (میری دوسری دادی) کے مہر نامہ میں مکان درج ہے تو کیا میرے والد بزرگوار صاحب کا اس میں کوئی حق نہیں رہتا۔ آخر وہ بھی تو ان کی والدہ ہی کہلائیگی چاہے سوتیلی کیوں نہ ہوں۔

پھر دادا صاحب کی وفات کے بعد وہی تو ان کی سر پرست تھیں۔ پھر ان کی جائیداد میں بیٹے کا حق محروم کیا جانا کیا معنیٰ رکھتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ دادا صاحب کی موت کے وقت دادی صاحبہ نے مہر معاف کیا جو ایک مذہبی اصول ہے۔ اس بات کے لئے میں گواہ بھی پیش کرسکتا ہوں وہ مستورات جو اس وقت موجود تھیں اور اب بھی زندہ ہیں۔ اب جب کہ مہر معاف ہوگیا تو پھر مکان پر صرف دادی صاحبہ یا چچا صاحب ہی کا حق کیونکر رہا۔ حضور اب تک دو تین پیشی پڑ چکی ہیں اور آئندہ پیشی ۲۳ فروری ۱۹۵۷ء کو ہے چچا صاحب کے پاس مہر نامہ موجود ہے اور میرے پاس تحریری ایسے کوئی کاغذات نہیں جس سے مقدمہ میں آسانی پیدا کی جاسکے۔ اس لئے فدوی حضور سے دست بستہ التجا کرتا ہے کہ حضور اس کو اپنی نیک وزریں ہدایتوں سے نواز کر بندہ کو مشکوریت کا موقعہ عنایت فرمایں گے عین نوازش ہوگی۔ فقط

آپ کا ایک ادنیٰ غلام عبدالستار (بیڑی میکر)

الجواب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

صورت مسئولہ میں جب نور محمد مرحوم نے بوقت نکاح ثانی اپنی دوسری بیوی کے دین مہر میں اپنا مکان لکھ دیا تھا تو ظاہر ہے کہ وہ مکان نور محمد کی ملکیت سے خارج ہوگیا اور اس کی مالک یہی دوسری بیوی ہوگئی پھر اگر یہ دوسری بیوی نور محمد سے پہلے فوت ہوگئی ہے تو اس کے ترکہ کا چوتھا حصہ نور محمد کو شوہر ہونے کی بنا پر پہنچتا ہے اور اس صورت میں اس نور محمد کی پہلی بیوی کی اولاد بھی اس چوتھائی ترکہ میں بقدر حصص شرعی حقدار ہے اور اگر نور محمد کی موت کے بعد یہ دوسری بیوی فوت ہوئی ہے تو اس صورت میں یہ کل مکان ترکہ مادری میں صرف حافظ عبد العزیز کو پہنچتا ہے کہ یہی اس کا واحد وارث ہے لہذا شرعا اس مکان کا تنہا مالک یہی حافظ عبد العزیز قرار پایا تو اس کا یہ دعوی شرعی وقانونی ہر حثیت سے صحیح ہوا۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب

جمادی الاخری ۶ ۱۳۷ھ

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۰۷۲)

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین درمیان اس مسئلہ کہ

مورث زید کی پہلی بیوی سے ایک لڑکا ہے اس کے انتقال کے بعد زید نے عقد ثانی کیا دوسری بیوی سے تین لڑکے اور دولڑکیاں ہیں مورث زید کا پانچ سال قبل انتقال ہوگیا۔ اس نے اپنی حیات میں تین لڑکوں اور ایک لڑکی کی شادی کر دی تھی ایک لڑکی کی شادی بعد وفات زید ہوئی پہلی لڑکی مطلقہ ہوگئی ۔چونکہ ورثاء میں اب علحدگی کا جھگڑا ہے۔ اس لئے تقسیم ترکہ کا سوال پیدا ہوتا ہے زیورات ازقسم سونا چاندی پہلی مرحومہ بیوی۔ دوسری موجودہ بیوی۔ دونوں لڑکیوں اور تینوں بہوں کا ہے۔ مگر کوئی ایسا ثبوت موجود نہیں ہے کہ زید نے کسی طریقہ پر ان کو زیورات دیئے تھے۔ اس لئے فرمایا جائے کہ ہر ایک کے زیور کے بارے میں شرعی حکم کیا ہوگا تقسیم وراثت کے ترکہ میں کس کا زیور شامل ہوگا۔ اور کس کا نہیں؟ پہلی بیوی کا لڑکا اپنی ماں کے زیورات کا تنہا حقدار ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

اے اعظمی مدنپورہ بمبئی نمبر ۸ مورخہ ۲۳ جنوری ۱۹۵۷ء

الجواب

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

زیور کے متعلق ہر قوم کا عرف علحدہ ہے مگر باوجود اس کے اکثر اقوام میں لڑکی کو جو باپ زیور دیا کرتا ہے تو اس کا مالک اسی لڑکی کو بنا دیتا ہے۔ اگر قوم زید کا بھی یہی عرف ہے تو اس کی لڑکیوں کے زیور میں اس کے ورثہ کو کسی طرح کا کوئی حق حاصل نہیں۔ اور اگر زید نے زیور کا لڑکی کو مالک ہی نہیں بنایا نہ اس کی قوم کے عرف میں لڑکی کو زیور کا مالک بنایا جاتا ہے بلکہ اسے عاریۃً دیا جاتا ہے تو اس صورت میں لڑکی کا ایسا زیور بھی یقیناً ترکہ زید میں شامل ہو جائیگا اور اس کے تمام ورثہ حقدار بن جائینگے اب باقی رہا زید کا اپنی ہر دو زوجات کو چڑھایا ہوا زیور اور اپنے لڑکوں کی بیبیوں کو چڑھا ہوا زیور تو اگر زید کی قوم کے عرف میں اس زیور کا بیبیوں کو مالک نہیں بنایا جاتا ہے بلکہ انہیں محض پہننے کے لئے وہ زیور عاریۃً دیا جاتا ہے اس صورت میں تو زید کی ہر دو زوجات اور تینوں بہوں کا کل زیور اسی کا ترکہ قرار دیا جائیگا اور وہ بقدر حصص شرعیہ ورثہ کو ملیگا اور اگر ان میں سے ہر ایک کو زید نے زیور چڑھاتے وقت ہی اس زیور کا مالک بنا دیا تھا یا زید کی قوم کے عرف میں وہ زیور ملک زوجہ ہی [illegible] جاتا ہے تو اس صورت میں ان سب کا زیور ترکہ زید میں ہرگز ہرگز داخل نہیں ہوگا۔ پھر اس صورت میں زید کی زوجہ اولیٰ کا زیور اس کی موت کے بعد بحق شوہری زید کو چوتھائی ملیگا اور باقی زیور کا حقدار اس کا صرف لڑکا ہوگا جواب میں مسئلہ کے ہر دو پہلو کے احکام بیان کر دیئے گئے ہیں۔ تو زید کا جیسا عمل ہو یا قوم زید کا جیسا عرف ہو اسی کے مطابق حکم پر عمل کیا جائے۔ پھر جو اس تفصیل کے بعد قصداً غلطی کریں اس کا فتویٰ پر کوئی اثر نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

۲۶ رجب المرجب ۱۳۷۶ھ

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل، العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۰۷۳)

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی کے نام سے زید کو بیوی نے وکیل بھی نہیں بنایا تھا ایک قطعہ خالی زمین خریدی اور شادی کے سولہ سال بعد اس زمین پر زید نے ایک مکان پختہ بلڈنگ بنایا اور جتنا سامان اس عمارت کے سلسلے میں خریدا گیا سب زید نے اپنے خرچ

اور اپنے نام سے خرید اعمارت بنجانے کے بعد مکان کرایہ پر دیدیا گیا اور اسکا کرایہ زید خود وصول کرتا رہا اور اس عمارت کا سارا خرچ گورنمنٹ کا ٹیکس بھی ادا کرتا رہا اور کرایہ کی رسید زید اپنے ہی نام سے چھپی ہوئی رسیدیں کرایہ داروں کو دیتا رہا بیوی کے میکے والے بہت دنوں تک اپنی عمر زید ہی کے یہاں گذارتے رہے کچھ زمانہ کے بعد اس کی بیوی کے میکے والے بہت دنوں کے بعد زید کے یہاں سے اپنے گھر چلے گئے اور کچھ عرصہ بعد زید کی بیوی بھی اپنے میکے چلی گئی اور سسرال سے جب گئی تو زید مبلغ اسی ہزار (۸۰۰۰۰) مع زیور نقد روپیہ لیکر ہمراہ گئی وہاں جا کر اس کا انتقال ہو گیا۔ جب یہ خبر یہاں زید کو معلوم ہوئی تو فوراً سسرال پہنچا اور اپنے نقدیات کا مطالبہ کیا جس میں تیس ہزار کے زیورات تھے جس کا ثبوت بھی ہے مگر اس مطالبہ پر زید کے ساتھ اس کے سسرال والے بری طرح پیش آئے اور زید واپس آ گیا اس کے بعد زید کے خسر صاحب انتقال کر گئے۔

اور ان کے مرجانے کے بعد ان کے لڑکوں نے دعویٰ کر دیا کہ یہ مکان ہمارا ہے اور یہ مقدمہ کورٹ میں تین سال سے چل رہا ہے وہ لوگ مقدمہ اسی سال سے لڑ رہے ہیں جو زید کی بیوی اپنے ہمراہ لے کے گئی تھی شادی سے قبل زید کے سسرال والے بیحد غریب و مفلس تھے اور زید ہی کے یہاں گذارہ کرتے تھے لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ از روئے شریعت مطہرہ مکان مذکورہ کا صحیح حقدار کون ہے صاف صاف براہ کرم شریعت کے حکم سے مطلع فرمایا جائے۔ بینوا توجروا

المستفتی، گوبری میاں باڑی والا کرک روڈ مکان نمبر ا کمرہٹی ضلع ۲۴ پرگنہ بنگال

الجواب

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

صورت مسئولہ میں صرف خالی زمین کی مالکہ تو زید کی بیوی قرار پائے گی۔ پھر جب اس کا انتقال ہو گیا تو اگر لاولد مری ہے تو زید بحق شوہری اس زمین کے نصف کا حقدار قرار پایا۔ اور اگر اس نے اولاد چھوڑی تو جب بھی یہ چوتھائی زمین کا حقدار بنا۔ اب باقی رہے زید کے سالے یعنی اس کی بیوی کے بھائی تو اس کے لاولد ہونے کی صورت میں تو بھی نصف زمین کے حقدار ٹھہرے اور اس کے اولاد ہونے کی صورت میں اگر وہ صرف لڑکیاں ہیں تو یہ شوہر اور لڑکیوں کے ماباقی حصے کے حقدار ہیں اور اگر اولاد میں کوئی لڑکا بھی ہے تو پھر یہ زمین کے کسی حصے کے حقدار نہیں۔ اب رہی اس زمین پر تعمیر تو اس کا حقدار اور مالک صرف زید ہی ہے اس تعمیر میں اس کی بیوی کا کوئی حق ثابت نہیں ہوا تھا تو اس کے یہ سالے کسی طرح

اس تعمیر کے حقدار نہیں ہو سکتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۸ شوال المکرم ۱۳۷۶ھ

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۰۷۴)

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس بارے میں کہ ایک تخص مسمیٰ جان عالم نے بگذاشت ایک لڑکی سمیہ نجمہ خاتون نابالغہ اور ایک ہمشیر حقیقی اور ایک برادر علاتی (جو دوسری ماں سے ہے) انتقال کیا اور جائیدادہائے متروکہ مندرجہ ذیل ہے۔

(۱) ایک قطعہ مکان رہائشی اور ایک قطعہ زمیں پرتی لائق سکنہ اور دو قطعات زمیں بمتحرفہ مقری تین روپے سالانہ جس پر عملہ دوسروں کا آراستہ ہے جس میں خریداری خاص اور بقیہ موروثی علی الھبہ زبانی مرحوم کو حاصل ہوئی تھی۔ (۲) آثاث البیت ذاتی۔ (۳) کچھ ظروف۔ اور نقرئی زیورات وغیرہ لڑکی نابالغہ کی شادی وجہیز کے لئے اپنی زندگی ہی میں مرحوم نے اپنی ہمشیر حقیقی کے پاس امانت رکھ دیا تھا جواب بھی بالکل محفوظ ہے۔ (۴) اپنے بھانجے مسمیٰ لیاقت حسین کو جن کی والدہ کا انتقال مرحوم کے اور اپنے والد کے وقت ہی میں ہوگیا تا (یعنی مجوب الارث) کو ایک قطعہ پرتی زمیں لائق سکنہ مذکورہ بالا دینا چاہتے تھے مگر مرحوم نے کوئی کاغذ وغیرہ قانونی طور پر نہیں لکھا اور نہ وصیت ہی کر سکے اور اس طرح جائنداد مذکور انہیں کے قبضہ ودخل میں کے انتقال ہوگیا تھا۔ (۵) زوجہ جان عالم مرحوم (یعنی والدہ دختر نابالغہ نجمہ خاتون) نے چونکہ سال قبل اپنے شوہر کی زندگی ہی میں بغیر ادائیگی دین مہر شرع بگذاشت من شوہر ایک دختر نابالغہ نجمہ خاتون اور ایک بھائی حقیقی اور دو ہمشیروں کے انتقال کیا تھا (۶) تمام جائنداد پر سولہ آنہ نام محمد جان عالم مرحوم کا میونسپل کارپوریشن اور سروے وغیرہ میں بلاشرکت دیگرے قبضہ ودخل میں چلا آرہا ہے جس کو عرصہ تیس سال کا ہوتا ہے کہ محمد جان عالم مرحوم کے والد مرحوم نے اپنی زندگی میں دیدیا تھا۔ ایسی حالتوں میں حکم شرع کن کن لوگوں کا کتنا کتنا حصہ ترکہ وغیرہ ہوا امید کہ نمبروار بالتفصیل قرآن وحدیث اور کتب معتبرہ کے حوالہ سے جواب تحریری عنایت فرمائیں گے۔ نہایت مؤدبانہ دست بستہ گذارش ہے کہ جلد سے جلد جولفافہ یہاں کے پتہ کے ساتھ رکھ دیا گیا ہے اس میں اسی کاغذ پر جواب تحریر فرما کر بواپسی ڈال روانا فرمادیں تاکہ تعمیل حکم ہو سکے فقط والسلام نورانی مسلم بنڈار نور محمد پٹنہ

الجواب

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

صورت مسئولہ میں محمد جان عالم مرحوم نے اپنی حیات میں جس جس کو جو کچھ بطور ملک دیا تھا جیسے نابالغہ لڑکی کو کچھ ظروف اور نقرئی زیورات وغیرہ شادی وجہیز کے لئے دیدئے تھے جواب تک پھوپھی کے پاس امانۃ محفوظ ہیں یا اور کسی کو جو کچھ دیا ہو جس کا شرعی ثبوت موجود ہو تو ایسے حیات کے دئیے ہوئے نقد مال، جائداد وغیرہ تو مرحوم کے اورترکہ میں کسی طرح داخل ہی نہیں ہو سکتے کہ وہ قبل موت ہی مرحوم کی ملک سے خارج ہو چکے تھے۔ اور ترکہ میت کا وہ متروکہ مال ہے جو اس کا مملوک ہو اور حق غیر سے پاک ہو تو اب مرحوم کا جس قدر بھی ترکہ ہے اب چاہے وہ از قسم نقد یا جائداد عروض ہو یا اموال منقولہ ہو یا غیر منقولہ جو اس کا مملوکہ مال خاص میں" بعد تقدم مایجب علی الارث بشرط خلو از موانع ارث" وصدق بیان سائل وانحصار ورثہ در مذکورین تو وہ مرحوم کا کل ترکہ صرف دو حصوں پر منقسم ہوگا نصف تو مرحوم کی لڑکی نجمہ خاتون کا ہے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وان کان واحدة فلها النصف

یعنی اگر ایک لڑکی ہو تو اس کو ترکہ کا نصف ہے اور دوسرا نصف مرحوم کی حقیقی ہمشیرہ کا ہے کہ حدیث شریف میں ہے " اجعلو الاخوات مع البنات عصبة "یعنی بیٹیوں کے ساتھ بہنوں کو عصبہ بنا لو تو بیٹی کو جو نصف ملا وہ ذوی الفروض ہونے کی بنا پر ملا اور ہمشیرہ کو جو نصف ملا وہ عصبہ ہونے کی وجہ سے ملا ۔تو اس ہمشیرہ نے اپنی عصوبت کی بنا پر مابقی ترکہ لے لیا لہٰذا علاتی بھائی محروم ہو گیا کہ شرع کا مشہور قاعدہ ہے " الاقرب فا لا قرب" واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۲۸ ذیقعدہ ۶/۷۷ھ

(۳) علاتی بہن وہ ہے جنکا باپ ایک ہو اور مائیں علیحدہ علیحدہ ہوں اور اخیافی بہن وہ کہ جنکی ماں ایک ہو اور باپ جدا جدا ہوں ۔ اور زوجہ موطوءہ وہ بیوی ہے کہ جس سے اسکا شوہر صحبت ووطی کر چکا ہو۔

یکم اگست ۱۹۵۸ء

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل، العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ

(۱۰۷۵)

کیا فرماتے ہیں علماء دین وحامیان شرع متین اس مسئلہ وراثت میں کہ مسماۃ منشاء بیگم کوان کے ما

موں قریبی نے جہیز میں ایک قطعہ زمین دیا مسماۃ مذکور نے اس زمین پر اپنے زیورات بیچ کر عمارت بنائی ۔ جب منشاء بیگم کا انتقال ہوا۔ تو ان کے ایک لڑکا محمود خاں اور ایک لڑکی سخاوت بیگم موجود تھے ۔ بعد وفات منشاء بیگم مسمی محمود خاں وسخاوت بیگم میں کوئی تقاسمہ نہیں ہوا۔ اور درمیان میں محمود خاں صاحب کا انتقال ہوگیا۔ محمود خاں صاحب کے انتقال کے وقت ان کے وارثان شرعی حسب ذیل موجود تھے اور ہیں ۔ بیوہ، ایک لڑکا اور لڑکیاں چار، لڑکیوں میں سے مسماۃ ستارہ بیگم کا انتقال ہو چکا ہے اس کے وارثان میں سے ایک لڑکا ایک لڑکی موجود ہے ۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا صورت مسئولہ میں اصول مناسخہ عائد ہوگیا یا سرسری طور پر اگر بعد وفات منشاء بیگم ان کی جائداد محمود خاں وسخاوت بیگم میں تقسیم ہوتی تو بحیثیت ذوی الفروض عصبہ دونوں کا کیا حصہ ہوتا اور اب جبکہ بہن بھائیوں میں تقاسمہ نہیں ہوا تو اولاد محمود خاں و بیوی محمود خاں، ہمشیرہ محمود خاں میں کس طرح تقاسمہ ہوگا۔ چونکہ یہاں سہام سے لوگ کم واقف ہیں اس لئے مہربانی فرما کر سادہ عبارت میں ہر ایک کے حصہ آنوں میں مقرر فرما کر اطلاع بخشئیں بینو وتو جروا

المستفتی، حامد خاں ولد محمود خاں جودھپوری اکتوبر ۱۹۵۸ء

الجواب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

بعد تقدیم ما یجب علی الارث وبشرط خلو از موانع ارث وبشرط انحصار ورثہ در مذکورین ترکہ منشا بیگم کا (۴۳۲) سہام پر تقسیم ہوگا جس میں سے سخاوت بیگم کو (۱۴۴) سہام اور زوجۂ محمود خاں کو (۳۶) سہام اور ابن محمود خاں کو (۸۴) سہام اور محمود خاں کی ہر سہ لڑکی کو (۴۲) سہام اور ستارہ بیگم کے لڑکے کو (۲۸) سہام اور ستارہ بیگم کی لڑکی کو (۱۴) سہام شرعا دیئے جائینگے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یکم ربیع الآخر ۱۳۷۸ھ

مسئلہ (۱۰۷۶)

عرض ہے کہ زید نے تقریباً ۱۵ سال ہوئے انتقال کیا ملکیت میں ایک مکان کچھ خس پوش کچھ کھپریل پوش چھوڑے اور وارث ۳ لڑکے اور ۴ لڑکیاں چھوڑیں لڑکیاں شادی شدہ اپنے اپنے گھر رہتی ہیں ۳ بھائی بڑے بھائی کا نام واحد نور ان سے چھوٹے دولھا جان ان سے چھوٹے ننھے جان مشترکہ رہتے ہیں ۔ لڑکے دولھا جان کا انتقال ہوگیا وہ لاولد تھے چونکہ بٹوارہ مکان ہوا نہیں تھا۔ بڑے واحد نور اور ننھے رہتے رہے اب یہ لوگ آپس میں تقسیم کرنا چاہتے ہیں اس سلسلہ میں دو چار آدمی اکٹھے ہوئے اس وقت

چھوٹے بھائی ننھے نے ایک بیع نامہ رجسٹری شدہ جو تقریباً نو سال ہوئے مرنے والے دولھا جان نے کیا ہوگا جو ننھے اور اس کی بیوی کے نام کرایا ہے مبلغ ایک صد روپیہ میں جس میں اسی روپیہ گذشتہ کے اور بر وقت رجسٹری مبلغ بیس روپے دیئے ہیں رجسٹری میں اسی طرح اندراج ہے پیش کیا اور کہا کہ اس رجسٹری سے جو بھائی نے کی ہے اس کے حصہ کا میں حقدار ہوں چونکہ رجسٹری بیع نامہ کا حال آج تک بڑے بھائی واحد نور کو معلوم نہ تھا نہ اس کی موجودگی میں ہوا نہ اس وقت تک پتہ تھا اور نہ مکان کا بٹوارہ ہوا تھا لہذا اس صورت میں جب کہ بیع نامہ ہے اور اس وقت دو بھائی اور دو بہن جو موجود ہیں ۔ از روئے شرع اس کا بٹوارہ کس طرح کیا جاوے جواب سے مطلع کیا جاؤں فقط۔

شوکت علی پارچہ فروش از بہیڑی ضلع بانس بریلی دربازار

الجواب

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

زید کا مکان وترکہ ۸ سہام پر تقسیم کیا جاتا دو دو سہام تینوں لڑکوں کو دیا جاتا اور ایک ایک سہام دونوں لڑکیوں کو دا جات اور دولھا جان نے جب اپنے حصہ کو اپنے بھائی ننھے کو فروخت کر دیا ہے جس کا بیع نامہ رجسٹری شدہ موجود ہے تو اب دولھا جان کے حصہ کا ننھے ہی مالک ہوگا۔ تو اب دو سہام واحد نور کو اور چار سہام ننھے کو اور ایک ایک سہام دونوں لڑکیوں کو ملیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب محمد اول غفرلہ

سوالات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید مرتا ہے وہ ایک بیوی ایک بھتیجی تین بھانجے چار بھانجیاں چھوڑتا ہے تقسیم وراثت کیلئے حسب دستور مستند علما سے رجوع کیا مگر اتفاق کی بات کہ جواب جداگانہ موصول ہوئے لہذا استفتاء ہذا میں وہ سب صورتیں تحریر کر کے درخواست ہے کہ ان میں جو صورت بہتر اور مفتی بہ ہو اس کو مع دلائل متعین فرمائیں تاکہ کسی قسم کی الجھن باقی نہ رہے اور آخر فیصلہ شرعیہ قطعیہ پر عمل درآمد کیا جا سکے۔ بینوا توجروا۔

صورت (۱) مسئلہ ۴/۴۰

زوجہ۔ بنت الاخ۔ ابن الاخت۔ ابن الاخت۔ ابن الاخت۔ بنت الاخت۔ بنت الاخت۔ بنت الاخت۔ نت الاخت

۱۰/۱ ۲۰/۲ ۲ ۲ ۲ ۱ ۱ ۱ ۱

صورت (۲) مسئلہ ۴۰/۴۴/۴۴

زوجہ۔ بنت الاخ۔ ابن الاخت۔ ابن الاخت۔ بنت الاخت۔ بنت الاخت۔ بنت الاخت۔ نت الاخت

۱۱/۱　۳　۶　۶　۶　۳　۳　۳　۳

صورت (۳) ۱۲/۱۲۰

زوجہ۔ بنت الاخ۔ ابن الاخت۔ ابن الاخت۔ بنت الاخت۔ بنت الاخت۔ بنت الاخت۔ نت الاخت

۱　۳

۳　۲　۷

۳۰　۲۰　۱۴　۱۴　۱۴　۷　۷　۷　۷

الجواب

پہلی صورت امام محمد رحمہ اللہ تعالی کے قول کے مطابق ہے جس کو اشہر الرواتین اور مفتے بہ لکھا ہے۔ سراجی میں ہے:

وان استووا فی القرب ولیس فیھم ولد عصبة او کان کلھم اولا د العصبا ت او کان بعضھم او لا د العصبات وبعضھم اولا د اصحاب الفرائض فا بو یوسف رحمہ الله تعالی یعتبر الا قوی، و محمد رحمه الله تعالی یقسم الما ل علی الاخوۃ والاخوات مع اعتبا رعد دا لفروع والجھا ت فی الاصول فمااصاب کل فریق یقسم بین فروعھم۔

اورشریفیہ شرح سراجی میں ہے۔ وقول محمد رحمه الله تعالی اشھر الروایتیں عن ابی حنیفة فی جمیع احکام ذوی الارحام وعلیه الفتوی ۔ومن ھذا یعلم ما اشرنا الیه سابقامن ان قول ابی یو سف مر و ی عن ابی حنیفة ایضالکن روایته شاذ ۃ لیست فی قوۃ الشھرۃ مثل الروایة الا خری وذکر بعضھم ان مشائخ بخارا اخذ وابقول ابی یوسف فی مسائل ذوی الارحام والحیض لانه ایسر علی المفتی۔

اوربحرالرائق میں ہے۔ ولو ترك بنت بنت وبنت ابن بنت فعند ابی یوسف المال بین ھما نصفان اعتبا ر ا لابدانھما، وعن محمد رحمه الله تعالی یقسم اثلا ثا ثلثاہ لبنت ابن البنت وثلثه لبنت بنت البنت اعتبا راباصولھما، کا نه مات عن ابن بنت وبنت بنت الخ۔

اور دوسری صورت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی کے قول کے مطابق ہے جس کو اسہل لکھا ہے۔ اور سراجی کے حاشیہ میں محیط سے منقول ہے کہ مشائخ بخارا امام ابو یوسف کے قول پر فتوی دیتے تھے۔ لہذا یہ صورت بھی صحیح ہے اور روایت کتب کے مطابق ہے، مگر ترجیح حسب قواعد پہلی صورت کو ہے۔ البتہ تیسری صورت کی تخریج خلاف اصول ہے اور خلاف قواعد ہے یہ صحیح نہیں فقط واللہ تعالے اعلم بالصواب۔

دستخط مسعود احمد عفا اللہ عنہ دار العلوم دیو بند ۱۴۔۴۔۶۸ھ۔

اول جواب امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق ہے اور ذوی الارحام کے مسائل میں مفتے بہ قول امام محمد صاحب کا ہے۔ جناب مفتی مسعود احمد نے جو عبارات نقل کی ہیں وہ کافی ہیں۔

سعید احمد عفی عنہ مفتی مظاہر العلوم سہارنپور۔ ۱۵ ربیع الاول ۶۸ھ۔

الجواب صحیح محمود حسن گنگوہی نائب مفتی مدرسہ مظاہر العلوم سہارانپور۔

الجواب صحیح۔ سید احمد علی سعید نائب مفتی دار العلوم دیو بند۔

الجواب صحیح۔ محمد اعزاز علی عفی عنہ۔

الجواب صحیح۔ بندہ منظور احمد عفی عنہ سہارنپور مدرس مدرسہ مظاہر العلوم ۱۵ ربیع الثانی ۶۸ھ۔

الجواب

حامدا و مصليا و مسلما

تخریج صحیح ہے اسکو غلط کہنا نافہمی۔ سراجی کی جو عبارت نقل کی اس میں "مع اعتبار عدد الفروع والجهات في الاصول" موجود۔ مگر اپنی نقل کی ہوئی عبارت کا مطلب نہ سمجھا۔ متوسط قابلیت کا طالب علم بھی ایسی غلطی نہ کرتا جیسی ان مدعیان علم و فضل نے کی۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

کتبہ العبد معتصم بذیل النبی الامی عمر النعیمی المراد آبادی غفر لہ الہادی۔

الجواب

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

بسم الله الرحمين الرحيم۔ نحمده ونصلي على رسو له الكريم وعلى آله وصحبه التحية والتسليم۔

اس فرائض کے استفتا کے جواب میں مخرجین نے تین صورتیں لکھیں اور دیو بند و سہارن پور کے اکابر مفتیوں اور مدرسوں نے دوسری تخریج کو بھی صحیح قرار دیکر تخریج اول کو راجح ٹھرایا۔ تعجب ہوتا ہے کہ یہ

لوگ دیوبندی جماعت کے مایہ نازذی علم مشہور ہیں۔ان کی ساری قوم ان کے فضل وکمال پر انتہائی فخر کیا کرتی ہے مگرانہوں نے غالبارسم المفتی کا بھی مطالعہ نہیں کیا۔انہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ فتوی کس قول پردیا جاتا ہے،۔اگرفقہاء کی کتابوں پرزیادہ عبورنہیں تھاتو درمختار ہی دیکھ لیتے۔

الحکم والفتیابا لقول المرجوح جہل وخرق للاجماع۔

(شامی مصری ص۵۲۲ ج۱)

اولا۔لطف یہ ہے کہ یہ اکابر علمائے دیوبند تخریج (۲) کوخود مرجوح کہتے ہیں۔اوراس پرفتوی بھی دے رہے ہیں یہ عجیب فقاہت ہے۔

ثانیا۔یہ مسلم کہ مشائخ بخارانے قول امام ابویوسف پرفتوی دیالیکن قول امام محمد قوی تر اورمرجح تھا تو یہی قول قابل اخذ اورلائق فتوی تھا۔

ردالمحتار میں ہے۔:

الحاصل انه اذا كان لا حد القولين مرجح على الاخر وثم صحح المشائخ كلا من القولين ينبغي ان يكون الما خوذ به ما كان له مرجح لان ذلك المرجح لم يزل بعد التصحيح فيبقى فيه زيادة قوة لم توجد في الاخر۔ (ردالمحتار ص۵۱ ج۱)

ثالثا۔جب تصحیح وفتوی میں اختلاف ہوتواس قول پرفتوی دیاجائے جومتون کے موافق ہو۔

چنانچہ شامی میں ہے۔

اذا اختلف التصحيح والفتوى فالعمل بما وافق المتون اولى ۔

(شامی ص۵۱ ج۱)

اسی میں ہے۔ وينبغي ان يكون هذا عدم ذكر اهل المتون التصحيح والا فالحكم بما في المتون كما لا يخفى لانها صارت متواترة۔ (شامی ص۵۰ ج۱)

اب متون کودیکھے۔ ملتقی الابحر میں صرف قول امام ابویوسف کوذکرکیااورقول امام محمد ذکرفرماکر آخرمیں فرمایا۔

وبقول محمد يفتي۔ (مجمع الانہر مصری ص۷۶۷ ج۳)

سراجی میں بھی قول امام محمد کوذکرکرکے آخرمیں فرمایا۔قول محمد رحمه الله تعالى اشهر الروايتين عن ابي حنيفة رحمه الله تعالى في جميع احكام ذوي الارحام وعليه الفتوى

(سراجی ص ۴۴)

کنزالدقائق میں ہے۔ ان اتفقت الاصول فالقسمه على الابدان والا فالعدد منهم ولو صف من بطن اختلف۔

اس متن میں تو قول امام ابویوسف کا ذکر ہی نہیں کیا۔ ان تین متون سے قول امام محمد کا اقوی اور مفتی بہ ہونا ثابت ہوا تو متون کی تصریحات کے خلاف فتوی دینا کونسی فقاہت ہے۔

رابعا۔ قول امام ابویوسف حضرت امام اعظم سے بروایت شاذہ منقول ہے۔

ردالمحتار میں ہے۔ قوله وهما اى ابو حنيفة فى رواية شاذة عنه وابو يوسف فى قوله الاخير۔

شریفیہ میں ہے۔ قول ابى يوسف مروى عن ابى حنيفة رحمه الله ايضالكن روايته شاذة عنه ليست فى قوة الشهرة مثل الرواية الاخرى۔ (شریفیہ ص ۱۳۰)

لہذا حضرت امام اعظم کی مشہورتر روایت کے مقابلہ میں شاذہ روایت پر کس طرح فتوی دیا۔

یہ ساری گفتگو اس بنا پر ہے کہ ان اکابر علمائے دیوبند نے اس دوسری تخریج کو مرجوج تسلیم کرتے ہوئے اس پر فتوی صادر کر دیا۔ بالجملہ دوسرے تخریج پر فتوی وحکم دینا جہل اور خرق اجماع ثابت ہوا۔ تو ان مدعیان علم کا تخریج (۲) کی تائید کرنا کیسا غلط فعل ہے اور قول مرجوح پر حکم دینا ہے جو شان مفتی سے بہت بعید ہے۔ اسی طرح تخریج (۱) کو ان اکابر دیوبند کا آنکھیں بند کر کے صحیح کہہ دینا مزید جہالت ہے۔ معلوم ہوتا کہ انہیں علم سے کوئی واسطہ ہی نہیں رہا۔ فقہ سے کوئی تعلق حاصل نہیں رہا۔ عربی عبارات کے حل کرنے کی اہلیت باقی نہیں رہی۔ خود اپنے لکھے کو بھی نہیں سمجھتے۔ انہیں یہ معلوم نہیں کہ قول حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کیا ہے۔ لہذا میں پہلے یہی مناسب سمجھتا ہوں کہ انہیں قول امام محمد بتا دیا جائے۔

سراجی میں ہے: ومحمد يقسم المال على الاخوة والاخوات مع اعتبار عدد الفروع الجهات فى الاصول فما اصاب كل فريق يقسم بين فروعهم۔ (سراجی ص ۴۸)

شریفیہ شرح سراجی میں ہے " وكذلك محمد ياخذ الصفة اى الذكورة والانوثة من الاصل حال القسمة عليه وياخذ العدد من الفروع يعنى انه اذا قسم المال على الاصل يعتبر فيه صفة الذكورة والانوثة اللتى فيه ويعتبر ايضافيه عدد الفروع۔ (شریفیہ۔ ص ۱۱۹)

بدرالمتقی شرح الملتقی میں ہے " وعند محمد تو خذ الصفة من الاصول اولا ويو خذ

العدد من الفروع ثانیا بان یجعل الاصول متعددة لو فروعها متعددة عندالقسمة و یقسم المال علی اول بطن وقع فیه الاختلاف بین الاصول فی صفة الذکورة والانوثة فلو ترک بنت ابن بنت وابن بنت بنت فیقسم المال بین الاصلین فی البطن الثانی اثلا ثا لان الاختلاف وقع هناک ثم یجعل الذکور طائفة علحدة و یجعل الاناث طائفة علیحدة بعد القسمة بینهم للذکر کالانثیین فیقسم نصیب کل طائفة منهما علی اول بطن اختلف فی الاصول (بدر المتقی مصری ص ۶۷۷ ج ۲)

عینی شرح کنز الدقائق میں ہے '' وان لم یتفق صفة الاصول (فالعدد) ای فیعتبر العدد (منهم) ای من الفروع (والوصف من بطن) الذی (اختلف) فیقسم المال علی ذلک البطن فیعتبر عدد کل واحد من ذلک البطن بعد فروعه حتی جعل الذکر الذی فی ذلک البطن ذکورا بعدد فروعه والانثی الواحدة اناثا بعدد فروعها یعطی الفروع میراث الاصول واذا کان فیهم بطون مختلفة یقسم المال علی اول بطن اختلف علی الصفة التی ذکرنا ثم یجعل الذکور طائفة والاناث طائفة بعد القسمة هما اصاب الذکور یجمع ویقسم علی اول بطن اختلف بعد ذلک وکذا ما اصاب الاناث وهکذا یعمل الی ان ینتهی الی الذین هم احیاء وهذا قول محمد رحمه الله۔ (عینی مصری ص ۲۹۱ ج ۲)

لیکن یہ سب عربی کی عبارات ہیں اگر یہ مدعیان علم ان کو سمجھ لیتے تو ایسی فحش غلطی میں کیوں مبتلا ہوتے۔ لہذا ان کے لئے اردو کی عبارت بھی پیش کردوں اور وہ بھی مسلم پیشوا مولوی خرم علی و مولوی محمد احسن نانوتوی صاحبان کی غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار میں ہے۔

وفی الملتقی وبقول محمد یفتی سألت عمن توفی وترک بنت شقیقة وابن و بنت شقیقة کیف تقسم فاجبت بانهم قد شرطوا عدد الفروع فی الاصول فحینئذ تصیر الشقیقة کشقیقتین فیقسم المال بینهما نصفین ثم یقسم نصف الشقیقه بین اولادها اثلاثا''

اور ملتقی میں ہے محمد رحمہ اللہ کے قول پر فتوی دیا جاتا ہے۔ مجھ سے سوال ہوا اس میت کا مسئلہ کا جس نے اپنے سگے بھائی کی بیٹی اور سگی بہن کا ایک بیٹا ایک بیٹی چھوڑی اسکا ترکہ کیونکر تقسیم ہوگا۔ تو میں نے جواب دیا اس طرح کہ فقہا نے شمار فروع کا اصول میں شرط کیا ہے۔ یعنی اگر فرع متعدد ہوگی تو اصل

کو بھی متعدد قرار دینگے۔ تو اس وقت میں سگی بہن دو سگی بہنوں کے مانند ہو جائیگی۔ یعنی اس واسطے کہ اس کی دو فرع ہیں ایک بیٹا ایک بیٹی۔ تو مال متروکہ میت کے سگے بھائی اور سگی بہن جو بمنزلہ دو بہنوں کے ہو گئی نصفا نصف تقسیم ہوگا۔ پھر سگی بہن کا نصف اس کی اولاد میں تین تہائیاں ہوکر مقسوم ہوگا۔ یہ جواب مبنی ہے امام محمد کے قول پر۔ انکا مذہب یہ ہے اگر فروع میں تعدد نہیں ہے تو فروع میں اصول کی ذکورت وانوثت کا اعتبار کرتے ہیں۔ اور اور اگر فروع میں تعدد ہو چنانچہ ایک اصل کی دو فرع مذکر ہوں، اور دوسری اصل کی دو فرع مونث ہوں اور تیسری اصل کی ایک ہی فرع ہو تو یہاں اصل کی صفت اور فرع میں جمع کر ینگے تو اصل کو متعدد قرار دین گے فرع کے تعدد کے سبب سے۔ لیکن فرع کا وصف یعنی ذکورت وانوثت کا اصل میں اعتبار نہ کرینگے تو بنابر اس قول کے چونکہ مسئلہ مذکور میں سگی بہن کے دو فرع ہیں۔ لہذا سگی بہن کو بمنزلہ دو بہنوں کے قرار دیا اور متروکہ نصف سگے بھائی کو ملا۔ اور نصف سگی بہن کو۔ پھر سگی بہن کے نصف کو تین تہائیاں کرکے اس کی اولاد میں تقسیم کیں۔ دو تہائیاں بیٹا لیگا اور ایک تہائی بیٹی۔

(غایۃ الاوطار ص ۱۰۵ ج ۴)

ان عبارات کا خلاصہ مضمون یہ ہے کہ حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک جب اصول صفت تذکیر وتانیث میں مختلف ہوں تو پھر فروع کے عدد کا اعتبار اصول میں بھی کیا جائے گا۔ تو اصول کے جس پہلے بطن میں صفت تذکیر وتانیث کا اختلاف ہے اسی بطن کے ہر وارث پر بلحاظ اس کے عدد فروع کے مال تقسیم کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ اگر اس بطن کا کوئی وارث مذکر ہے تو اسے اسی عدد کے فروع کے اعتبار سے اسی قدر مذکر شمار کیا جائیگا۔ اور اگر اس بطن کا وارث مؤنث ہے تو اسے بھی اس کے عدد فروع کے اعتبار سے اس قدر مؤنث شمار کیا جائے گا۔ لہذا اس بطن کے ہر وارث کو اس کے فروع کے عدد کے لحاظ سے دیا جائے گا۔ پھر مذکور ورثہ کو علیحدہ ایک گروہ قرار دیا جائیگا۔ اور مونث ورثہ کو علحدہ دوسرا گروہ ٹھہرایا جائیگا۔ پھر ہر ایک کے فروع کو اپنے اپنے اصل کی میراث دیدی جائے گی۔ جسکی ایک مثال عینی میں اور دوسری مثال غایۃ الاوطار میں یہ تفصیل گزری۔ بالجملہ حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے قول کی بنا پر یہ امور قابل لحاظ ہیں

(۱) تذکیر وتانیث کی صفت اصول میں دیکھی جاتی ہے۔

(۲) فروع کی تذکیر وتانیث کا لحاظ اصول میں نہیں کیا جاتا۔

(۳) اصول کے جس پہلے بطن میں تذکیر وتانیث کا اختلاف ہوگا اسی بطن کے وارثوں پر مال

تقسیم کردیا جائے گا۔

(۴) تقسیم کے وقت اصول کو فروع کے عدد کے موافق کرلیا جائے گا۔

(۵) اگر سہام اصول میں عدد فروع کے اعتبار سے کسر پڑے تو اس کی بلحاظ قواعد تصحیح کردی جائیگی۔

(۶) اس بطن کے اصول کے مذکر کا علیحدہ گروہ اور مونث کا علیحدہ گروہ بنالیا جائے گا۔

(۷) فروع میں ہر ایک کو اپنے اپنے اصل کی میراث دی جائے گا ی۔

(۸) ہر اصل کے فرع میں مذکر کو مونث کے دوگنا دیا جائے۔

(۹) اگر فروع پر اپنے اصل کی میراث میں کسر پڑے تو اس کی بہ قواعد تصحیح تصحیح کردی جائے گی۔

(۱۰) اگر ان ذوی الارحام کے ساتھ زوجین سے کوئی ایک ہو تو اس کے سہام کو بھی ہر قواعد تصحیح کے لحاظ سے ضرب دیجائے۔ تو مذہب امام محمد علیہ الرحمہ پر ان دس امور کالحاظ ضروری ہے۔

بالجملہ یہ مدعیان علم مذہب امام محمد ہی کو نہیں سمجھے ورنہ ان سے ایسی فحش غلطی نہ ہوتی کہ یہ تخریج (۱) کو امام محمد کے قول کے مطابق کہتے۔ اب ہم تخریج (۱) کی غلطیاں دکھائیں۔

پہلی غلطی یہ ہے کہ انہوں نے بطن اول میں بوقت تقسیم اصول کو عدد فروع کے مطابق نہیں کیا۔ باوجودیکہ خود انہیں کی منقولہ عبارت سراجی میں یہ الفاظ موجود ہیں۔

ومحمد رحمه الله تعالى يقسم المال على الاخوة والاخوات مع اعتبار عدد الفروع۔

تو انہیں یہ لازم تھا کہ یہ دیکھتے کہ اخ کی فرع تو ایک ہی بنت ہے۔ تو اخ تو متعدد نہیں ہوسکتا بلکہ ایک اخ ہی رہے گا۔ اور اخت کے فروع تین ابن اور چار بنت ہیں تو سات عدد ہوئے۔ تو گویا اخت بھی سات عدد ہوئیں۔

دوسری غلطی یہ ہے کہ اس مسئلہ کے پہلے بطن میں زوجہ کو ایک سہام دیکر تین سہام باقی رہتے ہیں اور باقی وارث سات اخت اور ایک اخ جو دو اخت کی برابر ہے۔ تو گویا کل نو اخت ہوئیں اور تین سہام نو اخت پر بلا کسر تقسیم نہیں ہوتے۔ تو ان مدعیان علم کی فحش غلطی یہ ہے کہ مسئلہ کی تصحیح نہیں کی۔

تیسری غلطی ان مدعیان علم کی یہ ہے کہ اس بطن میں ان نو اخوات کے سہام کل تین ارباع ہیں۔ انہوں نے ان میں سے دو ارباع اخ کو دئے اور ایک ربع سات اخوات کو دیا یعنی دو ثلث اخ کو

دیئے اور ایک ثلث سات اخوات کو تو گویا ان کے نزدیک اخ کو چودہ اخوات کی برابر ملا اور یہ صریح غلطی ہے۔

چوتھی غلطی اخت کو اخ کا نصف ملتا ہے اور ان مدعیان علم نے سات اخوات میں ہر اخت کو حصہ اخ کا چودھواں دیا۔ یہ کیسی فحش غلطی ہے۔

پانچویں غلطی تخریج قول امام محمد کے خلاف ہے کہ اس میں عدد فروع کا اصول میں اعتبار نہیں کیا تو اکابر علماء دیوبند کا اس تخریج (۱) کو قول امام کے مطابق کہنا کیسی زبردست غلطی ہے۔

الحاصل جو تخریج اسقدر غلطیوں پر مشتمل ہو اس کو صحیح کہنا انتہائی جہالت ہے۔ لہذا تخریج نہ صحیح، نہ صواب، نہ قول امام محمد کے مطابق، نہ قول امام ابو یوسف کے موافق، نہ اس میں ورثہ کو صحیح سہام دیئے گئے، نہ اس کو کوئی اہل علم صحیح کہہ سکتا ہے، نہ اسے یہ علماء دیوبند صحیح ثابت کر سکتے ہیں۔ تو یہ تخریج کسی طرح قابل عمل نہیں۔

اب باقی رہی تخریج (۳) یہ بالکل صحیح وصواب ہے۔ اور اصول وقواعد کے موافق ہے۔ اور قول امام محمد کے مطابق جو مفتی بہ قول ہے۔ ان اکابر علماء دیوبند کا اس کو غلط کہنا اور خلاف اصول وقواعد قرار دینا خود ان کی لاعلمی و نافہمی ہے۔ اسی تخریج (۳) کی تائید میں وہ تمام عبارات ہیں جو اوپر منقول ہوئیں۔ اور دس نمبر جو قول امام محمد کی تفصیل میں گزرے ان سب کا پورے طریقہ پر لحاظ اسی میں رکھا گیا اور اسی تخریج میں ذوی الارحام کو جو سہام دے گئے وہی صحیح اور قواعد کے موافق ہیں۔ لہذا اس تخریج پر عمل کیا جائے۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ
(۱۰۷۷۔۱۰۷۸۔۱۰۷۹۔۱۰۸۰۔۱۰۸۱)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل مذکور میں۔

(۱) زید نے اپنے انتقال کے بعد اپنے تین نابالغ لڑکے اور بیوی اور ماں باپ چھوڑے۔ زید کا کاروبار پردیس میں تھا۔ زید نے اپنے مرنے سے چھ ماہ قبل اپنے بچوں کیواسطے کچھ تھان کپڑے کے بھیجے تھے لہذا اس کپڑے میں زید کے ماں باپ کو شرعا کچھ حق پہونچتا ہے یا نہیں؟۔

(۲) زید اپنی زندگی میں اپنے نابالغ بچوں کے نام سے کچھ روپیہ بینک میں جمع کیا تھا جو زید کا ہی

کمایا ہوا تھا ایسی صورت میں زید کے ماں باپ کو شرعا کچھ حصہ پہونچتا ہے یا نہیں۔

(۳) زید نے ایک دوسرے بینک میں اپنے نام سے بھی روپیہ جمع کیا تھا وہ بھی اس کی کمائی کا تھا اس کی تقسیم کا بھی زید کے ماں باپ کو کوئی حق ہے یا نہیں؟۔

(۴) زید نے اپنی شادی پر زوجہ کو اپنی خاص کمائی کے روپیہ سے کچھ زیورات چڑھائے تھے۔ اور کچھ زید کی زوجہ کے ماں باپ کی جانب سے چڑھائے گئے تھے۔ پھر زید شادی کے کچھ عرصہ بعد ان دوطرفہ زیورات کو تڑوا کر دوسری شکل میں زیورات بنوا چکا۔ بعد انتقال زید ان زیورات میں زید کے ماں باپ کو شرعا کچھ حصہ پہونچتا ہے یا نہیں؟۔

(۵) زید نے اپنی بالغہ بہن کو دو زیور اپنی خاص کمائی کے روپیہ سے بنوا کر پہنا دئے تھے، زید کی بہن بالغہ تھی جو شادی سے قبل ہی زید کی موجودگی میں انتقال ہو چکی۔ بعد انتقال کے زید اپنے دنوں زیور اپنی بیوی کو لا کر دیدیتا ہے اور اپنی اس مذکورہ بہن کے انتقال کے سال بھر بعد خود بھی انتقال کر جاتے ہے۔ لہذا ان دوں چیزوں میں بھی زید کے ماں باپ کو شرعا حصہ پہونچتا ہے یا نہیں۔ جو شرع شریف کا حکم ہو تحریر فرمائیے۔ بینوا توجروا فقط خادم مظہر الحق از آنولہ۔

الجواب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

(۱)۔ زید نے جو کپڑا خاص اپنے بچوں کے لئے خریدا اور ان کے لیے بھیج بھی دیا تو یہ کپڑا خاص ان بچونکی ملک ہے۔ اس میں زید کے کسی وارث کو کسی طرح کا حق حاصل نہیں ہے۔ شامی میں ہے۔

فان كان الاب اشترٰ فی صغرها او فی کبرها وسلم لها فی صحته فهو لها خاصة

(شامی مصری۔ ص ۳۸۶) واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

(۲) زید نے جو روپیہ اپنی ملک سے خارج کر دیا اور وہ اپنے بچوں کو دیدیا اب چونکہ بچے نا اہل تھے اس لئے انہیں کے نام سے بینک میں جمع کر دیا تو اس روپیہ کے مالک وہ بچے ہو گئے لہذا یہ زید کا ترکہ نہیں بنا تو اس روپیہ میں ماں باپ کو کوئی حصہ نہیں ملیگا۔ کما ہو مصرح فی کتب الفقہ واللہ اعلم بالصواب

(۳) یہ روپیہ جو زید ہی کے نام سے بینک میں جمع ہے اس میں ماں باپ کو بحصہ شرعی یعنی اس صورت مسئولہ میں ہر ایک کو چھٹا چھٹا حصہ ملتا ہے۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

جو زیور زوجہ کو اس کے ماں باپ نے جہیز میں چڑھایا ہے وہ زوجہ کی ملک ہے۔

شامی میں ہے۔ کل احد یعلم ان الجھا ز للمرأۃ۔ اور وہ زیور جو زید نے چڑھایا ہے اگر زوجہ کو اسکا مالک کر دیا ہے تو یہ زیور بھی زوجہ کی ملک ہو جائیگا۔ جب تو ان ہر دو زیور میں زید کے ماں باپ کو کوئی حق حاصل نہیں۔ اور اگر زید نے جو زیور چڑھایا تھا اسکا زوجہ کو مالک نہیں بنایا بلکہ صرف پہننے کیلئے عاریۃ دیدیا تھا تو وہ زید کا ترکہ ہو جائیگا۔ اس میں زید کے ماں باپ کو وہی حصہ شرعی ملے گا۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

(۵) زید نے اپنی بہن کو جو زیور بنوا کر دیدئے تھے اگر اس کو مالک بنا دیا تھا جب تو وہ اخت زید کی ملک ہو گیا۔ اس کے مرنے کے بعد وہ سب ورثہ کا حق ہو گیا۔ اگر وہ بہن زید کے ماں باپ کی اولاد ہے تو ان ہر دو کو اس میں حصہ شرعی کا حق حاصل ہے۔ اور اگر زید نے اس زیور کا اپنی بہن کو مالک نہیں بنا یا تھا بلکہ محض پہننے کیلئے عاریۃ دیدیا تھا تو اسکا مالک زید ہی ہے۔ اب زید نے اسکو بیوی کو دیدیا اگر بیوی کو انکا مالک بنا دیا تو زوجہ کی ملک ہو گیا اس میں زید کے کسی وارث کو کوئی حق حاصل نہیں۔ اور اگر زوجہ کو مالک نہیں بنایا تھا تو وہ زید کے ترکہ میں داخل ہو گا۔ اس میں اس کے ماں باپ کو حصہ شرعی ملے گا واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۰۸۲)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک بزرگ کا آستانہ ہے۔ خاندانی سجادہ نشینی یکے بعد دیگر آجتک چلی آرہی ہے۔ چنانچہ زید اپنے عہد میں اپنے بیٹے بکر کی موجودگی میں اپنے پوتے عمر کو اپنا ولیعہد وجانشیں بقاعدہ منتخب کر کے اعلان کرتا ہے اور پھر زید کے انتقال کے بعد زید کا پوتا عمر سجادہ نشیی کے فرائض کو بارہ سال کی عمر سے انجام دیتا چلا آرہا ہے اور اب بکر کا دعوی ہے کہ محجوب الارث ہونے کی وجہ سے زید کے مزار کے چڑھاوے یعنی چادر وغیرہ سے بھی زید کا پوتا عمر محروم ہے۔ اور عمر یہ کہتا ہے کہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ جو بوقت رحلت زید نے چھوڑا ہے بیشک وہ متروکہ ہے اس میں میرا کوئی حق حصہ نہیں مگر مزار کا چڑھاوا متروکہ نہیں ہے۔ لھذا بحثیت ولی عہد ہونے کے چڑھاوا پانے کا مستحق ہوں۔ ہاں اگر چڑھاوا متروکہ قرار پائے تو محجوب الارث ہونے کی وجہ سے محروم ہو جاؤں گا۔ تو پھر زید کے مریدین کے چڑھاوے میں محروم رکھا جاؤں لیکن اگر میرے باپ کے مریدین چادر

وغیرہ چڑھائیں تو وہ مجھ کو ملنا چاہئے۔ لیکن بکر کا یہی کہنا ہے کہ محجوب الارث ہونے کی وجہ سے کسی حیثیت سے عمر حصہ پانے کا مستحق نہیں ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ چڑھاوا متر دکہ ہے یا غیر متر دکہ؟۔ اور زید کا پوتا عمر ولیعہد ہے وہ زید کے مزار کے چڑھاوے پانے کا مستحق ہے یا نہیں؟ جواب بحوالہ کتب عنایت فرمائیں۔

المستفتی مولانا مولوی سید قطب الدین اشرفی کچھوچھہ مقدسہ
۲۹ رجب المرجب ۱۳۷۰ھ ضلع فیض آباد

الجواب

نحمده ونصلى على رسوله الكريم

علم فرائض کا موضوع ترکہ ہے۔ وموضوعه التركة۔ شامی مصری (ص۴۹۹ ج/۵)

حاشیہ شریفیہ میں ہے: "اعلم ان الفرائض علم يعرف به مصارف تركة المتوفى وحقوقها ارثا وموضوعه التركةمن حيث صرفها فى مصارفها ارثا"

اور ترکہ لغت میں بمعنی متروک کے ہے اور شرعا میت کا وہ مملوکہ متروک مال ہے جس میں کسی غیر کا حق نہ ہو۔

جامع العلوم میں ہے۔

التركةفعلة من الترك بمعنى المتروك كالطلبة بمعنى المطلوب۔ وفى الشرع مال ترك الميت خاليا عن تعلق حق الغير بعينه۔ (جامع العلوم ۲۸۸ ج/۱)

ردالمحتار میں ہے: "التركةفى الاصطلاح ما ترك الميت من الاموال صافيا عن تعلق حق الغير بعين من الاموال۔ (ردالمحتار بصری ۵۰۰ ج/۵)

حاشیہ شریفیہ میں ہے: "التركة ما يترك الميت من مملوك شرعا كالاراضى المقبوضة والذهب والفضة مضروبين او غير مضروبين وغيرهما من مملوك مما يتعلق به حقوق الورثة"

ان عبارت سے ظاہر ہو گیا کہ ترکہ شرع میں میت کا وہ مملوک مال ہے جو اس نے بوقت موت چھوڑا ہے اور نا حق غیر کے تعلق سے خالی ہو۔ اب وہ آراضیاں ہوں، یا سونا چاندی ہو، یا عروض اسباب ہوں۔ تو جو مورث کی موت کے بعد حاصل ہوا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ ترکہ نہیں کہہ سکتے کہ نہ وہ میت کا

مملوک مال ہے، نہ اسے وقت موت اس نے چھوڑا۔ لھذا زید کے مزار کا چڑھاوا چادر وغیرہ نہ زید کا مال مملوک تھا، نہ زید نے اسے وقت موت چھوڑا، تو اس پر ترکہ کی تعریف ہی صادق نہیں آتی۔ تو اس میں ارث کس طرح جاری ہوگا۔ تو بکر کا اس میں عمر کو محجوب الارث قرار دینا اور اپنے آپ کو من حیث الفرائض حقدار ہونے کا دعوی کرنا غدر ہے اور قول عمر صحیح ہے۔

اور جب بکر کو عمر کا سجادہ اور ولیعہد ہونا اور بقاعدہ مشائخ جانشین ہونا تسلیم رہا اور حیات زید میں اور اس کے بعد بارہ سال تک اسکے تصرفات اور حقوق جانشینی پر اعتراض نہ ہوا تو عمر کا مستحق وحقدار ہونا بکر کو عملاً خود ہی تسلیم ہے۔ اب اتنی مدت کے بعد اس کو غیر مستحق ثابت کرنے کی سعی کرنا شرعاً و اخلاقاً نامناسب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۰۸۳)

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید وعمر دو بھائی ہیں، اور شرکت میں کاشت کرتے ہیں، زید وعمر نے چند شخصوں کو اجازت دی کہ ہماری کاشت کی زمین کو تقسیم کر دیا جائے۔ پنچایت نے حیثیت زمین کے حساب سے نصف نصف کر دیا، موجودہ فصل خریف کو پنچائت نے زید وعمر کی مساوی شرکت پر کر دیا، اور ربیع کے لئے جدا جدا جوتنے اور بونے کے لئے کہہ دیا، قرعہ بھی پڑ گیا، اس کے بعد حساب لگایا گیا تو زید کے حصہ پر ربیع کیلئے چوبیس بیگھہ زمین عمر سے کم رہتی ہے۔ للہذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسی حالت میں زید اس چوبیس بیگھہ کی فصل خریف عمر سے لے سکتا ہے یا نہیں؟۔ یا اس حیثیت کی زمین عمر سے بارہ بیگھہ ربیع کے لئے لے سکتا ہے یا نہیں؟۔ شرع مطہرہ کا حکم مع دلائل کے تحریر فرمایا جائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

صورت مسئولہ میں ہر بھائی نصف زمین کا حقدار ہے۔ ہر ایک کی دوسرے کیلئے صحیح نصف کی رضا ظاہر ہے۔ اب پنچ سے تقسیم میں یہ غلطی ہوگئی کہ ایک کے پاس نصف سے زائد زمین پہنچ گئی تو یہ زائد زمین اس کے لئے شرعا جائز نہیں۔

حدیث شریف میں ہے: من اخذ ارضا بغیر حقها كان ان يحمل ترابها في المحشر

(مشكوة شريف)

یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے زمین بغیر کسی حق کے لے لی تو اس کو یوم محشر اس کی مٹی کے سر پر اٹھانے کی تکلیف دی جائے گی۔

دوسری حدیث میں یہ الفاظ بھی وارد ہیں: ثم يطوقه الى يوم القيامة حتى يقضى بين الناس۔

یعنی پھر اس کے لئے اس زمین کو طوق گلو کر دیا جائے گا آخر روز قیامت تک یہاں تک کہ سب لوگوں کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔

لہٰذا ان دونوں کو اور جس کو اس نصف سے زائد زمین پہونچی ہے خصوصیت سے پھر کسی پنچ کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے، تاکہ ہر ایک کو اپنا اپنا حق صحیح طور پر مل جائے۔ اور دوسرے کے حق سے سبکدوش ہو جائے۔ اور قیامت کی ذلت اور رسوائی سے اپنے آپ کو بچالے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۰۸۴)

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک مکان جس کے زید وعمر مساوی مالک ہیں، چند اشخاص مہذب نے اس مکان کے کل سامان کو حتی الامکان پنچائت نے بحساب قیمت اور اجرت لگا کر مساوی نصف کر دیا، اس کے بعد قرعہ ڈال دیا گیا۔ زید کے حصہ میں جو مکان آیا، وہ قیمت میں عمر کے مکان سے کم ہے جو اس کی تعمیر میں صرف ہوئی تھی۔ لہذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسی حالت میں زید اس پنچائت کے ذریعہ عمر سے اس کی قیمت لے سکتا ہے یا نہیں۔ شرع مطہرہ کا کیا حکم ہے، مع ثبوت تحریر فرمایا جائے۔

الجواب

نحمده ونصلى على رسوله الكريم

اس صورت میں جبکہ مکان وسامان کی شرعی تقسیم بحساب قیمت مساوی طور پر نصف نصف ہونی چاہئیے پنچ نے صحیح طور پر نصف نصف تقسیم نہیں کی، تو جس کا حصہ قیمت نصف سے کم ہے وہ یقیناً اپنے حق کا

شرعا مطالبہ کرسکتا ہے، دوسرا اس کی حق تلفی قطعی نہ کرے، اور زائد از نصف سے اس کو نفع اٹھانا شرعاً جائز نہیں۔

بخاری شریف کی حدیث میں ہے:

من اخذ شیا بغیر حقه خسف به یوم القیامة الی سبع ارضین (مشکوۃ شریف)

یعنی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے زمین کا ادنی حصہ بھی بغیر اپنے حق کے لیا اس کو روز قیامت ساتویں زمین تک دھنسا دیا جائے گا۔ بلا شبہ اپنے حق جس طرح عمر سے ممکن ہو شرعاً لے سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم،

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۰۸۵)

یہاں ایک للہپتی آدمی مرچکا ہے، اور اس کے خاندان کے لوگ پنچ شجرہ کے اندر درج ہے جس کا نام اعجاز نور تھا، اور کئی لاکھ روپیہ تجوری میں چھوڑا ہے۔ ایک چچا نہیں بلکہ چچیرہ زندہ ہے۔ اور ایک چچیرے چچا بلکہ ملا دہے۔ اب صرف یہ پوچھنا ہے کہ یہ حصہ بڑے چچا کی اولاد کو ملے گا کہ اس چھوٹے چچا کو ملے گا۔ یہاں دونوں چچیرے۔ یا نصف نصف ہوگا۔ زندہ چار آدمی ہیں، جیسا کہ شجرہ کے اندر درج ہے۔ یہاں نہ تو کوئی قاضی ہے نہ کوئی مفتی ہے، غرض بالکل تاریکی میں ہے، سب لوگ کوئی کہتا ہے کہ صرف پکن کو ملے گا، وہ چچا ہے، کوئی کہتا ہے کہ بڑے چچا کی اولاد کو ملے گا، کوئی کہتا ہے کہ چار ہیں چار حصے ہوں گے۔ یوں مسئلہ کلالہ کی رو سے اسکے باپ دادا کی پیدا کردہ نہیں، اس کی خود کی پیدا کردہ جائیداد و روپیہ ہے۔ کسی کا خیال ہے کہ نصف نصف ہونا چاہیے۔ غرض جتنے منھ اتنی ہی باتیں، معقول بات کوئی بھی نہیں۔ سب کم علم کی وجہ سے تاریکی میں ہے۔

سائل محمد علی خان، بقی پور ڈاکخانہ قائم گنج ضلع فرخ آباد

۲۰/اپریل ۵۶ء

الجواب

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

بعد تقدیم ما یجب علی الارث و بشرط خلو از موانع ارث و بشرط صدق بیان سائل وانحصار ورثہ در

مذکورین کل ترکہ مسمی بکن کو ملتا ہے،۔ جو اعجاز نور کے باپ کے چچا کا لڑکا ہے۔ تو یہ میت اعجاز نور سے بہ نسبت حمید اور عظیم کے زیادہ قریب ہے۔ کہ وہ دونوں میت کے باپ کے چچا کے پوتے ہیں تو وہ دونوں بہ نسبت بکن کے میت سے بعید ہوئے، لہذا حمید و عظیم ترکہ میت سے محروم ہیں۔ کہ فقہ کا قاعدہ کلیہ الاقرب فالاقرب۔ تو اب اعجاز نور کا کل ترکہ مسمی بکن کو ملے گا۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ ۱۸ر رمضان ۷۵ھ

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۰۸۶)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ متوفیہ لاولد زید کی چھٹی بیوی تھی متوفیہ کے میکے سے ملے ہوئے دو مکان اسی کے نام تھے متوفیہ نے دونوں مکانوں کو رہن کر دیا تھا رہن شدہ مکانوں کو زید نے چھڑا کر اسی کے نام پھر کر دیا زید کی تیسری بیوی سے صرف ایک اولاد ہوئی وہ زندہ ہے زید کی چوتھی بیوی سے ایک لڑکا تھا وہ متوفیہ سے قبل انتقال کر گیا اس کے چار اولادیں دو لڑکے اور دو لڑکیاں موجود ہیں۔ زید کی پانچویں بیوی سے ایک لڑکا تھا متوفیہ مذکور سے قبل انتقال کر گیا اس کی پانچ اولادیں چار لڑکے اور ایک لڑکی اپنے والد کے انتقال کے بعد یہ دونوں لڑکے چوتھی اور پانچویں کے انتقال کئے ہیں۔ متوفیہ مذکور کا ایک خالہ زاد بھائی تھا عقیدہ رافضی رکھتا تھا متوفیہ مذکور سے قبل انتقال کر گیا اور اس کے ایک لڑکا تھا وہ بھی متوفیہ کے قبل ہی گزر گیا تھا لڑکے کی تین اولادیں ایک لڑکا دو لڑکیاں اور اس کی بیوہ موجود ہیں۔ اور سب رافضی ہیں متوفیہ کی ایک سوتیلی بہن رافضی تھی اس کا حصہ زید نے دیدیا تھا متوفیہ مذکور پہلے عقیدہ رافضی رکھتی تھی مگر زید کے گھر آنے کے رسمی طور پر امام بارہ گھر بنوائے تھے اور فرنیچر کافی ہے۔ زید اور اولاد جو حیات ہے وہ سب سنی ہیں از روئے شرع شریف ساری جائداد کا مالک کون ہے یا ترکہ۔ کے مستحقین کون کون ہیں۔ بینوا توجروا

المستفتی نیاز احمد رضوی مسجد بزریہ۔

الجواب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

جب زید کی بیوی چھٹی لاولد فوت ہوئی اور وہ سنی المذہب تھی اور اس کے ورثہ نسبیہ سب رافضی

ہیں تو یہ رافضی ورثا ارتداد واختلاف مذہب کی بنا پر محروم الارث قرار پائیں گے۔ تو اب اس متوفیہ کا ترکہ صرف شوہر زید کو پہونچتا ہے۔ کہ نصف تو حق زوجیت کی بنا پر لیگا اور نصف باقی بطور رد کے اس کو دیا جائے گا کہ اب بیت المال موجود نہیں ہے تو متاخرین نے زوجین ہی سے ایک کو بطور رد کے بقیہ کا حقدار بنادیا۔

چنانچہ درمختار میں ہے: وما فضل عن فرض احد الزوجین یرد علیه۔

ردالمحتار میں ہے: انه یرد علیها فی زماننا۔

اشباہ والنظائر میں ہے: وکذا مافضل بعد فرض احدالزوجین یرد علیه بناء علی انه لیس فی زماننا بیت المال لانهم لایضعونه موضعه ملخصا۔

سراجی میں تحت ثم بیت المال کے ہے: عند المتاخرین یرد علی الزوجین لفقد بیت المال۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۲؍رمضان المبارک ۱۳۷۸ھ

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل، العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

کتاب الردوالمناظرہ

﴿۹﴾

باب الردوالمناظرۃ

مسئلہ (۱۰۸۷_۱۰۸۸_۱۰۸۹_۱۰۹۰_۱۰۹۱_۱۰۹۲_۱۰۹۳_۱۰۹۴_ ۱۰۹۵_۱۰۹۶_۱۰۹۷_۱۰۹۸_۱۰۹۹_۱۱۰۰)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بتاریخ ۲۴ر ربیع الاول ۱۳۵۷ھ کو جناب چودھری مقصود علی خاں صاحب کے توسط سے مفتی ابوذر صاحب کی دستخطی ایک تحریر کردہ قسط سوالات کا بغرض جوابات اس فقیر کو موصول ہوئی، اس تحریر میں مفتی جی نے اپنے آپ کو سائل کی صورت میں پیش کیا ہے، اور ضمن سوالات میں سلسلہ گفتگو شروع کیا ہے، اور اپنی قابلیت علمی اور جذبات قلبی کی ترجمانی کی ہے، لیکن اہل فہم پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ سائل مختلف حیثیات کے ہوتے ہیں، ایک ایسا سائل ہوتا ہے جو واقعی لاعلم اور ناواقف اور خالی الذہن ہوتا ہے اور وہ جواب سے ازالہ جہل اور حصول علم چاہتا ہے۔ لہذا ایسے سائل کے جواب میں مجیب تحقیقی جواب مختصر الفاظ میں پیش کردینا کافی سمجھتا ہے۔ ایک ایسا سائل ہوتا ہے جس کو اپنے سوال کے جواب کا کچھ علم ہوتا ہے لیکن اسے کوئی شبہ وشک واقع ہوگیا ہے تو اسے محض اطمینان قلب اور مزید تفصیل وتحقیق سوال سے مقصود ہوتی ہے تو مجیب ایسے سائل کے جواب میں کافی عبارات بہت سے استدلالات پیش کرکے مبسوط گفتگو اور مفصل بحث کرتا ہے اور اس کے سوال کی غرض کو باحسن وجوہ پورا کردیتا ہے۔ ایک سائل وہ ہوتا ہے جو اپنے دعوے پر اس قدر جزم ویقین رکھتا ہے کہ اگر اس کے دعوے کے خلاف آفتاب سے زیادہ روشن طور پر دلائل وبراہین بھی قائم کردے جائیں تو بھی براہ تعصب وعناد تسلیم نہ کرے اور اپنے اسی باطل عقیدے پر جمارہے تو ایسے سائل کا سوال نہ حصول علم کے لئے ہوتا ہے اور نہ اطمینان قلب اور طلب تحقیق کی غرض سے ہوتا ہے بلکہ یا تو اپنی حصول شہرت ووجاہت۔ یا اپنے اظہار علم وفضل۔ یا عوام کو مغالطہ وفریب میں ڈالنے۔ یا اپنے معتقدین پر اپنا اقتدار باقی رکھنے یا مقابل کو شکست وعاجز کرنے، یا اپنے غلط عقیدہ پر پردہ ڈالنے وغیرہ اغراض کی بنا پر سوال ہوتا ہے۔ یہ سائل مجیب بننے کی تو لیاقت نہیں رکھتا کہ اس

ملاعلی قاری شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔ حضرت مولانا شاہ محمد عبدالعزیز محدث دہلوی۔ حضرت جلال الدین سیوطی۔ حضرت جلال الدین محلی۔ حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید محدث دہلوی۔ ملا نظام الملۃ والدین۔ حضرت مولانا نظام الدین لکھنوی۔ بحرالعلوم عبدالعلی لکھنوی۔ حضرت علامہ عبدالحی لکھنوی۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی۔ حضرت ولی اللہ۔ مولانا محمد قاسم صاحب محدث نانوتوی۔ ان علماء سے ہر ایک عالم معتمد ہے یا نہیں اور ان میں سے ہر اک عالم کی جملہ تصانیف معتمد ہیں یا نہیں؟۔

الجواب

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

پہلے سائل ان مذکورین کی نسبت اپنے عقیدے کا اظہار کرے کہ وہ ان کی جملہ تصانیف اور کل اقوال اور ہر کلام کو حق جانتا مانتا ہے یا نہیں، یا بعض کو مانتا ہے اور بعض کو نہیں، اور جن بعض کو نہیں مانتا وہ کیا کیا ہیں اور کس مرتبۂ غلط پر ہیں، اور اس مرتبہ غلط کے مرتکب کا شرع میں کیا حکم ہے، ہم سے جب سوال اول میں قرآن وحدیث کی سند طلب کی گئی ہے تو پھر ان مذکورین کی نسبت سوال کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ ان میں اکثر تو علماء تھے، کیا سائل جملہ اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بھی جملہ اقوال ماننے کا ملتزم ہے، اپنے عقیدے کا تو بیان کرے۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

سوال نمبر (۳)

ابتدائے اسلام سے ۱۳۵۷ھ تک کی تصانیف کتب کثیرہ کہ جو لفظاً لفظاً معتمد ہوں بیان فرمائیں

الجواب

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

ایسی فہرست اگر تیار کی جائے تو سالہا سال میں تیار ہو اور کتب خانے بھر جائیں، ایک عالم کی صدہا تصانیف مرتب کردے اور اگر ہو سکے تو دکھائے، معلوم ہوتا ہے کہ سائل کو کسی ہسپتال میں کھیر کھانے کی ضرورت واقع ہو رہی ہے۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

سوال نمبر (۴)

غنیۃ الطالبین لفظاً لفظاً معتمد ہے یانہیں؟ حضرت ابوحنیفہ، حضرت شافعی، حضرت مالک، حضرت احمد، مجتہدین اربعہ میں سے ہرایک کا ہرایک قول معتمد ہے یانہیں؟ اوران میں سے ہرایک کی تصنیف لفظاً لفظاً معتمد ہیں یانہیں؟۔

الجواب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

غنیۃ الطالبین میں بد مذہبوں کے تصرفات ہوئے ہیں، اصل کتاب معتبر اور بد مذہبوں کے تصرفات والحاق باطل ۔حضرت ائمہ اربعہ کے جملہ اقوال جوان کے اپنے وضع کئے ہوئے قواعد کے مطابق قابل قبول ہوں ہراک کے مقلدین کوسب تسلیم ہیں۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

سوال نمبر (۵)و(۶)

شرح عقائد نسفی ۔شرح عقائد جلالی ۔حاشیہ شرح عقائد جلالی از ملا نظام لکھنوی ۔شرح مواقف ۔شرح مقاصد ۔تمہید ابوشکور اسلمی ۔اعتقاد نامہ جامی ۔تکمیل الایمان ۔حدیقہ کلیم سنائی ۔اصول الایمان ۔حسن العقیدہ ۔بستان المحدثین ۔تحفہ اثنا عشریہ ۔ازالۃ الغین ۔ازالۃ الخفا ۔ان کتب میں سے ہرایک کتاب لفظاً لفظاً معتمد ہے یانہیں؟ ہدایہ ۔قاضی خاں، فتح القدیر ۔عنایہ ۔نہایہ ۔کفایہ ۔برجندی شرح الیاس ۔شرح وقایہ ۔مختصر وقایہ ۔کنزالدقائق ۔قدوری ۔منیہ ۔اعصی ۔کبیری خلاصہ کیدانی ۔شرح خلاصہ کیدانی ۔چلپی ۔عمدۃ الرعایۃ ۔اسیجابی ۔عینی ۔قسطلانی ہردوشرح بخاری شریف ۔عینی شرح کنزالدقائق ۔مستخلص الحقائق شرح کنزالدقائق ۔بحرالرائق ۔درمختار ۔حمادیہ ۔عمادیہ ۔خزانۃ المقیین ۔فتاوی مطالب المومنین ۔فتاوی سراجیہ ۔فتاوی سلطانیہ ۔بہادر خانیہ ۔فتاوی عالمگیری ۔نساب الصباب الاشباہ والنظائر حموی ۔شرح الاشباہ والنظائر ۔ان کتب میں ہرایک کتاب لفظاً لفظاً معتمد ہیں یانہیں۔

الجواب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

کیاسائل نے یہ تمام کتابیں دیکھی ہیں،اس کے پاس موجود ہیں، تحتاوی جسکا املاتائے فوقانیہ سے،اور ردالمختار جس کا املا خائے فوقانیہ سے ہے، یہ دونوں کتابیں بھی سائل کے کتب خانہ میں موجود ہیں، یااور کسی کے کتب خانہ مین نظر پڑی ہیں، کتابوں کی فہرست میں سائل نے بہت ہی اختصار سے کام لیا ہے،قواعد بغدادی،تشریح الحروف، بچونکا کھیل،ان میں سے کسی کا ذکر نہ آیا،ابتدائی کتابوں میں سے تو یہ ضروری کتابیں فراموش کیں،اورانتہائی کتابوں میں کتب الٰہیہ کو بھول گیا،جن میں قرآن کریم۔تورات ۔انجیل۔زبور۔صحائف وغیرہ۔ایسے سوالات سے ضرورسائل کا فاضل وفاجل ہونا ثابت ہوتا ہے۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل،الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبدمحمداجمل غفرلہ الاول،ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

سوال نمبر (۷)

خلافت حضرت ابوبکررضی اللہ تعالیٰ عنہ باعتبار بیعت اہل حل وعقد کاملہ ہے یانہیں ؟،خلافت حضرت عمررضی اللہ تعالی عنہ باعتبار بیعت اہل حل وعقد کاملہ ہے یانہیں ؟۔خلافت حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ باعتبار بیعت اہل حل وعقد کامل ہے یانہیں ؟،خلافت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ باعتبار اہل حل وعقد کاملہ ہے یانہیں ؟۔

الجواب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

یہ سب خلافتیں حقہ رشیدہ ہیں۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل،الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبدمحمداجمل غفرلہ الاول،ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

سوال نمبر (۸)

اگرکوئی شخص حضرت ابوبکررضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت خلافت نہ کرے یہاں تک کہ وہ خودوفات پاجائے،یاخلیفہ اس دارفانی سے رخصت ہوجائے تواس کا کیا حکم ہے؟اگرکوئی شخص حضرت عمررضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت خلافت نہ کرے یہاں تک کہ وہ خودوفات پاجائے یاخلیفہ اس دارفانی سے رخصت

ہوجائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اگر کوئی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیعت خلافت نہ کرے یہاں تک کہ وہ خود وفات پاجائے یا خلیفہ اس دار فانی سے رخصت ہوجائے اس کا کیا حکم ہے؟ اگر کوئی شخص حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت خلافت نہ کرے یہاں تک کہ وہ خود وفات پاجائے یا خلیفہ اس دار فانی سے رخصت ہوجائے تو اس کا کیا حکم ہے؟۔

الجواب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اگر وقت وجوب بیعت میں بغیر کسی مانع کے بے عذر شرعی بیعت نہ کرے تو خاطی وقابل گرفت ہے۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

سوال نمبر (۹)

قرآن شریف کی جملہ وہ تفاسیر کہ از اہل سنت وجماعت ہیں وہ سب لفظاً لفظاً معتمد ہیں یا نہیں۔

الجواب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

تفاسیر معتمدہ سب معتبر ہیں، سائل کو سوال کرنے سے قبل تفسیر کے معنی کا ذہن میں رکھنا ضروری تھا۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

سوال نمبر (۱۰)

تقلید شخصی احکام سبعہ میں سے کیا حکم رکھتی ہے؟ اس کی کیا دلیل ہے اور احکام سبعہ کیا کیا ہیں؟۔

الجواب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

تفہیم سوال بذمہ سائل، تقلید شخصی سے اس کی کیا مراد ہے، اور شخصی کی تقلید کس قسم کی ہے اور کیا فائدہ دیتی ہے، تقلید نوعی اور جنسی کونسی ہوتی ہے، سائل اپنے مدعی کو اچھی طرح واضح کرے۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

سوال نمبر (۱۱)

حضرت محمد بن حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو کس نے شہید کرایا اور کس کے حکم سے شہید ہوئے اور شہید ہوئے بھی یا نہیں؟ اگر شہید ہوئے تو شہید کرنے والے اور قتل کا حکم دینے والے کا کیا حکم ہے؟۔

الجواب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

کتب تواریخ سائل کے نزدیک کس پایہ اعتبار پر ہیں؟ کیا ان کی ہر ایک نقل معتبر ہے بالخصوص جب کہ ان کے بیانوں میں اختلاف ہو؟ ہم کسی شخص کو اس وقت مجرم قرار دینگے جبکہ اس کے جرم پر شرعی شہادت قائم ہو، حضرت محمد ابن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا، اس کی تفاصیل جب ایسے معتبر بیان سے پیش کی جائیں جو شرعا قابل قبول ہوں تب ان کا حکم بیان کیا جاسکتا ہے، تواریخ جو رطب ویابس سے مملو ہیں وہ اس قابل نہیں کہ ان کے ہر بیان کو واقعہ مان کر واقعی حکم دیدیا جائے۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

سوال نمبر (۱۲)

کیا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی اولاد پر (اللہ ان سب سے راضی رہے) ایک مدت تک لعن ہوتی رہی یا نہیں؟ اور کس کے حکم سے؟ ان حضرات پر لعن کرنے والے اور لعن کا حکم دینے والے کا کیا حکم ہے؟۔

الجواب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اب بھی ہوتی ہے خارجیوں کا معمول ہے۔ اہلسنت ہمیشہ سے ان کا ادب کرتے آئے ہیں اور ان کی عزت وعظمت فرض اعظم جانتے ہیں، ان کی الفت ومحبت ایمان کی اہم علامت سمجھتے ہیں، ان میں سے کسی کی طرف لعن یا جواز لعن کی نسبت غلط اور باطل ہے اور سائل کا محض افترا اور بہتان ہے۔ لعنۃ اللہ

علی الکاذبین۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

سوال نمبر (۱۳)

جملہ احادیث شریفہ صحاح ستہ شریفہ لائق عمل واعتقاد ہیں یا نہیں؟۔

الجواب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

منسوخ وغیر منسوخ۔ مؤول وغیر مؤول۔ متشابہ وخفی۔ مشکل ومجمل کسی کی کوئی تفصیل نہیں، سب کے لئے ایک حکم دریافت کرنا جنون اور بیہودانہ سوال ہے بلکہ اس سے بھی بدتر۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

سوال نمبر (۱۴)

کیا فرض کے مقام پر واجب اور واجب کے مقام پر فرض بولا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اور اس کا کیا ثبوت ہے؟۔

السائل ابوذر ۲۳ رجون ۳۷ھ

الجواب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

یہ ایسا ہی سوال ہے جیسے کوئی کہے: شمس بازغہ میں کیا کیا لکھا ہے، اس کا یہی جواب ہوگا کہ وہ شخص اس کو پڑھے، یہاں سائل نے بھی ایسا ہی سوال کیا ہے، سائل کو چاہئے کہ کتب اصول کے لئے قواعد مقرر ہیں تو معلوم ہوجائے گا کہ اطلاقات حقیقی بھی ہوتے ہیں اور مجازی بھی، اور ہرایک کے لئے قواعد مقرر سبحن اللہ، یہ بھی کوئی مناظرانہ سوال ہے، معمولی طالب علم اس کو جانتے ہیں،

بحمداللہ تعالیٰ سائل کے تمام سوالات کے اصول مناظرہ کے اعتبار سے نہایت مکمل اور کافی جوابات لکھدیئے گئے، لیکن ان سوالات کی بھیک سے سائل کے کاسۂ غربال صفت میں کیا جمع ہوگا اور سائل کے مذہب واعتقادیات کا پردہ کب اٹھیگا اور عامۃ المسلمین کو کیا فائدہ پہنچے گا۔ لہذا میں اس وقت

ایک سو (۱۰۰) سوالات پیش کرتا ہوں جن کے جوابات سے یہ سارے اختلافی مسائل ہی حل ہو جائیں گے اور ہر شخص کو پتہ چل جائے گا کہ ہمارے اہل سنت و جماعت کا مذہب و مسلک کتنا قوی اور کیسا مدلل ہے اور وہ افراط وتفریط سے کس قدر بعید ہے، اور مفتی جی کا مذہب تفضیلیت نہیں بلکہ رفض وشیعت کتنا غلط اور باطل ہے اور کیسے پر مکر فریب دلائل سے مزین ہے، اور کس قدر افترا پردازی اور بہتان طرازی پر مبنی ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ محبان اہل بیت کرام صرف ہم اہلسنت و جماعت ہی ہیں۔ اور یہ دشمنان حضرات اہل بیت کرام اور نافرمان خاندان آل رسول ہیں۔ کاش کہ مفتی جی جوابات کی ہمت کریں اور اسی سلسلۂ گفتگو کو جاری رکھیں تو ہر منصف طبیعت کو حق و باطل کا فرق آفتاب سے زیادہ روشن طور پر معلوم ہوگا۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم ۔

(۱) مفتی جی آپ لامذہب ہیں یا اپنا کوئی مذہب رکھتے ہیں؟۔

(۲) اگر آپ کوئی مذہب رکھتے ہیں تو وہ مذہب اہل سنت و جماعت کے مذہب کے موافق ہے یا مخالف؟۔

(۳) اگر آپ مذہب اہل سنت و جماعت کے مذہب کے مخالف ہیں تو اپنے اس مذہب کا مع دلائل اظہار کیجئے؟۔

(۴تا۵) اگر آپ کا مذہب اہل سنت و جماعت کے مذہب کے بالکل موافق ہے تو یہ صاف تحریر کیجئے کہ آپ بنابر دعوی اہل سنت ہونے کے روافض پر کیا حکم لگاتے ہیں اور تفضیلیوں کو کیسا جانتے ہیں؟۔

(۶) اور اہل سنت نے ان پر کیا کیا احکام صادر فرمائے ہیں؟۔

(۷تا۹) آپ روافض اور تفضیلیوں کے عقائد اور مسائل اور اقوال واستدلالات کو حق اور صحیح جانتے ہیں یا غلط و باطل، بر تقدیر ثانی ان کی غلطی صرف حد گمراہی تک پہنچی ہے یا اس سے متجاوز ہو کر کفر و شرک تک پہنچ جاتے ہیں؟۔

(۱۰) وہ اکابر فرقہ وہابیہ دیوبندیہ جن کی علماء عرب وعجم نے بالاتفاق ایسی تکفیر کی ہے کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے جن فتاووں کا مجموعہ۔ ''حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ'' ہے آپ ان فتووں کو حق و صحیح جانتے ہیں یا نہیں؟۔

(۱۱) کیا قرآن کریم کا ہر ایک حکم بلا استثناء منسوخات آپ کے نزدیک قابل عمل اور لائق استناد ہے یا نہیں؟۔

(۱۲) جو حکم کثرت احادیث ضعاف سے ثابت ہو وہ قابل عمل ہے یانہیں ؟۔

(۱۳) آپ جملہ صحابہ کے جملہ اقوال مانتے ہیں یانہیں ؟۔

(۱۴تا۱۵) اجماع امت سے جو حکم ثابت ہو وہ قطعی ہے یانہیں ؟ برتقدیر اول اس کا مخالف ومنکر کافر بے دین ہے یانہیں ؟۔

(۱۶) اہل باطل کی مخالفت اجماع اہلسنت کے لئے قادح ہے یانہیں ؟۔

(۱۷) قیاس کیا صرف مجتہدین ہی کا حجت ودلیل شرعی ہے یا ہر کس وناکس کا بھی ؟۔

(۱۸تا۱۹) قرآن واحادیث کی تصریحات کے موجود ہوتے ہوئے اس کے خلاف کوئی حکم محض اپنی رائے سے دینا یا غیر معتبر ذرائع پر اعتماد کر کے حکم قرآنی کی مخالفت کرنا گمراہی اور کفر ہے یانہیں ؟۔

(۲۰) سلف وخلف کے کثیر اقوال واعتقادیات کا انکار کرنا بے دینی اور ضلال ہے یانہیں ؟۔

(۲۱) کتب احادیث کی وہ کون کون سی کتابیں ہیں جن کی جملہ روایات لفظاً لفظاً آپ کو بے عذر تسلیم ہوں ان کی ایک فہرست پیش کیجئے ؟۔

(۲۲) کتب عقائد کی وہ کون کون سی کتابیں ہیں جنکو آپ لفظاً لفظاً حق جانتے ہیں ان کتب کی ایک فہرست پیش کیجئے ؟۔

(۲۳) جس مسئلہ اور عقیدے کے الفاظ بجنسہا وبعینہا وبتراکیبہا الموجودہ قرآن وحدیث میں نہ ہوں تو ان کا آپ کے نزدیک کیا حکم ہے؟۔

(۲۴) کتب تفاسیر میں وہ کون کون سی کتابیں ہیں جن کو آپ لفظاً لفظاً تسلیم کرتے ہیں ؟۔

(۲۵تا۲۸) آپ نے سوال نمبر ۲ دو میں جن علماء کے نام تحریر کیے ہیں آپ ان کی جملہ تصانیف اور جملہ اقوال اور ہر کلام کو حق وصحیح جانتے ہیں یا بعض کو مانتے ہیں اور بعض کونہیں مانتے اور جن بعض کونہیں مانتے وہ کیا کیا ہیں اور کس مرتبۂ غلط پر ہیں اور اس مرتبہ غلط کے مرتکب کا شرع میں کیا حکم ہے ؟۔

(۲۹تا۳۰) عہد مبارک نبوی سے اب تک کے تمام علماء اہل سنت کے ناموں کی ایک فہرست پیش کیجئے اور ہر عالم کی جملہ تصانیف کو شمار کرتے ہوئے تمام تصانیف کی ایک مکمل فہرست بنادیجئے ؟۔

(۳۱) غنیۃ الطالبین آپ کے نزدیک بھی لفظاً لفظاً معتمد ہے یانہیں ؟۔

(۳۲) ائمہ اربعہ میں سے ہر ایک کا ہر ایک قول آپ بھی معتمد جانتے ہیں یانہیں ؟۔

(۳۳) ائمہ اربعہ میں سے ہر ایک کی ہر ایک تصنیف لفظاً لفظاً آپ کے نزدیک بھی معتمد ہے

یا نہیں؟۔

(۳۴) آپ کے سوال نمبر ۵۔ کی کتابوں میں سے ہر کتاب آپ کو اسی طرح معتمد ہے یا نہیں؟۔

(۳۵) آپ کے سوال نمبر ۶۔ کی کتابوں میں سے ہر ایک کتاب کو آپ بھی اسی شرط کے ساتھ معتمد جانتے ہیں یا نہیں؟۔

(۳۶) آپ کے سوال نمبر ۶۔ میں تحتاوی کا املا تائے فوقانی اور ردمختار کا بجائے معجمہ لکھا ہے تو کیا یہ دونوں کتابیں آپ کے پاس اور کسی کتب خانے میں موجود ہیں اور آپ نے بھی ان کتابوں کو دیکھا ہے یا نہیں؟۔

(۳۷) خلفاء اربعہ میں سے ہر ایک کی خلافت آپ کے نزدیک بھی کاملہ اور راشدہ ہے یا نہیں؟۔

(۳۸) حضرت معاویہ اور حضرت طلحہ وحضرت زبیر وحضرت عمرو بن عاص اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وعنہم ان میں ہر ایک مجتہد تھا یا نہیں؟۔

(۳۹) حضرت مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے مقابلے میں کیا یہ حضرات اپنے آپ کو مستحق خلافت اور حقدار امامت جانتے تھے یا نہیں؟۔

(۴۰) مجتہدین کی خطا موجب عذاب اور قابل سب وشتم ہے یا سبب اجر وثواب اور لائق اتباع تقلید ہے؟۔

(۴۱) خطا اجتہادی کی جامع ومانع کیا تعریف ہے؟۔

(۴۲) حضرت طلحہ وحضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں اور حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلہ میں لڑکر شہید ہوئے کہئے یہ آپ کے نزدیک داخل جنت ہوئے یا نعوذ باللہ داخل دوزخ؟۔

(۴۳) حضرت عقیل جو حضرت مولا علی کے بھائی ہیں حضرت معاویہ کے ساتھ شامل ہو گئے وہ آپ کے نزدیک کس حکم کے مستحق ہیں؟۔

(۴۴ تا ۴۵) حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر لفظ بغاوت کا اطلاق کس معنی میں ہے۔ کیا یہ بغاوت قابل طعن وتبرا اور موجب عذاب وعقاب ہے یا نہیں؟۔

(۴۶ تا ۴۷) حضرت طلحہ وحضرت زبیر وحضرت عمر و بن عاص وحضرت معاویہ وحضرت ام مومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وعنہم ان سب حضرات نے حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابل میں جنگ کی تو آیا یہ سب حضرات آپ کے نزدیک قابل طعن وتبرا ہیں یا ان میں صرف حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر صرف یہی ہیں تو کیوں؟۔

(۴۸) حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیوں صلح کی اور کیوں ان کی خلافت کو تسلیم کیا؟۔

(۴۹) حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل میں کوئی حدیث وارد ہے یا نہیں؟۔

(۵۰) حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تذکرہ میں علامہ ابن حجر نے ایک کتاب "تطہیر الجنان واللسان" تصنیف کی جو صواعق محرقہ مصری کے حاشیہ پر مطبوع ہے وہ آپ کے نزدیک لفظاً لفظاً معتمد ہے یا نہیں؟۔

(۵۱) کسی صحابی کی توہین کرنا ان پر افترا بہتان محض غیر معتبر اقوال کی بنا پر کرنا گمراہی وکفر ہے یا نہیں؟۔

(۵۲ تا ۵۵) آپ کے سوال نمبر ۱۰۔ میں تقلید شخصی سے کیا مراد ہے؟ اور شخصی کی تقلید کس قسم کی ہے؟ اور کیا فائدہ دیتی ہے اور تقلید نوعی اور جنسی کونسی ہوتی ہے؟۔

(۵۶ تا ۵۷) کتب تاریخ کس پایہ اعتبار پر ہیں کیا ان کی ہر نقل معتبر ہے؟۔

(۵۸ تا ۵۹) جب کتب تاریخ کے اقوال میں اختلاف ہو تو اس صورت میں ان کا کونسا قول معتبر ہوگا اور اس کا معیار اور فائدہ کیا ہے؟۔

(۶۰) کتب تاریخ کی شہادت کیا شرعی شہادت کا حکم رکھتی ہے اور صرف اسی سے کسی کا کفر ثابت ہوسکتا ہے یا نہیں؟۔

(۶۱) اہلسنت پر یہ افترا اور بہتان کہ وہ حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر یا ان کی اولاد امجاد پر لعن کرتے تھے یا کرتے ہیں اگر آپ اپنے اس بیان میں صادق ہیں تو ثابت کیجئے۔

(۶۲) جس کافر نے وقت نزع تک اسلام کے دلائل وبراہین دیکھتے ہوئے زبان سے اقرار توحید ورسالت نہیں کیا بلکہ اس وقت قبول اسلام سے انکار واعراض کیا تو وہ عند المتکلمین والفقہاء مسلمان ہے یا کافر؟۔

(۶۳) جو شخص ابو طالب کو کافر یا ضال کہتا ہے وہ مسلمان ہے یا کافر؟۔

(۶۴ تا ۶۶) انبیاء وملائکہ کے سوا اہلسنت کے نزدیک اور کوئی معصوم ہے یا نہیں اگر ہے تو کس نے لکھا ہے اور کون کون ہیں اور اگر نہیں ہے تو جو غیر انبیاء اور ملئکہ کو معصوم کہے اس کا کیا حکم ہے؟۔

(۶۷) معصوم کے شرعی معنی کیا ہیں؟۔

(۶۸) آل اور اہلبیت کی جامع مانع کیا تعریف ہے؟۔

(۶۹) جس قدر احادیث میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت وافضلیت کی تصریح موجود ہے کیا وہ سب غیر معتبر اور غیر قابل عمل ہیں؟۔

(۷۰) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افضلیت وخلافت کے متعلق اہلسنت کا اجماعی اور اتفاقی قول کیا ہے؟۔

(۷۱) عقائد اہل سنت کی کتابوں میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت افضلیت کے متعلق کیا عقیدہ مذکور ہے؟۔

(۷۲) مفسرین نے آیہ کریمہ سیجنبها الاتقی الذی یوتی ماله یتزکی سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افضلیت پر اجماع کیا ہے یا نہیں؟۔

(۷۳) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت وافضلیت میں حضرات اہل بیت کرام کا کیا عقیدہ اور اقوال ہیں؟۔

(۷۴) اہلبیت کے نزدیک امامت وخلافت میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟۔

(۷۵ تا ۷۶) حضرت مولا علی کو جو آپ خاتم الخلفاء کہتے ہیں اس سے کیا مراد ہے اور اہل سنت نے اس لفظ کا اطلاق کبھی کیا ہے یا نہیں؟۔

(۷۷ تا ۷۸) اہل سنت نے کبھی مولا علی کو وصی رسول اللہ کہا ہے یا نہیں اور سب سے پہلے اس لفظ کا اطلاق کس نے کیا ہے؟۔

(۷۹ تا ۸۰) فرقہ تفضیلیہ عبد اللہ ابن سبا کے متبعین میں سے ایک جماعت ہے یا نہیں اور فرقۂ شیعہ میں داخل ہے کہ نہیں؟۔

(۸۱) یزید پلید کے متعلق قول اسلم اور طریقہ ثابتہ قدیمہ اور اجلہ امت اور صلحاء امت کا مسلک توقف ہے یا لعن وتکفیر؟۔

(٨٢) جولوگ یزید پلید کو مسلمان جانتے ہیں اور اس سے محبت کا اظہار کرتے ہیں وہ مسلمان ہیں یا کافر؟۔

(٨٣) کیا ابوطالب کی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھی ہے یا نہیں؟۔

(٨٤) علیہ السلام میں لفظ سلام کس معنیٰ میں مستعمل ہے؟۔

(٨٥) مستقل طور پر صرف اہل بیت ہی کو علیہ السلام کہنا کس نے ایجاد کیا؟۔

(٨٦) حضرات صحابہ کرام حتی کہ خلفاء ثلٰثہ میں سے بھی کسی کے نام کے ساتھ یہ علیہ السلام کیوں استعمال نہیں ہوتا؟۔

(٨٧) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی صلح کے خلیفہ برحق ہوئے یا نہیں؟۔

(٨٨) اہل سنت کا حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کیا مسلک اور کیا طریقہ ادب ہمیشہ سے رہا ہے؟۔

(٨٩) آپ کے نزدیک خطاء منکر کی کیا تعریف ہے اور یہ کس کی قسم ہے؟۔

(٩٠ تا ٩١) آپ کے نزدیک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحابیت یقینی ہے یا نہیں؟۔

(٩٢ تا ٩٣) حضرت معاویہ کی خطا منکر کا ثبوت کس آیۃ وحدیث سے ثابت ہے تمام اہل سنت ان کی خطا کو منکر کہتے ہیں یا اجتہادی؟۔

(٩٤) کیا روایت شاذہ اس حکم کو باطل کرسکتی جو اجماع امت سے ثابت ہوا ہو؟۔

(٩٥) قاتلان حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ صرف ارتکاب قتل کی بنا پر کافر ہوئے یا نہیں؟۔

(٩٦) حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کرام کے اقوال کی مخالفت کرنے والا دشمن اہل بیت ہے یا محب اہل بیت؟۔

(٩٧) اہل سنت کے نزدیک واقعات کربلا میں عربی اور اردو میں کون کون سی کتابیں معتبر اور معتمد و مستند ہیں؟۔

(٩٨) کیا محفل میلاد شریف میں بعد ذکر ولادت شریفہ کے اہل سنت واقعات شہادت کا پڑھنا مناسب بتاتے ہیں یا نہیں؟۔

(٩٩) کیا اہل سنت کے نزدیک بلا کراہت ایسے شخص کو امام بنا سکتے ہیں جو تفضیلی مذہب رکھتا ہو اوراس کی اقتدا میں کوئی حرج ہے یانہیں؟۔

(١٠٠) کیا حضرت معاویہ اور کسی صحابی کی توہین اور انتقاص شان کرنے والا صرف تفضیلی کہلائے گا یاوہ رافضی قرار پائے گا؟ فقط۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل، العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (١١٠١_١١٠٢_١١٠٣_١١٠٤_١١٠٥_١١٠٦)

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

کیا فرماتے ہیں حضرات علماء اہل سنت ومفتیان دین وملت کثر اللہ تعالیٰ امدادھم وکسر اعداءھم اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک اشتہار گجراتی میں شائع کیا جس کا اردو ترجمہ حسب ذیل ہے

گونڈل کی مسلم پبلک کو اطلاع عام

گونڈل کی مسلمان رعیت کے متعدد لوگوں کے نام کچھ مہینے گذرے کسی شخص نے گمنام خطوط میں ایسے الفاظ لکھے تھے جو نہایت مکروہ ودل آزار اور قانونی طور پر بھی جرم تھے، اوران خطوط میں ایسی دھمکیاں بھی دی گئی تھیں کہ مولوی احمد رضا خان کی بیعت قبول کرلو ورنہ تم کو قتل کر دیا جائے گا۔ یہاں کی مسلم قوم کا خیال ہے کہ ایسی بے شرمی کی کاروائی کرنے والا مولوی حشمت علی خاں کا کوئی مرید ہوگا، یہ بھی سنا جاتا ہے کہ "احمد رضا خان مرحوم کی تصنیف کردہ کتابوں اوران کی ہدایتوں کو جو شخص نہ مانے ایسے لوگوں کو ان کے مریدین ومعتقدین کافر کہتے ہیں" جو مسلمان کے حق میں نہایت بدترین گالی کے مثل ہے یہاں کے مشہور تاجر پارچہ سیٹھ حاجی ہاشم حاجی جمال صاحب کی طرف سیٹھ حاجی عبد الشکور حاجی جمال صاحب نے یہاں کی میمن جماعت سے یہاں رمضان شریف میں مولوی حشمت علی کو بلانے کی اجازت لی تھی، اس وقت انہوں نے اقرار کیا تھا کہ مولوی صاحب ایسا وعظ نہیں کہیں گے جس سے کسی کی دل آزاری ہو، فی الحال ہمارے سننے میں آیا ہے کہ مولوی حشمت علی خان اپنی عادت کے مطابق اپنی قیام گاہ پر مسائل بیان کرتے ہوئے مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں اور دوسروں سے بھی کافر کہلواتے ہیں جو مذہب اسلام کیخلاف اور قانون کے لحاظ سے بھی سخت جرم شمار کیا جاتا ہے چونکہ مسلمانوں کا امن وامان خطرہ میں

پڑ گیا ہے لہٰذا اسکو اطلاع دی جاتی ہے کہ ہر قوم کے مسلم برادران اپنی اپنی قوم کے لوگوں کے حفظ امن کا خیال رکھیں اور اس کا خاص بندوبست رکھیں کہ کسی طرح امن شکنی نہ ہونے پائے گونڈل کی میمن جماعت اس کے متعلق معقول انتظام کرے گی مولوی حشمت علی خاں کو بلانے والے سیٹھ موصوف کو اس طرف توجہ دلائی جاتی ہے اور ان کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ گونڈل کی مسلم قوم میں کسی طرح کی کوئی امن شکنی ہوگی تو ہر طرح خود ہی ذمہ دار ہوں گے۔ کاتب میمن جماعت گونڈل بمعرف سیٹھ نور محمد۔ پھر زید نے تقریباً سوقریات وبلاد کی جماعتوں کے نام ایک چھپا ہوا گجراتی خط روانہ کیا جس کا اردو کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

میمن جماعت جماعت گونڈل کی طرف سے دعا سلام قبول کرو، پھر نگارش یہ ہے وہ مشہور دینی عالم کہلانے والا مولوی حشمت علی خان بریلوی لکھنوی جس سے کئی برس پہلے رنگون کی کورٹ نے اس بات کی ضمانت لی تھی کہ وہ ایسا وعظ نہ کہیں جو مسلم قوم میں امن شکنی کا باعث ہو نیز کئی برس ہوئے ممبئی کے پولس کمشنر صاحب ممبئی کی مسلم قوم کے حفظ امن کے لئے انکو متنبہ کیا تھا کہ وہ ممبئی سے چلے جائیں، وہی مولوی صاحب یہاں کے مشہور تاجر پارچہ جمالی ہاشم حاجی جمال صاحب کی دعوت پر کئی برسوں سے رمضان کے مہینے میں یہاں آتے ہیں، انکے وعظ کا اصل مقصد مسلمانوں کو کافر بنانا ہوتا ہے، اسی بنا پر یہاں کی مسلم پبلک میں زبردست اشتعال پیدا ہو گیا ہے اور مولوی حشمت علی خان اور ان کے استاذ مولوی احمد رضا خان بریلوی مرحوم کی کتابوں اور ان کی ہدایتوں کو جو لوگ نہ مانیں ان کو مولوی حشمت علی خان کے مریدین ومعتقدین کافر کہتے ہیں، مولوی مذکور کی کتابوں کے سبب یہاں مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہو گیا ہے، نیز قوم میں فرقہ بندی حد سے زائد بڑھ گئی ہے، اس امر کا فیصلہ کرنے کیلئے گونڈل کی پوری جماعت نے تہیہ کرلیا ہے تو آپ کے یہاں اہل سنت وجماعت کے اعتقادات رکھنے والے کوئی پکے سچے سنی عالم ہوں تو فوراً بذریعہ تحریر اطلاع دیکر ممنون کیجئے،

راقم میمن جماعت گونڈل بمعرفت سیٹھ نور محمد احمد ان دونوں اشتہاروں کے جواب میں حمایت دین اسلام وحمیت مذہب اہل سنت کی بنا پر عمر بزبان گجراتی ایک اشتہار شائع کیا جس کا اردو ترجمہ حسب ذیل ہے:

چند بہتانوں کا جواب:

گونڈل کی میمن جماعت کی طرف سے دو اشتہار شائع کیئے گئے ہیں جن میں کوشش کی گئی ہے کہ

عام سنی مسلمانوں میں غلط فہمی پھیلے اور اشتعال انگیزی کی آگ بھڑک اٹھے لہٰذا امن امان کو قائم رکھنے اور غلط فہمی دور کرنے کے لئے اس اشتہار کو شائع کرنے کی ضرورت محسوس ہورہی ہے۔

(۱) حضرت شیر بیشۂ اہل سنت مولانا حشمت علی کے مریدین ومحبین کا ایسے گمنام خطوط لکھنا کہ مولوی احمد رضا خان کی بیعت قبول کرلو ورنہ تم کو قتل کردیا جائے گا بالکل ہی غیر متصور ہے اور یہ بالکل جھوٹا الزام ہے اس لئے کسی سنی مسلمان کا ہرگز ایسا عقیدہ نہیں کہ جو شخص حضور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت نہ کرے وہ قابل قتل ہے، لہٰذا ایسے بد مذہبی کے عقیدہ پر مشتمل خطوط لکھنے والا ہرگز کوئی سنی مسلمان نہیں ہوسکتا، یہ بھی مسلمانوں میں اشتعال انگیزی وفتنہ پردازی کرنے کے لئے بد مذہبوں ہی کی عیاری ہے۔

(۲) مولانا موصوف پر یہ جھوٹا الزام بھی لگایا گیا ہے کہ وہ مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں اور دوسروں سے بھی کہلواتے ہیں، اہلسنت کا مذہب ہے کہ مسلمانوں کو کافر کہنے والا اور کافر کو مسلمان کہنے والا خود ہی کافر ہوجاتا ہے، مولانا موصوف اپنی قیام گاہ پر اور جامع مسجد میں جلسوں میں یہی فرماتے ہیں کہ جو شخص اللہ تبارک وتعالیٰ کو جھوٹا کہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم بڑے بھائی کی تعظیم کے برابر بتائے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیوبند کے پاٹھ شالہ میں اردو پڑھنے والا ٹھہرائے، شیطان کے علم کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم سے زائد مانے، حضور اقدس کے علم کو پاگلوں اور جانوروں کے علم کے برابر کہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیٰ آلہ وسلم کے بعد نئے نبی کے پیدا ہونے کو جائز سمجھے، جادوگروں کے جادو اور بھانمتی کے تماشوں کو قوت وکمال میں انبیاء علیہم السلام کے معجزوں کے برابر یا ان سے بڑھ کر بتائے، یا کسی مسئلہ ضروریہ دینیہ کا انکار کرے، تو ایسا شخص بحکم شریعت مطہرہ دائرہ اسلام سے خارج اور قطعاً کافر ہے۔ اور فرماتے ہیں: اے مسلمان بھائیو! تم میں سے کوئی شخص بھی ایسے منافی اسلام عقیدہ ہرگز قبول نہ کرے، ورنہ اس کا ایمان جاتا رہے گا۔ مولانا موصوف کی تمام تحریروں تقریروں کا خلاصہ یہی ہے اور آپ تمام مسلمانوں کو یہی نصیحت فرماتے ہیں کہ اسی ساڑھے تیرہ سو برس والے پرانے سچے مذہب اہلسنت پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہو اور نئے نئے فرقوں نئے نئے مذہبوں سے دور رہو۔ اور یہ تو ہر ایک مسلمان کا ایمان وعقیدہ ہے کہ جو شخص خدا اور رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کرے یا کسی مسئلہ ضروریہ دینیہ کا انکار کرے وہ ہرگز مسلمان نہیں اگرچہ کلمہ

پڑھتا ہوا اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو۔

(دیکھو مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جلد اول ص ۳۲۳)

(۳) ان اشتہاروں میں یہ الزام بھی لگایا گیا ہے کہ جو شخص مولانا موصوف اور ان کے مرشد بر حق اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد اعظم فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتابوں کو نہ مانے اس کو کافر کہتے ہیں۔ یہ بات سچائی سے قطعا دور ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ وہابیہ دیوبندیہ جیسی ناپاک پول کے بہت مسلمانوں میں فسادانگیزیاں فرقہ بندیاں رہی ہیں، ان گندی کتابوں کی عبارات کفریہ کو ماننے والوں پر علمائے دین نے کفر وارتداد کے فتوی دیتے ہیں۔

(دیکھو کتاب حسام الحرمین شریف ورسالہ الصوارم الہندیہ)

(۴) ان اشتہاروں میں مولانا موصوف کے محبین ومریدین اہلسنت پر ایسے جھوٹے الزامات لگا کر گونڈل کے تمام سنی مسلمانوں کا دل دکھایا ہے اور ان کی مذہبی آزادی کر کے اشتعال انگیزی کی زبردست کوشش کی گئی ہے، مولانا صاحب سترہ برس کی مدت دراز سے گونڈل تشریف لاتے ہیں، اب تک گونڈل میں کبھی فساد نہ ہوا بلکہ ایسی زبردست امن وامان نظر آتی ہے جو اس سے پہلے کبھی نہ تھی، اب اگر ان اشتہاروں کے سبب کسی قسم کی بدامنی ہو تو اس کے ذمہ داران اشتہار شائع کرنے والے ہی ہوں گے۔ مگر ہم تمام سنی مسلمانوں سے گذارش کرتے ہیں کہ وہ ذرا بھی مشتعل نہ ہوں اور صبر وسکون سے کام لیں، بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

(۵) ان اشتہاروں کو پوری میمن جماعت کے نام سے چھاپکر تمام سنی مسلمان میمنول مذہبی توہین کی ہے گونڈل کے تمام سنی خواہ وہ میمن ہوں یا سید ہوں یا ملایا سپاہی یا سندھی ہوں سب کے سب حضرت مولانا موصوف کو مذہب اہلسنت کا زبردست مصلح اور دین اسلام کا حق گو عالم مانتے ہیں جن میں جماعت کے کثیر سنی افراد جوق در جوق روزانہ جامع مسجد میں حاضر ہوتے، مولانا صاحب کی اقتدا میں تراویح وجمعہ پڑھتے اور بعد نماز آپ کے مبارک بیانوں سے محظوظ ومستفید ہوتے ہیں، کیا یہ سب میمن برادران میمن جماعت سے خارج ہیں؟ دو چار مخالفین کا پردے میں رہکر جس میں جماعت کے نام سے اہلسنت وعالم اہلسنت ومسلمانان اہلسنت پر حملہ کرنے والے اشتہار چھاپ دینا کیسی سچائی اور کہاں کا انصاف ہے۔ ۲۰ رمضان شریف ۱۳۵۷ھ روز یکشنبہ راقم مسلم جماعت گونڈل بمعرفت میمن ابراہیم حاجی دادا شریف حویلی سیری گونڈل کاٹھیاواڑ۔ عمر نے اسی اشتہار سے یہاں دیوبندیت کے پرنچے

اڑادیئے سُنیت کے ڈنکے بجائے اور حقانیت کے ساتھ جلوے دکھادیے، اہل باطل کے غرور گھمنڈ مٹادئے صورت مذکورہ بالا میں استفسار یہ ہے کہ۔

(۱) زید کا اشتہار اس کا خط دونوں غلط و باطل ومخالف شریعت وفتوی اسلام ہیں یانہیں؟۔

(۲) عمر کا اشتہار حق وصحیح اور تائید مذہب و جماعت دین اسلام پر مشتمل ہے یانہیں؟۔

(۳) زید کا اشتہار اس کا خط دونوں سے حضرات علمائے اہلسنت اور مذہب اہلسنت وجماعت کی توہین ہوئی یانہیں؟۔

(۴) اگر توہین ہوئی ہے تو زید کے لئے شرعا کیا حکم ہے؟۔

(۵) عمر کا زید کے ان اشتہاروں کا جواب دینا مناسب تھا یانہیں؟۔ بینوا توجروا

المستفتی ممبران انجمن تبلیغ صداقت گونڈل کاٹھیاواڑ

الجواب

نحمده ونصلي علی رسوله الكريم

(۱) زید کے اس گجراتی اشتہار اور خط کا اگر یہی ترجمہ ہے جو سوال میں مرقوم ہے تو یہ دونوں واقعی غلط الزامات باطل افتراءات سے پر ہیں اور مخالف احکام شرعیہ ومنافی عقائد دینیہ ہیں۔ اب باقی رہا یہ امر کہ مفسد کون ہے تو اس کا فیصلہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے کہ کفار اور مرتدین امن کو خطرہ میں ڈالنے والے اور فتنہ اور فساد کرنے والے ہیں، اسی لئے قرآن شریف میں جابجا کفار سے خطاب فرمایا گیا ہے۔

ولا تعثوا فی الارض مفسدین۔

یعنی اور زمین میں فساد مچاتے نہ پھرو۔

اسی فساد کی اصلاح کے لئے حضرات انبیاء کرام علیہ السلام تشریف لائے۔

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول قرآن کریم نے فرمایا:

قال موسیٰ لاخیه هرون اخلفنی فی قومی واصلح ولاتتبع سبیل المفسدین۔

(سورہ اعراف ۷)

اور موسیٰ نے اپنی بھائی ہارون سے کہا تو میری قوم پر میرا نائب رہنا اور اصلاح کرنا اور فسادیوں کی راہ کو دخل نہ دینا۔

لہذا ان آیات سے ثابت ہوگیا کہ کفار فسادی اور امن کو خطرہ میں ڈالنے والے ہوئے اور

حضرات انبیائے کرام مصلح بن کر تشریف لاتے ہیں ان کے بعد یہ منصب حضرات علماء کو تفویض ہوتا ہے۔

چنانچہ ترمذی شریف وابوداؤد شریف کی حدیث میں یہ الفاظ مروی ہیں:

العلماء ورثة الانبياء۔

یعنی علماء انبیاء کرام کے وارث ہیں۔

تو حضرات علماء کرام پر بھی کفر وضلالت کے شیوع کے وقت عقائد اسلام کی تبلیغ مسائل دین کی تعلیم فرض ہے اور کفار مفسدین کا ردو ابطال ضروری ہے۔

حدیث شریف ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اذا ظهرت الفتن وسب اصحابى فيظهر العالم علمه فمن لم يفعل ذلك فعليه لعنة الله والملئكة والناس اجمعين لايقبل الله منه صرفا ولا عدلا۔ اخرجه الخطيب فى الجامع۔

اب کسی مفسد کا علماء اہلسنت کی اصلاح کو فساد قرار دینا کوئی نئی بات نہیں ہے خود زمانہ پاک سید لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بھی منافقین کی یہی عادت تھی کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کو مفسد کہتے تھے اور اپنے آپ کو اصلاح کرنے والا جانتے تھے، قرآن کریم نے ان کی اس عادت کا تذکرہ فرمایا:

واذا قيل لهم لاتفسدوا فى الارض قالوا انما نحن مصلحون ۔ (سورہ بقر)

جب منافقین سے کہا جائے زمین میں فساد نہ کرو تو کہتے ہیں ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔

لہذا زید نے بھی یہاں اپنے ان ہی اسلاف کے طریقہ کو اختیار کیا ہے ہم اس کو وہی جواب دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اس کے اسلاف کو جواب دیا ہے۔

الا انهم هم المفسدون ولكن لايشعرون ۔

آگاہ ہو کہ وہی منافقین فسادی ہیں مگر انہیں شعور نہیں ہے۔

(۲) عمر کے اشتہار کا جو ترجمہ درج سوال ہے وہ بلاشبہ قرآن واحادیث کے موافق ہے اور کتب عقائد وفقہ کے مطابق ہے، ہمارے سلف وخلف کا بااتفاق یہی عقیدہ ہے کہ جو شخص اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین وتحقیر کرے وہ قطعا کافر ومرتد ہے۔

چنانچہ علامہ قاضی عیاض شفا شریف میں اور ملا علی قاری شرح شفا میں فرماتے ہیں:

لاخلاف ان ساب الله تعالىٰ (بنسبة الكذب او العجز اليه ونحو ذلك)

المسلمین کافر۔ (شرح شفا)

اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ مسلمانوں سے جو اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹ اور عجز کی نسبت کرے یا اسے گالی دے وہ کافر ہے نیز اسی شفا شریف اور شرح شفا میں تحریر فرماتے ہیں۔

اجمع العلماء (ای علماء الامصار فی جمیع الامصار) ان شاتم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و المتنقص لہ کافر والوعید جار علیہ بعذاب اللہ تعالیٰ لہ فی الدارین وحکمہ (فی الدنیا) عند الامۃ (ای جمیع الامۃ) القتل فمن شک فی کفرہ (فی الدنیا وعذابہ) فی العقبی (کفر) ولحق بہ ملخصا۔ (شرح شفا ص ۳۹۴)

تمام شہروں میں ہر زمانہ کے علما نے اس پر اجماع کیا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گستاخ اور تنقیص شان کرنے والا کافر ہے اور دنیا و آخرت میں اس پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کی وعید جاری ہے۔ اور تمام امت کے نزدیک دنیا میں اس کا حکم قتل ہے اور جو شخص دنیا میں اس کے کفر اور عقبی میں اس کے عذاب میں شک کرے وہ کافر ہو گیا اور اس کے ساتھ لاحق ہو گیا۔

لہذا عمر کا اشتہار بلاشک حق و صحیح ہے اور مسلک اہلسنت و جماعت کے موافق ہے۔

(۳۔۴) زید کے اشتہار اور خط میں علماء اہلسنت کے ساتھ بغض و عداوت کا اظہار کیا گیا جو بہت خطرناک چیز ہے۔

چنانچہ علامہ قاری شرح فقہ اکبر میں خلاصہ سے ناقل ہیں۔

من ابغض عالما من غیر سبب ظاہر خیف علیہ الکفر۔ (شرح اکبر ص ۱۶۵)

جو کسی عالم سے بغیر کسی سبب ظاہر کے بغض رکھے تو اس پر کفر کا خوف کیا جاتا ہے۔

(۵) زید کے اشتہار و خط کے جوابات دینا اور ان کے افترا و بہتان کا اظہار کرنا اور ان کے گمراہ کن مکائد کا افشا کرنا ہر مسلمان واقف کار کا فریضہ تھا۔

مسلم شریف میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان۔ (مشکوۃ شریف ص ۴۳۶)

جو شخص تم میں سے کوئی خلاف شرع چیز دیکھے تو اپنے ہاتھ سے بدل دے، اور اگر اس کی طاقت

نہیں رکھتا ہوتو زبان سے ،اور اگر اس کی بھی طاقت نہیں رکھتا ہوتو قلب میں اسے برا سمجھے اور یہ اضعف الایمان ہے۔

عمر نے زید کے گمراہ کن اشتہار وخط کا جواب دیکر باحسن وجوہ ایک اہم فریضہ ادا کیا۔فجزاہ اللہ تعالی خیر الجزاء۔اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل ،الفقیر الی اللہ عزوجل ،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول ،ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

طوفان نجدیت وسبع آداب زیارت

مسئلہ (۱۱۰۷)

کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں

جوایک کتاب موسوم (المنسك الواضح اللطيف حسب الحكم جلالة الملك سعود بن عبدالعزيز ال سعود ملك المملكة العربيه السعوديه) میں نقل کئے گئے ہیں، کیامسائل علماء اہل سنت وجماعت کے عقیدہ کے موافق ہیں؟، قرآن وحدیث اورا ثار صحابہ نیز افعال ائمہ سے مع سند کے عربی عبارت وترجمہ ساتھ ساتھ لکھا جائے تاکہ ہم ناواقفوں کو آ گاہی ہو اور آپ عنداللہ ماجور اور عندالناس مشکور ہوں۔ فقط بینواتوجروا۔

سوال اول: قبر شریف پر دعا کرنا، اور خاص نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر شریف پر دعا کرنا بدعت ہے۔ کیونکہ ایک حرف بھی اسکے متعلق دین میں کہیں وارد نہیں کہ آپ نے لوگوں کواس کی ترغیب دلائی ہو، اور نہ یہ ثابت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خاص قبر شریف پر کوئی دعا کی ہو، جس قدر ثابت ہے وہ یہ ہے کہ وہ سلام عرض کر کے واپس چلے جاتے تھے۔ امام مالک اور خلیفہ منصور کا واقعہ غلط ہے۔ بینواتوجروا

سوال دوم: قبر شریف کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا عام طور پر لوگوں کا قبر شریف کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا اس قدر بدترین منکرات میں سے ہے جو کہ انسان کے ایمان کو فاسد کر دیتا ہے، کیونکہ یہ عمل غیر اللہ کی عبادت کے مشابہ ہے، سینے پر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا ایک ایسا عمل ہے جو نماز کے اعمال سے مخصوص ہے۔ ان جاہلوں نے اپنی جہالت سے یہ تصور کرلیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے پسند کرتے ہیں کہ ان کی تعظیم بھی اسی طرح کی جائے جیسے کہ خاص اللہ جل شانہ کی کی جاتی ہے۔ قبر نبوی کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی حق تعالیٰ کے سوا کسی اور کو سجدہ کرے۔ کیونکہ ہاتھوں کا سینہ پر تعظیم کے لئے رکھنا ایک عبادت ہے جس کو بجز نماز کے ادا کرنا جائز نہیں، جیسے کہ سجود ماسوا اللہ کسی کے لئے جائز نہیں اسی طرح بجز نماز کے کسی کی تعظیم کے لئے ہاتھوں کو سینہ پر رکھ کر کھڑا ہونا بھی ناجائز ہے۔ بینواتوجروا

سوال سوم: حجرہ نبویہ کی دیواروں اور جالیوں کو چومنا انتہائی جہالت اور غفلت کی دلیل ہے۔

سوال چہارم: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے استغاثہ کرنا، بعض اپنی دعا میں دفع ضرر اور طلب مغفرت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے استغاثہ کرتے ہیں، معلوم ہونا چاہئے کہ ان کا یہ فعل شرک اکبر ہے حق تعالیٰ نے آپ کو اس لئے نہیں بھیجا کہ وہ قضائے حاجات کریں، دفع مصائب کے لئے خدا اور اسکے بندوں کے درمیان واسطہ ہوں کیونکہ جس کی وفات ہوگئی ہو اس سے کسی مطلب یا حاجت کا سوال کرنا اس قسم کا شرک ہے جو اس کے مرتکب کو ہمیشہ کے لئے عذاب جہنم کا سزاوار بنا دیتا ہے خواہ جس سے طلب کیا جائے وہ نبی یا ولی ہو یا فرشتہ۔

سوال پنجم: طلب شفاعت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور کسی اور سے دنیا میں شفاعت کا طلب کرنا ہرگز جائز نہیں کہ شفاعت بجز خدائے وحدہ لاشریک کے کسی کی ملک نہیں۔ لہٰذا اس کا غیر اللہ سے طلب کرنا ہرگز جائز نہیں کیونکہ اللہ جل شانہ سے بغیر اس کے حکم کوئی شفاعت نہیں کرسکتا۔

سوال ششم: کسی قبر کی زیارت کے لئے سفر کرنا، کسی معین اور مخصوص قبر کی زیارت کے لئے سفر کرنا ایک مذموم بدعت ہے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کے جواز کے متعلق کوئی نص وارد نہیں اور نہ خلفاء راشدین میں سے کس نے اس فعل کو کیا اور نہ ائمہ اربعہ ہی نے اسے مستحسن سمجھا، بلکہ امام مالک اور دیگر علماء دین نے تو اس قول کو مکروہ بتایا ہے کہ کوئی یہ کہے کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کی، اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بجز مسجد حرام و مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کے ہر اس سفر سے منع فرمادیا ہے جو بقصد عبادت کیا جائے۔

سوال ہفتم: - زیارت قبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث ضعیف ہیں۔

(۱) "من زار قبری وجبت له شفاعتی

(۲) من حج ولم يزرنی فقد جفانی

(۳) من زارنی بعدمماتی فكانما زارنی فی حیاتی"

یہ احادیث اور اس قسم کی دیگر احادیث سب ضعیف ہیں اور ان میں سے بعض موضوع ہیں۔ قابل اعتماد کتب سنت میں ان کا کہیں ذکر تک نہیں۔ اور نہ ائمہ اربعہ اور دیگر ائمہ مسلمین نے انہیں نقل کیا ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اس قسم کی احادیث پر اعتماد نہ کر کے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے فرمایا میری قبر کو موسم اجتماع نہ بنادینا۔ بینوا توجروا

خادم العلماء والمشائخ محمد ظہور الدین محلہ گاؤ قصابان ٹونک (راجستھان)

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لواهب التصرف والاعانة ۔ والشكر لما لك الحابة والشفاعة ۔ والصلوة والسلام على صاحب الرسالة الذى طلب الانبياء عليهم السلام منه الاستعانة ۔ واجتمعت الامة بعد الحج على سفر بلده لقصد الزيارة ۔ ويرجع الخلق للاستشفاع اليه يوم القيامة ۔ وعلى اله وصحبه الذين توسلوا به فى القحط وجاؤا الى قبره للاستمداد والاستغاثة ۔ وعلى كل من اتبعهم الى يوم القيامة ۔

امابعد:- اس دور پرفتن میں مسلمانوں کے دین سے بے خبر ہونے اور عقائد و احکام شرع سے ناواقف ہونے کی بنا پر آئے دن نئے نئے گمراہ طالع اور بیدین فرقے پیدا ہو رہے ہیں۔ اور وہ عامۃ المسلمین کے اعتقادیات اور مذہب پر دن دہاڑے ڈاکہ ڈال رہے ہیں۔ اور یہ اپنی لاعلمی کی وجہ سے ان کی پرفریب چالوں میں پھنستے چلے جا رہے ہیں۔ اور اپنی دولت ایمان اور دینی پونجی کو ان کی چکنی چپڑی باتوں پر قربان کر رہے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ ان نئے فرقوں میں سب سے زائد گمراہ اور مضرت رساں فرقہ وہابیہ نجدیہ ہے جس کی خبر بارہ سو برس پہلے خود اللہ تعالیٰ کے حبیب و محبوب واقف غیوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس طرح صاف طور پر دیدی ہے۔

حدیث:(۱)

بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اللهم بارك لنا فى شامنا وفى يمننا قال قالوا وفى نجدنا قال قال اللهم بارك لنا فى شامنا وفى يمننا قال قالوا وفى نجدنا قال قال هناك الزلازل والفتن وبها يطلع قرن الشيطان

(بخاری شریف مصری جلد ۴ صفحہ ۱۳۹)

اے اللہ ہمارے شام اور یمن میں برکت دے راوی نے کہا کہ حاضرین سے کچھ لوگوں نے عرض کیا کہ ہمارے نجد کے لئے بھی۔ راوی نے کہا حضور نے پھر یہی دعا کی کہ اے اللہ ہمارے شام

ویمن میں برکت دے۔ راوی نے کہا کہ انہوں نے پھر عرض کیا کہ ہمارے نجد کیلئے بھی راوی نے کہا کہ اس مرتبہ حضور نے فرمایا نجد میں زلزلے اور فتنے ہونگے اور وہاں سے شیطان کی جماعت نکلے گی۔

حدیث: (۲)

اسی بخاری شریف میں انہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی انہوں نے فرمایا

سمعت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه و سلم یقول وهو علی المنبر الا ان الفتنة ههنا یشیر الی المشرق من حیث یطلع قرن الشیطان۔ (بخاری مصری جلد صفحہ ۱۶۵)

میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے ممبر پر سنا کہ خبردار یقیناً فتنہ یہاں سے ہی ہو گا اور مشرق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا یہیں سے شیطان کی جماعت نکلے گی۔

حدیث: (۳)

مسلم شریف میں انہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی انہوں نے کہا:۔

خرج رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم من بیت عائشة فقال راس الکفر من ههنا من حیث یطلع قرن الشیطان یعنی المشرق ۔ (مسلم شریف مجتبائی جلد۲ صفحہ ۳۹۴)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ کے حجرہ سے برآمد ہوئے پھر فرمایا کفر کا سر وہاں سے ظاہر ہوگا جہاں سے شیطان کی جماعت نکلے گی یعنی مشرق سے (اور نجد مدینہ سے مشرق میں ہے)

حدیث: (۴)

بیہقی اور ابوداؤد شریف میں حضرت ابوسعید خدری اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

سیکون فی امتی اختلاف فرقة قوم یحسنون القیل ویسیئون الفعل یقرؤن القران لا یحاوز تراقیهم یمرقون من الدین مروق السهم من الرمیة لا یرجعون حتی یر تد علی فوقه هم شرا لخلق والخلیفة طوبیٰ لمن قتلهم وقتلوه یدعون الی کتا ب الله ولیسو امنه فی شئی من قاتلهم کان اولیٰ بالله تعالیٰ منهم قالوا یا رسول الله ما سیما هم قال التحلیق،

(ابوداؤد شریف قیومی جلد۲ صفحہ ۳۰۰)

عنقریب میری امت میں اختلاف اور قومی فرقہ ہوگا جو اچھی بات کریں گے اور برے کام کریں

گے اور قرآن پڑھیں گے جوان کے گلے سے نیچے نہ اترے گا، وہ دین سے اسی طرح نکل جائیں گے جیسے تیر نشانہ سے نکلتا ہے، وہ پھر دین کی طرف لوٹ نہیں سکتے جیسے تیر اپنی کمان کی طرف نہیں لوٹتا، وہ تمام مخلوق سے زائد شریر ہونگے۔ بشارت ہے اس شخص کے لئے جوان کو قتل کرے اور وہ اسے قتل کریں۔ وہ کتاب اللہ کی طرف دعوت دینگے اور خوداس کی کوئی بات نہیں مانتے، جوان سے مقاتلہ کرے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان سے بہتر ہے، لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ان کی کیا نشانی ہے؟ فرمایا: سر کا منڈوانا۔

حدیث: (۵)

ابوداؤد شریف و بیہقی میں حضرت سہل بن کہیل رضی اللہ عنہ سے مروی انہوں نے کہا:

اخبرنی زید بن وهب الجهنی انه كان فی الجيش الذی كانوا مع علی الذين سارو الی الخوارج فقال علی ايها الناس انی سمعت رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم يقول يخرج قوم من امتی يقرؤن القرآن ليست قراء تكم الی قرائتهم شيئا ولا صلوتكم الی صلوتهم شيئا ولا صيامكم الی صيامهم شيئا يقرؤن القران يحسبون انه لهم وعليهم لا يجاوز صلاتهم تراقيهم يمرقون من الاسلام كما يمرق السهم من الرمية۔

(ابوداؤد شریف جلد۲ صفحہ۳۱)

مجھ کو زید بن وہب جہنی نے خبر دی کہ وہ لشکر میں تھے جو حضرت علی کرم اللہ وجہ کے ساتھ خارجیوں سے لڑنے گیا تھا تو حضرت مولیٰ علی نے فرمایا اے لوگو! بلا شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کہ حضور نے فرمایا ایک قوم میری امت میں پیدا ہوگی جو قرآن کو ایسے پڑھیں گے کہ تمہاری قرأت ان کی قرأت کے مقابلے میں۔ اور تمہاری نماز ان کی نماز کے مقابلہ میں۔ اور تمہارے روزے ان کے روزوں کے مقابلے میں کچھ نہیں۔ وہ قرآن کو یہ گمان کرتے ہوئے پڑھیں کہ وہ ان کے حق میں نافع ہے اور مضر ہوگا، ان کی نماز ان کے گلے سے نیچے تجاوز نہ کریگی وہ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر نشانہ سے نکل جاتا ہے۔

حدیث: (۶)

بخاری شریف صفحہ ۱۷۴، و بیہقی صفحہ ۱۷۰، ابوداؤد شریف صفحہ ۳۰۰، ترمذی شریف صفحہ ۴۲۷، ابن ماجہ صفحہ ۱۵ میں حضرت علی و حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

یخرج فی اخر الزمان قوم احداث الاسنان سفهاء الاحلام یقولون من خیر قول البریة یقرؤن القران لا یجاوز تراقیهم یمرقون من الاسلام کما یمرق السهم من الرمیة قال الترمذی هذا حدیث حسن صحیح انما هم الخوارج الحروریة وغیرهم من الخوارج۔
(ترمذی جلد۲ صفحہ۴۴ و بخاری جلد۲ صفحہ۱۷۴)

آخر زمانہ میں ایک ایسی قوم پیدا ہوگی جو نوعمر کم عقل کم فہم ہوگی، وہ احادیث رسول پیش کریں گے، قرآن پڑھیں گے، جوان کے گلے کے نیچے تجاوز نہ کریگا۔ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر نشانہ سے نکل جاتا ہے۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور وہ لوگ مقام حروریہ کے خارجی اور ان کے سوا خارجیوں کی جماعت ہے۔

حدیث: (۷)

ابن ماجہ کے باب الخوارج میں حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ انہوں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا

هل سمعت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یذکر فی الحروریة شیئا فقال سمعت یذکر قوما یتعبدون یحقر احدکم صلوته مع صلوتهم وصومه مع صومهم یمرقون من الدین کما یمرق السهم من الرمیة۔ (ابن ماجہ نظامی صفحہ۱۵)

کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حروریہ (خوارج) کا کچھ ذکر کرتے ہوئے سنا انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور سے ایک ایسی قوم کا ذکر سنا جو ایسی عبادت کریگی کہ تم اپنی نماز کو ان کی نماز کے مقابلہ اور اپنے روزہ کو ان کے روزہ کے مقابلہ میں حقیر قرار دو گے۔ وہ دین سے اس طرح نکل جائیں جیسے تیر نشانہ سے نکل جاتا ہے۔

حدیث: (۸)

ابن ماجہ مسند امام احمد اور حاکم میں حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا" الخوارج کلاب النار۔ (ابن ماجہ صفحہ۱۶ باب الخوارج)

خارجی لوگ دوزخیوں کے کتے ہیں۔

حدیث: (۹)

ابن ماجہ کے باب الخوارج میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی کہ رسول کریم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ینشأ نشاء یقرؤن القرآن لا یجاوز تراقیهم کلما خرج قرن قطع قال ابن عمر سمعت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یقول کلما خرج قرن قطع اکثر من عشرین مرة حتی یخرج فی عرضهم الدجال۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۶)

ایک جماعت پیدا ہوگی وہ قرآن پڑھے گی جوان کے گلے سے نیچے تجاوز نہ کریگا، جب کبھی اسکا سینگ نکلے گا کاٹ دیا جائیگا۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جب اس فتنہ کا سینگ نکلے گا کاٹ دیا جائیگا، یہ بیس بار سے زائد فرمایا یہاں تک کہ انہیں کے گروہ سے دجال نکلے گا۔

حدیث: (۱۰)

بخاری شریف و بیہقی شریف حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی انہوں نے فرمایا۔

بینا نحن عند رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وهو یقسم قسما اتاه ذو الخویصرة وهو رجل من بنی تمیم فقال یا رسول الله! اعدل، فقال ویلك، ان لم اعدل فمن یعدل ؟ قال عمر: یا رسول الله! ائذن لی فیه اضرب عنقه، فقال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: دعه، فان له اصحابا یحقرا حدکم صلاته مع صلاتهم وصیامه مع صیامهم یقرؤن القرآن لا یجاوز ترافیهم، یمرقون من الاسلام کما یمرق السهم من الرمیة الخ۔ قال ابو سعید: فاشهد انی سمعت هذا من رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم واشهد ان علی بن ابی طالب رضی الله عنه قاتلهم وانا معه ـ

(بیہقی شریف جلد ۸ صفحہ ۱۷۱)

ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے حاضر تھے اور حضور مال غنیمت تقسیم فرمارہے تھے کہ بنی تمیم کا ایک شخص ذوالخویصرۃ حاضر ہوا پس وہ بولا یارسول اللہ انصاف کیجئے، حضور نے فرمایا تیرے لئے خرابی ہو کہ جب میں ہی انصاف نہ کرونگا تو کون انصاف کریگا۔ اگر میں انصاف نہ کرونگا تو تو خائب وخاسر ہوجائیگا، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! اس کے حق میں مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن ماردوں، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو چھوڑ دے بیشک اس کے ساتھی ہونگے کہ تم لوگ اپنی نماز کوان کی نماز کے مقابلہ میں اور اپنے روزوں کوان کے روزں کے

مقابلہ میں حقیر کہو گے۔ وہ قرآن پڑھیں گے اور وہ ان کے گلے کے نیچے تجاوز نہ کریگا وہ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر نشانہ سے نکل جاتا ہے۔ حضرت ابو سعید راوی نے کہا میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا اور میں شہادت دیتا ہوں کہ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ان اصحاب ذوالخویصرہ سے جنگ کی اور میں ان کے ساتھ تھا۔

ان احادیث شریفہ سے یہ چند امور ثابت ہوئے۔

(۱) نجد میں زلزلے اور فتنے ہونگے۔

(۲) نجد سے شیطان کی جماعت پیدا ہوگی۔

(۳) مشرق سے کفر کا سر ظاہر ہوگا۔

(۴) وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے نشانہ سے تیر نکل جاتا ہے اور پھر دین کی طرف لوٹ نہ سکیں گے۔

(۵) وہ کتاب اللہ اور احادیث کی طرف دعوت دیں گے۔

(۶) مسلمانوں کی قرأت ونماز وروزے ان کی قرأت ونماز وروزوں کے مقابلہ میں کچھ نہیں معلوم ہونگے۔

(۷) وہ قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے گلے سے نیچے نہ اترے گا۔

(۸) ان کا سلسلہ ادھر تو ذوالخویصرہ تمیمی سے اور ادھر دجال سے مل جائیگا۔

(۹) یہی بدترین مخلوقات خارجی ہونگے۔

(۱۰) ان کی علامت سروں کا منڈوانا ہے۔

مسلمانو! ان احادیث شریفہ میں ہمارے آقا ومولیٰ مخبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس قدر باتیں بیان فرمائیں وہ سب بلا شبہ حق اور سچ ہیں۔ اور وہ سب فرقہ وہابیہ نجدیہ پر صادق ہوگئیں سر مو فرق نہ ہوسکا۔ چنانچہ مشرق ہی کی ایک سرزمین نجد میں سے ۱۱۱۱ھ میں ایک شخص محمد ابن عبدالوہاب پیدا ہوا۔ اس کے بھائی سلیمان اور اس کے والد عبدالوہاب علماء صالحینؒ میں سے تھے۔ اس کے ابتدائی حالات کو دیکھ کر اس کے والد نے اپنی فراست سے اس کو پہچان لیا تھا چنانچہ شیخ الاسلام علامہ سید احمد دحلان صاحب سیرۃ النبی نے الدرر السنیہ میں نقل کیا۔

وکان والدہ عبدالوھاب من العلماء الصالحین فکان ایضا یتفرس فی ولدہ

المذکور الالحاد ویذمه کثیراً ویحذر الناس منه و کذا اخوه سلیمان بن عبدالوهاب فکان ینکر ما احدثه من البدع والضلال والعقائد الزائغة وانه الف کتابا فی الرد علیه۔

(درر السنیہ مصری صفحہ ۴۲)

اوراس کے والد عبدالوھاب علماء صالحین میں سے تھے اور وہ اپنے اس لڑکے میں بدینی کواپنی فراست سے جانتے تھے اوراس کی بہت مذمت کرتے اورلوگوں کواس سے ڈراتے تھے۔اسی طرح اس کے بھائی سلیمان بن عبدالوہاب بھی عالم صالح تھے اوراس کی ایجاد کردہ گمراہیوں اورضلالتوں اور باطل عقیدوں سے انکارکرتے اوراس کے رد میں انہوں نے ایک کتاب تصنیف کی بلکہ اس محمد بن عبدالوہاب کے اساتذہ اورشیوخ نے بھی اپنی فراستوں سے اس کی گمراہی والحاد کو پہچان لیا تھا اسی الدرر السنیہ میں ہے:۔

الشیخ محمد بن سلیمان الکردی الشافعی والشیخ محمد حیاة السندی الحنفی و کان الشیخان المذکوران وغیرهما من اشیاخه یتفرسون فیه الالحاد والضلال ویقولون سیضل هذا ویضل الله به من ابعده واشقاه فکان الامر کذلك وما اخطأت فراستهم فیه۔

(الدرر السنیہ صفحہ ۴۲)

محمد بن سلیمان کردی شافعی اورشیخ محمد حیات سندی حنفی نے خاص کراوران کے علاوہ اس کے اور مشائخ نے اس کے اندر بیدینی اورگمراہی کواپنی فراستوں سے پہچانا،اوروہ فرماتے تھے کہ عنقریب یہ گمراہ ہوگا اور اللہ ان کوجواس سے دوراور بد بخت ہو گئے ہیں اسکوان کی گمراہی کا سبب بنائیگا،تو اس نجدی کا حال ایسا ہی ہوااوران کی فراست نے اس کے حق میں خطانہیں کی۔پھرمشرق میں اس رأس الکفر کے مذہب اور فتنے کا ظہور ۱۱۴۳ھ میں شروع ہوااور ۱۱۵۰ھ کے بعداس کی شہرت ہوئی اوراس کی جماعت اور متبعین کی کثرت ہوکراس کے فتنے عام ہونے لگے یہاں تک کہ پھر یہ فرقہ وہابیہ نجدیہ مشرقی شہروں پراور ان کے علاوہ بحرین،عمان،مسقط،بغداد بصرہ پر چھا گئے۔بلکہ ان کے زہریلے اثرات شام،وحلب بلکہ حرمین شریفین تک پہونچ گئے۔ہرمقام پرانہوں نے اہل اسلام پرمظالم اورقتل عام کیا،جن کی تفصیل کے لئے ایک دفتر بھی ناکافی ہے۔طائف شریف کے مظالم کا حال سنئے،اسی الدررالسنیہ میں ہے۔

ولما ملکوا الطائف فی ذی القعده سنة الف ومأتین و سبعة عشر قتلوا الکبیر والصغیر والمامور والا مرو لم ینج الا من طال عمره و کانوا یذکون الصغیر علی صدر امه

ونہبوا الأموال و سبوا النساء وفعلواا اشياء يطول الكلام بذ كرها۔ (الدرر السنیہ صفحہ ۴۵)

اور جب یہ فرقہ نجدیہ ۱۲۱۷ھ کے ماہ ذیقعدہ میں طائف پر قابض ہوا تو انہوں نے ایک طرف سے چھوٹے بڑے محکوم اور حاکم سب کا قتل عام کیا اور صرف طویل العمر اس سے نجات پاسکے۔ اور وہ بچے کو اس کی ماں کے سینہ پر ذبح کرتے اور مسلمانوں کے مال لوٹتے، ان کی عورتوں کو چھوکریاں بناتے اور انہوں نے ایسے کام کئے جن کے ذکر سے کلام دراز ہوتا ہے۔ اور خصوصاً اس نے حرمین شریفین میں جس قدر مظالم کئے ان کے ذکر سے کلیجہ منہ کو آتا ہے اس نے مکہ معظمہ پر جب گھیرا ڈالا تھا تو اہل مکہ کتے اور مردار کھانے پر مجبور ہو گئے اور پھر اس نے اس مقدس سرزمین میں ایسا قتل عام کیا کہ الامان الامان اسی الدرر السنیہ میں ہے۔

وقتل كثيراً من العلماء والصالحين وعام المسلمين لانهم لم يوافقوه على ما ابتدعه ۔ (الدرر السنیہ صفحہ ۴۷)

بہت سے علماء اور صالحین اور عام مسلمانوں کو انہوں نے محض اس لئے قتل کیا کہ انہوں نے اس کی نو ایجاد گمراہیوں کی موافقت نہیں کی پھر جب اس فرقہ وہابیہ نجدیہ کا کافی اقتدار اور تسلط ہو گیا تو اس نے اپنے عقائد باطلہ وخیالات فاسدہ کی تبلیغ شروع کردی اسی میں ہے:

كان يمنع اتباعه من مطالعة كتب الفقه والتفسير والحديث واحرق كثيراً منها واذن لكل من اتبعه ان يفسير القرآن بحسب فهمه واحرق دلائل الخيرات وغيرها من كتب الصلاة على النبى وان ذلك بدعة وكان يقول فى كثير من اقوال الائمة الاربعة ليست بشئى ويقدح فى اتباعهم من العلماء الذين الفوا فى المذاهب الاربعة وحرروها ويقول انهم ضلو اواضلو او تارة يقول: ان الشريعة واحدة فما لهئو لاء جعلو ها مذاهب اربعة وان بعض اتباعه كان يقول عصاى هذه خير من محمد لانها ينتفع بها فى قتل الحية ونحو ها ومحمد قد مات ولم يبق فيه نفع اصلا وانما هو طارش وقد مضىٰ وكان يقول لاتباعه انى اتينكم بدين جديد ۔ منكر اته تكفيره الا مة من ستمائة سنة وحرق الكتب الكثيرة وقتله كثيرا من العماء وخواص الناس وعوامهم واستباحة دمائهم واموالهم واظهارا لتجسيم البارى تبارك وتعالىٰ وتنقيصه النبى وسائرالانبياء والمرسلين والاولياء ونبش قبورهم وامران تجعل بعض قبور الاولياء محلا لقضاء الحاجة ومنع الناس من قرائة

دلائل الخيرات ومن الرواتب والاذكار ومن قرأة مولود النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ومن الصلاة على النبى فى المنابربعد الاذان وقتل من فعل ذالك ومنع الدعاء بعد الصلاة وكان يقسم الزكوة على هواه وكان يعتقد ان الاسلام منحصر فيه وفيمن تبعه وان الخلق كلهم مشركون وكان يصرح فى مجالسه وخطبه بتكفير المتوسل بالانبياء والملائكة والاولياء ويزعم ان من قال لاحد مو لانا او سيدنا فهو كافر۔

(ملخصا درر السنیۃ صفحہ ۴۱ تا صفحہ ۵۲)

وہ اپنے متبعین کو فقہ، تفسیر، حدیث کی کتابوں کے مطالعہ کرنے سے روکتا تھا اور اس نے بہت ان کتابوں کو جلا دیا اور وہ اپنے ہر متبع کو حکم دیتا کہ وہ قرآن کی اپنی سمجھ کے اعتبار سے تفسیر کرلیا کرے۔ اور اس نے دلائل الخیرات اور اس کے سوا درود شریف کی کتابوں کو جلا دیا اور ان کو بدعت قرار دیا۔ اور وہ چاروں اماموں کے بہت سے اقوال کو کہہ دیتا یہ کچھ نہیں ہیں، اور ان ائمہ کے ان مقلدین علماء پر جنھوں نے مذاہب اربعہ میں کتابیں تصنیف کی ہیں اعتراض کرتا اور یہ کہتا کہ یہ مصنفین خود گمراہ ہوگئے اور انہوں نے دوسروں کو گمراہ کیا، اور کبھی کہتا شریعت تو ایک ہے پھر ان کو کیا ہوگیا کہ انہوں نے چار مذاہب بنالئے اور اس کے بعض متبعین کہتے: کہ میری یہ لاٹھی محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے بہتر ہے، کیونکہ اس سے سانپ جیسی چیزوں کے مار ڈالنے کا نفع حاصل ہوجاتا ہے اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) مرگئے کہ ان کی ذات سے کسی طرح کا نفع نہ رہا۔ وہ تو صرف قاصد (ڈاکیہ) تھے کہ وہ بھی گذر گئے۔ اور وہ اپنے متبعین سے کہتا تھا: میں بیشک تمہارے پاس نیا دین لیکر آیا ہوں۔ یہ اس کی بری باتیں ہیں، اس کا چھ صدی کے مسلمانوں کو کافر ٹھہرانا۔ اور بہت کتابوں کو جلانا۔ اور اس کا کثیر علماء اور عام وخاص لوگوں کا قتل کرانا۔ اور ان کے خونوں اور مالوں کو مباح قرار دینا۔ اور اللہ تعالیٰ کے لئے جسم ظاہر کرنا اور ہمارے نبی اور تمام انبیاء ومرسلین اور اولیاء علیہ وعلیہم السلام کی توہین کرنا۔ اور ان کے مزارات کا کھدوانا۔ اور بعض مزارات اولیاء کو قضائے حاجت کی جگہ بنانے کا حکم دینا۔ اور لوگوں کو دلائل الخیرات اور وظیفوں اور ذکروں کے پڑھنے اور میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اذان کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صلوۃ میناروں پر پڑھنے سے منع کرنا۔ اور اس صلاۃ پکارنے والے کو قتل کرنا۔ اور نماز کے بعد دعا کرنے سے روکنا۔ اور وہ زکوۃ کو اپنی خواہش کی بنا پر تقسیم کرتا تھا، اور یہ عقیدہ رکھتا کہ بیشک اسلام صرف اس کے اور اس کے متبعین میں پایا جاتا ہے اور سب مخلوق مشرک ہیں۔ اور وہ اپنی مجلسوں اور خطبوں میں انبیاء اور

فرشتوں اور اولیاء کے ساتھ توسل کرنے والے کو صاف طور پر کافر کہتا تھا، اور یہ گمان کرتا کہ جس نے کسی کو مولینا یا سیدنا کہا تو وہ کافر ہے۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ اس فرقہ وہابیہ نجدیہ کے ایسے گندے عقائد اور ناپاک خیالات تھے اور حاکمانہ دباؤ سے ان کو منواتے تھے اور ان کو جو نہیں مانتا اور انکار کرتا تو اس کو قتل کر دیتے تھے، تو ان کے یہ ظالمانہ حرکات اور فتنے اس حد کو پہنچ گئے تھے کہ لوگ چیخ اٹھے اور ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں تھی۔ لہٰذا اس وقت ان کا فتنہ عظیم ترین فتنوں میں تھا۔ جس سے عراق وحجاز متزلزل ہو گئے تھے۔

اسی درر سنیہ میں ہے:

ھذہ بلیۃ ابتلی اللہ بھا عبادہ وھی فتنۃ من اعظم الفتن التی ظھرت فی الاسلام طاشت من بلایاھا العقول وحار فیھا ارباب العقول۔ (الدرر السنیہ صفحہ ۴۶)

یہ آزمائش ہے اللہ نے اس کے ساتھ اپنے بندوں کو آزمایا، اور یہ فتنوں میں سے بڑا فتنہ ہے جو اسلام میں ظاہر ہوا، اس کی آزمائش سے عقلیں جاتی رہیں اور اہل فہم ان میں حیران رہ گئے۔

الحاصل اس تفصیل سے یہ ظاہر ہو گیا کہ حدیث شریف میں مشرق سے جس راس الکفر کے نکلنے اور نجد سے جن فتنوں اور زلزلوں کے ظاہر ہونے کی جو خبر دی گئی تھی تو وہ رائس الکفر محمد بن عبدالوہاب نجدی ثابت ہوا، اور اس نے اور اس کی جماعت نے جتنے مظالم کئے وہ نجد کے فتنے اور زلزلے قرار پائے، تو احادیث کی خبر اس فرقۂ وہابیہ نجدیہ پر صادق آ گئی۔ اور یہ فرمان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی فرقہ نجدیہ کیلئے ہوا۔ اب حدیث شریف کے اس مضمون کے مصداق کی تحقیق ملاحظہ ہو کہ نجد سے شیطان کی جماعت نکلے گی تو اس گروہ شیطان کا مصداق بھی یہی فرقۂ وہابیہ نجدیہ ہے، اس کے لئے صرف یہ حوالہ نہایت کافی ہے۔ علامہ شیخ احمد صاوی حاشیہ جلالین شریف میں تحت آیۂ کریمہ "افمن زین لہ سوء عملہ فراٰہ حسنا" پر مفسر کے اس قول ونزل فی ابی جھل وغیرہ کی تفصیل میں فرماتے ہیں:

وقیل ھذہ الآیۃ نزلت فی الخوارج الذین یحرفون تاویل الکتاب والسنۃ ویستحلون بذلک دماء المسلمین واموالھم کما ھو شاھد الآن فی نظائرھم وھم فرقۃ بارض الحجاز یقال لھم الوھابیہ یحسبون انھم علی شئی الا انھم ھم الکاذبون استحوذ علیھم الشیطان فانساھم ذکر اللہ اولئک حزب الشیطان الا ان حزب الشیطان ھم خاسرون نسال اللہ الکریم ان یقطع دابرھم۔ (صاوی علی الجلالین جلد ۳ مصری صفحہ ۳۵۵)

اور کہا گیا کہ یہ آیت کریمہ ان خوارج کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے کتاب قرآن اور حدیث کی تاویل میں تحریفیں کیں، اور اسی سے مسلمانوں کے خونوں اور مالوں کو حلال ٹھہرایا، جیسا کہ یہ ان جیسوں میں اس وقت مشاہدہ کیا جارہا ہے، اور وہ زمین حجاز میں ایک فرقہ ہے جن کو وہابیہ کہا جاتا ہے، وہ اس گمان میں ہیں کہ کسی دین پر ہیں۔ خبردار ہو کہ وہ جھوٹے ہیں ان پر شیطان غالب ہو گیا، تو اس نے انہیں ذکر بھلا دیا۔ یہ لوگ شیطان کا گروہ ہیں۔ آگاہ ہو جاؤ کہ شیطان کا گروہ ہی خسارہ والا ہے۔ ہم رب کریم سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ان کی اصل کو کاٹ دے۔

شیخ الاسلام علامہ سید احمد دحلان الدرر السنیہ میں اس شیخ نجدی محمد بن عبدالوہاب پر شیطان کی حکمرانی اور تزیین کا ذکر اس طرح کرتے ہیں۔

ولما اراد اظهار ما زينه له الشيطان من البدعة والضلالة انتقل من المدينة وحل الى الشرق وصار يدعو الناس الى التوحيد وترك الشرك ويزخرف لهم القول ويفهمهم ان ما عليه الاناس كله شرك وضلال ۔ (الدرر السنیہ صفحہ ۴۲)

جب شیخ نجدی نے اس گمراہی وضلالت کے اظہار کا ارادہ کیا جس کو شیطان نے اس کے لئے مزین کر دیا تھا تو وہ مدینہ سے مشرق کی طرف منتقل ہوا اور لوگوں کو توحید اور ترک شرک کی دعوت دیتا اور ان کے لئے مزین قول پیش کرتا اور انہیں یہ سمجھاتا کہ لوگ جس دین پر ہیں وہ بالکل شرک اور گمراہی ہے۔ ان عبارات سے ظاہر ہو گیا کہ فرقہ وہابیہ نجدیہ خارجیوں میں سے ہے اور یہ شیطان کی جماعت اور گروہ ہے اور شیطان ہی ان کے اعمال کی تزیین کرتا ہے اور گمراہی وضلالت سکھاتا ہے۔ تو اب روشن طور پر ثابت ہو گیا کہ حدیث شریف کے بیان کردہ شیطانی گروہ سے مراد محمد بن عبدالوہاب نجدی اور اس کا گروہ وہابیہ نجدیہ ہے۔ اور فرمان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم " يطلع قرن الشيطان " اس فرقہ وہابیہ نجدیہ کے لئے تھا۔

اب رہا یہ مضمون حدیث کہ وہ دین سے اس طرح نکل جائینگے جیسے تیر نشانہ سے نکل جاتا ہے اور پھر دین کی طرف لوٹ نہ سکیں گے تو یہ علامت بھی اس فرقہ وہابیہ نجدیہ میں موجود ہے کہ جس قلب میں عقائد نجدیہ کا اثر پیدا ہو گیا وہ اسلام سے ایسا نکل گیا کہ پھر اس کے اسلام کی طرف لوٹنے کی امید نہیں۔

چنانچہ علامہ سید احمد دحلان نے حضرت علامہ شیخ طاہر حنفی کی ملاقات اور ان کی گفتگو کو الدرر السنیہ میں اس طرح نقل فرمایا۔

فاخبرني انه الف كتابا في الرد على هذه الطائفة سماه الانتصار للاولياء الابرار و قال لي لعل الله ينفع به من لم تدخل بدعة النجدى قلبه واما من دخلت في قلبه فلا يرجى فلاحه لحديث البخارى يمرقون من الدين ثم لا يعودون فيه۔ (الدرر السنیہ صفحہ ۵۲)

انہوں نے مجھے خبر دی کہ انہوں نے اس فرقہ پر رد میں ایک کتاب تصنیف کی جسکا نام ''الانتصار للاولیاء الابرار'' رکھا اور مجھ سے فرمایا کہ امید ہے کہ اللہ اس کتاب سے اس کو نفع دے جس کے قلب میں اس نجدی کی گمراہی داخل نہیں ہوئی ہے لیکن جس کے قلب میں داخل ہو چکی ہے تو اس کی اصلاح کی امید نہیں، کہ حدیث میں ہے کہ دین سے نکل جائیں گے اور پھر دین کی طرف نہیں لوٹیں گے۔ بلکہ آج بھی یہ علامت اس فرقہ وہابیہ کے راسخ فی العقیدہ لوگوں میں موجود ہے کہ ان کے سامنے ان کے عقائد باطلہ کے خلاف اگر صریح آیت وحدیث بھی پیش کردی جائے تو لاجواب ہو کر ساکت ہو جائیں گے لیکن اس باطل عقیدہ کو چھوڑ کر عقیدہ اسلام کی طرف لوٹ نہیں سکتے۔ تو اس حدیث شریف کا مصداق یہی فرقہ وہابیہ نجدیہ ثابت ہوا۔ اور فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: يمرقون من الدين ثم لا يعودون اسی فرقہ وہابیہ کے لئے ہے۔

اب رہا یہ مضمون حدیث کہ وہ کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ کی طرف دعوت دینگے۔ تو یہ علامت بھی اس فرقہ وہابیہ میں موجود ہے کہ یہی محمد بن عبدالوہاب نجدی شریعت کے چار دلائل قرآن، حدیث، اجماع، قیاس سے صرف قرآن وحدیث کو دلیل قرار دیتا ہے اور اجماع وقیاس کو دلیل نہیں ٹھہراتا۔ چنانچہ اس نے اپنی کتاب التوحید میں صرف قرآن وحدیث پیش کر کے اپنے مذہب کی دعوت دی ہے علامہ مذکور الدرر السنیہ میں فرماتے ہیں۔

يقول ان الشريعة واحدة فما لهٰؤلاء جعلوها مذاهب اربعة هذا كتاب الله وسنة رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لا نعمل الا بهما۔ (درر سنیہ صفحہ ۴۱ وفیہ ایضاً)

ولا يقول بما عدا القرآن من احاديث النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم واقاويل الصحابة والتابعين والائمة المجتهدين ولا بما استنبطه الائمة من القران والحديث ولا ياخذ بالاجماع ولا با القياس الصحيح ۔ (الدرر السنیہ صفحہ ۴۷)

وہ کہتا کہ شریعت تو ایک ہے پس ان مقلدین کو کیا ہو گیا کہ انہوں نے اس کے چار مذہب بنا لیئے۔ یہ کتاب اللہ قرآن اور سنت رسول علیہ السلام حدیث ہیں ہم تو صرف ان دو پر عمل کرتے ہیں۔ وہ قرآن

کے سوا احادیث نبی اور صحابہ کے اور تابعین کے اور ائمہ مجتہدین کے اقوال اور قرآن وحدیث سے اماموں کے مستنبط احکام کو دلیل نہیں بناتا۔ اور اجماع اور صحیح قیاس کو اخذ نہیں کرتا۔ اور آج بھی یہ علامت اس فرقہ وہابیہ میں موجود ہے اسکا ہر خاص وعام جب کسی بات پر دلیل طلب کریگا تو یہی کہیگا کہ قرآن وحدیث سے ثابت کرو تو اس حدیث شریف کا مصداق یہی فرقہ وہابیہ ہے۔ اور فرمان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم " یدعون الی کتاب اللہ" اسی فرقہ وہابیہ کے حق میں ہے۔

اب رہا یہ مضمون حدیث کہ ان کی عبادت، قرأت، نماز، روزہ بڑے اہتمام اور انتہائی خشوع وخضوع سے ہوگا، تو یہ علامت بھی اس فرقہ وہابیہ میں ایسی زبردست طریقہ پر ہے کہ ان کا ہر فرد اس پر فخر کیا کرتا ہے۔ اور اہل سنت کے سامنے اپنا طرۂ امتیاز ظاہر کیا کرتا ہے کہ جو اہتمام اس جماعت وہابیہ میں قرأت، صوم، صلوۃ کا ہے وہ تمہارے اندر نہیں پایا جاتا۔ لہذا وہ خود اپنی زبان سے اپنی جماعت وہابیہ کے اس حدیث کے مصداق ہونے کا اقرار کرتا ہے۔ اور فرمان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم " یحقر احدکم صلاتہ مع صلاتھم وصیامہ مع صیامھم" اسی فرقہ وہابیہ کے لئے ہے۔ اب رہا یہ مضمون حدیث کہ وہ نجد کا فرقۂ وہابیہ ذوالخویصرہ تمیمی کے سلسلہ میں ہوگا۔ تو یہ محمد بن عبدالوہاب کے لئے خاص پیشین گوئی ہے کہ یہ محمد بن عبدالوہاب بھی تمیمی ہی ہے۔ چنانچہ علامہ سید احمد دحلان الدرر السنیہ میں تصریح نقل فرماتے ہیں۔

ان ھذا المغرور محمد بن عبد الوھاب من تمیم فیمکن انہ من عقب ذی الخویصرۃ التمیمی الذی جاء فیہ حدیث البخاری عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (الدرر السنیہ صفحہ ۵۱)

بیشک یہ مغرور محمد بن عبدالوہاب تمیم میں سے ہے اور ممکن ہے کہ وہ اسی ذوالخوصرہ تمیمی کے سلسلہ میں ہو جس کے حق میں بخاری میں وہ حدیث آئی جو حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اس سے ثابت ہوگیا کہ فرقہ وہابیہ کا شیخ محمد بن عبدالوہاب بھی تمیمی تھا تو بموجب حدیث شریف یہ ذوالخویصرہ تمیمی سے متعلق ہو۔ تو فرمان رسول اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کا یہی تو مصداق ثابت ہوا۔ تو اس فرقہ وہابیہ کی گمراہی کے لئے یہ حدیث خاص دلیل ہے۔ اب رہا یہ مضمون حدیث کہ یہ فرقہ وہابیہ نجدیہ خوارج میں سے ہے تو اس کے ثبوت کے لئے علامہ شامی کا ردالمحتار میں لکھدینا نہایت کافی دلیل ہے:

یکفرون اصحاب نبینا و علمت ان ھذا غیر شرط فی مسمی خوارج بل ھو بیان

لمن خرجو علی سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ والا فیکفی فیہم اعتقادھم کفر من خرجو علیہ کما وقع فی زماننافی اتباع عبد الوھاب الذین خرجو من نجد وتغلبو اعلی الحرمین وکانوا ینتحلون مذھب الحنابلۃ لکنھم اعتقدوا انھم ھم المسلمون وان من خالف اعتقادھم مشرکون واستباحوا بذلک قتل اھل السنۃ وقتل علماء ھم حتی کسر اللہ تعالیٰ شوکتھم وخرب بلا دھم وظفر بھم عساکر المسلمین عام ثلث وثلاثین ومأتین والف۔

(ردالمحتار مصری جلد۳ صفحہ ۳۱۹)

ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب کو کافر کہنا کچھ خارجیوں کے لئے ضروری نہیں ہے بلکہ یہ خاص ان خارجیوں کا بیان ہے جنہوں نے سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ پر خروج کیا تھا، ورنہ خارجی ہونے کے لئے اتنا کافی ہے کہ جن پر خروج کریں انھیں اپنے عقیدے میں کافر جانیں جیسا ہمارے زمانے میں عبدالوہاب کے متبعین سے واقع ہوا جنھوں نے نجد سے نکل کر حرمین پر ظلما قبضہ کیا اور وہ اپنے آپ کو حنبلی بتاتے تھے مگر مذہب یہ کہ صرف وہی مسلمان ہیں اور جو ان کے خلاف مذہب ہے مشرک ہیں، اسی بنا پر انہوں نے اہل سنت اور علماء اہل سنت کا شہید کرنا حلال ٹھرایا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت توڑی اور ان کے شہر ویران کئے اور مسلمانوں کے لشکر و ۱۲۳۳ھ میں ان پر فتح دی۔ اس فقہ کی مشہور کتاب ردالمحتار سے یہ ثابت ہوگیا کہ یہ فرقہ وہابیہ نجدیہ خوارج کا ایک فرقہ ہے تو ہماری یہ پیش کردہ احادیث خوارج اس فرقہ وہابیہ نجدیہ پر صادق آگئیں۔ اور اس فرقہ وہابیہ کے لئے وہی حکم ہے جو خوارج کا حکم ہے۔

ابن ماجہ شریف باب ذکر الخوارج میں حضرت امامہ رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ مروی ہیں

کان ھئو لاء مسلمین فصاروا کفار اقلت یا ابا امامۃ ھذا شئی تقول قال بل سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ (ابن ماجہ شریف صفحہ ۱۶)

یہ لوگ پہلے مسلمان تھے پھر کافر ہو گئے راوی نے کہا میں نے یہ دریافت کیا اے ابو امامہ یہ بات تم کہتے ہو۔ جواب دیا بلکہ اس کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا فقہ کے مشہور فتاوی بزازیہ میں خوارج کو کافر کہا "یجب اکفار الخوارج فی اکفار ھم جمیع الامۃ سواہ" (بزازیہ جلد۳ صفحہ ۳۱۸) خارجیوں کو اس بنا پر کافر کہنا واجب ہے کہ وہ اپنے سوا تمام امت کو کافر کہتے ہیں۔ اس حدیث شریف اور عبارت فتاویٰ سے خوارج کا حکم معلوم ہو گیا کہ وہ کافر ہیں اور ان کا کافر ماننا بحکم فقہاء

کرام واجب ہے۔

اب باقی رہی حدیث شریف کی یہ علامت کہ وہ سر منڈے آئیں گے۔ تو یہ اس فرقہ وہابیہ نجدیہ کی وہ ممتاز اور خاص علامت ہے جو اس کے سوا کسی اور فرقہ میں نہیں پائی گئی۔ چنانچہ حضرت علامہ سید احمد وحلان الدرر السنیہ میں فرماتے ہیں:

وفی قوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم سیماهم التحلیق تنصیص علی هئو لاء القوم الخارجین من المشرق التابعین لا بن عبدا لوهاب فیماابتدعه لا نهم کانوا یا مرون من اتبعهم ان یحلق رأسه ولا یترکونه یفارق مجلسهم اذا اتبعهم حتی یحلقوا راسه ولم یقع مثل ذالك قط من احد من الفرق الضلالة اللتی مضت قبلهم فالحدیث صریح فیهم و کان السید عبدا لرحمٰن الا هدل مفتی زبید یقول لا یحتاج ان یالف احد تالیفا للرد علی ابن عبدا لوهاب بل یکفی فی الرد علیه قوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم سیماهم التحلیق فانه لم یفعله احد من المبتدعة غیر هم و کان ابن عبدالوهاب یا مرا یضا بحلق رؤس النساء اللاتی یتبعنه فاقامت علیه الحجة مرة امرأة دخلت فی دینه کرها و جد دت اسلامها علی زعمه فامر بحلق راسها فقالت له انت تامر الرجال بحلق رؤسهم فلو امرت بحلق لحا هم لسا غ لك ،تامر بحلق رؤس النساء لان شعر الراس للمرأة بمنزلة اللحیة للرجال فبهت ا لذی کفر ولم یجد لها جوابا لکنه انما فعل ذلك یصدق علیه وعلی من تبعه قوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم سیماهم التحلیق فان المتبادر منه حلق الراس فقد صدق صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فیما قال۔ (درر السنیہ صفحہ ۵۰

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس قول میں کہ ان کی علامت سر منڈانا ہے اس مشرق سے نکلنے والی ابن عبدالوہاب کی نو ایجاد گمراہی کی اتباع کرنے والی قوم کے لئے خاص نص ہے کہ یہ لوگ ہر اس شخص کو جو ان کا اتباع کرے اس کے سر منڈوانے کا حکم دیتے ہیں، اور جب ان کا کوئی پیرو ہو جاتا تو اس کو وہ اتنی مہلت نہیں دیتے کہ وہ ان کی مجلس سے جدا ہو جائے یہاں تک کہ اس کے سر کو منڈوا دیتے، اور ان سے پہلے جتنے گمراہ فرقے گذرے کسی سے بھی کبھی ایسی بات واقع نہ ہوئی، تو ان کے لئے یہ حدیث صریح ہے۔ اور سید عبدالرحمٰن اہدل مفتی زبید کہتے تھے۔ کہ اس ابن عبدالوھاب کے رد کے لئے اب کسی کو کتاب کے تصنیف کرنے کی حاجت نہیں۔ بلکہ اس کے رد میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کا یہ فرمان کافی ہے کہ ان کی علامت سر منڈانا ہے کہ ان کے سوااور گمراہوں سے کسی نے بھی تو یہ کام نہیں کیا۔ اور ابن عبدالوھاب تو ان عورتوں کے سر منڈانے کا بھی حکم دیتا تھا جو اس کی پیروی کرتیں۔ ایک بار ایک عورت نے تو اس پر حجت ہی قائم کردی۔ وہ اس کے مذہب میں بالجبر داخل ہوئی اور اس کے زعم میں اس نے تجدید اسلام کی، تو اس نے اس عورت کے سر منڈانے کا حکم دیا، تو اس عورت نے اس سے کہا تو مردوں کے سر منڈانے کا حکم دیتا ہے تو ان کی داڑھیوں کے مونڈنے کا اگر حکم دیتا تو تیرے لئے روا ہوتا کہ عورتوں کے سر منڈانے کا حکم دیتا کہ عورتوں کے سر کے بال بمنزلہ مردوں کی داڑھی کے ہیں، تو وہ کافر مبہوت ہوگیا اور اس سے اس عورت کی بات کا جواب نہ بنا۔ لیکن یہ بات محض اس لئے کرتا کہ خود اس پر اور اس کے متبعین پر وہ قول نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صادق آجائے کہ ان کی علامت سر منڈانا ہے اور تحلیق کا متبادر معنی سر کا منڈانا ہے، تو حضور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جیسا فرمایا ویسا ہی صادق آگیا۔ الحاصل حدیث شریف کی اس خاص علامت اور دیگر علامتوں نے اس فرقہ وہابیہ نجدیہ کے خارجی اور گمراہ وکافر ہونے کو ایسا معین کردیا کہ اب ان کے پہنچاننے میں کسی کم علم کو بھی کسی طرح کا شبہ وشک لاحق نہ ہوگا۔

اس موقع پر اس قدر تفصیلی بحث اور ثبوت پیش کردیئے گئے کہ کسی مخالف کو بھی اب اس میں جائے سخن ومجال ورمزدہ باقی نہیں۔ لیکن ممکن ہے کہ ہندوستان کے فرقہ وہابیہ دیوبندیہ کا کوئی فرد نجدیوں کی محبت میں آکر انکار کی راہ تلاش کرنے لگے تو اس کو یہ پیغام موت پیش کیا جاتا ہے کہ تمام دیوبندی قوم کے شیخ جی۔ اور سارے فرقۂ وہابیہ کے پیر جی مولوی حسین احمد فیض آبادی (جس نے مدرسہ دیوبند کی آخر دم تک صدر مدرسی کی) وہ اپنی مشہور کتاب الشہاب الثاقب میں اسی محمد ابن عبدالھاب نجدی کا ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں۔

صاحبو محمد بن عبدالوہاب نجدی ابتدا تیرھویں صدی میں نجد عرب سے ظاہر ہوا۔ اور چونکہ خیالات باطلہ وعقائد فاسدہ رکھتا تھا اس لئے اس نے اہل سنت والجماعت سے قتل وقتال کے ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا گیا۔ ان کے قتل کرنے کو باعث ثواب ورحمت شمار کرتا رہا، اہل حرمین کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکالیف شاقہ پہنچائیں۔ سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ ادا کئے، بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکالیف شاقہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا اور ہزاروں آدمی اس کے اور اس کی فوج کے ہاتھوں

شہید ہوگئے۔ الحاصل وہ ایک ظالم وباغی خونخوار فاسق شخص تھا۔ (شہاب الثاقب مطبوعہ دیوبند صفحہ ۵۰)

پھر انہیں وہابیوں کے پیر جی اور دیوبندیوں کے شیخ میاں حسین احمد صاحب نے اسی کتاب الشہاب الثاقب میں اسی نجدی کے یہ عقائد باطلہ تحریر کئے محمد بن عبدالوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم وتمام مسلمان دیار مشرک وکافر ہیں اور ان سے قتل وقتال کرنا ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال وجائز بلکہ واجب ہے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خاں نے خود اس کے ترجمہ میں ان دونوں باتوں کی تصریح کی ہے۔ (الشہاب الثاقب صفحہ ۵۰)

(۲) نجدی اور ان کے اتباع کا اب تک یہی عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات فقط اسی زمانہ تک ہے، جب تک وہ دنیا میں تھے بعد ازاں وہ اور دیگر مؤمنین موت میں برابر ہیں، اگر بعد وفات ان کو حیات ہے تو وہی حیات برزخ ہے جو احاد امت کو بھی ثابت ہے، بعض ان کے حفظ جسم نبی کے قائل ہیں مگر بلا علاقہ روح اور متعدد لوگوں کی زبان سے بالفاظ کریہہ کہ جن کا زبان پر لانا جائز نہیں دربارۂ حیات نبوی علیہ السلام سنا جاتا ہے اور انہوں نے اپنے رسائل وتصانیف میں لکھا ہے۔

(الشہاب الثاقب صفحہ ۵۲)

(۳) زیارۃ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وحضوری آستانہ شریفہ وملاحظہ روضہ مطہرہ کو یہ طائفہ بدعت حرام وغیرہ لکھتا ہے، اس طرف اس نیت سے سفر کرنا محظور وممنوع جانتا ہے " لا تشدو الرحال الا الی ثلثة مساجد ا" ان کا مستدل ہے، بعض ان میں کے سفر زیارت کو معاذ اللہ تعالیٰ زنا کے درجہ کو پہونچاتے ہیں۔ اگر مسجد نبوی میں جاتے ہیں تو صلاۃ وسلام ذات اقدس نبوی علیہ الصلاۃ والسلام کو نہیں پڑھتے اور نہ اس طرف متوجہ ہوکر دعاء وغیرہ مانگتے ہیں۔ (الشہاب الثاقب صفحہ ۵۵)

(۴) شان نبوت وحضرت رسالت علی صاحبہا الصلوۃ والسلام میں وہابیہ نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے اور اپنے آپ کو مماثل ذات سرور کائنات خیال کرتے ہیں اور نہایت تھوڑی سی فضیلت زمانہ تبلیغ کی مانتے ہیں اور اپنی شقاوت وضعف اعتقادی کی وجہ سے جانتے ہیں کہ ہم عالم کو ہدایت کر کے راہ پر لا رہے ہیں ان کا خیال ہے کہ رسول مقبول علیہ السلام کا کوئی حق اب ہم پر نہیں اور نہ کوئی احسان اور فائدہ ان کی ذات پاک سے بعد وفات ہے، اور اسی وجہ سے توسل دعا میں آپ کی ذات پاک سے بعد وفات ناجائز کہتے ہیں، ان کے بڑوں کا مقولہ ہے معاذ اللہ۔ معاذ اللہ نقل کفر کفر نہ باشد کہ ہمارے ہاتھ کی لاٹھی ذات فخر سرور کائنات علیہ الصلاۃ والسلام سے ہم کو زیادہ نفع دینے والی ہے۔ ہم اس

سے کتے کو بھی دفع کر سکتے ہیں ذات فخر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تو یہ بھی نہیں کر سکتے۔

(الشہاب الثاقب صفحہ ۵۷)

(۴) وہابیہ اشغال باطنیہ واعمال صوفیہ مراقبہ وذکر وفکر وارادت ومشیخت فی ربط القلب یا شیخ وفنا وبقا وخلوت وغیرہ اعمال کو فضول ولغو وبدعت وضلالت شمار کرتے ہیں اوران اکابر کے اقوال وافعال کو شرک وغیرہ کہتے ہیں۔ اوران سلاسل میں دخول کو بھی مکروہ و مستقبح بلکہ اس سے زائد شمار کرتے ہیں چنانچہ جن لوگوں نے دیار نجد کا سفر کیا ہوگا یا ان سے اختلاط کیا ہوگا ان کو بخوبی معلوم ہوگا فیوض روحیہ ان کے نزدیک کوئی چیز نہیں ہیں۔ (الشہاب الثاقب صفحہ ۷۲)

(۶) وہابیہ کسی خاص امام کی تقلید کو شرک فی الرسالۃ جانتے ہیں اورائمہ اربعہ اوران کے مقلدین کی شان میں الفاظ واہیہ خبیثہ استعمال کرتے ہیں اوراس کی وجہ سے بہت سے مسائل میں وہ گروہ اہل سنت والجماعت کے مخالف ہوگئے۔ چنانچہ غیر مقلدین ہند اسی طائفہ شنیعہ کے پیرو ہیں۔ وہابیہ نجد عرب اگرچہ بوقت اظہار دعویٰ حنبلی ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔ لیکن عملا درآمدان کا ہرگز جملہ مسائل میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر نہیں ہے بلکہ وہ بھی اپنی فہم کے موافق جس حدیث کو مخالف فقہ حنابلہ خیال کرتے ہیں اس کی وجہ سے فقہ کو چھوڑ دیتے ہیں ان کا بھی مثل غیر مقلدین ہند اکابر کی شان میں الفاظ گستاخانہ وبے ادبانہ استعمال کرنا معمول بہ ہے۔ (الشہاب الثاقب صفحہ ۷۶ و ۷۷)

(۷) مثلاً الرحمٰن علی العرش استوی وغیرہ آیات میں طائفہ وہابیہ استواء ظاہری اور جہات وغیرہ ثابت کرتا ہے جس کی وجہ سے ثبوت جسمیت وغیرہ لازم آتا ہے۔

(الشہاب الثاقب صفحہ ۷۹)

(۸) وہابیہ نجدیہ یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں اور برملا کہتے ہیں کہ یارسول اللہ میں استعانت لغیر اللہ ہے لہذا شرک ہے۔ (الشہاب الثاقب صفحہ ۸۰)

(۹) وہابیہ خبیثہ کثرت صلاۃ وسلام درود برخیر الانام علیہ السلام اور قرأت دلائل الخیرات قصیدہ بردہ وقصیدہ ہمزیہ وغیرہ اوراس کے پڑھنے اوراس کے استعمال کرنے اور ورد بنانے کو سخت قبیح ومکروہ جانتے ہیں، اور بعض بعض اشعار کو شرک وغیرہ کی طرف نسبت کرتے ہیں مثلا۔

یا اشرف الخلق مالی من الوذبه : سواك عند حلول الحادث العمم

اے افضل مخلوقات میرا کوئی نہیں جس کی پناہ پکڑوں بجز تیرے بروقت نزول حوادث

(الشہاب الثاقب صفحہ ۸۱)

(۱۰) وہابیہ تمباکو کھانے اور اس کے پینے کو حقہ میں ہو یا سگار میں یا چرٹ میں اور اس کے ناس لینے کو حرام اور اکبر الکبائر میں سے شمار کرتے ہیں، ان جہلاء کے نزدیک معاذ اللہ زنا اور سرقہ کرنے ولا اس قدر ملامت نہیں کیا جاتا جس قدر تمباکو کا استعمال کرنے والا ملامت کیا جاتا ہے اور وہ اعلیٰ درجہ کے فساق وفجار سے وہ نفرت نہیں کرتے جو تمباکو کے استعمال کرنے والے سے کرتے ہیں۔

(الشہاب الثاقب صفحہ ۸۱)

(۱۱) وہابیہ امر شفاعت میں اس قدر تنگی کرتے ہیں کہ بمنزلہ عدم کے پہنچادیتے ہیں

(الشہاب الثاقب صفحہ ۸۲)

(۱۲) وہابیہ سوائے علم احکام والشرائع جملہ علوم اسرار وحقائق وغیرہ سے ذات سرور کائنات خاتم النبیین علیہ الصلاۃ والسلام کو خالی جانتے ہیں۔ (الشہاب الثاقب صفحہ ۸۲)

(۱۳) وہابیہ نفس ذکر ولادت حضور سرور کائنات علیہ الصلاۃ والسلام کو قبیح وبدعت کہتے ہیں اور علی ھذ القیاس اذکار اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کو بھی برا سمجھتے ہیں۔ (الشہاب الثاقب صفحہ ۸۳)

بالجملہ ساری وہابی قوم کے پیر جی اور دیوبندی جماعت کے شیخ جی کی تصنیف کردہ کتاب الشہاب الثاقب کی بلفظہ عبارات نقل کردینے کے بعد مزید کسی اور کتاب وہابی کے پیش کرنے کے حاجت نہیں تھی لیکن اتماماً للحجۃ وہابیہ کی سب سے معتبر مستند کتاب ''التصدیقات لدفع التلبیسات'' معروف ''بالمہند'' کو اور پیش کرتا ہوں کہ اس پر تمام اکابر دیوبند کی تصدیقیں بھی ہیں، ان مصدقین میں حکیم الامۃ الوہابیہ مولوی اشرفعلی تھانوی، مولوی عزیز الرحمٰن دیوبندی، وہابیہ کے سب سے بڑے مفتی کفایت اللہ شاہجہاں پوری مدرسہ دیوبند کے صدر مدرس مولوی محمود حسن دیوبندی، مہتمم مدرسہ دیوبند مولوی محمد احمد بن القاسم النانوتوی، مولوی مسعود احمد بن رشید احمد گنگوہی قابل ذکر ہیں، اور ان کے علاوہ کثیر مدرسین مدارس دیوبند سہارنپور، مراداباد، میرٹھ، دہلی کے دستخط بھی ہیں۔ تو سارے فرقہ وہابیہ اور تمام دیوبندی قوم کی مصدقہ کتاب میں ہے کہ مولوی خلیل احمد انبیٹھی اس سوال کا جواب دیتے ہیں۔

بارھواں سوال: محمد بن عبدالوہاب نجدی مباح سمجھتا تھا مسلمانوں کے خون اور ان کے مال وآبرو کو، اور تمام لوگوں کو منسوب کرتا تھا شرک کی جانب، اور سلف کی شان میں گستاخی کرتا تھا، اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ اور کیا سلف اور اہل قبلہ کی تکفیر کو تم جائز سمجھتے ہو یا کیا مشرب ہے؟

جواب: ہمارے نزدیک ان کا وہی حکم ہے جو صاحب درمختار نے فرمایا ہے، خوارج کی ایک جماعت ہے شوکت والی (الی قولہ) اور علامہ شامی نے اس کے حاشیہ میں فرمایا ہے: جیسا کہ ہمارے زمانہ میں عبدالوہاب کے تابعین سے سرزد ہوا کہ نجد سے نکل کر حرمین شریفین پر متغلب ہوئے۔ اپنے کو حنبلی مذہب بتلاتے تھے، لیکن ان کا عقیدہ یہ تھا کہ بس وہی مسلمان ہیں اور جو ان کے عقیدہ کے خلاف ہو وہ مشرک ہے اور اسی بنا پر انہوں نے اہل سنت اور علماء اہل سنت کا قتل مباح سمجھ رکھا تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت توڑ دی۔

(المہند مطبوعہ بلالی پریس ساڈھورہ صفحہ ۱۳)

ان ہر دو کتب ''الشہاب الثاقب'' اور ''المہند'' کی عبارات سے آفتاب کی طرح ثابت ہو گیا کہ ان اکابر علماء دیو بند و مفتیان فرقۂ وہابیہ نے نہایت صاف طور پر اس محمد بن عبدالوہاب نجدی اور ان کے متبعین فرقہ وہابیہ نجدیہ کو نہ فقط ظالم، وفاسق اور خونخوار وخبیث ہی کہا، بلکہ باغی، خارجی، خیالات باطلہ وعقائد فاسدہ والا، اہل حرمین شریفین کو تکالیف شاقہ پہونچانے والا، اہل اسلام کے قتل کو باعث ثواب ورحمت قرار دینے والا۔ اموال مسلمین کو مال غنیمت اور حلال ٹھہرانے والا، ہزار ہا اہل سنت کو شہید کرنے والا، مسلمانوں کو بالجبر اپنے عقائد باطلہ کی تکالیف دینے والا، سلف صالحین کی شانوں میں گستاخی وبے ادبی کرنے والا، جملہ اہل عالم کو مشرک کافر بنانے والا، اور انبیاء علیہم السلام کی حیات کا انکار کرنے والا، خاص روضۂ خضراء کے لئے سفر کو بدعت وحرام ٹھہرانے والا، بلکہ اس مبارک سفر زیارت کو زنا کی برابر قرار دینے والا، باوجود مسجد نبوی میں داخل ہو جانے کے بعد بھی مواجہ اقدس میں صلاۃ وسلام نہ پڑھنے والا، روضہ اطہر کی طرف متوجہ ہو کر دعا کو ناجائز کہنے والا، شان رسالت میں گستاخی کے الفاظ استعمال کرنے والا، ذات نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دعا میں توسل کو ناجائز جاننے والا، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات پاک سے زائد نفع دینے والا اپنی لاٹھی کو ثابت کرنے والا، تمام اشغال واعمال صوفیہ کو فضول ولغو اور بدعت وضلالت قرار دینے والا، اقوال وافعال اولیاء کو شرک کہنے والا، بیعت ودخول سلسلہ کو مکروہ وقبیح ٹھہرانے والا، تقلید شخصی یعنی ایک امام کی تقلید کو شرک قرار دینے والا، ائمہ اربعہ اور ان کے مقلدین کے لئے واہی اور خبیث الفاظ استعمال کرنے والا، باوجود اپنے لئے دعوئے حنبلیت کے بہت سے مسائل فقہ حنبلی کو چھوڑ دینے والا، اللہ تعالیٰ کے لئے استواء ظاہری اور جہات وجسمانیت ثابت کرنے والا، ندائے یارسول اللہ کو شرک قرار دینے والا، کثرت صلاۃ وسلام ودلائل الخیرات اور قصیدہ بردہ کے

وردکو سخت مکروہ وقبیح جاننے والا ،بعض اشعار قصیدہ بردہ کوشرک قرار دینے والا ، تمبا کو کھانے یا پینے کوحرام واکبر الکبائر ٹھہرانے والا، تمبا کو کھانے یا پینے والے کو زانی اور چور سے زائد قابل ملامت ولائق نفرت ثابت کرنے والا ، انبیاء علیہم السلام کی شفاعت سے بالکل انکار کرنے والا ، حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جملہ اسرار وغیوب سے خالی جاننے والا ا ، ذکار اولیاء کو برا سمجھنے والا ،صرف اپنے فرقۂ وہابیہ کو بس مسلمان قرار دینے والا ، اور اپنے عقیدہ کے خلاف تمام اہل اسلام کو مشرک ٹھہرانے والا ثابت کیا۔لہذا ان اکابر و پیشوایان دیوبند کے خلاف اب کسی وہابی دیوبندی کو یہ حق حاصل نہیں رہا کہ وہ اس محمد بن عبدالوہاب نجدی اور اس کے فرقۂ وہابیہ نجدیہ کے لئے ایک کوئی اچھا کلمہ کہہ سکے ، یا ان کے ان گندے عقائد ومسائل کو صحیح وعمدہ قرار دے سکے ، یا وہ اس فرقۂ وہابیہ کی پیروی اور اتباع کا دم بھر سکے ، یا اس فرقۂ نجدیہ کے کسی رسالہ اور کتاب کی اشاعت کر سکے ، کہ خود ان کے اکابر ومفتیان دیوبند نے بھی اس فرقہ نجدیہ کو گمراہ یا باغی خارجی اور کافر مرتد مان لیا ہے۔ جیسا کہ ان کتابوں سے ظاہر ہو چکا۔تو ان کے عقائد ومسائل کے باطل اور غلط ہونے کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ یہ عقائد ومسائل اس فرقہ کے ہیں جنکا کفر وضلال ثابت ہو چکا ہے ،تو ضرورت تو نہیں تھی کہ ان سوالات کے جن میں عقائد نجدیہ ہیں مبسوط جوابات لکھے جائیں ۔لیکن احقاق حق وابطال باطل اور مزید اطمینان قلوب مسلمین کے لئے ہر سوال کے جواب میں کچھ بحث پیش کی جائیگی۔

سوال اول: قبر شریف پر دعا کرنا ، اور خاص نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر شریف پر دعا کرنا بدعت ہے۔کیونکہ ایک حرف بھی اسکے متعلق دین میں کہیں وارد نہیں کہ آپ نے لوگوں کو اس کی ترغیب دلائی ہو ، اور نہ یہ ثابت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خاص قبر شریف پر کوئی دعا کی ہو ، جس قدر ثابت ہے وہ یہ ہے کہ وہ سلام عرض کر کے واپس چلے جاتے تھے۔ امام مالک اور خلیفہ منصور کا واقعہ غلط ہے۔ بینوا توجروا

جواب:

قبر پر دعا کرنا نہ فقط جائز بلکہ سنت ہے۔ چنانچہ مسلم شریف میں حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

کان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کلما کان لیلتها من رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یخرج من اخر اللیل الی البقیع فیقول السلام علیکم دار قوم مؤمنین

واتاکم ما توعدون غدامؤجلون وانا ان شاء الله بکم لا حقون اللهم اغفر لاهل البقیع الغر قد۔ (مشکوۃ شریف صفحہ ۱۵۴)

جب بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت عائشہ کے لئے خاص رات ہوتی تھی تو آخررات میں بقیع (قبرستان مدینہ طیبہ) کی طرف تشریف لے جاتے۔ پس فرماتے تم پر سلام ہو اے اہل سرائے مومنین تمہیں جس چیز کا وعدہ کیا تھا وہ مل چکا کل روز قیامت کی مدت کی مہلت دی گئی ہے ہم انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں اے اللہ بقیع غرقد والوں کی مغفرت کر۔

مسلم شریف میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

کان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یعلمهم اذااتی المقابر السلام علیکم اهل الدیار من المومنین والمسلمین وانا ان شاء الله بکم لا حقونْ نسئل الله لنا ولکم العافیة۔ (مشکوۃ صفحہ ۱۵۴)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کو جب وہ قبور کی طرف روانہ ہوتے یہ کلمات تعلیم کرتے تھے، تم پر سلام ہو اے اہل سرائے مومنین و مسلمین ہم بھی انشاء اللہ تم سے ضرور ملنے والے ہیں ہم اللہ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے عافیت کا سوال کرتے ہیں ان احادیث شریفہ سے ثابت ہو گیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود بھی قبر پر دعا کی اور امت کو قبر پر دعا کرنے کی تعلیم بھی کی۔ تو قبر پر دعا کرنا سنت ہو گیا، اسی بنا پر سلف وخلف نے قبور پر دعائیں کی۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا" قبر موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ تریاق اکبر است مرقبول اجابت دعارا" (از جذب القلوب) حضرت موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کی قبر قبولیت واجابت دعا کے لئے تریاق اکبر ہے، بلکہ یہ حضرت امام شافعی بھی خود مزار حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ پر حاضر ہوتے اور دعا کرتے۔

انی اتبرك بابی حنیفة واجئی الی قبره فاذا عرضت لی حاجة صلیت رکعتین وسألت الله تعالیٰ عند قبره فتقضی سریعا۔ (ردالمحتار مصری جلد اصفحہ ۳۹)

میں امام ابوحنیفہ کے ساتھ تبرک حاصل کرتا ہوں اور ان کی قبر پر حاضر ہوتا ہوں مجھے جب کوئی حاجت پیش ہوتی ہے تو دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور ان کی قبر کے پاس اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں تو وہ حاجت پوری ہو جاتی ہے۔ تو جب قبور عامۃ المومنین اور اولیاء صالحین پر دعا کرنا نہ فقط معمول امت بلکہ سنت سے ثابت ہوا تو قبور انبیاء کرام پر اور خصوصا سید الانبیاء محبوب کبریا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کی قبر اطہر پر دعا کرنے کا ہمیں حکم فرمایا گیا ہے۔

حضرت علامہ امام شیخ تقی الدین سبکی شفاء السقام اسی بحث دعا میں یہ فرماتے ہیں:

نقول زیارۃ قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثبت فیھا ھذہ المعانی الاربعۃ" (زیارۃ القبور اما التذکر الموت والاخرۃ او الدعا لاھلہ او للتبرک باھلہ اولا داء حقھم) اما الاول فظاھر واما الثانی فلا نا ماموررون بالدعاء لہ وان کان ھو غنیا بفضل اللہ عن دعائنا والثالث والرابع فلا نہ لا احد من الخلق اعظم برکۃ منہ ولا اوجب حقا علینا منہ فالمعنی الذی فی زیارۃ قبرہ لا یوجد فی غیرہ ولا یقوم غیرہ مقامہ ۔ (شفاء السقام صفحہ ۶۵)

تو قبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے یہ چاروں منافع ثابت ہوتے ہیں۔ موت اور آخرت کا یاد کرنا، اہل قبر کے لئے دعا کرنا، اہل قبر سے تبرک حاصل کرنے کے لئے، اہل قبر کا حق ادا کرنے کیلئے، تو پہلا نفع تو ظاہر ہے۔ اور دوسرا نفع یہ کہ ہمیں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے دعا کرنے کا حکم دیا گیا ہے اگر چہ حضور بفضل خدا ہماری دعا سے مستغنی ہیں، ان پر فضل خدا بہت ہے۔ تیرا اور چوتھا نفع یہ ہے کہ مخلوق میں کوئی ان سے زائد برکت والا۔ اور نہ ہم پر ان سے زائد کسی کا حق واجب ہے تو جو نفع ان کی قبر شریف کی زیارت میں ہے تو وہ کسی کی زیارت قبر میں نہیں پایا جاتا کہ کوئی ان جیسا نہیں ہوسکتا۔

اس عبارت سے ثابت ہو گیا کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہم پر حق ہے تو اس حق کے ادا کرنے اور روضۂ اطہر پر حاضر ہو کر دعا کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے، تو روضۂ اطہر پر دعا کا کرنا نہ فقط جائز بلکہ سنت ثابت ہوا۔ اور مصنف "منسک" اسکے خلاف یہ لکھتا ہے:

خاص نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر شریف پر دعا کرنا بدعت ہے۔

تو اس نے سنت کو بدعت قرار دیا اور معمولات کو نا جائز ٹھہرا دیا۔ اور کیسی دلیری سے اس نے ساری امت کو بدعتی اور گمراہ بنایا، اور پھر لطف یہ ہے کہ دعوے تو اتنا بڑا کیا اور اس پر کوئی دلیل پیش نہ کرسکا محض اپنی جہالت سے یہ دلیل گڑھتا ہے۔

کیونکہ ایک حرف بھی اس کے متعلق دین میں نہیں وارد نہیں کہ آپ نے لوگوں کو اس کی ترغیب دلائی ہو۔

دیکھو یہ مصنف کا کیسا اندھاپن ہے کہ جو معمولات امت ہو، جس کو ائمہ دین نے خود کیا ہو اور

دوسروں کو حکم دیا ہو، جس کو خود شارع علیہ السلام نے خود کیا ہو اور دوسروں کو اس کے کرنے کی تعلیم دی ہو، جس میں بکثرت احادیث وارد ہیں۔ کافی اقوال سلف وخلف موجود ہیں جنکا کچھ نمونہ ہم نے پیش کیا ہے، تعجب ہے کہ اس کور چشم کو ان کا ایک حرف نظر نہیں آیا اور سلف کا بلکہ خود شارع علیہ اسلام کا ترغیب اور تعلیم دینا اس کو نہیں دکھا۔ تو اس کے لئے یہ شعر بہت کافی ہے

شعر نہ بیند بروز شپرہ چشم ☆ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ ست

پھر یہ مصنف بالکل آنکھیں بند کر کے لکھتا ہے۔

اور نہ یہ ثابت ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے خاص قبر شریف پر کوئی دعا کی ہے، جس قدر ثابت ہے وہ یہ ہے کہ وہ سلام عرض کر کے واپس چلے جاتے تھے۔

حیرت ہے اس بے علم مصنف کو یہ خبر نہیں کتنے صحابہ کرام نے روضۂ طاہرہ پر حاضر ہو کر کیسی کیسی دعائیں کیں ہیں۔ علامہ قاضی عیاض شفا شریف میں اور علامہ علی قاری اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

قال بعضهم رأيت انس ابن مالك اتى قبرا لنبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فوقف (اى بين بديه) فرفع يديه حتى ظننت انه افتتح الصلوة فسلم على النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ثم انصرف (لا يعرف استحباب رفع اليدين فى ذالك المقام عن احد من العلام ولعله دعا الله سبحانه وتشفع به عليه السلام۔ (شرح شفا مصری صفحہ ۱۵۲)

بعض نے کہا میں نے حضرت انس بن مالک کو دیکھا کہ وہ قبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حاضر ہوئے اور ان کے سامنے کھڑے ہوئے پھر اپنے ہاتھ اٹھائے یہاں تک کہ میں نے خیال کیا انھوں نے درود شروع کیا پھر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سلام پیش کیا پھر واپس ہوئے۔ اس مقام میں رفع یدین کا مستحب ہونا علماء میں سے کسی سے منقول نہیں، تو غالباً حضرت انس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور حضور علیہ السلام کے ساتھ توسل کیا۔

بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اور ابن ابی شیبہ نے بسند صحیح اپنے مسند میں حضرت مالک الدار رضی اللہ عنہ سے روایت کی:

اصاب الناس قحط فى زمان عمر بن الخطاب رضى الله عنه فجاء رجل (اى بلال بن الحارث الصحابى) الى قبر النبى ﷺ فقال: يا رسول الله استسق الله لا متك فانهم قد هلكوا فاتاه رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فى المنام فقال ائت عمر

فاقرئه السلام واخبره انهم مسقون ۔ (وفاء الوفاء مصری جلد ۲ صفحہ ۴۲۱)

کہ خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں قحط سالی میں لوگ مبتلا ہوئے حضرت بلال بن حارث صحابی حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر شریف پر حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ اپنی امت کو سیراب کیجئے اللہ سے بارش طلب کیجئے کہ وہ ہلاک ہو جائیں گے، تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: کہ عمر کے پاس جا کر ان سے سلام کہنا اور ان کو خبر دینا کہ وہ بیشک سیراب کئے جائیںگے۔

علامہ ابن حجر نے الجوہر المنظم میں اور حافظ عبداللہ نے مصباح الظلام میں حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہ سے روایت کی:

قد طلع علينا اعرابی بعد ما دفن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بثلاثة ايام فرمى بنفسه على قبرالنبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم حثا من ترابه على راسه وقال يا رسول الله قلت فسمعنا قولك ووعيت عن الله سبحانه وما وعينا عنك وكان فيما انزل عليك" ولو انهم اذظلموا انفسهم جاؤك فاستغفروا الله الاية" وقد ظلمت وجئتك تستغفر لى فنودى من القبر انه قد غفرلك۔ (وفاء الوفاء مصری جلد ۲ صفحہ ۴۱۲)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دفن کرنے کے تین دن بعد ہمارے روبرو ایک اعرابی آئے اور وہ قبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر گر پڑے اور اپنے سر پر خاک مزار انور ڈالنے لگے اور عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: پس ہم نے آپ کی بات کو سنا اور میں نے اللہ سبحانہ کے کلام اور آپ کے کلام کو محفوظ کیا۔ اور آپ پر نازل شدہ میں سے یہ آیت ہے۔ اور اگر انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور وہ آپ کے پاس آئے پھر انہوں نے اللہ سے مغفرت چاہی تا آخر آیت۔ تو میں نے ظلم کیا ہے اور آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں تو آپ میری مغفرت طلب کیجئے۔ تو قبر شریف سے آواز آئی کہ تجھکو بخش دیا گیا۔

ان احادیث سے ثابت ہو گیا کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے بھی قبر اطہر پر حاضر ہو صرف سلام ہی عرض نہیں کیا بلکہ دعا بھی کی۔ مصنف اپنی بے علمی سے یا قصداً جان بوجھ کر اس کا انکار کرتا ہے اور سنت صحابہ کرام کو بدعت ٹھہراتا ہے العیاذ باللہ تعالیٰ۔

پھر مصنف کی کمال جرأت ملاحظہ ہو کہ وہ کہتا ہے کہ

امام مالک اور خلیفہ منصور کا واقعہ غلط ہے۔

اس واقعہ کو پانچویں صدی کے علامہ محدث حضرت قاضی عیاض جن کے علم وفضل اور امانۃ وتفقہ اور جلالت وعظمت پر امت کا اتفاق ہے، جو اپنے عہد کے صدر المفتیین اور مسائل ونوازل کے امام محقق تھے، انہوں نے، اس واقعہ کو اپنی اس سند متصل صحیح سے ذکر کیا:

حدثنا قاضی ابو عبدالله محمد بن عبدالرحمن الاشعری وابو القاسم احمد بن بقی الحاكم وغيرو احدفيما اجاز وفيه قالوا اخبر نا ابو العباس احمد بن عمر بن دلهاث قال حدثنا ابوالحسن علی بن فهر حدثنا ابوٗ بكر محمد بن احمد بن الفرح حدثنا ابوا لحسن عبدالله بن المنتاب قال حدثنا يعقوب بن اسحاق بن ابی اسرائيل حدثنا بن حميد قال ناظرا بو جعفر اميرالمؤمنين(هو الخليفة المنصور) مالكا (ای الامام) فی مسجد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقال له يا امير المؤمنين لا ترفع صوتك فی هذا المسجد. فان الله تعالىٰ ادب قوما فقال لا ترفعوا اصواتكم فوق صوت النبی الاية ومدح قوما فقال ان الذين يغضون اصواتهم عند رسول الله الاية وذم قوما فقال ان الذين ينا دونك من وراء الحجوات الاية وان حرمته ميتا كحرمته حيا فاستكان لها ابو جعفر وقال يا اباعبدالله استقبل القبلة وادعو ام استقبل رسو الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقال (مالك) ولم تصرف وجهك عنه فهو وسيلتك ووسيلة ابيك ادم عليه السلام الى الله يوم القيامة بل استقبله واستشفع به فيشفعك الله قال الله تعالىٰ "ولوانهم اذظلموا انفسهم جاؤك الآية۔ (شرح شفا مصری صفحہ ۷۰ تا ۱۷)

ہم سے بیان کیا قاضی ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن اشعری نے اور ابوالقاسم احمد بن بقی حاکم نے اوران کے علاوہ جن جن شیوخ نے مجھے اجازت دی ہے ان سب نے کہا: ہمیں ابوالعباس احمد بن عمر بن دلہاث نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابوالحسن علی بن فہر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابوبکر محمد بن احمد بن فرح نے ذکر کیا، انھوں نے کہا ہم سے ابوالحسن عبداللہ بن منتاب نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یعقوب بن اسحاق بن ابواسرائیل نے بیان کیا، انھوں نے کہا کہ ہم سے ابن حمید نے بیان کیا کہ امیر المؤمنین ابوجعفر خلیفہ منصور نے حضرت امام مالک سے مناظرہ کیا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مسجد شریف میں تو امام نے اس سے فرمایا: اے امیر المؤمنین تم اس مسجد میں اپنی آواز کو بلند نہ کرو کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کو اس طرح ادب سکھایا اور قرآن میں فرمایا: کہ تم اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر

بلند نہ کرو تا آخر آیت ۔ اور ایک قوم کی اس طرح تعریف کی تو فرمایا: جو لوگ اپنی آوازوں کو رسول اللہ کے پاس پست رکھتے ہیں تا آخر آیت ۔ اور ایک قوم کی مذمت کی پس فرمایا: جو لوگ آپ کو حجروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں تا آخر آیت ۔ اور بیشک حضور کی بعد وفات بھی وہی عزت ہے جیسی زمانہ حیات میں تھی تو قول امام کے روبرو ابو جعفر جھک گیا اور اس نے امام سے عرض کیا: کہ اے امام مالک! کیا میں قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر دعا کروں یا قبر رسول اللہ کی جانب متوجہ ہو کر، تو امام نے فرمایا: تو ان سے اپنے چہرہ کو کیوں پھیرتا ہے جو اللہ کی طرف تیرا بھی وسیلہ ہیں اور تیرے باپ آدم علیہ السلام کا بھی وسیلہ ہیں بروز قیامت ۔ بلکہ تو انہیں کی طرف متوجہ ہو اور ان کے ساتھ توسل کر تو اللہ تیرے حق میں ان کی شفاعت قبول کریگا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور تمہارے پاس آئیں اور اللہ سے مغفرت طلب کریں تا آخر آیت ۔ اسی طرح اس واقعہ کو امام فقیہ محدث علامہ تقی الدین سبکی نے شفاء السقام میں، اور شیخ الاسلام مفتی الانام الامام العلامہ سید شریف نور الدین علی سمہودی نے وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ میں، اور خاتمۃ المحققین خلاصۃ المدققین علامہ شہاب الدین احمد قسطلانی نے المواہب اللدنیہ میں، اور خاتمۃ الفقہاء والمحدثین بقیۃ المجتہدین علامہ ابن الحجر نے الجوہر المنظم میں فرمایا۔

روایة ذلك عن مالك جاءت بالسند الصحیح الذی لا مطعن فیه وقال العلامة الزرقانی فی شرح المواهب ورواها ابن فهد باسناد جید و رواها القاضی عیاض فی الشفاء باسناد صحیح رجاله ثقات لیس فی اسنادها وضاع ولا كذاب۔ (الدرر السنیہ مصری صفحہ ۱۰)

یہ روایت امام مالک سے ایسی صحیح سند کے ساتھ وارد ہے جس میں کسی طرح کا طعن نہیں ۔ اور علامہ زرقانی نے شرح مواہب لدنیہ میں فرمایا کہ اس روایت کو ابن فہد نے جید اسناد کے ساتھ روایت کیا اور اس کو قاضی عیاض نے تو شفا میں ایسی صحیح سند کے ساتھ روایت کی جس کے راوی ثقہ ہیں اور اس روایت کی سند میں کوئی کذاب اور وضاع نہیں ۔

تو اس قدر کتابوں سے ثابت ہو گیا کہ یہ حضرت امام مالک اور خلیفہ منصور کا واقعہ بالکل صحیح ہے، اس کی سند جید اور صحیح ہے، اس کے رجال ثقہ ہیں، کسی پر کوئی طعن نہیں، نہ ان میں کذاب نہ وضاع ہے، لہذا اس واقعہ کو وہی غلط کہہ سکتا ہے جسکا مذہب غلط ہو۔ عقیدہ غلط ہو۔ استدلال غلط ہو۔ فہم غلط ہو۔ امام غلط ہو۔ تو اس کو ہر چیز ہی غلط نظر آئیگی ۔ تو مصنف کا ایسے معتبر و مستند واقعہ کو بلا دلیل محض اپنی ناقص رائے سے غلط کہہ دینا خود اس کے سرتاپا غلط ہونے کی دلیل ہے مولیٰ تعالیٰ اس کو ہدایت کرے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بالصواب

سوال دوم: قبر شریف کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا عام طور پر لوگوں کا قبر شریف کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا اس قدر بدترین منکرات میں سے ہے جو کہ انسان کے ایمان کو فاسد کر دیتا ہے، کیونکہ یہ عمل غیر اللہ کی عبادت کے مشابہ ہے، سینے پر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا ایک ایسا عمل ہے جو نماز کے اعمال سے مخصوص ہے۔ ان جاہلوں نے اپنی جہالت سے یہ تصور کر لیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے پسند کرتے ہیں کہ ان کی تعظیم بھی اسی طرح کی جائے جیسے کہ خاص اللہ جل شانہ کی کی جاتی ہے۔ قبر نبوی کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی حق تعالیٰ کے سوا کسی اور کو سجدہ کرے۔ کیونکہ ہاتھوں کا سینہ پر تعظیم کے لئے رکھنا ایک عبادت ہے جس کو بجز نماز کے ادا کرنا جائز نہیں، جیسے کہ سجود ماسوا اللہ کسی کے لئے جائز نہیں اسی طرح بجز نماز کے کسی کی تعظیم کے لئے ہاتھوں کو سینہ پر رکھ کر کھڑا ہونا بھی ناجائز ہے۔ بینوا توجروا

الجواب:

مصنف کا یہ قول غلط و باطل ہے۔ قبر کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا یہ آداب میں سے ایک بہترین ادب ہے جس کی علمائے عظام وفقہائے کرام نے بھی تصریح کی ہے۔ فقہ کی مشہور کتاب فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ثم ینهض فیتوجه الی قبره فیقف عند رأسه مستقبل القبلة ثم ید نو منه ثلثة اذرع او اربعة ولا یدنو منه اکثر من ذالك ولا یضع یده علی جدار التربة فهو اهیب واعظم للحرمة ویقف کما یقف فی الصلوة۔ (عالمگیری جلد ۱ صفحہ ۱۳۶)

زائر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر انور کی طرف متوجہ ہو کر سر مبارک کی طرف متوجہ ہو کر سر مبارک کے مقابل قبلہ رو کھڑا ہو بقدر تین یا چار گز فاصلہ کے اور اس سے زائد قریب نہ ہو اپنا ہاتھ بنظر ادب تربت مبارک کی دیوار پر نہ رکھے۔ اور اس طرح کھڑا ہو جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے۔

مراقی الفلاح میں ہے:

ثم تنهض متوجها الی القبر الشریف فتقف بمقدار اربعة اذرع بعیدا عن المقصورة الشریفة بغایة الادب مستدبر القبلة محاذیالرأس النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ووجهه الاکرم۔ (طحاوی مصری صفحہ ۴۲۳)

پھر قبر شریف کی طرف متوجہ ہو کر کھڑا ہو۔ اور بقدر چار گز کے گنبد شریف سے فاصلہ پر بغایت ادب قبلہ کو پشت کر کے حضور نبی کرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سر اقدس و چہرۂ انور کے مقابل کھڑا ہو۔ شیخ الاسلام علامہ سید سمہودی نے ''وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ'' میں سلسلہ آداب زیارت میں فرمایا:

ومنها ان توجه بعد ذالك الى القبر الكريم مستعينا بالله تعالىٰ فى رعاية الادب فى هذه الموقف العظيم فيقف بخشوع وخضوع "(وفيه ايضا) فينبغي ان تقف بين يديه كما وصفنا (وفيه ايضا) قال الكرمانى من الحنيفية ويضع يمينه على شماله كما فى الصلوة　　(وفاء الوفا مصری جلد۲ صفحہ ۴۳۷)

منجملہ آداب زیارت کے یہ ہے کہ قبر کریم کی طرف متوجہ ہو اس مقام عظیم میں رعایت ادب کی اللہ تعالیٰ سے اعانت طلب کرنے والا ہو، پھر خشوع وخضوع کے ساتھ کھڑا ہو، پس مناسب ہے کہ ہم نے جس طرح ذکر کیا قبر شریف کے سامنے کھڑا ہو۔ امام کرمانی حنفی نے کہا کہ اپنے دہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر اس طرح رکھے جیسا کہ نماز میں رکھتا ہے۔

علامہ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی جذب القلوب میں بیان آداب زیارت میں فرماتے ہیں:

ودر وقت سلام آنحضرت ووقوف در آنجناب باعظمت دست راست را بر دست چپ بنہد چنانچہ درحالت نماز کند، کرمانی کہ از علماء حنفیہ است تصریح کردہ است۔　(جذب القلوب صفحہ ۱۶۸)

بوقت سلام سامنے کھڑے ہونے میں باحترام دہنے ہاتھ کو بائیں پر ایسے رکھے جس طرح حالت نماز میں رکھتا ہے، علماء حنفیہ میں سے امام کرمانی نے اس بات کی تصریح کی ہے۔ شیخ الاسلام علامہ سید احمد دحلان الدرر السنیہ میں ناقل ہیں:

ذكر علماء المناسك ايضا ان استقبال قبره الشريف و وقت الزيارة والدعاء افضل من استقبال القبله قال العلامة المحقق الكمال بن الهمام ان استقبال القبر الشريف افضل من استقبال القبله۔　　(درر السنیہ مصری صفحہ ۲۲)

نیز علماء مناسک نے کہا کہ بوقت زیارت ودعا حضور کی قبر شریف کی طرف متوجہ ہونا قبلہ کی طرف متوجہ ہونے سے افضل ہے۔ علامہ محقق ابن ہمام نے فرمایا کہ بیشک قبر شریف کی طرف متوجہ ہونا رو بقبلہ ہونے سے بہتر ہے۔ ان کثیر عبارات فقہاء وعلماء کرام سے ثابت ہو گیا کہ زائر کا بوقت زیارت وسلام ودعا قبر شریف کے سامنے قبلہ کی طرف پشت کر کے اور مزار اطہر کی طرف منہ کر کے وجہ شریف اور

سراقدس کے مقابل بغایت ادب بخشوع وخضوع اس طرح دونوں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا افضل ہے جیسے نماز میں دہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر باندھ کر بصد خشوع وخضوع کھڑا ہوتا ہے۔ اسی کی تصریحات مذاہب اربعہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کی کتب میں موجود ہیں بلکہ خود ائمہ مذاہب سے بھی اس میں تصریحیں مروی ہیں۔ مسند امام اعظم میں خود امام اعظم سے مروی ہے:

ابو حنیفة عن نافع عن ابن عمر رضی الله عنهما قال من السنة ان تاتی قبر النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم من قبل القبلة وتجعل ظهرك الی القبلة وتستقبل القبر بوجهك ثم تقول السلام علیك ایها لنبي ورحمة الله وبركاته۔

(مسند امام اعظم جلد ا صفحہ ۵۲۳)

امام اعظم نافع سے راوی اور وہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی انہوں نے فرمایا: یہ سنت ہے کہ تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر اطہر پر قبلہ کی جانب سے آئے اور قبلہ کی طرف اپنی پشت کرنا اور قبر شریف کی جانب اپنا منہ کر لینا، پھر عرض کرنا آپ پر سلام ہو اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اور اس کی برکتیں۔ حضرت امام مالک کا یہ قول سوال اول کے جواب میں منقول ہوا۔

لم تصرف وجهك عنه فهو وسیلتك ووسیلة ابیك ادم علیه السلام الی الله یوم القیامة بل استقبله واستشفع به۔ (شرح شفا مصری جلد ۲ صفحہ ۱۷)

تو ان کی طرف سے اپنے چہرے کو کیوں پھیرتا ہے پس وہ تو بروز قیامت اللہ کی طرف تیرے لئے وسیلہ ہیں اور تیرے باپ آدم علیہ السلام کے لئے وسیلہ ہیں بلکہ تو ان کی طرف منہ کر اور ان کے ساتھ توسل کر۔ علامہ سبکی شفاء السقام میں حضرت امام مالک کی روایت نقل کرتے ہیں۔

روی عن مالك بن انس الامام رحمة الله علیه انه قال اذا اراد الرجل ان یاتی قبر النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فیستدبر قبلة ویستقبل النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ویصلی علیه ویدعو۔ (شفاء السقام مصری صفحہ ۱۱۹)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا جب کوئی شخص حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر شریف پر حاضری کا ارادہ کرے تو وہ قبلہ کی طرف تو پشت کرلے اور قبر شریف کی طرف منہ کرے اور حضور پر سلام پیش کرے پھر دعا کرے۔

انہیں علامہ سبکی نے شفاء السقام میں خود اپنے مذہب شافعی کو نقل کیا:

وعن اصحاب الشافعی وغیرہ یقف وظهرہ الی القبلة ووجهه الی الحظیرة وهو قول ابن حنبل۔ (شفاء السقام صفحہ ۱۱۳)

اصحاب شافعی وغیرہ سے منقول ہے کہ زائر اس طرح کھڑا ہو کہ اس کی پشت تو قبلہ کی طرف اور اس کا چہرہ گنبد شریف کی طرف ہو اور یہی امام احمد ابن حنبل کا قول ہے۔

علامہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں قول مذہب شافعی کو نقل فرماتے ہیں:

عن مالك قال اذا سلم علی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ودعا یقف ووجهه الی القبر لا الی القبلة ویدنو ویسلم ولا یمس القبر بیده انتهی والی هذا ذهب الشافعی والجمهور۔ (زرقانی مصری جلد ۸ صفحہ ۳۰۵)

امام مالک نے فرمایا جب کوئی شخص نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سلام پیش کرے اور دعا کرے تو یوں کھڑا ہو کہ اسکا چہرہ قبر شریف کی طرف ہو قبلہ کی طرف نہ ہو اور قریب ہو جائے اور سلام پیش کرے۔ اور اپنے ہاتھ روضہ انور کو مس نہ کرے یہی امام شافعی اور جمہور کا مذہب ہے۔

وفیه ایضا " اما دعاء فان الجمهور ومنهم الشافعیة والمالکیة والحنفیة علی الاصح عندهم کما قال العلامة الکمال بن الهمام علی استحباب استقبال القبر الشریف واستدبار القبلة لمن اراد الدعاء۔ (زرقانی مصری جلد ۸ صفحہ ۳۱۴)

لیکن دعا کرنا تو بیشک جمہور اور ان میں شافعی اور مالکی بھی داخل ہیں اور صحیح قول کی بنا پر احناف بھی ہیں جیسا کہ علامہ ابن ہمام حنفی نے فرمایا کہ اس شخص کے لئے جو دعا کرنے کا ارادہ کرے قبر شریف کی طرف منہ کرنا اور قبلہ کی طرف پشت کرنا مستحب ہے۔

علامہ سبکی شفاء السقام میں امام محدث فقیہ ابن بطہ حنبلی کی "کتاب الابانہ" سے ناقل۔

تاتی القبر تستقبله وتجعل القبلة وراء ظهرك وتقول السلام علیك ایها النبی ورحمة الله۔ (شفاء السقام صفحہ ۱۱۲)

تو قبر شریف پر حاضر ہو تو اس کی طرف منہ کر اور قبلہ کو پس پشت کر اور کہہ کہ آپ پر سلام ہو اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں۔

یہی علامہ سبکی شفاء السقام میں مذہب حنبلی کی "کتاب المستوعب" سے ناقل ہیں:

قال یجعل القبر تلقاء وجهه والقبلة خلف ظهره والمنبر عن یساره وذکر کیفیة

السلام والدعاء۔ (شفاء السقام صفحہ ۱۱۴)

کہا کہ قبر شریف کو اپنے چہرہ کے سامنے اور قبلہ کو اپنی پشت کے پیچھے اور منبر کو اپنے بائیں طرف رکھے اور کیفیت سلام اور دعا کا ذکر کیا۔ علامہ سید احمد دحلان الدرر السنیہ میں مکہ شریف کے مفتی حنابلہ شیخ محمد کا فتویٰ نقل کرتے ہیں۔

ان المعتمد عندا لحنابلة هو ما ذكره السائل اعنى استحباب استقبال القبر عند الدعاء واستحباب التوسل والمنكر لذلك جاهل بمذهب الامام احمد

(الدرر السنیہ مصری صفحہ ۲۱)

صفحہ:-۱۶۷"

بیشک حنبلیوں کا معتمد مذہب وہ ہے جس کو سائل نے ذکر کیا یعنی بوقت دعا قبر انور کی طرف منہ کرنا مستحب ہے اور توسل کرنا مستحب ہے، اور جو اس کا انکار کرے وہ امام احمد کے مذہب سے جاہل ہے۔

ان عبارات سے ثابت ہو گیا کہ اصحاب مذاہب اربعہ حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنبلیہ بلکہ خود ائمہ اربعہ کی تصریحات نے یہ ظاہر کر دیا کہ جو شخص بقصد زیارت روضۂ منورہ پر حاضر ہو تو وہ قبر شریف کے سامنے کھڑا ہو۔ اور قبلہ کی طرف پشت اور قبر شریف کی طرف منہ کر کے سلام پیش کرے اور دعا کرے۔ اور نہایت ادب واحترام کے ساتھ بخشوع وخضوع دونوں ہاتھ باندھ کر اس طرح کھڑا ہو جیسے نماز میں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوتا ہے یہی امت کے لئے بہتر وافضل ہے۔ اور بوقت زیارت حسن ادب ہے اور اہل اسلام کا معمول ہے اور امت نے جب اس بات پر اتفاق کر لیا تو یہ ہرگز گمراہی نہیں ہو سکتا کہ آقا ومولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ دیدیا ہے۔

لا يجمع امة محمد على ضلالة ويد الله على الجماعة ومن شذ شذ فى النار

(رواہ الترمذی عن ابن عمر رضی اللہ عنہما)

امت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔ اور اللہ کی مدد جماعت پر ہے اور جو جماعت سے نکلا دوزخ میں ڈال دیا جائیگا۔ تو اب اس جماعت مسلمین کا مخالف صرف یہ فرقہ وہابیہ نجدیہ ہوا، تو بحکم حدیث یہ فرقہ گمراہ وجہنمی ثابت ہوا۔ اور تعجب یہ ہے کہ یہ فرقہ اپنے آپ کو حنبلی کہتا ہے۔ اور مذہب حنبلی کی کھلی ہوئی مخالفت کر رہا ہے۔ نہ اس کے لئے اقوال حنابلہ حجت، نہ قول امام احمد بن حنبل دلیل، نہ معمول امت ہونا سند، نہ حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما۔

من السنة ان تاتی قبر النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم من قبل القبلة وتجعل ظهرك الی القبلة وتستقبل القبر بوجهك ۔

قابل عمل جواوپر مسند امام اعظم سے منقول ہوئی۔ بلکہ سب کے خلاف یہ مصنف کتنی دلیری کے ساتھ یہ لکھتا ہے۔

عام طور پر لوگوں کا قبر شریف کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا اس قدر بدترین منکرات میں سے ہے جو انسان کے ایمان کو فاسد کر دیتا ہے۔

اوپر کی حدیث شریف سے ثابت ہو چکا ہے کہ جوامت اور جماعت مسلمین کی مخالفت کرے وہ بے ایمان اور جہنمی ہے تو یہ مصنف مخالفت امت ہو کر خود جہنمی و بے ایمان ثابت ہوا۔ اور پھر اس بے ایمان کی مزید بے ایمانی یہ ملاحظہ ہو کہ امت مرحومہ کے فعل کو بدترین منکر قرار دیتا ہے۔ اور تمام اہل اسلام کے ایمان کو فاسد ٹھہراتا ہے۔ اور ہماری پیش کردہ عبارات کتب دین کو بلکہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کو بدترین منکر اور ایمان کی مفسد بتاتا ہے۔ اور پھر قابل توجہ یہ بات ہے کہ یہ مصنف اس ادب زیارت کے بدترین منکر اور مفسد ایمان ہونے پر کوئی دلیل پیش نہ کر سکا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے اس دعوے پر کوئی دلیل شرعی پیش کر بھی نہیں سکتا کہ جب اس کا یہ دعویٰ ہی بالکل غلط اور باطل ہے تو پھر اس کے لئے کوئی دلیل شرعی کیسے ہو سکتی ہے پھر جب مصنف نے اپنے اس دعوے پر دلیل نہ ہونے کی کمزوری کا خود بھی احساس کیا تو اس کے لئے اپنے دل سے خود ہی دلیل گڑھ دی۔

کیونکہ یہ عمل غیر اللہ کی عبادت کے مشابہ ہے، سینہ پر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا ایک ایسا عمل ہے جو نماز کے اعمال سے مخصوص ہے۔

مصنف کا یہ دعوی۔ (کہ ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا نماز کے مخصوص اعمال میں سے ہے) بھی ایسا ہی بے دلیل ہے جس پر وہ کوئی دلیل خصوص پیش نہ کر سکا۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ وہ کوئی دلیل پیش کر بھی نہیں سکتا کہ جب اوپر فتاویٰ عالمگیری کی عبارت میں گذرا" یقف کما یقف فی الصلاة " یعنی قبر شریف کے سامنے اسی طرح کھڑا ہو جس طرح نماز میں کھڑا ہوتا ہے۔ اور جذب القلوب کی عبارت میں صاف طور پر مذکور ہوا" دست راست رابر دست چپ بنہد چنانچہ در حالت نماز کند" یعنی قبر شریف کے سامنے داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر اس طرح کھڑا ہو جیسے حالت نماز میں کرتا ہے۔ تو ان کتب شرع سے جب یہ ثابت ہو رہا ہے کہ قبر شریف کے سامنے نماز کی طرح دہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر

کھڑا ہونا بہتر وافضل اور حسن ادب ہے۔ تو ان کتب شرع نے اسی مشابہت نماز کا حکم دیا، تو یہ مصنف اسی مشابہت کو محض اپنی رائے ناقص سے عدم جواز کی دلیل بنارہا ہے، تو اس کا قول بالکل ان کتب شرع کے خلاف ثابت ہوا۔ تو اس کا یہ دعوے کہ ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا نماز کے مخصوص اعمال میں سے ہے بالکل باطل اور غلط قرار پایا۔ پھر یہ مصنف اپنی مزید جہالت کا اس طرح اظہار کرتا ہے۔

ان جاہلوں نے اپنی جہالت سے یہ تصور کرلیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے پسند کرتے ہیں کہ ان کی تعظیم بھی اسی طرح کی جائے جیسے کہ خاص اللہ جل شانہ کی کی جاتی ہے۔

یہ مصنف کس قدر جری و بے باک ہے کہ اس نے کس کس کو جاہل بنایا، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کو اس نے جاہل کہا، فقہاء کرام کو اس نے جاہل کہا، ساری امت کو اس نے جاہل قرار دیا، پھر اس جاہل کو یہ خبر نہیں کہ اگر ایسی تعظیم رسول علیہ السلام سے خاص اللہ جل شانہ کی جیسی تعظیم لازم آتی ہے تو وہ نماز سے ذکر رسول التحیات اور درود شریف وغیرہ کو نکال ڈالے کہ نماز خاص اللہ جل شانہ کی عبادت ہے۔ اس میں صرف ذکر خدا کرے۔ تو نماز میں وہ یہ ذکر رسول کیوں کرتا ہے۔ کیا اس میں مشابہت لازم نہیں آتی۔ پھر بقول مصنف کیا وہ نماز میں درود والتحیات پڑھ کر یہی تصور کرتا ہوگا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز میں اپنے ذکر کو پسند کرتے ہونگے کہ ان کا ذکر بھی نماز میں اسی طرح کیا جائے جیسے کہ خاص اللہ جل شانہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو یہ مصنف اپنی اس دلیل سے نماز میں ذکر رسول التحیات ودرود شریف پڑھنے کو ناجائز وممنوع اور بدترین منکر ومفسد ایمان قرار دے۔ پھر اس جاہل سے پوچھو، کیا تیرے نزدیک نماز کے اندر ذکر رسول کر کے تعظیم رسول کا اعتقاد تو جائز ہے اور خارج نماز میں قبر شریف کے سامنے ہاتھ باندھ کر سلام عرض کر کے تعظیم رسول کا یہ فعل ناجائز وممنوع ہے۔ تو یہ اس مصنف کی جاہلانہ بات نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ پھر یہ مصنف اپنا تیسرا دعوے یوں لکھتا ہے۔

قبر نبوی کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا ایسی ہی ہے جیسے کہ کوئی حق تعالیٰ کے سوا کسی کو سجدہ کرے۔

اس نے دعویٰ تو کیا لیکن اس پر کوئی دلیل پیش نہ کرسکا، اتنی بات تو مسلم ہے کہ غیر اللہ کے لئے سجدہ ممنوع ہے، اس کی ممانعت میں حدیثیں وارد ہوچکیں۔ لیکن مصنف ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے کی ممانعت میں بھی تو کوئی حدیث پیش کرے، اگر اس کی ممانعت میں کوئی حدیث ہوتی تو ہمارے سلف

وخلف کبھی اس کا حکم نہیں دیتے اور تمام امت قبر شریف کے سامنے ہرگز ہاتھ باندھ کر کھڑی نہ ہوتی۔ تو ظاہر ہوگیا اس کو ناجائز کہنا محض فرقہ وہابیہ کی ناقص رائے اور اوندھے دماغ کی پیداوار کا نتیجہ ہے۔ اسی بنا پر جب مصنف کو اپنے دعوے پر دلیل نہ مل سکی تو اس. نے اپنی فہم ناقص سے یہ دلیل خود ہی گڑھ دی۔

کیونکہ ہاتھوں کا سینہ پر تعظیم کے لئے رکھنا ایک عبادت ہے جس کا بجز نماز کے ادا کرنا جائز نہیں جیسے کہ سجدہ ماسوا اللہ کسی کے لئے جائز نہیں اسی طرح بجز نماز کے کسی کی تعظیم کے لئے ہاتھوں کا سینے پر رکھ کر کھڑا ہونا بھی ناجائز ہے۔

مصنف کی یہ دلیل مزید دو دعووں پر مشتمل ہے۔ ایک دعوے تو یہ ہے کہ ہاتھوں کا سینے پر تعظیم کیلئے رکھنا عبادت ہے، دوسرا دعوی یہ ہے کہ بجز نماز کے کسی غیر اللہ کی تعظیم کے لئے ہاتھوں کا سینے پر رکھ کر کھڑا ہونا جائز نہیں ہے۔ پہلے تو اس مصنف کی یہ فریب دہی ملاحظہ ہو کہ یہ پہلے دعوے کی دلیل پیش نہ کر سکا۔ تو یہ ہر دو دعوے ناقابل تسلیم ہوئے۔ اور یہ قبول نہیں تو جو دلیل ان سے مرتب ہوئی تھی وہ کیسے قبول ہوسکتی ہے۔ علاوہ بریں غیر اللہ کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا حدیث شریف سے ثابت ہے جس کو بخاری ومسلم نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو طلب کیا " فلما دنا من المسجد قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم للانصار قوموا الى سيدكم" (مشکوۃ شریف صفحہ ۴۰۳)

جب سعد مسجد کے قریب آئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا تم اپنے سردار کی طرف کھڑے ہو۔ تو غیر اللہ کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا حکم شارع علیہ السلام سے اور فعل صحابہ کرام سے ثابت ہوگیا۔

اب باقی رہا اس قیام تعظیمی میں ہاتھوں کا باندھنا یا نہ باندھنا، تو یہ عدم جواز قیام تعظیمی کے لئے نہ علامت نہ سبب، تو پھر عدم جواز کہاں سے پیدا ہوا۔ علاوہ بریں قیام نماز میں اگر شافعیہ سینہ پر ہاتھ باندھتے ہیں تو مالکیہ ان کو چھوڑے ہوئے رکھتے ہیں، اور قومہ میں تو ہاتھ نہیں باندھے جاتے بلکہ انہیں چھوڑ دیا جاتا ہے تو قیام نماز میں ہاتھوں کا باندھنا اور نہ باندھنا اور چھوڑ دینا بھی عبادت قرار پائیگا، تو مصنف کے نزدیک کسی دینی رہنما عالم قاری اور والد وحاکم کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا بھی ناجائز ہوگا۔ اب چاہے وہ ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو یا بغیر باندھے کھڑا ہو۔ بلکہ اس کے نزدیک تو کسی غیر اللہ کے سامنے دو زانو بیٹھنا بھی ناجائز ہی ہوگا اور سجدہ کی طرح ہوگا کہ نماز میں جس طرح قیام ورکوع وسجدہ پایا جاتا ہے،

اسی طرح دوزانوں بیٹھنا بھی تو نماز کا رکن ہے، تو بجز نماز کے کسی کے سامنے دوزانو بیٹھنا بھی مصنف کے نزدیک ناجائز قرار پایا۔

الحاصل جو سلف وخلف کی مخالفت کرے اور اپنی ناقص رائے سے دینی مسائل بیان کرے وہ اسی طرح ٹھوکریں کھاتا ہے اور قعر ضلالت میں گر جاتا ہے اور اس کی اس غلط روی سے پھر کوئی بات بنانے سے بھی نہیں بنتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

سوال سوم: حجرہ نبویہ کی دیواروں اور جالیوں کو چومنا انتہائی جہالت اور غفلت کی دلیل ہے۔

جواب۔ کمال ادب ومزید احترام تو یہی ہے کہ روضۂ منورہ کی دیواروں جالیوں کو نہ بوسہ دے نہ ہاتھ سے مس کرے؛

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "ولا یمسح القبر ولا یقبلہ"

(فتاویٰ عالمگیری قیومی جلد۲ صفحہ ۱۰۹)

قبر کو نہ تو ہاتھ سے مس کرے نہ اسے بوسہ دے۔

شیخ الاسلام علامہ سمہودی وفاء الوفا شریف میں فرماتے ہیں:

ومنها ان يجتنب لمس الجدار وتقبيله والطواف به والصلوة اليه

(وفاء الوفا مصری جلد۲ صفحہ ۴۴۲)

آداب زیارت سے یہ ہے کہ دیوار قبر کے چھونے اس کے بوسہ دینے اور اسکا طواف کرنے اور اس کی طرف نماز پڑھنے سے پرہیز کیا جائے۔ لیکن جو عشاق غلبۂ الفت اور استغراق محبت سے سرشار ہوں تو انہیں روضہ مطہرہ کی دیواروں اور جالیوں کا بوسہ دینا اور مس کرنا بالکل ناجائز بھی نہیں قرار دیا جاسکتا۔ کہ فتاویٰ عالمگیری میں تو قبر والدین کے بوسہ کی اجازت دی عبارت یہ ہے "ولا باس بتقبيل قبر والديه"

(از فتاوی عالمگیری جلد۴ صفحہ ۱۰۹)

اپنے والدین کی قبر کے بوسہ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس عبارت سے ثابت ہو کہ قبر والدین کا بوسہ ناجائز نہیں۔ لہٰذا جب قبر والدین کا بوسہ ناجائز نہیں تو جس ذات پاک پر والدین صدقے اور قربان ہو جائیں تو ان کی قبر شریف پر بوسہ کیسے ناجائز ہو سکتا ہے۔ علامہ سمہودی وفاء الوفاء میں الطیب الفاشری سے ناقل ہیں:

عن المحب الطبری انه يجوز تقبيل القبر ومسه قال وعليه عمل العلماء الصالحين

(وفاء الوفاء مصری جلد۲ صفحہ۴۲۲)

محب طبری سے منقول ہے کہ وہ قبر کے بوسے اور مس کرنے کو جائز کہتے ہیں اور کہا اسی پر علماء صالحین کا عمل ہے۔

اسی وفاء الوفاء میں عالم مکہ علامہ ابن ابی الصیف یمانی شافعی کا قول منقول ہے۔

"نقل جواز تقبیل المصحف واجزاء الحدیث وقبو را لصالحین"

(وفاء الوفاء جلد۲ صفحہ۴۲۲)

قرآن کے اور کتب حدیث کے اور قبور صالحین کے بوسہ کا جواز منقول ہے۔

اسی وفاء الوفاء میں حضرت علامہ حافظ ابن حجر کا یہ قول منقول ہے۔

استنبط بعضهم من مشروعية تقبيل الحجر الا سود جواز تقبيل كل من يستحق التعظيم من ادمي وغيره۔ (وفاء الوفا مصری جلد۲ صفحہ۴۲۲)

بعض علماء نے حجر اسود کے بوسہ کے جائز ہونے سے ہر مستحق تعظیم کے بوسہ کے جواز پر استدلال کیا۔ اب وہ مستحق تعظیم آدمی ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور ہو۔ اسی وفاء الوفاء میں حضرت امام احمد بن حنبل کا جواب اور ان کے صاحبزادہ حضرت عبداللہ کا قول منقول ہے

"قال عبدالله سألت ابی عن الرجل يمس منبر رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم ويتبرك بمسه ويقبله ويفعل بالقبر مثل ذالك رجاء ثواب الله تعالیٰ قال لا باس به۔

(وفاء الوفاء جلد۲ صفحہ۴۲۳)

عبداللہ نے کہا میں نے اپنے والد سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا جو منبر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تبرک حاصل کرنے کے لئے چھوتا ہے اور اس کو چومتا ہے اور امید ثواب میں قبر شریف کو چومتا ہے اور چھوتا ہے تو جواب دیا کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔

اسی وفاء الوفاء میں حضرت امام احمد علیہ الرحمہ کا اس مسئلہ میں بہترین فیصلہ نقل کیا:

ولا شك ان الاستغراق في المحبة يحمل على الاذن في ذلك والمقصود من ذالك كله الاحترام والتعظيم والناس تختلف مراتبهم في ذالك كما كانت تختلف في حياته فناس حين يرونه لا يملكون انفسهم بل يبا درون اليه واناس فيهم اتاه يتاخرون والكل محل خير۔ (وفاء الوفاء مصری جلد۲ صفحہ۴۲۲)

اور اس بات میں کچھ شک نہیں کہ محبت میں مستغرق ہو جانا بوسہ و مس قبر کی اجازت کی طرف لے جاتا ہے اور ان سب سے مقصود احترام و تعظیم ہی ہے، اور لوگوں کے مرتبے اس میں مختلف ہیں جیسا کہ وہ حیات مبارک میں مختلف تھے، کچھ لوگ ایسے تھے کہ جب آپ کو دیکھتے بے اختیار ہو جاتے اور حضور کی طرف جلد حاضر ہو جاتے، اور کچھ لوگ وہ تھے جو اپنے کو اختیار میں رکھتے تھے تو وہ حاضری میں جلدی نہ کرتے تو سب خیر پر ہیں۔ جب ان عبارات سے والدین کی قبر کا بوسہ دینا قرآن کو بوسہ دینا حجر اسود کو بوسہ دینا قبور اولیاء کو بوسہ دینا ثابت ہو گیا تو ان کے بوسہ کے جواز سے ہر مستحق تعظیم کے بوسہ کا جواز ثابت ہو گیا۔ حضرت امام احمد بن حنبل نے تو منبر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہ نیت تبرک بوسہ اور مس کرنے کی صاف طور پر اجازت دی۔ بلکہ خود قبر شریف کے بوسہ اور مس کرنے کو نہ فقط جائز ہی ٹھہرایا بلکہ اس کو موجب ثواب قرار دیا۔ بلکہ اس امام نے اس بحث کا بہترین فیصلہ دیا کہ لوگ اپنے اپنے جذبات میں مختلف ہیں، بعض تو اپنے جذبات پر اختیار رکھتے ہیں اور بعض اپنے جذبۂ محبت میں مستغرق رہتے ہیں۔ تو جو لوگ جذبۂ محبت میں وارفتہ ہوں تو ان کو تو بوسہ اور مس کی اجازت دی جائے اور حقیقت یہ ہے اس کا مقصود تعظیم واحترام ہی ہے تو ضرور وہ اپنے اپنے حال کی بنا پر امر خیر ہی پر ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ حجرہ شریفہ کی دیواروں اور جالیوں کا چومنا اور بہ نیت تبرک مس کرنا شرعاً ناجائز نہیں۔ اگر یہ ناجائز ہوتا تو خود صحابہ کرام سے ایسے افعال صادر نہ ہوتے۔

چنانچہ وفاء الوفاء میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا فعل منقول ہے:

ان بلالا رضی اللہ تعالیٰ عنہ لما قدم من الشام لزیارۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتی القبر فجعل یبکی عندہ ویمرغ وجھہ علیہ واسنادہ جید۔

(وفاء الوفاء جلد ۲ صفحہ ۴۲۳)

جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام سے زیارت قبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے آئے تو قبر شریف پر حاضر ہو کر رونے لگے اور قبر شریف پر اپنے چہرہ کو ملنے لگے، اور اس حدیث کی سند جید ہے۔

اسی وفاء الوفا میں روایت مطلب بن عبد اللہ بن حطب کو نقل کیا کہ انہوں نے کہا:

اقبل مروان بن الحکم فاذا رجل ملتزم القبر فاخف مروان برقبتہ ثم قال ھل تدری ما تصنع فا قبل علیہ فقال نعم انی لم ات الحجر و لم ات اللبن انما جئت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم لا تبکوا علی الدین اذا ولیہ اھلہ و لکن ابکوا علیہ اذا ولیہ غیر اھلہ قال

المطلب و ذالك الرجل ابو ایوب الا نصاری ۔ (وفاء الوفا۔ ج ۲۔ ص ۴۴۳)

مروان بن حکم قبر شریف پر حاضر ہوا۔ تو اس نے دیکھا ایک شخص قبر شریف کو چپٹنے والا ہے، تو مروان نے اس کی گردن پکڑ کر کہا کیا تو نہیں جانتا کہ کیا کر رہا ہے، اسنے جواب دیا کہ میں پتھر یا کچی اینٹ کے پاس نہیں حاضر ہوا بلکہ میں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہوا ہوں۔ اے لوگو جب تمہارا والی اھل ہو تو دین کے لئے مت رونا۔ اور تمہارا والی نا اھل ہو تو دین کیلئے رونا، راوی مطلب نے کہا کہ وہ شخص حضرت ابوایوب انصاری صحابی تھے۔

اسی وفاء الوفا میں روایت خطیب کو اسطرح نقل کیا:

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما کان لیضع یدہ الیمنیٰ علی القبر الشریف ۔

(وفاء الوفا۔ ج ۲۔ ص ۴۴۴)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما قبر شریف پر اپنا دہنا ہاتھ رکھتے تھے۔ ان احادیث سے ثابت ہو گیا کہ صحابہ کرام نے قبر شریف سے مس کیا۔ تو اگر یہ فعل نا جائز ہوتا تو یہ حضرات ایسا نہ کرتے۔ تو اب اس مصنف کی بدزبانی و دریدہ دہنی ملاحظہ ہو کہ وہ حجرہ شریف کی دیواروں جالیوں کے بوسے کو انتہائی جہالت وغفلت بتا کر کس قدر سلف کو جاھل و غافل قرار دے رہا ہے اور خود اپنی غفلت و جہالت سے جائز فعل کو نا جائز بتا رہا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ اس کو ہدایت کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

سوال چہارم: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے استغاثہ کرنا، بعض اپنی دعا میں دفع ضرر اور طلب مغفرت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے استغاثہ کرتے ہیں، معلوم ہونا چاہئے کہ ان کا یہ فعل شرک اکبر ہے حق تعالیٰ نے آپ کو اس لئے نہیں بھیجا کہ وہ قضائے حاجات کریں، دفع مصائب کے لئے خدا اور اسکے بندوں کے درمیان واسطہ ہوں کیونکہ جس کی وفات ہو گئی ہو اس سے کسی مطلب یا حاجت کا سوال کرنا اس قسم کا شرک ہے جو اس کے مرتکب کو ہمیشہ کے لئے عذاب جہنم کا سزاوار بنا دیتا ہے خواہ جس سے طلب کیا جائے وہ نبی یا ولی ہو یا فرشتہ۔

الجواب:

مصنف کا یہ کہنا کہ "رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے استغاثہ کرنا شرک اکبر ہے" معاذ اللہ، غیر اللہ سے استعانہ واستغاثہ کرنا خصوصا انبیاء واولیاء سے بلکہ خاص ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم توسل واستعانہ اور استمد اد اور استغاثہ کرنا قرآن وحدیث اور اجماع وقیاس ہر چار ادلہ شرعیہ سے ثابت ہے اور انبیاء ومرسلین وسلف صالحین کے فعل ۔ سے ظاہر ہے۔ پہلے تو اس موضوع پر آیات قرآن مجید پیش کروں۔

آیت: (۱)

یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ ۔ (سورۂ مائدہ)

اے ایمان والوں اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔

اس آیت کریمہ میں غیر اللہ، عبادات، صدقات، صلہٗ رحم، کثرت ذکر ودعا محبت انبیاء واولیاء زیارت احباب اللہ وغیرہ کو وسیلہ بنانے کا حکم دیا گیا اور ہر مقرب الی اللہ کو لازم پکڑنے کا امر فرمایا گیا جیسا کہ تفسیر صاوی میں ہے ''تو غیر اللہ خصوصا انبیاء واولیاء کے ساتھ توسل جائز ہوا''

آیت: (۲)

اولئک الذین یدعون یبتغون الی ربھم الوسیلۃ ایھم اقرب ۔ (سورہ نبی اسرائیل)

وہ مقبول بندے جنہیں یہ یہود ونصاری پوجتے ہیں وہ آپ ہی اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ اللہ کے مقبول بندوں کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ بارگاہ الٰہی میں اپنے سے زائد مقرب بندے کو وسیلہ بناتے تھے تو اس آیت سے مقربان درگاہ الٰہی کا وسیلہ بنانا جائز ہوا اور مقربان بارگاہ الٰہی میں حضرات انبیاء واولیاء ہیں تو ان کے ساتھ توسل ہوا۔

آیت: (۳)

وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جائھم ما عرفوا کفروا بہ۔

(سورہ بقرہ)

اور اس سے پہلے اہل کتاب اس نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے تو جب تشریف لایا ان کے پاس وہ جانا پہچانا اس سے منکر ہو بیٹھے۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے بھی ان کا وسیلہ کیا جاتا اور اس توسل سے مخلوق کی حاجت روائی ہو جاتی تھی تو اس سے ظاہر ہو گیا کہ انبیاء ومقبولان حق کے وسیلہ سے دعا مقبول ہوتی ہے تو اس آیت نے نہ فقط توسل مقبولان حق کا جواز ثابت کیا

بلکہ توسل کا مزید نفع بتایا۔

ایت: (۴)

یایھا الذین امنوا ا ستعینو بالصبر و الصلوۃ ۔

اے ایمان والوصبر اور نماز سے مدد طلب کرو۔

اس آیت کریمہ میں صبر اور نماز سے مدد طلب کرنے کا حکم فرمایا گیا تو ظاہر ہے کہ صبر اور نماز غیر اللہ ہیں تو غیر اللہ سے استمدادو استغاثہ آیت سے ثابت ہو گیا۔

ایت: (۵)

و تعاونوا علی البر و التقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم و العدوان۔ (از سورۂ مائدہ)

اور نیکی اور پرہیز گاری پر تم ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ کیا کرو۔

اس آیت میں غیر اللہ کو آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کا حکم دیا گیا تو غیر اللہ سے نیکی و پرہیز گاری پر مدد طلب کرنا بھی جائز ہوا۔

ایت: (۶)

قال عیسی ابن مریم للحوارین من انصاری الی اللہ ط قال الحواریون نحن انصار اللہ ۔ (سورہ الصف)

عیسیٰ ابن مریم نے حواریوں سے کہا تھا کون ہے جو اللہ کی طرف ہو کر میری مدد کرے حواریوں نے کہا ہم دین خدا کے مددگار ہیں۔

اس آیت سے ثابت ہو گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے غیر اللہ حواریوں سے مدد طلب کی تو اگر غیر اللہ سے مدد طلب کرنا ناجائز ہوتا تو نبی ناجائز کام نہیں کرسکتا۔

ایت: (۷)

فاعینو نی بقوۃ اجعل بینکم و بینھم ردما۔ (سورہ الکہف)

تو میری مدد تم لوگ طاقت سے کرو میں تم میں اور ان میں ایک مضبوط آڑ بنادوں۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ حضرت ذوالقرنین نے دیوار بناتے وقت لوگوں سے مدد طلب کی تو غیر اللہ سے مدد طلب کرنا اگر شرک ہوتا تو وہ ان سے مدد طلب نہ کرتے۔

ایت: (۸)

فان الله هو مولٰه وجبريل وصالح المومنين والملئكة بعد ذلك ظهيراً۔ (سورہ تحریم)

تو بیشک رسول اللہ اور جبریل اور نیک مسلمان مدگار ہیں اور اس کے بعد فرشتے مددگار ہیں۔

اس آیت میں خود اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مدگار غیر اللہ یعنی جبریل اور نیک مسلمان اور فرشتے قرار دیئے تو غیر اللہ کا مددگار ہونا آیت سے ثابت ہوا۔

آیت: (۹)

يا ايها الذين امنوا ان تنصروا الله ينصر كم ويثبت اقدامكم۔ (سورہ محمد)

اے ایمان والو اگر تم دین خدا کی مدد کرو گے۔ اللہ تمہاری مدد کریگا اور تمہارے قدم جمادے گا۔

اس آیت میں خود اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کے لئے بندوں سے مدد طلب کی تو جو غیر اللہ سے مدد طلب کرنے کو شرک کہتا تو کیا وہ خدا کو بھی مشرک کہے گا۔

آیت: (۱۰)

ولو انهم اذظلموا انفسهم جاؤك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما۔ (سورہ نساء)

اور اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب وہ تمہارے پاس حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت کرے تو ضرور اللہ کو وہ بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

اس آیت میں بارگاہ الٰہی میں عرض حاجت کے لئے ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلہ قرار دینے کو ذریعہ کامیابی ٹھہرایا، اور ان کو ایسا مددگار قرار دیا کہ ان کی دعا سے حاجت روائی ہوتی ہے، تو اس آیت نے ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسل واستعانہ اور استمداد واستغاثہ کو نہ فقط جائز قرار دیا بلکہ اس کو ذریعہ کامیابی اور سبب حاجت روائی ٹھہرایا۔ الحاصل ان دس آیات سے ثابت ہوگیا کہ غیر اللہ کو ان میں سے خاص کر حضرات انبیاء واولیاء کرام کو بوقت دعا وحاجت وسیلہ بنانا ان سے مدد طلب کرنا۔ ان کو مددگار وحاجت روا سمجھنا جائز ہے، پھر جو اس کو جائز نہیں جانتا وہ ان آیات کا انکار کرتا ہے، اور ان نصوص قطعیہ کے خلاف محض اپنی عقل ناقص سے دین میں دخل دیتا ہے۔ اب احادیث بھی سنیئے۔

حدیث: (۱)

حاکم نے بسند صحیح مستدرک میں اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اور طبرانی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

" لما اقترف ادم علیه السلام الخطیئة قال یا رب اسألك بحق محمد لماغفرت لی فقال الله تعالیٰ یا ادم و کیف عرفت محمداً و لم اخلقه قال یا رب لانك لما خلقتنی بیدك و نفخت فی من روحك رفعت راسی فرائیت علی قوائم العرش مکتوبا لا اله الا الله محمد رسول الله فعرفت انك لم تضف الی ا سمك الا احب الخلق الیك فقال الله صدقت یا ادم انه لاحب الخلق الی اذ سائلتنی حقه قد غفر لك ولو لا محمد لما خلقتك "

(شفاء السقام صفحہ ۱۲۰)

جب آدم علیہ السلام سے زلت ہوگئی تھی تو انہوں نے عرض کی اے میرے رب میں تجھ سے بصدقہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوال کرتا ہوں کہ تو میری مغفرت فرما، خدا نے فرمایا: اے آدم تو نے انہیں کیونکر پہچانا میں نے تو انہیں ابھی پیدا نہیں کیا ہے، عرض کی: اے رب جب تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے بنایا اور مجھ میں اپنی طرف سے روح ڈالی۔ میں نے اپنا سر اُٹھایا تو عرش کے پایوں پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا پایا تو میں نے جان لیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ اسی کا نام ملایا ہے جو تجھے تمام مخلوق سے زیادہ پیارا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تو نے سچ کہا بیشک وہ مجھے تمام جہاں سے زیادہ پیارا ہے، اب کہ تو نے اس کے حق کا وسیلہ کر کے مجھ سے مانگا تو میں تیری مغفرت کرتا ہوں، اور اگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا ہی نہ کرتا۔

حدیث: (۲)

ترمذی میں بسند حسن وصحیح نسائی شریف ابن ماجہ بیہقی میں حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی:

" ان رجلا ضریرا البصراتی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فقال ادع الله ان یعافینی قال ان شئت دعوت وان شئت صبرت فهو خیرلك قال فادعه قال فامره ان یتوضأ فیحسن وضوءه ویدعو بهذ الدعاء اللهم انی اسألك واتوجه الیك بنبیك محمد نبی الرحمة، انی توجهت بك الی ربی فی حاجتی هذه لتقضی لی اللهم فشفعه فی "

(ترمذی شریف علیمی دہلی جلد۲ صفحہ ۱۹۷)

بیشک ایک نابینا شخص حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی حضور بارگاہ الٰہی میں دعا کیجئے کہ وہ مجھے بینا کردے، فرمایا: اگر تو یہ ہی چاہتا ہے تو دعا کروں اور اگر تو اس پر صبر کر

سکے تو تیرے لئے زیادہ بہتر ہے، عرض کیا: حضور دعا ہی فرمادیں، فرمایا: تو جا کر اچھی طرح وضو کر اور یہ دعا کر۔ اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف تیرے نبی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلہ سے جو نبی رحمت ہیں متوجہ ہوتا ہوں، میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف اپنی اس حاجت کے پورا ہو جانے کے لئے متوجہ ہوتا ہوں۔ اے اللہ تو میرے لئے شفاعت قبول کر۔

حدیث: (۳)

طبرانی معجم کبیر میں اور بیہقی میں حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی:

" ان رجلا كان يختلف الى عثمان بن عفان رضى الله عنه فى حاجة له فكان عثمان لا يلتفت اليه ولا ينظر فى حاجته فلقى ابن حنيف فشكا ذلك اليه فقال له عثمان بن حنيف أيت الميضاة فتوضأثم ايت المسجد فصل فيه ركعتين ثم قل اللهم انى اسألك واتوجه اليك بنبينا محمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم نبى الرحمة يا محمد انى اتوجه بك الى ربك فيقضى حاجتى وتذكر حاجتك ورح حتى اروح معك فانطلق الرجل فصنع ما قال له ثم اتى باب عثمان بن عفان فجاء البواب حتى اخذ بيده فادخله على عثمان بن عفان فاجلسه معه على الطفسة فقال ما حاجتك فذكر حاجته وقضاها له "۔

(شفاء السقام صفحہ ۱۲۵)

ایک شخص اپنی ایک حاجت کے لئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بار بار حاضر ہوتا تھا اور وہ اس کی طرف التفات نہ کرتے اور اس کی حاجت کو نظر میں نہ لاتے۔ اس نے حضرت ابن حنیف سے ملاقات کی اور ان سے شکایت کی۔ تو اس کو عثمان بن حنیف نے حکم دیا کہ تو پانی لا کر وضو کر پھر مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھ پھر یہ دعا کر۔ اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلہ سے جو نبی رحمت ہیں متوجہ ہوتا ہوں۔ یا محمد میں آپ کے وسیلہ سے آپ کے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ کہ میری حاجت پوری ہو۔ پھر اپنی حاجت کا ذکر کرنا اور یہاں آ کہ میں بھی تیرے ساتھ جا سکتا ہوں۔ تو وہ شخص چلا گیا اور جیسا اس سے کہا اس نے ویسا ہی کیا۔ پھر حضرت عثمان کے دروازہ پر پہونچا تو دربان آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر حضرت عثمان کی خدمت میں پہونچا دیا تو انہوں نے اپنے پاس اس کو بچھونے پر بٹھایا۔ پھر فرمایا: تیری کیا حاجت ہے؟ تو اس نے اپنی حاجت کو بیان کیا۔ انہوں نے اس کی حاجت کو پورا کر دیا۔

حدیث: (۴)

بخاری شریف میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی:

" ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کان اذا اقحط استسقیٰ بالعباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ فقال اللھم انا کنا نتوسل الیك بنبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتسقینا وانانتوسل الیك بعم نبینا فاسقنا قال فیسقون "۔

(بخاری شریف مصطفائی جلد اصفحہ ۱۳۷)

بیشک حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب لوگ قحط سالی میں مبتلا ہوئے تو حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے توسل سے بارش کے لئے اس طرح دعا کرتے تھے اے اللہ ہم تیرے حضور اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ توسل کیا کرتے تھے پس تو ہمیں سیراب کرتا اور اب تیرے حضور اپنے نبی کے چچا کے ساتھ توسل کرتے ہیں پس تو ہمیں سیراب کر۔ تو وہ لوگ سیراب ہوتے۔

حدیث: (۵)

دارمی شریف میں حضرت ابوالجوزاء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا:

قحط اهل المدینة قحطا شدیداً فشکو الی عائشة فقالت انظروا قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فاجعلوا منه کوی الی السماء حتی لا یکون بینه وبین السماء سقف فـفعلو فمطرو امطرا حتی نبت العشب و سمنت الابل حتی تفتقت من الشحم فسمی عام الفتق " (مشکوۃ شریف صفحہ ۵۴۵)

اہل مدینہ سخت قحط میں مبتلا ہوئے تو لوگوں نے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے شکایت کی آپ نے فرمایا دیکھو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر شریف سے آسمان کی طرف ایک منفذ بنا دو کہ قبر شریف اور آسمان کے درمیان چھت حائل نہ رہے۔ تو لوگوں نے ایسا ہی کیا تو بکثرت بارش ہوئی یہاں تک کہ سبزہ جما اور اونٹ تو اتنے موٹے ہوگئے کہ چربی کی کثرت سے کھالیں پھٹ گئیں اس بنا پر اس سال کا نام ''عام الفتق'' ہوا۔

حدیث: (۶)

بیہقی اور مسند ابو شیبہ میں بسند صحیح حضرت مالک الدار رضی اللہ عنہ سے مروی انہوں نے کہا:

" اصاب الناس قحط فی زمان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنه فجاء رجل (ای بلال بن

الحارث) الی قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ استسق اللہ لا متك فانهم قد هلكو افاتاه رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم المنام فقال ائت عمر فاقرء ه السلام واخبره انهم مسقون "۔ (شفاء السقام صفحہ ۱۳۰)

کہ خلافت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں لوگ قحط سالی میں مبتلا ہوئے ،ایک صحابی بلال بن حارث حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر شریف پر حاضر ہوئے ،عرض کی: یارسول اللہ! اپنی امت کے لئے اللہ سے بارش طلب کیجئے کہ وہ ہلاک ہوجائیں گے۔تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: کہ عمر کے پاس جاکر ان سے سلام کہنا اور انہیں خبر دینا وہ سیراب کیے جائیں گے

حدیث: (۷)

صحیح مسلم شریف میں حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی۔انہوں نے کہا"

کنت ابیت مع رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فاتیت بوضوئه وحاجته فقال لی سل فقلت اسئلك مرافقتك فی الجنة قال او غیر ذالك قلت هو ذالك قال فاعنی علی نفسك بكثرة السجود "۔ (مشکوۃ شریف صفحہ ۸۴)

میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک شب میں رہا تو میں نے حضور کی خدمت میں وضو کا پانی اور ضرورت کی چیزیں حاضر کردیں ،تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مانگ کیا مانگتا ہے عرض کی: میں حضور سے سوال کرتا ہوں کہ جنت میں حضور کی رفاقت عطا ہو،فرمایا: بھلا کچھ اور۔عرض کی بس یہی مراد ہے،تو فرمایا: میری مدد کر اپنے نفس پر کثرت سجود سے۔

حدیث: (۸)

طبرانی نے کبیر میں اور کتاب الدعوات میں بیہقی نے اور حاکم نے سب نے اس حدیث کی تصحیح کی کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد کے دفن کے وقت یہ دعا فرمائی"

اللهم اغفر لامی فاطمة بنت اسد ولقنها حجتها ووسع علیها مدخلها بحق نبیك محمد والانبیاء الذین من قبلی فانك ارحم الرحمین"

(درر السنیہ مصری صفحہ ۷ ونور الابصار مصری صفحہ ۷۶)

اے اللہ تو میری ماں فاطمہ بنت اسد کی مغفرت کر اور اس کو حجت تلقین کر۔اور اس کی قبر کو اس پر

کشادہ فرمادے اپنے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے میں اوران انبیاء کے صدقے میں جو مجھ سے پہلے تشریف لائے بیشک تو تمام رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

حدیث: (۹)

طبرانی کبیر میں ابن السنی نے ''عمل الیوم واللیلہ'' میں ابویعلی نے اپنی مسند میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا''

اذا انفلتت دابة احدكم بارض فلاة فلينا ديا عبادالله احبسوا على دابتى ،فان لله فى الارض حاضرا سيحبسه عليكم '' (جامع صغیر مصری جلد ا صفحہ ۱۸)

جب تم میں سے کسی کا جانور جنگل میں چھوٹ جائے تو یوں پکارے اے اللہ کے بندو روک دو میرا جانور میرے لئے، بیشک زمین میں اللہ کے کچھ بندے موجود ہیں جو اس کو عنقریب تمہارے لئے روک دیں گے۔

حدیث: (۱۰)

طبرانی میں حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا''

وان اراد عونا فليقل يا عبادالله اعينونى يا عبادالله اعينونى يا عبادالله اعينونى ''

(ظفر جلیل شرح حصن حصین صفحہ ۱۴۰)

اگر کوئی مدد چاہے تو اسے چاہئے کہ یوں پکارے اے اللہ کے بندو میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔

الحاصل حدیث اول میں ہے حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام نے خود اپنی مغفرت کے لئے ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ توسل کیا اور اس توسل کو قبولیت دعا کے لئے ذریعہ قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اسی توسل کی بنا پر ان کی دعا قبول فرمائی اوران کی مغفرت کردی، تو یہ توسل جائز ثابت ہوا، اور انبیاء سے توسل واستغاثہ ہونا فعل نبی قرار پایا۔

حدیث دوم میں ہے کہ ان نابینا صحابی نے دفع مضرت ومصیبت یعنی نابینائی کے دور کرنے اور حصول منفعت یعنی بینا ہو جانے کے لئے سرکار رسالت میں استغاثہ واستعانت کی، حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں اس قضائے حاجت کے لئے اپنے ساتھ توسل کی دعا تعلیم فرمائی، اس توسل سے

ان کی دعا قبول ہوگئی اور وہ بینا ہو گئے۔ تو اس سے ثابت ہو گیا کہ انبیاء کے ساتھ توسل واستغاثہ جائز ہے، اور صحابی کے فعل سے اور خود حکم شارع سے ثابت ہے۔

حدیث سوم میں ہے حضرت عثمان بن حنیف صحابی رضی اللہ عنہ نے بوقت حاجت نبی کے ساتھ توسل کی تعلیم دی اور بعد وفات بھی حضور کے ساتھ توسل واستمداد کو قبولیت دعا کا ذریعہ جانا۔ تو اس سے ثابت ہو گیا کہ انبیاء کے ساتھ توسل واستغاثہ ان کی وفات کے بعد بھی جائز ہے اور یہ فعل صحابہ کرام ہے۔

حدیث چہارم میں ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دفع قحط سالی کے لئے غیر نبی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ توسل کر کے دعا کی۔ اور توسل غیر نبی کو بھی قبولیت دعا کا سبب جانا تو اس سے غیر نبی کے ساتھ توسل بھی جائز ثابت ہوا۔ اور یہ توسل فعل صحابی بلکہ فعل خلیفہ قرار پایا۔

حدیث پنجم میں ہے کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بوقت حاجت ومصیبت قبر شریف کو حاجت روا ہونے کی تعلیم دی۔ اور صحابہ کرام نے قبر شریف ہی سے استغاثہ واستمداد کی تو اس توسل سے ان کو ایسی مدد ملی کہ وہ سال فراخ سالی میں مشہور ہو گیا۔ تو قبر سے استمداد وتوسل نہ فقط جائز بلکہ فعل صحابہ کرام ثابت ہو گیا۔

حدیث ششم میں ہے کہ حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ قبر شریف پر حاجت لیکر آئے اور انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پکارا یا رسول اللہ۔ اور پھر بارش کے لئے آپ سے استمداد واستغاثہ کیا۔ تو ان کی حاجت روائی ہو گئی۔ تو اس حدیث سے قبر کی طرف حاجت لانا۔ اور صاحب قبر کا پکارنا اس سے استمداد واستغاثہ نہ فقط جائز ہی ثابت ہوا بلکہ فعل صحابی قرار پایا۔

حدیث ہفتم میں ہے حضرت ربیعہ صحابی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جنت مانگی اور نہ فقط جنت بلکہ جنت میں آپ کی رفاقت طلب کی تو انہوں نے حضور کو جنت کا مالک ومختار سمجھا، حضور نے بھی اپنے آپ کو دارین کی سب مرادیں دینے کا مختار ثابت کیا تو اس سے غیر اللہ سے مدد طلب کرنا نہ فقط جائز بلکہ فعل رسول ثابت ہوا۔

حدیث ہشتم میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا میں خود اپنے ساتھ توسل اور انبیاء علیہم السلام کو وسیلہ بنایا، تو اس سے توسل انبیاء قبولیت دعا کا ذریعہ ثابت ہوا اور دعا میں انبیاء کا توسل کرنا نہ فقط جائز ہی ثابت ہوا بلکہ خود فعل شارع علیہ السلام ثابت ہوا۔

حدیث نہم میں اولیاء سے بوقت مدد طلب کرنا، ان کو مددگار سمجھ کر پکارنا، پھر انہیں اس استغاثہ کی خبر ہو جانا، اوران کا حاجت روائی کرنا مذکور ہے۔ تو اس حدیث سے بوقت حاجت حضرات اولیاء سے مدد طلب کرنا اور انہیں مددگار سمجھ کر پکارنا جائز ثابت ہوا۔

حدیث دہم میں ہے کہ اولیاء سے استغاثہ اور مدد طلب کرے اور بوقت حاجت انہیں پکارے ۔تو اس حدیث سے اولیاء سے استغاثہ اور استمداد کرنا جائز ثابت ہوا اور اولیاء کو مددگار اور حاجت روا مشکل کشا سمجھنا ثابت ہوا۔

لہٰذا ان دس احادیث سے غیر اللہ سے خصوصا حضرات اولیاء کرام اور انبیاء عظام علیہم السلام سے توسل واستغاثہ اور استمدادو استغاثہ کرنا جائز ثابت ہوا، اور یہ امور سلف صالحین وتابعین کے افعال بلکہ حضرات انبیاء ومرسلین کے افعال ثابت ہوئے، پھر جو ان کے ساتھ توسل واستغاثہ کو شرک کہتا ہے وہ ان احادیث کی کھلی ہوئی مخالفت کرتا ہے، اوران کو شرک کی تعلیم دینے والی ٹھہراتا ہے اوران سلف صالحین صحابہ وتابعین بلکہ انبیاء ومرسلین سب کو مشرک قرار دیتا ہے العیاذ باللہ تعالیٰ۔

اب آیات واحادیث کے بعد عبارات اجماع بھی نقل کی جاتی ہیں،

حضرت علامہ سبکی اپنی کتاب شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام میں توسل واستغاثہ کے باب کی ابتدا ہیں میں فرماتے ہیں:

" اعلم انه یجوز ویحسن التوسل والاستعانه والتشفع با لنبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم الی ربه سبحانه وتعالیٰ جواز ذلك وحسنه من الامور المعلومة لکل ذی دین من فعل الانبیاء والمرسلین وسیر السلف الصالحین والعلماء والعوام من المسلمین ولم ینکر احد ذالك من اهل الادیان.ولا سمع به فی زمن من الازمان " (شفاء السقام صفحہ ۱۱۹)

جانو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسل اور مدد اور شفاعت طلب کرنا جائز اور حسن ہے۔ اوران کا جائز ہونا ہر دیندار کے لئے امور معلومہ میں سے ہے جو انبیاء ومرسلین کے افعال سے اور سلف صالحین اور علماء اور عامۃ المسلمین کی سیرتوں سے مشہور ومعروف ہے، اور اہل ادیان سے کسی ایک نے بھی تو اس کا انکار نہیں کیا۔ اور زمانوں میں سے کسی زمانہ میں اس کا انکار مسموع نہ ہوا۔

علامہ سمہودی نے وفاء الوفا باخبار دار المصطفیٰ میں اس بحث میں باب لکھا جس کو ان الفاظ سے شروع کیا:

اعلم ان الاستغاثة والتشفع بالنبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کجاهه وبرکته الی ربه تعالیٰ من فعل الانبیاء والمرسلین وسیر السلف الصالحین واقع فی کل زمان قبل خلقه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وبعد خلقه فی حیاته الدنیویة ومدة البرزخ وعرصات القیامة"
(وفاء الوفا مصری صفحہ ۴۱۹)

جانو کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اور جاہ و برکت سے فریاد اور شفاعت طلب کرنا انبیاء و مرسلین کے فعلوں سے اور سلف صالحین کی سیرتوں میں سے ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش سے قبل اور بعد پیدائش آپکی حیات ظاہری میں اور مدت برزخ اور عرصہ قیامت ہر حال میں واقع ہوا اور ہوگا۔ شیخ الاسلام علامہ سید احمد وحلان الدرر السنیہ میں فرماتے ہیں:

" والحاصل ان مذهب اهل السنة والجماعة صحة التوسل وجوازه بالنبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی حیاته وبعد وفاته وکذا بغیره من الانبیاء والمرسلین صلوات الله وسلامه علیه وعلیهم اجمعین وکذا بالاولیاء والصالحین کما دلت علیه الاحادیث ولا فرق بین کونهم احیاء واموا تا لانهم لا یخلقون شیأ ولیس لهم تاثیر فی شئی وانما یتبرك بهم لکونهم احباء الله تعالیٰ ملخصا" (الدرر السنیه مصری صفحه ۱۳) (وفیه ایضا) ان التوسل مجمع علیه عند اهل اسنة"۔ (الدرر السنیہ صفحہ ۴۰)

حاصل یہ ہے کہ مذہب اہل سنت و جماعت میں ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی حیات میں اور بعد وفات اور اسی طرح آپ کے سوا اور انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے ساتھ۔ اور اسی طرح اولیاء اور صالحین کے سات توسل صحیح اور جائز ہے، اس پر احادیث دلالت کرتی ہیں، اور ان کے زندہ اور وفات شدہ ہونے میں اس امر میں کوئی فرق نہیں۔ کہ نہ تو وہ کسی چیز کو پیدا کر سکتے ہیں نہ انہیں کسی چیز میں تاثیر کی قدرت۔ بلکہ ان سے محبوبان حق ہونے کی بنا پر تبرک حاصل کیا جاتا ہے۔ بیشک اہلسنت کے نزدیک جواز توسل پر اجماع ہو چکا۔

ان عبارات سے ثابت ہو گیا کہ اولیاء کرام و انبیاء عظام علیہم السلام کے ساتھ توسل و استغاثہ کرنا بلکہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ توسل و استغاثہ کرنا بلا شبہ جائز ہے، سلف صالحین کی سیر توں۔ انبیاء و مرسلین کے فعلوں سے یہ ثابت ہے کہ انہوں نے نہ فقط آپ کی حیات ظاہری میں بلکہ قبل

پیدائش اور بعد وفات بھی ہر زمانہ میں آپ کے ساتھ توسل کیا گیا اور آئندہ بروز قیامت بھی ہوگا۔ لہٰذا مذہب اہلسنت میں یہ وہ مسئلہ ہے جس کے جواز پر اجماع ہوگیا کسی نے اس کا انکار نہیں کیا۔ تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسل واستغاثہ اجماع سے بھی ثابت ہوگیا۔

اب قیاس کی چند عبارات نقل کی جاتی ہیں شفاء السقام میں ہے:

"حديث الغار الذى فيه الدعاء بالاعمال الصالحة وهو من الاحاديث الصحيحة المشهورة فالمسئول فى هذه الدعوات كلها هو الله وحده لا شريك له والمسئول به مختلف ولم يوجب ذلك اشرا كا ولا سوال غير الله كذلك السوال بالنبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ليس سوا لا للنبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بل سوا ل به واذا جاز السوال بالاعمال وهى مختلفة فالمسئول بالنبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اولىٰ"

(شفاء السقام صفحہ ۱۲۲)

غار والی وہ حدیث جس میں بتوسل اعمال صالحہ دعا کا ذکر ہے اور یہ حدیث مشہور اور صحیح احادیث سے ہے۔ تو ان سب دعاؤں میں اللہ وحدہ لاشریک لہ سے سوال کیا جارہا ہے۔ اور جس کے توسل سے سوال کیا گیا ہے وہ مختلف ہیں اور یہ سوال نہ تو شرک ہے نہ غیر اللہ سے سوال کو مستوجب ہے۔ اسی طرح نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے توسل سے سوال کرنا ہے کہ وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کرنا نہیں ہے بلکہ آپ کے توسل سے سوال کرنا ہے۔ تو جب اعمال کے توسل سے سوال کرنا جائز ثابت ہوا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے توسل سے سوال کیا جانا بدرجہ اولیٰ۔

شیخ الاسلام علامہ سید احمد دحلان الدرر السنیہ میں فرماتے ہیں:

واذا جاز التوسل بالاعمال الصالحة كما فى صحيح البخارى فى حديث الثلثة الذين او والىٰ غار فاطبق عليهم ذلك الغار فتوسل كل واحدمنهم الى الله تعالىٰ بارجى عمل له فانفرجت الصخرة التى سدت الغار عنهم فالتوسل به صلى الله تعالىٰ عليه وسلم احق واولىٰ لما فيه من النبوة والفضائل سواء كان ذلك فى حياته او بعد وفاته ومثله سائر الانبياء والمرسلين صلوات الله وسلامه عليه وعليهم اجمعين وكذا الاولياء وعبادالله الصالحين لما فيهم من الطهارة القدسية ومحبة رب البرية وحياة اعلى مراتب الطاعة واليقين من رب العالمين وذلك سبب كونهم من عبادالله المقربين فتقضى الله سبحانه

وتعالیٰ بالتوسل بهم حوائج المومنين"۔ (ملخصا الدرر لسنیہ صفحہ ۲۶)

اور جب اعمال صالحہ کے ساتھ توسل جائز ثابت ہوا جیسا کہ صحیح بخاری میں ان تین شخصوں کی حدیث میں وارد ہے کہ وہ لوگ غار میں داخل ہوئے تو ان پر اس غار کا منہ بند ہو گیا تو ان میں سے ہر ایک نے اللہ تعالیٰ کی طرف اپنے مقبول عمل کے ساتھ توسل کیا۔ تو جس پتھر نے غار کا منہ بند کر دیا تھا وہ منہ سے ہٹ گیا۔ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ توسل جائز ومناسب اور بہتر ہے کہ آپ نبوت اور فضائل کے ساتھ متصف ہیں۔ پھر یہ توسل چاہے آپ کی حیات ظاہری میں ہو یا بعد وفات شریف کے ہو۔ اور جس طرح حضور کے ساتھ توسل جائز ہے اسی طرح اور حضرات انبیاء ومرسلین علیہم السلام کے ساتھ توسل جائز۔ اور اسی طرح اولیاء اور نیک بندگان الٰہی کے ساتھ توسل جائز ہے کہ ان میں طہارت قدسی اور محبت الٰہی ہے اور یہ رب العالمین کی طاعت اور یقین کے اعلیٰ مرتبوں پر فائز ہیں اور یہی چیز ان کے اللہ کے بندوں میں مقرب ہونے کا سبب ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ ان کے توسل سے مسلمانوں کی حاجتیں پوری کر دیتا ہے۔

حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی جذب القلوب الی دیار المحبوب میں فرماتے ہیں:

"ودر ذکر قبر فاطمہ بنت اسد ام علی بن ابی طالب مذکور شد کہ آنحضرت در قبر وے در آمد وگفت بحق نبیک والانبیاء الذین من قبلی ودریں حدیث دلیل است بر توسل در ہر دو حالت نسبت با آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درحالت حیات ونسبت بانبیاء علیہم السلام بعد از وفات وچوں جواز توسل بانبیاء دیگر صلوات اللہ علیہم اجمعین بعد از وفات جائز باشد بسید انبیاء علیہ افضل الصلوۃ واکملہا بطرق اولیٰ جائز باشد بلکہ اگر بایں حدیث توسل باولیاء خدا نیز بعد از وفات ایشاں قیاس کنند دور نیست مگر آنکہ دلیلے بر تخصیص حضرات رسل صلوات الرحمٰن علیہم اجمعین قائم شود واین الدلیل واللہ اعلم"

(جذب القلوب صفحہ ۱۵۸)

حضرت مولیٰ علی کی والدہ فاطمہ بنت اسد کے ذکر میں مذکور ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی قبر میں اترے ان کے لئے یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ تو ان کی مغفرت کر اور ان کو حجت تلقین کر۔ اور ان کی قبر کشادہ فرما بحق اپنے نبی حضرت محمد اور ان انبیاء کے جو مجھ سے پہلے مبعوث ہوئے۔ تو اس حدیث میں ہر دو حال میں توسل پر دلیل ہے، جب دیگر انبیاء کے ساتھ ان کی وفات کے بعد توسل جائز ہے تو سید الانبیاء علیہ السلام کے ساتھ توسل بطریق اولیٰ جائز ثابت ہوا۔ بلکہ اگر اس حدیث سے اولیاء

اللہ کے ساتھ ان کی وفات کے بعد توسل پر قیاس کریں تو حرج نہیں ہاں اگر انبیاء علیہم السلام کی تخصیص پر کوئی دلیل قائم ہو جائے اور ایسی دلیل تخصیص کوئی نہیں ہے تو توسل بالاولیا بھی جائز ہوا۔

ان عبارات سے ثابت ہو گیا کہ جب صحیح حدیث میں دعا کے اندر اعمال صالحہ کے توسل کو اجابت دعا کا سبب بتایا گیا پھر وہ توسل نہ تو شرک ٹھہرا نہ غیر اللہ سے سوال قرار پایا تو وہ ذوات فاضلہ جو ایسی نبوت ورسالت سے متصف ہیں جو ہر فضل وکمال سے بدرجہا اعلیٰ ہے اور وہ مقدس ہستیاں جو ایسے فضائل وکمالات سے موصوف ہیں جو ہر عمل صالح سے بلند ہیں اور وہ مقربان حق جو طہارت قدسیہ اور محبت الٰہیہ اور اعلیٰ مراتب طاعت ویقین پر فائز ہیں یعنی حضرات انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام تو ان کے ساتھ توسل بدرجہ اولیٰ اجابت دعا کا سبب ہونا چاہئے۔ اور یہ بھی ہرگز شرک اور غیر اللہ سے سوال نہیں ہونا چاہئے۔ اور جس طرح توسل بالاعمال میں مسئول اللہ تعالیٰ تھا اور اعمال مسئول بہ تھے اسی طرح توسل بالانبیاء والاولیاء میں بھی مسئول اللہ تعالیٰ ہے اور حضرات انبیاء اولیاء مسئول بہ ہیں۔ لہٰذا جب سوال بتوسل اعمال ناجائز نہیں تو سوال بتوسل انبیاء اولیاء کیسے ناجائز ہو سکتا ہے۔ چہ جائیکہ اس کو شرک قرار دیا جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جس طرح توسل بالاعمال سے ان کی حاجات پوری کر دیں اسی طرح اس نے توسل بالانبیاء والاولیاء سے حوائج مسلمین کو پورا کیا اور کرتا ہے اور ہمیشہ کرتا رہیگا۔ اور دعائے حدیث میں بحق نبیک والانبیاء من قبلی سے جس طرح انبیاء کے ساتھ توسل ان کی وفات کے بعد ثابت ہوا تو اسی طرح حضور سید انبیاء واوران کے امتی اولیا کے ساتھ توسل بھی ان کی وفات کے بعد بطریق اولیٰ جائز ہونا چاہئے کہ یہ ممکن نہیں کہ ان کے ساتھ تو توسل شرک ہو اور ان انبیاء کے ساتھ جائز ہو کہ شرک تو ہر جگہ شرک ہی ہو گا۔ اور جب ایک جگہ شرک نہیں تو دوسری جگہ بھی شرک نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا وفات کے بعد جس طرح اور انبیاء علیہم السلام سے توسل جائز۔ اسی طرح سید انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جائز، بالجملہ حضرات انبیاء علیہم السلام واولیائے کرام سے توسل واستغاثہ کا جواز قیاس سے بھی ثابت ہو گیا۔

الحاصل دس آیات اور دس احادیث اور اجماع وقیاس چاروں دلائل شرع سے ثابت ہو گیا کہ غیر اللہ سے توسل واستمداد بلاشبہ جائز ہے اور خصوصا اولیائے کرام انبیائے عظام علیہم السلام سے توسل واستغاثہ، استمداد واستعانہ شریعت میں محمود ومستحسن ہے اور ہمارے نبی کریم سید انبیاء محبوب کبریا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسل واستغاثہ اور استمداد واستعانہ کرنا نہ فقط جائز بلکہ سبب اجابت دعا وباعث قضائے حاجت، وذریعہ مغفرت ہے۔ لہٰذا اب ان چہار دلائل شرع کے قائم ہو جانے کے

بعد کسی مسلمان کو تو ادنی شبہ کی گنجائش نہیں ۔ تو اب اس موضع پر کسی ثبوت کی حاجت ہی باقی نہیں رہی لیکن مزید معلومات اور حصول اطمینان قلب کے لئے سلف صالحین صحابہ وتابعین، بلکہ خود انبیاء و مرسلین کے توسل اور استمداد کے افعال اور پیش کر دیئے جائیں،

(۱) آیت دوم سے ظاہر ہو گیا کہ مقبولان حق خود مقربان درگاہ الہی کے ساتھ توسل کرتے ۔

(۲) آیت سوم سے ثابت ہو گیا کہ اہل کتاب ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلہ سے کافروں پر فتح طلب کرتے ۔

(۳) آیت چہارم سے معلوم ہو گیا کہ سلف غیر اللہ سے صبر اور نماز سے مدد طلب کرتے ۔

(۴) آیت پنجم سے ثابت ہو گیا کہ مسلمان نیکی اور پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔

(۵) آیت ششم میں صاف طور پر موجود ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے مدد طلب کی۔

(۶) آیت ہفتم میں ہے کہ حضرت ذوالقرنین نے لوگوں سے مدد طلب کی۔

(۷) آیت ہشتم میں ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حضرت جبرئیل اور نیک مسلمانوں کو مددگار قرار دیا۔

(۸) آیت دہم میں ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے توسل کو حاجت روائی و مغفرت کا سبب قرار دیا۔

(۹) حدیث ول میں مذکور ہوا کہ سیدنا آدم علیہا السلام نے ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا توسل کیا اور اس توسل کو ذریعہ اجابت دعا جانا۔

(۱۰) حدیث دوم میں نابینا صحابی نے دفع مضرت وحصول منفعت کے لئے استغاثہ کیا ور مدد طلب کی۔ خود حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں اپنے ساتھ توسل کی دعا تعلیم فرمائی۔

(۱۱) حدیث سوم میں گذرا کہ حضرت عثمان بن حنیف صحابی نے قضائے حاجت کے لئے نبی کے توسل کی تعلیم دی۔ اور باوجود وفات کے حضور کے ساتھ توسل واستمداد کو سبب اجابت دعا سمجھا۔

(۱۲) حدیث چہارم میں حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دفع قحط سالی کے لئے غیر نبی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ توسل کیا۔

(۱۳) حدیث پنجم میں حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے طلب بارش کے لئے قبر شریف کو حاجت روائی کا ذریعہ قرار دیا اور صحابہ کرام نے قبر شریف پر ایک منفذ کھول کر اس سے توسل واستمداد کیا۔

(۱۴) حدیث ششم میں حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ قبر شریف پر حاجت براری کے لئے حاضر ہوئے اور انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پکارا یا رسول اللہ۔ اور پھر بارش کے لئے استغاثہ واستمداد کی۔

(۱۵) حدیث ہفتم میں حضرت ربیعہ صحابی رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نہ فقط جنت ہی طلب کی بلکہ جنت میں آپ کی رفاقت طلب کی۔

(۱۶) حدیث ہشتم میں خود حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ توسل کیا۔

(۱۷) حدیث نہم میں حضرات اولیاء سے مدد طلب کرنے کی اور انہیں مددگار سمجھنے کی تعلیم دی گئی تو بوقت حاجت اولیاء سے مدد طلب کرنا سلف وخلف سب کا فعل قرار پایا۔

(۱۸) حدیث دہم سے اولیاء کا مددگار اور حاجت روا ہونا اور امت کا ان سے استغاثہ اور استمداد کرنا نہایت کامیاب فعل ثابت ہوا۔

(۱۹) بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی:

"ان اعرابیا جاء الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وانشد ابیاتا ومنھا ھذا

ولیس لنا الا الیك فرار نا　　　وانی فرار الخلق الا الی الرسل

فلم ینکر علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ھذاا لبیت بل قال انس لما انشد الاعرابی الابیات قام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یجرر داء ہ حتی قفی المنبر فخطب ودعا لھم ولم یزل یدعو حتی امطرت السماء۔　　(الدرر السنیہ صفحہ ۲۵)

ایک اعرابی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے ساتھ سیرابی طلب کرنے لگا۔ اور اس نے چند شعر پڑھے ان کا ایک یہ ہے۔

اور آپ کی بارگاہ کے علاوہ ہم کہاں جائیں، مخلوق کے لئے اللہ کے رسولوں کے علاوہ کوئی بارگاہ نہیں۔

تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس شعر پر کچھ انکار نہ فرمایا بلکہ حضرت انس نے فرمایا کہ اس اعرابی نے جب یہ شعر پڑھے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور اپنی چادر لئے ہوئے منبر پر تشریف فرما ہوئے اور خطبہ دیا اور ان کے لئے دعا فرمائی اور برابر دعا ہی فرماتے رہے یہاں تک کہ آسمان سے بارش ہونے لگی۔

اس حدیث میں اعرابی نے بارش کے لئے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا توسل کیا اور خالق ومخلوق کے درمیان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وسیلہ وواسطہ قرار دیا۔

(۲۰) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے حضور کے مرثیہ میں یہ شعر کہا ہے!

الا یا رسول الله انت رجاؤ نا وکنت بنا برا ولم تك جافیا

(الدرر السنیہ صفحہ ۲۷)

یارسول اللہ آپ ہماری امید ہیں، آپ ہمارے ساتھ مہربان تھے زیادتی کرنے والے نہ تھے

اس میں وفات شریف کے بعد یارسول اللہ کہہ کر ندا کا جواز بھی ہے اور "انت رجائو نا" یعنی آپ ہماری امید ہیں تو اس سے توسل واستغاثہ کا جواز بھی ثابت ہوا۔ اور ظاہر ہے کہ اس مرثیہ کو صحابہ کرام نے سنا۔ اوران الفاظ پر انکار نہیں کیا تو سکوت صحابہ بھی حجت شرعی ہے۔

(۲۱) جواب سوال اول میں حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کی روایت سے ایک اعرابی کا واقعہ مذکور ہوا کہ وہ قبر شریف پر حاضر ہوا۔ اور یارسول اللہ کہہ کر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پکارا اور حضور کے توسل سے اپنے لئے مغفرت طلب کی تو قبر شریف سے اس کی مغفرت ہوجانے کی آواز آگئی

(۲۲) حضرت علامہ ابن حجر مکی الخیرات الحسان میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے توسل کا تذکرہ فرماتے ہیں۔ اوران کا قول نقل کرتے ہیں "

انی لا تبرك بابی حنیفة واجئی الی قبره فاذا عرضت لی حاجة صلیت رکعتین وجئت الی قبره وسألت الله عنده فتقضیٰ سریعا "

(الخیرات الحسان مصری صفحہ ۶۳)

بیشک میں ابوحنیفہ کے ساتھ تبرک حاصل کرتا ہوں اوران کی قبر پر حاضرت ہوتا ہوں اور جب مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے تو دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور امام کی قبر پر حاضر ہو کر اللہ سے سوال کرتا ہوں

۔تو وہ حاجت جلد پوری ہو جاتی ہے۔اس سے ثابت ہو گیا کہ حضرت امام اعظم کی قبر شریف پر حاضر ہو کر حضرت امام شافعی نے خود اپنی قضائے حاجت میں ان کے ساتھ توسل کیا۔

(۲۳) علامہ ابن حجر مکی کی الصواعق المحرقہ میں ہے، حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اہل بیت کرام کے ساتھ توسل طرح کیا۔

ال النبی ذریعتی وھم الیہ وسیلتی

ارجو بھم اعطنی غدا بیدی الیمین صحیفتی

(صواعق محرقہ مصری صفحہ ۱۰۸)

اہل بیت نبی ہیں ذریعہ مرا اور خدا کی طرف ہیں وسیلہ مرا

ان کے صدقہ میں اللہ حشر کے دن داہنے ہی دست میں ہو صحیفہ مرا

(۲۴) علامہ سید احمد دحلان نے الدرالسنیہ میں نقل کیا کہ حضرت امام احمد نے حضرت امام شافعی کے ساتھ توسل کیا۔

"وثبت ایضا ان الامام احمد توسل بالامام الشافعی رضی اللہ عنہما حتی تعجب ابنہ"۔

عبداللہ نے تعجب کیا تو ان سے امام احمد نے فرمایا کہ بیشک امام شافعی لوگوں کے لئے مثل سورج کے ہیں بدن کے لئے مثل عافیت ہیں۔

(۲۵) حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول جواب سوال اول و دوم میں منقول ہوا کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جملہ بنی آدم کے لئے وسیلہ قرار دیا"۔

فھو وسیلتك ووسیلة ابیك ادم علیہ السلام الی یوم القیامة"

تو وہ تیرا وسیلہ اور تیرے باپ حضرت آدم علیہ السلام کا وسیلہ روز قیامت درگاہ الٰہی میں ہیں۔

(۲۶) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ عنہ نے اپنے قصیدہ میں سرکار رسالت علی صاحبہا التحیۃ والثناء سے کس قدر توسل واستمداد کی ہے اسکا مطلع یہ ہے

یا سید السادات جئتك قاصدا ارجو رضاك واحتمی بحماکا

آیا ہوں در پر آپکے اے سیدوں کے پیشوا طالب ہوں مرضی کا تری لیجئے حمایت میں شہا

آخر کے شعر یہ ہیں:

یا مالکی کن شافعی فی فاقتی انی فقیر فی الوری لغنا کا

اے میرے مالک میری ہر حاجت میں تم ہونا شفیع محتاج ہے مخلوق میں تیری غنا کا یہ گدا

انا طامع بالجود منك ولم یکن لابی حنیفة فی الانام سوا کا

سرکار کی بخشش کا میں سب سے زیادہ ہوں حریص اس ابوحنیفہ کا کوئی یاور نہیں تیرے سوا

(۲۷) حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر شریف پر جاکر ان کے توسل سے بارش کی دعا عام طور پر کی جاتی ہے ۔ علامہ شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں ۔

ومعروف الکرخی بن فیروز من المشائخ الکبار مستجاب الدعوات یستسقیٰ بقبرہ وھو استاذ السری السقطی۔ (ردالمحتار جلد ا صفحہ ۴۲)

حضرت معروف کرخی بن فیروز مشائخ کبار میں سے مستجاب الدعوات ہیں ان کی قبر سے سیرابی طلب کی جاتی ہے اور آپ حضرت سری سقطی کے استاد ہیں۔

(۲۸) شیخ الاسلام سید القراء محمد بن منکدر تابعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ایک شخص نے اسی دینار میرے والد کے پاس بطور امانت رکھ دیئے۔ اور وہ جہاد کے لئے چلا گیا اور اس نے میرے والد سے یہ کہہ دیا تھا کہ اگر تم کو کوئی حاجت پیش آجائے تو ان کو خرچ کر سکتے ہو، اتفاقاً گرانی ہوئی اور لوگ اسمیں مبتلا ہو گئے تو میرے والد نے وہ دینار خرچ کر دیئے، اب وہ واپس آگیا اور اس نے اپنی رقم کا مطالبہ کیا تو میرے والد نے ادھر تو اس سے یہ وعدہ کیا کہ تم میرے پاس کل آنا اور ادھر یہ کیا۔

بات فی المسجد یلوذ بقبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرۃ وبمنبرہ مرۃ حتی کاد ان یصبح یستغیث بقبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فبینما ھو کذالك واذا شخص فی الظلام یقول دونکھا یا ابا محمد فمد ابی یدہ فاذا ھو بصرۃ فیھا ثمانون دینار فلما اصبح جاء الرجل فدفعھا لیہ" (وفاء الوفا مصری جلد ۲ صفحہ ۴۲۵)

کہ مسجد شریف میں رات گذاری کبھی قبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور کبھی منبر شریف کے قریب حاضر ہوتے یہاں تک کہ جب صبح قریب ہوگئی تو قبر شریف کے ساتھ استغاثہ کیا اور مدد طلب کی تو وہ اسی حال میں تھے کہ اس تاریکی میں ایک شخص آیا اور اس نے کہا اے ابو محمد یہ لے لو تو میرے والد نے اپنا ہاتھ دراز کیا تو وہ ایک تھیلی تھی جس میں ۸۰/ دینار تھے تو جب صبح ہوئی تو وہ شخص آیا تو میرے والد نے اس کو رقم دیدی۔ تو اس سے ظاہر ہو گیا کہ تابعی نے قبر شریف اور منبر شریف کی پناہ لی اور رات بھر صبح تک قبر نبی صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے استمد ادو استغاثہ کرتے رہے اور ان کو مراد مل گئی۔

(۲۹) امام حافظ ثقہ ابو بکر بن المقری محدث اصبہانی صاحب معجم کبیر جنکے لئے خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صاحب بن عباد سے خواب میں حکم دیا" انت نائم وولی من اولیاء الله علی بابك "یعنی اے صاحب تو سورہا ہے اور تیرے دروازہ پر اللہ کے اولیاء سے ایک ولی موجود ہے صاحب نے کہامیں نے بیدا ہوکر دروازہ پر جو دیکھا تو حضرت امام ابو بکر بن مقری ہیں تو سرکار رسالت کے اس مصدقہ ولی کا واقعہ امام شمس الدین ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں اس طرح لکھتے ہیں۔ کہ امام ابو بکر بن مقری نے فرمایا کہ میں اور طبرانی اور ابوالشیخ مدینہ شریف میں حاضر تھے اور ہم بھوک سے بیتاب تھے یہاں تک کہ وقت عشاء ہی کا تھا کہ میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مسجد شریف میں پہونچا۔

" حضرت قبر النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فقلت یا رسول الله الجوع وانصرفت فقال لی الطبرانی اجلس فاما ان یکون الرزق اوالموت فقمت انا وابو الشیخ فحضر الباب علوی ففتحنا له فاذا معه غلامان بقنیتین فیهما شیئی کثیر وقال شکو تمونی الی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم رائیته فی المنام فامر لی بحمل شی الیکم "

(تذکرۃ الحفاظ جلد۲ صفحہ۱۷۲)

اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر شریف پر حاضر ہوا۔ پھر میں نے عرض کیا یارسول اللہ بھوکا ہوں جب وہاں سے واپس ہوا تو مجھ سے طبرانی نے کہا کہ بیٹھ جاؤ یا تو رزق ملے گا یا موت آجائیگی۔ پھر میں اور ابوالشیخ کھڑے ہوئے تو دروازہ پر علوی موجود تھا ہم نے اس کے لئے دروازہ کھولا تو اس کے ساتھ دو غلام دو زنبیل لئے ہوئے ہیں جن میں کافی کھانا ہے۔ اور اس نے کہا کہ تم نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شکایت کی تو میں نے آپ کو خواب میں دیکھا تو حضور نے تمہارے لئے کچھ کھانا پہچانے کا مجھے حکم دیا۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ کتنے بڑے ولی شہیر اور محدث صاحب معجم کبیر نے قبر شریف پر حاضر ہو کر استمد ادو استغاثہ کیا اور یارسول اللہ ندا کر کے مراد طلب کی۔

(۳۰) حضرت ابن الجلاد نے کہا کہ میں مدینہ شریف حاضر ہوا اور مجھ پر فاقہ تھا۔

" فتقدمت الی القبر وقلت ضیفك فنمت فرائیت النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فاعطانی رغیفا فاکلت نصفه وانتبهت وبیدی النصف الاخیر "

(وفاء الوفا مصری جلد۲ صفحہ ۴۲۶)

تو میں قبر شریف کی جانب متوجہ ہوا اور میں نے عرض کی میں آپکا مہمان ہوں۔ پھر میں سو گیا تو میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضور نے مجھے ایک روٹی عطا فرمائی تو میں نے اس کی نصف تو خواب ہی میں کھالی اور جب بیدا ہوا تو آدھی روٹی میرے ہاتھ میں موجود ہے اس سے ظاہر ہوا حضرت ابن جلا د قبر شریف پر حاجت لیکر آئے اور کھانا طلب کیا اور استغاثہ کیا تو انہیں ایک روٹی خود حضور علیہ السلام نے عطا فرمائی۔

(۳۱) حضرت ابوالخیر اقطع نے فرمایا کہ میں مدینہ شریف میں حاضر ہوا اور میں فاقہ سے تھا میں نے وہاں پانچ روز قیام کیا اور کچھ نہیں کھایا۔

فتقدمت الی القبر وسلمت علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلی ابی بکر وعمر وقلت انا ضیفك یا رسول اللہ "۔

پھر میں قبر شریف کی طرف متوجہ ہوا اور میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اور صدیق اکبر وعمر فاروق پر درود شریف اور سلام پیش کیا اور عرض کیا: یارسول اللہ میں آپ کا مہمان ہوں۔ پھر میں وہاں سے ہٹ کر قبر شریف کے پیچھے سو گیا، تو میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اور ان کی دہنی طرف حضرت ابوبکر کو اور بائیں طرف حضرت عمر کو اور سامنے حضرت مولیٰ علی رضوان اللہ علیہم کو خواب میں دیکھا تو حضرت مولیٰ علی نے مجھے اشارہ کیا اور فرمایا تو کھڑا ہو جا

" قد جاء رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقمت الیہ وقبلت بین عینیہ فدفع الی رغیفا فاکلت نصفہ وانتبہت فاذا بیدی نصف رغیف "۔

(وفاء الوفا مصری جلد ۲ صفحہ ۴۲۶)

بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو میں نے کھڑے ہو کر ہر دو چشمان مبارک کے درمیان بوسہ دیا حضور نے مجھے ایک روٹی دی تو میں نے اس کی آدھی تو خواب ہی میں کھالی اور جب بیدار ہوا تو آدھی روٹی میرے ہاتھ میں تھی اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ابوالخیر قبر شریف پر حاضر ہوئے اور ندائے یارسول اللہ کہہ کر انہوں نے عرض حاجت کی اور استغاثہ کیا تو انہیں حضور نے ایک روٹی عنایت فرمائی۔

(۳۲) حضرت صوفی ابوعبداللہ محمد بن ابی زرعہ نے کہا کہ میں نے اپنے والد اور ابن عبداللہ بن حنیف کے ساتھ مکہ کی طرف سفر کیا تو ہمیں سخت فاقہ پہونچا پھر ہم مدینہ شریف میں حاضر ہوئے اور

یہاں بھوکے ہو کر ہم نے رات گذاری اور میں بالغ نہیں تھا اپنے والد کے پاس بار بار آتا اور کہتا کہ میں بھوکا ہوں۔

"فاتى ابى الحظيرة وقال يا رسول الله انا ضيفك الليلة و جلس على المراقبة ولما كان بعد ساعة رفع راسه و كان يبكى ساعة و يضحك ساعة فسئل عنه فقال رأيت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فوضع فى يدى دراهم وفتح يده فاذا فيهم دراهم و بارك الله فيها الى ان رجعنا الى شيراز و كنا ننفق منها" (وفاء الوفا مصری جلد۲ صفحہ ۴۲۶)

تو میرے والد نے گنبد شریف میں حاضر ہو کر عرض کیا یارسول اللہ! ہم آج رات آپ کے مہمان ہیں اور وہ مراقبہ میں بیٹھ گئے۔ ایک ساعت کے بعد انہوں نے اپنا سر اُٹھایا اور کچھ دیر روئے اور کچھ دیر ہنسے تو ان سے دریافت کیا تو فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے میرے ہاتھ میں درہم رکھ دیئے اور انہوں نے ہاتھ کھولا تو اس میں درہم تھے اللہ نے اس میں اس قدر برکت کی کہ ہم شیراز تک پہونچ گئے اور انہیں سے کھاتے پیتے رہے۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ حضرت صوفی صاحب گنبد شریف پر حاضر ہوئے اور یارسول اللہ کہہ کر پکارا اور اپنی حاجت کے لئے استغاثہ کیا تو خودسر کار نے انہیں درہم عطا کئے۔

(۳۳) حضرت صوفی احمد بن محمد نے کہا میں تین روز میں بیابان میں رہ کر مدینہ شریف حاضر ہوا اور قبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سلام پیش کیا پھر میں سو گیا تو میں نے بھی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا: اے احمد تو آ گیا میں نے عرض کیا: ہاں حضور۔

وانا جائع و انا فى ضيافتك قال افتح كفيك ففتحتهما فملاء هما دراهم فا نتبهت وهما مملوء تان وقمت فاشتريت خبزا حوارى وفا لو ذجا وا كلت وقمت للوقت و دخلت البادية" (وفاء الوفا جلد۲ صفحہ ۴۲۶)

میں بھوکا اور مہمانوں میں ہوں، فرمایا: اپنے ہر دو ہاتھ پھیلا تو میں نے ہاتھ پھیلائے۔ تو حضور نے دونوں ہاتھ درہم سے بھر دیے جب میں بیدار ہوا تو وہ بھرے ہوئے تھے، تو میں اٹھا اور میں نے دو میدہ کی سفید روٹیاں اور پالودہ خریدا اور کھایا اور اسی وقت جنگل کو روانہ ہو گیا۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ صوفی صاحب نے سرکار رسالت میں استغاثہ پیش کیا تو ان کی حاجت پوری ہو گئی۔

(۳۴) حافظ ابوالقاسم بن عساکر نے اپنی تاریخ میں باسند ذکر کیا کہ ایک شخص نے مدینہ طیبہ

میں قبر شریف کے نزدیک صبح کی اذان کہی اور اس میں الصلوۃ خیر من النوم بھی کہا تو مسجد شریف کے خدام میں سے ایک خادم آیا اور اس نے اس کے تھپڑ مارا تو یہ شخص رونے لگا اور قبر شریف پر حاضر ہو کر کہنے لگا۔

" یا رسول الله فی حضرتك یفعل بی هذا الفعل ففلج الخادم وحمل الی داره فمکث ثلاثه ایام ومات " (وفاء الوفا جلد ۲ صفحہ ۴۲۷)

یارسول اللہ آپ کی موجودگی میں میرے ساتھ یہ فعل کیا گیا تو وہ خادم فالج میں مبتلا ہوا اور اسے مکان پر لے گئے تو وہ تین دن زندہ رہا پھر مر گیا اس سے ظاہر ہو گیا کہ اس شخص نے دربار رسالت میں استغاثہ کیا تو ظالم کو سزا مل گئی۔

(۳۵) حضرت ابن نعمان نے ذکر کیا کہ ابراہیم بن سعید نے کہا کہ میں اور میرے ساتھ تین فقیر مدینہ شریف میں تھے، ہمیں فاقہ کی نوبت آئی تو میں قبر شریف پر حاضر ہو کر عرض کرنے لگا۔

" یا رسول الله لیس لنا شیئی ویکفینا ثلاثه امداد من ای شیئی کان فتلقانی رجل فدفع الی ثلاثة امداد من التمر الطیب " (وفاء الوفا جلد ۲ صفحہ ۴۲۷)

یارسول اللہ ہمارے پاس کچھ نہیں ہے اور ہمیں کسی چیز کے تین مد کافی ہیں، تو ایک شخص نے مجھ سے ملاقات کی اور مجھے تین مد عمدہ کھجوریں دیں۔ اس سے واضح ہو گیا کہ انہوں نے قبر شریف پر حاضر ہو کر استغاثہ کیا تو ان کی حاجت پوری کر دی گئی۔

(۳۶) حضرت ابو محمد عبدالسلام بن عبدالرحمٰن حسینی فارسی نے کہا کہ میں نے مدینہ شریف میں تین دن اقامت کی اور اس میں کچھ کھایا نہیں تو میں نے منبر شریف کے قریب حاضر ہو کر دو رکعت نماز پڑھی اور عرض کیا " یا جدی جعت واتمنی علی ثرید " یعنی اے میرے جد کریم میں بھوکا ہوں اور آپکے سامنے ثرید طعام کی تمنا کرتا ہوں۔ پھر میں سو گیا کہ ایک شخص نے مجھے بیدار کیا میں نے بیدار ہو کر دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں ایک لکڑی کا برتن ہے جس میں ثرید اور گھی اور گوشت ہے۔ اس نے مجھ سے کہا کہ کھاؤ میں نے اس سے دریافت کیا کہ یہ کہاں سے آیا اس نے جواب دیا کہ تین دن سے میرے چھوٹے بچے اس کھانے کی تمنا رکھتے تھے آج اللہ تعالیٰ نے اس کی توفیق دی پھر میں سو گیا

" فرأیت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم و یقول ان احد اخوانك تمنی علی هذ الطعام فاطعمه منه " (وفاء الوفا صفحہ ۴۲۷)

تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضور فرماتے ہیں کہ تیرے

بھائیوں میں سے ایک شخص اس کھانے کی خواہش کرتا ہے تو اس کو کھلا دے۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ انہوں نے جس چیز کی خواہش کی وہی چیز سرکار رسالت سے ان کو دیئے جانے کا حکم ہوا۔

(۳۷) حضرت شیخ ابو عبداللہ محمد ابن ابی الامان نے فرمایا کہ میں مدینہ شریف میں محراب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پیچھے تھا اور شریف مکثر قاسمی بھی وہاں کھڑا تھا اس نے یہ واقعہ بیان کیا کہ میں فاقہ سے تھا تو میں اپنے گھر سے نکلا تو میں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے بیت مبارک کے قریب ہوا۔

" فاستغثت بالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقلت انی جائع فنمت فرأیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاعطانی قدح لبن فشربت حتی رویت وھذا ھو فبصق اللبن من فیہ فی کفی وشاھدناہ من فیہ " (وفاء الوفا صفحہ ۴۲۷)

تو میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ استغاثہ کیا اور عرض کیا کہ میں بھوکا ہوں پھر میں سو گیا اور حضور کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے مجھے ایک دودھ کا پیالہ عطا فرمایا تو میں نے اسکو پیا یہاں تک کہ خوب سیر ہو گیا اور وہ یہ ہے، اور انہوں نے اپنے منہ سے میری ہتھیلی پر تھوکا تو دودھ تھوکا اور ہم نے اس کا مشاہدہ کیا۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ حضرت شیخ نے سرکار رسالت میں اپنی حاجت کے وقت استغاثہ کیا تو انہیں دودھ کا پیالہ عطا ہوا۔

(۳۸) شیخ صالح عبدالقادر تنسی نے کہا کہ میں مدینہ شریف میں حاضر ہوا اور مواجہ شریف میں سلام پیش کیا " وشکوت من الجوع واشتھیت علیہ الطعام من البرو واللحم والتمر "۔

(وفاء الوفا صفحہ ۴۲۸)

اور حضور سے اپنی بھوک کی تکلیف کی شکایت کی اور کھجور اور گوشت اور گیہوں کی روٹی کھانے کی خواہش ظاہر کی۔ پھر بعد زیارت کے میں نے نماز پڑھی اور سو گیا تو ایک شخص مجھے بیدا کرتا ہے تو میں بیدا رہو کر اس کے ساتھ چلا۔ اسنے مکان لیجا کر میرے سامنے ایک برتن رکھا جس میں ثرید تھا اور ساتھ ہی کھجوروں کے چند قسم کے طبق رکھے اور بہت سی روٹیاں اور بیر کے ستو پیش کئے میں نے خوب سیر ہو کر کھایا پھر انہوں نے میرے زنبیل کو گوشت روٹی کھجور سے بھر دیا۔ اور کہا میں نماز چاشت کے بعد سو گیا تھا تو میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو سرکار نے مجھے حکم فرمایا کہ میں آپ کے لئے ایسا کروں اور مجھے تیری معرفت کرائی۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ حضرت شیخ صالح قبر شریف پر حاجت لے کر حاضر ہوئے اور سرکار رسالت سے استغاثہ کیا۔ تو انہیں مراد حاصل ہوئی۔

(۳۹) حضرت ابوالعباس بن نفیس مقری نابینا نے کہا کہ میں مدینہ طیبہ میں تین دن تک بھوکا رہا'' فجئت الی القبر وقلت یارسول اللہ جعت '' تو میں قبر شریف پر حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ! میں بھوکا ہوں پھر میں سوگیا۔ ایک لڑکی نے اپنا قدم مار کر مجھے بیدار کیا وہ مجھے اپنے مکان پر لے گئی اور گیہوں کی روٹی اور گھی اور کھجوریں میرے سامنے رکھ کر بولی: اے ابوالعباس کھاؤ، مجھے میرے جد کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا تھا اور جب بھوکے ہو تو ہمارے پاس آئندہ آجایا کرو۔

(وفاءالوفا صفحہ ۴۲۹)

اس سے ثابت ہوگیا کہ قبر شریف پر بغرض قضائے حاجت حاضر ہونا اور یا رسول اللہ کہہ کر استغاثہ کرنا بزرگوں کا فعل ہے۔

(۴۰) فقیہ ابومحمد شبلی نے اپنی کتاب کے فضل حج میں ذکر کیا کہ اہل غرناطہ کا ایک شخص ایسے مرض میں مبتلا ہوا جس سے تمام اطباء عاجز ہوگئے اور اسکی صحت سے مایوس ہوگئے تو محمد بن ابوالخصال وزیر نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک عرضی لکھی جس میں اس کی بیماری کی شفا کا سوال کیا اور اس کو اشعار میں لکھا۔

کتاب وقید من زمانة مستشف بقبر رسول اللہ احمد یستشفی

ایک مزمن طالب صحت نے یہ نامہ لکھا۔

له قدم قد قید الدھر خطوھا ہیں قدم اس کے مگر چلتا نہیں وہ ایک قدم

فلم یستطع الا الاشارۃ بالکف پاؤں سے عاجز ہے کچھ ہاتھوں سے چلتا ہے شہا

عتبقك عبداللہ نا داك ضا رعا تم سے فریادی ہے بس یہ بندہ عاجز تیرا

وقد اخلص النجوی والیقین بالعطف بالیقین تم اس کے ہو حاجت روا مشکلکشا

(وفاءالوفا صفحہ ۴۳۱)

تو ادھر تو اس کے یہ اشعار اور باقی اشعار مدینہ طیبہ قبر انور کے سامنے اس قاصد نے پڑھے اور اُدھر مریض اچھا ہوگیا وہ قاصد جب مدینہ واپس ہوکر آیا تو اس مریض کو ایسا صحیح پایا کہ اس کو مرض پہونچا ہی نہیں تھا۔

الحاصل: ان آیات واحادیث اور اجماع وقیاس ہر چہار دلائل شرع سے اور صحابہ وتابعین کے افعال سے اور ائمہ وسلف صالحین کے اعمال سے یہ ثابت ہوگیا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اور

حضرت انبیاء علیہم السلام سے اور ائمہ واولیاء کرام سے استعانت وتوسل اور استمداد واستغاثہ کرنا نہ فقط جائز ہے بلکہ سنت ہے اور معمول امت ہے، جو اس کو ناجائز کہتا ہے وہ ان تمام آیات واحادیث کا منکر ہے اور اجماع وقیاس کا مخالف ہے لیکن اس مصنف کی دلیری ملاحظہ ہو کہ وہ کہتا ہے۔ بعض عوام اپنی دعاء میں دفع ضرر اور طلب مغفرت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے استغاثہ کرتے ہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ان کا یہ فعل شرک اکبر ہے۔ اولا: اس بد بخت نے نہ صرف ائمہ وسلف کرام کو عوام قرار دیا بلکہ تابعین وصحابہ کرام کو عوام ٹھہرایا بلکہ حضرات انبیاء مرسلین کو عوام کے درجہ میں رکھا کہ اوپر کے جوابوں سے ثابت ہو چکا ہے کہ دفع مضرت اور طلب مغفرت کے لئے ان سب نے مقربان حق سے توسل اور استغاثہ کیا ہے۔ ثانیا: اس بیدین نے ائمہ وسلف صالحین اور صحابہ وتابعین سب کو مشرک ٹھہرایا بلکہ خود حضرات انبیاء ومرسلین کو مشرک قرار دیا۔ اور ان کے مقربان الٰہی سے توسل واستغاثہ کرنے کو شرک اکبر قرار دیا العیاذ باللہ تعالیٰ پھر اس مصنف کی مزید بیبا کی ملاحظہ ہو وہ کہتا ہے:

حق تعالیٰ نے آپ کو اس لئے نہیں بھیجا کہ وہ قضائے حاجات کریں، دفع مصائب کے لئے خدا اور اس کے بندوں کے درمیان واسطہ ہوں۔ ہم نے تو کثیر دلائل آیات واحادیث اجماع قیاس اور اقوال صحابہ وسلف سے یہی ثابت کر دیا کہ ساری امت کے نزدیک حضور نبی علیہ الصلاۃ والسلام قضائے حاجات ودفع مصائب میں خدا اور اس کے بندوں کے درمیان واسطہ ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں اپنے اور بندوں کے درمیان واسطہ ہی قرار دیا۔ اور مصنف ان سب دلائل شرعیہ سے انکار کرتا ہے اور معمول امت کی مخالفت کرتا ہے، تو اس پر لازم تھا کہ اپنے دعوی پر کوئی دلیل پیش کرتا۔ لیکن جب کوئی دلیل ہی نہیں تو وہ دلیل کہاں سے لائے۔ لہٰذا وہ خود اپنی طرف سے یہ دلیل بنا کر پیش کرتا ہے۔

چونکہ جس کی وفات ہو گئی ہو اس سے کسی مطلب یا حاجت کا سوال کرنا اس قسم کا شرک ہے جو اس کے مرتکب کو ہمیشہ کے لئے عذاب جہنم کا سزاوار بنا دیتا ہے خواہ جس سے طلب کیا جائے وہ نبی ہو یا ولی ہو یا فرشتہ۔

ہر شخص اسکا فیصلہ کرنے پر مجبور ہے کہ یہ دلیل تو ہے نہیں بلکہ یہ مستقل دعویٰ ہوا کہ وفات شدہ کسی نبی وولی سے کسی مطلب وحاجت کا سوال کرنا شرک ہے اور اس کا مرتکب ہمیشہ کے لئے جہنمی ہے اور پھر اس دعوے پر کوئی دلیل نہیں۔ تو اس کے باطل وغلط ہونے کے لئے اتنی بات بہت کافی ہے کہ ساری امت کے افعال سے ثابت ہو گیا کہ انہوں نے وفات یافتہ نبی وولی سے اپنے مطالب وحاجات میں

سوالات کیئے تو جو ساری امت کو جہنمی کہے وہ خود جہنمی ہے۔ اور جو تمام اہل اسلام کو مشرک کہے وہ خود کافر ومشرک ہے۔

بالجملہ اس مصنف اور اس فرقہ نجدیہ کی گمراہی آفتاب سے زائد طور پر روشن ہوگئی۔ اور یہ ظاہر ہو گیا کہ وہ آیات واحادیث کے منکر اور اجماع وقیاس کے مخالف ہیں اور خود جو دعوی کرتے ہیں اس پر کسی طرح کوئی ایک دلیل پیش نہیں کر سکتے فقط، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

سوال پنجم: طلب شفاعت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور کسی اور سے دنیا میں شفاعت کا طلب کرنا ہرگز جائز نہیں کہ شفاعت بجز خدائے وحدہ لاشریک کے کسی کی ملک نہیں۔ لہذا اس کا غیر اللہ سے طلب کرنا ہرگز جائز نہیں کیونکہ اللہ جل شانہ سے بغیر اس کے حکم کوئی شفاعت نہیں کر سکتا۔

الجواب:

کسی سے شفاعت طلب کرنا یا مدد طلب کرنا یا توسل کرنا یا فریادرسی چاہنا یہ الفاظ تو بظاہر مختلف معلوم ہوتے ہیں لیکن ان سب کے معنیٰ اور مراد ایک ہی ہیں چنانچہ علامہ امام سبکی شفاء السقام میں اسکی تصریح فرماتے ہیں:

"ولا فرق فی ھذا المعنیٰ بین ان یعبر عنه بلفظ التوسل او الاستعانه اوالتّشفع اوالتجوہ" (شفاء السقام صفحہ ۱۲۱)

ایک ہی معنی ہیں جس کو لفظ توسل یا استعانہ یا تشفع یا تجوہ سے تعبیر کیا جاتا ہے ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اس عبارت سے ظاہر ہو گیا کہ ایک ہی معنی اور مراد ہیں توسل واستغاثہ اور استمداد واستعانہ۔ اور تشفع کے مختلف الفاظ میں تعبیر کیا جاتا ہے ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ تو اب کسی غیر اللہ سے خصوصا حضرات انبیاء اولیاء کرام سے دنیا میں شفاعت طلب کرنا کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے بلکہ وہی غیر اللہ سے استمداد واستعانہ توسل واستغاثہ ہے جس پر مبسوط اور مفصل گفتگو ابھی جواب سوال چہارم میں گذری تو جس قدر دلائل توسل واستمداد کے اثبات کے ہیں وہ سب اس استشفاع کے لئے بھی ہیں تو اب اس جواب سوال پنجم کے لئے کسی نئی دلیل اور نئے ثبوت کی حاجت ہی نہیں۔ مگر سائل نے چونکہ اس کو علحدہ سوال قرار دیا ہے۔ تو اس کے لئے ہم خاص لفظ شفاعت کے ساتھ ثبوت پیش کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤك فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا

اللہ توابا رحیما" (سورۂ نساء رکوع ۹)

اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب وہ تمہارے حضور حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کے لئے شفاعت کرے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ کرنے والا مہربان پائیں گے۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوگیا کہ رسول کرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گنہگاران امت کی شفاعت کرنے والے ہیں۔ اور لوگ دنیا میں طلب شفاعت کے لئے ان کے پاس حاضر ہوا کریں کہ خدا کے مہربان ہونے کے لئے پہلے شفاعت رسول کا پایا جانا مناسب ہے۔ لہٰذا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دنیا میں شفاعت طلب کرنا اس آیت سے جائز ثابت ہوگیا۔

ابوداؤد شریف میں حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا:

" اتی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعرابی فقال یا رسول اللہ جهدت الا نفس وضاعت العیال ونکهت الا موال وهلکت الا نعام فاستسق اللہ لنا فانا نستشفع بك علی اللہ و نستشفع باللہ علیك قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ویحك اتدری ما تقول انه لا یستشفع باللہ علی احد من خلقه شان اللہ اعظم من ذلك الحدیث "

(ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۲۹۴):

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی نے حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ جانیں مشقت میں پڑ گئیں اور عیال ضائع ہو گئے اور مال کم ہو گئے، اور جانور ہلاک ہو گئے، تو آپ ہمارے لئے اللہ سے سیرابی طلب کیجئے، ہم درگاہ الٰہی میں آپ کے ساتھ شفاعت طلب کرتے ہیں اور ہم آپ کے حضور اللہ کے ساتھ شفاعت طلب کرتے ہیں م تو حضور نے فرمایا تیرے لئے خرابی ہو تو نے بات کو سمجھا نہیں، مخلوق میں سے کسی کے حضور اللہ کے ساتھ شفاعت طلب نہیں کی جاتی، اللہ کی شان اس سے بہت بلند و عظیم ہے۔ اس حدیث میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس اعرابی کے اس جملہ پر تو سخت انکار کیا کہ اس کے حضور کے سامنے اللہ کے ساتھ شفاعت طلب کی۔ تو حضور نے اس کو مسئلہ سمجھا دیا کہ اللہ کی شان اعظم و اعلیٰ ہے۔ اور مخلوق اس کے روبرو ادنی ہے اور مشفوع اعلیٰ ہوتا ہے اور شافع ادنی ہوتا ہے۔ تو اللہ مشفوع تو ہو سکتا ہے لیکن وہ کسی مخلوق کے سامنے شافع نہیں ہو سکتا کہ اعلیٰ ادنی کے سامنے شافع نہیں ہو سکتا، لیکن حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس اعرابی کے اس جملہ پر کسی طرح کا انکار نہیں "انا نستشفع بك علی اللہ" یعنی ہم درگاہ الٰہی میں آپ کے ساتھ شفاعت طلب کرتے ہیں تو اگر نبی

کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ شفاعت طلب کرنا بھی ناجائز ہوتا تو حضور اس اعرابی کے اس جملہ پر بھی انکار فرماتے۔ پھر جب حضور شارع علیہ السلام ہی نے اس پر انکار نہیں فرمایا تو یہ انکار نہ فرمانا ہی دلیل جواز ہے تو اس حدیث شریف کے صریح الفاظ سے ثابت ہو گیا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دنیا میں شفاعت طلب کرنا نہ فقط جائز بلکہ سنت ثابت ہوا اور فعل صحابی ثابت ہوا۔

الحاصل قرآن وحدیث سے تو یہ صراحۃً ثابت ہو گیا کہ غیر اللہ سے خصوصاً ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دنیا میں شفاعت طلب کرنا جائز ہے لیکن یہ مصنف اس کے خلاف یہ دعوی کرتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا کسی اور سے دنیا میں شفاعت کا طلب کرنا ہرگز جائز نہیں۔ ہر شخص جانتا ہے جو دعوی قرآن وحدیث کے خلاف ہو وہ یقیناً غلط و باطل ہے اور ایسا دعوی کرنے والا حکم قرآن وحدیث کا منکر ومخالف قرار پائیگا تو اس مصنف کے گمراہ و بیدین ثابت کرنے اور دعوی کے باطل ہونے کے لئے اتنی بات بہت کافی ہے کہ یہ دعویٰ قرآن وحدیث کے خلاف ہے جیسا کہ ہم نے آیت وحدیث اوپر پیش کر کے یہ ثابت کر دیا۔ تو یہ مصنف مخالف قرآن ومنکر حدیث ثابت ہوا۔ پھر اس مصنف کے باطل دعوے کے اثبات کیلئے کوئی دلیل شرعی کا ملنا تو ممکن ہی نہ تھا لہٰذا یہ مصنف اس کے لئے دلیل گڑھتا ہے۔ کیونکہ شفاعت بجز خدائے وحدہ لاشریک کے کسی کی ملک نہیں لہٰذا اس کا غیر اللہ سے طلب کرنا ہرگز جائز نہیں۔

یہ نادان مصنف اپنے دعویٰ پر دلیل پیش کرتا ہے اور پھر یہ فریب کہ اس دلیل میں یہ دعویٰ کرتا ہے کہ شفاعت بجز خدا کے کسی کی ملک نہیں۔ مصنف کا یہ دعویٰ بھی غلط و باطل ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام واولیاء کرام بعطائے الٰہی شفاعت کے مالک ہیں قرآن کریم میں فرمایا گیا ﴿ لایملکون الشفاعۃ الا من اتخذ عند الرحمن عھداً ﴾ (سورہ مریم) لوگ شفاعت کے مالک نہیں مگر وہی جنہوں نے رحمٰن کے پاس قرار کر رکھا ہے اس آیت کریمہ سے ثابت ہو گیا کہ عام لوگ تو شفاعت کے مالک نہیں ہوتے مگر وہ جنہیں خدا کی طرف سے شفاعت کا اذن مل چکا اور ان سے عہد ہو چکا تو وہ بعطائے خدا شفاعت کے مالک ہو جاتے ہیں۔ تو جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وعطا سے شفاعت کا مالک بنا دیا ہے ان کو اس نفی مالکیت سے مستثنی کر دیا۔ تو اب آیت کا صاف یہ مطلب ہوا کہ شفاعت کے مالک صرف وہی لوگ ہیں جن سے اللہ کا عہد ہو چکا اور انہیں خدا کی طرف سے اذن مل چکا۔ اب اتنی بات مخفی رہی کہ وہ کون سے حضرات ہیں جن سے عہد ہوا اور جن کو اذن دیا۔ تو اس کو اس آیت نے واضح کر دیا۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خطاب فرماتا ہے " واستغفر لذنبك وللمومنين والمومنات " (سورہ محمد) اور اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں وعورتوں کی شفاعت طلب کرو۔

اس آیۂ کریمہ سے ثابت ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ اذن دیدیا کہ وہ امت کے لئے شفاعت کریں اور ان کی شفاعت کے قبول فرمالینے کا عہد فرمالیا۔ تو ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شفاعت کا اذن بھی مل چکا اور ان کی شفاعت کے قبول ہونے کا عہد بھی ہو چکا۔ اب باقی رہے اور انبیاء علیہم السلام واولیاء وعلماء کرام تو وہ بھی ماذون ہیں " من ذالذی یشفع عنده الا باذنه " (سورہ بقرہ) وہ کون ہے جو اس کے یہاں شفاعت کرے مگر اس کے اذن سے تفسیر خازن میں الا باذنه کے تحت میں فرماتے ہیں " يريد بذلك شفاعة النبي وشفاعة الانبياء والملئكة وشفاعة المومنين بعضهم لبعض " (جلد اصفحہ ۲۲۷) اس سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت اور بعض انبیاء اور فرشتوں کی شفاعت اور بعض مومنین کی بعض کے لئے شفاعت مراد ہے۔

تو اس آیۂ کریمہ اور اس کی تفسیر سے یہ ثابت ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اور انبیاء علیہم لسلام کو اور بعض مومنین کو شفاعت کرنے کا اذن دیدیا ہے۔ تو اذن والے شفاعت کرنے میں انبیاء اولیاء اور بعض مومنین ثابت ہوئے۔ ان آیات کے بعد کسی اور دلیل کی حاجت نہیں تھی مگر اتمام حجت کے لئے چند احادیث بھی پیش کی جاتی ہیں۔

بخاری شریف ومسلم شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ونیز نسائی، احمد، طبرانی، ابونعیم، ابویعلی ابن ابی شیبہ، بزار راوی ہیں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

واعطيت الشفاعة " (مشکوۃ شریف صفحہ ۵۱۲)

مجھے شفاعت عطا فرمادی گی۔

ترمذی شریف وابن ماجہ شریف میں حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

" اتانی ات من عند ربی فخیرنی بین ان یدخل نصف امتی الجنة وبین الشفاعة فاخترت الشفاعة وهولمن مات لا يشرك بالله " (مشکوۃ شریف صفحہ ۴۹۴)

میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا میرے پاس آیا، اس نے مجھے میری نصف امت کے

جنت میں داخل ہونے یا شفاعت کرنے کے درمیان اختیار دیا، تو میں نے تو شفاعت کو اختیار کیا اور یہ شفاعت ہر اس شخص کے لئے ہے جس کی موت بحالت شرک نہ ہو۔

ابن ماجہ شریف میں حضرت امیر المؤمنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا"

یشفع یوم القیامة ثلثة الانبیاء ثم العلماء ثم الشهداء "(مشکوۃ صفحہ ۴۹۵)

روز قیامت تین گروہ شفاعت کرینگے انبیاء پھر علماء پھر شہداء۔

ان احادیث سے ثابت ہوگیا کہ دنیا ہی میں ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو منصب شفاعت عطا فرمادیا گیا اور حضور نے بمقابلہ مغفرت نصف امت کے رتبہ شفاعت کو اختیار کیا۔ تو حضور ہر مومن کی شفاعت کرنے کے مختار و مالک ہوئے، اور تین گروہ حضرات انبیاء علیہم السلام اور علماء کرام اور شہداء کو شفیع قرار دیا گیا۔

تو ان آیات واحادیث سے یہ ثابت ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان گروہوں کو شفاعت کا اذن دیا ہے۔ اور ان کی شفاعت کے قبول کر لینے کا عہد فرمالیا ہے تو یہی حضرات بحکم آیت اولیٰ کے شفاعت کے مالک ثابت ہوگئے۔ لہٰذا یہ حضرات بعطائے الٰہی وباذن خداوندی شفاعت کے مالک قرار پائے۔ مصنف اسی کا صریح طور پر انکار کر رہا ہے، تو یہ اپنے اس دعوے میں بھی قرآن وحدیث کا منکر و مخالف قرار پایا۔ پھر یہ مزید دلیری دکھاتا ہے۔

<u>کیونکہ اللہ جل شانہ سے بغیر اس کے حکم کوئی شفاعت نہیں کر سکتا۔</u>

یہ بے علم اگر ان آیات واحادیث کو سمجھتا تو ایسی غلط بات نہ کہتا کہ ان میں صاف طور پر وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء علیہم السلام وعلماء وشہدا کو شفاعت کرنے کا اذن وحکم دے دیا ہے تو یہ دنیا وآخرت میں مومنین کی شفاعت کرتے تھے اور کرینگے۔ مصنف چونکہ ان کی شفاعت کا منکر ہے تو یہ بد نصیب ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سے محروم رہیگا کہ حدیث شریف میں وارد ہے" فمن لم یومن بها لم یکن من اهلها " رواہ ابن منیع۔ یعنی جو شفاعت پر ایمان نہیں لائیگا وہ شفاعت کا اہل بھی نہ ہوگا۔ اور اہل اسلام کو حضور کی شفاعت دنیا وآخرت میں ہر جگہ دستگیری فرمائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

سوال ششم: کسی قبر کی زیارت کے لئے سفر کرنا، کسی معین اور مخصوص قبر کی زیارت کے لئے سفر

کرنا ایک مذموم بدعت ہے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کے جواز کے متعلق کوئی نص وارد نہیں اور نہ خلفاء راشدین میں سے کس نے اس فعل کو کیا اور نہ ائمہ اربعہ ہی نے اسے مستحسن سمجھا، بلکہ امام مالک اور دیگر علماء دین نے تو اس قول کو مکروہ بتایا ہے کہ کوئی یہ کہے کہ میں نے بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کی، اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بجز مسجد حرام و مسجد نبوی اور مسجد اقصی کے ہر اس سفر سے منع فرمادیا ہے جو بقصد عبادت کیا جائے۔

الجواب:

مصنف کا یہ کہنا کہ کسی خاص قبر کی زیارت کے لئے سفر کرنا۔ لہٰذا کسی قبر کی زیارت کے لئے سفر کرنے کا جواز قرآن وحدیث اور اجماع وقیاس ہر چہار دلائل شرعیہ سے ثابت ہے اور سلف وخلف بلکہ صحابہ وتابعین کے افعال سے ثابت ہے۔ پہلے آیات سنئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

آیت: ولو انهم اذظلموا انفسهم جاء وك الآية ۔ (النساء ۹)

اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب وہ تمہارے حضور حاضر ہوں۔

علامہ الامام شیخ تقی الدین سبکی شفاء السقام میں تحت آیت کریمہ فرماتے ہیں:

"دلت الآية على الحث على المجئى الى الرسول والاستغفار عنده واستغفاره لهم وذلك وان كان ورد فى حال الحيات فهى رتبة له صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لا تنقطع بموته تعظيما له" (شفاء السقام صفحہ ۶۰)

آیت نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور آنے پر ابھارنے اور ان کے پاس مغفرت طلب کرنے۔ اور ان مجرموں کے لئے حضور کی خود شفاعت کرنے پر دلالت کی۔ یہ اگر چہ حضور کی حیات ظاہری میں وارد ہوا تھا۔ مگر حضور علیہ السلام کا یہ رتبہ بعد وفات کے بھی ختم نہیں ہوا کہ ان کی تعظیم ایسی ہے۔

(وفیہ ایضا) "والمجئى صادق على المجئى من قرب ومن بعد بسفر وبغير سفر"
(شفاء السقام صفحہ ۷۵)

اور حضور کے پاس آنا قریب سے اور دور سے آنے پر اور سفر اور بغیر سفر کے آنے پر صادق ہوتا ہے۔ (یعنی قریب وبعید سے سفر اور بلا سفر سے آنا ہی تو ہے)

علامہ شیخ الاسلام مفتی الانام امام سمہودی وفاء الوفا میں آیۃ کریمہ سے اس طرح استدلال کرتے ہیں "

ویستدل ایضا بقوله تعالیٰ ولو انهم اذظلموا انفسهم الآیة علی مشروعیة السفر للزیارة وشد الرحال الیها علی ما سبق تقریره بشموله المجئی من قرب ومن بعد وبعموم مقوله من زار قبری" (وفاء الوفاء صفحہ ۴۱۴)

اور آیۂ کریمہ: ولو انهم اذ ظلموا انفسهم" سے زیارۃ کے سفر کی مشروعیت پر زیارت کے لئے شدرحال کرنے پر استدلال کیا گیا جس کی تقریر پہلے یہ گذری کہ حضور کے پاس آنا قریب وبعید کے ہرآنے کو شامل ہے۔اورحدیث "من زار قبری" ہردوکو عام ہے تو اس آیت اوراس کی تفاسیر سے ثابت ہوگیا کہ کلمہ جاؤک حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات شریف اور بعد وفات شریف ہر حال میں خدمت اقدس میں حاضر ہونے ۔ اور پاس والوں اور دور والوں کے بلاسفر اور سفر ہر طرح سے آنے پر دلالت کرتا ہے۔اور ظاہر ہے کہ دور والے بلاسفر کیئے ہوئے آنہیں سکتے۔

لہٰذا خاص قبر شریف کی زیارت کے لئے سفر کرنا اس آیت کریمہ سے ثابت ہوگیا۔

ایت۔" ومن یخرج من بیته مها جرا الی الله ورسوله ثم یدر که الموت فقد وقع اجره علی الله (النساء رکوع ٤)

اور جو اپنے گھر سے نکلا اللہ ورسول کی طرف ہجرت کرتا پھر اسے موت نے آلیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ پر ہوگیا۔

علامہ سبکی شفاء السقام میں اس آیہ کریمہ کے تحت فرماتے ہیں ۔

وهذه الآیة یحسن ان یکون دلیلا علی المقصود فان المسافر لزیارة رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم خرج من بیته مها جرا الی الله ورسوله ۔ (شفاء السقام صفحہ ۷۸)

یہ آیت مقصود کے لئے بہترین دلیل ہوگئی کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے سفر کرنے والا اپنے گھر سے اللہ اوراس کے رسول کی طرف مہاجر ہو کر نکلا ہے۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوگیا کہ زیارت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے سفر کرنے کا ثواب ہجرت کا ثواب ہے اور جو قبر شریف کی زیارت کے لئے سفر کرتا ہے وہ حقیقۃً صاحب قبر کی زیارت کے لئے سفر کرتا ہے۔

چنانچہ علامہ سبکی شفاء السقام میں فرماتے ہیں:

انه لم یسافر لتعظیم البقعة وانما سافر لزیارة من فیها کما لو کان حیا وسافر فیها

'' (شفاء السقام صفحہ ۸۹)

بیشک زائر قبر نے جگہ و مکان کی تعظیم کے لئے سفر نہیں کیا بلکہ اس نے صاحب قبر کی زیارت کے لئے سفر کیا ہے، جیسا کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو اس کی طرف اس مقام میں سفر کرتا تو ثابت ہوگیا کہ قبر کی زیارت کے لئے سفر کرنا گویا صاحب قبر کی زیارت کے لئے سفر کرنا ہے۔

یہ مضمون خود دار قطنی کی حدیث میں بھی ہے جس کی عاطب رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ''

من زارنی بعد موتی فکانما زار نی فی حیاتی '' (شفاء السقام صفحہ ۲۵)

جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی تو گویا اس نے میری حیات میں میری زیارت کی۔ لہذا قبر شریف کی زیارت کے لئے سفر کرنا گویا زیارت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے سفر کرنا ہوا تو خاص قبر شریف کی زیارت کے لئے سفر کرنا آیت کریمہ سے ثابت ہوگیا۔

بالجملہ آیات سے تو خاص قبر شریف کی زیارت کے لئے سفر کرنے کا جواز ثابت ہوگیا۔ اب احادیث شریفہ بھی سنئے بیہقی شریف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

حدیث (۱)

'' من زار قبری کنت له شفیعا او شهیدا '' (بیہقی جلد ۵ صفحہ ۲۴۵)

جس نے میری قبر کی زیارت کی تو میں اس کے لئے شفیع ہونگا۔

بیہقی شریف میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

حدیث: (۲)

'' من حج فزار قبری بعد موتی کان کمن زار نی فی حیاتی ''
(بیہقی شریف جلد ۵ صفحہ ۲۴۶)

جس نے حج کیا پھر میری قبر کی زیارت کی میری وفات کے بعد تو وہ شخص اس کی مثل ہے جس نے میری حیات میں میری زیارت کی۔

حدیث: (۳)

بیہقی شریف کے زیارۃ القبور میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی کہ "

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم یخرج من اخر اللیل الی البقیع فیقول السلام علیکم دار قوم مؤمنین الحدیث" (بیہقی جلد ۵ صفحہ ۲۴۹)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اخیر رات میں بقیع کی طرف تشریف لے جاتے پس فرماتے تم پر سلام ہوا ے اہل سرائے مومنین۔

بیہقی شریف کے باب زیارۃ قبور الشہداء حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

حدیث: (۴)

" فـمـا جئنا قبور الشهداء قال لی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم هذه قبور اخواننا" (بیہقی جلد ۵ صفہ ۲۴۹)

پس جب ہم قبور شہداء کے پاس آئے تو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ہمارے مسلمان بھائیوں کی قبریں ہیں ب۔

ہیقی شریف میں اسی باب زیارۃ قبور الشہداء میں حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا۔

حدیث: (۵)

رائیت ابن عمر اذا ذهب الی قبور الشهداء علی نا قته ردها هکذا و هکذا فقیل له فی ذالك فـقـال انی رائیت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی هذ الطریق علی ناقته فقلت لعل خفی یقع علی خفه" (بیہقی جلد ۵ صفحہ ۲۴۹)

میں نے حضرت ابن عمر کو اونٹنی پر دیکھا جب وہ قبور شہداء کی طرف گئے۔ اس کو اس طرح لوٹایا تو اس کو ان سے دریافت کیا گیا تو فرمایا بیشک میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس راہ میں اونٹنی پر دیکھا۔ تو میں نے کہا شاید کہ میری اونٹنی کا نشان قدم ان کی اونٹنی کے نشان قدم پر واقع ہو جائے۔

بیہقی شریف میں حضرت عبد اللہ بن ابو ملیکہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

حدیث: (۶)

" ان عـائشة رضی الله عنهاا قبلت ذات یوم من المقابر فقلت لها یا ام المومنین من

این اقبلت قالت من قبر اخی عبدالرحمن بن ابی بکر فقلت لھاا لیس کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نھی عن زیارۃ القبور قالت نعم کان نھی ثم امر بزیارتھا "

(بیہقی جلد۴ صفحہ ۷۸)

بیشک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک دن قبرستان سے واپس ہوئیں میں نے ان سے عرض کیا اے ام المومنین آپ کہاں سے متوجہ ہوئیں فرمایا: اپنے بھائی عبدالرحمٰن کی قبر سے، میں نے کہا کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زیارت قبور سے منع نہیں فرمایا، انہوں نے کہا ہاں منع کیا تھا پھر زیارت قبور کا حکم دیا۔

بیہقی شریف میں حضرت سیدالشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

حدیث: (۷)

" ان فاطمۃ بنت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کانت تزور قبر عمھا حمزۃ کل جمعۃ الخ "

(بیہقی شریف جلد۴ صفحہ ۷۸)

بیشک حضرت فاطمہ زہرا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی اپنے چچا حضرت حمزہ کی قبر کی زیارت ہر جمعہ کو کرتی تھیں۔

بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت محمد بن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

حدیث: (۸)

" من زار قبر ابویہ او احدھما فی کل جمعۃ غفرلہ و کتب برا "

(مشکوۃ صفحہ ۱۵۴)

جس نے اپنے ہردو ماں باپ یا ایک کی ہر جمعہ کو زیارت کی تو اس کی مغفرت ہو جائیگی اور وہ محسن لکھدیا جائیگا۔ بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

حدیث: (۹)

" من زار نی بالمدینۃ محتسبا کنت لہ شھیدا او شفیعا یوم القیامۃ "

(جامع صغیر مصری جلد۲ صفحہ ۱۵۶)

بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابن عدی نے کامل میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کہ حضور نبی کریم نے فرمایا:

حدیث: (۱۰)

"من زار قبری وجبت شفاعتی" (جامع صغیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۵)

جس نے میری قبر کی زیارت کی تو اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

ان دس احادیث شریفہ سے ثابت ہوگیا کہ صحابہ کرام واہلبیت عظام زیارت قبور کے لئے جاتے تھے۔حتی کہ خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی زیارت قبور کے لئے بقیع واحد شریف لے جاتے۔قریب مقام کو پا پیادہ اور بعید جگہ کو اونٹنی پر سوار ہو کر جاتے۔اور خاص قبر شریف کی زیارت کے لئے حاضر ہونے پر مختلف الفاظ میں امت کو ترغیب دیتے تو یہ احادیث قریب والوں اور دور والوں اور سفر کر کے آنے والوں سب کے لئے عام ہیں لہٰذا ان احادیث سے ثابت ہوگیا کہ خاص قبر کی زیارت کے لئے سفر کر کے آنا نہ فقط جائز ہے بلکہ قولی وفعلی ہر اعتبار سے سنت ہے۔اور پھر جب اس کا سنت ہونا ثابت ہو اتو جو اس سنت کو مذموم بدعت کہے وہ خود بدعتی و گمراہ ہے۔بالجملہ یہ احادیث سے ثبوت پیش کیا گیا۔

اب اجماع کی چند عبارات بھی ملاحظہ کیجئے شفاء السقام میں ہے؛

"الرابع الاجماع لا طباق السلف والخلف فان اناسا لم یزالوا فی کل عام اذا قضوا الحج یتوجهون الی زیارته صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ومنهم من یفعل ذلك قبل الحج هکذا شاهدناه وشاهده من قبلنا وحکاه العلماء من الاعصار القدیمة کما ذکر ناه فی الباب الثالث وذلك امر لا یرتاب فیه وکلهم یقصدون ذلك ویعرضون الیه وان لم یکن طریقهم ویقطعون فیه مسافة بعیدة وینفقون فیه الاموال ویبذلون فیه المحن معتقدین ان ذلك قربة وطاعة واطباق هذا الجمع العظیم من مشارق الارض ومغاربها علی عمر السنین وفیهم العلماء والصلحاء وغیرهم یستحیل ان یکون خطاء کلهم یفعلون ذلك علی وجه التقرب الی اللہ عز وجل" (شفاء السقام صفحہ ۷۶)

چوتھی دلیل اجماع ہے کہ امت کے سلف وخلف بالاتفاق ہمیشہ سے ہر سال جب حج ادا کر لیتے ہیں تو زیارۃ قبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔اور کچھ ان کے قبل حج اس زیارت سے مشرف ہوجاتے ہیں،اسی طرح ہم نے اور ہم سے پہلے لوگوں نے اس کا مشاہدہ کیا اور کتنے قدیم

زمانوں کے علماء نے اس کو نقل کیا، جیسا کہ باب سوم میں ہم نے اس کا ذکر کیا۔ تو اس امر میں شک کی گنجائش نہیں کہ سب اہل اسلام اس کا قصد کرتے ہیں اور اس کی طرف آتے ہیں اگر چہ راہ نہ ہو اور اس میں بعید مسافت کو قطع کرتے ہیں اور اس میں مال خرچ کرتے ہیں اور جانی مشقت برداشت کرتے ہیں یہ اعتقاد کرتے ہوئے کہ یہ سفر قربت واطاعت ہے اور برسوں سے مشرق ومغرب کے اس قدر بڑے گروہ کا اتفاق جن میں علماء وصلحاء بھی ہیں محال ہے کہ یہ سب خطاء اور غلطی پر ہوں۔ تو اس کو سب امت اللہ عزوجل کے تقرب کے لئے کرتی ہے۔ تو یہ سفر زیارت بالاجماع مسلمین ثابت ہوا۔

علامہ سمہودی اپنی کتاب وفاء الوفا میں فرماتے ہیں:

" اما الاجماع فقال عیاض رحمه الله تعالیٰ زیارة قبره صلی الله تعالیٰ علیه وسلم سنة بین المسلمین مجمع علیها وفضیلة مرغب فیها انتهی واجمع العلماء علی استحباب زیارة القبور للرجال " (وفاء صفحہ ۴۱۲)

رہا اجماع تو قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ زیارت قبر شریف اہل اسلام کے نزدیک سنت ہے جس پر اجماع ہو چکا۔ اور فضیلت ہے جو پسندیدہ ہے، اور علماء نے زیارۃ قبور کے استحباب پر خاص مردوں کے لئے اجماع کیا۔

(وفیه ایضا) واذا ثبت ان الزیارة قربة فالسفر الیها کذلك وقد ثبت خروج النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم من المدینة لزیارة قبور الشهداء فاذا جاز الخروج للقریب جاز للبعید وحینئذ فقبره صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اولیٰ وقد انعقد الاجماع علی ذلك لاطباق السلف والخلف علیه " (وفاء الوفاء جلد ۲ صفحہ ۴۱۴)

اور جب یہ ثابت ہو چکا کہ بے شک زیارت کرنا قربت ہے تو اس کی طرف سفر کرنا بھی قربت ہے اور حضور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مدینہ سے زیارت قبور شہداء کے لئے جانا ثابت ہے، اور جب قریب کے لئے جانا جائز تو بعید کے لئے جانا بھی جائز ہوا۔ لہٰذا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کے لئے جانا بدرجہ اولیٰ جائز ثابت ہوا بلکہ اس پر خلف وسلف کے اتفاق کی بنا پر اجماع منعقد ہو گیا۔

ان عبارات سے ثابت ہو گیا کہ زیارۃ قبور کے مستحب اور قربت ہونے اور اس کے لئے سفر کے قربت ہونے پر امت کا اجماع منعقد ہو چکا اور خاص کر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت کرنے اور اس کے لئے مسافت بعیدہ سے سفر کر کے آنے اور اس سفر میں مال صرف کرنے اور

روضۂ پاک پر باعتقاد قربت وطاعت حاضر ہونے پر امت کا ایسا اجماع منعقد ہو چکا جس میں کسی طرح کے شک کی گنجائش نہیں۔ اسی بنا پر تو ہمیشہ سے سالانہ عامۃ المسلمین اور علماء وصالحین اور سلف وخلف اور صحابہ وتابعین کی جماعتوں کا مشارق ومغارب سے قبل یا بعد حج روضۂ مطہرہ پر حاضر ہونے کا معمول ہے تو سب امت کا خطا پر جمع ہونا تو محال ہے۔ لہٰذا اجماع سے بھی یہ ثابت ہو گیا کہ کسی قبر خاص کی زیارت کے لئے سفر کرنا جائز ہے اور معمول امت ہے۔ اب باقی رہی چوتھی دلیل قیاس تو اس کا مختصر بیان بھی سنئے۔ امام سبکی شفاء السقام میں فرماتے ہیں۔

" الثالث من السنة ايضا لنصها على الزيارة ولفظ الزيارة يستدعى الانتقال من مكان الزائر الى مكان المزور كلفظ المجيء الذى نصت عليه الآية الكريمة فالزيارة اما نفس الانتقال من مكان الى مايقصدها واما الحضور عند المزور من مكان اخر وعلى كل حال لا بد فى تحقيق معناها من الانتقال فالسفر داخل تحت اسم الزيارة من هذا الوجه فاذا كانت كل زيارة قربة كان كل سفراليها قربة وايضا فقد ثبت خروج النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من المدينة لزيارة القبور واذا جاز الخروج الى القريب جا زالى البعيد "

(شفاء السقام صفحہ ۷۵)

تیسرا قیاس حدیث سے ثابت ہے جو زیارت کے لئے نص ہے کہ لفظ زیارت مکان زائر سے مکان مزور کی طرف منتقل ہونے کو متدعی ہے، جیسا کہ وہ لفظ مجی جو آیۂ کریمہ میں منصوص ہے۔ تو زیارۃ یا تو ایک مکان سے مکان مقصود کی طرف منتقل ہونا ہے اور یا ایک مکان سے مزور کے پاس حاضر ہو جانا ہے۔ بہر حال اس کے معنی میں انتقال کا پایا جانا ضروری ہے تو اسی بنا پر زیارت کے تحت میں سفر داخل ہے، تو جب ہر زیارت قربت ہوئی تو اس کی طرف ہر سفر بھی قربت ہوا۔ اور بیقین نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مدینہ سے زیارت قبور کیلئے جانا ثابت ہو چکا پھر جب قریب کے لئے جانا جائز ہوا تو بعید کے لئے جانا بھی جائز ہوا۔

(وفیہ ایضا) " والمقصود ان الزيارة اذا كانت مندوبة فى حق البعيد والسفر شرط لها كان مندوبا وهذا لم يحصل فيه نزاع بين العلماء " (شفاء السقام صفحہ ۸)

مقصود یہ ہے کہ جب زیارت بعید کے حق میں مستحب ہوئی اور سفر اس کے لئے شرط ہے تو سفر بھی مستحب قرار پایا اس میں علماء کے درمیان نزاع نہیں۔

اس عبارت سے ثابت ہوگیا کہ قیاس کا بھی یہی اقتضاء ہے کہ آیۃ کریمہ میں جاؤک اور حدیث شریف میں زار قبری آیا ہے اور لفظ مجئی اور لفظ زیارت کے معانی میں سفر وانتقال داخل ہے اور مجئی اور زیارت کا حکم صرف قریب ہی کیلئے نہیں ہے بلکہ دور والے بھی اس میں شامل ہیں ۔ اور سفر بعید کے لئے شرط ہے اور خود مجئی وزیارت کے معنیٰ میں داخل ہے ۔ تو جب قبر شریف پر آنا اور اس کی زیارت قربت ومستحب ثابت ہوئی تو سفر جو ان کا وسیلہ وذریعہ ہے اور خود ان کے معنیٰ میں داخل ہے وہ بھی قربت ومستحب ثابت ہوگا ۔ نیز جب شارع علیہ السلام کا زیارۃ قبور کے لئے مدینہ سے تشریف لے جانا ثابت ہوا ۔ پھر جب قریب کے مقام کے لئے جائز ثابت ہوا تو دور کے لئے بھی جائز ہی ثابت ہونا چاہئے بالجملہ شریعت کی چاروں دلیلوں کتاب اللہ وحدیث اور اجماع وقیاس سے یہ ثابت ہوگیا کہ کسی خاص قبر کی زیارت کے لئے سفر کرنا بلاشبہ جائز ہے ۔

اب اسکا سنت فعلی ہونا اور سلف وخلف کا معمول بہ ہونا چند واقعات سے بھی ثابت کردیا جائے ۔

(۱) حدیث نمبر ۳ میں گذرا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بقیع شریف زیارت قبور کے لئے تشریف لے جاتے تھے ۔

(۲) حدیث نمبر ۴ میں گذرا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام قبور شہداء کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے ۔

حدیث نمبر ۵ میں گذرا کہ قبور شہداء کی زیارت کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اونٹنی پر سوار ہوکر تشریف لے گئے ۔

حدیث نمبر (۲) میں گذرا کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کے لئے تشریف لے گئیں ۔

حدیث نمبر (۷) میں گذرا کہ خاتون جنت حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ہر جمعہ کو اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتیں ۔

(۶) مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا'

' زار النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبر امه الحدیث "(مشکوۃ صفحہ ۱۵۴)

حضور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی ۔ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی والدہ حضرت آمنہ کی قبر کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے ۔

(۷) مسند ابی شیبہ میں ہے:

" ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یاتی قبور الشھداء باحد علی راس کل حول" (ردالمحتار مصری جلد اصفحہ ۶۳)

بیشک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احد میں قبور شہداء پر ہر سال کے کنارے پر تشریف لایا کرتے تھے۔

اس حدیث سے ثابت ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبور شہداء احد کی زیارت کے لئے ہر سال تشریف لے جایا کرتے تھے۔

(۸) بیہقی واقدی سے اور ابن ابی شیبہ عباد بن ابی صالح سے راوی انہوں نے کہا:

" کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یزور الشھداء باحد فی کل حول واذا بلغ الشعب رفع صوته فیقول :سلام علیکم بما صبر تم فنعم عقی الدار، ثم ابو بکر رضی اللہ عنه کل حول یفعل مثل ذلك، ثم عمر بن الخطاب ثم عثمان رضی اللہ عنهما و کانت فاطمة بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم تاتیهم وتدعوو کان سعد بن وقاص یسلم علیهم" (شرح الصدور مصری صفحہ ۸۷)

حضور بنی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احد میں ہر سال قبور شہداء کی زیارت کرتے تھے اور جب شعب میں پہونچتے بلند آواز سے یہ فرماتے سلام علیکم بما صبر تم فنعم عقبی الدار ۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہر سال ایسا ہی کرتے پھر حضرت عمر بن خطاب پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہما بھی ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاجبزادی حضرت فاطمہ بھی حاضر ہو کر دعا کرتی تھیں ۔ اور حضرت سعد بن وقاص بھی وہاں حاضر ہو کر سلام پیش کرتے۔

اس حدیث سے ظاہر ہو گیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق اور خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق اور خلیفہ سوم ضرت عثمان غنی رضوان اللہ علیہم ہر سال شہداء احد کی قبور پر زیارت کے لئے تشریف لے جاتے ۔ حضرت فاطمہ زہرا اور سعد بن وقاص رضی اللہ عنہما بھی بغرض سلام ودعا آتے۔

(۹) حاکم بسند صحیح اور بیہقی دلائل میں حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے راوی

" ان البنی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم زار قبور الشھداء باحد فقال: اللھم ان عبدك

ونبیك شهدان هئولاء شهداء وان من زارهم او سلم علیهم الی یوم القیامة ردوا علیه"

(شرح الصدور مصری صفحہ ۸۷)

بیشک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احد میں قبور شہداء کی زیارت کی اور یہ فرمایا اے اللہ تیرا بندہ اور نبی گواہی دیتا ہے کہ یہ شہداء ہیں اور جو ان کی زیارت کریگا یا تا روز قیامت ان پر سلام پیش کریگا تو یہ شہداء اسکا جواب دینگے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہداء احد کی قبور کی زیارت کی اور امت کو ان کی زیارت کی ترغیب دی۔

(۱۰) ابن عساکر نے بسند جید حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی:

" ان بلالا رأی فی منامه النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم و یقول له: ما هذه الجفوة یا بلال؟ اما ان لك ان تزورنی یا بلال! فانتبه حزینا و جلا خائفا فركب راحلته وقصدا لمدینة فاتی قبر النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فجعل یبكی عنده ویمرغ وجهه علیه فاقبل الحسن والحیسن رضی الله عنهما فجعل یضمهما ویقبلهما فقالا له یا بلال نشتهی ان نسمع اذانك الذی كنت توذن به لرسول الله فی المسجد ففعل فعلا سطح المسجد فوقف موقفه الذی ان یقف فیه فلما ان قال الله اكبر الله اكبر ار تجت المدینة فلما ان قال اشهد ان لااله الا الله از دادت رجتها فلما ان قال اشهد ان محمد رسول الله خرجت العواتق من خدورهن وقالو ابعث رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فمارائی یوم اكثر باكیا بالمدینة بعد رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم من ذلك الیوم"

(شفاء السقام صفحہ ۳۹ ووفاء الوفا مصری جلد۲ صفحہ ۴۰۸)

حضرت بلال نے خواب میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور ان سے فرماتے ہیں اے بلال یہ کیسا ظلم ہے۔ اے بلال کیا تجھے میری زیارت کا وقت نہیں ملتا، تو وہ رنجیدہ ترساں وخوفزدہ ہو کر بیدار ہوئے پھر سواری پر سوار ہو کر مدینہ کے قصد سے چلے یہاں تک کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر پر حاضر ہو کر رونے لگے اور اپنے چہرہ کو اس پر ملنے لگے۔ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما آئے تو ان کو چپٹانے لگے اور ان کے بوسے لینے لگے، ان ہر دو نے ان سے کہا، کہ اے بلال! ہم تمہاری وہ اذان سننا چاہتے ہیں جو تم مسجد نبوی میں کہا کرتے تھے تو حضرت بلال نے ارادہ کیا اور مسجد کی چھت پر چڑھے اور اسی جگہ

کھڑے ہوئے جہاں وہ کھڑے ہوتے تھے، پھر جب انہوں نے اللہ اکبر اللہ اکبر کہا تو مدینہ میں لرزہ ہو گیا۔ پھر جب اشھد ان لا الہ الا اللہ کہا تو لرزہ بہت زائد ہو گیا پھر جب اشھد ان محمد رسول اللہ کہا تو پردہ نشیں اپنے مکانوں سے باہر نکل آئیں اور لوگ کہنے لگے: کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظاہر ہو گئے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد میں اس دن سے زائد کسی دن رونے والے مرد و عورت نہیں دیکھے گئے۔

اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ملک شام سے مدینہ شریف کی طرف بقصد زیارت قبر شریف کتنا طویل سفر کیا۔ پھر ان کے محض قبر شریف کی زیارت کے قصد سے اتنے طویل سفر کرنے پر کسی صحابی نے کوئی اعتراض نہیں کیا نہ ان کے قبر شریف پر بار بار چہرہ کو رکھنے پر کسی نے ممانعت کی۔ پھر خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انہیں زیارت قبر شریف کے لئے طلب کرنا اور انہیں محض قبر شریف کی زیارت کے لئے اس طویل سفر کی ترغیب کرنا مخالف کے نزدیک کیا چیز ہے اگر وہ اس کو خواب کی بات کہہ کر ٹال دیتا ہے تو پھر وہ یہ بتائے کہ حضرت بلال نے اس خواب پر کیوں عمل کیا اور اگر اس سے بھی قطع نظر کی جائے تو فعل صحابی تو حجت ہے۔ بالجملہ اس حدیث سے خاص قبر کی طرف بقصد زیارت سفر کرنا جائز ثابت ہوا۔

(۱۱) امام ابوبکر بن عمر بن عاصم النبیل نے اپنے مناسک میں ذکر کیا۔

"کان عمر بن عبدالعزیز یبعث بالرسول قاصدا من الشام الی المدینة یقرئ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم السلام ثم یر جع" (وفاء الوفا مصری صفحہ ۴۰۹)

حضرت عمر بن عبدالعزیز ملک شام سے ایک قاصد مدینہ کو محض نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سلام پیش کرنے کے لئے بھیجتے پھر وہ واپس ہوتا۔

اس سے ثابت ہو گیا کہ امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز تابعی رضی اللہ عنہ جو اپنے عہد میں خیر الناس سمجھے جاتے تھے وہ ایک قاصد کو ملک شام سے مدینہ شریف محض قبر شریف پر سلام پیش کرنے کے لئے بھیجا کرتے تھے۔ تو قبر شریف پر سلام پیش کرنیکے لئے طویل سفر کرنا فعل تابعی سے بھی ثابت ہے۔

(۱۲) فتوح الشام میں ہے کہ جب امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ملک شام میں تشریف فرما ہوئے اور اہل بیت المقدس سے آپ نے صلح کی۔

قدم علیہ کعب الاحبار واسلم وفرح باسلامہ قال لہ ھل لك ان تسیر معی الی المدینۃ و تزور قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتتمتع بزیارتہ فقال نعم یا امیر المومنین انا افعل ذلك" (وفاء الوفا مصری جلد۲ صفحہ ۴۰۹)

کعب احبار ان کے پاس حاضر ہوئے اور اسلام لائے تو حضرت عمر ان کے اسلام پر خوش ہوئے۔اور ان سے فرمایا کیا تم میرے ساتھ مدینہ چلو گے اور قبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کروگے اور اس زیارت سے نفع حاصل کروگے،کعب نے عرض کی: ہاں اے امیر المومنین میں ایسا کرونگا۔

اس سے ثابت ہوگیا کہ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب احبار کو حکم دیا کہ تم ملک شام سے مدینہ منورہ تک کا طویل سفر قبر شریف کی زیارت کے قصد سے کرو۔اور اس زیارت سے نفع وفائدہ حاصل کرو۔تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خاص قبر کی زیارت کے لئے سفر کا حکم دیا

(۱۳) علامہ شامی نے ردالمحتار میں حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا حضرت امام الائمہ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مزار پر آنا اسطرح نقل کیا ہے"

قال انی لا تبرك بابی حنیفۃ واجئی الی قبرہ فاذا عرضت لی حاجۃ صلیت رکعتین وسائلت اللہ تعالیٰ عند قبرہ فتقضی سریعا" (ردالمحتار مصری جلد ۱ صفحہ ۳۹)

میں امام ابوحنیفہ کے ساتھ تبرک حاصل کرتا ہوں اور ان کی قبر پر حاضر ہوتا ہوں مجھے جب کوئی حاجت پیش آتی ہے تو دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور ان کی قبر کے پاس اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں تو وہ حاجت جلد پوری ہو جاتی ہے اس سے ثابت ہوگیا کہ حضرت امام شافعی صاحب مذہب جیسے جلیل القدر امام نے خود حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مزار پر حاضری دی اور وہ خاص قبر کی زیارت کے لئے آئے اور وہ بوقت حاجت قضائے حاجت کے لئے خاص قبر امام اعظم پر آجاتے۔

(۱۴) علامہ سمہودی نے وفاء الوفاء میں ابراہیم بن بشار رضی اللہ عنہ کا واقعہ اس طرح نقل کیا ہے " قال حججت فی بعض السنین فجئت المدینۃ فتقدمت الی قبر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فسلمت علیہ فسمعت من داخل الحجرۃ وعلیك السلام"

(وفاء الوفا جلد۲ صفحہ ۴۰۵)

انہوں نے کہا میں نے ایک سال حج کیا پھر مدینہ میں حاضر ہوا اور قبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حاضر ہوکر سلام عرض کیا تو میں نے حجرہ سے یہ آواز سنی وعلیک السلام اور تجھ پر سلام ہو۔

اس سے ثابت ہوگیا کہ حضرت ابراھیم بن بشار علیہ الرحمہ نے خاص قبر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے سفر کیا۔

(۱۵) خود حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا قول مروی ہے۔

' من السنه ان تاتئ قبرالنبی ْصلی الله تعالیٰ علیه وسلم من قبل القبلة وتجعل ظهرك الی القبلة وتستقبل القبر لوجهك الخ " (مسند امام اعظم جلد ا صفحہ ۵۲۳)

سنت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر پر قبلہ کی جانب سے آئے اور تو قبلہ کی طرف اپنی پشت کرنا اور قبر شریف کی جانب اپنا منہ کرنا۔

اس سے ثابت ہوگیا کہ امام اعظم علیہ الرحمہ نے خاص قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کو سنت قرار دیا تو ظاہر ہے کہ دور والا اس سنت کو سفر کر کے حاصل کر سکتا ہے۔ تو سفر زیارت قبر کا بھی اسی سے مستفاد ہوگیا۔

(۱۶) فتاوی ابواللیث سمرقندی میں حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا قول مروی ہے

" قال الاحسن للحاج ان یبداء بمكة فاذاقضی نسكه مر بالمدینة وان بدأبها جاز فیاتی قریبا من قبر رسول الله صلي الله تعالیٰ علیه وسلم فیقوم بین القبر والقبلة"

(وفاء الوفاء صفحہ ۴۱۱)

فرمایا حج کرنیوالے کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ مکہ سے ابتدا کرے پھر جب نسک حج پورے کرلے تو مدینہ حاضر ہو۔ اور اگر مدینہ سے اس نے ابتدا کی تو بھی جائز ہے پھر قبر شریف کے قریب آئے اور قبلہ اور قبر کے درمیان کھڑا ہو۔ اس سے ثابت ہوگیا کہ حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ نے خاص قبر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کیلئے سفر کا حکم دیا۔ بالجملہ ان تمام صحابہ وتابعین اور سلف وخلف صالحین سے ثابت ہوگیا کہ کسی خاص قبر کی زیارت کے لئے سفر کرنا بلاشک جائز ہے بلکہ سنت شارع وسنت صحابہ ہے اور عمل مسلمین ہے۔ اب اس کے مقابلہ میں اس مصنف کی دلیری دیکھو کہ وہ ایسی تمام آیات واحادیث اور اجماع وقیاس اور عمل مسلمین سب کے خلاف یہ لکھتا ہے:

کسی معین اور مخصوص قبر کی زیارت کے لئے سفر کرنا ایک مذموم بدعت ہے۔

مصنف کا یہ ایک دعوے ہے جس پر وہ کوئی دلیل پیش نہیں کر سکا اور نہ آئندہ وہ کوئی دلیل پیش کر سکتا ہے۔ لیکن اس جری کی جرأت ملاحظہ ہو کہ اس نے زیارت قبر کے لئے سفر کرنے کو مذموم بدعت کہہ

کر تمام خلف وسلف صالحین۔ صحابہ وتابعین کو بدعتی بنا دیا بلکہ خود شارع علیہ السلام بلکہ خود رب العلمین کو بدعتی قرار دیا کہ اوپر آیات واحادیث پیش ہو چکی ہیں۔ پھر جب مصنف نے احساس کیا کہ اس دعوی پر کوئی دلیل نہیں ہے تو خود دلیل اس طرح گڑھتا ہے۔

کیونکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کے جواز کے متعلق کوئی نص وارد نہیں ہوئی اور نہ خلفاء راشدین میں سے کسی نے اس فعل کو کیا اور نہ ائمہ اربعہ ہی نے اس کو مستحسن سمجھا۔

اس دلیر کی دلیری ملاحظہ ہو کہ کہتا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کے جواز کے متعلق کوئی نص وارد نہیں ہوئی باوجودیکہ ہم نے اوپر احادیث نقل کیں کہ حضور بکثرت بقیع شریف زیارت قبور کیلئے تشریف لے جاتے تھے۔ ہر سال احد شریف قبور شہداء پر سفر کر کے تشریف فرما ہوتے۔ اپنی والدہ حضرت آمنہ کی قبر پر سفر کر کے آئے۔ تو اس اندھے کو یہ نصوص نظر نہ ائیں۔ پھر جب فعل شارع نے ثابت ہو چکا تو اب قبر کی زیارت کیلئے سفر کر کے جانا سنت قرار پایا۔ نیز اسکی بیبا کی ملاحظہ ہو کہ وہ کہتا ہے کہ نہ خلفاء راشدین میں سے کسی نے اس فعل کو کیا، اور اوپر ہم نے حدیث نقل کی کہ حضرات خلفاء راشدین ہر سال قبور شہداء احد پر سفر کر کے جاتے، تو اس کو فعل خلفاء راشدین نظر نہ آیا، پھر اس کی مزید بے حیائی دیکھئے کہ وہ کہتا ہے، نہ ائمہ اربعہ میں سے کسی نے اس کو مستحسن سمجھا۔ اوپر ہم نے نقل کیا کہ حضرت امام اعظم وحضرت امام شافعی خود خاص قبر پر سفر کر کے آتے اور دوسروں کو اس کا حکم دیتے اور اس کو نہ فقط مستحب و مستحسن بلکہ سنت قرر دیتے۔ اس نابینا نے اقوال نہ دیکھے۔ علاوہ بریں دلیل فعل ہوتا ہے اور عدم فعل کو تو نہ قرآن وحدیث نے دلیل بنایا نہ اجماع وقیاس نے۔ تو یہ جاہل عدم فعل وعدم ورود نص کو کہاں سے دلیل بناتا ہے۔ پھر لطف یہ ہے کہ نص وفعل کے موجود ہوتے ہوئے ان کے مقابلہ میں ان کے عدم کو دلیل بنا کر اپنی انتہائی جہالت اور نادانی کا خود ثبوت پیش کرتا ہے۔ یہ اس مصنف کے خود استدلال کی حقیقت اور اس کی گمراہی کا حال ہے پھر اس کے بعد یہ مصنف سلف پر یہ افترا کرتا ہے۔

بلکہ امام مالک اور دیگر علماء دین نے تو اس قول کو مکروہ بتایا ہے کہ کوئی یہ کہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کی۔

کہ وہ زیارت قبر نبی علیہ السلام کے قول کو مکروہ کہتے ہیں، ہم نے تو سوال دوم کے جواب میں ائمہ اربعہ اور جمہور علماء حنفیہ وشافعیہ ومالکیہ وحنابلہ کے مذاہب واقوال نقل کئے کہ وہ زیارت قبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آداب تعلیم کرتے ہیں اور قبلہ کی طرف پشت کر کے قبر شریف کی طرف منہ کرنا سنت

زیارت قرار دیتے ہیں۔

خود حضرت امام مالک کتاب مبسوط میں فرماتے ہیں جس کو علامہ قاضی عیاض شفا شریف میں نقل کرتے ہیں۔"

لا باس لمن قدم من سفر او خرج الی سفر ان یقف علی قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فیصلی علیہ ویدعو لہ ولابی بکر وعمر "

(شرح شفا شریف مصری جلد ۲ صفحہ ۱۵۶)

جو شخص سفر سے آئے یا سفر میں جائے تو اس کے لئے قبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حاضر ہونے میں کوئی حرج نہیں پھر وہ حضور پر اور حضرات شیخین کے لئے سلام پیش کرے اور دعا کرے۔

(وفیہ ایضا) قال مالک فی روایۃ ابن وھب اذا سلم علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ودعا یقف ووجھہ الی القبر لا الی القبلۃ ویدنو ویسلم ولا یمس القبر بیدہ "

(شرح شفاء جلد ۲ صفحہ ۱۵۲)

امام مالک نے فرمایا ابن وھب کی روایت میں ہے کہ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور سلام پیش کرے اور دعا کرے تو اس طرح کھڑا ہو کہ اس کا چہرہ قبر کی طرف ہو نہ کہ قبلہ کی طرف۔ اور قریب ہو کر سلام پیش کرے اور ہاتھ سے قبر شریف نہ چھوئے۔

ان عبارات سے ثابت ہو گیا کہ حضرت امام مالک کے نزدیک زائر اپنے سفر سے آتے وقت اور جانے سے پہلے قبر شریف پر بقصد زیارت حاضر ہو اور قبلہ کو پشت کر کے قبر شریف کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو اور صلاۃ وسلام پیش کرے پھر دعا مانگے اور قبر شریف کو ادبا ہاتھ سے نہ چھوئے۔

لہٰذا حضرت امام مالک تو قبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کرنے کا طریقہ تعلیم فرماتے ہیں اور یہ مفتی ان پر یہ افترا کرتا ہے کہ وہ زیارت قبر شریف کے قول کو بھی مکروہ کہتے ہیں اصل حقیقت یہ ہے کہ حضرت امام زیارت قبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ناجائز نہیں کہتے بلکہ قبر شریف کے متعلق لفظ زیارت کے استعمال کو ادبا مکروہ کہتے ہیں اور یہ اس بنا پر کہ لفظ زیارت کا استعمال مردوں کے لئے کیا جاتا ہے تو انہوں نے اس کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں مکروہ ٹھہرایا، جیسے وقت عشاء کے لئے عتمہ کا استعمال اور طواف افاضہ کے لئے طواف زیارت کا استعمال مکروہ سمجھا گیا۔ جیسا کہ مالکیوں کے مشہور مصنف ابو الولید محمد بن رشد نے حضرت امام مالک کے اس کلام کے یہی معنیٰ بیان کئے۔

چنانچہ علامہ سبکی شفاء السقام میں اس طرح نقل کرتے ہیں:

قال محمدبن رشد ما کره مالك هذا (والله اعلم) الا من وجه ان کلمة اعلیٰ من کلمة فلما کانت الزيارة تستعمل فی الموتی وقدوقع فيها من الكراهه ما وقع كره ان يذكرمثل هذه العبارة فی النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم كما كره ان يقال ايام التشريق واستحب ان يقال الايام المعدودات كما قال الله تعالیٰ وكما كره ان يقال العتمة ويقال العشاء الاخيرة ونحو هذا وكذلك طواف الزيارة لانه يستحب ان يسمی بالافاضة"

(شفاء السقام صفحہ ۵۶)

محمد بن رشد نے کہا کہ امام مالک نے اس کو مکروہ نہیں قرار دیا اور اللہ اعلم ہے مگر اس بنا پر کہ ایک کلمہ دوسرے کلمہ سے بہتر ہوتا ہے تو جب لفظ زیارت مردوں میں استعمال کیا جاتا ہے تو یہ کراہت تو اس میں واقع ہوگی لہٰذا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ایسے لفظ کا ذکر کرنا مکروہ ٹھہرا جیسے ایام تشریق کا کہنا تو مکروہ ہے اور ایام معدودات کہنا مستحب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اور جیسے کہ عشاء اخیرہ کو عتمہ کہنا مکرہ قرار دیا اور اسی طرح طواف زیارت کا کہنا کہ اس کو طواف افاضہ کہنا مستحب ہے۔ اس عبارت سے ثابت ہو گیا کہ حضرت امام مالک نے ادبا لفظ زیارت کے استعمال کو مکروہ فرمایا ہے۔ حاشا انہوں نے زیارت قبر شریف کو ہرگز مکروہ قرار نہیں دیا۔ جیسا کہ ہم نے خود امام مالک کے اقوال پیش کر کے اس حقیقت کو واضح کر دیا مصنف کا یہ فریب ہے کہ وہ قول امام مالک پیش کر کے عوام کو مغالطہ میں ڈالنا چاہتا ہے لیکن یہ بھی ظاہر کرنا ضروری ہے کہ قول مختار یہ ہے کہ لفظ زیارت کا استعمال بھی مکروہ نہیں۔

چنانچہ وفاء الوفا شریف میں ہے '

' والمختار عندنا انه لا كره اطلاق ذ اللفظ " (وفاء الوفا جلد۲ صفحہ ۴۱۲)

اور ہمارے نزدیک مختار مذہب یہ ہے کہ اس لفظ کا اطلاق مکروہ نہیں، بلکہ زیارت قبر شریف قربت ہے اور جب یہ قربت ہے تو اس کے لئے سفر کرنا بھی قربت ہے اور اس سفر کا قربت ہونا قرآن وحدیث اور اجماع وقیاس سب سے ثابت کر دیا گیا۔

چنانچہ علامہ سمہودی وفاء الوفا شریف میں فرماتے ہیں:

" فاذا جاز الخروج للقريب جاز للبعيد وحينئذ فقبره صلی الله تعالیٰ عليه وسلم اولیٰ قد انعقد الاجماع علی ذلك لاطباق السلف والخلف عليه " (وفاء الوفاء جلد۲ صفحہ ۴۱۲)

اور جب ثابت ہو چکا کہ زیارت قربت ہے اور اس کی طرف سفر کرنا بھی قربت ہے اور بیشک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مدینہ سے قبور شہداء کی زیارت کے لئے جانا ثابت ہو گیا تو جب قریب کے لئے جانا جائز تو بعید کے لئے جانا بھی جائز ہے۔ تو قبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے جانا بدرجہ اولیٰ جائز ہوا۔ اور اس پر سلف وخلف کا اتفاق ہو کر اجماع منعقد ہو گیا۔ پھر جب اس مصنف کو اپنے دعویٰ پر کوئی دلیل نہیں مل سکی۔ تو اس نے حدیث سے خود اس طرح غلط استدلال کیا۔

اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بجز مسجد حرام ومسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کے ہر اس سفر سے منع فرمایا ہے جو بقصد عبادت کیا جائے۔

مصنف نے مضمون حدیث میں سخت خیانت کی اور اپنی طرف سے اضافہ کر دیا۔ لہٰذا ہم پہلے تو الفاظ حدیث نقل کریں۔

سنئے بخاری ومسلم شریف میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تشد الرحال الا الی ثلثة مساجد المسجد الحرام والمسجد الاقصیٰ ومسجدی هذا" (مشکوۃ شریف صفحہ ۶۸)

شد رحال یعنی سفر تین مسجدوں مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ اور مسجد نبوی کے علاوہ نہ کیا جائے۔

شیخ محمد طاہر مجمع البحار میں اس حدیث مذکور کی شرح میں فرماتے ہیں:

وشده كناية عن السفر والمستثنی منه خصوص فلا تمنع لزيارة صالح او ميت او قريب او طلب علم او تجارة او نزهة" (مجمع البحار جلد ۱ صفحہ ۲۷۴)

اور شد رحال کنایہ ہے سفر سے۔ اور اس میں مستثنیٰ منہ خاص کر مسجد ہے تو اس حدیث سے زندہ یا مردہ متقی کی یا رشتہ دار کی زیارت کے یا طلب علم یا تجارت یا نزہت کے سفروں سے منع نہ کیا جائے۔

علامہ محقق شیخ عبد الحق محدث دہلوی حدیث مذکور کی شرح میں اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

"وبعضے از علماء گفتہ اند کہ سخن در مساجد است یعنی در مسجد دیگر جز ایں مساجد سفر جائز نبود اما مواضع دیگر جز مساجد خارج از مفہوم ایں کلام است وگفت بندۂ مسکین کاتب الحروف عبد الحق بن سیف الدین عفا اللہ عنا کہ مقصود بیان اہتمام شان ایں سہ بقعہ وسفر کردن بجانب آنہا ست کہ متبرک ترین مقامات است یعنی اگر سفر کنند بایں سہ مسجد کنند وغیر آں گرانئ مشقت کشیدن نمایند نہ آنکہ سفر بجز ایں مواضع

درست نباشد" (اشعۃ اللمعات جلد اصفحہ ۳۲۴)

بعض علماء نے فرمایا کہ گفتگو مساجد میں ہے یعنی ان مساجد کے سوا کسی دوسری مسجد کے لئے سفر جائز نہیں تو ان مساجد کے سوا اور مقام مفہوم حدیث سے خارج ہیں، اور یہ بندہ مسکین کاتب الحروف عبدالحق بن سیف الدین عفااللہ عنہ کہتا ہے کہ مقصود حدیث ان سہ مساجد کی شان کا اہتمام بیان کرنا ہے اور ان کی طرف سفر کی عظمت کا اظہار کرنا ہے کہ یہ بہت متبرک مقامات ہیں اگر سفر کرنا ہو تو ان مساجد کی طرف سفر کریں اور ان کے علاوہ مشقت سفر برداشت نہ کریں یہ بات نہیں ہے کہ ان مقامات کے سوا سفر کرنا ہی درست نہیں ہوگا۔

علامہ علی قاری شرح شفا شریف میں حدیث مذکور کے معنیٰ و مراد تحریر فرماتے ہیں۔

(لا تشد الرحال) المعنیٰ لا ینبغی ان ترکب دابۃ لزیارۃ مسجد من المساجد (الا الی ثلثۃ مساجد) لفضلها علی غیرها فی کونها مشدودۃ وفیہ تنبیہ نبیہ علی انہ ینبغی للعاقل ان لایشتغل الا بما فیہ صلاح دنیوی وفلاح اخروی ولما کان ماعدا المساجد الثلاثۃ متساوی المرتبۃ فی الشرف والفضل وکان التنقل والارتحال لا جلہ عبثا من غیر المنفعۃ نهی الشارع عنہ الخ ملخصا" (شرح شفاء شریف صفحہ ۱۵۱)

شدرحال نہ کیا جائے اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ تین مسجدوں کے سوا کسی مسجد کی زیارت کیلئے جانور پر سوار ہونا مناسب نہیں کہ ان کی اوروں پر فضیلت منصوص ہے اور اس میں اس امر پر تنبیہ ہے کہ عاقل کیلئے یہ لائق ہے کہ وہ ایسی ہی بات میں مشغول ہو جس میں صلاح دینوی اور فلاح اخروی ہو اور جب ان تینوں مساجد کے علاوہ اور مساجد شرف وفضیلت اور مرتبہ میں برابر ہیں تو اس بنا پر ان کی طرف متوجہ ہونا اور سفر کرنا بغیر نفع کے عبث قرار پائیگا اور شارع علیہ السلام نے فعل عبث سے منع کیا ہے۔

علامہ سبکی شفاء السقام میں حدیث مذکور کے تحت میں فرماتے ہیں:

"اعلم ان هذا الاستثناء مفرغ تقدیرہ لا تشد الرحال الی مسجد الا الی المساجد الثلاثۃ" (جانو یہ استثنائے مفرغ ہے اس کی تقدیر یہ ہے کہ تین مساجد کے سوا کسی اور مسجد کی طرف سفر نہ کیا جائے۔:

(وفیہ ایضا) ولا شک ان شد الرحال الی عرفۃ لقضاء النسک واجب باجماع

المسلمين وليس من المساجد الثلاثة وشد الرحال لطلب العلم الى اى مكان كان جائزا باجماع المسلمين وقد يكون مستحبا او واجبا على الكفاية او فرض وكذلك السفر للجهاد من بلا دالكفر الى بلاد الاسلام للهجرة واقامه الدين وكذلك السفر لزيارة الوالدين وبرهما وزيارة الاخوان والصالحين وكذلك السفر للتجارة وغيرها من الاغراض المباحة فانما معنىٰ الحديث ان السفر الى المساجد مقصور على الثلاثة "

جانو کہ یہ استثناء مفرغ ہے اس کی تقدیر یہ ہے کہ تین مساجد کے سوا کسی اور مسجد کی طرف سفر نہ کیا جائے۔ اور بیشک عرفہ کی طرف نسک حج ادا کرنے کیلئے سفر کرنا باجماع مسلمین واجب ہے۔ اور ان مساجد ثلاثہ سے وہ نہیں ہے۔ اور کسی مکان ومقام کی طرف علم طلب کرنے کے لئے سفر کرنا باتفاق اہل اسلام جائز ہے اور کبھی وہ سفر کرنا مستحب یا واجب علی الکفایہ یا فرض عین ہوتا ہے۔ اسی طرح دارالکفر سے دارالاسلام کی طرف جہاد کے لئے ہجرت اور اقامت دین کے لئے سفر کرنا ضروری ہے، اسی طرح ماں باپ کی زیارت اور ان پر احسان کرنے کے لئے اور بھائیوں اور صالحین کی زیارت کے لئے سفر کرنا ہے اور اسی طرح تجارت وغیرہ مباح غرضوں کے لئے سفر کرنا۔ تو حدیث کے معنیٰ یہ ہیں کہ مساجد کی طرف سفر کرنا صرف تین مسجدوں ہی میں منحصر ہے۔

(وفیہ ایضا) فالسفر بقصد زيارة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غايته مسجد المدينة لانه مجاور للقبر الشريف فلم يخرج السفر للزيارة عن ان يكون غايته احدا لمساجد الثلاثة " پس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کے قصد سے سفر کرنے کی غرض مسجد نبوی ہوئی کہ وہ قبر شریف سے متصل ومجاور ہے۔ تو سفر زیارت مساجد ثلٰثہ میں سے ایک کے مقصود ہونے سے خارج نہیں ہوا۔

(وفيه ايضا) السفر لزيارة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لم يدخل فی الحديث لانه لم يسافرلتعظيم البقعة وانما سافر لزيارة من فيها كما لو كان حياوسافر اليه فيها او غيرها فانه لا يدخل فی هذا العموم قطعا " (شفاء السقام صفحہ ۸۸ وصفحہ ۸۹)

زیارت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے سفر کرنے والا حدیث میں اس لئے داخل نہیں کہ وہ تعظیم مکان کے لئے سفر نہیں کرتا ہے بلکہ وہ صاحب مکان کی زیارت کے لئے سفر کر رہا ہے۔ جس طرح اگر وہ بظاہر زندہ ہوتے اور یہ شخص اس مکان میں یا اس کے علاوہ ان کی زیارت کیلئے سفر کرنا تو یہ یقیناً اس

عموم میں داخل نہیں ہوسکتا۔

علامہ سمہودی وفاء الوفا میں حدیث مذکور کے معنیٰ بیان کرتے ہیں:

اما حدیث "لا تشد الرحال ال ثلثة مساجد "فمعناه لا تشدوا الرحال الی المسجد الا الی المساجد الثلثة اذ شد الرحال الی عرفة لقضاء النسك واجب بالاجماع وكذلك سفر الجهاد والهجرة من دار الكفر بشرطه وغير ذلك واجمعو على جواز شد الرحال للتجارة و مصالح الدينا" (وفاء الوفا جلد۲ صفحہ ۴۱۴)

لیکن حدیث کہ تین مسجدوں ہی کی طرف سفر کیا جائے تو اس کے یہ معنیٰ ہیں کہ تین مسجدوں کے سوا اور کسی مسجد کی طرف سفر نہ کرو۔ اس لئے کہ عرفہ کی طرف ادائے نسک کیلئے سفر کرنا بالاجماع واجب ہے اسی طرح جہاد اور دار الکفر سے ہجرت کا سفر بوجود شرائط اور اس کے سوا سفر واجب ہیں اور امت نے تجارت اور دینوی مصلحتوں کے لئے سفر کرنے کے جواز پر اجماع کیا ہے۔ الحاصل اس حدیث اور اس کی شروح سے ثابت ہوگیا کہ حدیث، کا مفہوم اور مراد یہ ہے کہ سوائے مساجد مسجد حرام، مسجد بیت المقدس، مسجد نبوی کے اور کسی مسجد کی طرف بقصد شرف وفضیلت سفر کرنا ممنوع ہے اور حدیث کا وہ مفہوم ہرگز نہیں ہے جو مخالف نے بیان کیا کہ سوائے ان تین مساجد کے کسی مقام اور کسی غرض کے لئے سفر ممنوع ہے۔ بلکہ مذہب اہل حق یہ ہے کہ سوائے ان مساجد کے بعض مقام کے لئے سفر کرنا فرض ہے بعض کیلئے واجب ہے بعض کے۔ لئے سنت بعض کے لئے مستحب بعض کے لئے مباح ہے۔ جس کی مثالیں اوپر مذکور ہوئیں۔ تو مصنف کا اس حدیث سے استدلال کرنا غلط و باطل قرار پایا اور کسی حدیث سے کسی خاص قبر کی زیارت کے لئے سفر کرنے کی ممانعت ثابت نہ ہوسکی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

سوال ھفتم:۔ زیارت قبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث ضعیف ہیں۔

(۱) "من زار قبرى وجبت له شفاعتى

(۲) من حج ولم يزر نى فقد جفانى .

(۳) من زارنى بعدمماتى فكانما زار نى فى حياتى "

یہ احادیث اور اس قسم کی دیگر احادیث سب ضعیف ہیں اور ان میں سے بعض موضوع ہیں۔ قابل اعتماد کتب سنت میں ان کا کہیں ذکر تک نہیں۔ اور نہ ائمہ اربعہ اور دیگر ائمہ مسلمین نے انہیں نقل کیا ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اس قسم کی احادیث پر اعتماد نہ کر کے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے فرمایا میری قبر کو موسم اجتماع نہ بنادینا۔ بینوا توجروا

خادم العلماء والمشائخ محمد ظہور الدین محلہ گاؤ قصابان ٹونک (راجستھان)

الجواب:

حدیث نمبر (۱) کی بطرق کثیرہ تخریج ہوئی۔ چنانچہ دار قطنی، بیہقی نے دلائل میں، ابن عساکر نے تاریخ میں، ابن عدی نے کتاب الکامل میں، ابن جوزی نے کتاب مثیر العزم میں، یحیی بن حسن نے کتاب اخبار المدینہ میں، حافظ ابوالحسن یحیی بن علی قرشی نے کتاب الدلائل المبینہ فی فضائل المدینہ میں، حافظ ابو لیمان نے کتاب اتحاف الزائرین میں، یہ روایت تخریج کی۔

حدیث نمبر (۲) کو بطرق متعددہ دار قطنی نے اور ابن عدی نے کتاب الکامل میں تخریج کی۔

حدیث نمبر (۳) کو دار قطنی، طبرانی، بیہقی نے، اور ابن عدی وابن عساکر نے بطرق متعددہ وبالفاظ مختلفہ تخریج کی، ان احادیث اور ان کے سوا اور کثیر احادیث زیارت میں ہیں، اگر یہ بات تسلیم بھی کرلی جائے کہ سب احادیث ضعیفہ ہیں لیکن مخالف اس سے تو انکار نہیں کرسکتا کہ ان احادیث زیارت کے طرق کثیرہ ہیں، اور جب ان کے طرق کثیرہ ہیں تو پھر یہ احادیث صرف ضعیفہ ہی نہیں رہیں۔ بلکہ یہ حسن بلکہ صحیح کے درجہ تک پہونچ گئیں۔

چنانچہ حضرت علامہ علی قاری موضوعات کبیر میں تصریح فرماتے ہیں " تعدد الطرق ولو ضعفت یرقی الحدیث الی الحسن " (موضوعات کبیر مجتبائی دہلی صفحہ ۱۰۷)

حدیث اگرچہ ضعیف ہو لیکن اس کے طرق متعدد ہوجائیں تو وہ حدیث درجہ حسن تک پہونچ جاتی ہے

(وفیہ ایضا) ورد فی صیام رجب احادیث متعددۃ ولو کانت ضعیفۃ لکنھا یتقوی بعضھا ببعض " (از موضوعات کبیر صفحہ ۱۰۱)

رجب کے روزے میں چند حدیثیں وارد ہوئیں اگرچہ وہ حدیثیں ضعیف ہیں لیکن ان میں بعض بعض سے قوی ہوجاتی ہے۔

(وفیہ ایضا) قال البیھقی (فی حدیث التوسع علی العیال یوم عاشورا) اسانیدہ کلھا ضعیفۃ ولکن اذا ضم بعضھا الی بعض فاقوہ " (موضوعات کبیر صفحہ ۳۵)

بیہقی نے (دسویں محرم کو اپنے عیال پر وسعت طعام کی حدیث کے لئے فرمایا، اس کی سب

سندیں تو ضعیف ہیں لیکن جب بعض حدیث کو بعض کے ساتھ ملادیا جائیگا تو اسکو قوی بنادیگا۔

علامہ امام تقی الدین سبکی شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام میں انھیں کے لئے فرماتے ہیں:'

فاجتماع الاحادیث الضعیفۃ من ھذ النوع یزدھا قوۃ وقد ترقی بذلك الی درجۃ الحسن او لصحیح الخ" (شفاء السقام صفحہ ۱۰)

ایسی ضعیف حدیثوں کا جمع ہونا ان کی قوت کو زائد کر دیتا ہے اور وہ اسی بنا پر درجہ حسن یا صحیح تک ترقی کرتی ہیں۔ ان عبارات سے ثابت ہو گیا کہ احادث ضعیفہ کثرت طرق سے قوی ہو کر حسن صحیح کے درجے تک ترقی کرتی ہیں، تو پھر ایسی احادیث ضعیفہ کو دلیل وحجت بنانا اور ان کے ساتھ استدلال کرنا صحیح ہے۔ چنانچہ عارف باللہ امام علام عبدالوہاب شعرانی میزان الشریعۃ الکبری میں تصریح کرتے ہیں:

" قد احتج جمھور المحدثین بالحدیث الضعیف اذا کثرت طرقہ والحقوہ بالصحیح تارۃ والحسن اخری" (میزان الشریعۃ مصری جلد ۲ صفحہ ۶۳)

جس حدیث ضعیف کے طرق کثیر ہو جائیں تو جمہور محدثین اس کیساتھ استدلال کرتے ہیں اور اس کو کبھی حسن اور کبھی صحیح کے ساتھ لاحق کر دیتے ہیں۔ بلکہ فضائل اعمال میں بالاتفاق عمل کیا جاتا ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں '

' فی فضائل الاعمال یجوز العمل بالحدیث الضعیف "

(ردالمحتار مصری جلد اصفحہ ۲۶۹)

حدیث ضعیف پر فضائل اعمال میں عمل کرنا جائز ہے۔

علامہ حلبی کبیری میں فرماتے ہیں:

" یجوز العمل بالضعیف فی الفضائل " (کبیری صفحہ ۵۰)

فضائل میں ضعیف پر عمل کرنا جائز ہے۔

ان عبارات سے ثابت ہو گیا کہ احادیث ضعیفہ فضائل اعمال میں معتمد معتبر اور مستند ہیں تو زیارت قبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا استحباب ثابت کرنے کے لئے یہ احادیث ضعیفہ نہایت کافی ہیں۔ بلکہ یہ احادیث اپنے کثرت طرق کی بنا پر حدیث صحیح کے حکم میں داخل ہو گئیں۔ لہٰذا ان احادیث سے استدلال کرنا گویا احادیث حسنہ وصحیحہ سے استدلال کرنا قرار پایا۔ یہ جو کچھ بھی معروض ہوا وہ عقیدہ ومسلک اہل سنت وجماعت تھا، لیکن مخالف ان احادیث کو ضعیف کہہ کر تصریحات ائمہ سلف وخلف کی

مخالفت کرتا ہے اس کی جہالتیں یہ ہیں۔

(۱) ان احادیث کو بوجود کثرت طرق کے بھی حسن وصحیح ظاہر نہ کرنا بلکہ ان کو ضعیف ہی کے درجہ میں رکھنا یہ اس کی پہلی جہالت ہے۔

(۲) ضعیف حدیث کے کثرت طرق ہو جانے کے باوجود اس کو مستند وقوی حدیث نہ سمجھنا اس کی دوسری جہالت ہے۔

(۳) ضعیف حدیث کو مطلقا نا معتبر وغیر معتمد بتانا یہ اس کی تیسری جہالت ہے۔

(۴) حدیث ضعیف کو فضائل اعمال میں بھی نا قابل استدلال اور غیر لائق اعتماد قرار دینا بھی اس کی چوتھی جہالت ہے۔اس کے بعد مصنف کی مزید جرأت ملاحظہ ہو وہ کہتا ہے۔

ان میں سے بعض موضوع ہیں۔

مصنف کے پاس اگر کوئی موضوع روایت ہوتی۔ تو وہ اس کو پیش کرتا لہٰذا اس کا ایسی روایت کو پیش نہ کرنا خود اس کی تکذیب کے لئے کافی ہے۔اور ان سہ احادیث میں کوئی حدیث موضوع نہیں ہے۔ آگے نہایت بدحواسی میں لکھتا ہے۔

قابل اعتماد کتب سنت میں ان کا کہیں ذکر تک نہیں۔

اس سے پوچھو کہ یہ سہ احادیث طبرانی ،بیہقی ،دارقطنی ،تاریخ ابن عساکر ، کتاب کامل لابن عدی ،کتاب مثیر العزم لابن جوزی ، کتاب اخبار المدینہ یحیٰ بن حسن ، کتاب الدلائل البینہ لحافظ ابوالحسن یحیٰ بن علی، کتاب اتحاف الزائرین لحافظ ابوالیمین ، کتاب شفاء السقام للعلامۃ الامام سبکی ، وفاء الوفاء لعلامۃ السمہودی میں باسند موجود ہیں۔تو مصنف بتائے کہ ان کتابوں میں کون سی کتاب قابل اعتماد نہیں ۔اگر مصنف سچا ہے تو بتائے ورنہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین پڑھ کر اپنے اوپر دم کرلے۔ پھر اس کے بعد مصنف کا مزید کذب ملاحظہ ہو۔

اور نہ ائمہ اربعہ اور دیگر ائمہ مسلمین نے انہیں نقل کیا ہے۔

جب ائمہ اربعہ اور دیگر ائمہ مسلمین نے زیارت قبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قربت و مستحب قرار دیا بلکہ اس زیارت کے لئے سفر کرنے کو بھی قربت ٹھہرایا تو اس سے خود ہی ثابت ہو گیا۔ کہ ان کے نزدیک ان احکام کی دلیل یہی احادیث زیارت ہیں تو جب انہوں نے ان احادیث سے استدلال کیا تو ان احادیث کو نقل ہی کیا۔ چنانچہ علامہ فقیہ محدث امام شیخ تقی الدین سبکی نے ان احادیث کے طرق واسانید

اوران کے اوپر متفرع احکام میں ایک مبسوط کتاب شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام تالیف کی۔ اور امام شیخ الاسلام مفتی الانام علامہ سمہودی نے وفاء الوفاء باخبار دار المصطفی تصنیف کی جس کی دو جلدیں ہیں جن میں ہر جلد تقریبا ساڑے چار سو صفحات کی ہے۔ ان میں ان احادیث زیارت کو پوری پوری سندوں اور مختلف الفاظ وطرق سے نہایت شرح وبسط کے ساتھ نقل کیا۔ اور ائمہ اربعہ دیگر ائمہ مسلمین کی نقل کردہ سندوں کو پیش کیا ہے۔ تو مصنف نے ان حضرات پر یہ افتراء کیا ہے۔ اس کے بعد یہ مصنف فقط اپنی ناقص عقل سے یہ حکم گڑھتا ہے۔

۔ لہٰذا ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اس قسم کی احادیث پر اعتماد نہ کرے۔

ائمہ مذہب ومحدثین تو یہ فرماتے ہیں کہ اس قسم کی احادیث کثرت طرق کی بنا پر قوی ہو کر حسن وصحیح کے درجے تک پہونچ جاتی ہیں حتی کے فضائل اعمال میں صرف ضعیف حدیث معتمد اور قابل عمل ہے ۔ اور یہ مصنف اس کے مقابل یہ حکم بتائے کہ اس قسم کی احادیث پر اعتماد نہ کرنا واجب ہے، تو اس کا یہ غلط حکم پتھر پر مار دینے کے قابل ہے۔ پھر اس کے بعد مصنف حدیث کا یہ مضمون لکھتا ہے۔

کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میری قبر کو موسم اجتماع نہ بنا دینا فقط

مصنف نے الفاظ حدیث کا ترجمہ کر کے ممانعت زیارت قبر شریف پر غلط استدلال کیا ہے۔ باوجودیکہ ان الفاظ حدیث کے معنی حضرت علامہ علی قاری نے شرح شفا میں یہ بیان فرمائے " ویحتمل ان یراد بہ الحث علی کثرۃ زیارتہ اذھی افضل القربات واکدا لمستحبات بل قریبۃ من درجۃ الواجبات فالمعنی اکثروا من زیارتی ولا تجعلو ھا کالعید تزورونني فی السنۃ مرتین او فی العمر مرتین" (شرح شفا مصری جلد۲ صفحہ ۱۴۳)

اور محتمل ہے کہ اس سے قبر شریف کی کثرت زیارت پر ابھارنا مراد ہو کیونکہ یہ زیارت افضل قربت اور مؤکد مستحب ہے بلکہ درجہ واجب کے قریب ہے تو الفاظ حدیث کے معنیٰ یہ ہیں کہ تم میری زیارت قبر بکثرت کرو۔ اور اس کو مثل عید کے قرار نہ دو کہ سال بھر میں یا عمر میں دو مرتبہ یا دو بار میری زیارت کیا کرو۔

علامہ سبکی شفاء السقام میں فرماتے ہیں:

" ویحتمل ان یکون المراد لا تتخذو الہ وقتا مخصوصا لا تکون الزیارۃ الا فیہ کما تری کثیر من المشاھد لزیارتھا یوم معین کالعید وزیارۃ قبرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم ليس فيها يوم بعينه بل اى يوم كان " (شفاء السقام صفحہ ٦٠)

اور احتمال ہے کہ یہ مراد ہو کہ تم اس کے لئے وقت خاص ایسا نہ مقرر کرلو کہ یہ زیارت صرف اسی وقت میں کیا کرو جیسا کہ بعض مزاروں کی زیارت کے لئے معین روز کو جاتے ہو جیسے یوم عید معین ہے اور قبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے کوئی مقرر دن نہیں ہے بلکہ اس کے لئے ہر دن ہے

علامہ سمہودی وفاء الوفاء میں فرماتے ہیں:

" وقوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم " لا تجعلوا قبرى عيدا " قال الحافظ المنذرى يحتمل ان يكون المراد به الحث على كثرة زيارة قبره صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وان لا يهمل حتى لا يزار الا فى بعض الاوقات كالعيد الذى لا ياتى فى العام الا مرتين وقال يئويده قوله " لا تجعلوا بيوتك قبورا " اى لا تتركوا الصلاة فيها حتى تجعلوها كالقبور اللتى لا يصلى فيها " (وفاء الوفا جلد۲ صفحہ ۴۱۷)

اور حدیث کا یہ قول " لا تجعلوا قبری عیدا " حافظ منذری نے فرمایا کہ احتمال ہے کہ اس سے قبر شریف کی کثرت زیارت پر ابھارنا مراد ہو۔ اور یہ بات ہو کہ اس کو چھوڑ نہ دیا جائے یہانتک کہ صرف بعض وقتوں میں اس کی زیارت کی جائے، جیسے کہ عید کہ جو سال میں دو مرتبہ آتی ہے اور اس کی یہ بات تائید کرتی ہے کہ حدیث میں ہے کہ " تم اپنے گھر ونکو قبر نہ بناؤ " یعنی مکان میں نماز مت چھوڑ دو یہاں تک کہ انہیں قبروں کی طرح کر دو کہ قبروں میں نماز نہیں پڑھی جاتی۔ ان شروح حدیث سے ثابت ہو گیا کہ ان الفاظ حدیث سے زیارت قبر شریف کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ ان الفاظ حدیث سے قبر شریف کی کثرت زیارت مقصود اور مراد ہے اور یہ معنی ہیں کہ جس طرح عید سال بھر میں دو بار آتی ہے۔ تم میری قبر شریف پر کسی وقت مخصوص یا سال میں دو بار ہی نہ آؤ۔ بلکہ ہمیشہ ہر وقت میں آؤ اور بکثرت بار بار حاضری دیا کرو۔ اور موسم اجتماع میں حاضر ہو جانے کا وقت خاص مقرر نہ کرو۔

بالجملہ اس میں فتنۂ نجدیت کا مختصر بیان اور سات سوالات کے مکمل جوابات لکھدیئے گئے مصنف کی جہالتیں اور غلط استدلال ایسے تھے کہ جن پر شرح وبسط سے کلام کیا جاتا لیکن اپنی عدیم الفرصتی اور پھر اس پر مرض مہلک لقوہ کے حملہ کرنے کی بنا پر زیادہ مفصل گفتگو نہ کر سکا۔ مگر انشاء اللہ مصنف کے لئے اس قدر جوابات بھی بہت کافی ثابت ہونگے اور مصنف کے لئے اتنے تازیانے وافی ہونگے۔

چونکہ یہ سلسلۂ گفتگو ایک مستقل رسالہ ہو گیا تو اس کی ابحاث اور مضامین کے لحاظ سے اس کا

تاریخی نام "**طوفان نجدیت وسبع آداب زیارت**" رکھدیا مولی تعالی اس تحریر کو قبول کرلے اور بہ طفیل اپنے حبیب مکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے اہل اسلام کے لئے اس کو ذریعہ ہدایت بنائے اور خاص میرے لئے وسیلہ نجات قرار دے۔ واخر دعوینا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ علی حبیبہ سیدنا محمد خاتم النبیین وعلی الہ وصحبہ اجمعین ۔ ۳۰ شوال المکرم ۱۳۷۷ھ

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۱۰۸)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس شعر کے بارے میں

نائب مصطفے درین کشور رشک پیغمبراں معین الدین

کہ شعر میں کوئی لفظ خلاف شریعت اور خلاف عقیدہ اہل سنت ہے۔ خاص کر لفظ رشک پیغمبراں، بحوالہ کتب جواب ارشاد ہو۔ ایک صاحب نے اس شعر کے پڑھنے سے قوال کو روک دیا، ان کا یہ فعل کیسا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

نحمده و نصلی علی رسو له الكريم عليه وعلى آله وصحبه الصلاة والتسليم

قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، امام الاولیاء، وارث علوم انبیاء، سلطان الہند، حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رضی اللہ عنہ کی مدحت ومنقبت میں اس شعر کا "رشک پیغمبراں" کہنا خلاف مذہب حق ومخالف عقائد اہل سنت ہے اور شان انبیاء کرم علیہم السلام میں بے ادبی وگستاخی کا کلمہ ہے۔ یہ حضرت خواجہ کی شان میں کیا امت میں کسی کی شان میں اطلاق کرنا جائز نہیں، حتی کہ صحابہ عظام اور اہلبیت کرام کیلئے بھی ممنوع ہے، شاعر کو یہ تمیز نہیں کو ولی کو جو کرامت ومنزلت جو علمی وعملی فضیلت درگاہ الہی میں جو قرب وخصوصیت حاصل ہوتی ہے وہ نبی کے اتباع وغلامی کا صدقہ ہے۔

علامہ قسطلانی مواہب لدنیہ شریف میں فرماتے ہیں:

ان كل كرامة اوتيها واحدا من هذه الامة فى علم اوعمل هى من آثارمعجزة نبيه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وسر تصديقه وبركات طريقه وثمرات الاهتداء بهديه وتوقيفه۔ (مواہب لدنیہ شریف مصر ص ۱۸۹ ج ۲)

علامہ ابن حجر مکی فتاوی حدیثیہ میں فرماتے ہیں:

الولى انما اعطى ذلك ببركة اتباعه للنبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وشرف وكرم. فلا تظهر حقيقة الكرامة عليه الا اذا كان داعيا لاتباع النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم برئيا من كل انحراف عن شريعة النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فبركة اتباعه النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يؤيده الله تعالى بملائكته وروح منه ويقذف فى قلبه من انواره والحاصل ان كرامة الولى من بعض معجزات النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لكن لعظم

اتباعہ لہ اظہر اللہ بعض خواص النبی علی یدی وارثہ ومتبعہ فی سائر حرکاتہ وسکناتہ۔

(فتاوی حدیثیہ مصری ص ۷۸)

ان عبارات سے ثابت ہوگیا کہ ولی کو جو کمال جو خصوصیت جو کرامت حاصل ہے وہ معجزات نبی میں سے ایک معجزہ اور اتباع پیغمبر کا صدقہ ہے، تو جب درجہ ولی درجہ نبی سے کمتر ہے۔ لہذا وہ رشک پیغمبراں کیسے ہوئے، معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کو مسلمانوں کا یہ عقیدہ معلوم نہیں۔

عقائد کی مشہور کتاب شرح فقہ اکبر میں ہے:

ان الولی لا یبلغ درجۃ النبی۔ (شرح فقہ اکبر)

اور اگر شاعر درجہ ولی کو درجہ نبی کی برابر سمجھ کر رشک پیغمبراں کہتا ہے تو یہ عقیدہ بھی باطل ہے،

فتاوی حدیثیہ میں ہے:

من اعتقد ان الولی یبلغ مرتبۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقد کفر۔

(فتاوی حدیثیہ مصری ص ۱۸)

اور اگر مرتبہ ولی کو مرتبہ نبی سے افضل جانتا ہے تو یہ بھی کفر ہے۔

لہذا ان الفاظ میں حضرات انبیاء کرام کی شان میں بے ادبی اور گستاخی ہے، شاعر پر استغفار وتوبہ لازم ہے، اور جن بزرگ نے اس شعر کے پڑھنے سے قوال کو روک دیا انہوں نے حق کی تائید کی، منکر کو روک دیا۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من رأی منکم منکر افلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان۔ (مسلم شریف ص ۵۱ ج ۱)

جزاء اللہ تعالی خیر الجزاء۔ (واللہ تعالی اعلم بالصواب۔)

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل، العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۱۰۹)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

ہم اہل سنت بعد نماز کے سوائے مغرب کے صلاۃ کہتے ہیں یہاں عبد الکریم جو باہر کا رہنے والا

ہے اس کو ناجائز بتاتا ہے۔ چنانچہ اس نے اس کے بارے میں مدرسہ جامع العلوم کانپور سے استفتاء کیا جس میں صلاۃ کو ناجائز و بدعت بتایا، فتویٰ مع سوالات و جوابات کے نقل کر کے خدمت اقدس میں پیش کیا جاتا ہے، بتایا جائے کہ کیا یہ فتویٰ صحیح ہے۔ اگر غلط ہے تو اس کا رد بلیغ فرما کر ہمارے ہاتھ تیغ بیدریغ عطا فردی جائے کہ موقع پر مخالفین کے مقابلہ میں استعمال کر سکیں۔

نقل فتویٰ

بخدمت جناب مفتی دارالعلوم جامع العلوم کانپور جامع مسجد پٹکاپور کانپور۔

زید اذان کے بعد اور تکبیر کے قبل کلمات الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ وغیرہ پکارتا ہے یہ کیسا ہے؟ کیا یہ جائز ہے؟ کیا سرورکائنات کے زمانے میں یہ رائج تھا؟ کس صورت میں کیا جائز ہے؟ اس مسجد میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اختلاف ہونے کی صورت میں کیا کیا جائے؟

جواب جلد از جلد دینا اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے گا۔

عبدالکریم۔

الجواب

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

اذان وتکبیر کے درمیان اس طرح کے کلمات پکارنا کہیں سے ثابت نہیں اس لئے بدعت ہے۔

(۱) ناجائز ہے۔

(۲) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں بالکل نہ تھا۔

(۳) جواب اوپر ہو چکا۔

(۴) اس کو اگر قدرت ہو روک دینا چاہئے۔ مگر جھگڑے اور فساد سے بہرحال بچنا چاہئے۔

(۵) اس مسجد میں باوجود ان کلمات پکارے جانے کے نماز صحیح ہے۔

(۶) ایسے شخص کو سمجھانا چاہئے کہ وہ ایسا نہ کرے اور اگر وہ ضد و اصرار کرے تو پھر چونکہ وہ غلط بات پر ضد کر رہا ہے اس لئے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھے۔

غرض بدعت کی اصلاح حتی الوسع ضروری ہے مگر جھگڑے و فساد اور مسلمانوں میں اختلاف سے احتراز ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصوب۔

کتبہ بندہ محمد نصیر غفرلہ مدرس جامع العلوم کانپور ۱۶؍ رمضان المبارک ۳ے ھ

(۱) کیا ایسے مفتی کی جانب مسائل دینیہ میں رجوع کرنا چاہئے؟ کیا ایسے مفتی کو اپنی مسجد آنے دینے چاہئے؟ کیا ایسے مفتی کو اس جماعت میں شریک ہونے دینا چاہئے؟ اس کی شرکت سے اس کی نماز میں تو کوئی خرابی لازم نہیں آئے گی ؟ بینوا توجروا۔

حافظ غلام احمد کانپور ۲۳ ررمضان المبارک ۷۳ھ

الجواب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مدرسہ جامع العلوم جامع مسجد کانپور کا یہ فتویٰ غلط و باطل ہے اور تصریحات کتب فقہ کے بالکل خلاف ہے۔ مجیب کے پاس کسی معتبر کتاب کا اگر کوئی ایک بھی حوالہ ہوتا تو اسے اپنے فتویٰ میں نقل کرتا۔ اور اس کو مدلل فتویٰ بناتا۔ اس فتویٰ کو دیکھ کر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مجتہد الوقت ہے جو بلا نقل دلیل کے جو چاہتا ہے حکم دیدیتا ہے۔ اس کی جہالت ولاعلمی کا یہ حال ہے کہ نہ وہ غریب بدعت کے معنی ہی کو جانتا ہے، نہ جائز و ناجائز کی معرفت رکھتا ہے، نہ اس کی کتب فقہ پر نظر ہے، نہ اس کو احکام رسم المفتی کی کچھ خبر ہے۔ تو ایسے لغو فتویٰ کے رد و جواب کی کوئی حاجت ہی نہیں تھی لیکن اس سے عوام مسلمین کے غلطی میں مبتلا ہونے کا زبردست خطرہ ہے اس لئے یہ مختصر رد بروقت لکھا جاتا ہے۔ مجیب نے اگر جواب کی ہمت کی تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کی پوری تحقیق پیش کردی جائے گی۔

مجیب لکھتا ہے:

اذان وتکبیر کے درمیان اس طرح کے کلمات پکارنا کہیں سے ثابت نہیں اسلئے بدعت ہے۔

مجیب کا یہ قول یا تو اس کی انتہائی جہالت ولاعلمی کی بنا پر ہے کہ اس نے نہ کسی فقہ کی کتاب کو دیکھا۔ نہ اسے کسی قول فقیہ کی خبر ہے۔ یا اس کے سخت معاند اور ہٹ دھرم ہونے کی بنا پر ہے کہ باوجود تصریحات فقہ کے قصداً جان بوجھ کر اس کا انکار کررہا ہے اور جرات و دلیری سے کیسا لکھ رہا ہے کہ کہیں سے ثابت نہیں۔ تو ہم اس جاہل اور ہٹ دھرم کو ثابت کئے دیتے ہیں کہ اذان وتکبیر کے درمیان اس طرح کے کلمات کا پکارنا بکثرت کتب فقہ سے ثابت ہے۔ مجیب آنکھیں کھول کر دیکھے کہ فقہاء نے اس کا نام تثویب رکھا ہے۔ اور اس کو نہ فقط جائز بلکہ مستحسن قرار دیا ہے۔

چنانچہ نور الایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح میں ہے:

(ویثوب) بعد الاذان فی جمیع الاوقات لظھور التوانی فی الامور الدینیة

فی الاصح و تثویب کل بلد حسب ما تعارفه اهلها۔ (طحطاوی ص ۱۱۴)

اور صحیح مذہب میں تمام وقتوں میں اذان کے بعد تثویب کہے کیونکہ دینی باتوں میں سستی ظاہر ہے اور ہر شہر کی تثویب وہ ہے جو اس کے رہنے والے اسے سمجھ لیں۔

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے:

(قوله فی جمیع الاوقات) استحسنه المتاخرون و قد روی احمد فی السنن و البزاز و غیرهما باسناد حسن موقوفا علی ابن مسعود ما راه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن، و لم یکن فی زمنه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم و لا فی زمن اصحابه الا ما امر به بلال ان یجعله فی اذان الفجر۔ (طحطاوی مصری ص ۱۱۴)

فقہاء متاخرین نے تثویب کو مستحسن جانا اور استحسان کا ثبوت اس حدیث سے ثابت ہے جسے امام احمد نے سنن میں اور بزار وغیرہ نے بسند حسن حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوفا روایت کیا کہ جسکو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔ اور تثویب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھی مگر اس قدر کہ حضرت بلال کو یہ حکم ہوا تھا کہ وہ اسکو اذان فجر میں کہیں۔ (یعنی الصلاۃ خیر من النوم) کا اذان میں اضافہ کرنا۔

کنز الدقائق اور اس کی شرح عینی میں ہے:

(و یثوب) من التثویب و هو العود الی الاعلام بعد الاعلام و انما اطلقة تنبیها علی ما استحسنه المتاخرون من التثویب فی کل الصلوات لظهور التوانی فی الامور الدینیة۔ (عینی مصری ج ۱ ص ۲۷)

تثویب پہلے اعلان کے بعد دوسرے اعلان کی طرف لوٹنا ہے۔ صاحب کنز نے اسکو مطلق بیان کونے مین اس بات کی تنبیہ کی ہے کہ متاخرین نے اس تثویب کو نمازوں میں مستحسن جانا ہے۔ اسلئے کہ دینی امور میں سستی ظاہر ہو چکی تھی۔

جوہرہ نیرہ شرح مختصر القدوری میں ہے:

المتاخرون استحسنوه فی الصلوات کلها لظهور التوانی فی الامور الدینیة و صفته فی کل بلد علی ما یتعارفونه۔ (جوہرہ نیرہ ۴۵/)

متاخرین نے سب نمازوں میں تثویب کو مستحسن جانا کہ امور دینیہ میں سستی ظاہر ہے اور تثویب

کے الفاظ ہر شہر کیلئے وہ ہیں جنہیں وہاں کے رہنے والے سمجھ لیں۔

تنویر الابصار اور اس کی شرح درمختار میں ہے:

یثوب بین الاذان والاقامة فی الکل للکل بما یتعارفوه۔

(ردالمحتار ص ۲۷۲)

اذان وتکبیر کے درمیان اوقات نماز میں ہر اس لفظ سے تثویب کہیں جس کو لوگ جانتے ہوں۔

علامہ شامی ردالمحتار میں عنایہ سے ناقل ہیں:

احدث المتاخرون التثویب بین الاذان والاقامة علی حسب ما تعارفوه فی جمیع الصلوات سوی المغرب۔ (ردالمحتار ۲۷۲)

متاخرین نے سوائے مغرب کے تمام نمازوں میں اذان وتکبیر کے مابین ہر اس لفظ کے ساتھ جسے لوگ سمجھتے ہوں تثویب کہنا جائز کہا ہے۔

بخیال اختصار اس وقت دس کتابوں کی عبارت پیش کی گئیں ورنہ اس تثویب کے جواز کی تصریح قنیہ، ملتقط، ہدایہ، بحرالرائق، فتاوی قاضیخان، نہر، مجتبی، درر، نہایہ، وغیرہا کتب فقہ میں ہے۔

خود مجیب کے پیشوا مولوی خرمعلی غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار میں صاف طور پر یہ لکھتے ہیں:

اور موذن اذان اور اقامت کے درمیان بلاوے سب نمازیوں کو بدون تخصیص اس پر وغیرہ کے سب نمازوں میں جس طرح کہ ان کے بلد کی عادت ہو۔ تثویب یعنی اعلان بعد الاذان کا طریقہ یہ ہے کہ بعد اذان بقدر بیس آیت پڑھنے کے ٹھہر جانے کے بعد اس طرح الصلوۃ الصلوۃ کہنا۔ یا چلو نماز تیار ہے۔ یا جس طرح کا رواج ہو۔ پھر اس کے بعد بقدر بیس آیت کے توقف کرے پھر کہے۔ کذا فی البحر۔ مگر مغرب میں تثویب نہیں۔ (غایۃ الاوطار ج ۱/ ص ۱۸۱)

لہذا اب مجیب کا اسقدر کتب فقہ سے ثابت شدہ جائز و مستحسن فعل کو یہ کہہ دینا کہ اس کا کہیں سے ثبوت نہیں کیسا صریح کذب اور جیتا جھوٹ ہے۔ مجیب کو چاہئے کہ اپنے اوپر لعنة الله علی الکذبین پڑھ کر دم کرے۔

پھر مجیب کا مزید براں اس پر یہ کہنا کہ (اس لئے کہ بدعت ہے) کیسی زبردست جرأت و دلیری ہے کہ اس کے فتوے سے گویا ان کتابوں نے ایک فعل بدعت کو جائز و مستحسن قرار دیکر غلط و باطل حکم دیا اور تمام فقہا اور ان کے بعد کی ساری امت کے سب کے سب بدعتی و گمراہ ٹھہرے۔ العیاذ باللہ

لطف تو یہ ہے کہ اس جاہل مفتی کو خود اپنے گھر کی بھی خبر نہیں کہ اس کے پیشوا خرمعلیٰ نے غایۃ الاو طار میں اس صلاۃ کو بدعت حسنہ لکھا ہے جس کی اصل آگے نقل کیجائے گی، اور بدعت حسنہ کے متعلق اس کے دوسرے پیشوا گنگوہی صاحب (فتاوی رشیدیہ ج ا رص ۱۰) میں فرماتے ہیں:

جس کو بدعت حسنہ کہتے ہیں سنت ہی ہے۔

توان دونوں کے کلاموں سے یہ صلاۃ سنت قرار پائی۔ لہٰذا مجیب نے اس کو بدعت کہا تو گویا ایک سنت کو بدعت قرار دیا اور خود اپنے پیشواؤں کی مخالفت کی اوران کو بدعتی ٹھہرایا۔ علاوہ برایں مجیب یہ بھی بتائے کہ اب خود اس کا حکم غلط و باطل ٹھہرا۔ یا اس کے پیشوا مولوی خرمعلیٰ کا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اس کے پیشوا کا قول تو فقہا کے قول کے موافق ہے جیسا کہ عبارت مذکورہ سے ظاہر ہو چکا ہے۔ تو خود مجیب ہی کا صلاۃ کو ناجائز و بدعت کہنا غلط و باطل قرار پایا اور کتب فقہ کی تصریحات کے خلاف ٹھہرا۔ قول مجیب بلا شبہ گمراہ وضال ثابت ہوا۔

پھر مجیب کا بعد اذان صلوٰۃ پکارنے کے جواب نمبر ایک میں یہ لکھنا۔ کہ ناجائز ہے۔ یہ بالکل غلط و باطل حکم ہے کہ تصریحات فقہ کے خلاف ہے۔

چنانچہ درمختار میں ہے:

التسليم بعد الا ذا ن حد ث فی ربيع الا خر سنة سبعما ئة وا حد ی و ثما نين فی عشا ء ليلة الاثنين ثم يو م الجمعة ثم بعد عشر سنين حد ث فی الكل الا المغر ب ثم فيها مر تين و هو بد عة حسنة ۔ (ردالمحتار مصری ج اول ص ۲۷۳)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سلام کہنا نیا پیدا ہوا ربیع الاخر (۷۸۱) سال ہجری میں عشا کی نماز میں دوشنبہ کی رات پھر جمعہ کے دن پھر دس برس کے بعد پیدا ہوا سب نمازوں میں سوائے مغرب کے پھر مغرب میں بھی دوبار سلام کہنا رائج ہو گیا اور یہ امر بلاشبہ جائز ہے۔

(ترجمہ اردو درمختار غایۃ الاوطار جلد اول کشوری ص ۱۸۱)

اس عبارت درمختار اور مولوی خرمعلیٰ کے ترجمہ سے ثابت ہو گیا کہ بعد اذان حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر باآواز بلند صلاۃ وسلام کہنا اس چودھویں صدی کے کسی عالم کا ایجاد کردہ مسئلہ نہیں ہے بلکہ اس کی ابتداء ۷۸۱ھ میں ہوئی اور اس کے بعد فقہا نے ہر زمانے اور صدی میں اس فعل کو باقی رکھا اور اس پر اتفاق نہیں فرمایا بلکہ اپنی اپنی تصنیف میں ذکر فرمایا کہ اس صلوٰۃ کے بدعت حسنہ اور مستحسن و جائز ہو

نے کا حکم دیا۔ لہٰذا اب انصاف پسند طبیعتوں کیلئے اس سے زیادہ روشن ثبوت اور صاف تصریح اور کیا ہو سکتی ہے۔ اور جو فعل تخمیناً چھ سو سال سے رائج ہے اور فقہاء امت کا معمول ہے آج کسی نام نہاد مفتی کا بلا کسی دلیل وثبوت کے اسے ناجائز وبدعت محض اپنی رائے ناقص سے کہہ دینا کتنی بڑی دلیری اور جرات ہے اور چھ صدی کے فقہا وعلماء ومشائخ بلکہ تمام مسلمین کو بدعتی وگمراہ ٹھہرانا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

پھر مجیب کا جواب نمبر ۲ میں یہ لکھنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں یہ بالکل نہ تھا۔ مسلم ہے لیکن کسی چیز کا زمانہ اقدس میں نہ ہونا اس کے ناجائز ہونے کی دلیل نہیں۔

چنانچہ طحطاوی میں صاف طور پر فرمایا کہ:

اگر چہ یہ زمانہ اقدس اور زمانہ صحابہ میں نہ تھی مگر باوجود اس کے متاخرین فقہا نے اس کو نہ صرف جائز بلکہ مستحسن قرار دیا۔

نیز مجیب کا مدرسہ جامع العلوم اور اس کے نصاب تعلیم کی کتابیں اور معلمین ومدرسین کی تنخواہیں بھی زمانہ اقدس میں نہ تھیں تو کیا مجیب کے نزدیک یہ تمام امور محض اس بنا پر بدعت وناجائز ہیں۔ مجیب اپنی دلیل کو خود اپنے اوپر بھی تو جاری کرے اور اس مدرسہ کو بدعت وناجائز اور اس کے نصاب تعلیم کی کتابوں کو بدعت وناجائز اور اپنی تنخواہوں کو بدعت وحرام ہونے کا بھی تو فتویٰ صادر کرے اور ان کی مخالفت کرے۔

پھر مجیب کا جواب نمبر ۴ میں یہ لکھنا کہ "اس کو اگر قدرت ہو روک لینا چاہئے" بھی غلط ہے کہ جب صلاۃ بعد اذان کا جائز ومستحسن ہونا کتب فقہ سے ثابت ہو چکا تو اس کو روکنا نہ چاہئے۔ مجیب کو مدرسہ سے تنخواہ نہ لینے پر قدرت ہی ہے تو وہ تعلیم دین پر کیوں تنخواہ لیتا ہے کہ تعلیم دین پر تنخواہ لینا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ہرگز ہرگز نہیں تھا۔ تو مجیب اپنی تنخواہ کا جواز کس آیت یا حدیث سے ثابت کرتا ہے، بلکہ اس کی دلیل سے اس کی تنخواہ بدعت وحرام ہے تو مجیب اپنی قدرت کو استعمال نہ کر کے اپنا حرام مال سے کیوں پیٹ بھرتا ہے۔

پھر مجیب کا جواب نمبر ۵ میں یہ لکھنا کہ "ایسے شخص کو سمجھانا چاہئے، وہ ایسا نہ کرے اور اگر وہ ضد واصرار کرے تو پھر چونکہ وہ غلط بات پر ضد کر رہا ہے اس لئے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھے"۔ عجب ہے کہ بعد اذان صلاۃ کہنا غلط نہیں بلکہ ایسا صحیح ہے کہ کتب فقہ سے ثابت ہے، تو اس کو کس طرح منع کیا جا سکتا ہے اور اس پر ضد واصرار کرنے والے کے پیچھے نماز کیوں نہ پڑھی جائے گی۔ ہاں سمجھانا تو اس بدبخت

گمراہ کو ہے جو اس صلاۃ کو بدعت و نا جائز کہے۔اور نماز تو اس خبیث ضال کے پیچھے نہ پڑھی جائے جو اس کے ناجائز و بدعت ہونے پر ضد و اصرار کرے اور اپنی غلطی سے جائز فعل کو نا جائز ٹھہرائے۔

مجیب کی یہ بات کہ ''بدعت کی اصلاح حتی الوسع ضروری ہے'' صحیح ہے۔تو یہ مدرسہ جامع العلوم بکثرت بدعات کا مجموعہ ہے تو مجیب پہلے اس مدرسہ کی تو اصلاح کرے۔اگر خود ساری بدعات کو نہیں روک سکتا ہے تو کم از کم تعلیم دین پر تو اجرت و تنخواہ ہرگز ہرگز نہ لے۔

سائل کے سوال اول کا جواب یہ ہے۔ایسے جاہل مفتی کی طرف جو قصداً فقہ کی مخالفت کرے ہرگز ہرگز رجوع نہ کیا جائے۔نہ اسے اپنی مسجد میں آنے دیا جائے۔نہ اسے اپنی جماعت میں شریک کرنا چاہئے کہ اس کی شرکت سے مسلمانوں میں تفریق پیدا ہوگی۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

۵ رشوال المکرم ۷۳ھ

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل ، الفقیر الی اللہ عزوجل ،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول ، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۱۱۰)

مولانا الاعلی الافضل مکرمنا الاجل الابجل حضرت مولانا المولوی المفتی الحاج الشاہ محمد اجمل دام فیضہم الاعم الاکمل ------------------ السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ

بزم قادری رضوی کانپور کا سنی بھائیوں کو ضروری اعلان شائع ہونے پر وہابیہ دیوبندیہ نے اس کے خلاف غلط اور زہریلے پروپگنڈے کر کے بھولے بھالے سیدھے سادے مسلمان اہل سنت کے درمیان فتنہ و شر و فساد برپا کر دیا۔لہذا یہ اشتہار مذکور خدمت عالی میں پیش کر کے جناب والا سے استفتاء ہے کہ یہ اشتہار شرعاً حق و صحیح و درست ہے یا نہیں؟۔اور جو شخص کہے کہ یہ اشتہار سرتاپا غلط ہے اس پر کیا حکم شرعی ہے؟۔جواب براہ کرم جہاں تک ہو سکے جلد عنایت ہو۔بینوا توجروا۔ال

المستفتی سگ بارگاہ رضوی فقیر ابوالفتح عبید الرضا محمد حشمت علی خان۔

الجواب

نحمده ونصلى على رسوله الكريم

بزم قادری رضوی کانپور کا اشتہار بعنوان ''سنی اسلامی بھائیوں کو ضروی اعلان'' میں نے اول سے اخیر تک پڑھا۔اس اشتہار کا نہ فقط مضمون بلکہ ہر کلمہ لفظ لفظ شرعاً حق و صحیح و درست ہے اور اہل اسلام

کے لئے فضاء ملکی اور اپنی استطاعت وقوت وقتی کو مد نظر رکھتے ہوئے بہترین مشورہ اور عمدہ ترین شاہراہ ہے اور اشتعال انگیز تحریکوں اور نا عاقبت اندیشیوں کی بنا پر آنے والے زہریلے خطرات اور پریشان کن واقعات سے بچنے کے لئے نفیس ترین سپر وقلعہ ہے، اور بمقتضائے آئیہ کریمہ " لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا" کے اسکا ہر حکم اور ہر مشورہ انمول موتی اور جوہر پارہ ہے۔ کہ اس میں مفتی صاحب نے ہر طرح وقت واستطاعت کی پورے طور پر نباضی کر کے بہترین تشخیص کی ہے۔ اور قوم مسلم کے لئے بالکل مناسب اور انتہائی مفید وقتی نسخہ تجویز کیا ہے کہ جو ہر طرح کے خطرہ اور نقصان سے حفاظت کرنے والا اور صحیح شاہراہ پر لے جانے والا ہے۔ اگر کسی نے اپنی کم فہمی یا انتہائی غیظ وغضب کی بنا پر اس کی قدر نہیں کی ہے تو اس غم وغصہ کے اتر جانے کے بعد جب وہ ٹھنڈے دل سے سوچے گا تو وقت اور فضا اس کے حق اور درست کہنے پر اس کو مجبور کر دیگی۔ اور جن لوگوں نے محض فتنہ پردازوں اور اشتعال انگیزوں کی باتوں پر مشتعل ہو کر اپنے آپ کو گرفتار کرا لیا تھا اور وہ جیل سے معافی مانگ کر واپس ہوئے انہوں نے قوم کے چہروں پر کیسا بدنما سیاہ دھبہ لگا دیا جیسا کہ اخبارات سے ظاہر ہوا۔ لہذا یہ لوگ کاش اگر اس اشتہار پر عمل کرتے تو انہیں یہ روز بد کیوں دیکھنا پڑتا۔ مولیٰ تعالیٰ ہمارے سنی بھائیوں کو عقل وفہم اور انہیں مفسدین کی فتنہ پردازیوں اور شر انگیزیوں سے محفوظ رکھے۔ یہ ساری گفتگو ہمارے برادران اہل سنت سے تھی۔

اب رہے وہابیہ ودیوبندیہ تو سرکار رسالت میں توہین اور گستاخیاں کرنا انکا تو عین مذہب ہے، چنانچہ انکی کتابوں میں صدہا توہین آمیز عبارتیں مطبوعہ موجود ہیں جن میں سے اس اشتہار میں صرف آٹھ عبارات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ تو ان دیوبندیوں کو سرکار رسالت کی توہین نہ کبھی ناگوار گزری نہ اب ناگوار ہے۔ ابھی تقریبا چھ ماہ کا عرصہ گذرا کہ بابو راو پٹیل کی توہین رسالت پر ہر مقام پر صرف اہل سنت نے ہی پرامن جلسے کئے اور پاس کر کے حکومت کو بھیجے، کسی جگہ سے دیوبندیوں کی کوئی آواز بلند نہیں ہوئی۔ اور اس امرت پتریکا کی توہین پر بھی یہ ہرگز نہ ابھرتے۔ لیکن اخبار نئی دنیا دہلی نے جمعیۃ العلماء پر جب لعن طعن کیا تو اس پر محض یہ مقصد مد نظر رکھ کر اس اپیل پر انتہائی غضب دکھایا اور پر جوش مظاہرہ کیا کہ اس وقت ہم توہین رسالت پر مظاہرہ کر کے اور غم وغصہ کی پر جوش تقریریں کر کے مسلمانوں کو یہ باور کرائیں گے کہ دیوبندی جماعت تو توہین کرنے والوں سے بہت سخت بیزار ہے اور اس پر جان ومال ہر طرح کی قربانی پیش کر رہی ہے۔ لہذا عامۃ المسلمین کے قلوب سے خود ہماری توہین رسالت کا دھبہ دھل جائیگا اور ہم عاشقان محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں شمار ہونے لگیں گے، پھر اس سے ہم تمام

بھولے بھالے مسلمانوں کو اپنے دام تزویر میں پھانس لیا کریں گے۔

اس اشتہار نے چونکہ ان کے مقصد پر پانی پھیر دیا اور ان کے توہین آمیز مضامین کی طرف اشارہ کر کے ان کے عیب کو اور اچھال دیا اس بنا پر دیوبندیوں نے اس اشتہار کے خلاف پروپیگنڈہ کیا اور بھولے بھالے مسلمانوں میں فتنہ وفساد برپا کیا، ورنہ اگر دیوبندیوں کی اس بات میں کہ وہ توہین رسالت کرنے والوں کے دشمن ہیں اور واقعی انہیں توہین رسالت ناگوار ہے اور وہ اس پر جان ومال کی قربانیاں پیش کرنے کو تیار ہیں، تو اپنے اکابر کی کتابوں میں تقویۃ الایمان، حفظ الایمان۔ براہین قاطعہ، تحذیر الناس وغیرہ رسائل کی طباعت بند کریں اور اپنے اکابر کی توہین آمیز عبارات سے بیزاری کا اعلان کریں اور ان پر حکم شرعی صادر کریں تو دنیا اس فیصلہ پر مجبور ہو جائے گی کہ دیوبندی اپنے دعوی میں صادق ہیں اور جب تک دیوبندی یہ کام نہیں کریں گے تو ان کا یہ ''امرت پتریکا'' کی توہین کے خلاف مظاہرہ کرنا اور غم وغصہ کا اظہار کرنا محض نمائش بلکہ دجل وفریب ہے۔ بلکہ ان کے اس زائد جوش اور مظاہروں کا یہ غلط نتیجہ برآمد ہوا کہ خاص مرکز وہابیت سہارنپور میں اس توہین سے زائد شرمناک اور گندہ واقعہ ظہور میں آیا۔ جو اخبار بینوں سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ان دیوبندیوں نے اس توہین پر کیا کارنامہ کیا اور ان کی چوٹی کی ذمہ دار ہستیوں نے جو حکومت میں دخیل ہیں کیا اپنی کرسیوں کو چھوڑ کر اپنے ظاہری غم وغصہ کا کچھ بھی مظاہرہ کیا ہرگز ذرہ بھر نہیں۔ بلکہ ان کے شیخ نے آخر یہی مضمون لکھا جو اس اشتہار کا مضمون ومفہوم ہے کہ مسلمان مشتعل نہ ہوں اور پر امن رہیں ار صبر وسکون سے کام لیں۔ تو اب دیوبندیوں کو چاہیے تھا کہ شیخ جی کے خلاف بھی پروپگنڈے کرتے اور فتنہ وفساد کرتے۔ مگر اب آنکھیں کھلیں اور اسی نتیجہ پر پہنچے جو اس بزم قادری کے اشتہار کا نظریہ تھا۔ اب ٹھوکر کھا کر عقل آئی۔ ہمارے سنی بھائی اس سے سبق حاصل کریں اور اپنے اشتہار کی قدر کریں۔

اب باقی رہا اس شخص کا قول جو اس اشتہار کو سرتاپا غلط کہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ سنی مسلمان تو ایسا ناپاک جملہ نہ کہے گا۔ کہ اس کے عقیدہ میں سرکار رسالت کی شان اقدس میں گستاخی بڑی مصیبت عظمی اور سخت ترین آفت کبری ہے۔ اور خلاف شریعت امور کا ارتکاب کرنا اور نصاری وغیرہ گمراہوں کا شعار اختیار کرنا اور مسلمانوں کو شر وفساد اور تباہ کنی کے غلط مشورے دینا شرعاً حرام ہیں۔ اور محرمات سے اجتناب کرنا اور یکمشت داڑھی رکھنا اور نمازوں کی پابندی کرنا شعار دین ہے، اور دیوبندیوں کا اپنی کتابوں مین صدہا گستاخیاں اور گندی گھنونی توہین کرنا ثابت اور امر واقعی ہے۔ اور وقت مصیبت وحاجت کے۔ بارگاہ

الٰہی میں بتوسل انبیاء کرام علیہم السلام واولیا عظام دعا کرنا سنت ہے، تو کوئی سنی ان امور کو غلط کہہ کر اپنی دولت ایمان کو کیوں برباد کرے گا۔ پھر بھی اگر کسی نے اپنی کم فہمی یا ناواقفیت سے انکو غلط کہا تو یہ تکذیب شرع ہے۔ لہذا اس پر توبہ لازم ہے اور تجدید ایمان ضروری ہے۔

ہاں اس کو سرتاپا غلط کہنے والا کوئی بیدین دیوبندی وغیرہ گمراہ ہوگا۔ جس کا اصل مذہب اور عقیدہ ہی یہ ہے کہ توہین سرکار رسالت کو بڑی مصیبت عظمٰی اور سخت ترین آفت کبریٰ سمجھنا غلط ہے۔ اور محرمات سے اجتناب کرنا غلط ہے۔ اور نصاریٰ اور گمراہوں کے شعار سے پرہیز کرنا غلط ہے۔ اور مسلمانوں کو شر وفساد اور تباہ کنی سے بچانا غلط ہے۔ اور یکمشت داڑھی کا رکھنا غلط ہے۔ اور نمازوں کی پابندی کرنا غلط ہے اور دیوبندیوں کا کتابوں میں سرکار رسالت کی شان میں گستاخیاں کرنے کو فقط برا جاننا بلکہ انکا تنبیہ عوام کے لئے نقل کرنا بھی غلط ہے اور بوقت مصیبت وحاجت بتوسل حضرات انبیاء علیہم السلام واولیاء کرام کے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا بھی غلط ہے۔

بالجملہ ان میں سے نہ کسی ایک بات کا بلکہ تمام امور کو سرتاپا غلط کہنے کی جرأت کوئی دیوبندی جیسا گمراہ و بیدین ہی کرسکتا ہے کہ جب وہ توحید و رسالت ہی کے اہم عقائد کو غلط کہتے ہیں اور قرآن و احادیث ہی کے احکام کو غلط ٹھہراتے ہیں تو ایسے لوگوں کا اس اشتہار بزم قادری کو سرتاپا غلط کہہ دینا کیا بعید ہے۔ لہذا جس دیوبندی نے اس اشتہار کو سرتاپا غلط کہا ہے اس نے اپنے کفریات میں اس سے اور مزید اضافہ کرلیا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ ان کو ہدایت فرمائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

۷/ذی الحجۃ الحرام ۱۳۷۱ھ

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۱۱۱)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں

خالص سنی عقیدے کے مسلمانوں نے جو لاکھوں اور کروڑوں روپے کی اوقاف مزارات اولیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے ضروری مصارف کے لئے وقف کیے ہیں جن میں عرس کے مصارف بھی شامل ہیں کیا ان اوقاف کی حفاظت ونگرانی اور انتظام کے لئے ان لوگوں کو مقرر کرنا جو اولیائے کرام سے عقیدت نہیں رکھتے، جو ان کے مزارات کی تعظیم نہیں کرتے اور جو ان کے مراسم عرس کو شرک اور کفر قرار

دیتے ہیں کیا از روئے شریعت اسلام یہ جائز ہے؟ کیا اولیائے کرام کے معتقدین کے اعتقادی مذہبی اور انتظامی امور میں زبردستی دخل دینا مداخلت فی الدین نہیں ہے؟۔ کیا سنی عقیدے کے مسلمانوں۔ کے نکاح وطلاق اور مہر وغیرہ کے معاملات میں بدعقیدہ لوگوں کو قاضی مقرر کرنا جائز ہے؟ اور کیا مسلمانوں کے پرسنل لاء (مذہبی معاملات) میں نا مناسب مداخلت نہیں ہے۔ از راہ کرم شرعی احکام سے مطلع فرمائیں۔ خادم ملت۔ محمد مستحسن فاروقی، مدیر آستانہ سجادہ نشین کلیمی دہلی۔

الجواب

نحمده ونصلى على رسوله الكريم

سوالات کے جوابات سے پہلے یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ جمیعۃ العلماء یعنی فرقہ وہابیہ دیوبندیہ سب علماء، اولیا، ائمہ، صحابہ، تمام امت سارے اہل سنت وجماعت کو کافر ومشرک جانتے ہیں۔ یہاں بہ نظر اختصار اس کا صرف ایک نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔ چنانچہ تمام امت سارے اہل سنت وجماعت کا اجماعی اتفاقی اعتقادی یہ عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام گنہگاروں کی شفاعت اور سفارش فرمائیں گے۔ یہ عقیدہ بکثرت آیات واحادیث سے ثابت ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فقہ اکبر میں اسی عقیدہ کو تحریر فرماتے ہیں:۔

شفاعة الانبياء عليهم السلام حق و شفاعة نبيناعليه الصلوة و السلام للمومنين المذنبين ولا هل الكبائر منهم المستوجبين للعقاب حق ثابت۔ (فقہ اکبر۔ ص ۳)

حضرات انبیاء علیہم السلام کی شفاعت حق ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت گناہگار مسلمانوں اور ان کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لئے جو عذاب کے مستوجب ہو گئے حق اور ثابت ہے۔

اب دیکھے اس جمیعۃ العلماء کے پیشوا امام الوہابیہ اسمعیل دہلوی تقویۃ الایمان میں لکھتے ہیں:۔

امیر کی وجاہت کے سبب سے اسکی سفارش قبول کی سو اس قسم کی سفارش اللہ کی جناب میں ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتی۔ اور جو کوئی کسی نبی ولی کو یا امام اور شہید کو یا کسی فرشتے کو یا کسی پیر کو اللہ کی جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھے سو وہ اصلی مشرک ہے۔ (تقویۃ الایمان۔ ص ۳۵)

نیز اسی میں ہے:

اور انکو اپنا وکیل اور سفارشی سمجھنا بھی انکا کفر وشرک تھا سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گا گوکہ

اس کو اللہ کا بندہ مخلوق ہی سمجھے سوابو جہل اور وہ شرک میں برابر ہے۔ (تقویۃ الایمان۔ص ۸)

اب اس دیوبندی جمعیۃ العلماء سے دریافت کرو کہ تمہارے اس پیشوا دہلوی نے خود حضرت امام اعظم تمام فقہاء ومحدثین، اولیا وصالحین صحابہ وتابعین تمام امت سارے اہل سنت و جماعت کو اصلی مشرک بلکہ ابوجہل کے برابر مشرک کہا، اور تم اس کے اس حکم اور فتوی سے سرموانحراف نہیں کر سکتے تو تمہارے عقیدے اور مذہب میں بھی تمام اہل سنت و جماعت اصلی مشرک اور ابو جہل کے برابر مشرک ثابت ہوئے۔

اسی طرح اہل سنت و جماعت کے عقائد واعمال مثلاً میلاد شریف، گیارہویں شریف، سوم، چہلم، فاتحہ، نذرنیاز، عرس، قبروں پر غلاف ڈالنا، پھول نچھاور کرنا، توسل، استمداد از اولیائے کرام وغیرہ جو شرعاً جائز ومستحب ہیں۔ اور یہ دیوبندی جمعیۃ العلماء ان سب کو اپنے مذہب کے حکم سے بدعت اور شرک وکفر کہتی ہے۔ چنانچہ تذکیر الاخوان تقویۃ الایمان میں ہے:۔

ربیع الاول میں مولود کی محفل ترتیب دینا، اور جب وہاں ذکر حضرت کے پیدا ہونے کا آوے کھڑے ہو جانا، ربیع الثانی کو گیارہویں کرنا، شعبان میں حلوا پکانا، رمضان میں اخیر جمعہ کو خطبہ الوداع اور قضاعمری پڑھنا، شوال میں عید کے روز سویاں پکانا اور بعد نماز عیدین کے بغلگیر ہو کر ملنا، یا مصافحہ کرنا، کفن کے ساتھ جانماز اور چادر بھی ضرور بنانا، کفن پر کلمہ وغیرہ لکھنا، قبر میں قل کے ڈھیلے اور شجرہ رکھنا اور تیجہ، دسواں، چالیسواں، اور چھ ماہی، اور برسی، عرس مردوں کے کرنا، قبروں پر چادریں ڈالنا، مقبرے بنانا، قبروں پر تاریخ لکھنا، وہاں چراغ جلانا، اور دور دور سے سفر کر کے قبروں پر جانا، مقلد کا حق تقلید ہی کو کافی جاننا (وغیرہ امور گنا کر حکم یہ ہے) جو شخص اس کی برائی دریافت کر کے ناخوش اور خفا ہوا اور ترک کرنا برا لگے تو صاف جان لیا چاہیئے کہ وہ شخص اس آیۃ کے بموجب مسلمان نہیں۔

(تذکیر الاخوان۔ص ۸۷، ۸۸)

فتاوی رشیدیہ حصہ دوم ص ۹۱ پر ہے۔ فاتحہ کھانے یا شیرینی پر پڑھنا بدعت ضلالہ ہے، ہرگز ہرگز نہ کرنا چاہیئے۔

اسی فتاوی رشیدیہ میں اس ص ۱۱۲ پر ہے:

کسی عرس اور مولود میں شریک ہونا درست نہیں۔ اور کوئی سا عرس اور مولود درست نہیں۔

اسی فتاوی رشیدیہ میں ص ۶۷ پر ہے۔ غیر اللہ سے مدد مانگنا اگر چہ ولی ہو یا نبی شرک ہے۔

چند سطر کے بعد ہے۔ نذر حرام و ناجائز ہے،۔

اسی فتاوی رشیدیہ حصہ اول کے ص ۱۳۸ میں ہے۔مجلس مولود مروجہ بدعت ہے، فاتحہ مروجہ بھی بدعت ہے اور سوم دہم چہلم جملہ رسوم ہنود کی ہیں۔

اسی فتاوی کے حصہ دوم کے ص۔۳۰ پر ہے۔ ہاں عرس کے دن زیارت کو جانا حرام ہے۔

اسی کے جلد سوم ص ۱۱۳ پر ہے۔قبر پر پھول وغیرہ چڑھانا نادرست ہے۔

ان عبارات سے ثابت ہوگیا کہ وہابیہ نے اہل سنت و جماعت کے مذہبی امور خیر اور افعال مستحبہ کو اپنے مذہب میں ناجائز و حرام اور بدعت و شرک قرار دیا تو یہ امر متحقق ہو چکا کہ دیوبندی جمیعۃ العلماء ہمارے تمام اہل سنت و جماعت کو اصلی مشرک ابوجہل کے برابر جانتی ہے اور انکے اعمال وافعال کو بدعت و ناجائز کہتی ہے۔لہذا اہل سنت و جماعت کے مذہب اور دیوبندی جمیعۃ العلماء کے مذہب میں ایسا زبردست اختلاف ثابت ہے جس کا کوئی ذی عقل انکار نہیں کرسکتا۔

اب باقی رہا اوقاف اہل سنت و جماعت کا حکم تو ظاہر ہے کہ جب اتحاد مذہب کے باوجود صرف فروعی اختلاف کی بنا پر وہ مدرسہ جو حنفیوں پر وقف ہے، شافعیہ یا حنبلیہ یا مالکیہ کے قبضہ واختیار میں نہیں دیا جاسکتا باوجود کہ یہ سب ہم مذہب اہلسنت و جماعت ہیں۔

ردالمحتار میں ہے:۔ كمدرسة موقوفة على الحنفية ،مثلا لا يملك احد ان يجعلها لاهل مذهب آخروان اتحدت الملة۔ (ردالمحتار ج۔۳۔ص ۲۸۰)

تو وہ دیوبندی جمیعۃ العلماء جو اہل سنت و جماعت سے نہ فقط فروعی اختلاف بلکہ مذہبی اصولی اختلاف بھی رکھتی ہے تو اوقاف اہل سنت و جماعت کو اس دیوبندی جمیعۃ العلماء کے انتظام اور نگرانی میں دینا ہرگز ہرگز جائز نہیں اور حکومت کا ان کے قبضہ واختیار میں دینا یقیناً زبردستی مداخلت فی الدین ہے۔ پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ ہر وقف کے لئے اس کے واقف کے شرائط کا لحاظ ضروری ہے اور مثل شارع کے نص کے ہے۔

فقہ کی مشہور کتاب ردالمحتار میں ہے:۔ صرحوا بان شرط الواقف كنص الشارع ۔

(ردالمحتار ج ۳،ص ۴۳۵)

اور جب شرائط واقف کا لحاظ اس قدر ضروری ثابت ہوا تو جو اوقاف مزارات حضرات اولیا کرام کے لئے ہیں اور ان کے واقفوں نے ان کے مصارف عرس اور اس میں میلاد شریف، فاتحہ، نذر و نیاز،

چادریں، روشنی لنگر وغیرہ امور خیر کے لئے مقرر کر دئے ہیں تو یہی شرائط وقف قرار پائے۔اب یہ دیوبندی جمیعۃ العلماء ان اوقاف پر قابض ہو کر اگر شرائط واقف کا لحاظ کرتے ہوئے کچھ زمانہ تک مصارف عرس، میلاد شریف، فاتحہ نذر و نیاز چادریں، روشنی لنگر وغیرہ اس مال وقف سے کریں گے تو یہ اپنے ہی مذہب کے حکم سے بدعتی اور کافر و مشرک ٹھہرتے ہیں، اور اس کا نتیجہ ہر ذی عقل جانتا ہے کہ جب یہ لوگ پورے طور پر ان اوقاف پر قابض ہو جائیں تو اپنے مذہب کے خلاف یہ امور کر کے اپنے آپ کو کیوں مجرم بنائیں گے۔اور اپنے آپ کیوں بدعتی اور کافر و مشرک کہلائیں گے لہذا ان شرائط واقف کو بالکل نیست و نابود ہی کر دیں گے۔اور شرعاً شرائط واقف کسی کے مٹ نہیں سکتے۔اور ان کی مخالفت کوئی کر نہیں سکتا۔

فتاوی خیریہ میں ہے:۔ اذا و جد شرط الواقف فلا سبیل الی مخالفته ۔

(فتاوی خیریہ۔ج ا۔ص ۱۲۳)

بحر الرائق میں ہے: تصرف القضاۃ بالاوقاف مقید بالمصلحة لا انه یتصرف کیف شاء فلو فعل ما یخالف شرط الواقف لا یصح۔

(فتاوی خیریہ۔ج ا۔ص ۱۴۴)

اسی فتاوی خیریہ میں ہے: لا یجوز لا حد ان یفعل شیئا مخالفا لما شرطه الواقف اذ شرط الواقف کنص الشارع وقالو او ماخالف شرط الواقف فهو مخالف للنص۔

(فتاوی خیریہ۔ج ا۔ص ۱۹۸)

ردالمحتار میں ہے:انهم صرحوا ان مراعاة غرض الواقفین واجبة۔

(ردالمحتار۔ج ۳۔ص ۴۶۷)

علامہ شامی بحر سے ناقل ہیں۔وما خالف شرط الواقف فهو مخالف للنص۔

(ردالمحتار۔ج ۲۔ص ۴۳۶)

اور جمیعۃ العلماء جب ہمارے اہل سنت و جماعت کے اوقاف پر قابض ہو گی تو ان جیسے شرائط واقف کی ضرور مخالفت کرے گی اور شرائط کے خلاف کرنا گویا اس وقف کو نیست و نابود کر دینا ہے۔

حاصل کلام یہ نکلا کہ یہ دیوبندی جمیعۃ العلماء اس وقف بل کی آڑ لے کر ہمارے اہل سنت و جماعت کے اوقاف کو ہڑپنا چاہتی ہے۔تاکہ یہ عرس، میلاد شریف، فاتحہ نذر و نیاز، روشنی وغیرہ امور خیر کو

بالکل بند کرادے اور یہ وقف بل بلاشبہ یقیناً مداخلت فی الدین ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال دوم

جواب اول میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ دیوبندی جمیعۃ العلماء جب تمام امت اور سارے اہل سنت و جماعت کو اصلی مشرک و کافر بلکہ ابوجہل کی برابر مشرک کہتی ہے تو تمام امت تو کافر مشرک ہو نہیں سکتی کہ حدیث شریف میں وارد ہے جس کو ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا یجتمع امتی علی ضلالۃ۔ (مشکوۃ شریف ص ۳۰)

میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی۔

تو یہ حکم کفر و شرک خود اسی دیوبندی جمیعۃ العلماء پر لوٹکر آیا کہ حدیث شریف میں ہے جو مسلم و ترمذی میں بروایت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

ایما امری قال لا خیه کافر فقد باء بها احدهما ان کان کما قال والا رجعت الیه۔

(جامع صغیر۔ ج ۱۔ ص ۹۸)

جو کسی اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہے ان دونوں میں سے ایک پر یہ بلاضرور پڑے اگر جسکو کہا وہ سچ کافر تھا جب تو خیر ورنہ یہ لفظ اسی کہنے والے پر پلٹ آئے گا۔

اسی بنا پر امت کے سلف و خلف تصریح کرتے ہیں کہ جو ساری امت کو گمراہ کہے اور صحابہ کرام کی تکفیر کرے وہ خود کافر ہے۔

علامہ قاضی عیاض شفا میں فرماتے ہیں: وکذالك نقطع بتكفير كل قائل قال قولا يتوصل به الى تضليل الا مة وتكفير جميع الصحابة۔ (شرح شفا۔ ج ۲ ص ۵۴۱)

اور اسی طرح ہم یقین کرتے ہیں اس شخص کے کافر ہونے کا جو ایسی بات کہے جس سے تمام امت کو گمراہ ٹھہرانے اور صحابہ کو کافر کہنے کی طرف راہ نکلے۔

تو یہ دیوبندی جمیعۃ العلماء تمام امت کو مشرک و کافر کہہ کر خود بھی کافر ہوگی اور جب ان دیوبندیوں کا کافر ہونا ثابت ہو چکا تو کافر کو اہل اسلام کا قاضی مقرر کرنا شرعاً جائز نہیں۔

قرآن کریم میں ہے:

ولن یجعل اللہ للکافرین علی المومنین سبیلا۔

ردالمحتار میں ہے:۔ان تقليد الكافر لا يصح۔(وايضا)لم يصح قضاء الكافر على المسلم حال كفره۔ (ردالمحتار ص ۴۔ص ۳۱۱)

یہاں تک کے مسلمان پر کافر کی شہادت مقبول نہیں فتاوی عالمگیر میں ہے:

لا تقبل شهادة الكافر على المسلم۔

درمختار وتنویر الابصار میں ہے۔واهله (القضاء)اهل الشهادة ای ادائها على المسلمين۔

(ردالمحتار۔ج ۴۔ص ۳۱۱)

لہذا ان دیوبندیوں کا مسلمانوں کے نکاح وطلاق وغیرہ مذہبی معاملات کے لئے قاضی مقرر کرنا ناجائز ہے۔اور حکومت کا ہم پر جبر کرنا یقیناً مداخلت فی الدین ہے۔فقط واللہ تعالی اعلم۔

کتبہ :المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۱۱۲)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ

صبح بعد نماز فجر سلام ومصافحہ یا ہر نماز کے بعد صرف مصافحہ کس حد تک صحیح ودرست ہے؟۔مع حدیث وفقہ کے مدلل جواب دیں اللہ آپکو جزائے خیر عطا فرمائے۔

جب ایک مسلمان کی دوسرے مسلمان سے ملاقات ہو سلام کرے اور مصافحہ کرے۔نماز فجر یا نماز عصر یا کسی نماز کے وقت کو خاص کرنا یا تمام نمازوں کے بعد سلام اور مصافحہ کو خاص کرنا مکروہ ہے۔ بدعت ہے سنن روافض سے ہے۔

شامی جلد ۵ ص ۳۳۶ پر فرماتے ہیں۔انه تكره المصافحة بعد اداء الصلوة لكل حال لان الصحابة رضى الله تعالىٰ عنهم ماصافحوا بعد اداء الصلوة ولا نها من سنن الروافض ثم نقل عن ابن حجر من الشافعية انها بدعة مكروهة لااصل لها في الشرع اه و موضع المصافحة فى الشرع انما هو عند لقاء المسلم لاخيه لا فى ادبار الصلوات۔

حضرات صحابہ نے نماز کے بعد مصافحہ نہیں کیا۔مصافحہ کا وقت شرعاً ملاقات کا وقت ہے یعنی جب اپنے بھائی سے ملاقات ہو نہ کہ نمازوں کے بعد۔لہذا حتی الامکان مسلمانوں کو اس مکروہ اور بدعت طریقہ سے بچنا چاہیئے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔۔۔احقر واحد رضا غفرلہ، مدرس مدرسہ شاہی مسجد مرادآباد،

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ جواب از روئے تصریحات فقہا حنفیہ صحیح ہے یا نہیں۔

الجواب

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

شاہی مسجد مراد آباد کا یہ جواب فقہاء احناف کی تصریحات کے خلاف ہے اور اس میں مجیب نے سخت مغالطہ اور فریب دیا ہے۔ اس وقت میں اس کا رد پیش کرتا ہوں،

مجیب کہتا ہے،

جب ایک مسلمان کی دوسرے مسلمان سے ملاقات ہو سلام کرلے اور مصافحہ کرے۔

اقول: مجیب کا اتنا حکم صحیح ہے اور یہ حکم ہر مسلمان کی دوسرے مسلمان سے ہر ملاقات اور ہر لمحے کے وقت کے لئے عام ہے تو نماز فجر وعصر یا اور نمازوں کے بعد کی ملاقاتوں کے لئے بھی یہی حکم ثابت ہوا کہ ہر مسلمان ایک دوسرے کو سلام کرے اور مصافحہ کرلے۔ یہی حدیث شریف اور کتب فقہ حنفی کی تصریحات سے ظاہر ہے۔

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے:

والمصحافحة سنة في سائر الاوقات لما اخرج ابو داؤد عن ابی ذر ما لقيت النبی صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الا وصا فحنی الحديث۔ (طحطاوی ص ۱۸۶)

اور مصافحہ تمام وقتوں میں سنت ہے۔ اس حدیث کی بنا پر جس کو ابو داؤد نے حضرت ابو ذر سے روایت کیا کہ میں جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات کرتا تو حضور مجھ سے مصافحہ فرماتے۔

علامہ محمد طاہر مجمع البحار میں فرماتے ہیں:

كانت المصافحة فی اصحابه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم هی سنة مستحبة عند كل لقاء وما اعتادوه بعد صلوة الصبح والعصر لا اصل له فی الشرع ولكن لا باس به وكونهم حافظين عليها فی بعض الاحوال ومفرطين فيها فی كثير منها لا يخرج ذلك البعض عن كونه مما ورد الشرع باصلها وهی من البدع المباحة۔

(مجمع البحار۔ ج ۲۔ ص ۲۵۰)

مصافحہ حضور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ میں سنت تھا، اور ہر ملاقات کے وقت مستحب ہے اور لوگوں نے جس مصافحہ کی نماز صبح اور عصر کے بعد عادت کرلی ہے اس کا شرع میں تو ثبوت نہیں لیکن اس

کے کرنے میں کوئی حرج نہیں، اور بعض حالات میں ان کا اس پر محافظت کرنا اور بہت سے احوال میں انکا اس کو نہ کرنا اس بعض کو اس مصافحہ کے حکم سے خارج نہیں کرتا جس کی اصل شرع میں وارد ہوئی تو یہ مصافحہ مباح بدعت ہے۔

فقہ کی مشہور کتاب درمختار میں ہے:

یجوز المصافحة لا نهاسنة قديمة متواترة لقوله عليه الصلوة والسلام من صافح اخاه المسلم وحرك يده تنا ثرت ذنوبه واطلاق المصنف تبعا للدرر والكنز والوقاية والنقاية والمجمع والملتقى وغير ها يفيد جوازها مطلقا ولو بعد العصر وقولهم انه بدعة اى مباحة حسنة۔ (ردالمحتار۔ ج ۵۔ ص ۲۵۲)

مصافحہ جائز ہے کہ وہ قدیم سنت متواترہ ہے۔ یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس حدیث کی بنا پر ہے کہ جس نے اپنے بھائی سے مصافحہ کیا اور اس کے ہاتھ کو جھٹکا دیا تو گناہ جھڑ جاتے ہیں، مصنف تنویر کا جواز مصافحہ کو مطلق رکھنا درر و کنز و وقایہ و نقایہ و مجمع و ملتقی وغیرہ متون کے تابع ہو کر مصافحہ کے ہر وقت جائز ہونے کو مفید ہے اگر چہ مصافحہ بعد عصر ہو اور علماء کا اس مصافحہ کو بدعت کہنا تو اس سے مراد، بدعت حسنہ ہے۔

خود مجیب کی پیش کردہ شامی میں اس کی نقل کردہ عبارت کے متصل یہ عبارت ہے۔

اعلم ان المصافحة مستحبة عند كل لقاء واماما اعتاده الناس من المصافحة بعد صلوة الصبح والعصر فلا اصل له فى الشرع على هذا الوجه لكن لا با س به فان اصل المصافحة سنة وكونهم حافظين عليها فى بعض الاحوال ومفرطين فى كثير من الاحوال اواكثرها لا يخرج ذلك البعض من كونه من المصافحة اللتى ورد الشرع باصلها اه۔ قال الشيخ ابو الحسن البكرى وتقييده بها بعد الصبح والعصر على عادة كانت فى زمنه والافعقيب الصلوة كلها كذلك كذا فى رسالة الشرنبلالى فى المصافحة ونقل مثله عن الشمس الحانوتى وانه افتى به مستد لا بعموم النصوص الواردة فى مشروعيته وهو الموافق لماذكره الشارح من اطلاق المتون۔ (شامی، ج ۵، ص ۲۵۲)

جانو کہ مصافحہ ہر ملاقات کے وقت مستحب ہے لیکن لوگوں نے نماز صبح اور عصر کے بعد جو مصافحہ کی عادت کر لی ہے تو اس مصافحہ کی وجہ خاص کی شرع میں کوئی اصل نہیں لیکن اس مصافحہ کے کرنیکی وجہ سے

کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ مصافحہ کی اصل سنت ہے تو ان کا بعض احوال میں مصافحہ پر محافظت کرنا اور اکثر احوال واوقات میں نہ کرنا اس بعض احوال کے مصافحہ کو اس مشروع مصافحہ کے حکم سے خارج نہیں کرتا جس کی اصل شریعت میں وارد ہے۔ شیخ ابوالحسن بکری نے فرمایا: مصافحہ کا بعد نماز صبح وعصر کے ساتھ مقید کرنا ان کے زمانہ کی عادت کی بنا پر ہے، ورنہ مصافحہ سب نمازوں کے بعد اسی طرح مباح وجائز ہے، یہی حکم جواز علامہ شرنبلالی کے رسالہ مصافحہ میں ہے اور یہی حکم جواز علامہ شمس حانوتی سے منقول ہے اور انہوں نے اس مصافحہ کے مشروع ہونے میں نصوص واردہ کے عموم سے استدلال کر کے فتوی دیا، اور یہی جواز مصافحہ کا حکم درمختار کے اس استدلال کے موافق ہے۔

ان احادیث اور عبارات فقہ سے ثابت ہو گیا کہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے ہر ملاقات کیوقت مصافحہ کرنا مستحب بلکہ سنت ہے۔ اور فجر وعصر وغیرہ میں نمازوں کے بعد مصافحہ بھی اسی مشروع اور وارد شدہ مصافحہ کے حکم میں شامل ہو کر جائز ومشروع ثابت ہوا۔ اور اس کے جواز ومشروعیت پر علامہ شمس الدین حانوتی نے فتویٰ دیا۔ یہاں تک کہ مجیب کے پیشوا اور مقتدا مولوی خرمعلیٰ نے غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار میں اس مصافحہ کو بدعت حسنہ قرار دیا۔ چنانچہ وہ تحریر کرتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ اصل مصافحہ سنت ہے اور خصوصیت وقت کی بدعت حسنہ ہے۔

(غایۃ الاوطار کشوری ج ۴ ص ۲۱۸)

لیکن یہ مجیب ان احادیث اور کتب فقہ کے خلاف اور خود اپنے پیشوا مولوی خرمعلیٰ کی مخالفت میں لکھتا ہے۔

نماز فجر یا نماز عصر یا کسی نماز کے وقت خاص کرنا یا تمام نمازوں کے بعد سلام اور مصافحہ کو خاص کر نا مکروہ ہے، بدعت ہے اور سنن روافض سے ہے۔

اقول مجیب جب ایک مسلمان کی دوسرے مسلمان سے ہر ملاقات پر سلام ومصافحہ کا حکم دے چکا تو اپنے اس حکم کو مدنظر رکھتے ہوئے خود ہی سوچتا کہ فجر وعصر وغیرہ کی نمازوں کے بعد بھی تو ایک مسلمان کی دوسرے مسلمان سے ملاقات ہی ہوتی ہے تو اس کے بعد بھی سلام ومصافحہ جائز ہی ہونا چاہئے۔ اگر احادیث وکتب فقہ کا لحاظ نہیں تو اپنے پیشوا کے حکم ہی کا لحاظ کیا ہوتا۔ لیکن مجیب نے سب کو پس پشت ڈال کر اس مصافحہ کا مکروہ وبدعت ہونا اور سنن روافض ہونا صاف طور پر آنکھیں بند کر کے لکھدیا، اور پھر مجیب نے اپنے اس دعوے پر نہ کوئی آیت پیش کی، نہ کوئی حدیث نقل کی، نہ اس کی کراہت کی کوئی وجہ بیان کی

، نہ سنن روافض ہونے کی بنا ظاہر کی، بلکہ صاف طور پر ان فقہاء امت کو مثبت مکروہ اور اہل بدعت اور سنن روافض کا حامی بنا کر اپنے اعمال نامہ کو خوب سیاہ کیا اور اقوال صحیحہ کتب فقہ کی مخالفت کر کے خود اپنے مخالف فقہ حنفی ہونے کا ثبوت پیش کیا۔ نیز مجیب یہ بھی ظاہر کرے کہ اس کے پیشوا مولوی خرم علی تو یہ لکھتے ہیں کہ اصل مصافحہ سنت ہے اور خصوصیت وقت کی بدعت حسنہ ہے اور مجیب اس کے بالکل مقابل یہ کہتا ہے کہ وقت کو خاص کرنا مکروہ، بدعت و سنن روافض ہے۔ تو اب کس کا حکم صحیح ہے اور کس کا غلط ہے۔ اگر مجیب اپنے حکم کو صحیح کہتا ہے۔ تو ہمیں صاف الفاظ میں یہ لکھ کر دے کہ ہمارے مولوی خرم علی مترجم درمختار اس عبارت کو لکھ کر مثبت مکروہ، بدعتی اور سنن روافض پر چلنے والے قرار پائے، تو ہم سمجھ لیں گے، مگر مجیب اپنے حکم کو صحیح جانتا ہے اور کوئی کلمہ اپنے اس پیشوا کے خلاف نہیں لکھ سکتا تو ظاہر ہے کہ مجیب کا یہ حکم اور فتوی خود اس کی نظر میں بھی غلط قرار پائے گا، اور مولوی خرم علی کا حکم صحیح ہے کہ بعد نمازوں کے خاص وقت میں مصافحہ کرنا بدعت حسنہ ہے اور بدعت حسنہ ان کے عرف مین سنت کہلاتی ہے۔

پھر مجیب نے اپنی کم فہمی ولاعلمی سے اپنے دعوے کے ثبوت میں شامی کی یہ عبارت پیش کردی۔

شامی جلد ۵/ص ۳۳۶ پر فرماتے ہیں: انہ تکرہ المصافحة بعد اداء الصلوٰة لکل حال لان الصحابة رضی اللہ عنہ ما صافحوا بعد اداء الصلوٰة و لانها من سنن الروافض اھ ثم نقل عن ابن حجر من الشافعية انها بدعة مکروهة لا اصل لها فی الشرع اھ و موضع المصافحة فی الشرع انما هو عند لقاء المسلم لا خیه لا فی اداء الصلوات ۔ اھ

اقول: مجیب نے اس عبارت کے نقل کرنے میں ایک تو یہ شرمناک خیانت کی کہ شامی میں اس عبارت سے پہلے وہ عبارت تھی جو ہم نے اوپر نقل کی ہے۔ مگر مجیب نے اس کو محض اس لئے نقل نہیں کیا کہ اس میں فقہاء حنفیہ کے نمازوں کے بعد مصافحہ کے جواز کے اقوال تھے۔ اس پر فتوے دیا جانے کا قول تھا ۔ اس میں فقہ حنفی کی کتابوں کا ذکر تھا۔ دوسری نقل عبارت میں خیانت یہ کی کہ چند عبارتوں کو ایک عبارت بنا دیا اور درمیان کے الفاظ قصداً چھوڑ دئے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس عبارت میں تین اقوال ہیں۔

پہلا: ۔قول ملتقط کا ہے جو ”انہ تکرہ المصافحة“ سے ”سنن الروافض“ تک ہے۔

اقول: اس عبارت میں کراہت کی دو علتیں بیان کیں۔ ایک علت یہ ہے کہ صحابہ کرام نے بعد نماز مصافحہ نہیں کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کسی فعل کو صحابہ کرام کا نہ کرنا اس فعل کے شرعاً ناجائز ہونے کی دلیل نہیں۔

چنانچہ علامہ شہاب الدین قسطلانی مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں:

الفعل یدل علی الجواز وعدم الفعل لا یدل علی المنع۔

(مواہب لدنیہ مصری ج ۲ ص ۱۶۲)

یعنی کسی چیز کا کرنا اس کے جائز ہونے پر دلالت کرتا ہے اور نہ کرنا اس کے منع ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔

بلکہ یہ بات خود مجیب اور اس کے گروہ کو بھی مسلم ہے ورنہ صحابہ کرام نے قرآن کریم کو سات منزلوں اور تیس پاروں پر اور ہر پارہ کو ربع۔ نصف۔ ثلث پر تقسیم نہیں کیا، نہ اس میں اعراب لگائے، نہ اس کے دوسری زبانوں میں ترجمے کئے، نہ حدیثوں کو لکھ کر کوئی حدیث کی کتاب جمع کی، نہ مدرسے بنائے، نہ ان میں یہ کتابیں پڑھائیں جو زیر درس ہیں، نہ دینی تعلیم پر تنخواہیں لیں۔ تو کیا مجیب ان سب چیزوں کو محض صحابہ کرام کے نہ کرنے کی بنا پر ناجائز و مکروہ قرار دے سکتا ہے؟۔

تو ثابت ہو گیا کہ صحابہ کرام کا کسی فعل کو نہ کرنا اس کے ناجائز و مکروہ ہونے کی دلیل نہیں۔ لہٰذا اسی طرح صحابہ کرام کا نمازوں کے بعد مصافحہ نہ کرنا بھی اس کے ناجائز ہونے کی دلیل و علت نہیں۔

اس عبارت میں دوسری علت یہ بیان کی کہ مصافحہ سنن روافض سے ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جو فعل اس قوم کا شعار خاص ہو، یا فی نفسہ ممنوع ہو، یا کرنے والا اسکو بقصد تشبہ کرے تو ایسا تشبہ مکروہ ہے۔ اسی شامی میں ہے:

ان التشبہ انما یکرہ فی المذموم او فیما قصد بہ التشبہ لا مطلقا۔

(شامی مصری ج ۱ ص ۴۵۳)

تو جب یہ مصافحہ نہ فی نفسہ ممنوع و مذموم، نہ کرنے والے اس کو بقصد مشابہت روافض کرتے ہیں۔ تو اس میں وہ تشبہ ہی نہیں پایا گیا جو اس مصافحہ کو مکروہ ثابت کر سکے۔ علاوہ بریں کسی گمراہ قوم کی سنت اس وقت تک لائق اجتناب ہے جب تک کہ وہ ان کی سنت و شعار ہے اور جب اس قوم سے اسکا رواج اٹھ جائے تو وہ نہ اس قوم کی سنت کہلائے گی اور نہ پھر اس پر تشبہ کی بنا پر ممانعت کی جائے نہ اس کو مکروہ قرار دیا جائے۔ اسی شامی میں انہیں روافض کے شعار پر فرماتے ہیں:

کان ذلک من شعارھم۔ (ای الروافض) فی الزمن السابق ثم الفصل و القطع فی ھذہ الازمان فلا ینھی عنہ کیفما کان۔ (شامی مصری ج ۵ ص ۲۳۸)

اور اگر فرض بھی کرلیا جائے کہ صاحب ملتقط کے زمانے میں وہ مصافحہ سنت روافض تھا۔ لیکن ہما رے زمانے میں روافض میں نہ جماعت کا التزام ہے، نہ بعد نماز مصافحہ کا رواج ہے۔ تو ہمارے زمانہ میں وہ مصافحہ شعار روافض ہی نہ رہا۔

لہذا اب یہ مصافحہ نہ سنت روافض ہوا، نہ ان کے تشبہ کی بنا پر ممنوع ومکروہ قرار پا سکتا ہے۔
بالجملہ عبارت ملتقط کی ہر دو دلیلیں مجروح ہوگئیں تو حکم کراہت بھی باقی نہ رہا۔ لہذا نمازوں کے بعد کا مصا فحہ بلا کراہت جائز ومشروع ثابت ہوا، اور ملتقط کی عبارت سے مجیب کا استدلال غلط قرار پایا۔

دوسرا قول یہ ہے۔ ثم نقل عن ابن حجر من الشافعية انها بدعة مكروهة لا اصل لها في الشرع۔

اقول: مجیب نے اس کے الفاظ نہ معلوم کیوں نقل کئے۔ اس عبارت کا جواب بھی دیا جاتا ہے۔
اگر چہ یہ ایک شافعی المذہب کا قول ہے جو تصریحات فقہائے حنفیہ کے مقابلہ میں ہے۔ اس میں ایک با ت تو یہ ہے کہ اس مصافحہ کو بدعت مکروہ کہا اس کا جواب یہ ہے کہ علامہ ابن حجر شافعی نے اس مصافحہ کو بدعت مکروہہ کن علتوں کی بنا پر کہا ہے اگر وہی علتیں ہیں جو ملتقط کی عبارت میں مذکور ہوئیں تو ان علتوں کا صحیح نہ ہونا ثابت ہو چکا۔ اور جب علت ہی صحیح نہ ہوگی تو اس پر حکم کس طرح صحیح ہو سکتا ہے۔
لہذا اس مصافحہ پر بدعت مکروہ ہونے کا حکم صحیح نہیں ہوا۔ علاوہ بریں جب ہمارے فقہ حنفی کی کتابوں میں اس مصافحہ کو بدعت حسنہ لکھا ہے جیسا کہ اوپر فقہ حنفی کی مشہور کتاب درمختار کی عبارت میں گذرا۔ انه بدعة مباحة حسنة ۔ یعنی یہ مصافحہ بدعت مباحہ وحسنہ ہے اور یہی مجیب کے پیشوا مولوی خرم علی نے غایۃ الاوطار میں لکھا۔ بدعت حسنہ ہے۔ تو مجیب نے اب درمختار کے حکم کے خلاف اور اپنے پیشوا کے حکم کے مقابل ایک شافعی المذہب کے قول کو سند بنایا۔ مجیب کو چاہئے کہ اپنی کمزوری بلکہ ہٹ دھرمی سے باز آئے اور اپنی غلطی کا اعتراف کر کے توبہ واستغفار کرے۔

دوسری بات اس عبارت میں یہ ہے کہ اس مصافحہ کی شرع میں کوئی اصل نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے شامی سے یہ عبارت نقل کی۔ لا يخرج ذلك البعض عن كونه من المصافحة التي ورد الشرع باصلها ۔

یعنی بعض اوقات جیسے بعد نماز کا مصافحہ اس حکم سے خارج نہیں جس کی اصل شریعت میں وارد ہوئی اس میں صاف طور پر فرمادیا کہ بعد نماز کے مصافحہ کی اصل شرع میں وہی مشروع مصافحہ ہے تو اس

مصافحہ کی اصل شرع میں موجود ہوئی۔ لہٰذا اب اس کے مقابل یہ کہہ دینا کہ اس مصافحہ کی شرع میں کوئی اصل نہیں کس طرح صحیح ہوسکتا ہے۔

تو اب مجیب بتائے کہ وہ شامی کی اس عبارت کو مانتا ہے یا اس قول شافعی المذہب کو مانتا ہے؟۔ علاوہ بریں علامہ ابن حجر شافعی کے قول کے خلاف خود اکابر شافعیہ جیسے علامہ نووی کا قول اذکار میں موجود ہے کہ اس مصافحہ کی اصل شرع میں وہی مصافحہ مشروعہ ہے۔ جس کو ردالمحتار نے نقل کیا اور شافعیوں میں علامہ نووی کی جلالت علامہ ابن حجر سے بدرجہا بلند ہے۔

بالجملہ اس مصافحہ کا بدعت مکروہہ اور بے اصل ہونا ثابت نہ ہوسکا بلکہ اس کا بدعت حسنہ اور شرع میں موجود الاصل ہونا بدلائل ثابت۔

تیسرا قول یہ ہے۔

و موضع المصافحة فی الشرع انماھو عند لقاء المسلم لا خیہ لا فی اداء الصلوات ۔

اقول مجیب نے عبارت کے نقل کرنے میں یہ عیاری کی ہے اس سے پہلے کے ان الفاظ۔

قال ابن الحاج من المالکیة فی المدخل انہا من البدع ۔ کو محض اس خوف سے نقل نہیں کیا کہ دیکھنے والے حنفی کو یہ معلوم ہوجائے گا کہ یہ قول ابن حاج مالکی کا ہے۔ اس میں مصافحہ کو بدعت کہا ہے جس سے بدعت حسنہ بھی مراد ہوسکتی ہے تو اس عبارت میں دو باتیں ہیں۔ ایک یہ بات ہے کہ یہ مصافحہ بدعت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جن علماء نے مصافحہ کو مطلقا بدعت کہا ہے ان کی مراد بدعت سے بدعت حسنہ ہے۔

چنانچہ اوپر درمختار کی عبارت میں منقول ہوا۔ و قولھم انہ بدعة ای مباحة حسنة ۔

جن علماء نے اس مصافحہ کو بدعت کہا اس سے ان کی مراد بدعت حسنہ ہے۔

اسی بنا پر مجیب نے اس لفظ کو نقل نہیں کیا تھا اور عبارت میں کتر بیونت کی تھی تو یہ بات تو مجیب کے خلاف ہی ثابت ہوئی اور یہ مصافحہ بدعت مباحہ حسنہ قرار پایا۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ مصافحہ خلاف محل ہے۔ اور وہ ملاقات کا وقت ہی نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نماز کے بعد کا مصافحہ برمحل ہے اور یہ وقت ہی ملاقات کا وقت ہے۔

چنانچہ حضرت محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی اخبار الاخیار میں حضرت شیخ نورالحق والدین

المشہور شیخ نور قطب عالم کے ذکر میں نقل کرتے ہیں اور یہ وہ بزرگ ہیں جن کی وفات ۸۱۳ھ میں ہوئی انھوں نے اپنے شیخ حضرت علاؤالدین سے دریافت کیا۔

پیش شیخ عرض داشت کہ چہ سرست مشائخ بعداز سلام نماز فریضہ مصافحہ میکنند، فرمود سنت برین است کہ چوں مسافرے ازسفر باز می آید بادوستاں مصافحہ می کند وچوں درویش درنماز ایستد مستغرق میگردد از خود بیروں می آید وسفر باطن حاصل میشود وچوں سلام میدہد بخود باز می آید ضرورت ست کہ مصافحہ میکنند۔ (اخبار الاخیار مجتبائی ص ۱۵۳)

شیخ کے سامنے دریافت کیا کیا راز ہے کہ مشائخ فرض نماز کے سلام کے بعد مصافحہ کرتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا: طریقہ یہی ہے کہ جب کوئی مسافر سفر سے واپس آتا ہے تو دوستوں سے مصافحہ کرتا ہے اسی طرح جب بندہ نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو سیر الی اللہ میں مستغرق ہو کر خودی سے باہر آتا ہے اور سفر باطن حاصل ہو جاتا ہے اور جب سلام کرتا ہے خودی کی طرف واپس آجاتا ہے تو مصافحہ کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔

اس عبارت سے ثابت ہو گیا کہ نمازی کا نماز کو ختم کرنا درحقیقت سفر باطن سے واپس ہونا ہے۔ اسی بنا پر فرشتوں اور لوگوں کو سلام کرتا ہے۔ تو یہی تو اسکا وقت ملاقات ہے اسی لئے سلام کرنا مسنون بلکہ ضروری ہے تو مصافحہ کم از کم مشروع وجائز تو ہونا ہی چاہیے۔ لہذا یہ سلام ومصافحہ خلاف محل کس طرح ہوئے۔

بالجملہ مجیب کی پیش کردہ عبارت کے ایسے مسکت جوابات دیدئے گئے کہ اب مجیب کو مجال سخن وجائے دم زدن باقی نہیں رہی۔ پھر مجیب نے عبارت کے بعد یہ لکھا ”حضرات صحابہ نے نماز کے بعد مصافحہ نہیں کیا“

اقول: آج ہزاروں افعال اکابر وہابیہ کررہے ہیں جو حضرات صحابہ نے نہیں کئے تو کیا ان کے ناجائز ہونے کے لئے صرف یہ بات کافی ہے کہ انہیں حضرات صحابہ نے نہیں کیا؟۔ اگر مجیب اپنے اس قاعدہ کو خود بھی صحیح جانتا ہو تو صاف لفظوں میں اقرار کرے تو پھر ہم اس کے تمام اکابر اور پیشواؤں کا ایسے ناجائز افعال میں ملوث ہونا بلکہ رات دن ایسے گناہوں میں ڈوبا ہوا رہنا دکھادینگے ۔ ہمارے نزدیک تو صحابہ کرام نے بعد نماز مصافحہ نہیں کیا، پھر بھی یہ مصافحہ کے ناجائز ہونے کی دلیل نہیں جیسا کے ہم اوپر مفصل لکھ چکے۔ اس کے بعد مجیب کہتا ہے۔ مصافحہ کا وقت شرعا ملاقات کا وقت ہے یعنی جب اپنے بھا

ئی سے ملاقات ہو نہ کہ نمازوں کے بعد۔

اقول؛ مجیب پر لازم تھا کہ پہلے یہ ثابت کرتا کہ نماز کے بعد کا وقت ملاقات کا وقت نہیں ہے، اس پر کوئی نص پیش کرتا اور جب اس نے کوئی نص پیش نہیں کی تو پھر اس کا دعوی بلا دلیل ہے اور ہم تو یہ ثابت کر چکے کہ نماز کے بعد کا وقت بھی شرعا ملاقات کا وقت ہے کہ سفر باطن سے واپس ہو کر اپنے بھائیوں سے ملاقات ہوتی ہے جیسا کہ اخبار الاخیار کی عبارت میں گزرا۔

پھر مجیب اپنا فتوی اپنے اس حکم پر ختم کرتا ہے۔ لہذا حتی الامکان مسلمانوں کو اس مکروہ اور بدعت طریقے سے بچنا چاہئے ۔ واللہ سبحانہ وتعالی اعلم۔ حررہ احقر واحد رضا غفرلہ

مدرس ومفتی مدرسہ شاہی مراد آباد۔

اقول : مجیب کا یہ حکم غلط ہے۔ کتب فقہ حنفی کی تصریحات کے خلاف ہے اور امت کے تمام مصافحہ کرنے والوں اور اس کو جائز کہنے والون کو بدعتی اور گنہ گار بتانا ہے اور مسلمانوں کو ایک فعل مشروع سے روکنا ہے۔ لھذا مسلمان اس فتوی پر ہر گز ہر گز عمل نہ کریں اور نمازوں کے بعد مصافحہ کرتے رہیں اور اس سے طلب ثواب اور کفارۂ معاصی کی امید رکھیں۔

مجیب میں اگر ہمت ہو تو ہمارے رد کا جواب لکھے اور ہماری پیش کردہ عبارتوں کے بدلائل جواب دے اور دینی حمیت اور علمی قابلیت کا اظہار کرے مگر جس کی ناداری کا یہ عالم کہ جب اس کو علمائے حنفیہ کی عبارات نہ مل سکیں تو کبھی شافیہ کے اقوال سے استدلال کرنے لگا، کبھی مالکیہ کے اقوال سے استناد کرنے لگا۔ اور حنفی ہونے کا مدعی ہو کر کتب حنفیہ کی تصریحات کے خلاف محض اپنے اکابر دیو بند کی تقلید میں ایسا غلط فتوی لکھنے کی ناپاک سعی کی۔ تو پھر اس سے جواب کی کیا امید کی جاسکتی ہے۔ مولی تعالی اس کو قبول حق کی توفیق دے۔ واللہ تعالی اعلم۔ ۲۸ جمادی الاخری ۱۳۷۳ھ

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۱۱۳)

ما قولکم رحمکم الله فی هذ ه المسئلة

ان عالما یعظ فی النا س ویقو ل فی وعظه ان النا س یحشرو ن یو م القیامة حفا ة عراة غرلا ای خا لیا الرجل یعني بلا نعل والجسد بلا کسوة وبغیر مختون هل یصح قو له

وسمع وعظه ويقيمه عليه ـ بينوا توجروا

الجواب

نحمده ونصلى على رسوله الكريم

اقول وبالله التوفيق: ان قول الواعظ صحيح بلا ريب ووعظه مقبول فى حق الاسلام ولا انكاره لا سيما لاهل الاسلام لان قوله مؤيد برواية الصحيحين كما قال النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن عائشة رضى الله تعالى عنها قالت سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: يحشر الناس يوم القيامة حفاة عراة غرلا قلت: يا رسول الله! الرجال والنساء جميعا ينظر بعضهم الى بعض فقال يا عائشة! الامر اشد من ان ينظر بعضهم الى بعض متفق عليه كذا فى المشكوة

(الجلد الثانى باب الحشر ص١٧٣)

وايضا فيه عن ابن عباس عن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال انكم تحشرون حفاة عراة غرلا ثم قرأ "كما بدأ نا اول خلق نعيده وعدا علينا انا كنا فاعلين" اول من يكسى يوم القيامة ابراهيم عليه السلام الحديث متفق عليه

(ص١٨٣) وهكذا فى جامع الترمذى (ص٦٥)

وفى حاشية جلالين فى تفسير قوله تعالى "كما بدأنا اول خلق نعيده اى كما فى بطون امهاتهم حفاة عراة غرلا كذالك نعيدهم يوم القيامة (ص٣٠٩)

وفى الخازن فى تفسير قوله تعالى "كما بدأ نا اول خلق نعيده اى كما بدأ ناهم فى بطون امهاتهم حفاة عراة غرلا كذالك نعيدهم يوم القيامة ثم نقل حديثا عن ابن عباس قال قام فينا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بموعظة فقال ايها الناس! انكم تحشرون الى الله حفاة عراة غرلا كما بدأ نا اول خلقا نعيده (المجلد الرابع ص٦٣)

وفى معالم التنزيل فى تفسير قوله تعالى "كما بدأنا اول خلق نعيده اى كما بدا ناهم فى بطون امهاتهم حفاة عراة غرلا كذالك نعيدهم يوم القيامة

(المجلد الرابع ص٢٦٣)

هكذا حكم الكتاب ـ والله تعالى اعلم بالصواب ـ

الجواب :۔ الحمد لله الذى هدا نا الى دينه المتين وانزل علينا كتا به فهو برها ن مبين ۔ والصلوة والسلام على رسوله محمد خاتم النبيين ۔ افضل الانبيا ء والمرسلين ۔ الذى قال محد ثابنعمة رب العالمين ۔ انا اول من تنشق عنه الارض فا كسى حلة خضرا ء من حلل الجنة فى يو م الدين ۔ واقوم عن يمين العرش ثم يدعى با لنبيين ۔ فيكسون حللا خضرا ء من حلل الجنة على رؤ س الا ولين والاخرين وعلى اله وصحبه الذين يبعثون ويحشرون كا سين ۔ اما بعد فهذه مقدما ت عديدة لطا لب الحق مهما ت سديدة۔

المقدمة الاولى ان يومن با مو ر الآخرة ۔ وليس للعقل فيها مجا ل ۔ ولا يعترض على ذلك بعقل ولا بقيا س وليعتقد بما جا ء فى القرآن العظيم ۔ وبما ورد فى احا ديث النبى الكريم ۔ عليه الصلوة والتسليم ۔ وبماثبت فى كتب الكلام ۔ وبما نقل عن اسلا فنا الكرام ۔ وليعلم ان لم يكن عندهم دليل فما صر حوا بذالك ۔

المقدمة الثانيه: ان هيئة حشر النا س مختلفة فبعضهم يمشو ن من قبو رهم الى المو قف مشا ـة وبعضهم يركبو ن من قبورهم اليه ركبا نا ۔ ثم بعضهم يركب الدوا ب وبعضهم الاعما ل ۔ والذين يمشو ن فبعضهم مشا ة على اقدامهم وبعضهم مشا ة على وجو ههم ۔ والذين يركبو ن فواحد على برا ق او على نا قة ۔ واثنا ن على بعير وثلثة على بعير ۔ وار بعة على بعير ۔ وعشرة على بعير۔وبعضهم تسحبهم الملا ئكة خائفين فيحشر النا س جما عات متفرقة على احوال مختلفة ۔فمن قا ل اهل الموقف على حا لة واحدة ۔ وهيئة حشر النا س ليست بمختلفة ۔فا نه يفتى بغير علم على شريعة مطهرة۔

المقدمة الثالثه: ان اهل الحشر يحشرون بحسب اعما لهم ۔ فيحشرون الكا فرعلى وجهه ويمشى على وجهه ويحشر المو منو ن ركبا نا ومشا ة۔ فا ما المعذ بون بذ نو بهم فيكو نو ن مشا ـة على اقدا مهم واما المتقون فيحشرون ركبا نا وا ما الصحابة فيركبو ن على الدواب وبلال رضى الله تعالى عنه يحشر على نا قة من نو ق الجنة ينا دى با لا ذا ن وسيد ينا الحسن والحسين رضى الله تعالى عنهما يحشرو ن على العضبا ء والقصوا ء نا قتى جدهما عليه السلام ويبعث الانبيا ء عليهم السلام على الدواب من الجنة

ویحشر صالح علیه السلام علی نا قة اللتی عقرت فی الدنیا ۔ ویبعث نبینا محمد صلی الله تعالیٰ علیه وسلم علی البرا ق فی سبعین الفا من الملائکة ۔ واصحاب الدواب فبعضهم یمشو ن وقتا ثم یرکبو ن ۔ وبعضهم یکو نو ن رکبانا فا ذا قا ر بوا ا لمحشر نزلوا من الدواب فمشو ا ۔

ویوم القیامة جعله الله علی الکا فر مقدا ر خمسین الف سنة ۔ ویخفف علی المؤمن حتی یکو ن اهو ن علیه من الصلوة المکتوبة (وفی روایة) هو علی المؤمن اقصر من ساعة من نها ر و ان ذلك یختلف با ختلا ف المؤ منین ولا یضر حر الشمس یو مئذ مو منا ولا مو منة وانهم یتفاوتون فی ذلك بحسب اعما لهم ۔ فمن سوی بین اهل المحشر ولا یفرق بین الکا فر والمؤ من وبین الصالح والعاصی ۔ وبین الانبیا ء وعامة امههم فهو جا هل عن الکتاب والسنة ۔ بل عن الشریعة المطهرة ۔ وفقنا الله تعالی اتباعهما واتبا ع رسوله علیه السلام ۔ فاقولَ ۔ بعد تمهید المقدما ت ان قول الواعظ وتصدیق المجیب له بلا تفرقة بین اهل المحشر وبغیر تفا وت بحسب اعما لهم فی هذا لیس بصواب بل دلت الاحادیث الا خری علی خلا فه وقا ل السلف ان الابراریحشرون کا سین کما فی حدیث ابی سعید الخدری عند ابی دا ؤ د و صححه ابن حبا ن والحاکم انه لما حضرته المو ت دعا بثیاب جدد فلبسها وقال سمعت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یقول ان المیت یبعث فی ثیا به اللتی یمو ت فیها ۔ وعند الحراث بن ابی اسامة واحمد بن منیع فا نهم یبعثو ن من قبو رهم فی اکفا نهم اللتی یکفنون فیها ویتزا ورو ن یزور بعضهم بعضا فی القبو ر فی اکفانهم اکراما للمؤ منین بتا نیس بعضهم ببعضٍ کما کا ن حا لهم فی الدنیا وحدیث جا بر هذا اسنا ده صا لح کما نقله الحا فظ فی اللسا ن عن العقیلی وروا ه هو والخطیب وسمویه من حدیث انس مثله نقله العلامة القسطلا نی فی الموا هب والعلامة الزرقانی فی شرحه ثم نقلا التو فیق فی الاحا دیث هکذا یجمع کما قا ل البیهقی وغیره بینه ای ما ذ کر من الاحادیث المصرحة با نهم یحشرو ن کا سین وبین ما فی البخاری و مسلم انکم تحشرون حفا ة عراة بأن بعضهم یحشرون عاریا وبعضهم کا سیا بثیا به وایضانقل ما رواه الطبرانی فی الریا ض النضرة وعزاه للامام احمد

فی المنا قب عن محمد بن زید الهزلی ان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال لعلی اما علمت یا علی انه انا اول من یدعی به یوم القیامة فاقوم عن یمین العرش فی ظله فاکسی حلة خضراء من حلل الجنة ثم یدعی بالنبین بعضهم علی اثر بعض فیقومون سماطین عن یمین العرش فیکسون حلة خضراء من حلل الجنة الحدیث فظهر من هذ التوفیق فیما بین الاحادیث ان احوال اهل المحشر مختلفة فبعضهم یحشر کاسیا وبعضهم عاریا۔ بل فی وقت کاسیا وفی وقت عریا فی حالة العری لا ینظر بعضهم الی بعض یشغلهم فان لکل امری منهم شأن یغنیه۔ فثبت ان الابرار یحشرون کاسین کما صرح العلامة القسطلانی فی المواهب والعلامة الزرقانی فی شرحه ان الناس یحشرون علی ثلثة افواج فوجا راکبین طاعمین کاسین وهم الابرار وفوجا تسحبهم الملائة علی وجوههم وهم الکفار وفوجا یمشون ویسعون وهم المؤمنون العاصون اه۔ والانبیاء علیهم السلام یکسون حلة الکرامة ولنبینا صلی الله تعالیٰ علیه وسلم خصوصیة اخری حیث تبلی ثیاب الخلائق وثیابه لا تبلی حتی تکسی الحلة کما صرح به االعلامة الزرقانی۔

فکان ینبغی للواعظ والمجیب ان یفرقا احوالهم بحسب اعمالهم ویبینا کل فرقة مع احوالها ویظهرا التوفیق فیما بین الاحوال المختلفه۔ فلما ترکا هذا فصارا غیر معتمدین فلا یسمع وعظه احتیاطا ان کان من اهل السنة والافلا یجوز جعله واعظا للمسلمین۔ والله تعالی اعلم بالصواب۔ ۶/ رجب المرجب ۱۳۷۴ھ

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۱۱۴)

وہابیوں کی ایک کتاب جس کا نام فیصلہ خصومات ازمحکمہ دار القضاۃ ملقب بہ ”تازیانہ سلطانی برمفتری کذاب رضاخانی“ ہے۔ اس میں نوشتہ ہے۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع رضاخانیوں کی کتاب جس کا نام ”نغمۃ الروح“ ہے اس کے چند اشعار یہ ہیں۔

تیری عبدیت میں جبرالکھ گیا منھ اجالا ہوگیا احمد رضا

نکیرین آکے مرقد میں جو پوچھیں گے تو کس کا ہے ادب سے سر جھکا کرلوں گا نام احمد رضا خان کا

میری حالت آپ پر سب ہے عیاں آپ سے کیا ہے چھپا احمد رضا
(نغمۃ الروح۔ ص ۹)

یہ دعا ہے یہ دعا ہے یہ دعا تیرا اور سب کا خدا احمد رضا (ص ۴۴)

حشر میں جب ہو قیامت کی تپش اپنے دامن میں چھپا احمد رضا

جب زبانیں سوکھ جائیں پیاس سے جام کوثر کا پلا احمد رضا (ص ۴۵)

آیا یہ اشعار صحیح ہیں یا نہیں، اگر صحیح ہیں تو کیوں۔ وہابیوں کے اس اعتراض کا جواب دیکر ممنون و مشکور فرمائیں اور جواب دلائل قاہرہ سے عنایت فرمائیں اور اصل حقیقت سے مطلع فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مذہب وہابیت کی بنیاد ہی جب افتراء و بہتان پر ہے کہ وہ اپنی طرف سے کتابوں کے نام تصنیف کر ڈالیں۔ مصنفوں کے نام گڑھ لیں۔ مطابع بنالیں۔ عبارات محض اپنے دل سے گڑھ کر کسی کی طرف منسوب کرلیں۔ جن کے چند نمونے میری کتاب ''ردشہاب ثاقب'' میں درج ہیں۔ تو پھر انکے کسی حوالے پر کس طرح اعتماد ہو۔ انہیں اشعار کے حوالے کی غلطیاں ملاحظہ ہوں کہ ان میں کے پہلے تین شعر نغمۃ الروح سے نقل کئے ہیں۔ کہیں اس قصیدہ ''نغمۃ الروح'' میں یہ تین اشعار نہیں ہیں۔ نہ قصیدہ کے صفحہ ۹ پر نہ ص ۴۵ پر۔ بلکہ یہ نغمۃ الروح صفحہ ۴۴ سے شروع ہوا ہے، تو یہ کیسا صریح افترا ہے۔ اسی طرح آخر کے دو شعر صفحہ ۴۸ پر ہیں جن کا ۴۵ لکھا ہے۔ کیا یہ غلطی نہیں۔ یہ تو نام کتاب اور صفحات کی غلطیاں ہیں، اب اس کی حقیقت بھی سن لیجئے، کہ مدائح اعلیٰ حضرت ایک کتاب کا نام ہے جس میں اعلیٰ حضرت مولانا مولوی الحاج الشاہ احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب میں انکے مریدین نے جو غزلیں وقصائد لکھے تھے اس میں طبع ہوئے ہیں۔ اس میں ذمہ دار اور غیر ذمہ دار ہر طرح کے شاعر ہیں۔ نغمۃ الروح ایک خاص قصیدہ کا نام ہے۔ جو اس کتاب کے صفحہ ۴۴ سے شروع ہو کر صفحہ ۴۸ پر ختم ہوا ہے۔ ٹائٹل پر جلی قلم سے اس کتاب کا نام ''مدائح اعلیٰ حضرت'' چھپا ہوا موجود ہے۔ نیز ہر صفحہ پر یہ نام درج ہے۔ اور صفحہ ۴۸ پر ''نغمۃ الروح'' جلی قلم کی سرخی سے ہے اور پھر آخر کتاب تک ہر صفحہ پر نغمۃ الروح لکھا ہے تو جن وہابیہ کو اتنی تمیز ہی نہیں کہ کتاب کا صحیح نام پڑھ سکیں۔ اور نام کتاب اور مستقل قصیدہ نغمۃ الروح کے فرق کو

سمجھ سکیں اور پہلے تین اشعار مدائح کو نغمۃ الروح کا قرار دیں تو ایسے کم علم اور نادار لوگ ان اشعار کے صحیح مفہوم اور مراد کو کیا سمجھ سکتے ہیں۔

شعر اول

تیری عبدیت میں چہرہ لکھ گیا منھ اجالا ہو گیا احمد رضا

اس کی صاف اردو یہ ہے، اے احمد رضا تیری غلامی میں چہرہ لکھ کر منہ اجالا ہو گیا۔ اس شعر میں لفظ عبدیت پر اعتراض ہے کہ شاعر نے اپنے آپ کو اعلیٰ حضرت کا عبد کہا۔ تو معترض اگر کہیں لغت کی کتاب کو دیکھ لیتا کہ عبد بمعنی غلام کے بھی آتا ہے۔

کریم الغات میں ہے۔ عبد، بندہ غلام۔ تو پھر اس پر کوئی اعتراض ہی نہیں کرتا۔ شاعر نے یہاں عبد بمعنی غلام ہی کے لیا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد اس کا چوتھا شعر یہ ہے۔

ہو غلاموں کا خدا کے واسطے دونوں عالم میں بھلا احمد رضا

اور مناقب میں خود وہابیہ نے بھی عبد کو اسی طرح استعمال کیا ہے

چنانچہ وہابیہ کے شیخ الہند مولوی محمود حسن دیوبندی مولوی رشید احمد گنگوہی کے مرثیہ میں (صفحہ ۱۱) پر صاف طور پر لکھتے ہیں،

قبولیت اسے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں عبید سود کا ان کے لقب ہے یوسف ثانی

اس میں گنگوہی صاحب کے کالے عبد کا لقب یوسف ثانی رکھا۔ تو جب وہابیہ گنگوہی جی کی طرف عبد کی نسبت جائز رکھتے ہیں تو انہیں اس شعر پر اعتراض کرنے کا حق کیا ہے۔ اور جو جواب اپنے شعر کا دیں وہی جواب ہماری طرف سے ہے۔

شعر دوم

میری حالت آپ پر ہے سب عیاں آپ سے کیا ہے چھپا احمد رضا

اس شعر میں شاعر کی مراد یہ ہے کہ اے احمد رضا! میرا حال آپ پر سب عیاں ہے کہ میں بے علم ہوں، اپنی بے علمی کی بنا پر دشمنان دین کا مقابہ نہیں کر سکتا ہوں، آپکا فیض علمی میرا ایمان بچائے گا، چنانچہ اس کے بعد کا شعر یہ ہے۔

گرگ ہیں ہر سمت اور میں بھولی بھیڑ میرے ایماں کو بچا! احمد رضا

اس شعر پر وہابیہ کا کیا اعتراض ہے۔ کیا انکو یہ خبر بھی نہیں کہ پیر کا فیض ہمیشہ مرید کے حال کی

اصلاح کیا کرتا ہے اور مرید کو فیض پیر کی توقع رہتی ہے۔ چنانچہ اسی مرثیہ صفحہ ۱۸ گنگوہی میں ہے،

تمہارے فیض سے اب بھی توقع ہے اگرچہ ہوں اسیر قید نفسانی رہین کید شیطانی

اس شعر میں صاف کہا کہ گنگوہی جی کا فیض مرنے کے بعد بھی مرید کے احوال کو کید شیطانی سے بچاتا ہے۔ اور گنگوہی جی پر مریدوں کے حالات چھپے ہوئے نہیں بلکہ سب عیاں ہیں۔ تو اس شعر میں بھی وہی مضمون ہے۔ تو جب وہابیہ کے نزدیک مرثیہ والا شعر قابل اعتراض نہیں تو وہ مدائح اعلی حضرت والا شعر کس طرح قابل اعتراض ہے۔ تو جو جواب اس کا ہے وہی جواب اس کا ہے۔

شعر سوم

نکیرین آکے مرقد میں جو پوچھیں گے تو کس کا ہے

ادب سے سر جھکا کر لوں گا نام احمد رضا خان کا

اس شعر میں شاعر یہ کہتا ہے کہ نکرین جب قبر میں مجھ سے پوچھیں گے کہ تو دین میں کس امام کا متبع اور پیرو تھا، تو میں ادب سے سر جھکا کر امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں صاحب کا نام لوں گا کہ میں ان امام کا متبع اور پیرو تھا۔ تو اسمیں کوئی اعتراض کی بات نہیں ہے۔ وہابیہ آنکھیں کھول کر دیکھیں کہ انکے شیخ الہند نے مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی قاسم نانوتوی کے متعلق قصیدہ مدحیہ میں یہ شعر لکھا ہے۔ جو اس سے بہت بڑھ چڑھ کر ہے۔

قبر سے اٹھ کے پکاروں جو رشید و قاسم بوسہ دیں مرے لب کو مالک و رضواں دونوں

دیکھئے اس میں وہابیہ کے نزدیک قبر سے اٹھ کر حشر میں جب صرف رشید احمد و قاسم نانوتوی کا نام پکارنے والے کے لب کو خازن دوزخ اور جنت حضرت مالک اور رضوان بوسہ دینے لگے تو جو ان کی پیروی اور اتباع کر چکا ہو اسکے ساتھ نہ معلوم کیسا کریں گے۔ تو وہ مدائح والا شعر تو اس سے بہت پیچھے رہ گیا۔ تو وہابیہ کو اپنے اس شعر کے باوجود اس پر اعتراض کا کوئی حق حاصل نہیں۔ پھر جو جواب اس کا دیں گے وہی جواب اس کا ہے۔

شعر چہارم:

یہ دعا ہے یہ دعا ہے یہ دعا تیرا اور سب کا خدا۔ احمد رضا

اس شعر کے پیش کرنے میں وہابیہ کی مکاری اور پرفریب قطع و برید یہ ہے کہ قطع بند اشعار سے ایک شعر کو لیکر مضمون کو خبط کر دیا ہے، اور شعر میں بھی تصرف کر ڈالا ہے، اور پھر یہ شعر کلام تام نہیں، ان

کے یہ شعر اور ہیں۔

یہ دعا ہے یہ دعا تیرا اور سب کا خدا احمد رضا
تیری نسل پاک سے پیدا کرے کوئی ہم رتبہ ترا احمد رضا
جو مدد فرمائے دین پاک کی جیسی تو نے کی شہا احمد رضا

تو اب ان دو شعروں کے بعد ہر شخص پر عیاں ہو گیا کہ جس دعا کی طرف مکرر اشارہ کیا جا رہا ہے وہ ان دو شعروں میں مذکور ہے، اور اب ان تینوں اشعار کی صاف تشریح یہ ہوئی کہ اے احمد رضا یہ دعا ہے کہ تیرا اور سب کا خدا تیری نسل پاک سے کوئی تیرا ہم رتبہ پیدا کرے جو دین پاک کی مدد کرے جیسی تو نے کی۔ تو وہابیہ نے اس شعر کے پیش کرنے میں اتنے فریب کیے۔

پہلا فریب یہ ہے کہ قطع بند اشعار سے ایک ناقص المضمون شعر کو پیش کیا۔

دوسرا فریب یہ ہے کہ مصرع ثانی میں لفظ خدا اور احمد رضا کے درمیان فصل کے لئے اس طرح (خدا۔احمد رضا) ڈیس تھا، وہابیہ نے یہ فریب کیا کہ اس فصل پر دلالت کرنے ولا ڈیس اڑا دیا۔ اور خدا کو احمد رضا سے ملا دیا۔

تیسرا فریب یہ ہے کہ احمد رضا جو ردیف ہے اس سے پہلے ندا کا اے محذوف ہے اور یہ صرف اسی شعر میں نہیں ہے بلکہ قصیدہ کے اکثر اشعار میں محذوف ہے۔ تو اس کو مراد نہ لینا فریب نہیں ہے تو اور کیا ہے۔

چوتھا فریب۔ یہ ہے کہ مصرع اولی سے جس دعا کی طرف بار بار اشارہ ہے، ان دعائیہ اشعار کو ذکر ہی نہیں کیا۔

پانچواں فریب۔ یہ ہے کہ مصرع ثانی کی ترکیب میں احمد رضا منادے اپنی ندا سے مل کر مستقل علیحدہ جملہ ہے، وہابیہ کا فریب یہ ہے کہ انہوں نے اسکو منادی ہی نہیں بنایا اور اس کو ما قبل کی خبر بنا کر جز جملہ بنا دیا۔

بالجملہ وہابیہ نے شعر مذکور میں وہ کفری مضمون گڑھا جو نہ شاعر کی مراد ہے، نہ ان اشعار سے مستفاد ہو سکتا ہے۔ بلکہ انہون نے محض اپنا الو سیدھا کرنے کے لئے قطع بند اشعار کا مضمون ایسا خبط اور بے ربط کر دیا جس سے وہ کلام موزوں اور کلام تام کہلانے کے قابل نہ رہا۔ اس کی نظیر ایسی ہے کہ کسی شخص کا نام خدا بخش تھا اس سے دریافت کیا گیا کہ تمہارا نام کیا ہے ابھی اس نے اپنے نام میں خدا ہی کہا تھا کہ

فوراً اس کی گردن پکڑلی اور کہنے لگے مردود اپنے آپ کو خدا کہتا ہے۔ اور بیچارے کو بخش کہنے ہی نہ دیا۔ تو اس شعر میں وہابیہ نے اپنی کتر بیونت اور مکاری اور فریب کاری کا پورا نمونہ پیش کیا ہے۔

شعر پنجم و ششم:

حشر میں جب ہو قیامت کی تپش   اپنے دامن میں چھپا احمد رضا

جب زبانیں سوکھ جائیں پیاس سے   جام کوثر کا پلا احمد رضا

ان اشعار پر وہابیہ کا اعتراض کیا ہے۔ کاش ان میں اگر علم ہوتا تو اس کو نظر اعتراض سے بھی نہ دیکھتے۔ عارف ربانی قطب صمدانی حضرت عبدالوہاب شعرانی میزان الشریعہ میں فرماتے ہیں:

ان ائمة الفقهاء والصوفية يشفعو ن فی مقلديهم ويلا حظون احدهم عند طلوع روحه وعند سوال منكر ونكيرله وعند النشر والحشر والحساب والميزا ن والصراط ولا يغفلو ن عنهم فی مو قف من المواقف (وفيه ايضا) كان مشا ئخ الصو فيةيلا يحظون اتبا عهم ومريديهم فی جميع الاهوال والشدائدفی الدنيا والآخرة۔

(میزان الشریعۃ مصری ص ۵۰ ج ۱)

بیشک سب پیشواء اولیاء وفقہاء اپنے اپنے پیرووں کی شفاعت کرتے ہیں اور جب انکے مرید کی روح نکلتی ہے جب منکر نکیر اس سے سوال کرتے ہیں۔ جب اس کا حشر ہونا ہے۔ جب اس کا نامہ اعمال کھلتا ہے۔ جب اس سے حساب لیا جایا ہے۔ جب اس کے اعمال تلتے ہیں۔ جب وہ صراط پر چلتا ہے ہر وقت ہر حال میں اس کی نگہبانی کرتے ہیں۔ اصلا کسی جگہ اس سے غافل نہیں ہوتے۔ مشائخ صوفیہ اپنے متبعین اور مریدوں کی دنیا وآخرت کی تمام سختیوں اور حالتوں مین نگہبانی کرتے ہیں۔

اس عبارت سے ثابت ہو گیا کہ علماء وفقہاء۔ مشائخ واولیاء رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے متبعین و مریدین کی بوقت نزع اور سوال قبر اور میزان وصراط پر اور ہول محشر میں اور ہر سختی ومصیبت کے وقت ہر حال میں نگہبانی فرماتے ہیں۔ اور ان کی شفاعت فرماتے ہیں، تو پھر کسی مرید کا اپنے پیر کو یہ لکھنا کہ آپ فلاں مصیبت وسختی کے وقت میری مدد کرنا۔۔ محشر میں اپنے دامن میں چھپانا، یا جام کوثر پلا دینا، یا اپنے اور شدائد کے وقت ان سے استمداد کرنا شرعاً ممنوع ہی نہیں ہے تو وہابیہ کس بنیاد پر ایسے اشعار پر اعتراض کررہے ہیں۔ خود انکے شیخ الہند کے قصیدہ مدحیہ میں یہ اشعار مولوی رشید احمد گنگوہی اور قاسم نانا توی کی مدح میں ہیں۔

ان کے صدقہ سے غریبوں کے مطالب اغراض

سہل ودشوار خدا نے کیئے آساں دونوں

وائے ناکامی اگر ہوں نہ عیاذا باللہ

روز محشر میں میرے حال کے پرساں دونوں

جاؤں عرصات میں جب خائف ونادم تہی دست

دونوں ہاتھوں میں ہوں دونوں کے داماں دونوں

دیکھوان اشعار میں شیخ الوہابیہ اپنے پیرواستاذ گنگوہی ونانا توی مرید وشاگردوں کے مطالب و اغراض کے آسان ہونے کے لئے درگاہ الٰہی میں وسیلہ بنانے کی بھی ترغیب دی۔ پھراتنے ہی پر بس نہیں کیا بلکہ ان کو بروز محشر پرسان حال اور مشکل کشا۔ اورانکے دامنوں کواس میں خوف وندامت اور تہی دستی کے غموں سے نجات دینے والاٹھہرایا۔ تو یہ اشعاران اشعار سے بہت بڑھ چڑھ کر ہوئے۔ تو وہابیہ اپنے ان اشعار کا جوجواب دیں گے وہی جواب نغمۃ الروح کے اشعار کا ہے۔ واللہ اعلم الصواب۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۱۱۵)

وہابیوں کی اس کتاب میں لکھا ہے کہ مولوی حشمت علی خاں صاحب اپنے مریدوں کوشجرہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کو قبر کے اندرایک طاق میں رکھدینا۔ جب منکرنکیرآئیں گے تواس کودیکھ کر چلے جائیں گے اور سوال نہ کریں گے۔

اس شجرہ کے آخری الفاظ یہ ہیں ملاحظہ ہو۔ الھم صلی وسلم وبارك علیه وعلیهم وعلی عبدك الفقیر ابو الفتح عبید الرضا حشمت علی القادری الرضوی لکھنوی غفرله تعالی۔

آیا یہ وہابیہ کالکھنا صحیح ہے یانہیں۔ اوراگرصحیح ہے تو کیا کسی شیخ کو یہ مجال ہے کہ اس طرح سے کہے جیسا کہ اوپر وہابیوں کا قول نقل ہو چکا ہے۔

الجواب

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

اس میں بھی وہابیہ نے عوام کو مغالطہ دینے اور فریب میں ڈالنے کی سعی کی ہے باوجود کہ مسئلہ

نہایت صاف۔ تھا، غیر انبیاء وملائکہ پر صلاۃ وسلام اصالۃ ومستقلا تو جائز نہیں ہے، اور تبعا بلاشبہ جائز ہے۔

شرح شفا میں ہے۔ لا خلاف فی جواز الصلاۃ علی غیر الانبیاء تبعا۔

شفا شریف میں ہے۔ لا باس بالصلاۃ علی الانبیاء کلھم با لا صالۃ وعلی غیرھم تبعا۔ (شرح شفا شریف مصری ص ۱۴۵ ج ۲)

کون نہیں جانتا ہے کہ درود شریف الھم صل علی سیدنا محمد۔ کے بعد۔ وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ ومن تبعہ الی یوم الدین اجمعین ۔ دن رات پڑھا اور لکھا جاتا ہے اور تمام امت پر تبعا صلاۃ وسلام بھیجا جاتا ہے۔ اس شجرہ میں اور کیا ہے یہی تو ہے کہ پہلے اصالۃ درود شریف "علیہ" کہہ کر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر پھر "علیھم" کہکر مشائخ سلسلہ پر، پھر آخر سلسلہ اپنے پیر پر تبعا درود ہے۔ اس میں کونسی ممانعت دینی اور محظور شرعی لازم آگیا۔ خود وہابیہ بھی حضور علیہ الصلاۃ والسلام پر اصالۃ اور آل اصحاب اور سلف وخلف تمام امت پر تبعا درود شریف پڑھا کرتے ہیں، تو پھر اعتراض کس بنا پر ہے۔ اب باقی رہا یہ امر کہ شجرہ کا قبر کے طاق میں رکھنا تو اس کی صراحۃ ممانعت پر مخالف نہ کوئی نص پیش کرسکتا ہے نہ کوئی دلیل حرمت یا کراہت قائم کرسکتا ہے۔ تو بقاعدہ فقہائے کرام۔ الا صل فی الاشیاء الا باحۃ ۔ کے وہ بلاشک جائز ومباح ہے۔ تو وہابیہ کا اعتراض غلط ہوا۔ اور جب یہ جائز ومباح ہے تو پھر شیخ پر اسکے حکم دینے کی ممانعت کہاں سے ثابت ہوگی۔ مولی تعالی مخالف کو قبول حق کی توفیق عطا فرمائے۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

اسلامی تبلیغ والیاسی تبلیغ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ (۱۱۱۶) از جمشید پور جناب اصغر علی صاحب

حضرت حامی سنت دامت برکاتہم القدسیہ تہدیہ سلام مسنون مزاج گرامی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان اہلسنت زادھم اللہ شرفا شوکتہ مندرجہ ذیل امور میں

(۱) تبلیغی جماعت کے نام سے ملک میں جو جماعت کلمہ اور نماز کی تبلیغ کرتی پھرتی ہے کس عقیدے کے لوگ اس کی کمان کرتے ہیں؟۔

(۲) تبلیغی جماعت کا بانی کون ہے اور اس کے عقائد کیا تھے سنا جاتا ہے کہ ابن عبدالوہاب نجدی اس طریقہ کا موجد ہے یہ کہاں تک صحیح ہے تاریخی دلائل مطلوب ہیں۔

(۳) بانی اعتقاد کا اثر اس کی قائم کردہ جماعت پر پڑسکتا ہے یا نہیں گو اس کے اصول اچھے ہوں ہر شق اول شرعی حکم کی بنا اس پر کس حد تک رکھی جاسکتی ہے؟۔

(۴) تبلیغی جماعت کے طریقہ تبلیغ کے متعلق یہ کہنا کہ یہ انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام کی سنت ہے شرعی اور تاریخی روشنی میں یہ درست ہے یا نہیں؟۔

(۵) تبلیغی جماعت والوں کے عقائد واعمال کچھ بھی ہوں صرف یہ دیکھ کر کہ بظاہر ان کے اصول اچھے ہیں سنی مسلمانوں کو اس جماعت میں شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟۔ ہر دو شق پر کتاب وسنت سے دلیل مرحمت فرمائی جائے۔ والسلام بینوا توجروا

الجواب

الحمد للہ الذی ھدانا الی طریق المو منین وار شد نا الیٰ اتباع اولیٰ الامر من الفقہاء والمجتہدین والصلوۃ والسلام علی سیدنا ومو لا نا محمد سید المر سلین الذی اعطاہ مفاتیح السمٰوٰت والارضین وعلمہ علوم الاولین والاخرین وجعلہ رحمۃ للعالمین ۔ وعلیٰ الہ الطاھرین ۔وصحبہ الطیبین وعلی جمیع السلف والخلف الصالحین اجمعین۔

امابعد

افسوس ہمارے عوام اہلسنت وجماعت کی سادہ لوحی، مذہب سے ناواقفی، دینی کتابوں سے بے رغبتی، مجلس علماء واہلسنت سے بے تعلقی کا یہ نتیجہ برآمد ہورہا ہے کہ آج ہر بدمذہب ان کے لئے مکروکید کا جال بچھا رہا ہے۔ بیدین دجل وفریب کا دام تزویر پھیلا رہا ہے۔ اور یہ اپنی سادہ لوحی کی بناپر ان کی چکنی چپڑی باتوں میں آجاتے ہیں اور محض اپنی ناواقفی کی وجہ سے ان کی فریب گفتگو پر گرویدہ ہوجاتے ہیں۔ وہ دیوبندی قوم اور وہابی جماعت جن کے صدہا مکائد اور فریب کاریاں انھوں نے دیکھیں، جن کے ہزارہا کذب اور افتراپردازیاں انھوں نے سنیں، جو ہمیشہ سے ہر دور میں نیا روپ بنا کر قوم مسلم کے سامنے آیا کرتے ہیں، ہر فضا میں انوکا ڈھونگ تیار کر کے رونما ہوجایا کرتے ہیں۔ کبھی وہ اپنی خدمات وایثار کے جھوٹے خطبے پڑھنے لگتے ہیں۔ تو کبھی حمایت اسلام اور ہمدردی مسلمیں کے دلکش ترانے گانے لگتے ہیں۔ کہیں جامعۃ العلماء کے کارنامے سنا کر ممبر سازی کر کے اپنی جیبیں بھر لیتے ہیں۔ تو کہیں تبلیغ کا نام لیکر اپنی بے نیازی کا دلفریب نقشہ پیش کر دیتے ہیں۔ ہمارے بھولے بھالے سنی بھائی ان کی مسلم صورت کو دیکھ کر فریفتہ ہوجاتے ہیں۔ ان کی ظاہری پابندی صوم وصلوۃ پر نظر کر کے گرویدہ بن جاتے ہیں۔ لہٰذا ہم اس تبلیغی جماعت کی حقیقت کا اظہار کرینگے۔ اور اس کے ہر پہلو پر مفصل بحث پیش کریں گے لیکن اس سے قبل یہ سمجھا دینا بھی ضروری جانتے ہیں کہ آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں پہلے یہ علم حاصل کرلیں کہ تبلیغ کن کن باتوں کی کی جاتی ہے اور تبلیغ کرنے کا کن کن لوگوں کا حق حاصل ہے اور کن کن کو نہیں ہے۔

تبلیغ کن باتوں کی ہوتی ہے

لغت میں تبلیغ کے معنی پہنچا دینا ہے۔ اور شریعت میں اس سے مراد احکام اسلام کا بندگان خدا تک پہچانا ہے۔ سب سے پہلے تبلیغ احکام اسلام کا حکم نبی کے لئے ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تبلیغ کا حکم دیتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

یایھا الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك وان لم تفعل فما بلغت رسلته واللہ یعصمك من الناس (المائدہ ۱۰ع)

اے رسول پہونچا دو جو کچھ اترا تمھیں تمہارے رب کی طرف سے اور ایسا نہ ہو تو تم نے اس کا کوئی

پیام نہ پہنچایا اور اللہ تمہاری نگہبانی کریگا لوگوں سے۔

علامہ جلال الدین سیوطی تفسیر جلالین میں آیۃ کریمہ کے متعلق فرماتے ہیں۔

یاایھا الرسول بلغ جمیع (ما انزل الیک من ربک) ولا تکتم شیا منہ خوفا ان تنال بمکروہ (وان لم تفعل) ای لم تبلغ جمیع ما انزل الیک (فما بلغت رسلتہ) بالافراد والجمع لان کتمان بعضھا ککتمان کلھا۔

(از تفسیر جلالین ص ۵۱۰)

اے رسول پہونچادو تمام وہ جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف اترا اور اس سے کچھ بھی اس ڈر سے مت چھپاؤ کہ تمہیں کوئی مکروہ بات پہونچ جائے اور اگر تم نے تمام وہ جو تمہاری طرف اترا نہیں پہونچایا تو تم نے اس کا کوئی پیام نہ پہنچایا اس لئے کہ بعض کا چھپانا مثل کل کے چھپانے کے ہے۔ (رسالت مفرد وجمع ہر دو ہے۔)

علامہ جمل الفتوحات الالٰھیہ حاشیہ جلالین میں فرماتے ہیں:

(قولہ جمیع ما انزل الیک) ای من الاحکام مایتعلق بھا واما الاسرار التی اختصت بھا فلا یجوز لک تبلیغھا۔

(جمل مصری جلد ۱ ص ۵۱۰)

یعنی پہونچادو تمام وہ جو تمہاری طرف اترا ہے احکام سے جو لوگوں سے متعلق ہیں ہی لیکن وہ غیوب واسرار جو آپ کی ذات کے ساتھ خاص ہیں تو آپ کے لئے ان کی تبلیغ جائز نہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو حکم دیا ہے تو اس کی سب سے پہلی آیت قرآن کریم میں یہ ہے۔

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون۔ (ال عمران ع ۱۱)

اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بری بات سے منع کریں اور یہی لوگ مراد کو پہونچے۔

علامہ شیخ احمد تفسیر احمدی میں آیۃ کریمہ کے تحت میں فرماتے ہیں۔

ومعنی الآیۃ ولتکن بعض منکم امۃ تدعون للناس الی الخیر ای الافعال الحسنۃ الموافقۃ للشریعۃ ویامرون بالمعروف ای الشئی الذی یستحسنہ الشارع والعقل وینھون

عن المنکر ای الشئی الذی یستقبحه الشارع والعقل۔

(از تفسیر احمدی مطبوعہ دہلی ص ۱۲۳)

اور آیت کے معنی یہ ہیں کہ تم میں سے بعض لوگوں کا گروہ ایسا ہو جو لوگوں کو شریعت کے موافق امور خیر افعال حسنہ کی دعوت دے۔

اور شارع اور عقل جس چیز کو مستحسن اور اچھا جانیں وہ گروہ اس کا حکم دے۔اور شارع وعقل جس چیز کو قبیح اور برا سمجھیں وہ گروہ اس سے منع کرے۔

علامہ نسفی تفسیر مدارک التنزیل میں آیہ کریمہ کے تحت میں فرماتے ہیں۔

المعروف ما وافق الکتاب والسنة والمنکر ما خالفهما والمعروف الطاعة والمنکر المعاصی والدعاء الی الخیر عام فی التکالیف من الافعال والتروك۔

(از تفسیر مدارک مصری جلد ا ص ۱۳۵)

معروف ہر وہ چیز ہے کہ جو کتاب وسنت کے موافق ہو اور منکر ہر وہ ہے جو ان کے خلاف۔اور یا معروف طاعت ہے اور منکر معاصی ہیں۔اور دعوت الی الخیر تمام تکالیف شرعیہ اور اوامر ونواہی کو عام ہے

علامہ صاوی حاشیہ جلالین میں آیہ کریمہ کے تحت میں فرماتے ہیں۔

اقول بالمعروف) المراد ما طلبه الشارع اما علی سبیل الوجوب کالصلوات الخمس وبر الوالدین وصلة الرحم والندب کالنوافل وصدقا تالتطوع وقوله عن المنکر المراد به ما نهی عنه الشارع اما علی سبیل الحرمة کالزنا والقتل والسرقة او علیٰ سبیل الکراهة۔

(صاوی مصری جلد ا ص ۱۵۲)

معروف سے مراد ہر وہ چیز ہے جس کو شارع طلب کرے تو وہ یا تو بطریقہ وجوب کے ہو جیسے پنجوقتہ نمازیں اور والدین کے ساتھ احسان اور صلہ رحمی، یا بطریقہ کتاب کے ہو جیسے نافلہ نماز اور نفلی صدقے۔اور منکر سے مراد ہر وہ چیزہ جس سے شارع نے ممانعت کی یا بطریق حرام ہونے کے جیسے زنا قتل کرنا چوری کرنا یا بطریقہ کراہت کے۔

ان آیات وتفاسیر سے یہ ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمام ضروریات دین اور احکام شرع متین کی دعوت وتبلیغ کا حکم دیا ہے۔تو دعوت الی الخیر تمام اوامر ونواہی کو شامل ہے اور امر بالمعروف سے تمام فرائض وواجبات سنن ومستحبات مطلوب ہیں اور نہی عن المنکر سے تمام محرمات ومکروہات سے منع کر

نا مقصود ہے۔ اور ضروریات دین و عقائد اسلام کی تبلیغ اہم الفرائض میں سے ہے اور اعمال کی روح ہیں کہ عمل کی مقبولیت کی بنا صحت عقائد پر ہے۔ تو یہ عقائد دعوت الی الخیر اور امر بالمعروف میں داخل ہوئے اسی طرح ابطال عقائد فاسدہ اور تردید مذاہب باطلہ تبلیغ کے اعلیٰ ترین مدارج میں سے ہے کہ رد باطل اثبات حق کا ایک شعبہ ہے تو یہ رد باطل نہی عن المنکر میں داخل ہوا۔

چنانچہ حضرت حجۃ الاسلام ابوبکر رازی احکام القرآن میں اسی آیۃ کریمہ کی بحث باب فرض امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں فرماتے ہیں:

فان قیل فھل تجب ازالۃ المنکر من طریق اعتقاد و المذاھب الفاسدۃ علی وجہ التاویل کما وجب فی سائر المناکیر من الافعال قیل لہ ھذ اعلی وجھین فمن کان منھم داعیا الی مقالتہ فیضل الناس بشبھتہ فانہ تجب ازالتہ من ذلك بما امکن

(احکام القرآن مصری جلد۲ ص ۴۳)

اگر سوال کیا گیا جس طرح تمام منکر افعال کا ازالہ واجب ہے اسی طرح ان مذاہب فاسدہ کے عقیدے جواز قسم منکر ہوں اور وہ ان کی تاویل بھی کرتے ہوں کیا ازالہ واجب ہے اس کا جواب دیا گیا یہ دو وجہ پر ہے جو ان بد مذہبوں میں ایسا ہو کہ اپنے قول باطل کی طرف لوگوں کو دعوت دیتا ہو اور اپنے شبہ سے دوسرے لوگوں کو گمراہ کرتا ہو تو حسب قدرت و امکان اس منکر عقیدہ کا ازالہ واجب ہے۔

بالجملہ مبلغین پر جس طرح فرائض وواجبات سنن و مستحبات کا حکم دینے اور محرمات و مکروہات سے منع کرنے کی تبلیغ ہے اس سے اہم ضروری عقائد اسلام کی دعوت اور رد مذاہب باطلہ کی تبلیغ ہے۔

مسلمانو! یہی ہے وہ اسلامی تبلیغ جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیا یہی ہے وہ اسلامی تبلیغ جس کا امر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دیا۔ یہی ہے وہ اسلامی تبلیغ جس کو ائمہ مجتہدین و سلف صالحین نے باحسن وجوہ انجام دیا۔ یہی ہے وہ اسلامی تبلیغ جس کی علمائے متقدین و متاخرین نے حسب مقدور خدمت کی ہی ہے وہ اسلامی تبلیغ جس کی خدمات آج بھی علماء اہلسنت حسب استطاعت قلم وزبان سے برابر کررہے ہیں۔ مگر زمانہ اقدس سے آج تک کسی نے اپنی تبلیغی خدمات پر نہ فخر و غرور کیا۔ نہ نمود و نمائش کرائی۔ نہ اعلانات کر کے چندے وصول کیے۔ نہ اپنی شان کے امتیاز کے لئے پروپگنڈے کئے۔ نہ اپنے آپ کو تبلیغ کا موجد قرار دیا۔ نہ امام مجتہد ٹھہرا۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ الیاسی تزویری تبلیغ وتجدیدی دعوت اس اسلامی تبلیغ و دعوت سے بالکل جدااور علیحدہ ہے ہم ناظرین کے لئے یہاں پر بطورنمونہ کے چندامور پیش کرتے ہیں جن سے اس الیاسی تبلیغ کا تجدیدی ہونا ظاہر ہوجائیگا۔

(۱) اسلامی تبلیغ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہاتھ سے کرنا یہاں تک کہ قتل کی سزا کرنا امراء وسلاطین کا منصب ہے۔

الا مر بالمعروف وباليد على الامراء وباللسان على العلماء وبالقلب بعوام لناس وهو اختيار الزندوسي۔ (عالمگیری جلد ۴ ص ۱۱۱)

امر بالمعروف ہاتھ سے تو سلاطین وامراپر ہے اور زبان سے علماء پر ہے اور قلب سے عوام الناس کیلئے ہے۔ امام زندوسی نے اسی کو اختیار کیا۔

لیکن الیاسی تبلیغ نے یہ تجدید کی کہ عوام کے لئے جانبازی تک کرنا تبلیغ کا مقصد قرار دیا۔

چنانچہ سوانح مولوی الیاس میں ہے۔

فرمایا کرتے تھے کہ دین کے فروغ کیلئے جان دینے کے شوق کو زندہ کرنا اور جان کو بے قیمت کر دینا ہماری تحریک کا مقصود اور خلاصہ ہے۔

(سوانح مولوی الیاس مطبوعہ جید برقی پریس دہلی ص ۲۱۸)

(۲) اسلامی تبلیغ میں زبان سے امر بالمعروف کرنا علماء کا منصب ہے چنانچہ پچھلے نمبر میں فتاوے عالمگیری سے عبارت منقول ہوئی مگر الیاسی تبلیغ نے یہ تجدید کی کہ یہ علماء کا منصب جاہلوں دہقانیوں کو دیدیا۔

سوانح میں ہے:

تبلیغ کے لئے عامیوں اور جاہلوں اور میوات کے دہقانیوں کا جانا سننے والوں کو بہت عجیب اور دشوار معلوم ہوا۔ (سوانح ص ۸۹)

(۳) اسلامی تبلیغ نے عالم کو تبلیغ کا اہل قرار دیا اور جاہل کو نااہل ٹھہرایا۔

فتاوی عالمگیری میں ہے۔ الامر بالمعروف يحتاج الى خمسة اشياء اولها العلم لان الجاهل لا يحسن الامر بالمعروف ۔

(فتاوے عالمگیری جلد ۴ ص ۱۱۱)

امر بالمعروف کے لئے پانچ چیزوں کی حاجت ہے اول علم دین کی اس لئے کہ جاہل امر بالمعروف کو بہتر طور پر ادا نہیں کرسکتا۔

لیکن الیاسی تبلیغ نے یہ تجدید کی کہ بے علم دہقانیوں کو تبلیغ کا اہل قرار دیا سوانح میں ہے۔
بے علم میواتیوں سے جو خود تعلیم واصلاح کے محتاج ہیں تبلیغ واصلاح کا کام لیا جاتا ہے۔ (سوانح ص ۱۲۴)

(۴) اسلامی تبلیغ لوجہ اللہ ہوتی ہے۔ فتاوے عالمگیری میں ہے۔

الثانی ان یقصد وجه الله تعالی واعلاء کلمته العلیا۔

(عالمگیری جلد ۴ ص ۱۱۱)

لوجہ اللہ ہونا اور کلمہ حق کا بلند کرنا مقصود ہو۔

مگر الیاسی تبلیغ لوجہ اللہ نہیں بلکہ یہ محض نام آوری کے لئے ہے۔

چنانچہ سوانح میں ہے:

پندرہ سالہ کوشش کے بعد تبلیغ کے یہ انوارات یہ برکات اور یہ عزت اور دنیا کے اندر نام آوری اور یہ ہر طرح کی نورانیت اور بہبودی کی کھلی آنکھوں سے محسوس کرتے ہوئے پھر کل (۸۰) آدمیوں کی مقدار نکلی۔

(سوانح ص ۲۱۵)

(۵) اسلامی تبلیغ محض اعلائے کلمۃ الحق کے لئے ہے۔ چنانچہ فتاوے عالمگیری میں گذر چکا۔ اور الیاسی جماعت تبلیغ کی غرض اعلاء کلمۃ الحق نہیں بلکہ محض نمود ونمائش کے لئے اور اپنے پیر کے نام اچھالنے اور اپنی جمیعت کی گشت نکالنے لئے ہے۔ چنانچہ اس جماعت کا شہروں میں پھرنا بازاروں میں جماعت بنا کر گشت کرنا محلوں میں خالی چلنا پھرنا جامع مساجد میں پہنچنا، وہاں پہنچ کر اپنا پیدل چل کر آنا بیان کرنا، اپنی جماعت کے گیت گانا، اپنی کامیابی سنانا اور اپنے بانی الیاس صاحب کے حالات کا ذکر کرنا، اپنی پرہیزگاری وتقدس کا اظہار کرنا، سب کو دہلی پہنچنے کی دعوت دینا کیا یہ سب امور نمود ونمائش نہیں ہیں ؟ کیا ان باتوں کا نام اعلاء اکلمۃ الحق رکھ لیا؟ کیا لوجہ اللہ کام کرنے والوں کی یہ شان یہ حالات ہوتے ہیں؟۔

(۶) اسلامی تبلیغ فرض کفایہ ہے کہ اگر چند نے اس کو کیا تو اوروں کے ذمہ سے فریضہ ساقط ہو گیا۔

احکام القرآن میں ہے۔

فرض الامر بالمعروف والنهی عن المنکر و بینا انه فرض علی الکفایة اذاقام به البعض سقط عن الباقین۔ (از احکام القرآن جلد۲ص ۴۰)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض ہے اور ہم نے یہ بیان کردیا کہ وہ فرض کفایہ ہو کہ جب بعض نے ادا کردیا تو اوروں کے ذمہ سے ساقط ہوگیا۔

لیکن الیاسی تبلیغ نے یہ تجدید کی کہ تبلیغ کو فرض عین قرار دیا اور ہر مسلمان کے لئے تبلیغی سعی کو لازم ٹھہرایا سوانح میں ہے۔

اسی طرح مسلمان کی زندگی تبلیغ اور دین کے لئے جدو جہد سے یکسر خالی نہیں ہوسکتی اس کی زندگی میں لازماً تبلیغ اور دین کے لئے حرکت وسعی اور عملی جدو جہد کا کوئی نہ کوئی حصہ ضرور ہونا چاہئے۔

(سوانح ص ۳۰۶)

(اسی میں ہے) ہماری یہ تحریک ایمان جس کی حقانیت کو اہل جہان تسلیم کر چکے ہیں اس کے عمل میں آنے کی صورت بجز اس کے کہ ہر آدمی لاکھ جان کے ساتھ قربان ہونے کو تیار ہو اور کوئی ذہن میں نہیں آتی۔ وہ مضمون یعنی مضمون تبلیغ بعنوان دیگر اس خاص طریق کے ساتھ اشاعت اسلام کے لئے جہاد فی سبیل اللہ کا ایک ضروری ولازمی فریضہ ہے جس کی طرف مسلمانوں کی توجہ کرنی فرض اور لازمی ہے

(سوانح ص ۲۸۶)

(۷) اسلامی تبلیغ اس دین کو سکھاتی ہے جو قانون آسمانی ہے اور جو کتاب اللہ اور احادیث اور کتب عقائد وفقہ سے حاصل ہوتا ہے جامع العلوم میں ہے۔

الدین الاصطلاح قانون سماوی سائق لذوی العقول الی الخیرات بالذات کالاحکام الشرعیه النازلة علی نبینا محمد صلی الله تعالیٰ علیه وسلم۔

(از جامع العلوم جلد۲ص ۱۱۸)

(وفیهاایضا) ذالك الوضع دین من حیث یطاع وینقاد به وملة من حیث انه یجمع علیهاالملل ومن حیث انه تملی وتکتب۔

(جامع العلوم جلد۱ص ۸۶)

اصطلاح میں دین وہ آسمانی قانون ہے جو ذوی العقول کو بالذات نیکیوں کی طرف لے جانے والا ہے جیسے وہ احکام شرعی جو ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوئے۔

وہ قانون جو بحیثیت اطاعت وفرمانبرداری کیئے جانے کے دین کہلاتا ہے اور اس حیثیت سے کہ اس پر مذاہب جمع ہوں اور اس حیثیت سے کہ وہ املا کی جائے اور لکھا جائے وہ ملت کہلاتی ہے۔

لیکن الیاسی تبلیغ نے یہ تجدید کی کہ دین کو نہ قانون آسمانی ماننا نہ اسے کتاب وسنت سے حاصل جاننا۔

سوانح میں ہے۔

دین ایک جاندار اور متحرک شئی ہے کتابوں کے نقوش جامد ہیں جامد سے متحرک کا حاصل ہو نا قانون فطرت کے خلاف ہے۔ (سوانح ص ۳۰۴)

(۸) اسلامی تبلیغ ہر اس جماعت کو (جو حق و باطل۔ ہدایت وضلالت۔ اہلسنت واہل بدعت کو یکساں اور برابر نہ ٹھہرائے) بے دین وگمراہ ٹھہراتی ہے۔

لیکن یہ الیاسی تبلیغ ایسی جماعت کا اہل دین ہونا بتاتی ہے۔

سوانح میں ہے:

فرمایا آپ کیا فرماتے ہیں آپ کی جماعت (یعنی جماعت اہل ندوہ) تو اہل دین کی جماعت ہے۔ (سوانح ص ۲۵۳)

مسلمانو! وہ جماعت اہل ندوہ جن کی گمراہی و بیدینی آفتاب سے زیادہ روشن ہے جن کی بے دینی پر علمائے حرمین شریفین اور عرب وعجم کے فتاوے طبع ہو چکے۔ ان بے دینوں کو وہ الیاسی تبلیغ اہل دین کی جماعت کہتی ہے العیاذ باللہ تعالیٰ۔

(۹) اسلامی تبلیغ بالکل سچائی پر مبنی اس کے مبلغین کے ظاہر و باطن کا یکساں ہونا ضروری یہاں تک کہ اگر کسی کا ارادہ قلبی اور غرض نفسانی ظاہر عمل کے خلاف ہوگئی تو اسلام نے اس عمل نیک ہی کو ریا ومنافقت اور نامقبول ومردود قرار دیا۔

لیکن الیاسی تبلیغ سراسر ریا وکذب اور مکر وفریب پر مبنی، اس کے مبلغین کا باطن ان کے ظاہر کے بالکل خلاف ہے۔ ان کا ظاہر تو یہ ہے کہ یہ لوگ کلمہ شریف اور نماز کے تبلیغ کرتے ہیں اور ان کا باطن یہ ہے کہ یہ دیوبندی قوم اور وہابی جماعت بنانے کے لئے ساری کوشش کرتے پھرتے ہیں چنانچہ اس چیز کو خود بانی جماعت ہی نے صاف الفاظ میں کہہ دیا۔

سوانح میں ہے۔

ظہیر الحسن میرا مدعا کوئی پاتا نہیں۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ تحریک صلاۃ ہے میں قسم سے کہتا ہوں کہ یہ

ہر گز تحریک صلاۃ نہیں۔ ایک روز بڑی حسرت سے فرمایا کہ میاں ظہیر الحسن ایک نئی قوم پیدا کرتی ہے۔

(سوانح ص ۲۲۶)

اسی میں ہے: ان سے اس کلمہ ہی کے ذریعہ تقرب پیدا کیا جائے اور اسی کے ذریعہ خطاب کیا جائے۔

(سوانح ص ۲۷۶)

ان عبارات سے ظاہر ہو گیا کہ الیاسی جماعت کے وفد اور دورے نماز کی تبلیغ کے لئے ہرگز ہرگز نہیں ہیں بلکہ اس جماعت کی انتھک کوشش اور تمام سعی قوم اور اس پردہ میں (وہابی) بنانے کے لئے ہے نماز کو براہ فریب اہلسنت سے ملنے اور اپنی طرف متوجہ کرنے کا وسیلہ بنالیا گیا ہے اسی طرح کلمہ شریف کی تصحیح کا نام لیکر سنیوں سے نزدیکی اور گفتگو کا ذریعہ پیدا کیا گیا ہے یہ ہے الیاسی تبلیغ کا مقصد اعظم۔

(۱۰) اسلامی تبلیغ میں یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ صحابہ کرام کو تمام امت پر فضیلت حاصل ہے اور امت کا کوئی فرد کثرت ثواب میں کسی صحابی کو برابر نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ بڑھ سکے حدیث شریف میں ہے جو بخاری و مسلم میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

لو ان احد کم انفق مثل احد ذهبا ما بلغ مد ا حد هم۔

اگر تمہار کوئی شخص اد کی برابر سونا خرچ کرلے۔ (ازمشکوۃ شریف ص ۵۵۳)

لیکن الیاسی تبلیغ نے یہ تجدید کی کہ ہر بے علم جاہل دہقانی مبلغ کو نہ صرف ایک صحابی بلکہ پچاس صحابہ کرام کی برابر اجر و ثواب کی خوشخبری بلکہ وعدہ کر دیا گیا۔ خود بانی اپنے گرامی نامے میں تحریر کرتے ہیں:۔

خدائے پاک کی ذرہ نوازی اور مراحم خسروانہ اور اس اخیر زمانہ والوں کے لئے ان کی مساعی پر صحابہ کے پچاس کے برابر اجر و ثواب کے ملنے کی خوش خبریاں اور سچے وعدے۔

(از سوانح ص ۲۲۵)

حاصل کلام یہ ہے کہ ہر منصف مزاج شخص صرف ان دس نمبروں کے دیکھنے کے بعد ہی اس فیصلہ کیلئے مجبور ہو جائیگا کہ الیاسی تبلیغ واقعی تجدیدی دعوت اور تزویدی تبلیغ ہے اور یہ اسلامی تبلیغ سے بالکل جدا اور خلاف ہے اور براہ فریب نماز اور کلمہ شریف کا نام لیکر یہ جماعت حقیقۃ دیوبندیت کی تبلیغ اور وہابیت کی دعوت دیتی پھرتی ہے۔

اسلامی تبلیغ کون کر سکتا ہے؟

جب یہ امر ثابت ہو چکا کہ اسلامی تبلیغ میں تمام عقائد اسلامیہ واحکام شرعیہ کی تعلیم دی جاتی ہے تو خود ہی ظاہر ہو گیا کہ اسلامی تبلیغ وہی کر سکتا ہے جو تمام عقائد اسلامیہ واحکام شرعیہ کا علم رکھتا ہو لہذا اسلامی تبلیغ کا کرنا صرف عالم ہی کا منصب ہوا۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے القول الجمیل میں مبلغ اور واعظ کے شرائط تحریر فرمائے۔

اما المذکر فلا بد ان یکون مکلفا عدلا کما اشترطوا فی راوی الحدیث والشاهد محدثا مفسرا عالما بجملة کافیة من اخبار السلف الصالح وسیرهم ونغنی بالمحدث المشتغل بکتب الحدیث با ن یکون قرأ لفظها وفهم معناها وعرف صحتها وسقمها ولو باخبار حافظ او استنباط فقیه وکذالك بالمفسر المشتغل بشرح غریب کتاب الله وتوجیه مشکلة وبماروی عن السلف فی تفسیر ہ ویستحب مع ذلك ان یکون فصیحا لا یتکلم مع الناس الا قد ر فهمهم وان یکون لطیفا ذاوجه ومروة۔

(شفاء العلیل ترجمۂ قول الجمیل ص ۱۱۰)

واعظ کے لئے ضروری ہے کہ وہ مسلمان عاقل بالغ ہو۔ اس میں ایسی عدالت ہو جیسی عدالت راوی حدیث اور شاہد کیلئے شرط ہے۔ وہ محدث ہو۔ وہ مفسر ہو۔ سلف صالحین کی سیرتوں کا حسب ضرورت جاننے والا ہو۔ ہماری محدث سے مراد وہ شخص ہے جو کتب حدیث کا شغل رکھتا ہو اس طرح پر کہ اس نے استاذ سے الفاظ حدیث پڑھ کر اس کے معنی سمجھے ہوں اور احادیث کی صحت وضعف کو پہچانتا ہو اگر چہ یہ معرفت اسے کوئی محدث کے بتانے یا فقیہ کے ذریعے سے حاصل ہو۔ اور مفسر سے مراد وہ ہے جو قرآن کریم کے مشکل کلمہ کی شرح اور آیات مشکلہ کی تاویل اور سلف کی تفاسیر سے شغل رکھتا ہو۔ اور ان کے ساتھ وہ فصیح ہو۔ لوگوں سے ان کی سمجھ کی مقدار سے گفتگو کرے۔ اور وہ نرم مزاج ہو صاحب وجاہت ومروت۔ یہ اخر کے چار امور مستحب ہیں۔

نیز حضرت شاہ صاحب اسی میں وعظ وتبلیغ کا ماخذ تعلیم فرماتے ہیں:

واما استمداده فلیکن من کتاب الله تعالیٰ علی تاویله الظاهر وسنة رسول الله المعروفة عند المحدثین واقاویل الصحابة والتابعین وغیرهم من صالح المو منین وبیان

سیرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولا یذکر القصص المجازفۃ فان الصحابۃ انکر واعلیٰ ذالک اشد الانکار واخرجوا اولئک من المساجد وضربوھم ۔ (شفاء العلیل ص ۱۱۴)

لیکن واعظ کا ماخذ قرآن کریم موافق تفسیر بتاویل ظاہر ہو۔ اور وہ حدیث رسول اللہ جو عندالمحدثین معروف ہواور صحابہ وتابعین اومومنین صالحین کے اقوال ہوں ۔اور فضائل وسیرت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہو۔اوروہ بے ثبوت قصے نہ ذکر کرے کہ صحابہ نے ایسے قصوں کے بیان کرنے پر بہت سختی سے انکار کیا ہےاور قصہ خوانوں کومساجد سے نکال دیا ہےاورانھیں مارا ہے۔

پھر حضرت شاہ صاحب اسی میں وعظ وتبلیغ کے ارکان تحریر فرماتے ہیں۔

اما ارکانہ فالترغیب والترھیب والتمثیل بالامثال الواضحۃ والقصص المرققۃ والنکات النافعۃ فھذا طریق التذکیر والشرح والمسئلۃ اللتی یذکر ھا امامن الحلال والحرام او من باب آداب الصوفیۃ او من باب الدعوات او من عقائد الاسلام فالقول الحلی ان ھناک مسئلۃ یعلمھا وطریقھا فی تعلیمھا۔ (شفاء العلیل ص ۱۱۴)

لیکن واعظ کے لئے ارکان تو نیکی کی طرف رغبت دلانااور بدی سے ڈرانا ہے اورروشن مثالوں رقت آمیز قصوں نفع بخش نکتوں کو بیان کرتا ہے۔تو یہ طریقہ وعظ ونصیحت کا ہے اور جو مسئلہ حلال وحرام کا یا آداب صوفیہ کا یاباب دعوات کا یا عقائد اسلام کا ذکر کیا جائے تو قول ظاہر یہ ہے کہ وہ ایسا مسئلہ ہو جس کا علم رکھتا ہواور تعلیم کا طریقہ بھی جانتا ہو۔

نیز شاہ صاحب نے اسی میں وعظ وتبلیغ کا طریقہ تعلیم بیان فرمایا ہے

واما کیفیۃ الذی التذکیر ان یذکر الاغبا ولا یتکلم وفیھم ملال بل اذاعرف فیھم الرغبۃ ویقطع عنھم وفیھم رغبۃ وان یجلس فی مکان طاھر کالمسجد وان یبدء الکلام بحمد اللہ والصلوۃ علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ویختم بھما ویدعون المومنین عموما وللحاضرین خصوصا ولا یخص فی الترغیب او الترھیب فقط بل یشوب کلامہ من ھذا ومن ذلک کما ھو سنۃ اللہ من ارداف الوعد بالوعید والبشارۃ بالانذار وان یکون میسرا لا معسر او تعم بالخطاب ولا یخص طائفۃ دون طائفۃ وان لا یشافہ بذم قوم او الانکار علی شخص بل یعرض مثل ان یقول ل ما بال اقوام یفعلون کذاو کذاولا یتکلم بسقط وھزل ویحسن الحسن ویقبح القبیح ویامر بالمعروف وینھی عن المنکرولا یکون

امعة۔ (شفاء العلیل ص ۱۱۱)

لیکن وعظ گوئی کی کیفیت یہ ہے وہ متواتر روزانہ نصیحت نہ کرے۔ اور ایسے وقت وعظ نہ کہے کہ سامعین پر شاق ہو اور لوگوں میں شوق پہچان لے تو شروع کرے۔ اور ان کے رغبت وشوق ہی کے حال میں ختم کردے۔ اور پاک مقام جیسے مسجد میں وعظ کے لئے بیٹھے۔ اور حمد وصلوۃ سے وعظ شروع کرے اور انھیں پر ختم کرے۔ اور عام طور پر تمام مسلمانوں کے لئے اور خاص طور پر حاضرین کے لئے دعا کرے۔ اور وعظ گوخبر کی طرف رغبت دلانے۔ یا شر سے ڈرانے کے ساتھ خاص نہ کرے۔ بلکہ اپنے سلسلہ کلام کوملتا جلتا رکھے۔ کبھی اس سے تو کبھی اس سے۔ جیسا کہ عادت الٰہی ہے کہ وعدہ کے بعد وعید کالانا اور بشارت کے بعد تخویف کا ملانا۔ اور وہ نرمی وآسانی کرنے والا ہو نہ کہ سختی کرنے والا۔ اور وہ خطاب عام رکھے اور وہ ایک گروہ کو چھوڑ کر دوسرے سے خاص نہ کرے۔ اور وہ کسی ایک قسم کی مذمت یا کسی شخص معین پر انکار بالمشافہ نہ کرے بلکہ بطریق اشارہ یہ کہے کہ ان قوموں کا کیا حال ہے جو ایسا ایسا کرتے ہیں۔ اور وہ سبک اور بذاق کی بات نہ کہے اور نیک بات کی خوبی بیان کرنے۔ اور برائی کی قباحت ظاہر کرے اور نیکی کا حکم کرے اور برائی سے روکے اور وہ واعظ ہر جائی یعنی رکابی مذہب نہ ہو۔

ان عبارات سے واضح ہو گیا کہ مبلغ وواعظ کے لئے دس شرائط ہیں:

(۱) مسلمان ہونا (۲) عاقل ہونا (۳) بالغ ہونا (۴) ایسا عادل ہونا جس کی عدالت کا اعتبار علماء نے راوی حدیث اور گواہ میں کیا۔

(۵) ایسا مفسر ہونا جو مشکل کلمات قرآنی کو حل کرتا ہو اور آیات مشکلہ کی توجیہ وتاویل جانتا ہو اور اسلاف مفسرین کی تفاسیر پر مطلع ہو۔

(۶) ایسا محدث ہونا جو کتب حدیث کا شغل رکھتا ہو اور معنی کو سمجھتے ہوئے الفاظ حدیث استاذ سے پڑھ کر سند حاصل کر چکا ہو۔ اور کسی طریقہ سے احادیث کی صحت وضعف کو پہچانتا ہو۔

(۷) سیرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے واقف ہونا۔

(۸) صحابہ کرام وتابعین عظام اور سلف صالحین کے اقوال سے واقف کار ہونا۔

(۹) فصیح اور صاحب وجاہت ومروت ہونا۔

(۱۰) فہم عوام کے مطابق کلام کرنا۔

مبلغ وواعظ کے لئے چار مأخذ ہیں جن سے وہ تعظیم وتبلیغ کرے۔

(۱) قرآن کریم جس کے معنی تفاسیر سلف کے مطابق ہوں۔

(۲) وہ احادیث جو عند المحدثین معروف ہوں۔

(۳) سیرت وفضائل نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(۴) اقوال صحابہ وتابعین وسلف صالحین رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

وعظ وتبلیغ کے ارکان وآداب بالتفصیل اوپر بیان کردیئے گئے۔ لہٰذا ان سے ثابت ہوگیا کہ وعظ گوئی اور تبلیغ عالم ہی کا منصب ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے اسلامی تبلیغ کے مبلغ وواعظ کے شرائط وآداب تحریر فرمائے۔

اب باقی رہی الیاسی تبلیغ لہٰذا جب یہ اوپر ثابت کردیا گا کہ وہ اسلامی تبلیغ کے بالکل خلاف ہے تو اس کے مبلغین کے شرائط وآداب مبلغین اسلامی تبلیغ کے شرائط وآداب کے ضرور خلاف ہی ہونے چاہئیں۔ اسی بنا پر الیاسی تبلیغ نے اپنے مبلغین کے لئے مبلغین اسلام کے مقابلہ میں جو شرائط وآداب تجویز کئے ان میں سے چند بطور نمونہ کے پیش کئے جاتے ہیں۔

مبلغ اسلام کے لئے مسلمان ہونا شرط تھا۔ تو الیاسی تبلیغ نے اس کے مقابل ایسے مبلغین تجویز کئے جن پر علماء حرمین شریفین ومفتیان عرب وعجم نے کفر وضلال کے فتوے دیئے۔ جنھیں مسلمان کہنا شرعا جرم قرار دیا۔ جیسے علماء دیوبند۔ ندوۃ العلماء لکھنؤ۔ مبلغ اسلام کے لئے مکلّف ہونا ضروری تھا لیکن الیاسی تبلیغ نے اس کے مقابل غیر مکلّف بچوں کو بھی اپنے مبلغین میں شمار کیا۔

مبلغ اسلام کے لئے عادل ہونا شرط تھا۔ مگر الیاسی تبلیغ اس کے مقابل غیر عادل کو مبلغ بنا کر بھیج دیتی ہے۔ اس کا تجربہ آج بھی ہر جگہ کیا جاسکتا ہے کہ ان کے ساتھ بعض فاسق بھی ہوتے ہیں۔ پھر جب الیاسی تبلیغ گمراہ ومرتد تک کو اپنا مبلغ بنالیتی ہے تو فساق کا تو ذکر کیا۔

مبلغ اسلام کے لئے علامہ مفسر محدث ہونا ضروری قرار دیا تھا۔ لیکن الیاسی تبلیغ نے اس کا اتنا زبردست مقابلہ اور ایسی سخت مخالفت کی کہ بے علموں جاہلوں ہی کو بکثرت اپنا مبلغ بنایا اور بے علم بھی ایسے جو دہقانی جہال ہیں۔ اور دیہاتی بھی ایسے دیہات سے لئے جو اپنی جہالت اور مذہب سے ناواقفی میں ضرب المثل ہیں۔ یعنی میوات کے دیہات جن کی جہالت اور اسلام ناواقفی اور برائے نام مسلمان ہونے میں اسی سوانح میں پورا باب سوم کافی دلیل ہے جس سے میں چند اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں۔

سوانح کے صفحہ ٦ میں ہے۔

میوات قوم کی دینی حالت اس درجہ پر پہونچ گئی تھی جس کے بعد قومی ارتداد کے سوا کوئی درہ نہ تھا۔

صف ۲۹ میں ہے: میوات تمام تر مسلمان ہیں لیکن برائے نام ان کے گاؤں کے دیوتا وہی ہیں جو ہندوز میں داروں کے ہیں وہ ہندوں کے کئی ایک تہوار مناتے ہیں ہولی میواتیوں میں مذاق اور کھیل کھیلنے کا زمانہ ہے اور اتنا ہی اہم اور ضروری تہوار سمجھا جاتا ہے ہے جتنا محرم وعید اور شب برأت اسی طرح وہ جنم اشٹمی، دسہرا اور دیوالی بھی مناتے ہیں ان کے یہاں پیلی چٹھی لکنے کے لئے یا شادی کی تاریخ مقرر کرنے کے لئے برہمن پنڈت بھی ہوتے ہیں ایک رام کے سوالفظ کو چھوڑ کر وہ ہندووانہ نام بھی رکھتے ہیں۔

(اسی میں ہے) جب وہ نیا کنواں تعمیر کرتے ہین تو سب سے پہلے بیروجی یا ہنومان کے نام کا چبوترہ بناتے ہیں۔

(اسی میں ہے) میوات اپنے مذہب اسلام سے بہت ناواقف ہیں خال خال کوئی کلمہ جانتا ہے اور پابندی سے نماز پڑھنے والے اس سے بھی کم ہیں اور ان کے اوقات ومسائل سے تو وہ بالکل ہی ناواقف ہیں۔

(ص ۷۰ میں ہے) مرد دھوتی اور کمری پہنتے ہیں، پاجامہ کا رواج نہیں۔ان کا لباس حقیقۃً ہندوانہ ہے، مرد سونے کے زیورات بھی استعمال کرتے ہیں۔

(اسی میں ہے) میوات اپنے عادات میں آدھے ہندو ہیں۔ان کے گاؤں میں شاذ ونادر ہی مسجدیں ہوتی ہیں۔ص ۷۱ میں ہے۔میواؤں کے رسوم ہندوؤں اور مسلمانوں کے رسم ورواج کا معجون مرکب ہے۔

(صف ۷۲ میں ہے) کبھی حج کو نہیں جاتے۔

(اسی میں ہے) ایک گوت میں کبھی شادی نہیں کرتے لڑکیوں کو ترکہ نہیں ملتا۔

(اسی میں ہے) وہ تمام تر جاہل اور غیر تعلیم یافتہ ہیں ان میں بھاٹ اور گویئے بھی ہوتے ہیں جن کو وہ بڑی بڑی رقمیں اور انعامات دیتے ہیں

(اسی میں ہے) بولی درشت اور سخت ہے جس میں عورت اور مرد سے کس طریقہ خطاب ہوتا ہے ان میں محرم اور نشہ آور چیزوں کے استعمال کا بھی رواج ہے وہ بہت ضعیف الاعتقاد اور توہم پرست واقع

ہوتے ہیں شگون بہت لیتے ہیں

(اسی میں ہے) غارت گری اور رہزنی ان کا پیشہ رہ چکا ہے اب اگرچہ ان کی اصلاح وترقی ہوگئی ہے پھر بھی جانوراوڑاکرا اور گائے بیل کھول کر لے جانے میں اب بھی وہ بہت مشہور ہیں۔ص ۴۷ میں ہے: یہ قوم ہندوستان میں اس چودھویں صدی میں بہت کچھ عرب جاہلیت کا نمونہ تھی۔

بالجملہ الیاسی تبلیغ کے بکثرت مستقل مبلغین یہی دہاتی میواتی لوگ ہیں چنانچہ خود الیاس صاحب اس کا ان الفاظ میں اقرار کرتے ہیں۔'' دنیاوی کاروبار میں مصروف رہنے والے بہتیرہیں دین کے فروغ کے لئے گھربار چھوڑنا اس وقت اللہ نے میواؤں کے نصیب کیا ہے (سوانح ص ۱۲۳)''

بلکہ اس الیاسی تبلیغ کی بنیاد ہی ان دیہاتی میواتیوں کے اوپر موقوف ہے۔

چنانچہ اسی سوانح میں ہے۔

مولانا کے قیام کے دوران میں میواتی بکثرت بیعت میں داخل ہوتے ہیں لیکن مولانا بیعت لیتے وقت ان کے سامنے اپنی تقریر فرماتے ہیں اپنے کام کا ان سے عہد لیتے اور اسی کو ان کی تعلیم کرتے یہ نئے بیعت کرنے والے گویا تبلیغی اور دینی فوج کے لئے رنگروٹ تھے ص ۱۳۳

حاصل کلام یہ کہ ایسی تبلیغ نے اپنے مبغلین کے شرائط اسلامی تبلیغ کے شرائط مبلغین کے بالکل خلاف ایجاد کئے تو آداب مبلغین اسلام کا وہ کیا لحاظ رکھتے اسی لئے آداب مبلغین الیاسی تبلیغ بھی آداب مبلغین اسلام کے خلاف ہیں میواتی ہونے کے بعد ہرادنی سمجھ والا ان میواتیوں کے ان اقتباسات سے اتنا نتیجہ نکال لے گا کہ یہ نام کے مسلمان ہیں دین سے ناواقف ہیں بے علم ہیں تو نہ عالم ہوئے نہ مفسر ومحدث اور جب ان کی بولی درشت وسخت ہے تو نہ فصیح ہوئے نہ نرم مزاج اور جب یہ غیر تعلیم یافتہ جاہل ہیں تو ان میں آداب مبلغین اسلام کس طرح حاصل ہوسکتے ہیں تو اب نہایت واضح طور پر ثابت ہوگیا کہ مبلغین الیاسی تبلیغ کے اوصاف مبلغین اسلام کے بالکل خلاف ہیں اور اسلام نے جنھیں تبلیغ کے لئے نااہل قرار دیا تھا الیاس صاحب نے انھیں کو اپنی تجدید دعوت اور تزویری تبلیغ کا اہل ٹھہرایا۔

اسلامی تبلیغ جاہل نہیں کرسکتا ہے

جب یہ امر ثابت ہوچکا کہ تبلیغ کا حق عالم کے لئے ہے تو اس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ کسی غیر عالم جاہل کو تبلیغ کرنے کا حق حاصل نہیں۔اس مبحث پر زیادہ گفتگو کی حاجت تو نہ تھی مگر وقت کی نزاکت نے مجبور کر

دیا کہ اس پر بھی کچھ ثبوت پیش کر دیا جائے۔

تفسیر جلالین میں آیۃ فلتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر الآیۃ کے تحت میں فرمایا:

ومن للتبعیض لان ما ذکر فرض کفایۃ لا یلزم کل الامۃ ولا یلیق بکل احد کالجاھل۔

(از تفسیر جلالین)

آیت میں منکم میں من تبعیض کے لئے ہے اس لئے کہ دعوت وتبلیغ فرض کفایہ ہے کہ وہ نہ تمام امت پر لازم ہے اور نہ ہر شخص کے لئے لائق ہے جیسے کوئی جاہل ہو۔

علامہ جمل الفتوحات الالٰھیہ حاشیہ تفسیر جلالین میں فرماتے ہیں

وذلك لان الامر بالمعروف لا یلیق الا من العالم بالحال وسیاسۃ الناس حتی لایوقع المامور والمنھی فی زیادۃ الفجور۔ (از جمل مصری جلد ۱ ص ۳۰۱)

اور ایہ اس لئے کہ امر بالمعروف عالم ہی کے لائق ہے جو لوگوں کے حال اور سیاست کو جانتا ہے یہاں تک کہ وہ امر ونہی سے اور زیادہ فجور واقع نہ ہونے دے۔

علامہ صاوی حاشیہ تفسیر جلالین میں فرماتے ہیں

(قولہ کالجاھل) ای فلا یامرو لا ینھی لانہ ربماامر بمنکر او نھی عن معروف لعدم عملہ بذلك۔ (صاوی مصری جلد ۱ ص ۱۵۲)

پس جاہل امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کرے اس لئے وہ اپنی جہالت سے بھی بری چیز کا حکم دیدیگا اور اچھی چیز سے منع کر دیگا۔

فتاوی عالمگیری میں ہے:

الامر بالمعروف یحتاج الی خمسۃ اشیاء اولھا العلم لان الجاھل لا یحسن الامر بالمعروف۔ (فتاوے عالمگیری مجیدہ جلد ۴ ص ۱۱۱)

امر بالمعروف کے لئے پانچ چیزوں کی حاجت ہے۔ اول علم دین کی اس لئے کہ جاہل امر بالمعروف کو اچھی طرح ادا نہیں کریگا۔

ان عبارات سے ثابت ہو گیا کہ دعوت وتبلیغ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر فرض کفایہ ہے جو تمام امت اور ہر مسلمان پر فرض نہیں بلکہ صرف علماء پر فرض ہے۔

جہال اگر اس کو کرینگے تو اپنی جہالت کی وجہ سے کبھی امر منکر کا حکم دیدینگے کبھی امر معروف سے

روک دینگے کہیں لوگوں کے لئے اور زیادہ مجبوری میں مبتلا ہونے کا باعث بن جائینگے کہیں عوام کے حق میں مزید نفرت کا سبب ٹھہرینگے یہاں تک کہ طریقہ نہ جاننے کی بنا پر وہ بھی خود بھی گمراہ ہو جاتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کر دیتے ہیں اسی وجہ سے حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ نے ایک واعظ کو مسجد کوفہ سے نکلوا دیا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں اس واقعہ کو نقل فرماتے ہیں:

ابو جعفر نحاس از حضرت امیر المؤمنین مرتضی علی کرم اللہ وجہہ روایت نمودہ کہ ایشان روزے در مسجد کوفہ داخل شدند کہ شخصے وعظ میگوید پرسیدند کہ ایں کیست مردم عرض کردند کہ ایں واعظ است کہ مردم را از خدا می ترساند واز گناہاں منع میکند فرمودند کہ غرض ایں تخص آنست کہ خودرا انگشت نمائے مردم سازد از وبہ پرسید کہ ناسخ از منسوخ جدا میداندیانہ؟ اوگفت کہ ایں علم خو دندارم فرمودند کہ ایں را از مسجد برآرید۔

(تفسیر عزیزی پارہ اول مطبوعہ حیدری ص ۵۴۰)

ابو جعفر نحاس حضرت امیر المومنین مولیٰ علی مرتضی کرم اللہ وجہہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت مولیٰ علی مسجد کوفہ میں ایک روز تشریف لائے ملاحظہ فرمایا کہ ایک تخص وعظ کہتا ہے دریافت کیا وہ کون ہے لوگوں نے عرض کیا کہ یہ ایک واعظ ہے کہ لوگوں کو خدا سے ڈراتا ہے اور گناہوں سے منع کرتا ہے فرمایا کہ اس تخص کی غرض یہ ہے کہ اپنے آپ کو لوگوں میں مشہور کرے اس سے دریافت کرو کہ وہ ناسخ منسوخ کا فرق جانتا ہے یا نہیں اس نے کہا کہ میں اس کا علم نہیں رکھتا ہوں حضرت مولیٰ نے فرمایا کہ اس کو مسجد سے باہر نکالدو۔

ہاں ایسا واعظ جو باقاعدہ سند یافتہ فارغ التحصیل عالم تو نہیں ہے لیکن وہ تفاسیر آیت موافق تصریحات ائمہ تفاسیر اور احادیث موافق شروح محدثین ۔ اور اقوال سلف وخلف بلا تغیر کے بعینہ نقل کرتا ہو اور اپنی رائے اور فہم سے کچھ اضافہ وتصرف نہ کرتا ہو اور بے ہودہ قصص نہ ذکر کرتا ہو تو اسے وعظ کہنے کی اجازت ہے۔ فتاوے حدیثیہ میں ہے:

ان کان وعظه بآیات الترغیب والترهیب ونحوهما وبالاحادیث المتعلقه بذلك وفسر ذلك بما قاله الائمة جاز له ذلك وان لم یعلم علم النحو وغیره لانه ناقل لكلام العلماء والناقل كلامهم الی الناس لا یشترط فیه الا العدالة وان لا یتصرف فیه بشئی من رأیه وفهمه ـ

(فتاوے حدیثیہ مصری ص ۱۶۲)

اگر اس واعظ کا وعظ ترغیب وترہیب وغیرہ آیات سے یا ان حدیثوں سے جوان سے تعلق رکھنے والی ہیں اور ائمہ کے اقوال کے موافق تفسیر کرتا ہے تو اس کے لئے وعظ جائز ہے اگر چہ وہ واعظ علم نحو صرف نہ جانتا ہو اس لئے کہ وہ کلام علماء کا ناقل ہے۔اس میں عدالت کے سوا اور کچھ شرط نہیں ہے اور وہ واعظ کسی طرح کا اپنی رائے اور فہم سے اس نقل کلام علماء میں تصرف نہ کرتا ہو۔

بالجملہ یہ امر بھی آفتاب کی طرح روشن طور پر ثابت ہو گیا کہ تبلیغ اسلام کرنا عالم دین کا منصب ہے اور جاہل اپنی جہالت اور ناواقفی کی بنا پر تبلیغ اسلام کرنے کا اہل ہی نہیں۔

لیکن الیاسی تبلیغ نے چونکہ اپنے سارے اصول ہی اسلام کے خلاف تجویز کئے ہیں انھوں نے اپنی تبلیغی جماعت کے لئے جاہلوں ہی کو اہل قرار دیا اور دیہات کے بے علموں میوائیوں کو تبلیغ کی جان اور اصل بنیاد ٹھہرایا جس کی بکثرت عبارات ہم نے سوانح سے نقل کیں۔اور اب تحقیق کر لیجئے کہ اس جمات میں آج بھی اکثریت جاہلوں دیہاتیوں موائیوں کی ہے۔اس مین بانی کے جو خاص اغراض ومقاصد مضمر ہیں اس کے لئے ایک مستقل سرخی کے تحت میں کافی گفتگو آتی ہے۔

اسلامی فرقوں میں کس فرقہ کو تبلیغ کا حق حاصل ہے

آج تمام اسلامی فرقے اسلام کے دعویدار ہیں اور اعتقادی اعتبار سے اپنے آپ کو مسلمان اور کلمہ گو کہتے ہیں اور عملی لحاظ سے اپنے آپ کو پابند صوم وصلوۃ ظاہر کرتے ہیں۔اپنے لئے اہل قبلہ اور متبع شریعت ہونے کے دعوے کرتے ہیں اور اللہ ورسول جل جلالہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کے مدعی ہیں حمایت اسلام وہمدردی مسلمین کا دم بھرتے ہیں۔تو ان میں سے ہر ایک کو صرف اتفاقی امور میں تبلیغ کا حق دے دیا جائے۔اور یہ بات بھی طے کر لی جائے کہ کوئی فرقہ کسی اختلافی بات کو اس سلسلہ تبلیغ میں نہ صراحۃ نہ ضمناً نہ اشارۃ کسی طرح ذکر نہ کریگا۔تو اس کی نہ عقل ونقل اجازت دیتی ہے نہ اس کو کوئی سلیم الطبع اور تجربہ کار انسان گوارہ کر سکتا ہے۔

دیکھیے جرائم پیشہ لوگوں اور سلطنت کے باغیوں کو کسی ذی عقل نے ان سے اتفاقی امور کی بنا پر بھی انھیں مطلق العنان نہیں چھوڑ دیا ہے اور ان کے اختلافی امور کے نہ کرنے کے وعدوں پر بھی ذرہ بھر اعتماد نہیں کیا ہے بلکہ ان کے اخلاقیات کی پردہ پوشی کو جرم عظیم قرار دیا ہے اور ان کے اختلافات سے پیدا ہونے والے خطرات کو محسوس کرتے ہوئے انھیں سزا کا حقدار ٹھہرایا یہاں تک کہ ان کے سرگروہ کو موت کے

گھاٹ اتاردیا اور باقی لوگوں کو قید خانہ میں ڈال کر سڑادیا اور ان کے وجود کو فنا کر کے زمین کو پاک کردیا۔
یا یوں سمجھئے کہ ایک شخص تندرست ہے اور اس کے اندرونی قوے کے حالات اور اعتدالی کیفیت نہایت مناسب ہے لیکن اس کی صرف ایک انگلی زخمی ہو کر سڑ گئی ہے تو ہر ڈاکٹر اس کی بہترین جسمانی صحت کو مدنظر رکھتے ہوئے اور اس کی عمدہ تندرستی کا لحاظ کرتے ہوئے اس سڑی ہوئی انگلی کو ایک آن کے لئے اس بہترین جسم میں لگا ہوا رہنا گوارہ نہیں کرسکتا چاہئے۔ خود وہ شخص یا اس کے اعزا و احباب اس کے نہ کاٹنے کیلئے کتنا ہی اصرار کریں اور یہ دلیل بھی پیش کریں کہ ڈاکٹر صاحب آپ تو ملاحظہ فرمائیں کہ اس کا اس انگلی کے سوا سارا جسم تو تندرست ہے۔ یہ تو دیکھئے کہ اس انگلی کو بقیہ جسم سے کس درجہ نسبت ہے۔ یہ تو سارے جسم کا بیسواں حصہ بھی نہیں ہے۔ آپ اکثریت کا لحاظ فرمائیں اور اس حقیر کو نظر میں نہ لائیں اور کچھ زمانہ تک تو اسے جسم ہی میں لگا رہنے دیں اور ایک عضو جسم کو کم نہ کریں۔ تو کوئی ڈاکٹر ان نادانوں کی جاہلانہ ہٹ کو کیا پورا کرسکتا ہے اور ان ناعاقبت اندیشوں کی احمقانہ ضد کی وجہ سے اس انگلی کو بلاقطع کئے ہوئے چھوڑ سکتا ہے اور اگر کسی ڈاکٹر نے ان لوگوں کے اصرار کی بنا پر اس سڑی ہوئی انگلی کو نہیں کاٹا تو اس ڈاکٹر کو کوئی متنفس ہمدرد نہیں کہہ سکتا بلکہ اس کو سخت ناعاقبت اندیش، ناتجربہ کار کہا جائے گا اور کچھ عرصہ کے بعد اس کو وہ مرض بڑھ کر سارے جسم کو سڑادیگا۔

ان مثالوں کا نتیجہ ظاہر ہے کہ ایک جرائم پیشہ انسان اور حکومت کا باغی جب ان کی غلط کاریاں اور جرائم کا نظر انداز کرنا اور اخفائے جرم کر لینا۔ امن عالم کو خطرہ میں ڈالدیتا ہے اور سڑی ہوئی انگلی کا تندرست جسم میں لگا رہنا بقیہ جسم کو سڑادیتا ہے۔ تو وہ نام کے اسلامی فرقے جنھوں نے ضروریات دین کے کسی ایک مسئلہ کی مخالفت کی اور انھوں نے اپنے اس اختلاف کو اپنی جماعت کا مابہ الامتیاز بنالیا۔ اور اس مخالف بات کو انہوں نے اپنے اعتقادیات میں داخل کرلیا تو اس جرأت و دلیری اور اتنے بڑے جرم عظیم سے چشم پوشی کر لینا اور اس کو امکانی سزا نہ دینا۔ اور اس جرم کا اظہار کر کے اور لوگوں کو اس میں مبتلا ہونے سے نہ بچانا اور ایسے ناقص وجود کا اپنی جماعت ہی میں شمار کیئے جانا گویا ہزارہا فتنوں کا دروازہ کھل دینا ہے اور جماعت کے نظام امن کو خطرہ کے لئے پیش کر دینا ہے اور اس کے اختلاف سے اور دوسروں کی مذہبیت کو فاسد کردینا ہے اور جماعت کے لئے افتراق وتشتت کی مہلک بیماری کی پرورش کرنا ہے اور اس سے اتفاق کا ہاتھ بڑھا کر اس کے جرم کو ہلکا کرنا بلکہ اس کی اعانت کرنا ہے۔

علاوہ بریں صرف فرقہائے اسلامیہ میں یہ نظریہ کہ ان کے اختلافات کو نظر انداز کر کے اتفاقی

امور میں ان کے ساتھ ملکر تبلیغ کرنا اگر کوئی ٹھوس، اور اہم قاعدہ ہے تو اس کا انھیں کے ساتھ کیوں خاص کیا جاتا ہے اس کو اور بھی عام کرنا چاہئے کہ ضروریات دین کے کسی ایک مسئلہ کی مخالفت یا چند مسائل کی مخالفت یا سارے ہی ضروریات دین کی مخالفت سب کا ایک حکم یعنی کافر ہوجانا ہے تو جب ایک اختلاف کو نظر انداز کیا جاسکتا ہے تو چند اختلافات کو بھی کیا جاسکتا ہے۔ تو اہل کتاب یہود ونصاریٰ کے بھی ساتھ یہی طریہ استعمال کریں کیا ان سے بہت سے عقائد ومسائل میں اتفاق نہیں ہے۔ اور پھر اہل کتاب کی بھی کیا قید ہے مشرکین ومجوس وغیرہ کفار سے کیا بعض امور میں اتفاق نہیں ہے۔ مثلا خدا کا قائل ہونا۔ سچائی اور احسان کو اچھا سمجھنا۔ جھوٹ اور ظلم کو برا جاننا وغیرہ۔ تو ان اتفاقی امور کی بنا پر کیا وہ اس رعایت کے حقدار نہیں ہیں۔ لہٰذا آج کل کے یہ کم فہم مدعیان اسلام جس طرح فرقہائے مدعیان اسلام کے اختلافی امور کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف اتفاقی امور میں ان کے ساتھ مل کر تبلیغ کرنا روا سمجھتے ہیں۔ اسی طرح یہود ونصاریٰ مشرکین ومجوس وغیرہ کے بھی اختلافی امور کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف اتفاقی امور میں ان کے ساتھ بھی تبلیغ کرنا پسند کرلیں گے۔ تو اب سوچیں اور غور کریں کہ جس طرح یہود ونصاریٰ وغیرہ کفار مظاہرین سے مل کر کام کرنے میں دین حق کا سارا نظام مختل ہوجاتا ہے۔ اسی طرح ان مسلم صورت کفر سیرت فرقوں کے ساتھ مل کر تبلیغ کرنے سے بھی نظام دین برباد ہوتا ہے۔

بالجملہ یہ جو کچھ گفتگو تھی وہ عقلی پیرایہ میں تھی۔ اب اس غلط تخیل کی غلطی مذہبی روشنی میں دیکھئے اور تاریخ اسلام کو اٹھا کر پڑھئے کہ ہر قرن وہر صدی میں فرقوں کی پیداوار ہوتی رہے گی مگر آپ کو دکھانا یہ ہے کہ یہ امت مرحومہ نے اس بلا کا کس طرح مقابلہ کیا ہے اور کس طرح اس بیدینی کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روک دیا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس زمانہ میں جس شخص نے اسلام کے کسی مسئلہ سے اختلاف کیا تو امت نے کبھی اس اختلاف کی پرورش نہیں کی اس کے اس جرم پر چشم پوشی اختیار نہ فرمائی بلکہ اس کے درپے ہو گئے اسکو پہلے سمجھایا۔ اسکے تمام شبہات کے مسکت جواب دیکر اس کو عاجز کردیا پھر اگر وہ باز نہیں آیا تو اس کو یا تو قتل کردیا یا اسے قید خانہ میں ڈال دیا اور جہاں ایسی طاقت نہ پائی تو اس کو مسلمان کی جماعت سے علحدہ کردیا اس کے ساتھ سلام وکلام، مجالست مخالطت کے تعلقات ترک کردیئے۔

اس طریقہ علاج سے یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ وہ فرقے ختم ہوگئے اور اکثر وہ ہیں کہ آج جن کا نام لیوا تک باقی نہیں ہے۔ اور اگر ان کے ساتھ ہمارے زمانہ کا سا غلط طریقہ یعنی رواداری اور ہدایت برتی جاتی

تو ان فرقوں کی شمار مشکل ہو جاتی۔

ہم اگر ان قوموں کے نام اور مختصر حالات بھی اگر پیش کریں تو نہ معلوم اس کتاب کی کتنی جلدیں ہو جائیں۔ لہٰذا بخیال اختصار صرف زمانہ اقدس کے سب سے پہلے فرقہ منافقین کی چند ضروری باتیں قرآن عظیم سے پیش کرتے ہیں تا کہ آپ کو ان کے زبانی دعوے اور اعمال کی پوری حقیقت اور ان کے احکام معلوم ہو جائیں سنئے۔

منافقین زمانہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ایک گروہ تھا جو اپنے آپ کو مؤمن اور مسلمان کہتا تھا کلمہ شریف پڑھتا تھا نماز پڑھتا تھا روزہ رکھتا تھا جہاد کیا کرتا تھا اور اللہ و رسول جل جلالہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت و تعظیم کرنے کا مدعی تھا پورا متبع شرع ہونے کا دعویدار تھا۔

قرآن کریم ان کی تصدیق رسالت کے دعوے اور شہادت و ایمان کی حقیقت کا اظہار فرماتا ہے:

اذا جاء ك المنفقون قالوانشهد انك لرسول الله والله يعلم انك لرسوله والله يشهد ان المنفقين لكذبون اتخذوا ايمانهم جنة فصدوا عن سبيل الله انهم ساء ما كانوا يعملون ذلك بانهم امنوا ثم كفروا فطبع علىٰ قلوبهم فهم لا يفقهون ۔

(سورہ منافقون)

جب منافق تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں حضور بیشک یقیناً اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں اور انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال ٹھہرالیا ہے تو اللہ کی راہ سے روکا بیشک وہی برے کام کرتے ہیں یہ اس لئے کہ وہ زبان سے ایمان لائے پھر دل سے کافر ہوئے تو ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی اتو وہ اب کچھ نہیں سمجھتے۔

اس آیت کریمہ نے منافقین کے سرکار رسالت میں حاضر ہونے اور اپنے مسلمان ہونے پر قسمیں کھانے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انھیں جھوٹا قرار دیا اور مکار بدعمل کج فہم ٹھہرایا اور کس قدر مؤکد طریقہ پر شہادت رسالت دیتے ہوئے انھیں کافر فرمایا اور فرماتا ہے۔

ومن الناس من يقول امنا با لله وباليوم الأخر وما هم بمؤمنين يخدعون الله والذين امنوا وما يخدعون الا انفسهم وما يشعرون ۔ (بقرہ)

اور بعض لوگ (منافقین) کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے اور وہ مؤمن نہیں اللہ

اور ایمان والوں کو فریب دیا چاہتے ہیں اور حقیقت میں وہ اپنی جانوں کو ہی فریب دیتے ہیں اور انھیں شعور نہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کے دعوی ایمان کے باوجود بھی انھیں غیر مومن یعنی کافر قرار دیا اور ان کے اظہار ایمان کو فریب ٹھہرایا تو ان آیات نے ان کے دعوے ایمان اور تصدیق رسالت کو فریب ٹھہرا کر انھیں کافر قرار دیا اب رہے ان کے اعمال نماز وغیرہ اس کے متعلق فرمایا۔

ان المنفقین یخدعون اللہ وھو خادعھم واذا قاموا الی الصلوۃ قاموا کسالیٰ یرو ن الناس ولا یذکرون اللہ الا قلیلا مذبذبین بین ذلک ولا الی ھؤ لاء ولا الیٰ ھؤ لاء ومن یضلل اللہ فلن تجد لہ سبیلا۔ (سورہ نساء ۲۱)

بیشک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دیا چاہتے ہیں اور وہ انھیں غافل کر کے ماریگا اور جب نماز کو کھڑے ہوں تو ہارے جی سے لوگوں کو دکھاوا کرتے ہیں اور اللہ کا بہت ہی کم ذکر کرتے ہیں بیچ میں ڈگمگا رہے ہیں نہ ادھر کے نہ ادھر کے اور اللہ تعالیٰ جسے گمراہ کرے تو اس کے لئے کوئی راہ نہ پائیگا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کو فریبی ریاکار بتایا اور ان کی نماز وغیر اعمال کو ریا ٹھہرایا اور انھیں کفر وایمان کے بیچ میں ڈگمگانے والا ضال قرار دیا۔

اب باقی رہا ان کا محبت وتعظیم رسول اللہ کا دعوے تو سرکار رسالت میں حاضر ہوکر تو وہ اس طرح اظہار تعظیم کرتے تھے۔

واذا جاوك حیوك بما لم یحیك به اللہ ۔ (سوہ مجادلہ)

اور جب تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں تو ان لفظوں سے تمہیں مجرا کرتے ہیں جو لفظ اللہ نے تمہارے اعزاز میں نہ کہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کا حال بتایا کہ سرکار رسالت میں حاضر ہوکر تو حضور کی تعظیم میں اور اظہار محبت میں انتہائی تعریف کے الفاظ کہتے ہیں اور جب حضور کی مجلس شریف سے اٹھ کر جاتے ہیں تو آپ کی شان میں توہین وگستاخیاں کرتے ہیں۔

چنانچہ تفسیر خازن میں ہے:

کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک درخت کے سایہ میں تشریف فرماتھے حضور نے صحابہ کرام سے فرمایا ایک شخص عنقریب آئے گا اور تمہیں شیطان کی آنکھوں سے دیکھے گا وہ آئے تو اس

سے بات نہ کرنا کچھ دیر نہ ہوئے کہ ایک کنجی آنکھوں والا سامنے سے گذرا حضور نے اس کو بلا کر فرمایا تو اور تیرے ساتھی کس بات پر میری شان میں گستاخی کے الفاظ بولتے ہیں وہ اپنے رفیقوں کو بلا لایا سب نے آکر قسمیں کھائیں کہ ہم نے کوئی کلمہ حضور کی شان میں گستاخی کا نہیں کہا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

یحلفون باللہ ما قالوا ولقد قالوا کلمة الکفر وکفروا بعد اسلامھم (سورہ توبہ)

اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انھوں نے نبی کی شان میں گستاخی نہیں کی اور بے شک وہ ضرور کفر کا کلمہ بولتے ہیں اور اسلام میں آکر کافر ہوگئے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کی اس عادت کا بیان فرمایا کہ شان رسالت میں گستاخی کریں گے کفری کلمے بولیں گے اور جب ان کی گرفت کی جائے گی تو صاف طور پر اس گستاخی سے انکار کر جائیں گے اور مکر جائیں گے اور انکار پر قسمیں بھی کھائیں گے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کا حکم بیان فرمایا کہ یہ مسلمان ہونے کے بعد کافر ہوگئے۔

ان آیات کا خلاصہ مضمون یہ ہوا کہ منافقین محض دھوکہ دینے کے لئے مسلمانوں کے سامنے قسمیں کھا کر تصدیق رسالت اور کلمہ شریف پڑھتے ہیں اور اپنے مومن اور مسلمان ہونے کا دعوی کرتے ہیں اور محض ریا اور دکھاوے کے لئے جہاد وغیرہ اعمال کرتے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے تو آپ کی انتہائی تعظیم وتوقیر اور تعریف ومدح کرتے ہیں اور جب مجلس شریف میں اٹھ کر اپنی خاص مجلسوں میں پہونچتے ہیں تو حضور کی شان پاک میں توہین وگستاخی کیا کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے خلاف منصوبے تیار کرتے ہیں۔ کفار سے مسلمانون کے راز فاش کرتے ہیں انھیں اہل اسلام سے جنگ کے لئے ابھارتے ہیں۔ مشرکین کے پاس تبلیغ واصلاح کا نام لیکر جاتے ہیں اور بانی اسلام علیہ السلام اور مسلمانون کے خلاف ان سے مشورے کرتے ہیں اور اسلام کے مٹنے کے منصوبے بناتے ہیں۔ جب مسلمان ان کی اس شرارت اور فتنہ پردازی پر مطلع ہو کر ان سے دریافت کرتے ہیں تم یہ کیسا فتنہ فساد پھیلاتے ہو۔ تو کہتے ہیں کہ ہم تو تبلیغ واصلاح کیا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کی اس تبلیغ واصلاح کی حقیقت کا قرآن کریم کی اس آیت میں بیان فرماتا ہے:

واذا قیل لھم لا تفسدوا فی الارض قالوا انما نحن مصلحون الا انھم ھم المفسدون ولکن لا یشعرون۔ (سورہ بقرہ رکوع ۴ پارہ ۱)

جب منافقین سے کہا جاتا ہے کہ تم زمین میں فساد نہ کروتو وہ کہتے ہیں ہم ہی تو اصلاح کرنے والے ہیں آگاہ ہو کہ یہ منافقین ہی فساد کرنے والے ہیں لیکن وہ شعور نہیں کرتے۔

بالجملہ ان تمام آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان منافقین کو باوجود ان کے دعوے ایمان وکلمہ گوئی اور نماز و جہاد وغیرہ اعمال کے بھی انھیں مکار، بدعمل، ریاکار، کم فہم، جھوٹے، دھوکہ دینے والے، ڈگمگانے والے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والے، اصلاح کا نام لیکر فساد کرنے والے، فرمایا اور انھیں کافر وضال ہونے کا حکم دیا۔

پھر یہ منافقین خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد وخلافت میں صولت صدیقی کا لوہا مان کر تقیہ کر گئے اور کسی طرح کی شرانگیزی نہ کر سکے اور مانعین زکوۃ کے مآل واستیصال کو دیکھ کر خاموشی کی زندگی گذارتے رہے۔

پھر یہ منافقین خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں ہیبت وجلالت فاروقی سے دم سادھے پڑے رہے اور غیض وغضب کے گہرے گہرے گھونٹ پیتے رہے اور کسی طرح کی ریشہ دوانی نہیں کر سکے۔

پھر یہ منافقین خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شروع زمانہ خلافت میں کچھ ابھرے اور فتنہ وفساد کی تخم ریزی کرنے لگے خلافت کے چھ سال گذر جانے کے بعد یہ عملی میدان میں اترے اور ان کی شرارت کے شعلے بھڑکے اور انھوں نے خلیفہ کے خلاف بغاوت کے جھنڈے نصب کئے یہاں تک کہ انھوں نے بلوائیوں کا ایک گروہ بنا کر خلیفہ کے مکان کا محاصرہ کیا اور ان کا پانی تک بند کر دیا اور خلیفہ سوم کو نہایت ہی بے رحمی سے شہید کر دیا۔

پھر یہ منافقین خلیفہ چہارم حضرت مولیٰ علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں پوری طاقت ولشکر کے ساتھ مقابلہ کے لئے تیار ہوئے یہاں تک کہ انھوں نے حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ پر خروج کیا تو یہ منافقین اب بجائے لقب منافقین کے خوارج کے نام سے مشہور ہوئے۔

علامہ جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفاء میں تحریر فرماتے ہیں:

فخرجت عليه الخوارج من اصحابه ومن كان معه وقالوا لا حكم الاالله وعسكر والحروراء فبعث اليهم ابن عباس فخاصمهم وحجهم فرجع منهم قوم كثير وثبت قوم وسارو الى النهروان فعرضوا السبيل فسار اليهم على فقتلهم بالنهروان وقتل معهم

ذو الثدیۃ۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۱۸)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اصحاب اور ہمراہیوں میں سے خوارج نے ان پر خروج کیا اور بولے کے حکم تو اللہ ہی کے لئے ہے اور خوارج نے مقام حرورا میں لشکر جمع کیا تو حضرت مولیٰ نے حضرت ابن عباس کی قیادت میں لشکر بھیجا تو انھوں نے ان سے جنگ کی اور ان پر غالب ہوئے تو خوارج کی کثیر تعداد نے رجوع کیا اور باقی اپنے مذہب پر باقی رہے تو وہ نہروان پہنچ کر رہزنی کرنے لگے۔ پھر حضرت علی خود ایک لشکر لیکر ان کی طرف روانہ ہوئے اور انھیں نہروں میں قتل کیا اور ان میں ذوالثدیہ کو بھی قتل کیا۔

صاحب سیرۃ النبی حضرت شیخ الاسلام علامہ سید احمد دحلان مکی نے درر السنیۃ میں ایک حدیث نقل فرمائی؛

لماقتل علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنہ الخواج قال رجل الحمد للہ الذی اھلکھم واراحنا منھم فقال علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کلا والذی نفسی بیدہ ان منھم لمن ھو فی اصلاب الرجال لم تحملہ النساء ولیکونن آخر ھم مع مسیح الدجال ۔

(الدرر السنیۃ مصری ص ۵۱)

جب حضرت مولیٰ علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خوارج کو قتل کیا تو ایک شخص نے کہا کہ اس خدا کے لئے حمد ہے جس نے خوارج کو ہلاک کر دیا اور ہمیں ان کے شر سے راحت دی تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہرگز اس خیال میں نہ رہو قسم اس ذات کے جس کے قبضہ میں میری جان ہے بیشک ان میں بعض ایسے ہیں جو مردوں کی پشتوں میں ہیں ابھی تک اپنی ماؤں کی رحم میں بھی نہیں آئے ہیں ضرور بالضرور اس سلسلہ کا آخر مسیح دجال کے ساتھ ہوگا۔

اس سے یہ صاف ظاہر ہوگیا کہ خوارج نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مقابلہ کیا مسلمانوں کے خون بہانے کو حلال قرار دیا۔ حضرت مولیٰ کرم اللہ وجہہ کو حکم تسلیم کر لینے کی بنا پر کافر ٹھہرایا اور حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان خوارج کو کافر قرار دیا۔ اس بنا پر خوارج سے قتل کو جائز ٹھہرایا اور خوارج کا حکم بھی یہی ہے۔ فتاوے بزازیہ میں ہے:

یجب اکفار الخوارج فی اکفارھم جمیع الامۃ۔ (بزازیہ جلد ۳ ص ۳۱۸)

خارجیوں کا کافر کہنا واجب ہے اس بنا پر کہ وہ اپنے سوا تمام امت کو کافر کہتے ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی تحفہ اثناعشریہ میں تکفیر خوارج پر اجماع کی تصریح فرما

تے ہیں:

محارب حضرت مرتضی اگر از راہ عداوت وبغض ست نزد علمائے اہلسنت کافرست بالاجماع ہمیں است مذہب ایشان در حق خوارج واہل نہروان۔

(از تحفہ اثنا عشریہ مطبوعہ فخر المطابع ص ۳۹۵)

حضرت علی مرتضی سے از راہ عداوت وبغض (جیسے خوارج) لڑنے والے علمائے اہلسنت کے نزیک بالاجماع کافر ہیں یہی ہے علمائے اہلسنت کا مذہب خارجیوں اور اہل نہران کے خوارج کے حق میں۔

ان ہر دو عبارات سے خوارج کے کافر کہنے کا وجوب اور ان کے کفر پر علمائے اہلسنت کا اجماع ثابت ہو گیا۔

بالجملہ خوارج کا یہ سلسلہ خلفائے راشدین کے بعد ہر زمانہ اور ہر قرن میں شرانگیزی اور فتنہ وفساد کرتا ہی رہا۔ خلفائے بنی امیہ وخلفائے عباسیہ سے برابر یہ جنگ وقتال کرتے رہے یہاں تک کہ ۱۲۳۳ھ میں عبدالوہاب نجدی کے متبعین نے حرمین شریفین پر حملہ کیا ور اہل حرمین کو شہید کیا، علمائے اہلسنت کو قتل کیا۔ علامہ ابن عابدین شامی میں اس عبدالوہاب اور اس کے متبعین کو خوارج سے شمار کرتے ہیں:

قوله يكفرون اصحاب نبينا صلى الله تعالىٰ عليه وسلم علمت هذا ان غير شرط فى مسمى الخوارج بل هو بيان لمن خرجوا على سيدنا على رضى الله تعالىٰ عنه والا فيكفى فيهم اعتقادهم كفر من خرجوا عليه كماوقع فى زماننا فى اتباع عبدالوهاب الذين خرجوا من نجد وتغلبوا على الحرمين وكانوا ينتحلون مذهب الحنابلة لكنهم اعتقدوا انهم هم المسلمون وان من خالف اعتقادهم مشركون واستباحوا بذلك قتل اهل السنة وقتل علمائهم حتى كسرا الله تعالىٰ شوكتهم وخرب بلادهم وظفر بهم عساكر المسلمين عام ثلاث وثلثين ومائتين والف۔ (شامی مصری جلد ۳ ص ۳۱۹)

اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کافر کہنا کچھ خارجیوں کے ساتھ ضروری نہیں بلکہ یہ ان خاص خوارج کا بیان ہے جنھوں نے ہمارے مولیٰ علی رضی اللہ عنہ پر خروج کیا تھا خارجی ہونے کو اتنا کافی ہے کہ جن پر خروج کریں انھیں اپنے عقیدہ میں کافر جانیں جیسا ہمارے زمانہ میں عبدالوہاب کے

مقتدیوں سے واقع ہوا جنھوں نے نجد سے نکل کر حرمین شریفین پر ظلما قبضہ کیا وہ اپنے آپ کو حنبلی بتاتے تھے مگر ان کا اعتقاد یہ ہے کہ صرف وہی مسلمان ہیں اور جو ان کے اعتقاد کے خلاف ہے مشرک ہیں، اسی بنا پر انھوں نے اہل سنت وعلمائے اہلسنت کا شہید کرنا حلال ٹھہرالیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت توڑ دی اور ان کے شہر ویران کئے اور مسلمانوں کے لشکر کو ان پر فتح دی سن بارہ سو تینتیس ہجری میں۔

اس عبارت سے ثابت ہو گیا کہ عبدالوہاب نجدی اور اسکی جماعت بھی خوارج میں سے ہے جس نے حرمین شریفین میں اہلسنت وعلمائے اہلسنت کو شہید کیا تو جب اسکا خارجی ہونا ثابت ہوا تو یہ عقائد اہلسنت کا مخالف قرار پایا اور فتاوے بزازیہ وتحفہ اثناعشریہ سے اس کی جماعت کا باجماع علمائے اہلسنت کافر کہنا واجب ثابت ہوا۔

پھر ہندوستان میں یہ خوارج کا مذہب ۱۲۴۰ھ میں ظاہر ہوا۔ دہلی میں خاندان عزیزی میں اسماعیل نامی ایک شخص پیدا ہوا۔ اس نے محمد بن عبدالوہاب نجدی رئیس الخوارج سے اپنا رشتہ عقیدت جوڑا اور ابن عبدالوہاب نجدی خارجی مذکور کی کتاب التوحید کی شرح اردو میں لکھی جس کا نام تقویۃ الایمان ہے۔ اسی اسماعیل دہلوی نے یہاں مذہب خوارج کی اشاعت کی اور جہاد کے نام سے ایک لشکر تیار کیا اور نجدی کی طرح مسلمانان سرحد کو شہید کیا یہاں تک کہ خود بھی مارا گیا۔

پھر ان دہلوی کے بعد رشید احمد گنگوہی نے مذہب خوارج کی تبلیغ واشاعت کا ذمہ لیا۔ وہ ابن عبدالوہاب نجدی جس کا خارجی ہونا علامہ شامی نے ذکر کیا جس کے عقائد کا خلاف مذہب اہلسنت ہونا جس کا باجماع علمائے اہلسنت کافر ہونا فتاوے بزازیہ سے ثابت ہو چکا اس گنگوہی نے اس کے عقائد کو عمدہ قرار دیا اور اسکو اچھا ٹھہرایا۔ فتاوے رشیدیہ جلد اول ص ۷ میں ہے:

سوال سولہواں: وہابی کون لوگ ہیں اور عبدالوہاب نجدی کا کیا عقیدہ تھا اور کون مذہب تھا اور وہ کیسا شخص تھا اور اہل نجد کے عقائد میں اور سنی حنفیوں کے عقائد میں کیا فرق ہے؟۔

الجواب: محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں ان کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان کا حنبلی تھا البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی مگر وہ اور ان کے مقتدی اچھے ہیں ہاں جو حد سے بڑھ گئے ان میں فساد آ گیا ہے اور عقائد سب کے متحد ہیں اعمال میں اختلاف حنفی شافعی مالکی حنبلی کا ہے۔

(فتاوی رشیدیہ مطبوعہ ہندوستان پرنٹنگ ورکس دہلی جلد ا ص ۷)

گنگوہی جی نے اس فتوے میں نجدی اور اس کی جماعت خوارج کو عقائد کو عمدہ بتایا اور نجدی اور اس کے

مقتدیوں کو اچھا ٹھہرایا اور ان سے اپنی خوش عقیدگی کا یہ اظہار کیا کہ جن کے مزاج میں شدت بھی پیدا ہوگئی ہے اور جن میں حد سے بڑھ جانے کی بنا پر فساد بھی آ گیا ہے تو باوجود ان کے عقائد نہیں بدلے بلکہ وہی عقائد ہی باقی رہ گئے تو ظاہر ہو گیا کہ گنگوہی جی بھی اس کے ہم عقیدہ اور متبع ثابت ہوئے کہ ہر شخص جانتا ہے کہ ہمیشہ عمدہ عقائد ہی کا اتباع کیا جاتا ہے تو یہ گنگوہی جی کے خارجی ہونے کی روشن دلیل ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ وہ فرقہ منافقین جس کو اللہ تعالیٰ نے کافر وضال فرمایا کافر وفریبی شان رسالت میں گستاخ وبدگو فرمایا جو چوتھی خلافت میں خوارج کے نام سے مشہور ہو گیا تھا اور جو بفرمان حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہ زمانہ دجال تک باقی رہے گا چنانچہ تیرھویں صدی میں وہ خوارج نجد میں ابن عبدالوہاب اور اس کے مقتدی اور ہندوستان میں اسماعیل دہلوی پھر رشید احمد گنگوہی اور ان کے مقتدی جواب وہابی کے نام سے مشہور ہو گئے ہیں ان خوارج کو علماء اہلسنت نے بالاجماع کافر قرار دیا۔ حضرت خلیفہ چہارم نے انھیں قتل کیا خلفائے بنی امیہ وخلفائے عباسیہ نے انھیں قتل کیا۔ جماعت ابن عبدالوہاب نجدی کو ترکوں نے قتل کیا۔ اسماعیل دہلوی کی فوج کو سرحدی پٹھانوں نے قتل کیا۔ گنگوہی جی ایسے دور میں ابھرے کہ سلطنت اسلامی ہندوستان میں مٹ گئی تھی انھیں مذہب خوارج ووہابیت کی اشاعت کا خوب موقع ملا۔

بالجملہ خوارج کو زمانہ اقدس سے تیرھویں صدی تک بھی تبلیغ واصلاح کا حق نہ اہل سنت اسلام نے کبھی دیا نہ اس وقت اور آئندہ دے سکتے ہیں بلکہ ہمیشہ سے خلفاء وسلاطین نے انھیں قتل کر کے ان کے فتنہ وفساد کو دبایا۔ اور ان ابھرتے ہوئے سیلاب کو روکا۔

اس تبلیغی جماعت کے بانی الیاس صاحب اسی سلسلہ خوارج ووہابیت کی ایک کڑی ہیں۔ یہ گنگوہی جی مذکور کی گود کے پرورش کردہ مرید خاص ہیں جس کی پوری تفصیل آگے آتی ہے۔ تو یہ الیاس بھی خارجی وہابی ہوا جو بحکم فتاوے بزازیہ وتحفہ اثنا عشریہ بالاجماع کافر قرار پایا۔ تو اس کو تبلیغ واصلاح کا حق دیدینا گویا مذہب خوارج کی تبلیغ کی اجازت دینا ہے اور کفر وضلالت کی اشاعت سے راضی ہونا ہے اور اجماع امت کے عمل کی مخالفت کرنا ہے اور قرآن کریم کے بیان کردہ مفسدوں کے فتنہ وفساد کی اعانت کرنا ہے۔

اسلام کی تبلیغ کا حق تمام فرقہائے اسلامیہ میں صرف اہلسنت وجماعت کو ہے، ان کی ہی وہ تبلیغ ہے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیا اور حضور نے اپنی امت کو امر فرمایا۔

یہی تبلیغ اسلام کے تنہا حقدار ہیں اور ان کے سوا جس قدر فرقے مدعیان اسلام ہیں جب وہ خود ہی مسلمان نہیں تو انہیں اسلامی تبلیغ کا حق کس طرح حاصل ہوسکتا ہے۔

اس تبلیغی جماعت کا بانی

تبلیغی جماعت کا بانی محمد الیاس جن کا آبائی وطن پھنچھانہ ضلع مظفر نگر تھا۔ ان کے والد محمد اسمعیل جن کی وہابیت کے سمجھنے کیلئے اتنی بات بہت کافی کہ سوانح مولوی الیاس میں ہے۔

آپ نے (محمد اسماعیل نے) حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی سے طریق سلوک کے حصول کی خواہش کی۔ (از سوانح ص ۳۷)

الیاس صاحب کے والد کی وہابیت تو اسی سے ثابت ہوگئی اب باقی رہی ان کی والدہ کی وہابیت وہ اس سے ظاہر ہے وہ مظفر حسین کاندھلوی کی نواسی تھی اور یہ مظفر حسین شاہ اسحٰق کے شاگرد اور شاہ محمد یعقوب کے خلیفہ اور پیر سید احمد کے دیکھنے والے ہیں اسی سوانح میں ہے۔

مولانا مظفر حسین جو حضرت شاہ اسحٰق صاحب کے نہایت عزیز شاگرد حضرت شاہ محمد یعقوب کے مجاز حضرت سید احمد صاحب اور ان کے رفقا کے دیکھنے والے تھے۔ (از سوانح الیاس ص ۳۵)

تو ان کا گھرانہ اور ماحول ضرور وہابی ہوگا تو یہ الیاس ایسے وہابی ماں باپ کے فرزند ہوئے کہ ان کی تربیت وہابی گھواروں میں ہوئی اور جب یہ گیارہ سال کے ہوئے تو وہابیت کے مرکز میں ان کی تعلیم ہوئی اور گنگوہی کی مجلس وصحبت کے نقوش ان کے قلب پر کندہ ہوئے۔

سوانح میں ہے۔

مولانا محمد الیاس صاحب کا وہ زمانہ گنگوہ میں گذرا جب گنگوہ آئے تو دس گیارہ سال کے بچے تھے جب ۱۳۲۳ھ میں مولانا گنگوہی نے وفات پائی تو بیس سال کے جوان تھے گویا دس برس کا عرصہ مولانا کی صحبت میں گذرا۔ (سوانح ص ۴۵)

تو جس نے دس سال گنگوہ جی کی صحبت میں گذارے ہوں اس کی وہابیت کیسی راسخ ہونی چاہئے پھر مزید براں مولانا الیاس صاحب نے ان سے بیعت کی سوانح میں ہے

مولانا الیاس صاحب کے غیر معمولی حالات کی بنا پر ان کی خواہش و درخواست پر بیعت کرلیا۔

(سوانح ۴۶)

اسی صفحہ میں ہے، آپ کو حضرتِ مولانا رشید احمد صاحب سے ایسا قلبی تعلق پیدا ہو گیا تھا کہ آپ کے بغیر تسکین نہ ہوتی۔

تو اس الیاس کی وہابیت پر اب تو مہر لگ گئی کہ یہ گنگوہی جی کا مرید بھی ہو گیا اب اس کے سلسلہ تلمذ اور تعلیم کو دیکھئے اسی سوانح میں ہے۔

آپ شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب کے حلقہ درس میں شرکت کے لئے دیوبند تشریف لے گئے۔ (سوانح ص ۴۹)

لہٰذا اس الیاس کی تعلیم دیوبند میں ہوئی محمود حسن کا یہ شاگرد ہے اب تو اس کی وہابیت میں کوئی شبہ کی گنجائش باقی رہی اب بھی کچھ شک ہو تو سنئے۔

گنگوہی کی وفات کے بعد آپ نے شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب سے درخواست دی آپ نے مولانا خلیل احمد صاحب سے رجوع کا مشورہ دیا چنانچہ آپ نے مولانا سہارنپوری سے اپنا تعلق قائم کرلیا اور آپ کی نگرانی ورہنمائی میں منازل سلوک طے کرے۔ (سوانح ص ۵۰)

اسی سوانح کے ص ۵۱ پر ہے) مولانا محمود حسن صاحب کے ہاتھ پر بیعت جہاد کی۔

جس الیاس نے وہابی آغوش میں آنکھیں کھولی ہوں جس الیاس نے پیشوایان وہابیہ کو استاذ بنایا ہو جس الیاس نے گنگوہی وسہارنپوری سے بیعت حاصل کی ہو اوران کی صحبت وتربیت میں رہا ہو تو اس الیاس کی وہابیت وخارجیت پر کہیں پردے پڑ سکتے ہیں پھر اسے اکابر وہابیہ سے اس کا تعلق اس قدر زبر دست ہو کہ سوانح میں ہے۔

مولانا گنگوہی کے دوسرے خلفا سے عقیدت مندی اور صحبت واستفادہ کا تعلق برابر قائم رہا شاہ عبدالرحیم رائے پوری مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی اور مولانا اشرفعلی صاحب تانوتوی سے الیاس تعلق تھا کہ فرماتے تھے۔ یہ حضرات میرے جسم وجان میں بسے ہوئے تھے اوران حضرات کو بھی مولانا کی امتیازی خصوصیات کی وجہ سے خصوصی محبت اور لحاظ تھا۔ (سوانح ص ۵۱)

لہٰذا یہ وہ الیاس ہے جو اکابر وہابیہ کو اپنے جسم وجان میں بسا ہوا کہتا ہے گنگوہی جی کو قلب جانتا ہے اور ادھر اکابر وہابیہ کو اس الیاس سے خصوصی محبت ہے اور انھوں نے امتیازی خصوصیات اس کو دیئے ہیں انھیں پورا پورا اس پر اعتماد حاصل تھا چنانچہ سوانح کا یہ واقعہ اس کی دلیل ہے۔

ایک مرتبہ کاندھیلہ میں شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری مولانا خلیل احمد صاب سہارنپوی اور

مولانا اشرفعلی صاحب تھانوی موجود تھے نماز کا وقت آیا تو امامت کے لئے آپ کو (الیاس صاحب کو) بڑھادیا (سوانح ص ۵۴)

پھران الیاس صاحب نے عمر بھر جن مولوی سے ملاقات کی یا عقیدت سے ملے یا ان کو اپنے تبلیغی جلسوں میں مدعو کیا وہ سب دیوبندی وہابی مولوی ہیں جن کی مختصر فہرست یہ ہے۔

(۱) مولوی خلیل احمد سہارنپوری، (۲) مولوی حسین احمد (۳) مفتی کفایت اللہ (۴) مولوی عبدالشکور لکھنوی۔(۵) مولوی طیب مہتمم مدرسہ دیوبنڈ (۶) مولوی محمد شنید مہتمم مدرسہ عبدالرب دہلی ۔(۷) مولوی عبداللطیف ناظم مدرسہ مظاہرالعلوم سہارنپور (۸) مولوی اعزاز استاذ مدرسہ دیوبند (۹) مولوی عبدالقادر رائے پوری (۱۰) مولوی عبدالحنان (۱۱) مولوی عمران (۱۲) منظور نعمانی (۱۳) عطاء اللہ بخاری (۱۴) مولوی ظفر احمد تھانوی (۱۵) عبدالحق مہتمم مدرسہ شاہی مراد آباد۔ حتی کی اس الیاس کے مرض الموت میں اور وقت موت اور بعد موت مولوی منظور سنبھلی اور ظفر احمد تھانوی اور مفتی کفایت اللہ موجود تھے تو جس الیاس کی ساری عمر اکابر وہابیہ کے ساتھ گذری ہو اور اس کی اس سوانح میں کہیں کسی مشہور سنی عالم سے ان کی نہ ملاقات اور نہ ملنے کا تذکرہ ہو نہ اپنے کسی تبلیغی جلسہ میں انھیں مدعو کرنے کا ذکر ہو تو اس لئے اس کی طرف کوئی ذی عقل سنی ہونے کا وہم بھی نہیں کرسکتا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ یہ الیاس بانی تبلیغی جماعت نہایت سخت متعصب خارجی وہابی دیوبندی ثابت ہوا بلکہ وہابیوں اور دیوبندیوں کا مقتدا و پیشوا ثابت ہوا اس کی وہابیت میں کسی کو ادنی وہم کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

الیاسی تبلیغی جماعت کا مذہب

مذہبی جماعت کے بنانے کے دو طریق ہیں ایک طریقہ تو یہ ہے کہ لوگ مذہب سے واقف ہیں عقائد اسلام کو خوب جانتے ہیں احکام دین سے باخبر ہیں یہ لوگ محض اپنے ہم مذہبوں کے نظم کیلئے تشکیل جماعت کرتے ہیں تو یہ لوگ اپنے چند اراکین تجویز کرتے ہیں اور پھر یہ ساری جماعت اپنی باگ ڈور ایک صدر اعلیٰ کے ہاتھ میں دے دیتی ہے۔ اور اس صدر اعلیٰ کی اطاعت اپنے اوپر لازم قرار کرلیتی ہے اور اس کے کسی حکم اور منشا کے خلاف کرنا اپنے لئے جرم عظیم متصور کرتی ہے۔ اگر ان کا صدر اعلیٰ خود دین سے ذرا انحراف کرتا ہے اور کسی عقیدہ حقہ یا مسئلہ شرعی کے خلاف کوئی حکم دیتا ہے تو یہ دیندار جماعت اس

کی ہر گز اطاعت نہیں کرے گی بلکہ پہلے تو اس صدر اعلیٰ کی حتی الامکان اصلاح کی سعی کریگی اگر وہ درست ہو گیا تو اپنے عہدہ صدارت پر فائز رہے گا اور اگر اس صدر اعلیٰ کی اصلاح ہوئی اور وہ اپنی غلط روی سے باز نہ آیا تو یہ واقف کار جماعت اس کو صدارت ہی سے معزول کردے گی اور اپنا کوئی اور دیندار صدر اعلیٰ منتخب کر لے گی بالجملہ ایسی دین سے واقف کار دیندار جماعت کا مذہب اس کے صدر اعلیٰ کا مذہب نہیں ہوتا بلکہ اس صدر اعلیٰ کا وہ مذہب ہوتا جو اس جماعت کا مذہب ہوتا ہے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ایک شخص کے دماغ میں نئی مذہبی جماعت بنانے کا شوق پیدا ہو تو وہ سب سے پہلے ایسے لوگوں کو تلاش کرتا ہے جو دین سے ناواقف ہوں۔ مذہبی اعتقادیات واحکام سے بے خبر ہوں۔ جن کے قلوب پر دین کی کسی بات کا کوئی نقش کندہ نہ ہو۔ جو محض سادہ لوح ہوں۔ مادہ محض ہوں۔ کسی دینی پیشوا سے نہ انھیں عقیدت حاصل ہو نہ ان کی معرفت ہو۔ تو یہ شخص پہلے تو ان پر اپنا علمی اقتدار قائم کر لے گا۔ پھر انھیں اپنے زہد وتقوی سے گرویدہ بنائیگا اور ان ناواقفوں میں اپنے ایثار واخلاص کا رنگ جمائیگا یہاں تک کہ ان میں سے ایک شخص کو بیعت کر لیگا۔ پھر کچھ روز کے بعد دوسرے شخص کو اپنا مرید کر لیگا۔ پھر اسی طرح آہستہ آہستہ ایک ایک شخص کو اپنا گرویدہ بناتا جائیگا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس ساری ناواقف قوم کو اپنا لے گا۔ اور ان کی ایک جماعت تیار کر لیگا۔ چونکہ ان ناواقفوں کے سادہ قلوب پر اس کے علم وفضل اس کے زہد وتقوے اور ایثار واخلاص کے نقوش کندہ ہو گئے ہیں تو وہ بے خبر لوگ دنیائے انسانیت میں نہ اور کسی کو ایسا عالم دین جانتے ہیں نہ کسی کو ایسا متقی اور پیر اعتقاد کرتے ہیں نہ کسی کو دین کا ایسا خادم ومخلص سمجھتے ہیں۔

تو اس شخص کا حکم اس جماعت پر اس قدر زبردست ہوگا کہ گویا اس کی حکم عدولی نہیں کر سکتا۔ اس کے اشارہ پر ساری جماعت گردش کریگی اس کا ہر قول ان کے صفحات قلب پر کندہ ہو جائیگا اس کا ہر فعل ان کے لئے شاہراہ بن جائیگا اسی بنا پر ساری جماعت اس کے اقوال وافعال کا نمونہ نظر آیا کرتی ہے۔

اور اگر اس بانی سے کوئی دینی غلطی ہو جائے یا وہ کسی حکم شرعی کے خلاف حکم دیدے تو یہ ناواقف جماعت اپنی عقیدت اور جہالت کی وجہ سے اس دینی غلطی کو صحیح جانے گی اور حکم مخالف شرع کو ہی اپنا دین اعتقاد کر لے گی اور اگر کوئی عالم ان کے بانی کے حکم کے خلاف صریح آیت وحدیث بھی پیش کردے یا آفتاب سے زیادہ روشن دلائل بھی قائم کردے تو وہ نادان جماعت اپنے بانی کے قول سے شمہ بھر نہیں ہٹ سکتی۔ بلکہ اپنے بانی کے باطل قول اور غلط فعل ہی کی تائید کیے جائیگی تو اسی دن سے ناواقف جماعت

اپنے بانی کو نہیں چھوڑ سکتی۔ ایسی مذہب سے بے خبر جماعت اپنے پیشوا سے منہ نہیں موڑ سکتی کہ وہ اپنے بانی کے ہر قول و فعل کو صرف مذہب جانتی ہے اور اپنے بانی کے مخالف قول و فعل کو بد مذہبی سمجھتی ہے۔

لہٰذا ایسی جماعت کا وہی مذہب ہوتا ہے جو اس کے بانی کا مذہب ہوتا ہے اب اس بات کے باور کرنے میں کسی ادنی عقل و فہم والے کو بھی تامل نہ ہوگا جماعت بنانے کا یہ دوسرا طریق ہر بانی مذہب کو اختیار کرنا پڑتا ہے۔

غلام احمد قادیانی نے اپنی جماعت قادیانی اسی طرح تیار کی۔ سر سید احمد نے اپنی نیچری جماعت ایسے طریقہ سے بنائی۔ عبداللہ چکڑالوی نے اپنی جماعت اہل قرآن اسی طور پر منظم کی۔ عبداللہ بن سبا نے اپنی جماعت روافض ایسے ہی ایجاد کی۔ اسمٰعیل دہلوی نے جماعت وہابیہ اسی انداز سے گڑھی۔ ابوالاعلی مودودی نے اپنی نام نہاد اسلامی جماعت ایسے ہی تعمیر کی۔

ان سب جماعتوں کے وہی مذاہب ہیں جو ان کے بانیوں کے مذاہب ہیں۔ ان سب جماعتوں کے وہی عقائد ہیں جو ان کو سادہ قلوب پر ان کے بانیوں نے کندہ کئے۔ ان جماعتوں کے وہی افعال ہیں جو ان کے جوارح کو ان کے بانیوں نے عادی بنایا۔ تو انھیں کی ہر ہر جماعت اپنے مذہب واعتقاد میں فعل و عمل میں اخلاق و عادات میں اپنے اپنے بانی کا نمونہ ہے۔

الیاس صاحب کو جب بانی جماعت ہونے کا شوق ہوا تو ان کی نظر میوات پر پہنچی جو نام کے مسلمان تھے دین سے ناواقف تھے۔ بوجہ بالکل سادہ لوح اور مادہ محض اور خالی زمین کی طرح تھے۔ انھوں نے آہستہ آہستہ ایک ایک کو ان میں سے مانوس کیا اور اسے بیعت کر لیا وران سادہ لوح پر وہابی عقائد کندہ کر دیئے اور ان مادہ محض میں اعمال دیوبندی کی صور ڈالدیں اور اس زمین میں وہابیت وخارجیت کا بیج بودیا اور جاہلوں کو مبلغ کا لقب دیکر زمین ہند میں گشت کرنے کے لئے ملازم رکھ لیا۔

اس تبلیغ الیاسی کے اکثر واصل اعضاء یہی میواتی لوگ ہیں جن کا مذہب اور عقائد وہی ہیں جو الیاس کا مذہب اور عقائد تھے اور اس الیاسی تبلیغ کے چلتے ہوئے کام کو دیکھ کر بعض وہ لوگ بھی شامل ہو گئے جو نسلی وہابی ہیں اور میواتی نہیں ہے۔ تو اس الیاسی تبلیغ کی جماعت میں یہ دو قسم کے افراد تو وہ ہیں جو نہایت پختہ وہابی دیوبندی ہیں۔ اور یہ ہر دو بانی جماعت کے بالکل ہم مذہب اور ہم عقیدہ ہیں یہ ہر دو اپنی وہابیت کو خفا میں رکھنے کی کوشش کرتے ہیں مگر وہ کہیں نہ کہیں ظاہر ہو جاتی ہے۔

بعض وہ بھی ہیں جو اہلسنت و جماعت ہیں جو ان کے فریب میں آکر یا طمع میں ان کے ساتھ ہو

گئے ہیں۔ اور یہ لوگ ان پر بھی وہابیت کے ڈورے ڈال رہے ہیں اور وہ اپنی ناواقفی میں ان کے شکار بنے ہوئے ہیں لیکن ایسے لوگ اس جماعت میں بہت کم ہیں اکثر وبیشتر وہی افراد ہیں جو وہابیت میں راسخ اور نہایت پختہ ہیں۔

تبلیغی جماعت کے عقائد

جب یہ امر ثابت ہو چکا کہ تبلیغی جماعت کا مذہب اور عقائد بالکل وہی ہیں جو اس کے بانی الیاس کا مذہب اور عقائد تھے۔ اور خود الیاس کے متعلق یہ ثابت ہو چکا کہ وہ رشید احمد گنگوہی خلیل احمد سہارنپوری کا مرید ہے اور محمود حسن کا شاگرد ہے اور دیوبند کا وہ تعلیم یافتہ ہے۔ تھانوی رائے پوری اور تعلیم اکابر وہابیہ کا متبع اور پیرو ہے۔ اور تمام اکابر وہابیہ کا معتمد اور اصاغر وہابیہ کا پیشوا ہے۔ تو اس الیاس اور اسکی تبلیغی جماعت کے عقائد ومسائل وہی ہوئے جو تمام وہابیہ کے عقائد ومسائل ہیں۔ اگر چہ عقائد وہابیہ میں مستقل رسالے بکثرت مطبوعہ موجود ہیں۔ میں اپنے رسالہ کاشف سنیت ووہابیت سے بطور نمونہ کے صرف ۲۵ عقائد اور ۲۵ مسائل ان وہابیہ کے مع ان کی اصل عبارات کے اور اسکے مقابلہ میں مشہور کتب اہلسنت وجماعت سے عبارات بقید صفحات نقل ہونگی تا کہ ہر ایک پر ان کا مقابل اہلسنت ہونا ظاہر ہو جائے۔

عقیدہ (۱) وہابیہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے العیاذ باللہ

عقائد وہابیہ مع اصل عبارت

اصل عبارت: لانسلم کہ کذب مذکور محال بمعنی مسطور باشد۔

(از یکروزی ص ۱۴۵ مصنفہ امام الوہابیہ اسمٰعیل دہلوی)

ترجمہ: ہم نہیں مانتے کہ اللہ کا جھوٹ بولنا محال ہو (نیز) امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا بلکہ قدماء میں اختلاف ہوا ہے۔

(براہین قاطعہ مطبوعہ ساڈھورہ ص ۲ مصنفہ خلیل احمد انبیٹی سہارنپوری ومصدقہ رشید احمد گنگوہی)

عقائد اہلسنت وجماعت مع عبارات

وہابیہ کے نزدیک جب اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا محال نہیں تو ان کے نزدیک خدا کا کذب ممکن ہوا یعنی وہ جھوٹ بول سکتا ہے اور اہلسنت کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا محال ہے۔

شرح فقہ اکبر مصری کے صف ۲۲ پر ہے۔ والکذب علیه محال۔

ترجمہ: اللہ پر جھوٹ محال ہے۔

شرح مواقف کشوری کے ص ۶۰۴ پر ہے: یمتنع علیه الکذب اتفاقا۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ پر کذب باتفاق ناممکن ہے۔

مسایرہ اور مسامرہ مطبوعہ دہلی کے ص ۸۴ پر ہے: (وھو) ای الکذب (مستحیل علیه تعالیٰ) (لانه نقص)

ترجمہ: کذب اللہ تعالیٰ پر محال ہے اس لئے کہ وہ عیب ہے لہذ وہابیہ کا یہ عقیدہ بالکل عقیدہ اہلسنت وجماعت کے مخالف اور مقابل ہے۔

عقیدہ (۲) وہابیہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ جاہل ہے العیاذ باللہ تعالیٰ

(عبارت) غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو جب چاہے کر لے یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے (از تقویۃ الایمان مطبوعہ مرکنٹائل پرنٹنگ پریس دہلی ص ۳ مصنفہ امام الوہابیہ اسمٰعیل دہلوی۔

عقائد اہلسنت

وہابیہ کے نزدیک خدا کا علم اختیاری ہے کہ وہ چاہے تو دریافت کرلے اور ظاہر ہے کہ دریافت کرنے سے پہلے اس غیب کا علم نہ ہوگا اور علم نہ ہونے کا نام ہی جہل ہے تو معاذ اللہ وہابیہ کا یہ عقیدہ ہوا کہ خدا جاہل ہے اور اہلسنت کا عقیدہ یہ ہے۔

فتاوی عالمگیری مجیدی کے جلد ۲ ص ۲۸۱ پر ہے: یکفر اذاو صف الله تعالیٰ بما لا یلیق او نسبه الی الجهل۔

ترجمہ جو خدا کی ایسی شان بیان کرے جو اسکے لائق نہیں یا اس کو جہل کی طرف نسبت کرے وہ کافر ہے۔ لہذا وہ وہابیہ کا یہ عقیدہ بھی عقیدہ اہلسنت کے بالکل خلاف اور مقابل ٹھہرا۔

عقیدہ (۳) وہابیہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا علم قدیم نہیں العیاذ باللہ

یہی عبارت منقولہ عقیدہ نمبر ۲

عقائد اہلسنت

وہابیہ نے جب علم خدا کو اختیاری مانا تو اس کے علم کو ضروری ولازم نہ جانا اس لئے کہ دریافت کرنے سے پہلے وہ علم حاصل نہ ہوگا اور یہ علم حادث کی شان ہے علم قدیم کی یہ شان نہیں کہ وہ کسی وقت حاصل

نہ ہوتو وہابیہ کے نزدیک علم خدا قدیم نہ ہوا۔ اور اہلسنت کا عقیدہ یہ ہے۔

شرح فقہ اکبر مصری کے ص ۴۸ پر ہے: فعلمه قديم۔ اللہ تعالیٰ کا علم قدیم ہے۔

فتاوے عالمگیری کے ص ۲۸۲ پر ہے: لو قال علم خدا قديم نيست يكفر ملخصا۔

ترجمہ جو علم خدا کو قدیم نہ مانے کافر ہے لہذ وہابیہ کا یہ عقیدہ بھی عقیدہ اہلسنت کے بالکل خلاف ہے۔

عقیدہ (۴) وہابیہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ مکار ہے العیاذ باللہ تعالیٰ

(عبارات) سو اللہ کے مکر سے ڈرا چاہئے۔

(تقویۃ الایمان مطبوعہ مذکور مصنفہ امام الوہابیہ اسمعیل دہلوی۔

عقائد اہلسنت مع عبارات

وہابیہ۔ نے شان الٰہی میں کیسی گستاخی کی کہ خدا کے لئے مکر جیسے عیب کی طرف نسبت کر کے اسے مکار ثابت کر دیا اور اہلسنت کے نزدیک مکر عیب ہے لہذا اسکی نسبت خدا کی طرف نہیں ہوسکتی۔

تفسیر صاوی مصری کے جلد ۲ ص ۸۷ پر ہے: المكر في الاصل الخديعة والحيلة وذلك مستحيل على الله۔

مکر اصل میں فریب اور بہانہ کے معنی میں مستعمل ہے تو یہ مکر اللہ کے لئے محال ہے۔

تفسیر مدارک التنزیل مصری کے جلد ۱ ص ۱۲۴ پر ہے: لا يجوز اضافة المكر الى الله تعالىٰ الاعلىٰ الجزاء لانه مذموم عند الخلق۔

سوائے معنی جزا کے اللہ تعالیٰ کی طرف مکر کی نسبت کرنا جائز نہیں کہ یہ لوگوں کے نزدیک مذموم اور برائی ہے) لہذا وہابیہ کا یہ عقیدہ بھی عقیدہ اہلسنت کے بالکل خلاف ہے۔

عقیدہ (۵) وہابیہ کے نزدک قرآن کریم کلام الٰہی نہیں باہمی مشورہ ہے: العياذ بالله

(عبارت) بلکہ اس کے دربار میں ان کا تو یہ حال ہے کہ جب وہ کچھ حکم فرماتا ہے وہ سب سے رعب میں آ کر بے حواس ہو جاتے ہیں اور ادب و دہشت کے مارے دوسری بار اس بات کی تحقیق اس

سے نہیں کر سکتے بلکہ ایک دوسرے سے پوچھتا ہے اور جب اس بات کی آپس میں تحقیق کر لیتے ہیں سوائے امنا وصدقنا کے کچھ کہہ نہیں سکتے پھر بات الٹنے کا تو کیا ذکر۔ (تقویۃ الایمان ص ۳۴ مذکور)

عقائد اہلسنت وجماعت مع عبارات

وہابیہ کے نزدیک نبی بوقت وحی رعب سے بے حواس ہو گئے اور بے حواسی میں کلام الٰہی سمجھا نہیں اور دوبارہ دریافت نہیں کر سکتے لہذا آپس میں ایک دوسرے سے پوچھ کر مشورہ کر کے امنا صدقنا کرلیا تو وہابیہ کے عقیدہ میں قرآن کریم کلام الٰہی تو ہوا نہیں بلکہ وہ باہمی مشورہ ہوا اور اہلسنت کا یہ عقیدہ ہے۔

امام اعظم علیہ الرحمۃ فقہ اکبر مصری کے ص ا پر فرماتے ہیں: القرآن كلام الله تعالىٰ فهو قيم۔

ترجمہ: قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام اور قدیم ہے۔

شرح فقہ اکبر کے ص ۱۵۳ پر ہے: من جحد القران اى كلمة او سورة منه او آية اوزعم انها ليست من كلام لله تعالىٰ كفر۔

جس نے سارے قرآن کا یا اس کی کسی سورت کا یا کسی آیت کا انکار یا یہ گمان کیا کہ وہ کلام الٰہی نہیں ہے تو وہ کافر ہو گیا۔ لہذا وہابیہ کا یہ عقیدہ بھی عقیدہ اہلسنت کے بالکل خلاف قرار پایا۔

عقیدہ (۶) وہابیہ کے نزدیک انبیائے کرام عاجز ہیں العیاذ باللہ تعالیٰ

(عبارت) اولیاء انبیاء وامام زادہ پیر وشہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز (تقویۃ الایمان مذکور ص ۶۸) چھوٹے بڑے سب اس کے بندے عاجز ہوتے ہیں اور بے اختیار ہوتے ہیں اور پیغمبر سب برابر ہیں ن۔ (نصیحۃ المسلمین مطبوع ع ہ محمد لکھنو ص ۱۲)

عقائد اہلسنت وجماعت مع عبارات

وہابیہ کے نزدیک حضرات انبیائے کرام اور چھوٹے انسانوں کے برابر عاجز ہیں اور اہلسنت کے عقیدہ میں حضرات انبیاء کرام خلفاء اللہ ہیں اور وہ بعطائے الٰہی عالم میں تصرف کرنے پر قادر ہیں۔

تفسیر عزیزی مطبوعہ حیدری کے ص ۱۹۷ پر ہے "باز اور اقدرتے دادند کہ نمونہ قدرت خودست بآن معنی کہ چنانچہ قدرت کاملہ الٰہی سبب وجود حقائق متاصلہ ثابت الآثار ست ہمچناں قدرت ایں خلیفہ: اللہ تعالیٰ نے خلیفہ کو ایسی قدرت دی جو اس کی اپنی قدرت کا نمونہ ہے بایں معنی کہ جیسے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ حقائق متاصلہ ثابت الآثار کے وجود کا سبب ہے ایسے ہی کسی خلیفہ کی لہذا وہابیہ کا یہ عقیدہ

بھی عقیدہ اہلسنت کے خلاف ہے۔

عقیدہ (۷) وہابیہ کے نزدیک انبیاء کرام بے خبر اور نادان ہیں العیاذ باللہ

(عقائد وہابیہ مع اصل عبارات)

اسی طرح کچھ اس بات میں بھی ان انبیاء کو بڑائی نہیں ہے کہ اللہ صاحب نے غیب دانی ان کے اختیار میں دیدی ہو جس کے دل کا حال جب چاہیں معلوم کرلیں یا جس غائب کا احوال جب چاہیں معلوم کرلیں کہ وہ جیتا ہے یا مر گیا یا کس شہر میں ہے یا کس حال میں یا جس آئندہ بات کو جب ارادہ کریں تو دریافت کرلیں کہ فلانے کے ہاں اولاد ہوگی یا نہ ہوگی یا اس سوداگری میں اس کو فائدہ ہوگا یا نہیں ہوگا یا اس لڑائی میں فتح پاویگا یا شکست کہ ان باتوں میں بھی سب بندے بڑے ہوں یا چھوٹے سب یکساں بے خبر ہیں اور نادان۔ (تقویۃ الایمان ص ۲۹)

عقائد اہلسنت وجماعت مع عبارات

وہابیہ نے عقیدہ نمبر ۶ میں انبیاء کرام کو اپنی برابر عاجز و بے اختیار کہہ کر ان کی خداداد قوت وتصرف کا انکار کیا اس عبارت میں ان کی علمی فضیلت وفوقیت کے ختم کرنے کے لئے صاف کہہ دیا کہ وہ چھوٹوں کی برابر بے خبر اور نادان ہیں یعنی انبیاء علم میں ہماری برابر ہیں یہ شان انبیائے کرام میں گستاخی وتوہین ہے اہل سنت کے نزدیک حضرات انبیائے کرام کو اللہ تعالیٰ ایسی قوت مدرکہ عطا فرماتا ہے جس سے وہ غیوب کو باختیار خود دریافت کرلیا کرتے ہیں۔

علامہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں حضرت امام غزالی سے ناقل ہیں " النبوۃ عبارۃ عما یختص به النبی یفارق به غیره وهو یختص بانواع من الخواص احدها انه یعرف حقائق الامور المتعلقه بالله وصفاته وملئکته والدار الاخرة علما مخالفالعلم غیره بکثرة المعلولات وزیادة الکشف والتحقیق وثانیها ان له فی نفسه صفة بها تتم الافعال الخارقة للعادة کما ان لنا صفة تتم بالحرکات المقرونة بارادتناوهی القدرة ثالثها ان له صفة بها یبصر الملائکة ویشاهد هم کما ان البصر صفة بها یفارق الاعمی رابعا ان له صفة بها یدرك ما سیکون فی الغیب۔ (زرقانی مصری جلد ا ص ۲۰)

نبوت اس وصف سے عبارت ہے کہ جس کے ساتھ نبی مختص ہوتا ہے اور غیر نبی سے ممتاز ہوتا ہے اور نبی چند خواص کے ساتھ مختص ہے پہلی خصوصیت یہ ہے کہ جو امور اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات

اور فرشتوں اور آخرت کے ساتھ متعلق ہیں نبی ان کی حقائق کا عارف ہوتا ہے غیر نبی کو کثرت معلومات اور زیادتی کشف و تحقیق میں اس سے کچھ نسبت نہیں دوسری خصوصیت یہ ہے کہ نبی کی ذات میں ایک ایسا وصف ہے جس سے افعال خارقہ عادات تمام ہوتے ہیں جس طرح کہ ہمیں ایسی قدرت حاصل ہے کہ جس سے ہمارے حرکات ارادیہ پورے ہوتے ہیں تیسری خصوصیت یہ ہے کہ نبی کو ایک ایسا وصف حاصل ہوتا ہے جس سے ملائکہ کو دیکھتا اور مشاہدہ کرتا ہے جس طرح بینا کو ایک وصف حاصل ہے جس کے باعث وہ نابینا سے ممتاز ہوتا ہے۔ چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ نبی کو ایک ایسا وصف حاصل ہے جس سے وہ غیب کی آئندہ باتوں کو ادراک کر لیتا ہے۔ لہذا وہابیہ کا یہ عقیدہ بھی عقیدہ اہلسنت کے خلاف ہے۔

عقیدہ (۸) وہابیہ کے نزدیک انبیائے کرام کی سرداری چودھری اور زمیں دار کی طرح ہے

(عبارت) جیسا ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیں دار سوان معنوں کو ہر پیغمبر اپنی امت کا سردا رہے۔ (تقویۃ الایمان ص ۴۷)

اہل سنت کا عقیدہ

وہابیہ کو عظمت شان انبیائے کرام کے اظہار کیلئے کیا اور کلمات نہیں مل سکے۔ ان کو اگر خلفاء اللہ ہی کہہ دیا ہوتا تو مسلمانوں کا دل تو نہیں دکھتا۔ اہلسنت کے نزدیک مراتب انبیائے کرام اور مراتب بشری سے بہت بلند ہیں۔

شرح شفا شریف مصری کے جلد اص ۳۲۰ پر ہے: رتبهم اشرف الرتب ای اشرف مرتب البشر فهو باجماع الامة ودرجاتهم ارفع الدرجات۔

باجماع امت انبیاء کے مراتب وادراکات بشر کے مراتب ودرجات سے اعلیٰ اور بہت بلند ہیں۔ لہذا وہابیہ کا یہ عقیدہ بھی عقیدہ اہلسنت وجماعت کے بالکل خلاف ہے۔

عقیدہ (۹) وہابیہ کے نزدیک انبیائے کرام کی بڑے بھائی کے برابر تعظیم کی جائے العیاذ باللہ

عقائد وہابیہ مع اصل عبارت

انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے اور مالک سب کا اللہ ہے بندگی اس کو چاہئے اس حدیث سے معلوم کہ اولیاء وانبیاء وامام زادہ پر وشہید جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے۔ (تقویۃ الایمان ص ۶۸)

عقائد اہلسنت وجماعت مع عبارات

وہابیہ نے اس میں انبیائے کرام سے اپنی برادری اور بھائی بندی کا رشتہ جوڑ کر ان کی تعظیم بڑے بھائی کے برابر کرنے کا حکم دیا اہلسنت کے نزدیک انبیائے کرام اپنی امتوں کے دینی باپ ہوتے ہیں۔

قرآن کریم میں ہے: البنی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم وازواجہ امھاتھم۔

(ترجمہ) نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں۔

(تفسیر مدارک مصری جلد۳ ص ۲۲۵) پر ہے: وفی قرائۃ ابن مسعود النبی اولیٰ المومنین من انفسھم وھو اب لھم وقال مجاھد کل نبی ابو امتہ ولذالک صار المومنون اخوۃ لان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابوھم فی الدین۔

ترجمہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرات میں ہے کہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے اور وہ ان کا باپ ہے۔ اور مجاہد نے فرمایا ہر نبی اپنی امت کا باپ ہے۔ اسی بنا پر تو مومنین آپس میں بھائی ہوئے کیونکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے دینی باپ ہیں۔ لہذا وہابیہ کا یہ عقیدہ اہلسنت کے خلاف ہے۔

عقیدہ (۱۰) وہابیہ کے نزدیک انبیائے کرام کو وکیل وشفیع سمجھنے والا ابوجہل کی برابر مشرک ہے العیاذ باللہ

(عبارت) جو کوئی کسی بھی ولی کو یا امام وشہید کو یا کسی فرشتے کو یا کسی پیر کو اللہ کی جناب میں اس قسم کا (بالوجاہت) شفیع سمجھے وہ اصلی مشرک ہے (تقویۃ الایمان ص ۳۵) ان کو اپنا وکیل وسفارشی سمجھنا بھی ان کا کفر وشرک تھا سو جو کوئی کسی سے معاملہ کرے گو کہ اس کو اللہ کا بندہ ومخلوق ہی سمجھے سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہے۔ (تقویۃ الایمان ص ۸)

عقائد اہلسنت وجماعت مع عبارات

وہابیہ نے انبیائے کرم کے وکیل وشفیع سمجھنے والوں کو ابوجہل کی برابر اصل مشرک قرار دیا اور شفاعت انبیا کا اصاف انکار کیا وراہلسنت انبیاء کے وکیل وشفیع سمجھنے والوں کو مؤمنین کاملین جانتے ہیں اوران کی شفاعت کو حق مانتے ہیں۔

حدیث ابن ماجہ مطبوعہ دہلی کے ص ۳۳۰ پر ہے: يشفع يوم القيمة ثلثة الانبياء ثم العلماء ثم الشهداء ۔ روز قیامت انبیاء اور علماء اور شہداء شفاعت کرینگے۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ فقہ اکبر مصری کے ص ۳ پر فرماتے ہیں شفاعة الانبياء عليهم الصلاة والسلام حق۔

انبیاء علیہم السلام کا شفاعت کرنا حق ہے لہٰذا وہابیہ کا یہ عقیدہ بھی عقیدہ اہل سنت کے خلاف ہے اوران کے عقیدہ کی بناپر تمام امت مشرک ہے۔

عقیدہ (۱۱) وہابیہ کے نزدیک انبیائے کرام کے معجزے سے بڑھ کر جادوگر اور طلسم والے کرسکتے ہیں العیاذ باللہ تعالیٰ

(عبارت) بسیار چیزست کہ ظہور آں از مقبولین حق از قبیل خرق عادت شمردن می شود حلانکہ امثال ہماں افعال بلکہ اکمل واقوی ازاں ارباب سحر واصحاب طلسم ممکن الوقوع باشد۔

(فتاوی رشیدیہ ص ۳۱ ج ۳)

بہت چیزیں کہ مقبولین کی معجزہ یا کرامت گنی جاتی ہیں ایسی بلکہ قوت وکمال میں ان سے بڑھ کر جادوگر اور طلسم والے کرسکتے ہیں۔

عقائد اہلسنت وجماعت مع عبارات

وہابیہ نے انبیائے کرام کو جادوگر اور طلسم والے سے گھٹایا اور جادو اور طلسم کو معجزے سے بڑھایا۔ اہل سنت کے نزدیک جادو اور طلسم خارق عادت ہی نہیں۔

چنانچہ تکمیل الایمان کے صفحہ ۷۵ پر ہے: "وبہ حقیقت سحر وطلسمات وشعبدہ از خوارق عادت نبود۔ اور حقیقۃ جادو اور طلسم اور شعبدہ خوارق عادت سے نہیں۔ اسی لئے انکا مثل لاکر دوسرا معارضہ کرسکتا ہے۔

مواہب لدنیہ مصری کے جلد ا صفحہ ۳۴۷ پر ہے: السحر المقرون بالتحدى فانه يمكن

معارضتہ بالایمان مثلہ۔ وہ جادو جو دعوی مقابلہ کے ساتھ ہو تو اس کا مثل لا کر معارضہ ممکن ہے۔

اور معجزہ کی یہ تعریف ہے۔ شرح عقائد نسفی مطبوعہ انوار محمدی کے ص ۱۹۹ پر ہے:

المعجزة امر يظهر بخلاف العادة على يد مد عى النبوة عند تحدى المنكرين على وجه يعجز المنكرين عن الاتيان بمثله۔

معجزہ ایسا امر ہے جو خلاف عادت مدعی نبوت کے ہاتھ سے منکروں کے مقابلہ کے وقت اس طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ منکرین اس کا مثل لانے سے عاجز ہو جاتے ہیں۔ لہذا وہابیہ کا یہ عقیدہ بھی عقیدہ اہلسنت کے بالکل خلاف اور مقابل ہوا۔

عقیدہ (۱۲) وہابیہ کے نزدیک انبیائے کرام چوہڑے چمار ہیں العیاذ باللہ تعالیٰ

عقائد وہابیہ مع اصل عبارات:- ہمارا جب خالق اللہ اور اس نے ہم کو پیدا کیا تو ہم کو بھی چاہئے کہ اپنے ہر کاموں میں اسی کو پکاریں اور کسی سے ہم کو کیا کام۔ جیسے جو کوئی ایک بادشاہ کا غلام ہو چکا تو وہ اپنے ہر کام کا علاقہ اس سے رکھتا ہے دوسرے بادشاہ سے بھی نہیں رکھتا اور کسی چوہڑے چمار کا تو کیا ذکر ہے۔ (تقویۃ الایمان مذکور ص ۲۱)

عقائد اہلسنت و جماعت مع عبارات

مسلمان چونکہ انبیاء و اولیاء سے بھی علاقہ رکھتا ہے اور انھیں بخیال توسل و استمداد پکارتا ہے تو امام الوہابیہ نے اسی کے جواب میں کہا کہ بس خدا ہی کو پکارو اسی سے علاقہ رکھو۔ کسی چوہڑے چمار یعنی انبیاء اولیاء کا کیا ذکر کرتے ہو۔ اہلسنت کے نزدیک انبیاء کی محبت اور ان سے علاقہ رکھنا تو ایمان کا کمال ہے جو بکثرت احادیث سے ثابت ہے۔ اور انبیا کو بوقت حاجت بخیال استمداد پکارنا سنت صحابہ ہے۔

شفاء قاضی عیاض میں ہے: ان عبد الله بن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما خدرت رجله فقيل له اذكر احب الناس اليك يزل عنك فصاح يا محمداه فانتشرت۔

(از شرح شفا مصری جلد ۲ ص ۴۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا پائے مبارک سو گیا تو کسی نے عرض کیا آپ اپنے سب سے پیارے کو یاد کیجئے تو یہ بات دور ہو جائیگی۔ تو انھوں نے یا محمداہ پکارا تو پاؤں اچھا ہو گیا۔ لہذا یہ عقیدہ وہابیہ

عقیدہ اہلسنت کے خلاف بھی ہوااور اس میں شان انبیائے کرام میں سخت بے ادبی اور گستاخی کی اور اپنی قلبی عداوت ودشمنی کا ثبوت دیا۔

عقیدہ (۱۳) وہابیہ کے نزدیک انبیائے کرام چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہیں العیاذ باللہ تعالیٰ

(عبارت) اور یہ یقین جان لینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ (تقویۃ الایمان مذکور ص ١٦)

عقائد اہلسنت وجماعت مع عبارات

امام الوہابیہ نے جب ہر مخلوق کو کہا تو انبیاء کو بھی یہ شامل ہو گیا کہ وہ بھی مخلوق ہیں پھر جب لفظ بڑا کہا تو ظاہر ہے کہ مخلوقات میں بڑے انبیاء کرام ہی ہوتے ہیں تو وہابیہ کے نزدک انبیاء کرام چمار سے زیادہ ذیل قرار پائے اہلسنت کے نزدیک انبیاء کرام اللہ کے نزدیک بڑی وجاہت وعزت والے ہیں۔

قرآن کریم میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے لئے فرمایا کان عند اللہ وجیھا۔

موسیٰ اللہ کے نزدیک وجاہت والا ہے۔

اور فرمایا وللہ العزۃ ولرسولہ ۔ ترجمہ عزت اللہ کے لئے اور اس کے رسول کے لئے ہے۔

لہذا یہ عقیدہ وہابیہ عقیدہ اہلسنت کے خلاف اور قرآن کریم کے خلاف ہے اور شان انبیا میں سخت توہین ہے اور اہل اسلام کے لئے سخت دل آزاری کا کلمہ۔

عقیدہ (۱۴) وہابیہ کے نزدیک انبیائے کرام ذرہ ناچیز سے کمتر ہیں العیاذ باللہ تعالیٰ

(عبارت) سب انبیاء اور اولیاء اس کے روبروایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔

تقویۃ الایمان ص ٦٣

عقائد اہلسنت وجماعت مع عبارات

وہابیہ نے انبیاء کو نعوذ باللہ پہلے تو چمار سے زیادہ ذلیل کہا مگر پھر بھی ان میں بنی آدم ہونے کا شرف تھا اس میں ذرہ ناچیز سے کمتر کہہ کر شرف بشری کو بھی ختم کر دیا ہے۔ یہ ہے وہابیہ کا ناپاک عقیدہ

۔اب اہلسنت کا عقیدہ دیکھئے کہ شرح شفا شریف مصری کے جلد اص ۳۲۰ پر ہے:

رتبھم اشرف الرتب ای رتب المو جودات ترجمہ انبیاء کے مرتبے تمام موجودات کے مرتبوں سے زیادہ بلند ہیں۔

اسی کے جلد اص ۹۷ پر ہے: الحمید الذی یحمدہ کل احد من مخلوقا تہ وھو حامد لانبیائہ واصفیائہ۔ اللہ وہ حمید ہے کہ جس کی مخلوقات میں سے ہر ایک حمد کرتا ہے اور خود اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء واولیاء کی تعریف کرتا ہے۔لہذا یہ عقیدہ وہابیہ عقیدہ اہلسنت کے خلاف بھی ہے اور شان انبیاء میں سخت توہین ہے اور مسلمانوں کے لئے سخت دل آزار ہے۔

عقیدہ (۱۵) وہابیہ کے نزدیک انبیائے کرام بوقت وحی بے حواس ہوجاتے ہیں العیاذ باللہ

عقائد وہابیہ مع اصل عبارات:-اس کے دربار میں ان کا (انبیاء) کا تو یہ حال ہے ہ جب وہ کچھ حکم فرماتا ہے وہ رعب میں آکر بے حواس ہوجاتے ہیں اور ادب ودہشت کے مارے دوسری بار اس کی بات کی تحقیق اس سے نہیں کر سکتے۔ (تقویۃ الایمان مذکور ص ۳۴)

عقائد اہلسنت وجماعت مع عبارات

وہابیہ کے نزدیک بوقت نزول وحی انبیاء تو بے حواس ہوگئے اور دوبارہ دریافت نہیں کر سکتے تو نہ بے حواسی میں احکام محفوظ رہ سکتے ہیں اور دوبارہ دریافت نہ کرسکے تو نہ احکام شرع حکم الٰہی ہوگئے۔ یہ ہے وہابیہ کا عقیدہ اور ہلسنت کا عقیدہ ہے کہ بے حواسی کو غفلت لازم ہے اور انبیاء غفلت سے معصوم ہیں۔

شرح شفا کے جلد ۲ صفحہ ۱۹۷ پر ہے: وجب القول بعصمۃ الانبیاء مما ذکر من الجھل باللہ تعالیٰ وصفاتہ ومن السھو واللھو والفترۃ والغفلۃ بعد النبوۃ قطعا۔

انبیاء کا اللہ تعالیٰ اور اس کے صفات کے جہل سے اور سہو اور لہو اور قصر اور غفلت سے معصوم کہنا واجب ہے۔لہذا وہابیہ کا یہ عقیدہ بھی عقیدہ اہلسنت کے خلاف ہوا اور انبیاء کو بے حواس کہہ کر ان کی شان میں کیسی گستاخی وبے ادبی کی۔

عقیدہ (۱۶) وہابیہ کے نزدیک اعمال میں امتی انبیائے کرام سے بڑھ

جاتے ہیں العیاذ باللہ تعالیٰ

(عبارت) انبیاء اپنی امت سے ممتاز ہوتے ہیں۔ باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہوجاتے بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔ تحذیر الناس مطبوعہ سہارنپور ص ۵ مصنفہ قاسم نانوتوی۔

عقائد اہلسنت وجماعت مع عبارات

وہابیہ نے اس میں انبیائے کرام کے لئے صرف امتیاز علمی مانا اور اعمال میں امتیوں کو ان پر بڑھا دیا اور ان کی عملی فضیلت کا انکار کر کے ان کی توہین کی اہلسنت کے نزدیک یہ عقیدہ ہے مدارج النبوۃ مطبوعہ ناصری کے جلد ا صفحہ ۳۶ پر ہے "واعتقاد باید کرد کہ مکارم اخلاق ومحامد صفات از صورت وسیرت وجمیع کمالات وفضائل ومحاسن حاصل است مر تمام ابنیاء ورسل را وایشاں راجح وفائق انداز تمامہ افراد بشری ورتبۂ ایشاں اشرف رتب ودرجہ ایشاں ارفع درجات است

اور یہ اعتقاد کرنا چاہئے کہ صورت وسیرت کے تمام بزرگ اخلاق عمدہ صفات اور سارے کمالات وفضائل اور اوصاف تمام ابنیاء ومرسلین کو حاصل ہیں اور تمام افراد بشریٰ سے وہ حضرات فائق اور راجح ہیں اور ان کا رتبہ سب رتبوں سے بہت اور انکا درجہ تمام درجات سے بلند ہے لہٰذا یہ عقیدہ بھی عقیدہ اہلسنت کے خلاف ہے۔

عقیدہ (۱۷) وہابیہ کے نزدیک ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل ونظیر ہوسکتا ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ

اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن وفرشتہ جبرئیل اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے (تقویۃ الایمان)

عقائد اہلسنت وجماعت مع عبارات

وہابیہ نے اس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ان خصائص کا انکار کیا جن میں دوسرے کی شرکت ناممکن ومحال ہے۔ جیسے اول مخلوات اور خاتم النبیین سید المرسلین وغیرہ تو وہابیہ نے حضور کا ایک مثل ونظیر نہیں بلکہ کروڑوں مثل جائز مانکر سخت توہین کی اور تمام حضور کے خصائص کا انکار کیا ور اہلسنت کے نزدیک حضور کے عدیم النظیر ہونے پر ایمان لانا ایمان کا کمال ہے۔

مواہب لدینہ مصری کے جلد ا ص ۴۴۸) پر ہے۔ اعلم ان من تمام الایمان بہ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم الایمان بان اللہ تعالیٰ جعل خلق بدنہ الشریف علی وجہ لم یظہر قبلہ ولا بعدہ خلق آدمی مثلہ ۔

جاننا چاہئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی تکمیل یہ ہے کہ آدمی اسپر ایمان لائے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے بدن شریف کی آفرینش اس شان کے ساتھ فرمائی کہ کوئی انسان آپ کا مثل نہ آپ سے پہلے ہوا نہ بعد میں ہو لہذا وہابیہ کا یہ عقیدہ بھی اہلسنت کے خلاف بھی ہو اور اس میں سخت گستاخی و بے ادبی بھی کی۔

عقیدہ (۱۸) وہابیہ کے نزدیک حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شارع ماننا شرک ہے العیاذ باللہ تعالیٰ

عقائد وہابیہ مع اصل عبارت:- یا خود پیغمبر کو یوں سمجھے کہ شرع انھیں کا حکم ہے جو جی چاہتا ہے اپنی طرف سے کہہ دیتے تھے اور یہی بات ان کی امت پر لازم ہو جاتی تھی سو ایسی باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے۔ (تقویۃ الایمان ص ۴۷)

عقائد اہلسنت و جماعت مع عبارات

امام الوہابیہ نے اس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شارع ماننا اور ان کے حکم کا امت پر لازم ہو جانا یہ دونوں امور شرک قرار دیئے اور اہل سنت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شارع مانتے ہیں۔ مدارج النبوۃ کے ص ۱۵۷ پر ہے ”احکام مفوض بود بوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہر چہ خواہد حکم کند۔

(اسی صفحہ پر ہے) شارع را می رسد کہ تخصیص کند ہر کرا خواہد بہر چہ خواہد: ترجمہ احکام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سپرد کئے گئے کہ جو کچھ چاہیں حکم فرمائیں شارع علیہ السلام کو یہ حق حاصل ہے کہ جس کسی کو چاہیں جو کچھ چاہیں خاص کر دیں۔ اور قرآن کریم میں ہے ﴿ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا﴾ ترجمہ: رسول تمہیں جو کچھ دیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔ تو حضور شارع بھی ہوئے اور انکا حکم امت پر لازم بھی ہوا لہذا وہابیہ کا یہ باطل عقیدہ بھی عقیدہ اہلسنت کے خلاف ہے۔

عقیدہ (۱۹) وہابیہ کے نزدیک حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی چیز کے

مختار نہیں العیاذ باللہ تعالیٰ

(۱) جس کا نام محمد یا علی ہو وہ کسی چیز کا مختار نہیں (تقویۃ الایمان ص ۴۷)

(۲) رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا (تقویۃ الایمان ص ٦٦)

(۳) ان کی خواہش نہیں چلتی (تقویۃ الایمان ص ۲۵)

(۴) کسی کام میں نہ بالفعل ان کو دخل ہے نہ اس کی طاقت رکھتے ہیں (تقویۃ الایمان ص ۳۳)

(۵) خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے (تقویۃ الایمان ص ۱۱)

عقائد اہلسنت وجماعت مع عبارات

امام الوہابیہ کے یہ الفاظ دلخراش ہیں کہ نام اقدس کس بے ادبی سے لکھا اور پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مختار ہونے کا صاف انکار کر دیا اہلسنت کے نزدیک حضور کا نام کتب آسمانی میں مختار ہی آیا ہے اور ان کے اختیارات یہ ہے اشعۃ اللمعات ترجمہ مشکوۃ شریف کشوری کے صفحہ ۳۲ پر ہے ''تصرف وقدرت وسلطنت وی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زیادہ برآن بود وملک وملکوت جن وانس وتمامہ عوالم بتقدیر وتصرف الٰہی عز وعلا در حیطۂ قدرت وتصرف وے بود'' ترجمہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تصرف اور قدرت اور سلطنت مزید براں تھی ملک اور ملکوت جن اور انسان اور تمام عالم اللہ تعالیٰ کے تصرف اور قدرت دینے سے جور کے احاطہ قدرت وتصرف میں تھے۔

مواہب لدنیہ مصری کے ص ٦ پر ہے: اذا رام امرا لا یکون خلافه۔ ولیس لذلك الامر فی الکون صارف: حضور جب کوئی بات چاہتے ہیں تو اس کا خلاف نہیں ہوتا اور حضور کے چاہے کا جہاں میں کوئی پھیرنے والا نہیں ان عبارات سے حضور کا مختار کل ہونا ثابت ہو گیا لہذا وہابیہ کا یہ عقیدہ اہلسنت کے بالکل خلاف ہے اور توہین آمیز ہے۔

عقیدہ (۲۰) وہابیہ کے نزدیک نماز میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف خیال لے جانا بیل اور گدھے کے تصرف میں ڈوب جانے سے بدتر

(عبارت) صرف ہمت بسوئے شیخ ومثال آں از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق درصورت گاؤ وخر خود است۔

(از صراط مستقیم مجتبائی ص ۸۶ مصنفہ اسمعیل دہلوی)

نماز میں پیر اور اس کے مانند اور بزرگوں کی طرف خیال لے جانا اگر چہ جناب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوں کتنے ہی درجوں اپنے بیل اور گدھے کے تصور میں ڈوب جانے سے بدتر ہے۔

عقائد اہلسنت و جماعت مع عبارات

امام الوہابیہ نے اس میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کیسی سخت توہین کی کہ ان کی طرف خیال لے جانے کو بیل اور گدھے کے تصور میں ڈوب جانے سے کتنے درجوں بدتر ٹھہرایا اور اہلسنت کے نزدیک بے ان کے خیال کے نماز ناقص ہے کہ التحیات کا پڑھنا واجب ہے، اس میں۔السلام علیك ایھا النبی۔اور۔اشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ، ہے اور ان کے پڑھتے وقت ضرور حضور کی طرف خیال جائیگا۔

اسی لئے میزان امام شعرانی مصری کے جلد اصفحہ ۱۵۴ پر ہے: انما امر الشارع المصلی بالصلوۃ والسلام علی رسول اللہ ﷺ فی التشھدلینبہ الغافلین فی جلو سھم بین یدی اللہ عزوجل علی شھود نبیھم فی تلك الحضرۃ فانہ لا یفارق حضرۃ اللہ تعالیٰ ابدا فیخاطبونہ بالسلام مشافھۃ۔

شارع نے نمازی کو تشہد میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود وسلام عرض کرنے کا اس لئے حکم دیا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے دربار میں عظمت کے ساتھ بیٹھے ہیں انھیں آگاہ فرمادے کہ اس حاضری میں نبی علیہ السلام کو دیکھیں اس لئے کہ حضور بھی اللہ تعالیٰ کے دربار سے جدا نہیں ہوتے پس بالمشافہ حضور پر سلام عرض کریں لہٰذا وہابیہ کا یہ عقیدہ بھی عقیدہ اہلسنت کے خلاف ہے اور سخت توہین آمیز ہے۔

عقیدہ (۲۱) وہابیہ کے نزدیک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مر کر مٹی میں مل گئے العیاذ باللہ تعالیٰ

(عبارت) فرمایا (حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے مجھ کو بھلا خیال تو کر جو تو گذرے میری قبر پر کیا سجدہ کرے تو اس کو کہا میں نے نہیں فرمایا تو مت کرو۔یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں تو کیا میں سجدہ کے لائق ہوں۔(تقویۃ الایمان ص ۶۵)

عقائد اہلسنت و جماعت مع عبارات

امام الوہابیہ نے ایک جرأت تو یہ کی کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مر کر مٹی میں ملنے والا کہادوسری دلیری یہ کی کہ اس نے ناپاک قول کا حضور پر افتراء کیا اور مر کر مٹی میں ملنے کا یہ مقصد ہے کہ جسم گل کر خاک ہو اور خاک میں خاک مل جائے اور یہ صریح توہین ہے اہلسنت کے نزدیک حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں بحیات جسمانی دنیاوی زندہ ہیں۔

حدیث ابن ماجہ میں ہے :ان اللہ حرم علی الارض ان تا کل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق ۔ (ازمشکوۃ ص ۱۲۱)

بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے اجسام کا کھانا حرام فرمادیا ہے تو اللہ کے نبی زندہ ہیں اور روزی دیئے جاتے ہیں۔

مدراج النبوۃ کے صفحہ ۱۵۸ پر ہے: پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زندہ است در قبر خود ہمچنیں انبیاء علیہم السلام۔

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور اسی طرح انبیاء علیہم السلام

مواہب لدنیہ کے جلد ۱ صفحہ ۴۲۰ پر ہے: قد ثبت ان اجساد الانبیاء لا یبلی۔

یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ انبیاء کے اجسام بوسیدہ ہو کر خاک نہیں ہوتے لہٰذا عقیدہ وہابیہ بھی عقیدہ اہلسنت کے خلاف ہے۔

عقیدہ (۲۲) وہابیہ کے نزدیک حضور خاتم النبیین بمعنی آخرالانبیاء نہیں ہیں۔
العیاذ باللہ تعالیٰ

(عبارت) اول معنی خاتم النبین معلوم کرنے چاہیئں تا کہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔

(تحذیر الناس مطبوعہ سہارنپور مصنفہ مولی قاسم نانوتوی)

عقائد اہلسنت و جماعت مع عبارات

وہابیہ نے اس میں خاتم النبیین کے معنی آخرالانبیاء ہونے کا انکار کیا اس کو فہم عوام بتایا کہ فہم خواص کے خلاف ٹھہرا اس کو نا قابل فضیلت قرار دیا اور یہ صریح توہین ہے اور اہلسنت خاتم النبیین کے معنی آخر

الانبیاء ہی کرتے ہیں اور یہی معنی خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائے۔

امام احمد نے مسند میں اور طبرانی نے کبیر میں یہ حدیث روایت کی۔ وانی خاتم النبیین لا نبی بعدی۔ (جامع صغیر مصری جلد۲ صفہ ۶۵)

بیشک میں خاتم النبیین ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں یعنی میں آخر الانبیاء ہوں۔ اسی بنا پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آخر الانبیا نہ ماننے والا کافر ہے۔

چنانچہ فقہ کی مشہور کتاب الاشباہ والنظائر میں ہے۔ اذ الم یعرف ان محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اخر الانبیاء فلیس بمسلم لانہ من الضروریات۔

(الاشباہ والنظائر مع شرح کشوری صفحہ ۲۶۷)

جس نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آخر الانبیاء نہ پہچانا وہ مسلمان نہیں کہ وہ ضروریات دین سے ہے) لہذا یہ عقیدہ وہابیہ بھی عقیدہ اہلسنت کے بالکل خلاف ہوا۔

عقیدہ (۲۳) وہابیہ کے نزدیک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم زید وعمر اور ہر بچے اور پاگل اور تمام جانوروں چوپایوں کی برابر ہے العیاذ باللہ تعالیٰ

(عبارت) پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کہ کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید وبکر بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ (از حفظ الایمان مطبوعہ بلالی سٹیم پریس ساڈرہ مصنفہ اشرفعلی تھانوی)

عقائد اہلسنت وجماعت مع عبارات

وہابیہ نے اس میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں کیسی صریح توہین وتنقیص اور کتنی سخت گستاخی وبے ادبی کی کہ حضور کے علم کو بچوں پاگلوں بلکہ جانوروں وچوپایوں کی برابر ٹھہرایا اور حضور کی علمی فضیلت کی فوقیت کو بالکل میٹ دیا یہ صریح کفر ہے اور اہلسنت کا عقیدہ وہ ہے جو عبارت زرقانی سے عقیدہ نمبرے میں منقول ہوئی کہ غیر نبی کثرت معلومات اور زیادتی کشف وتحقیق میں نبی سے کچھ نسبت نہیں رکھتا۔

مدراج النبوۃ میں ہے۔ وبود آں حضرت در کمال عقولِ در مرتبہ کہ نہ رسید آن راہیچ بشرے جز

وے۔ (مدارج النبوۃ جلد ۱ ص ۴۸)

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کمال عقل وعلم کے بلند مرتبہ پر ہیں جس تک سوا ان کے کوئی آدمی نہ پہنچ سکا تو جب کوئی عاقل انسان ان کے مرتبہ اعلیٰ تک نہ پہونچ سکا تو بچوں پاگلوں اور جانوروں چوپایوں کا ذکر کر کے انھیں علمی، مساوات کے لئے پیش کرنا توہین ہے اور علمی مساوات بھی جب ہوسکتی ہے کہ علمی کمال کی کوئی ایسی حد ہو جس پر ترقی کی انتہا ہوگئی ہو اور پھر اس حد پر اطلاع حاصل ہو۔

فتاوی حدیثیہ مصری کے صفحہ ۸ پر ہے: ان مقامه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وكماله يقبل الزيادة فى العلم والثواب وسائر المراتب والدرجات وعلى ان غايات كماله لاحد لها ولا انتهاء بل هو دائم الترقى فى تلك المقامات العلية والدرجات السنية بما لايطلع عليه ولايعلم كنهه الا الله تعالىٰ ۔

بیشک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقام اور کمال علم اور ثواب اور تمام مرتبوں اور درجوں میں زیادتی کو قبول کرتا ہے علاوہ ازیں حضور کے حدود کمال کی نہ آخری حد ہے نہ کوئی انتہا ہے بلکہ حضور ان مقامات علیہ اور درجات رفیعہ میں ہمیشہ ایسی ترقی فرماتے ہیں جس پر اللہ تعالیٰ ہی مطلع ہے اور وہی اس کی کنہ کو جانتا ہے۔ لہٰذا جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علمی کمال کی کوئی انتہائی حد ہی متعین نہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اس کا علم نہیں۔ تو پھر علم حضور علیہ السلام اور زید وصبی ومجنون اور حیوانات وبہائم سے برابری اور مساوات ثابت کرنا کیسی گندی گالی اور کتنی صریح تنقیص ہے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جسے مسلمان کا قلب ایک لمحہ کیلئے برداشت نہیں کرسکتا العیاذ باللہ لہٰذا یہ عقیدہ وہابیہ تو بالکل عقیدہ اسلام کے خلاف قرار پایا۔

عقیدہ (۲۴) وہابیہ کے نزدیک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم سے زائد شیطان اور ملک الموت کا علم ہے العیاذ باللہ

(عبارت) الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان وملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے

(براہین قاطعہ مطبوعہ ساڈھورہ ص ۵۱ مصنفہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی سہارنپوری)

ص ۵۴ پر ہے اور ملک الموت سے افضل ہونے کی وجہ سے ہر گز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا ان امور میں ملک الموت کی برابر بھی ہو چہ جائیکہ زیادہ۔ (براہین قاطعہ صفحہ ۵۲)

عقائد اہلسنت وجماعت مع عبارات

وہابیہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عملی فضیلت کو اسی طرح گھٹایا تھا کہ امتیوں کے اعمال کو بڑھا دیا تھا جس کا ذکر عقیدہ نمبر ۱۶/ ار میں گذرا اور عقیدہ نمبر ۲۳ میں حضور کے علم کو نہ فقط عاقل انسان بلکہ بچوں پاگلوں بلکہ تمام جانوروں چوپایوں کے برابر ٹھہرایا تھا لیکن اس پر بھی صبر نہ آیا تو اس نے شیطان وملک الموت کے علم کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم پر بڑھا دیا اور فضیلت علم کا صاف انکار کر دیا تو حضور کو نہ عملی نضیلت میں فوقیت باقی رہی نہ علمی فضیلت میں یہ کیسی صریح توہین وتنقیص اور کتنی سخت تر گستاخی اور بے ادبی ہے العیاذ باللہ اہلسنت کے نزدیک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم محیط زمین کا بعطاء الٰہی حاصل تھا۔

قرآن کریم میں ہے: ﴿ان فی خلق السموٰت والارض واختلاف اللیل والنهار لآیات لاولی الالباب﴾

یعنی بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات دن کی باہم بدلیوں میں نشانیاں ہیں عقل والوں کے لئے۔

اور عقل والوں میں سب سے بلند مرتبہ ہمارے حضور کا ہے تو علم زمین حضور کو حاصل ہوا۔

اور حدیث شریف میں ہے: "ان الله زوی لی الارض فرائیت مشارقها ومغاربها۔

(از مشکوۃ شریف ص ۵۱۲)

حضور نے فرمایا بے شک اللہ نے میرے لئے زمین کو سمیٹ دیا تو میں اس کے مشرقوں ومغربوں کو یعنی تمام زمین کو دیکھا۔ اور حدیث ترمذی میں ہے "فعلمت ما فی السموات والارض"

(مشکوۃ ص ۶۹)

اشعۃ اللمعات میں اس کا ترجمہ لکھا: پس دانستم ہر چہ در آسمان ہا و ہر چہ در زمین بود عبارت ست از حصول تمام علوم جزوی وکلی واحاطہ آن۔ (اشعۃ اللمعات ص ۳۳۳)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور زمین میں تھا اور یہ

تمام علوم جزئی وکلی کے حاصل ہونے اوران ے احاطہ کرنے سے تعبیر ہے توان نصوص سے حضور کاعلم محیط زمین کا ثابت ہوگیا۔اب باقی رہا آپ کا علم الخلق ہونا تو یہ بھی تصریحات سے ثابت ہے۔

مدراج النبوت کے جلد اص ۳ پر ہے ''وے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دانا ست بر ہمہ چیز از شیونات ذات الٰہی واحکام صفات حق واسماء افعال ا ثار وجمیع علوم ظاہر و باطن اول وا خر احاطہ نمودہ ومصداق فوق کل ذی علم علیم شدہ''

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام چیزوں وشیونات ذات الٰہی اوراحکام صفات حق اوراسماء افعال وا ثار کے جاننے والے ہیں اور تمام علوم ظاہر و باطن اول وآخر پراحاطہ فرمائے ہوئے اور ہر ذی علم کے اوپر عالم ہونے کے مصداق ہوگئے۔

تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ساری مخلوقات سے زائد عالم ہیں اور جو آپ کو مخلوقات سے اعلم نہ جانے تو آپ کی تنقیص شان کرتا ہے۔

چنانچہ نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض کے جلد ۴ص ۳۳۵ پر ہے ''من قال فلان اعلم منه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقد عابه ونقصه''

جس نے کہا کہ فلاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ علم والا ہے تواس نے حضور کو عیب لگایا اوران کی تنقیص کی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شیطان وملک الموت کو زیادہ علم ثابت کرنا حضور کی شان میں عیب ونقص کرنا ہے جو صریح کفر ہے لہٰذا وہابیہ کا یہ عقیدہ بھی عقیدہ اہلسنت کے خلاف ہے اور اس میں شان اقدس میں سخت توہین وگستاخی ہے۔

عقیدہ (۲۵) وہابیہ کا کلمہ شریف لا الہ الا اللہ اشرفعلی رسول اللہ اور درود شریف اللھم صلی علیٰ سیدنا ونبینا ومولا اشرفعلی ہے

(عبارت) کچھ عرصہ کے بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہوں لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ حضور کا نام (یعنی اشرفعلی) لیتا ہوں اتنے میں دل ک اندر خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں اس کو صحیح پڑھنا چاہئے اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں دل پر تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جائے لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے رسول اللہ کے نام اشرفعلی نکل جاتا ہے حالانکہ مجھ کواس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے۔دو

تین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور بھی چند شخص حضور کے پاس تھے لیکن اتنے میں میری یہ حالت ہوگئی کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اس کے کہ رقت طاری ہوگئی۔ زمین پر گر گیا اورنہایت زور کے ساتھ ایک چیخ ماری اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں رہی۔ اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہوگیا لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی اور اثر ناطاقتی بدستور تھا۔ لیکن حالت خواب و بیداری میں حضور کا ہی خیال تھا لیکن حالت بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جائے۔ اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جائے بایں خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کی تدارک میں رسول اللہ پر درود شریف پڑھتا ہوں۔ لیکن پھر بھی کہتا ہوں اللھم صل علی سیدنا ونبینا ومولانا اشرف علی حالانکہ اب بیدار ہوں۔ خواب نہیں۔ لیکن بے اختیار ہوں۔ مجبور ہوں۔ زبان اپنے قابو میں نہیں۔ اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا تو دوسرے روز بیداری میں دقت رہی۔ خوب رویا اور بھی بہت سے وجوہات ہیں جو حضور کے ساتھ باعث محبت ہیں کہاں تک عرض کروں انتہٰی بلفظہ۔

الامداد مجریہ ماہ صفر ۱۳۳۶ھ ص ۳۵ منقولہ سیف یمانی مصنفہ مولوی منظور نعمانی۔

جواب: اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے۔

(از سیف یمانی ص ۳۸)

عقائد اہلسنت وجماعت مع عبارات

وہابی مرید کا تو یہ حال تھا کہ وہ غلط کلمہ پڑھتے ہوئے غلطی کا خیال بھی کرتا ہے صحیح کلمہ پڑھنے کا ارادہ بھی کرتا اور خواب سے بیدار ہو کر بھی اپنی غلطی کا خیال بھی آیا اور بغرض تدارک درود شریف بھی پڑھا اور باوجودیکہ وہ بیدار ہے ہوش حواس درست ہے یہ سمجھ رہا ہے کہ میں غلط کلمے بک رہا ہوں اس کی تصحیح کا قصد بھی کر رہا ہے تو پیر تھانوی کو یہ جواب دینا تھا او کمبخت کسی مسلمان سے کلمہ شریف میں خواب میں بھی غلطی نہ ہوتی ہے اور نام اقدس کی جگہ کسی دوسرے کے نام کا وہم بھی نہیں ہوتا اور تیرا حال اور زیادہ خطرناک ہے کہ تو نے دو تین بار اپنی غلطی کی تصحیح کرنی چاہی اور پھر صحیح کلمہ زبان پر ادا نہ ہوا۔ اور پھر اے خبیث تو نے بیدار ہو جانے کے بعد بدرستی ہوش وحواس درود شریف میں کلمہ نبی کے بعد میرا نام اشرف علی لے کر کفر بکا اور دن بھر یہ کفر بکتا رہا اور اپنی مجبوری زبان اور بے اختیاری کا جھوٹا عذر کرتا ہے۔ تو جلد استغفار و توبہ کر مجھے تیرے سوال سے سخت تکلیف ہوئی۔ خبردار آئندہ ایسی بات جلد پھر نہ ہونے پائے

۔مگر پیر نے بجائے اس کے اس مرید کو اور پختہ کر دیا اور یہ کہہ کر خوب جما دیا کہ میرا متبع سنت ہونے کی تسلی اسی طرح ہوئی کہ تو کلمہ لا الہ الا اللہ اشرفعلی رسول اللہ کو اور درود اللھم صلی علی سیدنا ونبینا ومولانا اشرفعلی کو خوب پڑھا کر اور پیر کے متبع سنت ہونے کی تسلی ایک مرید کو کیا تمام مریدین ہی کو چاہئے تو یہ تعلیم ہے کہ سارے مریدین یہی کلمہ اور یہی درود ہمیشہ پڑھا کریں اسی لئے یہ خط چھاپا اور شائع کیا ہے۔اہلسنت کے نزدیک ہر دعوی بے اختیاری پر دلیل شرعی درکار ہے اور ظاہر ہے کہ شخص مذکور کے سر پر کوئی تلوار لئے ہوئے نہ تھا جس سے مجبوری ہوتی۔نہ اس نے اپنا شراب پینا ذکر کیا جس کی بنا پر اس کی زبان قابو میں نہیں تھی۔اور زبان بہکنے کی حالت ایک حرف یا ایک آدھ کلمہ کیلئے ہوتی ہے اور منٹ دو منٹ تک رہتی ہے نہ کہ دن بھر بہکے۔دوسرے دن زبان اور دل میں لڑائی رہے کہ دل تو تصحیح چاہتا اور زبان ایک مستقبل حیوان تھی جو سرکشی کرتی رہی اور دن بھر قابو میں نہ آئی اور کفر ہی بکتی رہی۔لہذا ایسا زبان بہکنے کا دعوی نہ عذر ہو سکتا ہے اور نہ قابل قبول اور نہ اس سے راضی ہونے والے کفر سے بچ سکتے ہیں۔

علامہ قاضی عیاض شفا شریف میں فرماتے ہیں "لا یعذر احد فی الکفر بالجہالۃ ولا بدعوی زلل اللسان" (شرح شفا مصری جلد۲ص ۴۲۹)

اس کی شرح نسیم الریاض میں ہے "واقحم لفظ دعوی فی قولہ دعوی زلل اللسان لان مرادہ انہ اذا تکلم بذلک وشہدا ظاہر حالہ علی قصدہ ثم قال انما قلتہ زللا لا تقبل منہ قولہ (نسیم الریاض جلد۲ص ۳۸۹)

خلاصہ مضمون یہ ہے کہ کفر میں نادانی اور زبان بہکنے کا دعویٰ کرنے سے کوئی شخص معذور سمجھا نہیں جاتا جب اس نے کفری قول کہا اور ظاہر حال اس کے قصد کی شہادت دیتا ہے پھر اس نے یہ کہا میں نے تو اسے زبان بہکنے کے حال میں کہا تو اسکی یہ بات مقبول نہیں ہوگی لہذا وہابیہ کے نزدیک تھانوی کے متبع سنت ہونے کی تسلی جب ہی حاصل ہوگی کہ کلمہ اور درود شریف میں اشرفعلی کا نام لیا کریں اور اس کو نبی اور رسول کہا کریں اور عقیدہ اہلسنت میں اشرفعلی کو نبی یا رسول کہنا صریح کفر ہے تو وہابیہ کا یہ کلمہ اور درود اہلسنت کے کلمہ شریف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور درود شریف اللھم صل علی سیدنا ونبینا ومولانا محمد کے بالکل خلاف ہے۔

تبلیغی جماعت صرف کلمہ شریف کی کیوں تبلیغ کرتی ہے

اس چودھویں صدی میں صرف تبلیغ کلمہ شریف کے نام سے یہ جماعت بنائی گئی اور ان لوگوں نے

اس کو قائم کیا ہے جن کا پرانا اصول یہ ہے کہ جو چیز بایں ہیئت کذائی قرون ثلثہ میں نہ پائی جائے تو وہ بدعت وضلالت ہے اور روایات صحیحہ سے قرون ثلثہ میں اہل اسلام ہی کے لئے صرف کلمہ شریف کی تبلیغ ہی کے لئے بایں ہیئت کذائی کسی جماعت کا وجود ثابت نہیں تو اصول وہابیہ کے لحاظ سے اس تبلیغی جماعت کا قیام بدعت وضلالت ٹھہرا اور اس جماعت کے تمام افراد بدعتی وضال قرار پائے۔

لیکن لطف یہ ہے کہ ادھر تو وہابیہ خاص کلمہ شریف کی مجلس یعنی مجلس سوئم کو منہ بھر بھر کر بدعت سیئہ کہیں اور پنجوقتہ جماعت نماز کے بعد کلمہ شریف ہی کی تبلیغی جماعت کو مجاہدین اسلام کے نام سے پکاریں اور ان جاہلوں دہاتیوں کو صحابہ کرام سے افضل کہیں۔ اور ان نا اہل مبلغین کا انتہائی اعزاز کریں۔ ان جہال کو مسند رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر واعظ بنا کر بٹھائیں۔ اور ان کے ایسے بیانات کرائیں جو غلط روایات صحابہ کرام کے بے اصل واقعات لغو حکایات، باطل عقائد، غلط مسائل پر مشتمل ہوں۔ اور وہابیہ کے وہ علماء ان بیانات کو سنیں جو صحیح روایات سے بھی میلاد شریف اور ذکر شہادت کے بیان کو حرام کہتے ہیں اور وہ علماء وہابیہ نہ کبھی مبلغین تبلیغی جماعت کے غلط بیانات پر گرفت کریں۔ نہ بیان پر کسی طرح کا فتوے لگائیں بلکہ ان کی تبلیغ کو اسلامی تبلیغ کہیں اور ان کی ہر غلطی کی تصحیح کرنے کی امکانی سعی کریں۔

مسلمانو! دکھانا یہ ہے کہ جنھوں نے ہمیشہ کلمہ شریف پڑھنے کو بدعت سیئہ قرار دیا ہے وہ آج صرف کلمہ شریف ہی کی تبلیغ کے لئے جماعت تیار کر رہے ہیں تو وہ حقیقۃ دجل وفریب مکر وکید ہے کہ اس کے پیچھے وہ وہابیت کی تبلیغ کی جا رہی ہے اور عوام میں اپنا اعتماد و پیدا کیا جا رہا ہے اور اس ذریعہ سے وہابیت کے خلاف پھیلی نفرت کو دور کرنا مقصود ہے۔ اور نا واقفوں کے قلوب میں اپنی نمائشی خدمات سے اثرات پیدا کرنے منظور ہیں۔ اور اس کے ضمن میں علماء وہابیہ کی عظمت و وقار قائم کرنا اور علماء اہلسنت وجماعت سے بیزاری ونفرت پیدا کرنا ہے۔

تبلیغی جماعت کا دعوی

اس تبلیغی جماعت کا دعوی تو یہ ہے کہ ہماری جماعت صرف کلمہ شریف ہی کی تبلیغ کرتی ہے اور کبھی اہلسنت اور وہابیہ کے اختلافی عقائد ومسائل کا ذکر نہیں کرتی۔ لیکن یہ صریح کذب اور جھوٹ ہے اور واقعہ اس دعوے کے بالکل خلاف ہے۔ میں خود اپنا مشاہدہ پیش کرتا ہوں کہ وہ علاقہ میوات جہاں سے اس جماعت کی ابتدا ہوئی اور اس وقت اس کا مرکز قصبہ نوح بنا ہوا تھا میں میوات کے قصبہ نوح میں پہنچا اور چند جگہ دورہ کیا۔ لہذا میں نے اس نوح اور اس کے گرد ونواح میں دیکھا کہ جہاں جہاں اس تبلیغی جماعت

کا زیادہ دورہ ہوا ہے تو وہاں کے لوگ وہابی ہوگئے اور ایسے سخت وہابی ہوئے کہ شب میں کئی مرتبہ ہم لوگوں پر حملہ آور ہوئے۔ ہمارے میزبانوں نے رات بھر ہمارا پہرہ دیا بلکہ جس کو شک ہو تو وہ آج بھی ہر اس مقام پر جا کر تحقیق کر لے جہاں اس جماعت کی زیادہ آمدورفت ہے تو اسے ہمارے اس دعوے کی تصدیق ہو جائی گی کہ یہ کلمہ شریف کی تبلیغ نہیں ہے بلکہ درحقیقت وہابیت کی تبلیغ اور کلمہ شریف کا صحیح کا نام لیکر اہلسنت سے گفتگو کا ذریعہ پیدا کیا جارہا ہے۔

چنانچہ سوانح میں صاف لکھدیا۔

انھیں اس کلمہ ہی کے ذریعہ تقرب پیدا کیا جائے اور اسی کے ذریعہ خطاب کیا جائے۔

(ازسوانح ص ۲۷۶)

تو اس عبارت سے صاف اور نہایت روشن طور پر ثابت ہو گیا کہ تبلیغ میں کلمہ شریف کا نام محض براہ فریب لیا جاتا ہے اور اس کو فقط اہلسنت سے خطاب و گفتگو کا ذریعہ بنایا جاتا ہے اور دراصل وہابیت کی بتلیغ کرنا اس جماعت کا مقصد اعظم ہے۔

اور اگر اس سے بھی قطع نظر کر لیجئے تو یہ تبلیغی جماعت جہاں پہونچتی ہے وہاں اپنی حیثیت مبلغ وواعظ ہونے کی ظاہر کرتی ہے پھر اگر وہاں کے ساکن اس جماعت سے دریافت کریں کہ میلاد شریف گیارھویں شریف فاتحہ عرس کرنا جائز ہے یا ناجائز۔ تو اگر اس جماعت کے مبلغین کچھ جواب نہیں دیتے ہیں تو ان کی مولویت اور مبلغیت ختم ہوئی جاتی ہے۔ لہٰذا اپنے وقار کے باقی رکھنے کے لئے ضرور جواب دینگے۔ پھر اگر ان چیزوں کو جائز کہتے ہیں تو خود اپنے ضمیر و مسلک کے خلاف اور اپنے بانی جماعت کے عقیدہ و مذہب کیخلاف ہے تو یہ کیسے ممکن ہے۔ تو لامحالہ ان سب امور کو بدعت سیئہ اور ناجائز وحرام بتائیں گے لہٰذا یہی تو وہابیت کی تبلیغ ہوئی۔

اب باقی رہا ان کا یہ فریب کہ یہ صرف کلمہ شریف ہی کی تبلیغ کرتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ جماعت تمام اہل سنت کو اپنی مذہبی کتابوں کی رو سے مشرک اور کافر جانتی ہے۔ تقویۃ الایمان میں امام الوہابیہ نے صاف لکھدیا۔

جو کوئی کسی انبیاء واولیاء کی اماموں یا شہیدوں کی نذر مانے مشکل کے وقت ان کو پکارے اپنی اولاد کا نام عبدالنبی امام بخش پیر بخش رکھے ان کی قبر کو بوسہ دیوے مورچل جھلے اس پر شامیانہ کھڑا کرے ہاتھ باندھ کر التجا کرے وہاں کے گردو پیش کے جنگل کا ادب کرے ایسے مکانوں میں دوردور سے قصد کر

کے جاوے یا وہاں روشنی کرے غلاف ڈالے یا یوں کہیں کہ اللہ ورسول چاہے گا تو میں آؤنگا (اسی قسم کی بہت سی چیزیں شمار کر کے یہ حکم لکھا) سوان سب باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے۔ (دیکھو تقویۃ الایمان ص۱۲ تا ۱۴)۔

اس عبارت میں صاف طور پر کہہ دیا کہ انبیاء و اولیاء کی نذر کرنے والا مشرک ہے۔ مشکل کے وقت یارسول اللہ یا علی یا غوث پکارنے والا مشرک ہے۔ عبدالنبی، عبدالرسول، غلام نبی، غلام رسول، غلام علی، غلام امام، غلام حسن، غلام حسین، غلام غوث، غلام محی الدین، غلام معین الدین، نبی بخش، علی بخش، امام بخش، حسین بخش، مدار بخش، سالار بخش، پیر بخش، وغیرہ نام رکھنے والے مشرک ہیں۔ قبر کو بوسہ دینے والا مشرک۔ قبر پر مورچھل جھلنے والا مشرک۔ قبر پر شامیانہ کھڑا کرنے والا مشرک۔ اس پر ہاتھ باندھ کر دعا کرنے والا مشرک۔ قبر کے گرد پیش کا ادب کرنے والا مشرک۔ قبر کی طرف دور دور سے قصد کر کے جانے والا مشرک۔ قبر پر روشنی کرنے والا مشرک۔ قبر پر غلاف ڈالنے والا مشرک۔ لہذا اس عبارت سے تمام اہلسنت و جماعت مشرک قرار پائے۔

نیز تذکیر الاخوان بقیہ تقویۃ الایمان میں صاف لکھا۔

اس زمانہ میں ہندوستان مسلمانوں میں ہزاروں نئی باتیں اور نئے عقیدے اور رسم ورسوم جورائج ہیں اور جہاں اس میں گفتار ہے جیسے لڑکا پیدا ہوتے وقت بندوقیں چھوڑنا، چھٹی کرنا، بسم اللہ کرنا، شادی کی منگنی کرنا، سہرا باندھنا، محرم کی محفلیں کرنا، ربیع الاول میں مولود کی محفل ترتیب دینا، اور جب وہ ذکر حضرت کے پیدا ہونے کا آوے کھڑے ہو جانا، ربیع الثانی کی گیارھویں کرنا، شعبان میں حلوا پکانا، رمضان میں اخیر جمعہ کو خطبہ الوداع پڑھنا، عید کے روز سویاں پکانا، اور بعد نماز عیدین کے بغل گیر ہو کر ملنا یا مصافحہ کرنا، کفن کے ساتھ جانماز اور چادر بھی ضرور بنانا، اور کفنی پر کلمہ وغیرہ لکھنا، قبر میں قل کے ڈھیلے اور شجرہ رکھنا، اور تیجہ دسواں چالیسواں اور چھ ماہی اور برسی عرس تک کرنا قبروں پر چادریں ڈالنا، مقبرے بنانا، قبروں پر تاریخ لکھنا، وہاں چراغ جلانا، دور دور سے سفر کر کے قبروں پر جانا، اور توشے کرنا اور مقلد کے حق میں تقلید ہی کافی جاننا (اور بہت سی چیزیں شمار کر کے سب کا حکم یہ دیا) جو شخص اس کی برائی دریافت کر کے ناخوش اور خفا ہو اور ان کا ترک کرنا برا لگے تو صاف جان لیا چاہئے کہ وہ شخص اس آیت کے بموجب مسلمان نہیں۔

(تذکیر الاخوان بقیہ تقویۃ الایمان ص۸۶ تا ۸۸)

اس عبارت میں صاف کہہ دیا کہ بوقت پیدائش بندوقیں چھوڑنے والا کافر۔ چھٹی کرنے والا کافر۔ بسم اللہ کی محفل کرنے والا کافر۔ منگنی کرنے الا کافر۔ سہرا باندھنے والا کافر، محرم کی محفلیں کرنے والا کافر، مولود شریف کی محفل کرنے والا کافر، قیام کرنے والا کافر، گیارھویں کرنے والا کافر، شعبان میں حلوا پکانے والا کافر، خطبۃ الوداع پڑھنے والا کافر عید کی سویاں پکانے والا کافر، عیدین کا معانقہ کرنے والا کافر، مصافحہ کرنے والا کافر کفن کے ساتھ جا نماز بنانے والا کافر۔ اور چادر بنانیوالا کافر، کفنی پر کلمہ لکھنے والا کافر قبر میں قل کے ڈھیلے رکھنے والا کافر اور شجرہ رکھنے والا کافر، تیجہ کرنے والا کافر دسواں کرنے والا کافر، چالیسواں کرنے والا کافر چھ ماہی کرنے والا کافر برسی کرنے والا کافر عرس کرنے والا کافر، قبر پر چادر ڈلانے والا کافر، مقبرہ بنانے والا کافر، قبر پر تاریخ لکھنے والا کافر۔ قبر پر چراغ جلانے والا کافر قبر پر سفر کر کے جانے والا کافر، توشہ کرنے والا کافر، مقلد کے لئے تقلید کو کافی جاننے والا کافر۔

یہ وہابیہ کی کفر کی مشین ہے اس سے تمام اہلسنت و جماعت کافر ٹھہرے تو وہابیہ کی ان ہر دو شرکی وکفری مشینوں سے تمام اہل اسلام مشرک وکافر قرار پائے اور کوئی سنی العقیدہ ان کے نزدیک مسلمان نہیں رہا۔

یہ تبلیغی جماعت اسی بنا پر اہلسنت کو کلمہ شریف کی تلقین کر کے اپنے ہم خیال اور مذہب کے حکم سے پہلے اپنے نزدیک مسلمان بناتی ہے اور کلمہ شریف کی اس بنیاد پر تبلیغ کرتی پھرتی ہے۔

مسلمانو! یہ ہے اس الیاسی تبلیغی جماعت کے صرف کلمہ شریف کے تبلیغ کرنے کی حقیقی بنیاد اور اصلی وجہ۔ ورنہ مسلمانوں میں آج تک صرف کلمہ شریف کی تبلیغ کیلئے کوئی جماعت نہ قرون ثلثہ میں بنی نہ اور کسی صدی میں تیار ہوئی بلکہ اس کلمہ والی جماعت کا اصل مقصد تو یہ ہے کہ یہ مسلمانوں میں اپنا اثر واقتدار اور اعتماد واعتبار پیدا کرنے کے بعد اپنا خاص مذہبی دیوبندی کلمہ لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ کی تبلیغ کریگی اور دیوبندی عقائد ومسائل کی تعلیم دے گی اور عوام اہلسنت کو وہابی بنائیگی اور عقائد اہلسنت اور احکام دین کو شرک وکفر اور بدعت وحرام ٹھہرائیگی کیونکہ اس جماعت کو اسی مقصد کیلئے بنایا گیا ہے۔

الیاسی تبلیغی جماعت صرف نماز ہی کی کیوں تبلیغ کرتی ہے

ہمارے نزدیک افضل العبادات اہم الفرائض احب الاعمال نماز ہے اور اس کی تاکید اور مداومت کے ذکر میں اکثر احادیث وارد ہیں۔ اس کی فرضیت کا منکر کافر ہے اس کا ایک ہی وقت کا قصداً

چھوڑنے والا فاسق ہے تو نماز کی تبلیغ جس طرح ضروہ اسی طرح اور فرائض کی تبلیغ بھی ضروری ہے مثلا اس مانہ میں زکوۃ نہ دینے والے تارکین صلوہ سے زیادہ ہیں بلکہ ایسے بھی بکثرت مسلمان موجود ہیں جو صوم وصلوۃ کے تو بہت پابند ہیں لیکن زکوۃ کے نام سے ایک پیسہ نہیں دیتے اسی طرح اور فرائض کتنے ترک کئے جارہے ہیں اور کس قدر مناہی ومحرمات کا ارتکاب کیا جارہا ہے تو اس پر آشوب دور کا اقتضا تو یہ تھا کہ ہر فرض کے امتثال کے لئے تبلیغ کی جائے ہر منکر ومحرم سے بچانے کی سعی کی جائے۔

لیکن تبلیغی جماعت کی تمام کوشش پوری سعی صرف تبلیغ صلوۃ کے لئے اس حقیقت پر مبنی ہے کہ تمام اہلسنت وجماعت اپنی نمازوں میں باوجود توجہ تام الی اللہ کے ہر ہر رکن نماز میں موافقت فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خیال رکھیں کہ ہمارا قیام وقراۃ رکوع وسجود وقومہ وقعود کوئی فعل حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے افعال کے خلاف نہ ہو تو ان کا کوئی رکن خیال رسول اللہ سے خالی نہیں ہو۔ تو پھر الحمد شریف میں اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم اوران آیات میں جن میں ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صراحۃ ذکر ہے بقصد تعظیم وتوقیر حضور کی طرف قصدا خیال ہوتا ہے۔ اور تشہد میں السلام علیک ایھا النبی اور اس کے بعد درود شریف میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف عظمت ووقار کے ساتھ ساتھ خیال جاتا ہے۔ نیز بوقت سنتوں کی نیت کے جب یہ کہتا ہے کہ سنت رسول اللہ کی تو حضور کا خیال آتا ہے اور تبلیغی جماعت نماز میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف خیال لے جانے کو نہ فقط مکروہ وحرام بلکہ کفر وشرک کہتی ہے۔

چنانچہ ضمن عقائد میں صراط مستقیم کی عبارت میں صاف منقول ہوا جس کا ترجمہ یہ ہے۔

نماز میں زنا کرنے کا وسوسہ اوراپنی بیوی سے جماع کرنے کا خیال بہتر ہے اور پیر اور اس کے ما نند اور بزرگوں کی طرف خیال لے جانا اگر چہ جناب رسالت مآب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہوں اپنے بیل اور گدھے کے تصور میں ڈوب جانے سے کتنوں درجے بدتر ہے کہ ان کا خیال انسان کے دل میں تعظیم وتوقیر کے ساتھ قرار پکڑتا ہے بخلاف گدھے اور بیل کے خیال کے کہ ان سے نہ تو ایسی چسپید گی ہوتی ہے نہ ان کی ایسی تعظیم کی جاتی ہے بلکہ یہ ذلیل وحقیر ہیں اور نماز میں غیر خدا کی تعظیم وتوقیر کا ملحوظ ومقصود ہونا شرک کی طرف کھینچتا ہے۔ (صراط مستقیم مجتبائی ص ۸۶ مصنفہ مولوی اسمٰعیل دہلوی)

اس عبارت نے یہ بات ظاہر کردی کہ ان تبلیغی وہابی جماعت کے نزدیک تمام اہلسنت کی نمازیں عبادت نہیں ہیں بلکہ کفر وشرک ہیں اور سب اہلسنت وجماعت کافر ومشرک ہیں اس بنا پر تبلیغی جماعت

کے بانی نے اہلسنت کی نمازوں کو قابل اصلاح ولائق تبلیغ ٹھہرایا اور صرف نماز ہی کی تبلیغ کی خاطر یہ مبلغین کی جماعت تیار کی ہے جو لوگوں کو اپنا یہی مذہب اور عقیدہ تعلیم دیگی کہ نماز میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف خیال کا لیجانا وسوسۂ زنا اور جماع زوجہ کے خیال سے بدتر ہے اور گدھے اور بیل کے تصور میں ڈوب جانے سے کتنے درجے بدتر ہے۔ لہذا یہ تبلیغی جماعت اتنی تو کھل کر تعلیم کرنے لگی ہے کہ سنتوں کی نیت کرتے وقت صرف سنت ہی کہا کرو اور سنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہرگز مت کہو باوجودیکہ مسلمان اگر صرف سنت بھی کہتا ہے تو اس سے اس کی مراد سنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوتی ہے لیکن وہابی تبلیغی جماعت نے صاف کھل کر کہہ دیا کہ سنت رسول مت کہو بلکہ صرف سنت کہا کرو حالانکہ وقت نیت خارج صلوۃ کا وقت ہے تو جب یہ لوگ خارج نماز میں بھی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام لینا گوارہ نہیں کرتے تو نماز میں حضور کی طرف خیال لے جانے کو کس طرح گوارہ کر سکتے ہیں بلکہ یہ صاف طور پر اس کو شرک جانتے ہیں۔

مسلمانو! اب سمجھو کہ اہلسنت وجماعت کی نماز میں اور اس تبلیغی جماعت کی نماز میں کس قدر زبردست فرق ہے جو لوگ اپنی ناواقفی سے یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ نماز میں تو کوئی اختلاف اور فرق نہیں ہے وہ آنکھیں کھول کر دیکھیں کہ اہلسنت کی نماز اس تبلیغی جماعت کے نزدیک نہ صرف عبادت ہی نہیں ہے بلکہ شرک ہے اسی بنا پر یہ وہابی جماعت ناواقف اہلسنت کو پہلے کلمہ پڑھوا کر مسلمان کرتی ہے پھر انہیں نماز کی تبلیغ کرتی ہے اور وہابی نماز سکھاتی ہے جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خیال نہ آئے اور ان کی متابعت اور موافقت کا تصور نہ پیدا ہو۔ بالجملہ ان کے صرف تبلیغ صلوۃ میں یہ راز ہے نیز تبلیغ صلوۃ کا نام لیکر اہلسنت کو وہابی دیوبندی بنانا مقصود ہے۔ چنانچہ خود الیاس صاحب بانی تبلیغی جماعت نے صاف طور پر کہا:

سوانح میں ہے۔

ظہیر الحسن میرا مدعا کوئی پاتا نہیں لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ تحریک صلوۃ ہے میں ان سے کہتا ہوں کہ یہ ہرگز تحریک صلاۃ نہیں ایک روز بڑی حسرت سے فرمایا کہ میاں ظہیر الحسن ایک نئی قوم (یعنی دیوبندی قوم) پیدا کرنی ہے۔ (سوانح ص ۲۲۶)

اس عبارت سے بانی جماعت کا مدعا اور غرض صاف طور پر ظاہر ہوگئی کہ اس تبلیغی جماعت کے اور دورے نماز کی تبلیغ کے لئے ہرگز ہرگز نہیں ہیں تبلیغ صلاۃ کو براہ فریب عوام اہلسنت سے ربط

وملاقات کرنے اور اپنی طرف متوجہ کرنے کا وسیلہ وذریعہ بنا رکھا ہے بلکہ یہ ساری نقل وحرکت تبلیغ واشاعت ہی کے پردہ میں نئی قوم (وہابی جماعت) کے بنانے کیلئے ہے لہذا ہمارے ناواقف عوام اہلسنت وجماعت ان کے تبلیغ صلاۃ کے فریب میں نہ پھنسیں اور ان کے طریقہ نماز کو نہ سیکھیں اور ان کی جماعت کی شرکت سے دور بھاگیں۔ اور ان کی پرفریب باتوں کو نہ سنیں اور ان کی مجالس وعظ میں ہرگز شرکت نہ کریں۔

الیاسی تبلیغی جماعت کا سفید جھوٹ

اس جماعت کے مبلغین اور ہوا خواہ نہایت جرأت ودلیری سے یہ کہہ دیا کہ کرتے ہیں کہ ہم یہ تبلیغی خدمات لوجہ اللہ کرتے ہیں۔ ایک پیسہ اس وقت کے مقابلہ میں نہیں لیتے ہیں۔ ہم پیدل سفر کرتے ہیں۔ کسی کا کھانا نہیں کھاتے ہیں۔ کسی سے کوئی پیسہ نہیں لیتے ہیں۔ تو سوا ان ناواقف چند حضرات کے جو اپنے فوری جذبہ کے تحت دو چار دن یا ہفتہ دو ماہ دیتے ہیں اور جس قدر پرانے پرانے مبلغین برابر کام کرنے والے ہیں۔ وہ سب تنخواہ دار ہیں۔ ان کو سفر خرچ اور کھانے پینے کا صرفہ اور ماہانہ تنخواہ دلی کے دفتر سے ملتی ہے۔ اس کی کافی ثبوت دستیاب ہو چکے ہیں۔ اسی طرح ریل گاڑی اور موٹروں میں سفر کرتے ہیں جن کے بہت سے مشاہدے پیش کئے جا سکتے ہیں۔ یہ جماعت جہاں قیام کرتی ہے وہاں کے لوگ ان کو کھانا کھلاتے ہیں اور یہ خوب کھاتے ہیں۔ اور اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہ خود کسی سے کوئی پیسہ نہیں لیتے لیکن یہ لوگوں کو اپنے مرکز دہلی میں چندہ بھیجنے کی تو ترغیب دلاتے ہیں اور وہ مرکز اس چندہ کو ان پر خرچ کرتا ہے تو کیا اس تبلیغی جماعت نے قوم مسلم کا پیسہ نہیں لیا اور چندہ سے ان کی پرورش نہیں ہو رہی ہے۔

یہ بھی واضح رہے ہمارا ان کے تنخواہ دار ہونے اور سفر خرچ لینے پر اعتراض مقصود نہیں ہے کہ جو شخص اپنا دن رات اس کام میں خرچ کریگا تو وہ اپنے اور اپنے اہل وعیال کے حقوق ادا کرنے پر مجبور ہے کہ جس کام میں اپنا سارا وقت گذارتا ہے تو اس محکمہ سے اس قدر رقم حاصل کر لے۔ چنانچہ یہ تمام سلف وخلف، خلفاء اور امراء، قضاۃ وفوج کا معمول رہا ہے۔ دکھانا یہ ہے کہ یہ مبلغین حقیقت پر پردہ ڈالنے واقعات کے چھپانے تنخواہیں لیکر مکرنے سفری خرچ حاصل کر کے انکار کرنے سواریوں پر سفر کرنے کے باوجود پیدل چلنے دعوتیں کھا کر جھوٹ بولنے اپنا تقویٰ جتانے اپنے تقوے کے گیت گانے۔ صریح جھوٹ بولنے، خلاف حقیقت ظاہر کرنے کی کیوں عادی ہیں۔ کیا ان باتوں سے تبلیغ میں چار چاند لگ جاتے

ہیں ۔ یا ان کے امور کے اظہار سے لوگوں کا کلمہ جلد صحیح ہو جاتا ہے ۔ یا وہ نماز جلد سیکھ لیتے ہیں ۔ تو ثابت ہو گیا کہ ان باتوں سے اس جماعت کا مسلمانوں کو فریب دینا مغالطہ دینا مقصود ہے ورنہ ایسے صریح جھوٹوں سے قوم کو کیا فائدہ پہنچا بلکہ خود ان کی عاقبت خراب ہوئی ۔

الیاسی تبلیغی جماعت کی نمائش ونمود

تبلیغی کام گذشتہ صدیوں میں بھی ہمیشہ ہوئے اور ان کی تبلیغ سے صدہا بلکہ ہزارہا غیر مسلم مسلمان ہوئے لیکن وہ مبلغین نہ اپنے کارناموں کے اعلان جتایا کرتے ۔ نہ ان کی کسی ادا میں نمود تھا ۔ نہ کسی بات میں نمائش تھی ۔ نہ ان کی تبلیغی نقل وحرکت میں شہرت پسندی کا شائبہ تھا ۔ نہ وہ اپنی تکالیف صعوبتوں کے خطبے اور وعظ کہتے تھے ۔ نہ اس راہ میں پیدل چلنے کے واقعات سناتے تھے ۔ نہ اپنے تقدس اور تقوے کے درس دیتے تھے ۔ نہ اس میں کسی عالم دین کے متعلق پروپیگنڈ کرتے تھے ۔ بلکہ ان کی تبلیغ لوجہ اللہ تھی ان کا ہر طریقہ نمود ونمائش سے پاک تھا ۔ ان کا ہر کام عجب وریا سے دور تھا ۔ ان کی ہر بات شہرت واعلان سے جدا تھی ۔ وہ اپنی تکالیف کا اظہار کرنا سبب حبط عمل جانتے تھے ۔ وہ اپنے تقدس اور تقوے کا اعلان موجب بطلان سمجھتے تھے ۔ وہ جو خدمت دین کرتے تو مخلوق کے دکھانے کے لئے نہیں کرتے تھے ۔ وہ تبلیغی کارنامے رضائے الٰہی کے لئے تھے ۔

لیکن آج جب اس تبلیغی جماعت کے حالات کا جائزہ لیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے سب کام محض نمود ونمائش کیلئے ہیں ۔ ان کے تمام امور فقط شہرت واعلان کے لئے ہیں ۔ ان کی ساری نقل وحرکت صرف ریا وخود نمائی کیلئے ہے ۔ چنانچہ وہ دیہات جہاں نہ علماء پہنچتے ہیں نہ ان تک کوئی مذہبی آواز پہنچتی ہے وہاں کے مسلمان صرف نام ہی کے مسلمان ہیں جو تبلیغ کے سخت محتاج ہیں ۔ تو ایسے مقامات پر یہ تبلیغی جماعت نہیں پہنچتی ۔ بلکہ ان کو جب دیکھو تو شہروں میں موجود ہیں ۔ بازاروں میں چکر لگاتے ملیں گے ۔ جامع مسجدوں میں وعظ کہتے نظر آئیں گے ۔ مسلم محلوں میں گشت کرتے ہوئے دکھائی دینگے ۔ اور اپنے وعظوں میں بجائے تبلیغ دین کے اپنا پیدل چل کر آنا اپنی جماعت کے کارنامے سنانا ۔ اپنے تقدس وتقوے کا ذکر کرنا ۔ علماء دیوبند کے گیت گانا ۔ وہابی پیشواؤں کی تعریفیں کرنا ہے ۔ جماعت کے بانی الیاس صاحب کا پروپگنڈا کرنا ۔ دہلی جانے کی ترغیب دینا ۔ ان کے نزدیک تبلیغ دین ہے ۔ اسی کی اشاعت کرنا خدمت اسلام ہے ۔

تو اس جماعت کے مبلغین کا ان شہروں میں آنا جن میں حجاج حفاظ علماء بکثرت موجود ہوں ۔

جن میں مذہبی مدارس جاری ہوں۔ جہاں واعظین برابر آتے جاتے ہوں۔ جلسے اور تذکیر واعظ ہوتے ہوں۔ جن کے اکثر مسلمانان جاہل مبلغ سے زیادہ تعلیم یافتہ ہوں۔ پھر جامع مسجدوں میں ان کا قیام کرنا۔ بازاروں میں گروہ بنا کر پھرنا۔ مسلم محلوں میں گشت لگانا۔ نمود و نمائش نہیں ہے تو اور کیا ہے؟۔ حقیقت یہ ہے کہ اس وہابیہ کی تبلیغی جماعت کا ہر فعل نمود کے لئے ہے۔ ہر کام نمائش کی غرض سے ہے۔ ہر عمل ریا کیلئے ہے۔ ہر نقل و حرکت شہرت کیلئے ہے۔ ہر بات اعلان کے لئے ہے۔ تو یہ ہے ان کی نام نہاد تبلیغ کی حقیقت اور یہ ہے ان کے کارناموں کی نمائشی حالت۔ مولیٰ تعالیٰ ان کے فریب سے محفوظ رکھے آمین۔

الیاسی تبلیغی جماعت علماء پر مشتمل کیوں نہیں

یہ تو ثابت ہو چکا ہے کہ تبلیغ کرنا علما کا منصب ہے شرعا جہال نہ کبھی اس کے اہل تھے نہ ہو سکتے ہیں۔ مگر الیاسی جماعت کا یہ طریقہ امتیاز یوں ہے کہ وہ اپنے وفود میں جہال کو منتخب کرتی ہے۔ پڑھے لکھے چند آدمی برائے نام ہمراہ کر دیتے ہیں جن کا وقت پر کبھی مظاہرہ کرا دیا جاتا ہے لیکن اس جماعت میں اکثریت ایسے جاہلوں کی ہوتی ہے جنھیں نماز تو کیا صحیح طور پر طہارت کرنی بھی نہیں آتی۔ اس انتخاب میں اس الیاسی جماعت کی نہایت گروہی سازش یہ ہے کہ اگر ان کے علماء تبلیغی دورے کرتے ہیں اور وفود کو صرف علماء پر مشتمل رکھا جاتا ہے تو اہلسنت ان کو پہچان لیں گے کہ وہ وہابی دیو بندی علماء ہیں۔ یہ لوگ جب تبلیغ کے لئے آتے ہیں تو وہابی اور دیو بندیت ہی کی تبلیغ کرینگے۔ تو اہلسنت نہ ان کے دام فریب میں پھنسیں گے۔ نہ ان کے وعظ سنیں گے بلکہ ان سے نفرت کرینگے۔ ان سے مسائل مختلف فیہا وعقائد دیو بندیہ کی بحث کریں گے۔ نیز اہلسنت اگر ان علماء کو مجلس ومیلاد شریف محفل گیارھویں شریف عرس فاتحہ رسوم کی شرکت کی دعوت دیں گے تو یہ علماء اپنی مذہبی ذمہ داری کی بنا پر جب ان امور کو بدعات کہتے ہیں تو ان میں ہرگز شرکت نہیں کرینگے۔ تو عوام اہلسنت بھی ان سے واقف ہو جائینگے کہ یہ لوگ وہابیہ دیو بندیہ ہیں۔ ان کی کوئی بات ہی نہ سنے گا۔ لہٰذا علماء کے مبلغین مقرر کرنے میں مذہب وہابیت کی تبلیغی نہ ہو سکے گی۔ اور اہلسنت ان کے دام تزویر میں نہ پھنس سکیں گے۔ اسی نظریہ کے ماتحت الیاسی جماعت نے جہال کو مبلغین مقرر کیا کہ اہلسنت نہ تو ان غیر معروف جاہلوں کو پہچانتے ہیں۔ نہ یہ اپنی وہابیت کا اظہار کرتے ہیں۔ نہ کسی نئی جگہ عقائد وہابیہ کو بتاتے ہیں۔ نہ یہ کم علم مسائل مختلف فیہا میں بحث کر سکتے ہیں۔ نہ کسی کو وہابیہ کے بیان سنا سکتے ہیں۔ پھر اگر اہل سنت کو کہیں فاتحہ سوم میں میں شریک کرنا چاہیں گے تو یہ بے تکلف شریک بھی ہو جائینگے۔ عرس کی تقریب میں بھی بے تأمل کے شامل ہو جائینگے۔

گیارھویں شریف کا کھانا بھی یہ لوگ کھالیں گے۔ محفل میلاد شریف میں بھی یہ شریک ہوجائیں گے۔ قیام بھی کرلیں گے۔ اور اگر کہیں خود میلاد شریف پڑھنے کا موقع آگیا تو بلا تکلف میلاد کا بیان بھی کردیں گے۔ اور قیام بھی کرلیں گے کہ یہ لوگ وہابیت کے کوئی ذمہ دار تخص نہیں ہیں۔ تو جہال الیاسی جماعت کے فریب میں عوام پھنس سکتے ہیں کہ یہ تو ہمارے ساتھ میلاد شریف میں شریک ہوتے ہیں۔ انھوں نے قیام کیا ہے۔ انھوں نے گیارھویں شریف میں شرکت کی ہے۔ یہ عرس میں شامل ہوتے ہیں۔ انھوں نے خود فاتحہ دی ہے۔ اور اس کا کھانا کھایا ہے۔ لہٰذا یہ کیسے وہابی ہوسکتے ہیں۔ تو یہ جاہل مبلغین کہیں تو اس طرح اپنے مذہب پر پردہ ڈال کر اپنا کام نکال لیتے ہیں۔ کہیں اپنی بے خبری اور ان اختلاف سے لاعلم بن کر اپنا الوسیدھا کر لیتے ہیں۔ تو جہاں جیسا دیکھا ویسا ہی بن کر اپنا اعتبار پیدا کر لینا یہ کام ان جیسے جہال ہی کرسکتے ہیں۔ اسی مصلحت کی بنا پر اس الیاسی جماعت نے اپنے مبلغین جہال مقرر کئے اور اپنے علماء کا اس میں انتخاب نہیں کیا۔ لہٰذا اس الیاسی جماعت کا جہال کے مبلغین بنانے میں بھی اور علماء کے نہ لینے میں یہ راز ہے۔

الیاسی تبلیغی جماعت کا مرکز دہلی کیوں ہے

اگر یہ الیاسی جماعت اپنا مرکز دیوبند یا تھانہ بھون یا گنگوہ یا انبیٹھہ مقرر کرتی تو یہ وہ مقامات ہیں جو وہابیت میں مشہور ہوچکے ہیں۔ تو ہر سنی ان کا نام سننے کے بعد بے تکلف یہ سمجھ سکتا کہ جب اس جماعت کا مرکز ان مقامات میں سے کوئی مقام ہے تو یہ وہابیت کی حد کو پہنچتا ہے۔ تو اس جماعت کے فریب میں اہلسنت نہیں آتے پھر تو تبلیغ کا مقصد اعظم یعنی تبلیغ وہابیت ہی ختم ہوجاتی۔

اس جماعت کے بانی نے اس خطرہ سے بچنے کے لئے دہلی کو مرکز قرار دیا اور اس میں بھی وہ آبادی متعین کی جس کا صرف نام ہی سن کر ہر سنی کے جذبات میں طوفانی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے اس کی عقیدت کا سمندر موجیں مارنے لگتا ہے۔ یعنی وہ مقدس سرزمین جس کو مرجع اولیاء مخزن اصفیاء ہونے کا شرف حاصل ہے۔ خانقاہ حضرت عالیجاہ قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین شاہ نظام الدین محبوب الٰہی قدس سرہ کا جوار۔ اس کو اس جماعت نے اسی بنا پر مرکز قرار دیا کہ یہاں کا نام سن لینے کے بعد اس جماعت کی وہابیت کا اہلسنت کے قلوب میں خطرہ بھی نہیں گذریگا۔ اس نسبت کی بنا پر اس جماعت کا احترام کیا جائیگا ان کی مہمان نوازی کی جائیگی ان کی باتوں کو بکمال عقیدت سنا جائیگا ان کے تعمیل حکم میں حتی المقدور سعی کی جائیگی۔

بالجملہ اس جماعت کا قریب خانقاہ حضرت محبوب الٰہی قدس سرہ میں مرکز مقرر کرنے میں یہی فریب ہے کہ اہلسنت ان کی وہابیت کو نہ پہچان سکیں اور یہ اس پردہ میں ناواقف سنیوں کو وہابی بناتے رہیں۔

الیاسی تبلیغی جماعت کا تقیہ

اگر اس الیاسی جماعت میں اسلام کا سچا جذبہ ہے تعمیل احکام کا صادق ولولہ ہے اتباع شریعت کا واقعی ذوق ہے دینداری کا حقیقی شوق ہے تو قرآن وحدیث اقوال صحابہ وتابعین قیاس ائمہ ومجتہدین، تصریحات متقدمین ومتاخرین عمل سلف وخلف امت خیر المرسلین صلوات اللہ علیہ وعلیہم اجمعین کو سامنے رکھ کر صاف الفاظ میں اعلان کردے کہ ہمارا فلاں مذہب ہے اور ہم اس مذہب حق اور سبب فلاح ونجات اعتقاد کرتے ہیں اور اسی مذہب کی تبلیغ کیلئے نکلے ہیں تو دنیا ان کو مشتبہ نظروں سے نہ دیکھے گی جو کھل کر اپنا مذہب ظاہر کرتے ہیں وہ اس کو کوئی فریبی اور تقیہ باز نہیں کرسکتا ہے۔

یہ بات تو ظاہر ہے کہ اصل میں یہ جماعت نہ رافضی ہے نہ چکڑالوی، نہ غیر مقلد ہے نہ قادیانی کہ اسکے بانی وارکین ومبلغین ان فرقوں کے کھلے ہوئے مخالف ہیں کہ اس جماعت کے خود اعمال ان فرقوں کے اعمال کے موافق نہیں۔ اب رہے عقائد تو یہ ان کے بھی سخت مخالف ہیں۔ اسی طرح یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ یہ الیاسی جماعت اہلسنت وجماعت بھی نہیں ہے کیونکہ یہ جماعت نہ کبھی عقائد اہلسنت کا اظہار کرے نہ کبھی اعمال اہلسنت کو خود کرے نہ کبھی ان عقائد واعمال کی تبلیغ کرے نہ علماء اہل سنت سے کوئی تعلق رکھے۔ نہ فتاوے اہلسنت کی پیروی کرے نہ خاص مجالس اہلسنت میں عقیدۃ شرکت کرے نہ مخصوص افعال اہلسنت کی کبھی تائید کرے نہ حرمین شریفین بلکہ دنیائے اہلسنت کے علمائے دین ومفتیان شرع متین نے جن کو بالاتفاق کافر ومرتد ہونے کے فتوے دیئے تو یہ جماعت ان فتووں کو حق کہنے اور ان کو کافر ومرتد ماننے کے لئے کسی طرح تیار ہو۔ پھر اس جماعت کا نہ بانی اہلسنت۔ نہ ارکان اہلسنت۔ نہ قائدین اہلسنت۔ نہ مبلغین اہلسنت۔ نہ حامیین اہلسنت۔ نہ مؤیدین اہلسنت۔ تو پھر یہ جماعت اپنے آپ کو کسی طرح اہلسنت وجماعت کہتی ہے اور کس منہ سے اپنے آپ کو اہلسنت قرار دے سکتی ہے۔ اور اپنے اہلسنت ہونے پر کونسی دلیل پیش کرسکتی ہے اور ان کے ان احوال کے باوجود ان کو کون اہلسنت کہہ سکتا ہے۔ تو بھی یہ ثابت ہوگیا کہ یہ الیاسی جماعت ہرگز ہرگز اہلسنت وجماعت نہیں تو اب ان کا وہابی دیوبندی ہونا خود ہی ظاہر ہوگیا اور ان کے وہابی ہونے کا بین ثبوت یہ موجود کہ اس جماعت کا

بانی وہابی۔ اس کے خاص اراکین وہابی۔ اس کے قائدین وہابی۔ اس کے اصل مبلغین وہابی۔ اس کے حامیین وہابی۔ اس کے موئیدین وہابی۔ اس جماعت والے عقائد وہابیہ کی تصدیق کریں۔ اعمال وہابیہ کے مطابق عمل کریں۔ علماء وہابیہ سے عقیدت رکھیں۔ مفتیان وہابیہ سے فتوے لیں۔ جلسہائے وہابیہ کے والنٹر بنیں۔ مدارس وہابیہ کا پروپگنڈہ کریں۔ وہابی عقائد کی تبلیغ کریں۔ وہابی اعمال کی تعلیم دیں۔ یہ علماء وہابیہ پر پورا اعتماد رکھیں۔ علمائے وہابیہ ان پر کامل بھروسہ رکھیں۔ اور نہ وہابی انھیں گروہ سے جدا جانیں نہ یہ اپنے آپ کو وہابیہ سے الگ سمجھیں۔

اہل انصاف بتائیں کہ وہابی ہونا اور کسے کہتے ہیں اور دیوبندی ہونا اور کس چیز کا نام ہے اس الیاسی جماعت کا وہابی اور دیوبندی ہونا ایسی ناقابل انکار حقیقت ہے جس کا کوئی ادنی سمجھ والا انسان بھی کسی طرح انکار نہیں کرسکتا بلکہ یہ نہ خود یہ الیاسی تبلیغی جماعت اپنے وہابی اور دیوبندی ہونے کا کسی واقف کار کے سامنے انکار کرسکتی ہے۔ البتہ ناواقفوں کے سامنے یہ جماعت اپنی وہابیت پر ضرور پردہ ڈالنے کی کوشش کرتی ہے کہیں اپنے وہابی ہونے کا صاف طور پر انکار کر جاتی ہے۔ کہیں سنیوں میں پہنچ کر سنی بن جاتی ہے۔ کہیں اپنی وہابیت سے لاعلمی وناواقفی ظاہر کر جاتی ہے۔ لہذا یہی تو اس تبلیغی جماعت کا تقیہ ہے یہی تو اس کی تبلیغی پالیسی ہے جس کا مفصل ذکر گذرا۔

بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اس الیاسی جماعت نے اپنے تقیہ میں روافض کو بھی شرمادئے کہ وہ بھی اپنے مذہب کو اس طرح نہیں چھپاتے ہیں جس طرح یہ جماعت اپنی وہابیت کو چھپاتی ہے۔ پھر اس تقیہ کی انھیں اس لئے ضرورت پڑی کہ یہ اپنے آپ کو سنی ظاہر کر کے ناواقف سنیوں کو اپنے دام تزویر میں پھانس لے اور پھر آہستہ آہستہ انھیں تدریجا وہابی بنالیں۔

الیاسی تبلیغی جماعت کی غرض تبلیغ وہابیت ہے

جب ناظرین پر یہ چیز آفتاب سے زیادہ روشن طور پر ثابت ہوگئی کہ مولوی الیاس صاحب بانی تبلیغی جماعت نہ صرف متعصب نسلی وہابی دیوبندی ہیں بلکہ یہ اس وقت کے اکابر دیابیہ کے پیشوا تھے تو ہر معمولی عقائد والا اس کا فیصلہ کرنے کیلئے مجبور ہے کہ جب اس بانی کو عمر کے کسی حصہ میں مذہب اہلسنت سے بھی ادنی سا لگاؤ بھی نہ ہوا۔ نہ کبھی اسنے کسی مشہور عالم اہلسنت سے ملنا گوارہ کیا۔ نہ کسی سنی عالم کو اپنے کسی جلسہ میں مدعو کیا۔ تو اس نے اپنے عمل سے صاف بتادیا کہ مجھے اہلسنت سے کوئی علاقہ نہیں بلکہ اس الیاس نے جلسہائے اہلسنت کے کھل کر مقابلے کئے ہیں۔ تقریبا بیس سال سے زائد ہوئے کہ میوات

کے قصبہ نوح میں ایک اہلسنت کا جلسہ ہوا تھا۔ اس کے منتظم حضرت مولانا رکن الدین صاحب الوری کے صاحبزادے حضرت مولانا محمود صاحب اور حضرت مفتی مولانا مظہر اللہ صاحب امام مسجد فتح پوری دہلی کے صاحبزادے مولوی مشرف احمد صاحب تھے۔ اس جلسہ میں فقیر کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔ تو ایک جلسہ تو بوقت صبح اسکول کے قریب میدان میں ہوا اور دوسرا جلسہ بعد ظہر اسکول کے اندر ہوا۔ الیاس صاحب نے ہم لوگوں کی خبر سن کر دہلی سے دیوبندی مولویوں کی ایک لاری بھر کر بغرض مناظرہ روانہ کی تھی۔ جلسوں میں ہماری تقریر فضائل نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وترغیب اعمال میں ہو رہی تھیں۔ دوسرے جلسہ میں میں تقریر کر رہا تھا کہ درمیان تقریر ہی میں ان دیوبندی مولویوں میں سے ایک مولوی مجمع میں کھڑا ہو گیا اور شور مچانے لگا کہ ہم مناظرہ کے لئے آئے ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہا آپ سے اور مناظرہ سے کیا واسطہ۔ اگر فی الواقع آپ لوگ مناظرے کے لئے آئے ہوتے تو کل سے آپ قصبہ نوح میں موجود ہیں۔ آپ نے چیلنج مناظرہ بھیجا ہوتا۔ شرائط مناظرہ طے کئے ہوتے۔ اور باضابطہ آپ نے مجلس مناظرہ طلب کی ہوتی۔ مگر آپ کو تو اس وقت جلسہ میں صرف شور وشر کرنا مقصود ہے۔ خیر جب آپ نے مناظرہ کا نام لیا ہے تو ہم اسی مجمع میں ابھی مناظرہ کا معاملہ طے کئے دیتے ہیں۔ چنانچہ میں نے مجمع کو مخاطب بنا کر دریافت کیا کہ آپ لوگ مناظرہ کن صاحب سے چاہتے ہیں۔ مجمع نے کہا کہ ہم لوگ مناظرہ مولوی الیاس صاحب سے چاہتے ہیں کہ ہمارے ملک میوات میں اختلاف وفساد کا بیج انھوں نے ہی بویا ہے ۔ اور ہمارے گاؤں، گاؤں گھر گھر میں باپ بیٹے بھائی بھائی میں جنگ وجدال قائم کر دیا ہے۔ میں نے مولویوں سے دریافت کیا کہ اس وقت آپ کی اس جماعت میں مولوی الیاس صاحب موجود ہیں انھوں نے جواب دیا کہ وہ تو موجود نہیں ہیں۔

میں نے دریافت کیا کہ وہ آخر کہاں ہیں۔ وہ بولے کہ مولانا صاحب دہلی میں ہیں۔ میں نے دریافت کیا کہ اگر انکو کوئی شخص یہاں سے دہلی لینے کیلئے جائے اور پھر ان کو دلی سے لے کر آئے تو اس میں کتنے گھنٹے صرف ہونگے۔ مجمع نے جواب دیا کہ وہ صرف ۵ گھنٹے میں یہاں آسکتے ہیں۔ میں نے اسی مجمع ہی میں بہ اعلان مولوی الیاس صاحب کو چیلنج مناظرہ دیا۔ ہم ان کا ۲۵ رگھنٹہ تک انتظار کرینگے اگر اتنی مقدار میں یہاں نہیں آئے تو ان کی شکست فاش ہوگی۔ لیکن ان کے فرستادہ مولویوں نے انھیں اس وقت میں حاضر نہیں کیا۔ ہم نے وہاں بجائے ۲۵ رگھنٹے کے ۳۰ رگھنٹے تک انتظار کیا اور اس کے بعد وہاں سے روانہ ہوئے۔

یہ واقعہ محض اس لئے پیش کیا کہ وہ اہلسنت کے سخت مخالف تھے کہ ان سے کبھی اہلسنت کا وقار دیکھا نہیں جاتا تھا۔ چنانچہ ہم اس کو انھیں کے کلام سے ثابت کر دیں۔ ان کی سوانح میں ہے۔

مولانا کی فطرت میں دین کی حمیت وغیرت کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ ان کی اس دعوت کی ایک بڑی محرک طاقت اوران کی اس سوز دردمندی اور بے قراری کی ایک بڑی وجہ جوان کو کسی کل اور کسی پل چین نہیں لینے دیتی تھی دین کا یہی بڑھتا ہوا تنزل وانحطاط روز افزوں غلبہ واقتدار تھا جس کو ان کی حساس اور بیدار فطرت اوران کا غیور مزاج ایک لمحہ کیلئے برداشت نہیں کرسکتا تھا۔ (سوانح ۲۳۱) (اسی میں ہے)
دین کے روز افزوں انحطاط ہندوستان میں اسلام کے زوال عقائد وارکان دین کے ضعف واضمحلال اور مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی دنیت اور مادہ پرستی نے مولانا کی حساس اور غیور طبیعت پر ایسا اثر کیا کہ ساری عمر وہ اس درد میں بے چین رہے (سوانح ص ۲۹۲

ان عبارات سے ظاہر ہو گیا کہ الیاس صاحب کی بے چینی کا سبب اوران کی دردمندی و بے قراری کا باعث جو نا قابل برداشت تھا وہ اہل سنت کا فروغ اور روز افزوں غلبہ واقتدار تھا اوران کے عقائد کی اشاعت تھی جس کو وہ اپنی نزدک لادینیت اور اسلام کے زوال سے تعبیر کرتا ہے۔ رہا ضعف اعمال اس کو تو براہ فریب پیش کر دیا ہے۔ چنانچہ اسی سوانح میں ذرا کھل کر لکھتے ہیں۔

کفر کی حد تک پہونچے ہوؤں تک علم پہنچانا اصل کی تکمیل اور ہمارا فریضہ ہے۔
(سوانح ص ۳۰۵)

لوگوں نے غلط فہمی سے سمجھ لیا ہے کہ ایمان تو موجود ہی ہے اس لئے ایمان کے بعد جن چیزوں کا درجہ ہے ان میں مشغول ہو گئے حالانکہ سرے سے ایمان پیدا کرنے ہی کی ضرورت باقی ہے۔
(سوانح ص ۲۷۵) مولانا دین کے تمام کاموں میں ایمان اور مذہب کے اصول وارکان کیلئے جدوجہد اور تبلیغ ودعوت کو مقدم رکھتے تھے۔ (سوانح ص ۲۹۴)

اس دعوت وتبلیغ کو جو مسلمانوں میں ایمان پیدا کرنے اوراصول دین کا رواج دینے کے لئے تھی تحریک ایمان سے موسوم کرتے تھے۔ (سوانح ص ۲۸۵)

ان عبارات سے صاف طور پر ثابت ہو گیا کہ یہ الیاسی تبلیغ اصل اعمال کے لئے نہیں ہے بلکہ کفر تک پہونچے ہوؤں کو تبلیغ کرنا اپنا فریضہ بنا دیا اور سرے سے ایمان پیدا کرنا ضروری ٹھہرایا اور ایمان واصول مذہب کی تبلیغ کو مقدم قرار دیا اور مسلمانوں میں ایمان پیدا کرنے اوراصول دین کا رواج دینے کی

تبلیغ کا نام تحریک ایمان رکھا۔ تو یہ الیاسی تبلیغ حقیقت میں اعمال کی تبلیغ نہیں ہے بلکہ اصول دین عقائد ایمان کی تبلیغ ہے اور رتذکیر الاخوان کی عبارت منقول ہوئی کہ میلاد و قیام کرنے والے عرس فاتحہ کرنے والے سوم و چہلم کرنے والے محفل محرم گیارہویں کرنے والے ان کے نزدیک کافر ہیں۔ کفر تک پہونچے ہوئے ہیں۔ تو یہ اہل سنت ہی تو ہیں۔ لہٰذا یہ الیاسی تبلیغ خاص اہل سنت کے لئے سرے سے ایمان پیدا کرنے کے لئے ہے۔ رہا اعمال کا ڈھونگ اور تحریک صلوۃ کا نام وہ محض فریب ہے۔ چنانچہ خود ہی اس فریب کا اظہار بھی الیاس ہی نے کر دیا ہے سوانح ہے۔

ظہیر الحسن میرا مدعا کوئی پا تا نہیں لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ تحریک صلوۃ ہے میں قسم سے کہتا ہوں کہ یہ ہرگز تحریک صلاۃ نہیں ایک روز بڑی حسرت سے فرمایا میاں ظہیر الحسن ایک نئی قوم پیدا کرنی ہے۔

(سوانح ص ۲۲۶)

الیاس صاحب کی اس عبارت سے آفتاب سے زیادہ روشن طور پر ثابت ہو گیا کہ الیاس صاحب یہ تبلیغی وفود نماز کی تبلیغ کے لئے ہرگز نہیں۔ تبلیغ صلاۃ کا ڈھونگ ایک فریب ہے۔ لوگوں سے ربط و ملاقات کا ذریعہ ہے۔ بلکہ یہ ساری تبلیغی جماعت کی نقل و حرکت ایک نئی قوم پیدا کرنی یعنی وہابی بنانے کے لئے ہے۔ لہٰذا ظاہر ہو گیا کہ اس الیاسی تبلیغ کی غرض تبلیغ وہابیہ ہے۔

علاوہ بریں جب الیاسی تبلیغ کا نام تحریک ایمان ہے اور اس میں اصول دین و عقائد ایمان کی تبلیغ مقدم ہے اور یہی الیاسی جماعت کا اصل تبلیغی فریضہ ہے تو ان کے اصول دین و عقائد ایمان وہی تو ہیں جو مذہب وہابیت دیوبندیت کے اصول عقائد دین و ایمان ہیں تو اب صاف بات ہو گئی کہ الیاسی جماعت اس صلوۃ و عقائد کی تبلیغ کرتی ہے جو مذہب وہابیت کے اصل عقائد ہیں تو الیاسی تبلیغ کی غرض وہابیت ہی تو قرار پائی۔

اور اگر کسی کو پھر بھی یہ اشتباہ ہو کہ تبلیغی جماعت کی تبلیغ غرض تبلیغ وہابیت نہیں ہے اور ان کا کام کسی کو وہابی دیوبندی بنانا نہیں ہے ان کے بانی الیاس صاحب کا مدعا تبلیغ دیوبندیت نہیں ہے انکا دیوبندیوں سے تعلق نہیں ہے تو صاف سنئے اسی سوانح میں ہے۔

منشی نصر اللہ صاحب راوی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے عرض کیا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ (یعنی الیاس صاحب) مجدد وقت ہیں فرمایا تم سے کون کہتا تھا میں نے کہا کہ لوگوں میں چرچا ہے فرمایا نہیں میری جماعت مجدد ہے (حاشیہ میں ہے) یعنی اس دور کے علماء صالحین کی وہ جماعت جس سے

مولانا کا تعلق تھا۔ (سوانح ص ۲۲۷)

اس عبارت میں الیاس صاحب نے صاف الفاظ میں اعلان کر دیا کہ تبلیغ دیو بندیت ووہابیت کا مجدد فقط میں ہی نہیں ہوں بلکہ میری ساری جماعت ہے اور محشی نے تو صاف کر دیا کہ جماعت سے مراد اس دور کے وہ علماء ہیں جن سے الیاس صاحب کا تعلق تھا اور ہم یہ امر پیش کر چکے ہیں کہ انکا تعلق تمام اکابر واصاغر علمائے دیو بند سے تھا اور کسی سنی عالم سے ان کا تعلق ہی نہیں ہوا تو اب ثابت ہو گیا کہ یہ الیاسی تبلیغ صرف وہابیت ودیو بندیت کے لئے ہے اور ایسی جماعت کے ساری جد وجہد لوگوں کو وہابی بنانے کے لئے ہے۔

بعض ناواقف یہ شبہ پیش کیا کرتے ہیں کہ الیاس تبلیغ میں اہل سنت کا رد نہیں ہوتا نہ خود الیاس صاحب اہل سنت کی تردید کرتے تھے نہ انھوں نے اپنی اس تبلیغی جماعت کو رد اہل سنت کا حکم دیا ہے۔ تو اس کا جواب اور اس کی پوری حقیقت خود انھیں سے سنئے۔

سوانح میں ہے:

مولانا (الیاس) امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے بارے میں خاص اصول وترتیب وتدریج کے قائل تھے لیکن جب کھلا ہوا منکر پیش آجاتا تو قطعا کوئی مداہنت اور رواداری گوارہ نہ کرتے۔ فاذا تعدی الحق لم یقم لغضبه شی پھر اس استقامت اور تورع کا اظہار فرماتے جو ان کے اسلاف کرام مشائخ اور علماء راسخین کا شیوہ ہے۔ (سوانح ص ۲۵۹)

مولانا نے جس مبارک ماحول میں ابھی تک پرورش پائی تھی وہاں کی دینی غیرت وحمیت عشق سنت اور جذبہ حفاظت شریعت اس کی اجازت نہیں دیتا تھا کہ کسی منکر کو زندہ رہنے کی فرصت دی جائے۔

(سوانح ص ۲۹۶)

(اسی سوانح کے صفحہ ۱۱ پر ہے) عقائد اور فرائض میں مداہنت کی جائے تو یہ کسی حال میں جائز نہیں ہے۔

ان عبارات سے ظاہر ہو گیا کہ الیاس صاحب اس سلسلہ تبلیغ میں یہ فریب اور پالیسی رکھتے ہیں کہ اہل سنت کو ایک دم وہابیت کی تبلیغ نہ کرو بلکہ آہستہ آہستہ بہ تدریج دیو بندیت کی دعوت دو۔ ہاں جب میلاد شریف قیام گیارہویں شریف عرس وغیرہ کرنے لگیں جو وہابیہ کے نزدیک منکرات میں سے ہیں تو ان پر مداہنت اور رواداری ہرگز نہ کرو یعنی ان منکرات کا کھل کر رد وابطال کرو اور ان امور

کے جواز پر کوئی مناظرہ کرے تو اس سے اپنے مشائخ وعلماء دیو بند کے طریقہ پر مناظرہ ومباحثہ بھی کرو اور وہابیت کے نہ ماننے والے منکر پر کسی طرح کا تقیہ نہ کرو بلکہ غصہ اور تیش میں آجاؤ اور مشائخ وہابیہ کی راہ استقامت پر عقائد ومسائل اہل سنت کا مقابلہ کرو ان کے ابطال وبدعت وحرام ہونے کا اظہار کرو اور یہاں تک کہ منکر کو زندہ رہنے کی فرصت بھی مت دو۔

مسلمانو! دیکھو یہ بانی تبلیغی جماعت کتنے صاف الفاظ میں وہابیت ودیو بندیت کی تبلیغ کا حکم دے رہا ہے اور عقائد ومسائل وہابیت کے اظہار کرنے کا حکم دے رہا ہے اور وہابیت کے کسی عقیدہ ومسئلہ کے چھپانے کو مداہنت ورواداری کہہ کر کس قدر تنبیہ کر رہا ہے اور اہل سنت کے رد وابطال کا کتنا زبر دست سبق دے رہا ہے۔ اہل سنت کو نہایت پالیسی اور انتہائی فریب سے وہابی بنانے کا طریقہ بتا رہا ہے

۔

ہمارے برادران اہل سنت آنکھیں کھولیں اور اس تبلیغی جماعت کے کید وفریب کو دیکھیں کہ یہ جماعت ہمارے اہل سنت کو وہابی بنانے کی فکر میں گشت کر رہی ہے۔ یہ جماعت وہابیت کی تبلیغ کے لئے دور بکرتی پھر رہی ہے۔ یہ جماعت دیو بندیت کی دعوت دیتی ہوئی شہر بہ شہر چکر لگا رہی ہے۔ اس جماعت کے بنانے کی غرض ہی یہ ہے کہ دیو بندی قوم پیدا کی جائے۔ اس جماعت کی بنیاد ہی اس پر رکھی گئی ہے کہ دائرہ وہابیت کو وسیع کیا جائے۔ چنانچہ جہاں انھوں نے کامیابی حاصل کر لی ہے وہاں کے لوگ سخت وہابی پختہ دیو بندی ہو گئے ہیں۔ جو سنی حضرات ان کے ساتھ شامل ہو گئے ہیں وہ سنیت سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں اور کھل کر وہابیت کے ہوا خواہ بن گئے ہیں۔ جن مقامات پر انکا بکثرت گشت ہوتا ہے وہاں دیو بندیت کے جراثیم پھیل گئے ہیں۔

لہذا میرے سنی بھائیو! تم اس جماعت کے فریب میں نہ آؤ۔ ان کی تحریک صلوۃ وتبلیغ کلمہ شریف کی ظاہری دعوت کو نہ دیکھو۔ ان کی جماعت میں ہرگز شامل نہ ہو۔ ان کے فریب سے اپنے بھائیوں کو بچاؤ۔ اور ان کی ان کی کھل مخالفت کرو۔ اور ان سے اپنے دین حق کی محافظت کرو۔

الیاسی تبلیغی جماعت کے ساتھ مسلمان کیا کریں

جب یہ ثابت ہو چکا کہ یہ الیاسی جماعت کوئی نئی جماعت نہیں ہے بلکہ یہ وہی جماعت ہے جو وہابی دیو بندی کے نام سے مشہور ہے جن کے عقائد ومسائل سلف وخلف مسلمین سے بالکل علیحدہ ہیں جنھوں نے حضرات اولیاء وانبیائے کرام علیہم السلام کی شانوں میں گستاخیاں خیال کرنا اپنا مذہب ٹھہرالیا

ہے جنھوں نے شان الوہیت میں توہین آمیز الفاظ لکھنا اپنا طرہ امتیاز بنالیا ہے ان کی صدہا عبارات اللہ جل جلالہ اور اسکے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین وتنقیص میں مطبوعہ موجود ہیں کہ ان کے عقائد مذہب اسلام کی مشہور کتب عقائد کے خلاف ہیں اور ان کے عقائد مسلمانوں کے عقائد سے بالکل جدا اور الگ ہیں۔ لہذا اسی بنا پر ان کو تمام علماء ہند وعرب حرمین شریفین نے خارج از اسلام ہونے کے فتوے تحریر فرمائے جنھیں انکا مطالعہ مقصود ہو وہ حسام الحرمین اور الصوارم الھندیہ کو دیکھیں بلکہ ان عبارات کے دیکھ لینے کے بعد آپ کا ایمان خود آپ کو یہ باور کرادیگا کہ اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ایسی توہین وگستاخیاں کرنے والا یقیناً گمراہ بیدین کافر ومرتد ہے اور جب یہ امر متحقق ہو چکا کہ ان کے اقوال کفر وضلال ہیں۔ ان کے عقائد غلط وباطل ہیں۔ تو ان کی اس جماعت کے ساتھ تعلق اور ربط ومحبت رکھنا ان کی تعظیم وتوقیر کرنا ان سے سلام وکلام کرنا ان سے نکاح اور شادی کرنا ان کے پیچھے نماز پڑھنا ان کے علماء کو علمائے دین سمجھنا ان کے وعظ سننا ان کی جماعت میں شامل ہونا کس طرح روا اور درست ہوسکتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن وحدیث سے اقوال سلف وخلف سے ایسے گمراہوں اور بے دینوں کے بارے میں جو احکام ہیں وہ آپ کے سامنے پیش کردوں۔

اللہ تعالٰی قرآن کریم میں فرماتا ہے:

آیت: ومن یتولھم منکم فانہ منھم۔ (سورۂ مائدہ) اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انھیں میں سے ہیں۔

علامہ نسفی تفسیر مدارک التنزیل میں تحت آیہ کریمہ فرماتے ہیں:

وھذا تغلیظ من اللہ وتشدید فی وجوب مجانبۃ المخالففی الدین۔

(تفسیر مدارک مصری جلد۱ ص ۲۲۳)

یہ حکم اللہ کی جانب سے دین کے مخالف سے علیحدگی کے واجب ہونے میں زبردست اور شدید حکم ہے۔

علامہ خازن تفسیر خازن میں تحت آیہ کریمہ فرماتے ہیں:

ھذا تعلیم من اللہ تعالٰی وتشدید عظیم فی مجانبۃ الیھود والنصاری وکل مخالف دین الاسلام۔ (تفسیر خازن مصری جلد۲ ص ۵۱)

یہ اللہ تعالٰی کی طرف سے یہود ونصاری سے اور ہراس شخص سے جو دین اسلام کا مخالف ہو پرہیز

کھنے کی بڑی شدید تعلیم ہے۔

(آیت دوم) اذا سمعتم ایت اللہ یکفر بھا و یستھزأ بھا فلا تقعد وا معھم حتی
حوض و فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلھم۔ (سورۃ النساء رکوع ۲۰)

اور جب اللہ کی آیتوں کو سنو کہ انکا انکار کیا جاتا ہے اوران کی ہنسی بنائی جاتی ہے تو ان لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک وہ اور بات میں مشغول نہ ہوں ورنہ تم بھی انھیں جیسے ہو۔

علامہ خازن تفسیر لباب التاویل میں تحت آیۃ کریمہ فرماتے ہیں:

قال ابن عباس دخل فی ھذہ الآیۃ کل محدث فی الدین و کل مبتدع الی یوم القیمۃ انکم اذا مثلھم) یعنی انکم یا ایھا الجالسون مع المستھزئین بایٰت اللہ اذ ارضیتم بذلک فانتم وھم بالکفر سواء قال العلماء وھذا یدل علی ان من رضی بالکفر فھو کافر ومن رضی بمنکر او خالط اھلہ کان فی الاثم بمنزلتھم اذا رضی بہ وان لم یباشر۔

(خازن جلد اص ۵۰۹)

حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس آیۃ کے حکم میں قیامت تک کا ہر گمراہ اور دین میں ہرنئی راہ پیدا کرنے والا داخل ہوگیا (انکم مثلھم)یعنی تم اے اللہ کی آیات کے ساتھ مذاق کرنے والے کے ساتھ بیٹھنے والو! جب تم اس مذاق سے راضی ہوگئے تو تم اور وہ کفار کفر میں برابر ہوگئے۔

علماء نے فرمایا اس آیت نے اس بات پر دلالت کی کہ جو کفر سے راضی ہو تو وہ کافر ہوگیا اور بری بات سے راضی ہوا یا اس کے بڑوں سے میل جول کیا تو گناہ میں اس جیسا ہوا جب اس سے راضی ہوا گر چہ اس کو خود نہ کرے۔

حضرت حجۃ الاسلام امام ابوبکر رازی تفسیر احکام قرآن میں تحت آیۃ کریمہ فرماتے ہیں:

عن الحسن ان ما اقتضتہ الآیۃ من اباحۃ المجالسۃ اذا خاضوا فی حدیث غیرہ منسوخ بقولہ (فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین)وفی ھذہ الآیۃ دلالۃ علی وجوب انکار المنکر علی فاعلہ وان من انکارہ اظھار الکراھۃ اذا لم یمکنہ ازالتہ وترک مجالسۃ فاعلہ والقیام عنہ۔ (ازاحکام القرآن مصری جلد ۲ ص ۳۵۳)

حضرت حسن سے مروی ہے کہ آیت نے جو بیٹھنے کے مباح ہونے کا اقتضا کیا جب وہ اور بات میں مشغول ہو جائیں تو اس کو آیۃ فلا تقعد بعد الذکری الایۃ نے منسوخ کردیا یعنی یاد آنے پر

ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔ تو اس آیت میں برائی کے کرنے والے پر وجوب انکار پر دلالت ہے اور اسکا منکر سے جب اس کو نہ روک سکے کہ کراہت کا ظاہر کرنا ہے اور اس کے کرنے والے کے ساتھ نشست و برخاست کا چھوڑ دینا ہے اور وہاں سے اٹھ جانا ہے۔

(آیت سوم) واذا رایت الذین یخوضون فی ایتنا فاعرض عنهم حتی یخوض فی حدیث غیره واما ینسینك الشیطن فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظالمین ۔

(سورہ الانعام رکوع ۸)

اور اے سننے والے جب تو انہیں دیکھے جو ہماری آیتوں میں پڑتے ہیں تو ان سے منہ پھیر لے جب تک وہ اور بات میں نہ پڑیں اور جو کہیں تجھے شیطان بھلادے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو

حضرت حجۃ الاسلام امام ابوبکر رازی تفسیر احکام القرآن میں تحت آیۂ کریمہ فرماتے ہیں:

هذا یدل علی ان علینا ترك مجالسة الملحدین وسائر الکفار عند اظهارهم الکفر والشرك فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظالمین) یعنی بعدما تذکر نهی الله تعالیٰ لا تقعد مع الظالمین وذلك عموم افی لانهی عن مجالسة سائر الظالمین من اهل الشرك واهل الملةلوقوع الاسم علیهم جمیعا ملخصا۔ (احکام القرآن مصری جلد ۳ ص ۲)

یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ہم پر بیدینوں اور تمام کفار کے ساتھ جب وہ کفر و شرک کا ارادہ ظاہر کریں نشست کا چھوڑ دینا ضروری ہے تو آیت فلاتقعد بعد الذکری الایۃ یعنی اللہ تعالیٰ کی ممانعت کے یاد آجانے کے بعد ظالموں کے پاس نہ بیٹھ اور آیت میں تمام ظالموں کے پاس بیٹھنے کی ممانعت کا عموم ہے چاہے وہ شرک والے ہوں یا دین والے اس لئے کہ ظالم کا لفظ سب پر اطلاق ہوتا ہے۔

علامہ احمد جیون تفسیر احمدی میں تحت آیۂ کریمہ فرماتے ہیں

والظاهر من کلام الفقهاء ان الایة باقیةوان القوم الظالمین یعم المبتدع والفاسق والکافر والقعود مع کلهم ممتنع۔ (از تفسیر احمدی مطبوعہ دہلی جلد ۲۲۶۱)

کلام فقہاء سے ظاہر ہے کہ اس آیت کا حکم باقی ہے اور قوم ظالم گمراہ اور فاسق اور کافر سب کے لئے عام ہے اور تمام کے پاس بیٹھنا ممنوع ہے۔

ان آیات اور ان کی تفاسیر سے ثابت ہو گیا کہ مسلمانوں پر کفار سے اور ہر مخالف گمراہ و بیدین

سے جدا رہنا اور پرہیز کرنا واجب ہے اور انکے پاس بیٹھنا ان کی ان مجالس میں جانا جن میں وہ خلاف عقائد اسلام تقریر کرتے ہوں ان کے جلسوں میں سننے کیلئے شرکت کرنا ان کے ساتھ رہنا اور تعلقات رکھنا ممنوع وناجائز ہیں اور یہ احکام صرف کفار کے ساتھ ہی خاص نہیں ہیں بلکہ ہر گمراہ و بیدین حتی کی فاسق وفاجر کے لئے بھی ہیں یہ انکار تو آیات سے پیش کئے گئے۔ اب باقی رہیں احادیث تو ان کے پیش کرنے سے پہلے ان دو باتوں کا سمجھنا ضروری ہے۔

امر اول آپ اسی کتاب میں اسی بانی تبلیغی جماعت کے پیر مولوی رشید احمد گنگوہی کا فتوے پڑھ چکے ہیں کہ محمد ابن عبدالوہاب کے عقائد عمدہ تھے اور وہ اور ان کے مقتدی اچھے ہیں اور ظاہر ہے کہ عمدہ عقائد اور اچے لوگوں کا ہی اتباع اور پیروی کی جاتی ہے۔ لہٰذا ان الیاس صاحب کے پیر گنگوہی صاحب اور ان کے سب ماننے والے محمد ابن عبدالوہاب کے ہم عقیدہ اور متبع قرار پائے اور اس کتاب میں فقہ کی مشہور کتاب ردالمحتار سے اکابر واساتذہ صاف طور پر المھند میں لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک ان (محمد بن عبدالوہاب) کا حکم وہی ہے جو صاب درمختار نے فرمایا ہے خوارج کی ایک جماعت ہے شوکت والی جنھوں نے امام پر چڑھائی کی تھی الخ۔

(المھند مطبوعہ بلالی پریس ساڈھورہ ص ۱۴)

تو اب ردالمحتار اور خود الیاس صاحب کے اکابر اور استاذوں کے حکم سے محمد ابن عبدالوہاب اور اس کے متبعین کا خارجی ہونا ثابت ہوگیا۔ لہٰذا اب بانی تبلیغی جماعت مولوی الیاس صاحب اور ان کے پیروں اور استاذوں اور تمام اکابر وہابیہ اور ان کے سب ماننے والوں کا محمد بن عبدالوہاب کے ہم عقیدہ ومتبع ہونے کی بنا پر خارجی ہونا ثابت ہوگیا تو اب تبلیغی جماعت کا فرقہ خوارج ہونا خوب ظاہر ہوگیا۔

امر دوم: آپ نے اس تبلیغی جماعت کے اسی کتاب میں ۲۵ عقائد دیکھے جو اہلسنت کی کتب عقائد کے بالکل خلاف ہیں ہم نے اس کتاب میں ان کے صرف ۲۵ عقائد ہی بطور نمونہ کے پیش کئے ہیں ورنہ یہ اہلسنت کے صدہا عقائد میں مخالف ہیں جن کی تفصیل ہمارے رسالہ کاشف سنیت ووہابیت میں ہے۔ بالجملہ یہ جماعت مخالف اہلسنت و جماعت ہے اور مخالف اہلسنت ہی کا نام اہل بدعت ہے۔

چنانچہ علامہ ابن حجر کے فتاوے حدیثیہ میں اس کی صاف تصریح موجود ہے:

المراد باصحاب البدع فيه من كان على خلاف ماعليه اهل السنة و الجماعة۔

(فتاوے حدیثیہ مصری ص ۲۰۰)

حدیث میں صاحب بدعت سے مراد وہ لوگ ہیں جو اہلسنت و جماعت کے مذہب کے مخالف ہوں۔

ردالمحتار میں ہے

اهل البدعة كل من قال قو لا خالف فيه اعتقاد اهل السنة و الجماعة۔

(ردالمحتار جلد۳ ص ۱۸۹)

اہل بدعت ہر وہ شخص ہے جو اہلسنت و جماعت کے مخالف کوئی بات کہے

اس عبارت سے صاف ظاہر ہو گیا کہ الیاسی جماعت مخالف مذہب اہل سنت ہونے کی بنا پر اہل بدعت ہوئی۔ لہٰذا اس الیاسی تبلیغی جماعت کا اہل بدعت و خوارج ہونا محقق ہو گیا تو اب خوارج و اصحاب بدعت کی احادیث دیکھئے۔

حدیث بخاری شریف کے باب قتال الخوارج والملحدین میں حضرت علی کرم اللہ وجہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

سيخرج قوم فى اخر الزمان حداث الاسنان سفهاء الاحلام يقولون من خير قول البرية لا يجاوزايمانهم حنا جر هم يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية فاينما لقيتمو هم فاقتلو هم فان فى قتلهم اجرا لمن قتلهم يوم القيمة۔

(بخاری شریف مجتبائی جلد۲ ص ۱۰۲۴)

حدیث ۲ بخاری شریف کے اس باب قتال الخوارج میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

بينا النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقسم جاء عبدا لله ذو الخويصرة التميمى فقال اعدل يا رسو ل الله قال ويلك و من يعدل اذا لم اعدل قال عمر بن الخطاب ائذن لى فاضرب عنقه قال دعوه فان له اصحابايحقرا حدكم صلاته مع صلاته و صيامه مع صيامه يمر قون من الدين كما يمرق السهم من الرمية۔ (بخاری شریف ۲۸ جلد۲ ص ۱۰۲۴)

حدیث بخاری شریف کے اسی باب من ترک قتال الخوارج من حضرت یسیر بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی انھوں نے حضرت سہل بن حنیف سے دریافت کیا:

هل سمعت النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول فى الخوارج شيئا قال سمعته

یقول واھوی بیدہ قبل العراق یخرج منه قوم یقرون القرآن لا یحاوز تراقیھم یمر قون من الاسلام مروق السھم من الرمیة (از بخاری شریف مجتبائی ۲۸ص ۱۰۲۵)

حدیث ۵ بخاری شریف کے باب صفۃ ابلیس وجنودہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی انھوں نے فرمایا:

رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم یشیر الی المشرق ھا ان الفتنة ھھنا ان الفتنة ھھنا من حیث یطلع قرن الشیطان ۔　(بخاری شریف مجتبائی ۱۳ جلد اڈ ۴۶۳)

حدیث ۶ بخاری شریف کے باب ذکر قوم عاد میں حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ نے سرکار رسالت میں یمن سے کچھ سونا بھیجا تھا حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو چار شخصوں اقرع بن حابس حنظلی ،عیینہ بن بدر فزاری ۔بنی نبہان کے ایک شخص علقمہ بن علاثہ عامری اور بنی کلب کے ایک شخص کے درمیان تقسیم فرمایا۔

فغضب قریش والانصار فقالوا یعطنی صنادید اھل نجد ویدعنا قال انما اتألفم فاقبل رجل غائر العینین مشرف الوجنتین ناتی الجبین کث اللحیة محلوق فقال اتق اللہ یا محمد فقال من یطیع اللہ اذا عصیت ایا مننی اللہ علی اھل الارض فلا تامنو ننی.فسالہ رجل قتلہ احسبه خالد بن الولید فمنعه فلما ولی قال ان صنضئی ھذا أو عقب ھذا قو ما یقرئون القران لا یحاوز حناجرھم یمرقون من الدین مروق السھم من الرمیة یقتلون اھل الاسلام ویدعون اھل الاو ثان لئن ادرکتھم لا قتلنھم قتل عاد۔

(بخاری شریف ۱۳ جلد اص ۴۷۲)

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل ،الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول ،ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

پھلواری کے اشتہار کا رد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ (۱۱۱۷)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ صوبہ بہار میں ایک مقام پھلواری شریف ہے اس میں ایک امارت شرعیہ ہے جس کا داعی جریدہ نقیب ہے اس کے جلد ۲۷ شمارہ نمبر ۱۱/۵ جمادی الثانی ۸۷ ۱۳ھ یوم چہار شنبہ کے پرچے کے پہلے صفحہ پر قیام میلاد شرف کے متعلق یہ ذیل کا مضمون لکھا ہے۔

میلاد میں مسئلہ قیام پر لڑائی کر کے دین کی مخالفت میں مواد فراہم نہ کیجئے۔ حضرت امیر شریعت بہار واڑیسہ کا ایک اہم اور ضروری مکتوب جناب عبدالسبحان صاحب اور محمد حنیف صاحب نے میلاد میں قیام جائز ہے یا نہیں؟۔ یہ مسئلہ حضرت امیر شریعت سے دریافت کیا تھا کہ ان دنوں بہار کے بعض حصوں میں غیر ضروری مذہبی بحثیں چل رہی ہیں اور عوام کو مشتعل کیا جا رہا ہے۔ ضلع ہزاری باغ بھی اپنی بدقسمت حصوں میں سے ہے حضرت امیر شریعت نے جو فاضلانہ جواب دیا ہے وہ بغرض استفادہ ہدیہ ناظرین ہے۔ (ادارہ)

مخلصی جناب عبدالسبحان صاحب ومحمد حنیف صاحب وعلیکم اسلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط ملا اس وقت ہندوستان میں مسلمانوں کے اندر اس قسم کے فتنے بہت پیدا ہو رہے ہیں جگہ جگہ پر جھگڑا اور لڑائی ہے بات بات پر فتنہ اور فساد ہے آپ لوگوں کو ایسے لڑانے والوں سے خواہ وہ مولوی کے بھیس میں ہوں یا کسی اور روپ میں پورا پرہیز کرنا چاہئے اور ان لوگوں کی ہمت افزائی ہرگز نہ کرنا چاہئے کتنے افسوس کی بات ہے جو چیزیں صاف صاف قرآن وحدیث سے ثابت ہیں اور جن چیزوں کو سرکار دو عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ انجام دیا اور کبھی ترک نہیں فرمایا آج ان چیزوں پر کچھ پوچھ گچھ نہیں ہے ایسی واضح چیزوں کے نہ کرنے والوں سے کوئی نہیں کہتا کہ تم انھیں کیوں چھوڑے ہوئے ہو۔ اور نہ کبھی ایسی چیزوں پر جھگڑا ہوتا ہے اور جھگڑا قیام پر کیا جاتا ہے اس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے اس وقت مسلمانوں کے سامنے بڑے اہم سوال ہیں لیکن یہ لڑوانے والے

حضرات مسلمانوں کو غیر ضروری اور بیکار چیزوں میں الجھا کر اہم اور ضروری ضروری چیزوں کو پس پشت ڈال رہے ہیں جو قوم کے تنزل اور پستی کی کھلی نشانی ہے۔ مشہور واقعہ ہے کہ بیت المقدس میں عیسائیوں کی حکومت تھی لیکن اس وقت عیسائی قوم کی بے حسی کا یہ حال ہو چکا تھا کہ اسلامی فوجیں بیت المقدس کے دروازے میں داخل ہو رہی تھیں اور عیسائیوں کے دینی پیشوا اس شہر کے اندر آپس میں اس مسئلہ پر بحث اور مناظرہ کر رہے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پسینہ پاک تھا یا ناپاک۔ کم وبیش یہی حال مسلمانوں کے ان پیشواؤں کا ہے جو قیام یا اس قسم کے دوسرے جوازی اور غیر اہم مسائل پر مناظرہ اور مجادلہ کی مجلس گرم کرتے ہیں اور اس کے ذریعہ مسلمانوں میں اختلاف اور افتراق پیدا کرتے ہیں کاش یہ طاقت جو ایسے مسائل میں صرف کی جا رہی ہے۔ مسلمانوں تک اللہ اور اس کے رسول کا پیغام پہو نچانے میں خرچ کی جاتی۔ ابھی چند دن ہوئے احمد آباد سے خبر آئی کہ وہاں، ان پیشواؤں نے آپس میں جھگڑے کئے اور اس قسم کے مسائل پر گرم گرم تقریریں کر کے مسلمانوں کو ایسا بڑھا کا یا کہ آپس میں فتنہ وفساد کا خطرہ غالب آگیا اور شہر کا امن وسکون مشتبہ ہو گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ احمد آباد کے ڈسٹرکٹ مجسریٹ کو دونوں جماعتوں پر دفعہ ۱۴۴ رنافذ کرنا پڑی غور کیجئے کہ احمد آباد کا یہ واقعہ مذہبی پیشواؤں کے لئے باعث شرم ہے یا نہیں آج اس دھریت والحاد کے دور میں نعرہ لگتا ہے کہ مذہب ہی لڑائی اور جھگڑے کی جڑ ہے اور ہم لوگ اپنی اس روش اور طریقہ کار سے اس نعرہ کی صحت کے لئے دلیل مہیا کرتے ہیں۔ آپ نے قیام کی شرعی حیثیت پوچھی ہے اس لئے عرض ہے کہ قیام کی کوئی اصل شریعت میں نہیں اور نہ اس کا ثبوت قرآن وحدیث سے ہے نہ فقہ حنفی سے۔ اس لئے اس کو دین کا کام سمجھنا اور قرآن وحدیث یا فقہ حنفی سے ثابت سمجھنا صحیح نہیں۔ قیام کے متعلق بعض لوگوں کا خیال یہ بھی ہے کہ ذکر ولادت باسعادت کے وقت سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں یہ عقیدہ غیر صحیح اور بے اصل ہے۔ اگر کوئی شخص اس عقیدے سے کھڑا ہوتا ہے تو گنہگار ہوگا اور اگر محض رسم ورواج کی خاطر یا صرف اس لئے کہ مجلس میں بہت سے لوگ کھڑے ہو گئے ہیں کوئی کھڑا ہو جائے تو اس پر نہ ثوب ہے اور نہ گناہ۔ اور اگر کوئی شخص محبت رسول اللہ کے جوش میں بے اختیار ہو کر کھڑا ہو جاتا ہے باعث نجات اور ذریعہ صد اجر وثواب ہے لیکن یہ مسئلہ ایسا نہیں ہے کہ اس پر پیشوایان مذہب آستینیں چڑھائیں اور ان کو جنگ وجدول کا موضوع بنائیں۔ بہر حال آپ حضرات ایسے لڑانے والوں سے پرہیز کریں۔

ایک واقعہ سنئے: حضرت امام ابو داؤد علیہ الرحمہ جو فن حدیث کے امام ہیں آپ کو پانچ لاکھ

حدیثیں زبانی یاد تھیں اس سے انتخاب کر کے آپ نے ایک مسند ترتیب دی جو ابوداؤد شریف کے نام سے موسوم ہے اور صحاح ستہ میں داخل ہے امام موصوف نے فرمایا کہ حدیث کے ذخیرہ میں چار حدیثیں سمجھدار شخص کے لئے کافی ہیں۔

(۱) انما الاعمال بالنبیات: انسان کے عمل کا مدار اس کی نیت پر ہے۔

(۲) من حسن اسلام المرء ترك ما لا یا یعنیه: لایعنی چیزوں کو چھوڑ دینا انسان کے اسلام کی سب سے بڑی خوبصورتی ہے۔

(۳) لا یکون المو من مو منا حتی رضی لا خیه ما یر ضاه لنفسه: کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے اس چیز کو پسند نہیں رکھے جسے وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

(۴) الحلال بین و الحرام بین و بین ذلك مشتبهات فمن تقی الشبهات استبر اَلدینه حلال اور حرام دونوں واضح ہیں اور جو کچھ اس کے درمیان ہے مشتبہات ہیں پس جو کچھ شبہات سے بچا اس نے اپنا دین پاک کرلیا حقیقت یہ ہے کہ بالخصوص اس فتنہ اور فساد کے زمانہ میں مسلمانوں کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر پوری طرح عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حرام اور حلال کو کھول کھول کر بیان کردیا اب دونوں کے درمیان جو مشتبہات ہیں اس میں غور وفکر کرنا اور بال کی کھال نکال کر اس میں مناظرہ اور بحثوں کی مجلسیں گرم کرنا ہماری تباہی اور بربادی کا ذریعہ ہوگا اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو ہدایت دے اور توفیق عطا فرمائے کہ خدا اور اس کے رسول کے واضح اور کھلے ہوئے احکام پر عمل کرسکیں اور فتنہ اور فساد سے محفوظ رکھے آمین۔ والسلام

پھر اسی نقیب کے صفحہ ۲ پر ایک سرخی لکھی ''اللہ کی باتیں'' اس کے بعد چند آیات لکھیں اور ان کا ترجمہ لکھا اور پھر اپنی طرف سے اس کی تشریح لکھی اس میں یہ آیۃ بھی ہے:

انما حرم علیکم المیتة و الدم ولحم الخنزیر و ما اهل به لغیر الله۔

حرام کیا ہے تم پر مردار اور خون اور گوشت سور کا اور جس پر نام پکارا اللہ کے سوا کا۔

(تشریح میں لکھا) حکم ہوا کہ مردار کو کھانا جائز نہیں مردار میں قرآن کی دوسری آیت سے دریا میں رہنے والی مردہ مچھلیاں مستثنیٰ ہیں یعنی ان کو کھا سکتے ہیں اسی طرح خون میں تلی اور جگر کھا سکتے ہیں۔ سور خواہ مردہ ہو یا زندہ جائز نہیں مردہ سے مطلب یہ ہے کہ بے ذبح کئے مر گیا ہو اور زندہ سے مطلب یہ؟

کہ کھانے کی نیت سے ذبح کیا جائے چوتھی چیز جو حرام ہے وہ یہ کہ اس پر غیر خدا کا نام بلند کیا جائے کفار ذبح کرتے وقت غیر خدا کا نام بلند کرتے تھے ایسے ذبیحہ کو قرآن نے منع کیا ہے اور یہی مطلب ابن کثیر وغیرہ نے اھلال کا بیان کیا ہے نواب صدیق حسن خاں مرحوم نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ سلف وخلف میں مفسرین نے اھلال سے غیر خداء کے نام کا ذبح کیا ہوا جانور مراد لیا ہے۔ وہ شان نزول کی بنا پر ہے ورنہ اھلال کے لفظی معنی تو صرف پکارنے کی ہیں جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہے کہ اس لئے جس جانور پر نام کسی غیر اللہ کا لیا جائے یا نہ لیا جائے یا اللہ ہی کے نام حلال کیا جائے یہی رائے علماء دیوبندی کی تفسیروں میں بھی ہے ناچیز کے خیال میں احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ اس آخری رائے پر عمل کیا جائے ور نہ مفہوم وہی ہے جو ابن کثیر وغیرہ نے لکھا ہے۔

تو اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ نقیب کے یہ ہر دو مضامین مسلک اہلسنت وجماعت کے موافق یا مخالف اور خود اس پھلواری کی امارت شرعیہ کے لوگوں کا کیا مذہب ہے آیا ان کو فرقہ اہلسنت وجماعت میں شمار کیا جائے یا نہیں بینوا توجروا۔

المستفتی، مولوی مصلح الدین مدرس مدرسہ اسلامیہ جامع مسجد قصبہ بھبول ضلع شاہ آبادہ آرہ

الجواب

الحمدللہ وکفیٰ والصلوۃ والسلام علی من اصطفیٰ وعلی آلہ وصحبہ ومن اجتبی ہر ادنی سمجھ والا انسان اس جریدہ نقیب کو پہلی نظر میں دیکھ کر یہ فیصلہ کر لیتا ہے کہ یہ پرچہ پھلواری شریف کی امارت شرعیہ کے محض پروپیگنڈے کے لئے جاری ہے اور اس کا نصب العین فقط اپنے امیر شریعت کے مذہب اعزاز اور علمی وقار کا اچھالنا ہے۔ ہمیں اس وقت ان کی اس نئی تعمیر اور ان کے امر کی عملی حیثیت پر گفتگو کرنا مقصود نہیں ہے نہ تمام جریدہ کے مضامین پر تنقید کرنی ہے بلکہ صرف مسائل کے نقل کردہ مضامین پر کچھ بحث کرنی ہے۔

جواب کے شروع کرنے سے پہلے اس امر کا ظاہر کرنا ضروری ہے کہ ہمارے عوام اس مارت شرعیہ اور امیر شریعت کے الفاظ سے کہیں اس فریب میں مبتلا نہ ہو جائیں کہ ان کے لفظ شریعت سے مراد وہ شریعت اسلامیہ ہے جس کی تعلیم کے لئے قرآن کریم نازل ہوا جس کی تبلیغ کے لئے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مبعوث ہوئے جس کی معرفت کے لئے احادیث کو جمع کیا گیا جس کی تفصیل کے لئے

اصول عقائد میں کتابیں تصنیف ہوئیں اور فروع کے کام میں فقہ کے متون وشروح اور فتاوے تالیف ہوئے جس کے ضبط کے لئے علوم دینیہ کی صدہا کتابیں مرتب ہوئیں۔

بلکہ پھلواری کی شریعت تو قرآن کریم سے بے نیاز ہے حدیث شریف سے بے تعلق ہے کتب عقائد کی محتاج نہیں، کتب فقہ کی پابند نہیں، کتب علوم دینیہ سے اس کو واسطہ نہیں، بلکہ وہ امارت شرعیہ قرآن کریم کا مقابلہ کرتی ہے مثلا توہین رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والے کو قرآن کریم کافر قرار دیتا ہے۔

حضرت امام محی السنۃ بغوی تفسیر معالم التنزیل میں سبب نزول اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

قال ابن عباس كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم جالسا في ظل حجرة فقال انه سياتيكم انسان فينظر اليكم بعيني الشيطان فاذا جاء فلا تكلموه فلم يلبثوا ان طلع رجل ازرق فدعاه رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقال علام تشتمني انت واصحابك وفانطلق الرجل وجاء باصحابه فحلفوا بالله ما قالو فانزل الله عزل وجل هذه الآية۔ (تفسیر معالم التنزیل مصری ص ۱۰۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حجرہ کے سایہ میں تشریف فرما تھے حضور نے فرمایا بیشک عنقریب ایک شخص تمہارے پاس آئیگا تو وہ تمہیں شیطان کی آنکھوں سے دیکھے گا تم اس سے بات نہ کرنا کچھ دیر نہ ہوئی کہ ایک کرنجی آنکھوں والا شخص نکلا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے بلا کر فرمایا تو اور تیرے ساتھی کس بات پر مجھ کو گالیاں دیتے ہیں وہ گیا اور اپنے ساتھیوں کو بلا لایا سب نے آکر اللہ کی قسمیں کھائیں کہ کوئی گستاخی کا کلمہ نہ کہا:

تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی۔

يحلفون بالله ما قالوا ولقد قالوا كلمة الكفر و كفروا بعد اسلامهم۔

(سورہ توبہ ۱۰-۱۰)

وہ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ انھوں نے نہ کہا اور بیشک ضرور انھوں نے کفر کی بات کہی اور مسلمان ہوکر کافر ہو گئے۔

اس قرآن کریم کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ نبی کی شان میں گالی دینا کوئی توہین آمیز کلمہ بے ادبی وگستاخی کا کہنا ایسا کفر ہے کہ اس کا کہنے والا اگر چہ اپنے مسلمان اور کلمہ گو ہونے کا مدعی

ہو کافر ہو جاتا ہے تو قرآن کریم تو توہین رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کرنے والے کو کافر کہے۔

اور وہ علمائے دیوبند جن کی شان رسالت میں صدہا گستاخیاں اور توہینیں چھپی کتابوں میں مو جود ہیں چنانچہ بطور نمونے کے یہاں چند نقل کرتے ہیں۔

(۱) پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدمہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہیں یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔

(حفظ الایمان ص ۷، ۶ مصنفہ مولی اشرفعلی تھانوی)

(۲) شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علمی کی کونسی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔

(از براہین قاطعہ ص ۵۱ مصنفہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی ومصدقہ گنگوہی صاحب)

(۳) انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔

(از تحذیر الناس ص ۵ مصنفہ مولوی قاسم دیوبندی)

دیکھو پہلی عبارت میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم شریف کو بچوں اور دیوانوں جانوروں چو پاؤں کے علم کی برابر قرار دیا تو کیا یہ شان رسالت میں صریح گستاخی اور توہین نہیں ہے اسی طرح دوسری عبارت میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ وسیع علم شیطان و ملک الموت کا تسلیم کرلیا تو کیا یہ شان رسالت میں کھلی ہوئی گستاخی و بے ادبی اور صریح توہین نہیں ہے۔ تیسری عبارت میں اعمال میں امتیوں کو انبیاء سے زائد بڑھا دیا تو کیا یہ شان انبیاء میں سخت گستاخی و توہین نہیں ہے۔

تو ان عبارات کتب علماء دیوبند سے ثابت ہو گیا کہ علماء دیوبند شان رسالت میں سخت گستاخی کرنے والے صریح توہین آمیز کلمات بکنے والے گالی دینے والے ہیں تو یہ علماء دیوبند بحکم قرآن کریم تو کافر ہو گئے اور ان کا اسلام کا دعوی اور کلمہ گوئی ان کو کفر سے نہ بچا سکی۔

لیکن پھلواری کی امارت شرعیہ اور امیر شریعت ان علماء دیوبند کو باوجود ان کی شان رسالت میں تو ہین آمیز اور گستاخانہ صدہا چھپی ہوئی عبارت کے مسلمان لکھتے ہیں بلکہ ان کو علماء دین اسلام سمجھتے ہیں بلکہ ان کو اہل اسلام کا پیشوا قرار دیتے ہیں بلکہ ان کو دین میں معتمد و مستند بنا کر خود ان کا اتباع و پیروی کرتے

ہیں چنانچہ اسی نقیب میں یہ سب کچھ مذکور ہے جس کا ذکر آگے آئیگا۔

تو انھوں نے حکم قرآنی کے مقابلہ میں شان رسالت کے توہین کرنے والوں کو نہ فقط مسلمان قرار دیا بلکہ مسلمانوں کا پیشوا ٹھہرادیا تو یہ اس امارت شرعیہ کا قرآن کریم سے مقابلہ ہے۔

نیز قرآن کریم فرماتا ہے ﴿ تعزروہ وتوقروہ ﴾

یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کرو) اور کون نہیں جانتا ہے کہ قیام بھی ایک نوع تعظیم وتوقیر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اور پھلواری کا یہ امیر اس کے مقابلہ میں کہتا ہے کہ جو نقیب کے اسی مسئلہ قیام کی بحث میں ہے قیام کی کوئی اصل شریعت میں نہیں اور نہ اس کا حکم قرآن وحدیث سے ہے تو دیکھو یہ اس امیر پھلواری کا قرآن سے کیسا کھلا مقابلہ ہے۔

اسی طرح قرآن پاک میں وما ذبح علی النصب کی تفسیر میں علامہ بغوی معالم میں اس آیۃ کریمہ کے تحت میں فرماتے ہیں۔

معناه ما ذبح علی اسم النصب قال ابن زید وماذبح علی النصب وما اهل بغیر الله به هما واحد۔ (معالم مصری جلد۲ص ۷)

آیت کے یہ معنی ہیں کہ وہ جانور حرام ہے جو بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا۔ ابن زید نے کہا کہ ما ذبح علی النصب اور ما اهل به لغیر الله دونوں ایک ہیں۔

تو اس تفسیر سے ثابت ہوگیا کہ ما اهل به لغیر الله کی تفسیر خود قرآن کریم نے یہ کی ما ذبح علی النصب یعنی حرام وہ جانور ہے جو بتوں کے نام پر ذبح کیا جائے تو قرآن کریم تو ان ہر دو آیت میں یہ فرمائے جو جانور بتاں کے نام پر ذبح کیا جائے وہ حرام ہے، اور پھلواری کی شریعت اس کے مقابلہ میں کس دلیری سے لکھے کہ جس جانور پر کسی غیر اللہ کا نام پکارا گیا وہ جانور اس کی طرف منسوب ہوا اسے نذر ونیاز کے لئے رکھا گیا تو وہ حرام ہو چکا خواہ وقت ذبح کے اس پر نام غیر اللہ کا لیا جائے یا نہ لیا جائے یا اللہ ہی کے نام پر حلال کیا جائے بلکہ قرآن کریم یہ فرمایا جاتا ہے:

فکلو مما ذکر اسم الله علیه ان کنتم بایاته مومنین۔

یعنی تم کھاؤ اس میں سے جس پر اللہ کا نام لیا گیا اگر تم اس کی آیتیں مانتے ہو تو قرآن کریم تو یہ فرماتا ہے کہ جو جانور اللہ کے نام پر حلال کیا جائے اس کو کھاؤ کہ وہ حلال ہے اور پھلواری کی شریعت اس کے مقابلہ میں یہ کہتی ہے جو غیر اللہ کی نذر ونیاز کا ہوا گرچہ بوقت ذبح اس پر غیر اللہ کا نام نہ لیا جائے بلکہ وہ

اللہ ہی کے نام پر حلال کیا جائے اس گوشت کھاؤ کہ وہ حرام ہے بالجملہ ان آیات سے یہ ثابت ہو گیا کہ قرآن کریم جس شریعت کے لئے نازل ہوا وہ اسلامی شریعت ہے اور پھلواری کی شریعت اس کے مقابل اور مخالف ہے۔

اسی طرح حدیث جس شریعت کے لئے ہے وہ وہی شریعت ہے کہ قرآن کریم جس کے لئے نازل ہوا۔

چنانچہ بخاری و مسلم کی حدیث میں وارد کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا جب وہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب پہونچنے والے تھے تو حضور نے انصار کو حکم دیا قوموا الیٰ سیدکم یعنی تم اپنے سردار کے لئے قیام کرو تو مستحق تعظیم کے لئے قیام کا کیا جانا حدیث شریف سے ثابت ہے۔

ابوداؤد شریف کی حدیث میں ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے ذکر میں ہے۔ کان اذا دخل علیھا قامت الیہ فاخذت بیدہ فقبلتہ۔ (از مشکوۃ شریف ص ۴۲۰)

یعنی جب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت فاطمہ کے پاس تشریف لے جاتے تو وہ حضور کے لئے قیام فرماتیں اور آپ کی دست بوسی کرتیں) اس حدیث شریف سے ثابت ہو گیا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ نے حضور کے لئے قیام تعظیمی کیا بلکہ حضرات صحابہ کرام نے بھی کیا

چنانچہ بیہقی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یجلس معنا فی المسجد یحدثنا فاذا قام قمنا قیاما حتی نراہ قد دخل بعض بیوت ازواجہ (مشکوۃ ص ۴۰۳)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں ہمارے ساتھ جلوس فرماتے اور گفتگو کرتے اور جب حضور کھڑے ہوتے تو ہم بھی کھڑے ہو جاتے اور ہم یہاں تک کھڑے رہتے کہ وہ اپنی ازواج کے کسی گھر میں داخل ہو جاتے۔

اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ صحابہ کرام حضور کے لئے قیام تعظیمی کیا کرتے تھے لیکن پھلواری کی شریعت اس کے مقابل یہ حکم دیتی ہے کہ قیام کی کوئی اصل شریعت میں نہیں نہ اس کا ثبوت قرآن وحدیث سے ہے۔

اسی طرح بخاری و مسلم کی حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما انهر الدم و ذكر اسم الله فكل۔ (از مشکوۃ شریف ص ۳۵۷)

جو چیز خون کو بہادے اور اللہ کا نام ذکر کر دیا جائے تو کھاؤ) تو حدیث شریف میں تو یہ ہے کہ جس جانور پر بوقت ذبح اللہ کا نام ذکر کر دیا جائے تو اس کو کھاؤ کہ وہ حلال ہے۔

اور پھلواری کی شریعت کا حکم اوپر مذکور ہوا کہ جب غیر اللہ کی نذر و نیاز کے لئے ہو چا ہے اس پر وقت ذبح اللہ ہی کا نام لیا جائے تو وہ حرام ہے تو پھلواری کی شریعت کے احکام احادیث کے بالکل مقابل ہیں تو پھلواری کی شریعت بالکل اسلامی شریعت کے خلاف ہے اور پھلواری کے امیر شریعت کے احکام حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام کے بالمقابل صادر ہوتے ہیں۔

اسی طرح کتب عقائد اسلامیہ سے شرح فقہ اکبر میں یہ حدیث مذکور ہے:

من فسر القرآن برائه فقد كفر۔ (شرح فقہ اکبر مصری ص ۵۴)

یعنی جس نے اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کی وہ کافر ہو گیا تو عقائد کی کتاب اور حدیث شریف تو اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کرنے والے کو کافر قرار دے اور پھلواری کی شریعت قرآن کی اپنی رائے سے تفسیر کو صحیح اور حق ٹھہرائے اور ایسی تفسیر کرنے والے کو نہ فقط مسلمان بلکہ اہل اسلام کا پیشوا قرار دے چنانچہ اسی نقب میں ہے جس کی عبارت سوال میں درج ہے اور اس کا رد آگے آتا ہے اس میں سلف اور خلف مفسرین کے خلاف نواب صدیق حسن خاں جیسے گمراہ امام غیر مقلدین اور علماء دیوبند کی ذاتی تفسیر بالرائے کو صحیح وحق قرار دیا اور ان الفاظ میں اس کی تائید کرے کہ اس آخر رائے پر عمل کیا جائے تو پھلواری کی شریعت تو تفسیر بالرائے پر عمل کرنے کا حکم صادر کرے اور اس کو ایمان اور حق قرار دے اور کتب عقائد وحدیث تفسیر بالرائے کو کفر قرار دے اور نا قابل عمل ٹھہرائے تو پھلواری کی شریعت اس شریعت کے خلاف ہے جس کی تائید کتب عقائد کرتی ہیں۔

اسی طرح کتب فقہ کی عبارات ملاحظہ ہوں تنویر الابصار و در مختار میں ہے۔

فان فصل صورة ومعنى كالدعاء قبل الاضطجاع والدعاء قبل التسمية او بعدالذبح لا باس به لعدم القران اصلا۔ (ردالمحتار مصری ص ۱۵۷)

اور اگر غیر خدا کا نام خدا کے نام سے صورۃ ومعنی جدا کیا جیسے ذبیحہ کے گرانے اور تسمیہ سے پہلے دعا کرنا یا بعد ذبح دعا کرنا تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں کہ اس میں غیر خدا کا اصلا اتصال نہیں۔

جوہرہ نیرہ شرح قدوری میں ہے:

ولا ینبغی ان یذکرمع اسم اللہ تعالیٰ شیئا غیرہ مثل ان یقول بسم اللہ محمد رسول اللہ والکلام فیہ علی ثلثۃ اوجہ احدھا ان یذکرہ موصولا بہ لا معطوفا مثل ان یقول ما ذکرناہ فھذا یکرہ ولا تحرم الذبیحۃ والثانی ان ذکرہ معطوفا مثل ان یقول بسم اللہ ومحمد رسول اللہ بکسر الدال فتحرم الذبیحۃ لانہ اھل بھا بغیر اللہ والثالث ان یقول مفصولا عنہ صورۃ ومعنی بان یقول قبل التسمیہ او بعدھا وقبل ان یضطجع الذبیحۃ فانہ لا باس بہ۔ (جوہرہ جلد۲ص ۲۴۶)

اوراللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ کسی غیر خدا کا بوقت ذبح ذکر کرنا مناسب نہیں جیسے یہ کہنا بسم اللہ محمد رسول اللہ اوراس میں مسئلہ کی تین صورتیں ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ غیر خدا کا نام اللہ کے نام سے ملاکر بغیر عطف کے ذکر کرنا جیسے بسم اللہ محمد رسول اللہ کہنا تو یہ مکروہ ہے اور ذبیحہ حرام نہ ہوگا دوسری صورت یہ ہے کہ غیر خدا کا نام اللہ کے نام سے ملاکر بعطف ذکر کرنا جیسے بسم اللہ ومحمد رسول اللہ محمد کی دال کو زیر کے ساتھ کہنا تو ذبیحہ حرام ہو جائیگا وریہی اھل بہ لغیر اللہ ہوا۔ اورتیسری صورت یہ ہے کہ غیر خدا کا نام اللہ کے نام سے صورۃ ومعنی جدا ہو کہ وہ غیر خدا کا نام بسم اللہ سے پہلے یا بعد یا جانور کے لٹانے سے پہلے کہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

درمختار میں ہے:

ولو ذبح للضیف لا یحرم لانہ سنۃ الخلیل واکرام الضیف اکرام اللہ ۔

(از ردالمحتار جلد۵ص ۲۰۳)

اگر مہمان کے لئے ذبح کیا گیا تو ذبیحہ حرام نہیں ہوگا کہ یہ حضرت خلیل اللہ کی سنت ہے اور مہمان کا اکرام اللہ تعالیٰ کا اکرام ہے۔

فتاوی عالمگیری میں ہے:

مسلم ذبح شاۃ المجوسی لنارھم او لکافر لالھتھم توکل لانہ سمی اللہ تعالیٰ ۔

(از فتاوی عالمگیری قیومی جلد۴ص ۴۷)

مجوسی نے اپنی نار کے لیے یا کافر نے اپنے بتوں کے لئے بکری ذبح کرائی مسلمان نے اس کو اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کیا تو وہ کھائی جائے یعنی حلال ہے۔

ان عبارات فقہ سے ثابت ہو گیا کہ جو جانور اللہ کا نام لیکر ذبح کیا جائے تو وہ حلال ہے چاہے

اس پر غیر اللہ کا نام بسم اللہ کہنے سے پہلے یا ذبح کرنے کے بعد لیا جائے اور وہ غیر اللہ بت وغیرہ کی طرف منسوب ہوا اور ان کی نذر و نیاز کے لئے ہو تو اس کا غیر اللہ کی طرف منسوب ہونا یا ان کی نذر و نیاز کے لئے ہونا یا اس کا مہمان کے لئے ہونا اس ذبیحہ کو حرام نہ کر سکا بلکہ وہ اللہ ہی کے نام پر ذبح ہونے کی بنا پر حلال ثابت ہوا تو یہ احکام شریعت اسلامیہ کی کتب فقہ ہیں۔ لیکن پھلواری کی شریعت، نے ان کے خلاف یہ حکم دیا کہ اگرچہ بوقت ذبح اس پر غیر اللہ کا نام نہیں لیا گیا بلکہ اس کو اللہ ہی کے نام پر حلال کیا گیا مگر چونکہ یہ پہلے غیر اللہ کی طرف منسوب تھا اور ان کی نذر و نیاز کے لئے تھا تو وہ جانور حرام ہو گیا اور اسی پر عمل کیا جائے

مسلمانو! دیکھو کہ کتب فقہ نے جس ذبیحہ کو حلال قرار دیا اس کو پھلواری کی شریعت نے اسکو حرام ٹھہرا دیا اور اس کی حرمت پر عمل کرنے کا حکم صادر کیا تو ثابت ہو گیا کہ پھلواری کی شریعت کے احکام کتب شریعت اسلامیہ کے بالکل خلاف ہیں۔

اسی طرح علوم دینیہ کی تصریح دیکھئے علوم دینیہ میں سب سے اعلیٰ و اشرف علم تفسیر ہے تو ہم علم تفسیر کی کثیر عبارات پیش کر سکتے ہیں لیکن بخوف طوالت صرف دو عبارات پیش کی جاتی ہیں۔

تفسیر احمدی میں ہے۔

وما اهل به لغير الله معناه ذبح به لاسم غير الله مثل لا ت وعزى واسماء الانبياء وغير ذلك فان افرد باسم غير الله او ذكر مع اسم الله عطفا بان يقول باسم غير الله او ذكر مع اسم الله عطفا بان يقول باسم الله ومحمد رسول الله بالجرحرم الذبيحة وان ذكر معه موصولا لا معطوفا بان يقول باسم الله محمد رسول الله كره ولا يحرم وان ذكر مفصولا ان يقول قبل التسمية وقبل ان يضجع الذبيحة او بعده لا باس به هكذا فى الهداية ومن ههنا علم ان البقرة المنذورة للاولياء كما هو الرسم فى زماننا حلال طيب لانه لم يذكر اسم غير الله عليها وقت الذبح وان كانوا بنذورنها۔

(از تفسیر احمدی مطبوعہ دہلی جلد اص ۳۴)

ما اهل به لغير الله کا معنی جو غیر خدا کے نام پر ذبح کیا گیا جیسے لات وعزیٰ اور انبیا وغیرہ کے نام پر تو اگر تنہا غیر خدا کے نام پر یا اللہ کے نام کے ساتھ بعطف غیر خدا کا نام بھی مذکور ہوا اور یوں کہا باسم الله ومحمد رسول الله تو ذبیحہ حرام ہو گیا اور اگر اللہ کے نام کے ساتھ غیر خدا کا نام ملا کر بغیر عطف کے ذکر کیا اسی طرح کہا باسم الله محمد رسول الله تو ذبیحہ مکروہ تو ہو گیا اور حرام نہیں ہوا اور

اگر غیر خدا کا نام اللہ کے نام سے جدا ذکر کیا کہ بسم اللہ سے پہلے اور جانور کولٹانے سے پہلے یا بعد میں کہا تو کچھ مضائقہ نہیں اسی طرح ہدایہ میں ہے اور یہیں سے اس گائے کو جو اولیاء کے لئے نذر مانی جاتی ہے جیسا کہ اس کی ہمارے زمانہ میں رسم ہے یہ حکم معلوم ہوا کہ وہ حلال طیب ہے اس لئے کہ بوقت ذبح اس پر غیر خدا کا نام نہیں لیا گیا اگر چہ انھوں نے اسے ان کی نذر مانا۔

تفسیر صاوی علی الجلالین میں ہے

اما ان قصد ان الذبح لله وثوابه للولی فلا باس بذلك (از صاوی مصری جلد اص ۲۳۱)

لیکن اگر یہ قصد کیا کہ ذبح تو اللہ کے لئے ہے اور اس کا ثواب ولی کے لئے ہے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔

ان عبارات سے ثابت ہوا کہ جس جانور پر بوقت ذبح تو اللہ ہی کا نام لیا گیا اور وہ جانور اولیاء کی نذر و نیاز کے لئے اور ان کے ثواب کے لئے ذبح ہوا ہو تو وہ ذبیحہ حلال طیب ہے تو یہ علوم دینیہ کے افضل ترین علم تفسیر کا حکم ہے اس کے مقابل میں پھلواری کی شریعت کا حکم آپ دیکھ چکے کہ (اگر چہ اس جانور پر بوقت ذبح غیر خدا کا نام نہیں لیا گیا ہو بلکہ اس کو اللہ کا نام لیکر حلال کیا ہو لیکن وہ غیر اللہ کی نذر و نیاز اور ان کی طرف منسوب ہونے کی بنا پر حرام ہو گیا)۔ تو جس کو شریعت اسلامیہ کی تفاسیر نے حلال طیب قرار دیا اسی کو پھلواری کی شریعت نے حرام ٹھہرا دیا۔ تو پھلواری کی شریعت اسلامی شریعت کے خلاف ہوئی۔

الحاصل پھلوری کی شریعت کے احکام قرآن کریم کے خلاف حدیث شریف کے خلاف کتب عقائد اسلام کے خاف کتب فقہ کے خلاف کتب علوم دینیہ کے خلاف تو آفتاب سے زیادہ روشن طور پر ثابت ہو گیا کہ پھلواری کی شریعت اسلامیہ شریعت سے جدا اور علیحدہ چیز ہے تو پھلواری کی امارت شرعیہ کو نہایت صاف الفاظ میں یہ اعلان کر دینا چاہئے کہ ہماری امارت شرعیہ نہ قرآن وحدیث کے تابع نہ کتب عقائد فقہ کی پیرو ہمارا امیر شریعت نہ حضرت شارع علیہ السلام کا پابند نہ سلف وخلف صالحین کا متبع تا کہ عامۃ المسلمین کو لفظ شریعت سے مغالطہ اور اشتباہ نہ ہو۔

اس وقت پھلواری کی امارت شرعیہ کا یہ ایک پرچہ میرے سامنے ہے اگر میرے مطالعہ میں اس نقیب کے کل پرچے آجائیں تو اس منگڑھت شریعت کی پوری حقیقت منظر عام پر پیش کر دی جائے اور ان کی امارت کی تعمیر کو خاک میں ملا دیا جائے اور ان کی وہابیت کا گھونگھٹ کھول کر ان کی اصلی صورت دکھادی جائے۔

اب میں پہلے نقیب کے ''صفحہ ا'' کے مسئلہ قیام پر، مختصر تنقید کرتا ہوں۔ اس کی سرخی یہ ہے۔

میلاد میں مسئلہ قیام پر لڑائی کر کے دین کی مخالفت میں مواد فراہم نہ کیجئے

امیر کی پہلی عداوت تو یہ ہے کہ ادھر تو پھلواری شریف لکھا کہ چوں کہ اس کی کسی بزرگ کی طرف نسبت ہے اس لئے اس کے ساتھ لفظ شریف ضروری سمجھا ادھر میلاد شریف کو فقط میلا دلکھا حیرت ہے کہ کیا اس کی نسبت تمام بزرگوں کے بزرگ علماء کے سرکار انبیاء کرام کے سردار حبیب کبریا حضرت احمد مجتبی محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نہیں ہے۔ تو جس طرح پھلواری کے ساتھ لفظ شریف کا اضافہ کیا تھا اسی طرح میلاد کے ساتھ بھی لفظ شریف کا اضافہ کیا جاتا مگر چونکہ امیر کے دل میں پھلواری کی عظمت ہے اس لئے اس کو تو پھلواری شریف لکھا اور اس کے قلب میں میلاد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کوئی عظمت نہیں اس لئے اس کو بجائے میلاد شریف کے صرف میلاد چھاپا ثانیا قیام میلاد شریف کا وہ مسئلہ تھا جس کی اصل قرآن وحدیث سے ثابت جسے تفصیلی طور پر دیکھنا ہو تو ہمارے رسالہ عطر الکلام فی استحسان المولد والقیام کا مطالعہ کرے ہم نے اوپر ایک آیت اور تین حدیثیں پیش کیں جن سے قیام کی اصل قرآن وحدیث سے ثابت ہوگئی اور آگے سیرت حلبی نثر الدرر۔ اور۔ المولد الکبیر وغیرہ سے یہ ثابت کیا جائیگا کہ یہ قیام سات صدی سے امت کا معمول بہ ہے۔ اس کے جواز کا نہ کسی نے انکار کیا نہ کوئی مخالفت وجود میں آئی آج سات صدی کے بعد پھلواری کی نئی شریعت کے بہادر امیر شریعت میدان میں لڑائی کے لئے کود رہے ہیں اور تقریبا اخبار کے تین کالم انھوں نے اپنے نصیب کی طرح سیاہ کر ڈالے۔ تو عمل مسلمین اور اجماع کے مقابلہ میں قرآن وحدیث کی مخالفت میں لڑنے والا ایک یہی پھلواری کا امیر شریعت ہوا اور ظاہر ہے کہ سات صدی کے علماء ومشائخ جس قیام پر متفق رہے تو ما راہ المسلمون حسنا فو عند اللہ حسن، کے اعتبار سے اس قیام کا کرنا دین بھی قرار پایا تو اب دین کی مخالفت کرنے والا بھی یہی پھلواری کا امیر شریعت ہوا۔

بالجملہ یہ ثابت ہوگیا کہ اہلسنت کے پاس تو جواز قیام کے صدیوں کے معمول کے مقابلہ میں لڑنے والا اور دین کی مخالفت کرنے والا یہی امیر شریعت پھلواری قرار پایا پھر بحمد اللہ اہل سنت کے پاس تو جواز قیام میں کثیر دلائل جمع ہیں ان کو کسی نئے مواد کے فراہم کرنے کی حاجت نہیں مواد فراہم کرنے کی حاجت تو اس نام کے امیر کو ہے جو دلائل کے اعتبار سے فقیر ہے اور قیام کے عدم جواز کے دعوے پر ذرہ بھر دلیل نہیں رکھتا پھر اسی سرخی کے بعد یہ سرخی لکھی۔

حضرت امیر شریعت بہار واڑیسہ کا اہم اور ضروری مکتوب

مدیر کو پروپگنڈہ تو صرف اتنے جملہ کا کرنا ہے۔ حضرت امیر شریعت بہار واڑیسہ ورنہ مکتوب کے اہم وضروری ہونے کی ساری حقیقت ابھی سامنے آئی جاتی ہے اگر اس امیر کو اپنی امارت کی کچھ عظمت اور اپنی علمی قابلیت کا کچھ وقار قائم کرنا تھا تو اس مکتوب میں قیام کے عدم جواز پر دلائل شرع سے کوئی دلیل قائم کی ہوتی۔ آیات قرآن واحادیث نبوی پیش کی ہوتیں تا کہ اس مکتوب کی اہمیت ظاہر ہو جاتی پھر جب اس نام کے امیر نے اہم تو کیا غیر اہم دلیل بھی پیش نہیں کی تو پھر یہ مکتوب اہم اور ضروری کس اعتبار سے قرار پایا مدیر محض الفاظ سے اس مکتوب کو اہم اور ضروری کہہ کر لوگوں کی آنکھوں میں خاک جھونک رہا ہے۔ پھر مدیر اپنی طرف سے دین میں یہ رائے زنی کرتا ہے۔

جناب عبدالسبحان صاحب اور محمد حنیف صاحب نے میلاد میں قیام جائز ہے یا نہیں یہ مسئلہ حضرت امیر شریعت سے دریافت کیا تھا ان دنوں بہار کے بعض حصوں میں غیر ضروری بحثیں چل رہی ہیں اور عوام کو مشتعل کیا جارہا ہے ضلع ہزاری باغ بھی انھیں بدقسمت حصوں میں سے ہے حضرت امیر شریعت نے جو فاضلانہ جواب دیا ہے تو وہ بغرض استفادہ عام ہدیہ ناظرین ہے (ادارہ)

جواب ان سائلوں نے بقول مدیر کے قیام میلاد شریف کا مسئلہ امیر شریعت پھلواری سے دریافت کیا تھا مدیر نے یہ سطور لکھ کر کیوں اس قدر کاغذ کو سیاہ کیا نہ اس کی مفتی ہونے کی حیثیت نہ اس کو سوال پر کوئی رائے زنی کرنے کا حق حاصل ہے لیکن چونکہ میلاد شریف نام آگیا تھا یہ سن کر اس کی قلبی عدالت رنگ لے آئی اور اتنے الفاظ میں چند جہالت آمیز باتیں لکھ کر اپنی بے علمی کا ثبوت پیش کر گیا:

پہلی جہالت یہ ہے کہ وہ کسی چیز کے جائز ونا جائزء ہونے کے سوال کو غیر ضروری قرار دیتا ہے باوجودیکہ جائز کو نا جائز جاننا اور نا جائز کو جائز جاننا ضروریات دین سے ہے تو ضروریات دین کو غیر ضروری کہنا جہالت نہیں ہے تو اور کیا ہے۔

دوسری جہالت یہ ہے کہ عوام کو ضروریات دین کا سکھانا اسلام کی اصل تبلیغ ہے مدیر کا اس کو ان الفاظ (عوام کو مشتعل کیا جارہا) کے ساتھ تعبیر کرنا جہالت نہیں ہے تو اور کیا ہے۔

تیسری جہالت یہ ہے کہ جس مقام پر اصول اسلام کی تبلیغ ہوتی ہو عقائد مذہبی کی بحث کر کے قول حق کا احقاق کیا جاتا ہو اس مدیر کا اس مقام کو بدقسمت قرار دینا جہالت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے غالبا مدیر کے عقیدہ میں تو ایسا خوش قسمت مقام بس پھلواری ہو گا جہاں اصول اسلام کی کوئی تبلیغ نہ کی جاتی ہو اور

عقائد حقہ کی جہاں تحقیق نہ ہوتی ہو۔

چوتھی جہالت یہ ہے کہ مدیر نے اپنے امیر کے جواب کو فاضلانہ قرار دیا باوجودیکہ اس کا جواب نہایت عامیانہ ہے۔

پانچویں جہالت یہ ہے کہ جس مکتوب میں نہ کوئی دلیل ہے نہ اس میں کسی کتاب سے ثبوت اور حوالہ ہے نہ مسئلہ کی کوئی علمی تحقیق ہے نہ مخالف کے دلائل کا کوئی جواب ہے تو عام ناظرین کو ایسے مکتوب سے استفادہ حاصل کرنے کی دعوت دینا مدیر کی جہالت نہیں ہے تو اور کیا ہے پھر اس امیر شریعت پھلواری نے اپنے مکتوب کو ان الفاظ سے شروع کیا۔

مخلصی جناب عبدالسبحان صاحب ومحمد حنیف صاحب وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ کا خط ملا اس وقت ہندوستان میں مسلمانوں کے اندر اس قسم کے فتنے بہت پیدا ہو رہے ہیں جگہ جگہ پر جھگڑا اور لڑائی ہے بات بات پر فتنہ وفساد ہے

مجیب نے اگر کوئی تاریخ کی کتاب کے اوراق دیکھے ہوتے تو یہ بات نہ لکھتا اور اس قدر تعجب نہ کرتا لیکن جب وہ امیر کہلاتا ہے تو اتنی لاعلمی تو نہ ہوگی بلکہ اس نے کتب تاریخ کا ضرور مطالعہ کیا ہوگا۔ کہ ہر قرن وصدی میں مسلمانوں کے اندر گمراہ فرقے پیدا ہوتے رہے ہیں اور پھر اس فرقہ بندی کی بنا پر انھیں جگہ جگہ لڑائی اور جھگڑے اور بات بات پر فساد اور فتنے رونما ہوتے رہے ہیں پھر مجیب کا اس وقت کے مسلمانان ہندوستان کے اندر ایسے اختلاف اور فرقہ بندی کو ایک نئی اور انوکھی بات ثابت کرنا عوام کو مغالطہ اور فریب سے مرعوب کر کے ان کے حق وباطل کے امتیاز کے جذبہ کو مٹا دیتا ہے لہذا اس پر فتن دور میں مسلمانان ہند کے اندر مجیب یہ ملحدانہ مضمون لکھ کر خود فتنہ وفساد اور لڑائی جھگڑے کی بنیاد قائم کر رہا ہے اور براہ دجل وفریب دوسروں کو فسادی وفتنہ گر بنانے کی ناپاک سعی کر رہا ہے اور اپنے آپ کو غیر فتنہ پرواز اور اور مصلح ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

نیز مجیب کی اس حدیث شریف پر بھی نظر نہیں ہے کہ خود بانی اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تفترق امتی علی ثلث و سبعین ملة کلهم فی النار الاملة واحدة ۔

میری امت تہتر فرقے ہو جائیگی ایک فرقہ کے سوا سب دوزخی ہیں۔

ظاہر ہے کہ جب حدیث شریف میں اس امت کے تہتر فرقے ہو جانے کی خبر موجود ہے تو جب

تہتر فرقے ہونگے تو ان میں ضرور اختلاف ہوگا اور جب اختلاف ہوگا تو بات بات پر فساد اور فتنے ہونگے جگہ جگہ لڑائی جھگڑے ہونگے لہٰذا امت میں تہتر فرقوں کو ہونا اور پھر ان میں فتنہ وفساد اور لڑائی جھگڑے کا ہونا ایسا یقین ہے جس کی خبر مخبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دی ہے تو ان فرقوں کی پیداوار اور پھر ان کے پیدا ہونے والے فتنہ وفسادات کو کون روک سکتا ہے اگر امارت پھلواری میں کچھ دم خم ہے تو وہی ان فرقوں کی پیداوار اور ان کے فتنہ وفسادات کو روکے لیکن جب وہ خود صراط مستقیم وطریقہ مسلمین سے منحرف ہے اور گمراہ فرقہ دیوبندیہ کی پیرو ہو چکی تو پھر فتنہ وفسادات کے ہونے اور لڑائی جھگڑے کے پیدا ہونے کا رونا کیوں رویا جارہا ہے پھر اس کے بعد مجیب لکھتا ہے۔

آپ لوگ ایسے لڑانے والوں سے خواہ وہ مولوی کے بھیس میں ہوں یا کسی اور روپ میں پورا پرہیز کرنا چاہئے اور ان لوگوں کی ہمت افزائی ہرگز نہ کرنی چاہئے۔

مجیب نے لڑنے والوں سے جس قدر فرق باطلہ روافض، وہابیہ، غیر مقلدین، اہل قرآن مودودی وغیرہا ہیں یا تو ان میں سے کوئی گمراہ فرقہ مراد لیا ہے۔

تو اس کی یہ بات صحیح ہے کہ گمراہ فرقہ سے پرہیز کیا جائے اور اسکی ہمت افزائی ہرگز نہ کی جائے کہ شریعت طاہرہ نے گمراہوں سے اسی طرح ترک تعلق کا حکم دیا ہے لیکن خود امارت شرعیہ کا عمل اس کے خلاف کیوں ہے کہ وہ ان لڑانے والے فرقہ باطلہ کا اتباع اور پیروی اور ان کی ہمت افزائی کر رہی ہے چنانچہ اسی جریدہ نقیب کے صفحہ ۲ پر فرقۂ باطلہ غیر مقلدین کے امام نواب صدیق حسن خاں اور فرقۂ باطلہ وہابیہ دیوبندیہ کے علماء کی سلف خلف اہل حق کے اقوال کے مقابلہ میں پیروی اور تائید کر رہے ہیں اور ان گمراہوں کے اماموں کے اقوال کو قابل عمل قرار دے رہی ہے تو جب اس امارت پھلواری نے ان گمراہ فرقوں کی ہمت افزائی کی اور ان سے اجتناب وپرہیز نہیں کیا بلکہ کھل کر ان کے باطل اقوال کی تائید کی اور ان پر عمل کرنے کی ترغیب دی تو یہ امارت پھلواری خود ان گمراہ فرقوں لڑانے والوں میں داخل ہوگئی تو بحکم مجیب اس پھلواری کے لوگوں سے پورا پرہیز کرنا چاہئے اور ان کی ہمت افزائی ہرگز ہرگز نہ کرنی چاہئے۔ اگر چہ اس کے بعض ارکان مولوی کے بھیس میں ہوں یا پیر کے روپ میں ہوں یا مدیر کی صفت میں ہوں یا امیر کے لباس میں ہوں۔ لہٰذا مجیب کا حکم اس بنا پر امارت پھلواری کے لوگوں کے لئے صحیح ہے۔ ہم بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں۔

اور اگر مجیب نے لڑانے والوں سے صرف فرقہ اہلسنت وجماعت مراد لیا ہے تو ہم مجیب سے در

یافت کرتے ہیں کہ آپ اس فرقہ اہلسنت وجماعت میں داخل ہیں یا نہیں اگر داخل نہیں ہیں تو آپ مخالف فرقہ حقہ اہل سنت ہو کر خود ہی اہل حق سے لڑانے والے قرار پائے اور گمراہ وبیدین ثابت ہوئے تو آپ سے پورا پرہیز کرنا چاہئے اور اگر آپ فرقہ اہل سنت میں داخل ہیں تو بقول آپ کے آپ خود لڑانے والے قرار پائے اور بحکم آپ کے آپ سے پورا پرہیز کرنا چاہئے اور آپ کی ہمت افزائی ہرگز نہ کرنی چاہئے۔

اور حقیقت الامر یہ ہے کہ مجیب لڑانے والوں سے فرقۂ اہلسنت وجماعت مراد لے رہا ہے کہ وہ کھل کر مسلک اہلسنت قیام میلاد شریف کا رد کر رہا ہے اس کو بے اصل اور خلاف قرآن وحدیث قرار دے رہا ہے اور جریدہ نقیب کے صفحہ ۲ کی عبارت سے ظاہر ہے کہ امام غیر مقلدین نواب صدیق حسن خاں اور علماء دیوبند کے باطل اقوال کی تائید وجماعت اور ان کی رائے پر عمل کرنے کی ترغیب دینا اس امارت پھلواری کے مخالف اہلسنت وجماعت ہونے اور موافق وہابیہ دیوبندیہ ہونے کی بین دلیل ہے۔

بالجملہ اہلسنت وجماعت کا مسئلہ قیام ہو یا ذبح للاولیاء۔ بلکہ اس کے علاوہ کوئی عقیدہ ہو یا کوئی مسئلہ یہ فرقہ نہ قرآن وحدیث سے لڑنے والا۔ نہ اجماع وقیاس سے لڑنے والا۔ نہ اقوال سلف وخلف سے لڑنے والا۔ نہ طریق مسلمین سے لڑنے والا۔ بلکہ یہ فرقہ ان سب کا ماننے والا ہے۔ اور پھلواری کے نقیب نے یہ ظاہر کر دیا کہ یہ امارت پھلواری قرآن وحدیث سے لڑنے والی اجماع وقیاس سے لڑنے والی اقوال سلف وخلف سے لڑنے والی طریق مسلمین سے لڑنے والی تو مسلمانوں کو لڑانے والی یہی امارت پھلواری ہے۔ اب اس کے افراد مولوی کی شکل میں ہوں یا پیر کے بھیس میں ہوں اور یا مدیر کے لباس میں ہوں یا امیر کے روپ میں ہوں لہذا مسلمانو اس گمراہ کن امارت پھلواری کو پہچانو ان کے فریب ودجل سے بچو ان سے اجتناب وپرہیز کرو ان سے قطع تعلق کرو۔ پھر مجیب کہتا ہے۔

افسوس کی بات ہے کہ جو چیزیں صاف صاف قرآن وحدیث سے ثابت ہیں اور جن چیزوں کو سرکار دوعالم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ انجام دیا اور کبھی ترک نہ فرمایا آج ان چیزوں پر کچھ پوچھ گچھ نہیں مجیب نے غالبا اس میں اپنی امارت شرعیہ کا حال بیان کیا ہے کہ وہاں ایسے سوالات اور استفتے نہیں پہونچتے جن میں ایسی چیزوں کو دریافت کیا جائے جو قرآن وحدیث سے صاف صاف ثابت ہوں یا جن کو شارع علیہ السلام نے ہمیشہ انجام دیا ہو اور کبھی ترک نہ فرمایا ہو ورنہ ہمارے اہلسنت کے ہر دارالافتاء میں رات دن ایسی چیزوں کے سوالات آتے رہتے ہیں۔ چنانچہ صدہا ایسے سوال کے

جوابات مدرسہ اجمل العلوم کے دارالافتاء سے دیئے جا چکے تو پھلواری میں ایسے سوالات نہ پہونچنے کی یہ وجہ ہوسکتی ہے کہ پہلے لوگوں نے ایسے سوالات وہاں بھیجے ہونگے جب وہاں سے جواب نہیں دیئے گئے تو عام طور پر یہ بات مشہور ہوگئی ہو کہ پھلوری میں ایسا کوئی قرآن وحدیث کا جاننے والا نہیں ہے جو ایسے سوالات کے جوابات لکھ سکے تو اس میں قصور خود پھلواری کی امارت شرعیہ کا ہے کہ وہ اس میں ایسے مفتی کیوں مقرر نہیں کرتی۔ علاوہ بریں اس امارت شرعیہ کی دلیل اور قوت استدلال ملاحظہ ہو کہ پھلواری میں ایسے سوالات نہ آنا کیا اس امر کی دلیل ہے کہ کسی دارالافتاء میں ایسے سوالات نہیں آتے پھر اس سے بھی قطع نظر کیجئے تو بہت ممکن ہے کہ سائل ایسے سوالات اس بنا پر نہیں کرتے کہ آج بکثرت قرآن وحدیث کے تراجم وتفاسیر وشروح موجود ہیں تو ایسے سوالات ان میں دیکھ کر حل ہو جاتے ہیں لہٰذا ایسے سوالات میں مفتیوں کی طرف اس وجہ سے رجوع نہیں کیا جاتا ہے۔ اب باقی رہے ایسی چیزوں کے سوالات جو قرآن وحدیث سے صاف صاف ثابت نہ ہوں یا جن کو بانی اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ انجام نہ دیا ہو اور کبھی ترک بھی کر دیا ہو یا جن کو حضور نے بالکل ہی نہ کیا ہو تو مجیب کے نزدیک آیا ایسے سوالات کرنے کا شرعاً سائلوں کو کوئی حق حاصل نہیں یا مفتیوں کو ایسے سوالات کے جواب دینے کی اجازت نہیں یا ایسے سوالات شرعاً وعقلاً از قسم محالات ہیں مجیب جس شق کو اختیار کرلے اس پر شرعی طور پر کوئی دلیل قائم کرے کاش اگر یہ مجیب کو کچھ علم ہوتا تو ایسی بے اٹکل اور بہکی ہوئی باتیں نہ لکھتا۔ پھر اس کے بعد مجیب لکھتا ہے۔

ایسی واضح چیزوں کے نہ کرنے والوں سے کوئی نہیں کہتا کہ تم انھیں کیوں چھوڑ آئے ہو اور نہ کبھی ایسی چیزوں پر جھگڑا ہوتا ہے۔

مجیب نے اس عبارت میں بھی اپنا اور پھلواری کا حال ذکر کیا ہے کہ پھلواری میں قرآن وحدیث کی ثابت شدہ چیزوں کے نہ کرنے والوں سے یہ امیر شریعت کچھ نہ کہتا ہوگا اور ان کے چھوڑ دینے پر یہ امیر کوئی تنبیہ یا مطالبہ نہ کرتا ہوگا اور پھلواری میں ایسی تبلیغ وتخویف اور تنبیہ ومطالبہ کے نہ ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ پھلواری کی امارت شرعیہ اور خاص کر امیر جب قرآن وحدیث کی صاف صاف ثابت شدہ تعظیم نبی ورسول کے نہ کرنے والوں غیر مقلدوں۔ دیوبندیوں کو نہ کچھ کہتی ہے نہ ان پر شرعی حکم کفر صادر کرتی ہے نہ ان پر ترک تعلقات کا فتوی لکھتی ہے نہ ان سے اجتناب وپرہیز کرنے کا حکم دیتی ہے نہ ان سے عظمت شان رسالت کو چھوڑ دینے پر کوئی مطالبہ کرتی ہے نہ ان کی توہین رسالت پر کسی بحث ومناظرہ

اور جھگڑا کرنا روا رکھتی ہے بلکہ یہ امارت پھلواری ایسے مخالفان قرآن وحدیث کو اپنا رہبر و پیشوا بناتی ہے ان کے باطل اقوال پر دوسروں کو عمل کرنے کے حکم دیتی ہے تو یہ امارت پھلواری اور کسی قرآن وحدیث کی ثابت شدہ چیزوں کے نہ کرنے والوں سے کیا کہہ سکتی ہے اور کس منہ سے یہ مطالبہ بیان کرسکتی ہے کہ تم انھیں کیوں چھوڑے ہوئے ہو۔ لہٰذا مجیب اپنی اور اپنی امارت پھلواری کی اسی بے حسی پر جس قدر ماتم کرے وہ کم ہے پھر حیرت ہے کہاس نے اور علمائے حقانی کو بھی اپنے اوپر قیاس کرنا شروع کردیا بحمدہ اللہ علماء اہل سنت ہندوستان بھر میں احکام شرع پر عمل نہ کرنے والوں پر تنبیہ کیا کرتے ہیں ان سے سخت مطالبے کرتے ہیں ان پر فتوے صادر کرتے ہیں ان سے اجتناب پر ہیز کرنے کا حکم دیتے ہیں اس کے بعد مجیب اپنے ناپاک عقیدہ اکا اس طرح اظہار کرتا ہے اور جھگڑا قیام پر کیا جاتا ہے جس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں۔ مجیب نہ تو شریعت کو ہی جانتا ہے نہ شریعت میں کسی چیز کے اصل ہونے نہ ہونے کو پہچانتا ہے اگر اس کو یہ علم ہوتا تو ایسا غلط اور خلاف واقعہ دعوی نہ کرتا۔ ہم پہلے اس کو شریعت میں کسی چیز کی اصل ہونے نہ ہونے کی معرفت کرادیں مجیب کے ہم مسلک جو قیام میلاد شریف کے سخت منکر ہیں اور علماء دیو بند کے امام ہیں یعنی مولوی رشید احمد گنگوہی جو مجیب کے بھی پیشوا ہوں گے کہ یہ مجیب تو ہر دیو بندی علماء کو پیشوا کہتا ہے تو جو علماء دیو بند کے پیشوا ہیں وہ اس کے پیشوا کس طرح نہ ہونگے انھیں گنگوہی صاحب کے فتاوے رشدیہ میں یہ فتاوی مطبوعہ موجود ہیں۔

سوال پچیسواں: صوفیہ کرام یہاں جو اکثر اشغال اور اذکار مثل رگ کیماس کا پکڑنا اور ذکر ارہ حلقہ بر قبور نہیں بلکہ ویسے ہی اور حبس دم وغیرہ جو قرون ثلٰثہ سے ثابت نہیں بدعت ہے یا نہیں۔

الجواب: اشتغال صوفیہ بطور معالجہ کے ہیں سب کی اصل نصوص سے ثابت ہے جیسا اصل علاج ثابت ہے مگر شربت بنفشہ حدیث صریح سے ثابت نہیں ایسا ہی سب اذکار کی اصل ہیئت ثابت ہے جیسا توپ وبندوق کہ اصل ثابت ہے اگرچہ اس وقت میں نہ تھی سو وہ بدعت نہیں الخ۔

سوال تیسواں: کسی مصیبت کے وقت بخاری شریف کا ختم کرانا قرون ثلٰثہ سے ثابت ہے یا نہیں اور بدعت ہے یا نہیں؟۔

الجواب: قرون ثلٰثہ میں بخاری تالیف نہیں ہوئی تھی مگر اس کا ختم درست ہے کہ ذکر خیر کے بعد دعا قبول ہوتی ہے اس کی اصل شرع سے ثابت ہے بدعت نہیں فقط۔

سوال اکتیسواں۔ بعض صوفی قبور اولیاء پر چشم بند بیٹھتے ہیں اور سورۃ الم نشرح پڑھتے ہیں اور کہتے

ہیں کہ ہمارا سینہ کھلتا ہے اور ہم کو بزرگوں سے فیض ہوتا ہے اس بات کی کچھ اصل بھی ہے یا نہیں۔

الجواب: اس کی بھی اصل ہے اس میں کوئی حرج نہیں اگر یہ بہ نیت خیر ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(از فتاوے رشیدیہ حصہ اول ص ۱۰/۱۱)

ان جوابات سے ظاہر ہوگیا کہ حبس دم، ذکر ارہ، اشغال صوفیہ، اذکار صوفیہ، رگ کیماس کا پکڑنا، آنکھیں بند کر کے قبور اولیاء پر بیٹھنا۔ شربت بنفشہ سے علاج کرنا۔ بندوق کا استعمال کرنا، توپ سے کام لینا، دفع مصیبت کے لئے بخاری شریف کا ختم کرانا یہ دس امور وہ ہیں جن کی ہیئت کذائی نہ قرآن سے ثابت نہ حدیث سے ثابت نہ قرون ثلٰثہ میں اس کا وجود تھا لیکن گنگوہی صاحب نے ان کی اصلوں کو شرع سے ثابت مانا اور وہ بتا دیا کہ اگرچہ امور قرون ثلٰثہ سے ثابت نہیں اور ان کی خاص ہیئت کذائی شرع میں نہیں ہے مگر چونکہ ان کی اصل کا شریعت میں ادنی مناسبت سے وجود پایا جاتا ہے تو ان کو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ شریعت میں ان کی کوئی اصل نہیں۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ قیام تعظیمی تو وہ ہے کہ جس کی نہ فقط اصل بلکہ ہیئت کذائی بھی شرع سے ثابت ہے قرآن کریم میں ہے وتعزروه وتوقروه یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کرو اور توقیر کرو تو قیام تعظیمی بھی طرق تعظیم میں سے ایک بہتر طریقہ ہے تو قیام تعظیمی کی اصل آیت قرآنی سے ثابت ہو گئی اسی طرح بخاری و مسلم کی حدیث شروع میں منقول ہوئی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے لئے انصار کو قیام تعظیمی کا ان الفاظ میں حکم دیا قوموا الی سیدکم۔

(از مشکوۃ ص ۴۰۳)

یعنی تم اپنے سردار کے لئے قیام کرو اور ابوداؤد شریف کی حدیث میں ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے قیام تعظیمی کیا۔

الفاظ حدیث یہ ہیں کان اذا دخل علیها قامت الیه۔ (از مشکوۃ ص ۴۰۲)

یعنی جب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت فاطمہ کے پاس تشریف لے جاتے تو وہ حضور کے لئے قیام کرتیں بلکہ ذکر خیر کے لئے قیام کرنا فعل خلفاء راشدین سے ثابت ہے جیسا کہ حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ایک ذکر خیر سننے کے لئے قیام کیا۔

چنانچہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

قلت تو فی اللہ تعالیٰ نبیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبل ان نسئلہ عن نجات ھذا الامر قال ابو بکر قد سئلتہ عن ذلک فقمت الیہ ۔ (از مشکوۃ شریف ص ۱۶)

حضرت عثمان نے کہا کہ میں نے حضرت ابو بکر سے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وفات دی اور ہم اس امر کی نجات آپ سے دریافت نہ کر سکے حضرت صدیق نے فرمایا میں نے حضور سے دریافت کرلیا ہے۔ حضرت عثمان نے کہا کہ تو میں اس کے سننے کے لئے کھڑا ہو گیا۔

الحاصل ان احادیث سے قیام تعظیمی کی اصل ثابت ہوگئی تو جب قرآن وحدیث دونوں سے اس قیام کی اصل ثابت ہوگئی مجیب کی نہ فقط بے علمی بلکہ اس کی جرأت و بے ایمانی دیکھو کہ وہ آنکھیں بند کر کے کیسا غلط حکم لگا رہا ہے کہ قیام کی شریعت میں کوئی اصل نہیں پھر اگر مجیب کے قلب میں قبول حق کی صلاحیت اور قرآن وحدیث کی عظمت ہے تو اپنے حکم کی غلطی کو تسلیم کرکے اور صاف طور پر یہ اعتراف کرلے کہ اس قیام کی قرآن وحدیث میں اصل موجود ہے۔

علاوہ بریں کون نہیں جانتا ہے کہ شریعت کے چار اصول ہیں جن میں سے دو اصول تو قرآن وحدیث اور تیسرا اجماع امت ہے تو اجماع سے جو چیز ثابت ہوگئی وہ شریعت ہی سے ثابت ہوگئی۔ ہم اس قیام کی نہ فقط اصل بلکہ اس کی ہیت کذائی بھی اجماع سے ثابت کرتے ہیں۔

علامہ علی بن برہان الدین حلبی سیرت حلبی میں فرماتے ہیں۔

جرت عادۃ کثیرہ من الناس اذا سمعوا بذکر وضعہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان یقوموا تعظیما لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھذا القیام بدعۃ حسنۃ) وقد وجد القیام عند ذکر اسمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من عالم الامۃ ومقتدی الائمۃ دینا وورعا الامام تقی الدین السبکی وتابعہ علی ذالک مشایخ الاسلام فی عصرہ ویکفی مثل ذالک فی الاقتداء ملخصا۔ (سیرت حلبی مصری جلد اص ۱۰۰)

بہت سے لوگوں کی عادت جاری ہوئی کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر ولادت سنتے ہیں تو وہ حضور کی تعظیم کے لئے قیام کرتے ہیں اور یہ قیام بدعت حسنہ ہے اور بیشک حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پاک کے ذکر کے وقت قیام کرنا امام تقی الدین سبکی سے پایا گیا ہے جو اس امت کے علما اور دین تقوے میں اماموں کے امام ہیں اور ان کے معاصرین ائمہ ومشائخ اسلام نے اس قیام پر اپنی متابعت کی اور اس قدر بات پیروی کرنے کے لئے کافی ہے۔

علامہ سید احمد دحلان سیرت نبوی میں فرماتے ہیں

جرت العادة ان الناس اذا سمعوا ذكر وضعه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقو مو ن تعظيما له صلى الله عليه وسلم وهذا القيام مستحسن لما فيه من تعظيم النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وقد فعل ذالك كثير من علماء الامة الذين يقتدى بهم،

(سیرت نبوی مصری جلد اص ۴۴)

یہ عادت جاری ہوئی کہ جب لوگ حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کا ذکر سنتے ہیں تو حضور کی تعظیم کے لئے قیام کرتے ہیں اور یہ قیام مستحسن ہے اس لئے کہ اس میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہے اور اس قیام کو بکثرت ان علماء امت نے کیا جن کی پیروی کی جاتی ہے۔

علامہ ابن حجر نے المو لد الکبیر میں فرمایا

فيقال نظير ذالك فى القيام عند ذكر ولا دته صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وايضا قال اجتمعت الائمة من اهل السنة والجماعة على استحسان القيام المذكور قد قال صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لا يجتمع امتى على الضلالة ۔ (از الدر المنظم ص ۱۴۳)

کہا گیا کہ اس کی نظیر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت قیام کرنا ہے نیز قیام مذکور کے استحسان پر امت محمدیہ اہلسنت و جماعت نے اجماع کر لیا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔

ان عبارات سے ثابت ہو گیا کہ قیام میلاد شریف کے استحباب پر امت نے اجماع کر لیا ہے تو قیام صدیوں سے مسلمانوں کا معمول بہ قرار پایا اور اس کا اجماع سے ثابت ہونا شریعت سے ثابت ہونا ہے تو اس قیام کی شریعت سے نہ فقط اصل بلکہ ہیئت کذائی بھی ثابت ہو گئی پھر جب اس قیام کے استحباب پر اجماع ہو چکا اور اب کئی صدی کے گذر جانے کے بعد اس کی مخالفت کرنا اور اس کے مقابلہ میں کوئی نیا قول کہنا جائز نہیں۔

نور الانوار میں ہے:

ثم اجماع من بعد هم اى بعد الصحابة من اهل كل عصر على حكم لم يظهر فيه خلاف من سبقهم من الصحابة فهو بمنزلة الخبر المشهور يفيد الطمانية (وفيه ايضا) ولا تجوز لمن بعدهم احداث قول آخر۔

پھر صحابہ کے بعد ہر عصر کے لوگوں کا کسی ایسی بات پر اجماع کر لینا جس پر سلف وصحابہ کا کوئی خلاف قول ظاہر نہ ہوتو ایسا اجماع بمنزلہ خبر مشہور کے ہے جس سے طمانیت کا فائدہ حاصل ہوتا ہے اور بعد والوں کے لئے دوسرا قول ایجاد کرنا جائز نہیں۔

تلویح شرح توضیح میں یہ صاف تصریح ہے

ان الاجماع القطعی المتفق علیه لا یجوز تبدیله ۔

بیشک وہ اجماع قطعی جس پر اتفاق ہو چکا اس کا بدلنا جائز نہیں۔

ان عبارات سے ثابت ہو گیا کہ حضرات صحابہ کرام کے بعد میں کسی بات پر ہر عصر میں بالاتفاق اجماع کر لینا ایسا حجت ہے کہ بعد والوں کو نہ اس کا بند کرنا جائز نہ اس کے خلاف کوئی نیا قول ایجاد کرنا جائز۔ تو جب ساتویں یا آٹھویں صدی میں اس قیام کے استحباب پر اجماع ہوا اور اس پر علماء اعلام ومشائخ کرام کا برابر عمل ہوتا رہا ہے تو اب پانچ یا چھ صدی کے بعد اس حکم استحباب کو بدلنا اور اس کے خلاف ناجواز کا نیا قول ایجاد کرنا گویا اجماع امت سے جھگڑنا ہے تو مجیب استحباب قیام کے خلاف یہ مضمون لکھ کر اجماع سے جھگڑا کرنے والا ثابت ہوا تو مجیب اس قیام میں خود تو جھگڑا کرنے والا قرار پایا اور براہ دجل وفریب اجماع کے ماننے والے اہلسنت کے جھگڑالو ٹہراتا ہے تو اگر مجیب کے اندر ذرہ برابر انصاف پسندی اور قبول حق کی صلاحیت ہے تو اپنی غلطی کا اعتراف کرے اور قیام مذکور کے جواز پر ایمان لائے۔

پھر اس کے بعد مجیب لکھتا ہے:

اس وقت مسلمانوں کے سامنے بڑے اہم اہم سوال ہیں لیکن یہ لڑانے والے حضرات مسلمانوں کو غیر ضروری اور بیکار چیزوں میں الجھا کر اہم اور ضروری ضروری چیزوں کو پس پشت ڈال رہے ہیں جو قوم کی تنزلی اور پستی کی کھلی نشانی ہے

مجیب کو اپنی بے مایگی کی بنا پر یہ علم نہیں ہے کہ مسلمانوں کی دنیوی واخروی کامیابی کے لئے سب سے اہم وضروری کیا چیز ہے اور قوم مسلم کے تنزلی وپستی کا اصلی وحقیقی سبب کیا ہے۔ مجیب اپنے نزدیک تو مسلمانوں کے لئے سب سے اہم وضروری چیز اعمال کو قرار دیتا ہے جس کی وہ اس مضمون میں تصریح کر رہا ہے۔

مسلمان کے لئے اعمال کی ضرورت واہمیت کا اعتراف ہم بھی کرتے ہیں کہ شجر اسلام کے پھل اور شاخیں یہی اعمال ہیں دنیوی زندگی میں مؤمن کے ایمان کی زینت حسن عمل ہی سے ہے اور آخرت

کے لئے وہ بہترین توشہ اعمال صالحہ ہی ہیں اور اخروی حیات کے لئے نمایاں کامیابیاں اور عزت کا ذریعہ اور کثیر اجر و ثواب کا وسیلہ نیک اعمال سرمایہ ہے اور جنت کی کنجی کے دندانے یہی اعمال ہیں اور اس میں رفع درجات اور کثرت نعم کے باعث یہی اعمال صالحہ ہیں لیکن ان عمال کی اصلیت و مقبولیت اور ان پر مرتب ہونے والے تمام منافع اور فوائد حاصل ہو جائینگے اور اگر عقائد اسلام سے کسی عقیدہ میں کوئی خامی ہے یا ضروریات دین میں سے کسی ایک چیز کا بھی انکار ہے کفریات سے کسی کفر کے ساتھ رضا یا تائید حاصل ہے تو سارے اعمال بیکار اور رائیگاں ہو جائیں گے سب نیکیاں برباد اور اکارت ہو جائینگی اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کا مآل ظاہر فرماتا ہے عاملة ناصبة تصلی نارا حامية۔ یعنی عمل کے مشقتیں جھیلیں بھڑکتی آگ میں پہونچیں گے۔ لہذا اب ثابت ہو گیا کہ مسلمانوں کی حمایت دنیوی واخروی کی اصل کامیابی کیلئے سب سے ضروری اور سب سے اہم ایمان کی اصلیت و عقائد کی درستی و جائز چیزوں کو جائز جانا اور ناجائز چیزوں کو ناجائز ماننا ہے تو اس فتنہ و فساد کے دور میں مسلمانوں کے سامنے سب سے بڑا اہم سوال اور سب سے زیادہ ضروری فریضہ ایمانی کی صحت اور عقائد کی درستی ہے اور عقائد اسلام کے نہایت اہم وضروری عقیدہ جائز و حلال چیزوں کا جائز و حلال جاننا ہے۔ تو جب اس قیام کے ناجائز ہونے پر کوئی دلیل شرعی نہ تو یہ اس کے جائز ہونے کی خود زبردست دلیل ہے۔ لہذا اس قیام کا جائز جاننا اور حلال ماننا اہم وضروری عقیدہ ثابت ہوا۔]

مجیب کی اس عبارت میں کس قدر جہالتیں ہیں: پہلی جہالت تو یہ ہے کہ وہ مسلمان کے لئے عقائد اسلام کی صحت کو سب سے زیادہ اہم وضروری نہیں جانتا: دوسری جہالت یہ ہے کہ وہ اعمال کو عقائد پر ترجیح دیتا ہے تیسری جہالت یہ ہے کہ وہ جائز شئی کے جائز اعتقاد کرنے کو غیر ضروری اور بیکار قرار دیتا ہے چوتھی جہالت یہ ہے کہ وہ اس تصحیح عقیدہ یعنی جائز شئی کے جواز کی تحقیق کرنے کو الجھنا ٹھہراتا ہے۔ پانچویں جہالت یہ ہے کہ جو جائز شئی کو دلیل سے جائز ثابت کرنے والا ہے وہ اس کو لڑانے والا بتاتا ہے چھٹی جہالت یہ ہے کہ وہ تصحیح عقائد کرانے والے رہنما کو مضل بنانا چاہتا ہے۔ ساتویں جہالت یہ ہے کہ وہ اعمال کی تعلیم کو عقائد کی تعلیم سے زیادہ اہم وضروری لکھتا ہے۔ آٹھویں جہالت یہ ہے کہ وہ قوم مسلم کی ترقی صرف اعمال کی اصلاح کو قرار دیتا ہے۔ نویں جہالت یہ ہے کہ وہ قوم مسلم کے لئے عقائد کی اصلاح کو تنزلی و پستی کی کھلی نشانی ٹھہراتا ہے۔ دسویں جہالت یہ ہے کہ قیام میلاد شریف کے جواز کے اعتقاد کو غیر ضروری و بیکار بنا کر حلال و جائز چیز کو حرام و ناجائز بناتا ہے اور عقیدہ اسلام کی صاف مخالفت کرتا ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ قوم مسلم کے تنزلی و پستی کی سب سے بڑی کھلی نشانی عقیدہ کی غلطی وخرابی ہے کہ جس مسلمان نے جائز شئی کو ناجائز اعتقاد کیا تو اس کا عقیدہ ہی بدل گیا جو کفر کو مستلزم ہے اور جب وہ صراط مستقیم سے منحرف ہوگیا اور عقیدہ حقہ کے خلاف چلا گیا تو اس کی حیات دینوی واخروی دونوں برباذ ہوگئیں۔ تو قوم مسلم کی اس سے زائد تنزلی و پستی کی کھلی نشانی اور کیا ہوسکتی ہے مجیب کو اگر مذہب کے ان امور کا علم ہوتا تو اس قدر جہالت آمیز باتیں نہ لکھتا لہٰذا وہ اپنے حال زار پر جس قدر ماتم کرے وہ کم ہے پھر مجیب کو چاہئے تھا کہ وہ قیام کے ناجائز ہونے پر کوئی دلیل شرعی قرآن وحدیث سے پیش کرتا لیکن بجائے دلیل ایک غیر مستند قصہ اس طرح لکھتا ہے:

مشہور واقعہ ہے کہ بیت المقدس میں عیسائیوں کی حکومت تھی لیکن اس وقت عیسائی قوم کی بے حسی کا یہ حال ہو چکا تھا کہ اسلامی فوجیں بیت المقدس کے دروازے میں داخل ہورہی تھیں اور عیسائیوں کے دینی پیشوا اس شہر کے اندر آپس میں اس مسئلہ پر بحث اور مناظرہ کررہے تھے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کا پسینہ پاک تھا یا ناپاک کم وبیش یہی حال مسلمانوں کے ان پیشواؤں کا ہے جو قیام یا اس قسم کے دوسرے جزوی اور غیر اہم مسائل پر مناظرہ اور مجادلہ کی مجلس گرم کرتے ہیں اور اس کے ذریعہ مسلمانوں میں اختلاف اور افتراق پیدا کرتے ہیں۔

مجیب کی اس میں پہلی نااہلیت تو یہ ہے کہ قیام کے عدم جواز کے دعوے پر بجائے دلائل شرع قرآن وحدیث اجماع وقیاس کے ایک غیر مستند قصہ سے استدال کرتا ہے۔

دوسری نااہلیت یہ ہے کہ ملک کے تحفظ کی ذمہ داری مذہبی پیشواؤں کے ذمہ پر اکثر وبیشتر نہیں ہوتی ہے کہ اس کا تعلق حکومت کے فوجی محکمہ سے ہوتا ہے۔ تو اس غفلت کا مذہبی پیشواؤں پر کیا اثر۔

تیسری نااہلیت یہ ہے کہ اگر اس واقعہ کو صحیح بھی مان لیا جائے تو کیا اس سے مطلقا بحث ومناظرہ کا بیکار وباطل ہونا لازم آئے گا۔

چوتھی نااہلیت یہ ہے کہ مجیب نے مسلمانوں کے حال کو عیساؤں کے حال پر قیاس کیا تو اس میں قیاس کے پانچوں شرائط اور رکن وحکم سب متحقق ہوگئے۔

پانچویں نااہلیت یہ ہے کہ کسی فرعی مسئلہ پر بحث ومناظرہ کو ممنوع قرار دیا تو ثابت کرے کہ یہ ممنوعیت کیوں ہے اور اس میں کیا محظور شرعی لازم آتا ہے اور کس کتاب سے ثابت ہے۔

چھٹی نااہلیت یہ ہے کہ قیام جزوی مسئلہ ہے اور غیر اہم مسائل سے ہے اس کا یہ مطلب ہے اور

یہ کس نے لکھا ہے۔

ساتویں نا اہلیت یہ ہے کہ مجیب کے نزدیک جب مناظرہ اختلاف افتراق پیدا کرتا ہے تو اگر صرف غیر اہم مسائل پر بحث ومناظرہ کرکے وہ اختلاف وافتراق پیدا کرنے والے قرار پائے یا نہیں۔

آٹھویں نا اہلیت یہ ہے کہ مجیب کے نزدیک جو مناظرہ غیر اہم مسائل سے ہوگا وہ اختلاف وافتراق پیدا کرتا ہے تو اصول اور ضروری مسائل پر جو مناظرہ ہوگا وہ اختلاف وافتراق نہیں پیدا کریگا تو اس کے نزدیک قابل اعتراض صرف غیر اہم مسائل پر مناظرہ قرار پایا۔

نویں نا اہلیت یہ ہے کہ مناظرہ اکثر وبیشتر اصول پر ہوتا ہے احمد آباد کا مناظرہ بھی اصول پر تھا تو مجیب نے اس پر کیوں اعتراض کیا اور اس کو کیوں باعث اختلاف وافتراق ٹھہرایا

دسویں نا اہلیت یہ ہے کہ مجیب کے نزدیک تو قیام غیر اہم مسائل سے تھا تو اس نے یہ مضمون لکھ کر مسلمانوں میں کیوں اختلاف وافتراق پیدا کیا تو مجیب اپنے منہ پر تھوک لے کہ خود تو اختلاف وافتراق مسلمانوں میں پیدا کرتا ہے اور دوسروں پر بلا وجہ لعن وطعن کرتا ہے پھر مجیب کے یہ الفاظ ملاحظہ ہوں۔

کاش یہ طاقت جو ایسے مسائل میں صرف کی جارہی ہے مسلمانوں تک اللہ اور اس رسول کا پیغام پہنچانے میں خرچ کی جاتی۔

مسلمانو! تم نے دیکھا کہ مجیب قیام کی مخالفت میں کس قدر ایڑی چوٹی کی طاقت صرف کررہا ہے یہاں تک کہ دلائل شرع دستیاب نہ ہونے کی صورت میں غیر مستند قصوں اور واقعوں تک کو دلیل بنارہا ہے اور ساری علمی قابلیت کا زور لگا کر عوام کو مغالطہ اور فریب دے رہا ہے لیکن اللہ تعالیٰ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی پیغام اپنی طاقت خرچ کرکے قیام کے عدم جواز پر نہ لاسکا اور غلط الزام اہلسنت کو دیتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیغامات اس بارے میں پیش نہ کرسکے باوجودیکہ ہم نے اسی قیام کے جواز میں ایک آیۃ کریمہ اور تین احادیث اوپر پیش کردیں۔

پھر مجیب کی یہ بے ادبی وگستاخی ملاحظہ ہو کہ وہ اللہ ورسول عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسمائے طیبہ کے ساتھ کوئی جلالت وعظمت کا کلمہ نہیں لکھا یہ قلبی عداوت کا نتیجہ نہیں ہے تو اور کیا ہے پھر دوسرا استدلال اس غلط واقعہ سے کرتا ہے۔

ابھی چند دن ہوئے احمد آباد سے خبر آئی کہ ان پیشواؤں نے آپسی جھگڑے کئے اور اس قسم کے مسائل پر گرم گرم تقریریں کرکے مسلمانوں کو ایسا بھڑکایا کہ آپس میں فتنہ وفساد کا خطرہ غالب آگیا اور شہر کا

امن وسکون مشتبہ ہوگیا نتیجہ یہ ہوا کہ احمد آباد کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو دونوں جماعتوں پر دفعہ ۱۴۴ نافذ کرنی پڑی۔ غور کیجئے کہ احمد آباد کا یہ واقعہ مذہبی پیشواؤں کیلئے باعث شرم ہے یا نہیں۔

افسوس یہ ہے کہ مجیب نے اس واقعہ میں صداقت سے کام نہیں لیا۔

اس کا پہلا جھوٹ یہ ہے کہ سرزمین احمد آباد میں اہلسنت و دیوبندی ہر دو فریق میں کوئی مناظرہ نہ تقریری ہوا نہ تحریری۔ نہ کسی طرح کا کوئی جھگڑا ہوا صرف مناظرہ طے ہوا تھا وہ پولس نے نہیں ہونے دیا۔

دوسرا جھوٹ یہ ہے کہ وہاں اس قسم کے مسائل پر گرم گرم تقریریں کر کے مسلمانوں کو نہیں بھڑکایا بلکہ وہاں علماء اہلسنت کی تقریریں ہوئیں۔ ان میں کفر وایمان کا امتیاز رکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جلالت وعظمت کے خطبے دیئے گئے۔ عقائد اسلام واقوال کفریہ کی لوگوں کو معرفت کرائی گئی۔

تیسرا جھوٹ یہ ہے کہ آپس میں فتنہ وفساد کا خطرہ غالب آ گیا حالانکہ پولس سے اجازت لے کر شہر کے مختلف محلوں میں نہایت شاندار جلسے ہوئے کسی فتنہ وفساد کا خطرہ پیدا نہ ہوا۔

چوتھا جھوٹ یہ ہے کہ شہر کا امن وسکون مشتبہ ہو گیا حالانکہ شہر میں اس قدر امن وسکون تھا کہ شارع عام پر بغیر پولس کے انتظام کے نہایت پر امن عظیم الشان جلسے ہوئے اور جلسوں میں از ابتدا تا انتہا سکون رہا۔

پانچواں جھوٹ یہ ہے کہ خود ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دی۔ حقیقت یہ ہے کہ مجسٹریٹ صاحب کا یہ دفعہ نافذ کرنا نہ اپنی ذاتی رو سے تھا نہ امن وسکون کے مشتبہ ہونے کی بنا پر تھا نہ فتنہ وفساد کے خطرہ کی وجہ سے تھا۔ بلکہ اس کے نافذ کرنے کی اصل وجہ یہ ہوئی کہ شہر بھر میں اہلسنت کے علماء کی تقریریں ہوتی تھیں جس سے سنیت کے پھریرے لہرا رہے تھے اور دیوبندیت فنا ہو رہی تھی۔ صدہا دیوبندی مجمع عام میں توبہ کرتے تھے۔ تو دلی سے حفظ الرحمٰن صاحب کے تار پر تار موصول ہوئے اور دیوبندیت کی حمایت کی جا رہی تھی۔ خود مجسٹریٹ صاحب نے کہا کہ یہ اگر یہ دہلی کے پے در پے حکم نامے نہ آتے تو ہمیں مناظرہ کی اجازت دینے میں کوئی تامل نہ ہوتا۔

تو مجیب کا اس کو مجسٹریٹ صاحب کے سر تھوپنا جھوٹ نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ میں احمد آباد میں خود موجود تھا تو سرزمین احمد آباد میں پیشوایان اہلسنت کا عقائد اسلام کی تبلیغ کرنا اور شان رسالت کی عظمت ورفعت کے ڈنکے بجانا اور احقاق حق کرنا اور عوام کو اس کو قبول کرنا اور مذہب اہلسنت کی حقانیت کا آفتاب

سے زیادہ روشن ثابت ہو جانا ان پیشوایان اہل سنت کے لئے تو باعث عزت وسبب افتخار قرار پایا اور دیو بندی پیشواؤں کا مناظرہ سے منہ چھپانا تحریری وتقریری مناظرہ سے صاف انکار کرنا پولس سے مدد طلب کرنا اور کسی عام جلسہ میں اپنے مذہب دیو بندیت کی حمایت میں نہ بولنا صدہا دیو بدنیوں کا تائب ہونا دیو بندی پیشواؤں کا احمد آباد سے منہ چھپا کر کسمپرسی کے حال میں بھاگنا ہم بھی کہتے ہیں کہ ان کے لئے سخت باعث شرم تھا۔ مجیب انھیں کے لئے یہ لکھ رہا ہے۔ پھر مجیب اس کے بعد لکھتا ہے۔

آج اس دھریت والحاقہ کے دور میں نعرہ لگا تا ہے کہ مذہب ہی لڑائی اور جھگڑے کی جڑ ہے اور ہم لوگ اپنی روش اور طریقہ کار سے اس نعرہ کی صحت کیلئے دلیل مہیا کرتے ہیں۔

مجیب سن لے کہ اسلامی عقیدہ میں تو مذہب ہی وہ چیز ہے ہے جس کے لئے مسلمان ہر قربانی کرنا اپنا اہم فریضہ جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تو یہی پیغام ہے کہ مذہب حق کی حمایت میں اہل باطل سے جھگڑنا، لڑنا، جہاد کرنا، اپنا خون بہانا، عبادت کی جان اور ایمان کا مقتضا اور علامت ہے۔ اور اعلائے مذہب حق کے لئے ہر طرح کی تیاری کرنا حتی کہ مرجانا شہادت ہے۔ صحابہ کرام اسلاف عظام علمائے اعلام ہمیشہ مذہب حق کی حمایت کے لئے لڑے اور جھگڑتے ہی رہے۔ اکابر امت نے ہر صدی میں حفاظت مذہب کے لئے خون بہائے سر کٹائے گھر لٹائے اہل ومال قربان کئے ظلم وستم سہے۔

مجیب کی پھلواری میں غالبا امارت شرعیہ نے لامذہبیت کا ایسا سنگ بنیاد رکھ دیا ہے جس کا بقول مجیب کے یہ اثر مرتب ہوا ہے کہ وہاں دھریت والحاد کا دور شروع ہو گیا ہے اور وہ اپنی لامذہبیت کی بنا پر بطور تمسخر یہ نعرہ لگاتے ہونگے کہ مذہب ہی لڑائی اور جھگڑے کی جڑ ہے اور قرینہ بھی اسی کا مقتضی ہے کہ پھلواری میں امارت شرعیہ نے ایسی فضا بنادی ہو جب کہ وہ حق وباطل میں کوئی امتیازی نہیں کرتی صریح کفری اقوال کو کفر نہیں کہتی جن سے کفریات صادر ہوں ان کو کافر نہیں جانتی گستاخاں شان رسالت پر کفر کا فتوی صادر نہیں کرتی وہ علماء دیو بند جن کی عرب وعجم کے مفتیون نے تکفیر کی یہ امارت شرعیہ ان کو نہ فقط مسلمان بلکہ اپنا پیشوا اور مفتی دیں اعتماد کرتی ہے ان کی رائے پر عمل کرنے کی عوام کو ترغیب دیتی ہے تو وہ یہ مذہب کی قدر کو کیا جانے اور حق وباطل کے امتیاز کو کیا پہچانے پھر اس لغو تمہید کے بعد مجیب نے سوال کے جواب میں یہ لکھا۔

آپ نے قیام کی شرعی حیثیت پوچھی ہے اس لئے عرض ہے کہ قیام کی کوئی اصل شریعت میں نہیں

اور نہ اس کا ثبوت قرآن وحدیث سے ہے فقہ حنفی سے اس لئے اس کو دین کا کام سمجھنا ور قرآن وحدیث یا فقہ حنفی سے ثابت سمجھنا صحیح نہیں اس میں مجیب نے یہ صرف دعوے ہی کیا کہ قیام کی کوئی اصل شریعت میں نہیں ہے لیکن وہ اس پر کوئی دلیل شرعی پیش نہ کرسکا۔ نہ اس دعوے کو کسی معتبر ومستند کتاب کی طرف منسوب کرسکا مجیب خود تو اس دعوے کرنے کا اہل نہیں کہ وہ نہ پوری شریعت سے واقف نہ کسی چیز ے شریعت میں اصل ہونے کی اس کو معرفت حاصل تو اس کا اہل وہ شخص ہوسکتا ہے جو شریعت کے ایک ایک مسئلہ سے پوری طرح واقف ہو اور اس کا علم تمام احکام شریعت کو محیط ہو اس میں استنباط کی صلاحیت ہو ہر چہار دلائل شرع پر اس کو کامل عبور ہو مجیب کی بے مائیگی وبے علمی کا حال تو اتنے ہی مضمون سے ظاہر ہوگیا تو اس کا یہ دعوے غلط ولغو ہے ہم نے اوپر قیام کی نہ فقط اصل بلکہ اس کی ہیئت کذائی بھی شریعت ے ثابت کردی اور قرآن وحدیث سے اس کی اصل ثابت کردی تو یہ قیام دینی امور میں داخل ہوگیا۔

مسلمانو! دیکھو قیام کی نہ فقط اصل بلکہ اس کی ہیئت کذائی بھی شریعت کی تیسری دلیل اجماع سے پیش کردی اور قرآن وحدیث سے اس کی اصل بھی ظاہر کردی تو اہل اسلام تو اس قیام کو دین کا کام سمجھتے ہیں پھر جو چیز قرآن وحدیث سے ثابت ہوگئی وہ فقہ حنفی سے بدرجہ اولیٰ ثابت ہوگئی کہ فقہ کا مأخذ اقرآن وحدیث ہی سے ہے مجیب نے جو کہا کہ قیام کی کوئی اصل شریعت میں نہیں تو شریعت ے اسلامی شریعت مراد نہیں ہوئی بلکہ وہی پھلواری کی شریعت مراد ہوئی اسی طرح قرآن وحدیث سے اسلام کا قرآن وحدیث مراد نہیں بلکہ وہابیہ کی تقویۃ الایمان، وتذکیر الاخوان وغیرہ کتب وہابیہ مراد ہیں جن کو وہ اپنے خیال میں قرآن وحدیث پر ترجیح دیا کرتے ہیں ورنہ قرآن وحدیث کے ایسے صریح دلائل کا انکار کرنا شریعت میں اس کی اصل نہ ماننا اس کو امر دینی نہ سمجھنا گویا بوقت نصف النہر کے آفتاب کا انکار کرنا ہے جو اس کی کور چشمی اور ہٹ دھرمی نہیں ہے تو اور کیا ہے اگر مجیب میں ذرہ بھر ایمان کا شائبہ بھی ہے تو اپنی اس فحش غلطی کا اقرار کرلے اور قیام کو کو قرآن وحدیث سے ثابت مانے مولیٰ تعالیٰ اس کو قبول حق کی تو فیق دے اس کے بعد مجیب لکھتا ہے قیام کے متعلق بعض لوگوں کا خیال بھی یہ ہے کہ ذکر ولادت با سعادت کے وقت سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں یہ عقیدہ غیر صحیح اور بے اصل ہے اگر کوئی شخص اس عقیدہ کے کھڑا ہوتا ہے تو گنہگار رہے، یہ مجیب کا اہل سنت پر افترا ہے کوئی ذمہ دار عالم اہلسنت اس بات کا مدعی نہیں کہ ذکر والادت کے وقت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں مجیب کو اگر اپنے قول کا پاس ہے تو ان بعض لوگوں میں سے کسی ایک دوعالم کا قول پیش کردیا ہے اور

اپنی صداقت کا ثبوت دے ورنہ اپنے اوپر لعنۃ اللہ علی الکاذبین پڑھ کر دم کرلے اب باقی رہا مجیب کا یہ دعوی کہ یہ عقیدہ غیر صحیح اور بے اصل ہے تو وہ اپنے اس دعوے پر کوئی دلیل پیش نہ کرسکا بلکہ آئندہ پیش بھی نہیں کرسکتا ہے مجیب بتائے کہ قیام بوقت ذکر ولادت باسعادت حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تشریف فرما ہونے میں کونسا محظور شرعی لازم آتا ہے اور کس عقیدہ اسلام کا انکار لازم آتا ہے اور کونسا استحالہ شرعی لازم آتا ہے مجیب میں اگر کچھ علم وقابلیت ہے تو ان امور کا جواب دے ورنہ اعتراف کرے کے مجھ سے یہ غلطی ہوئی پھر جب اس عقیدہ ہی کو وہ باطل ثابت نہ کرسکا تو پھر اس عقید سے کھڑے ہونے والے کو گنہگار کہاں سے ثابت کرسکتا ہے پھر اس کے بعد عجیب لکھتا ہے اور اگر محض رسم ورواج کی خاطر یا صرف اس لئے کہ مجلس میں بہت سے لوگ کھڑے ہو گئے ہیں کوئی کھڑا ہو جائے تو اس میں نہ ثواب نہ گناہ مجیب نے اس میں اپنی لاعلمی ظاہر کی کہ وہ رسم ورواج اگر خلاف شرع تھا تو اس رسم ورواج پر عمل کرنے والا کیوں گنہگار ہوگا۔ اور اگر وہ رسم ورواج موافق شرع ہے تو اس رسم ورواج پر عمل کرنے والا کیوں ثواب کا مستحق نہ ہوگا اسی طرح مجلس میں جو لوگ کھڑے ہو گئے ہیں تو ان کا کھڑا ہونا اگر حکم شرع کے خلاف ہے تو ان کا کھڑا ہونا اور جو ان کو دیکھ کر کھڑا ہو یہ سب کیوں گنہگار نہ ہونگے اور اگر ان کا کھڑا ہونا خلاف شرع نہ تھا تو ان کے کھڑے ہونے پر کیوں ثواب مرتب نہ ہوگا مجیب کے اندر اگر کوئی علمی قابلیت ہوتی تو ایسی جہالت آمیز بات نہ لکھنا علاوہ بریں جب اس قیام کے کرنے والے پر نہ ثواب ہ نہ گناہ تو بقول مجیب یہ قیام شرعا مباح قرار پایا اور پھر جب یہ شرعا مباح ہوا تو پھر اس پر مجیب کا پہلا حکم قیام کی کوئی اصل شریعت میں نہیں اور نہ اس کا ثبوت قرآن وحدیث سے ہے اور نہ فقہ حنفی سے) لغو و باطل نہیں ہوا تو کیا ہوا پھر جب اس کی اباحت ثابت ہوگئی تو اس کو دین کا کام سمجھنا کیا صحیح نہ ہوگا مجیب نے یہ لکھ کر خود اپنا ہی رد کردیا تو غلط بات کی تائید کا ایسا غلط نتیجہ مرتب ہوتا ہے۔

اس کے بعد مجیب لکھتا ہے اگر کوئی شخص محبت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جوش میں بے اختیار کھڑا ہو جاتا ہے باعث نجات اور ذریعہ صد اجر وثواب ہے مجیب نے یہ لکھ کر اپنی انتہائی نادانی کا ثبوت دیا اور اپنی ساری لکھی اس بحث کو مٹا دیا اس سے دریافت کرو کہ جب اس قیام کی اس کے نزدیک نہ شریعت میں کوئی اصل تھی نہ قرآن وحدیث سے ثبوت تھا نہ یہ دین کا کام تھا تو وہ قیام اب باعث نجات اور ذریعہ صد اجر وثواب ہوسکتی ہے اگر ہوسکتی ہے تو اس کو کسی دلیل شرعی سے ثابت کرلے ورنہ اس کو باعث نجات وذریعہ صد اجر وثواب کس چیز نے بنایا اگر مخالفت قرآن وحدیث نے اس کو اس اعلیٰ

منزلت پر پہنچایا تو مجیب کے نزدیک مخالفت قرآن وحدیث نجات کا سبب اور صد اجر وثواب کا باعث قرار پائی تو غالبا اس کے نزدیک موافقت قرآن وحدیث باعث ہلاکت اور ذریعہ صد سزا وعذاب ہوگی مسلمانو یہ ہیں پھلواری کی شریعت کے احکام العیاذ باللہ مگر میلاد شریف کی کرامت دیکھو کہ ایسے مخالف سے قیام کو باعث نجات وصدر اجر وثواب ہونے کا اقرار کرالیا اسی کو کہتے ہیں اقبالی ڈگری۔ مجیب صاحب بحمداللہ اہل سنت وجماعت مجیب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کے جوش میں آکر قیام کیا کرتے ہیں لہٰذا آپ کے نزدیک بھی اہلسنت کا میلاد شریف میں قیام کرنا نجات کا سبب اور صدر اجر وثواب کا باعث قرار پایا تو اس کے خلاف آپ کی سب محنت رائیگاں اور بیکار ہوگئی اور آپ نے خود اپنے ہی منہ پر تھوک لیا۔ اس کے بعد مجیب لکھتا ہے۔

لیکن یہ مسئلہ ایسا نہیں ہے کہ اس پہ پیشوائے دین آستین چڑھائیں اور اس کو جنگ وجدال کا موضوع بنائیں بہر حال آپ ایسے لڑانے والوں سے پرہیز کریں مجیب صاحب قیام کا مسئلہ آپ کے نزدیک بھی جب باعث نجات وذریعہ صد اجر وثواب ہے تو ہر مسلمان اس کے لئے کیوں نہ آستینیں چڑھائے اور اس کے مخالف سے کیوں جنگ وجدال نہ کرے اور پیشوایان اسلام ایسے بابرکت وموجب اجر فعل کے مٹانے والوں کے مقابلہ میں کیوں نہ آستینیں چڑھائینگے اور ان سے کیوں نہ جنگ وجدال کرینگے اور اس کی بحث کو کیوں موضوع نہ بنائینگے۔ غالبا مجیب باعث ہلاکت اور ذریعہ صدر ستر او عذاب کے افعال کی حمایت میں آستینیں چڑھاتا ہوگا اور ان کو جنگ وجدال کا موضوع بناتا ہوگا۔ لہٰذا مسلمان مجیب جیسے حق سے لڑنے والے اور موجب صد اجر وثواب کی مخالفت کرنے والے سے اجتناب وپرہیز کریں اور اس کے ایسے لایعنی اور لغو مضامین اور تحریوں کی ہرگز ہرگز نہ دیکھیں کہ وہ دین حق سے لڑتا ہے قرآن وحدیث سے لڑتا ہے بلکہ خود اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لڑتا ہے مسلمانوں کو لڑادینا اور قیام جیسے باعث نجات موجب صد اجر وثواب سے روکنا اس کی عمر بھر کا سرمایہ ہے مولیٰ تعالیٰ اس کو قبول حق کی توفیق دے اور اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی ہدایت دے آمین۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل، العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

بارش سنگی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایمان فروش کانگریسی مولویوں کا بھنگیوں سے ملاپ

مولوی اسماعیل صاحب کانگریسی جب سے ہوگئے ہیں، سنبھل کی فضا بدل گئی اور کانگریسیوں کی بات بن گئی، انہوں نے اس کی خوشی میں ایک جلسہ منعقد کیا جس میں کانگریس کی جاں نثار جماعت احرار کو مدعو کیا، انہوں نے تین شب و روز کانگریس میں مسلمانوں کے شامل ہونے پر ایڑی چوٹی کے زور لگائے اور اپنی ہندو پرستی کے ثبوت دئے۔ اور ہندوؤں کو راضی کرنے کے لئے رام چندر وغیرہ کی تعریفیں کیں، ان کو انبیاء میں شامل کیا اور اپنے دوش بدوش باسدیو آرئی اور پجاری وغیرہ کو پلیٹ فارم پر مسلمانوں سے اونچا بٹھایا۔ اور جلسہ گاہ کے قریب جو کبابوں کی دکان پہلے سے تھی اس کو بزور اٹھا دیا۔ ان کے امیر شریعت عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری نے بھنگیوں کے ساتھ کھانے پینے، پاس بٹھانے کی بار بار تاکید کی۔ حتی کہ وہاں پر بھی بھنگی کے منہ کا کاٹا ہوا آدھا آلو خود کھانا بیان کیا۔ اور دیگر بھنگیوں کے ساتھ ہم پیالہ ہم نوالہ ہونا ظاہر کیا، اپنی زوجہ کا بھنگن کے ساتھ میل جول کھانا پینا بھی بیان کیا۔

سنبھل میں اس امیر شریعت ملک کے نئے نرالے حکم پر سب سے پہلے حکیم ایوب نے عمل کیا اور گوپی بھنگی نے آدھی بوٹی خود کھائی اور آدھی حکیم صاحب کو دی۔ حکیم صاحب نے اس کے ساتھ خوب کھایا پیا۔ اس واقعہ پر جب مسلمانوں نے حکیم صاحب کو سر بھنگی بنا دیا اور ان کا حقہ پانی بند کیا تو کانگریسی مولویوں نے بھنگیوں کے ساتھ کھانا پینا جائز کر دیا۔ اور عوام کو مغالطہ میں ڈالنے کے لئے براہ مکر و فریب فقہ کی کتابیں پیش کرنی شروع کر دیں۔ ہر طرح ہر شخص پریشان و حیران ہے کہ آج تک یہ مسئلہ کبھی اپنے باپ دادا سے بھی نہیں سنا۔ لہذا علامہ محقق حضرت مولوی شاہ محمد اجمل صاحب مفتی سنبھل سے اس کا سوال کیا جس کو بجنسہ ہم رفاہ عام کے لئے شائع کرتے ہیں۔

سوال (۱۱۱۸)

کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ اگر کوئی شخص خاکروب وغیرہ مسلم بھنگی کے ہاتھ دھلوا کر اور خوب صاف کر کے اسکے ساتھ کھانا کھالے تو جائز ہے؟ فقط

الجواب

بھنگی کا فر اصلی ہے اور کفار کے ساتھ کھانا منع ہے۔ اسکے لئے کثیر دلائل آیات واحادیث اور تصریحات سلف وخلف میں موجود ہیں۔ اس وقت بلحاظ اختصار چند حوالے نقل کرتا ہوں۔

آیۃ۔ لاتجد قوما یومنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاداللہ ورسولہ ولو کانوا ابائھم او ابنائھم واخوانھم اوعشیرتھم۔ (سورۂ مجالہ ۳ع)

تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں کہ دوستی کریں ان سے جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگر چہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی کنبے والے ہوں۔

علامہ امام ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی اس آیۃ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

من الممتنع ان تجد قوما مومنین یؤلون المشرکین والمراد انہ لاینبغی ان یکون ذلک وحقہ ان یمتنع ولایوجد بحال مبالغة فی الزجر من مجانبة اعداء اللہ ومباعدتھم احترازا من مخالطتھم ومعاشرتھم وزاد ذلک تاکیدا وتشدیدا بقولہ ولو کانوا اٰبائھم ۔الآیہ (تفسیر مدارک مصری ج۴ص ۱۷۹)

یہ ناممکنات سے ہے کہ آپ ایمان داروں کو مشرکین سے دوستی کرتا پائیں۔ مراد یہ ہے کہ ایسا نہ ہونا چاہئے۔ اس کا حق یہ ہے کہ یہ بات ناممکن ہوئی اور کسی حال میں نہ پائی جاوے۔ یہ خدا نے دشمنوں سے میل جول اور باہم برتاؤ سے پرہیز کرنے اور دور رہنے اور الگ ہوجانے کے لئے بڑے زور سے جھڑکا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کی تاکید اور تشدید اپنے اس قول سے اور زائد کی (اگر چہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں۔

علامہ اسماعیل حقی تفسیر روح البیان میں فرماتے ہیں:

عن سھل بن عبداللہ التستری قدس سرہ من صحح ایمانہ فانہ لایستانس الی مبتدع ولایجالسہ ولایواکلہ ولایشار بہ ولایصاحبہ ویظھر من نفسہ العداوة والبغضاء۔

(تفسیر روح البیان ج ۴ ص ۴۷۵)

سہل بن عبداللہ تستری قدس سرہ سے منقول ہے جس نے اپنا ایمان درست کرلیا اس کو گمراہ سے انس نہ ہوگا۔ نہ وہ اس کے ساتھ بیٹھے۔ نہ اس کے ساتھ کھائے پیئے، نہ اس سے یارانہ کرے۔ اور اس سے نفرت اور عداوت ظاہر کرے گا۔

اس آیہ کریمہ اور ان دونوں تفسیروں سے آفتاب کی طرح روشن ہوگیا، کہ کفار مشرکین سے دور رہنا، ان سے پرہیز کرنا، ان سے نفرت وعداوت ظاہر کرنا، مومن کے ایمان کی علامت ہے، اور ان سے میل جول کرنا، ان سے دوستی کا برتاوا کرنا، ان سے انس کرنا ان کے ساتھ بیٹھنا، ان کے ساتھ کھانا پینا ناجائز وممنوع ہے۔

اب ایک دو حدیث بھی پیش کردوں کہ مسئلہ اور واضح ہوجائے۔

ابن حبان، عقیلی، ابن نجار نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور دار قطنی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا:

حدیث۔ لاتجالسوھم ولاتشاربوھم ولاتواکلوھم ولاتناکحوھم۔

(الصواعق المحرقہ للعلامۃ ابن حجر الہیتمی)

تم کفار کے پاس نہ بیٹھو، ان کے ساتھ پانی نہ پیو، ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ، ان سے نکاح نہ کرو۔

ترمذی شریف میں حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

حدیث۔ لاتصاحب الامومنا ولاباکل طعامك الاتقی۔

(ترمذی شریف ج ۲ ص ۶۶)

مت دوستی کر مگر مومن سے اور تیرا کھانا نہ کھائے مگر متقی شخص۔

علامہ محمد طاہر اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

لاياكل طعامك الاتقى هو فى طعام الدعوة دون طعام الحاجة وانما هو زجر عن صحبة غير التقى ومواكلته لان المطاعمة يوقع الالفة والمودة۔

(مجمع البحار ج ۱ ص ۳۹)

تیرا کھانا نہ کھائے مگر متقی۔ یہ دعوت کے کھانے میں ہے نہ کہ حاجت کے میں، اور اس میں غیر

متقی (فاسق فاجر) کی صحبت اور اس کے ساتھ کھانا کھانے سے جھڑکنا مراد ہے، کیونکہ ساتھ کھانا کھانا ان کے درمیان میں محبت اور الفت پیدا کرنا ہے۔

ان احادیث سے واضح طور پر معلوم ہوگیا کہ کفار ومشرکین، گمراہ بے دین کے ساتھ کھانا پینا ناجائز وممنوع ہے اور ساتھ کھانا، آپس میں محبت والفت پیدا کرنا ہے۔ لہذا جب کفار کے ساتھ خوردنوش ہوگا تو ان سے محبت والفت پیدا ہوگی، اور کفار سے مسلمانوں کی محبت والفت کرنے کی ممانعت ابھی آیہ کریمہ سے معلوم ہو چکی، تو اب مسئلہ نہایت واضح اور روشن ہوگیا کہ مسلمان کا کسی کافر کے ساتھ کھانا پینا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ وسلم دونوں کے صاف وصریح احکام سے ناجائز وممنوع ہے۔ جو اس کو جائز کہے وہ ان کی کھلی ہوئی مخالفت کرتا ہے اور قرآن کریم اور احادیث شریفہ پر صریح افتراء کرتا ہے، اور اسلام کے خلاف کوئی نیا راستہ نکالتا ہے اور اپنے ناقص فہم سے نیا مسئلہ ایجاد کرتا ہے۔

اب باقی رہا کافر کے جھوٹے کا حکم وہ اگر چہ کتے کے جھوٹے کی طرح ناپاک نہیں لیکن یہ بات بھی ضروری نہیں ہے کہ ہر وہ چیز کہ ناپاک نہ ہو اس کا کھالینا بھی لازمی ہو۔ رینٹھ بھی تو ناپاک نہیں پھر ایسا کون عاقل ہے جو اسے زبان ولب پر لگانا گوارہ کریگا۔ کاش اگر علم ہوتا تو یہ بھی شریعت ہی سے معلوم ہو جاتا کہ کس کا جوٹھا کھائے اور پیئے؟۔ شارع علیہ السلام نے ہمیں کس کے جوٹھے کی طرف ترغیب دی ہے۔

دار قطنی میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعا مروی ہے:

حدیث۔ التواضع ان یشرب الرجل من سور اخیه ای المومن۔

(موضوعات کبیر ص ۴۰)

منجملہ تواضع کے یہ بات ہے کہ آدمی اپنے مومن بھائی کا جوٹھا پیئے۔

مگر جاہل مفتیوں، نام کے مولویوں نے نہ فقط مومن بلکہ کفار کا جوٹھا کھانا پینا اپنے لئے دلیل تواضع قرار دیا بلکہ مزید برآں اپنی گندی طبیعت اور پلید مزاج کی بنا پر کفار میں سے بھی نہایت گندے اور ہر وقت نجاست میں آلودہ رہنے والے کافر بھنگی کا انتخاب فرمایا۔ اور اس کے جوٹھے کو بے دغدغہ تناول کرلیا۔ اور اس شرمناک بات کا عام مجمع میں اظہار کیا اور اس بے حیائی پر فخر کیا اور پھر اس نالائق حرکت کو اسلام کا حکم بتا کر غیر مسلم اقوام کو نہ فقط اپنے اوپر بلکہ مذہب اسلام پر ہنسنے اور مذاق اڑانے کا موقع دیا۔ انہیں کے لئے مخبر صادق علیہ وسلم نے فرمایا:

حدیث۔ان اللہ لا یقبض العلم انتزاعا ینتزعه من العباد ولکن یقبض العلم بقبض العلماء حتی اذا لم یبق العلماء اتخذ الناس رؤسا جهالا فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا۔ (مشکوۃ شریف ص ۳۳)

اللہ تعالیٰ بندوں سے اس طرح مذہبی علم نہیں لے گا کہ صرف علم اٹھالے لیکن علم کو علماء کے ساتھ اٹھائے گا۔ یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو مفتی قاضی وغیرہ سردار بنالیں گے۔تو ان سے دریافت کیا جائے گا وہ بغیر علم فتوی دینگے تو خود بھی گمراہ ہونگے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

بلکہ ایسوں کے لئے خاص طور پر حضور نے فرمایا اور ہمیں متنبہ کیا!

حدیث۔ یکون فی اخر الزمان دجالون کذبون یاتونکم من الاحادیث بمالم تسمعوا انتم ولا ابائکم فایاکم وایاهم لا یضلونکم ولا یفتنونکم۔

(مشکوۃ شریف ص ۲۸)

آخرزمانے میں کچھ دجال کذاب ہوں گے تمہارے پاس وہ باتیں لائینگے جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے نہ سنیں، تم ان سے دور رہنا اور انہیں اپنے سے دور کرنا، کہیں وہ تمہیں بہکانہ دیں، کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈالدیں۔

ان احادیث سے معلوم ہوگیا کہ یہ مفتی بھی ایسی ہی بات بیان کررہے ہیں جس کو ہمارے باپ دادا نے نہیں سنا، لہذا خود بھی گمراہ اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنا چاہتے ہیں۔ مسلمانو! ان کے فتنے سے بچو، اور ان کی بات نہ سنو، پھر لطف یہ ہے کہ کانگریسی جماعت ایسے جاہلوں کو اپنے مذہب کا امیر شریعت اور شیخ الہند اور احرار اسلام نام رکھتی ہے۔ باوجودیکہ یہ مذہب سے ناواقف، دین سے بے خبر، شریعت سے ناآشنا ہیں۔اسلام کا نام لیکر اسلام کو اغیار کے سامنے تمسخر اور مذاق کے لئے پیش کرتے ہیں۔ ہندوؤں کا دل خوش کرتے ہیں۔ اسلام کے پردے میں کانگریس کی تبلیغ کرتے ہیں۔اور اپنی ہندو پرستی کا اظہار کرتے ہیں، مسلمان ان کی کسی بات پر کان نہ رکھیں اور ان کے دام تزویر میں نہ پھنسیں، ان کی باتوں کو نہ مانیں، ان کو ہندوؤں کا زرخرید غلام سمجھیں۔اور تمام کفار سے خاص کر بھنگیوں کے ساتھ کھانے پینے سے نفرت اور پرہیز کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل محمد اجمل غفرلہ اللہ عزوجل

افضل الانبیاء

رسالہ در جوابات سوالات عیسائی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و کفی والصلوۃ علی من اصطفی ۔وعلی اٰلہ وصحبہ المجتبی۔

امابعد: عیسائیوں نے اسلام پر ہمیشہ اپنے عناد سے اعتراضات کئے ۔اور علماء اسلام نے ان کے اعتراضات کے نہایت مسکت اور منہ توڑ جوابات دیئے ۔اور ان کو ساکت ومبہوت کردیا۔ تحقیقی والزامی دلائل پیش کر کے انہیں لاجواب بنادیا۔لیکن ہر زمانہ میں ان کی آتش عناد بھڑکتی ہی رہی۔اور یہ عوام اہل اسلام کو فریب دینے کی ناپاک سعی کرتے ہی رہے۔اس وقت میرے سامنے جن اعتراضات کی فہرست ہے ان میں معترض نے پہلے ایک اصل بتائی اور اپنے ناقص خیال میں اپنے اعتراضات کو اسی پر قائم کیا ہے۔لہذا میں پہلے اس کی اصل کی حقیقت اور اس کی غلطی وبطالت کا اظہار کر کے اس کی فریب کاری کا نمونہ پیش کروں۔ چنانچہ عیسائی معترض کہتا ہے:

اگر غیر معتبر روایات وحکایات کو چھوڑ کر فقہ وقرآنی بیانات کو دیکھیں تو مسیح ابن مریم حضرت محمد ﷺ سے افضل ہیں۔

پہلا فریب اس میں یہ ہے کہ معترض حضور افضل الانبیاء احمد مجتبی محمد مصطفی ﷺ کے افضل ہونے کا انکار کرتا ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام کو حضور سے افضل ثابت کرنا چاہتا ہے۔تو یہ معترض صرف افضلیت کو مبحث بناتا ہے جو ایک فرعی مسئلہ ہے حالانکہ اسے نبوت کو مبحث قرار دینا تھا کہ افضلیت نبوت پر مرتب ہے۔یعنی جب ہر دو حضرات کا نبی ہونا تسلیم ہو جائے تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان میں کس کو افضلیت حاصل ہے۔مگر یہ معترض نبوت کو مبحث قرار نہیں دیتا۔تو اس کا نبوت کو مبحث نہ بنانا دو حال سے

خالی نہیں۔ یا تو یہ حضور نبی کریم ﷺ کی نبوت کا مقر ہے یا منکر۔ اگر مقر ہے تو اس کا یہ اقرار کس بنا پر ہے یعنی وہ قرآن وحدیث، اجماع وقیاس کو مانتا ہے۔ تو پھر وہ ہمارے حضور کے افضل ہونے کا کیوں منکر ہے کہ جن اسلامی دلائل سے حضور کی نبوت تسلیم کرتا ہے وہی دلائل حضور کی افضلیت ثابت کر رہے ہیں جن کا ذکر ضمن جوابات میں آئے گا۔ اور اگر وہ قرآن عظیم کے سوا اور کتب آسمانی کی بنا پر ہمارے حضور کی نبوت تسلیم کرتا ہے، تو جن کتب آسمانی سے حضور کی نبوت ثابت مانتا ہے انہیں سے حضور کی افضلیت بھی ثابت ہو رہی ہے جنکے جوابات میں مذکور ہونگے۔ تو یہ واضح ہوگیا کہ وہ ہمارے حضور ﷺ کی نبوت ہی کا مقر نہیں کہ اگر وہ مقر ہوتا تو افضلیت کو مبحث ہی نہیں ٹھہراتا۔ لہذا جب وہ ہمارے حضور کی نبوت ہی کا منکر ثابت ہوا تو اس کو پہلے یہ ضروری تھا کہ وہ حضور کی انکار نبوت پر دلائل قائم کرتا، لیکن چونکہ وہ انکار نبوت پر دلائل قائم کرنے سے عاجز وقاصر ہے۔ اس لئے اس نے نبوت کے اصل مبحث کو چھوڑا اور افضلیت کو مبحث بنا کر دلائل بصورت سوال پیش کر رہا ہے۔ تو معترض کا فریب یہ ہے کہ نبوت جو اصل مبحث تھا اس نے محض اپنی کمزوری کی بنا پر اس کو ترک کیا۔ اور افضلیت جو ایک فرعی مسئلہ تھا اسکو مبحث ٹھہرایا۔

دوسرا فریب: اس کی عبارت سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ وہ اپنا مخاطب کس کو بنا رہا ہے۔ لہذا اگر وہ اپنا مخاطب عیسائیوں کو قرار دے رہا ہے تو اس کا یہ دعوی کہ "مسیح ابن مریم حضرت محمد" (ﷺ) سے "افضل ہیں" عیسائیوں اور ان کی مروجہ کتاب انجیل کے خلاف ہے۔

چنانچہ انجیل یوحنا باب ۱۴ آیت ۳۰ میں ہے کہ حضرت مسیح فرماتے ہیں "بعد اس کے میں تم سے بہت کلام نہ کروں گا اس لئے کہ اس جہان کا سردار آتا ہے مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں"

کتاب عہد جدید مطبوعہ مرزا پور ۱۸۷۵ء ص ۲۰۸۔

ظاہر ہے کہ جہان کا سردار سید عالم کا ترجمہ ہے اور بعد سیدنا مسیح علیہ السلام کے سید اعظم سوائے ہمارے نبی سید انبیاء احمد مجتبی محمد مصطفی ﷺ کے اور کون کہلایا گیا۔ تو ثابت ہوگیا کہ جب ہمارے حضور جہان کے سردار ہیں تو وہ افضل جہان اور افضل الخلق بھی ہوئے کہ جب ان میں وہ فضائل وخصوصیات ہیں جو حضرت مسیح میں اس کی کوئی چیز نہیں تو حضرت مسیح علیہ السلام سے ہمارے نبی ﷺ افضل ثابت ہوئے۔ لہذا اس معترض کا یہ دعوی خود کتاب انجیل اور سیدنا عیسی علیہ السلام کے بھی خلاف قرار پایا۔ تو یہ معترض عیسائیوں کو بھی یہ فریب دے رہا ہے کہ ان کی کتاب انجیل اور حضرت مسیح کی تعلیم کے خلاف یہ غلط اور باطل دعوی کر کے اسے مذہب عیسائیت کا ایک عقیدہ ثابت کرنا چاہتا ہے۔

تیسرا فریب:- اگر یہ معترض مسلمانوں کو اپنا مخاطب ٹھہراتا ہے اور بظاہر اس کی منشا بھی یہی ہے تو وہ عوام اہل اسلام کو ایک یہ فریب دیتا ہے کہ پیشوایان اسلام اسلامی عقائد واحکام میں غیر معتبر روایات وحکایات کو دلیل قرار دے لیتے ہیں۔ اور ان سے استدلال کر کے غلط احکام بتا دیتے ہیں اور اپنی رہنمائی کا فرض ادا کرنے میں قصور کرتے ہیں۔ تو یہ رہنمایان اسلام پر افترا و بہتان ہے۔ باوجودیکہ غیر معتبر روایات سے بھی استدلال کسی مسلمان نے نہ کیا، نہ اسلام کا کوئی حکم ایسا ہو سکتا ہے۔

چوتھا فریب: یہ ہے کہ ہمارے نبی ﷺ کا افضل انبیاء ہونا غیر معتبر روایات وحکایات سے ثابت ہے اور جس کا ثبوت غیر معتبر روایات وحکایات سے ہو وہ کسی مذہب حق کے عقیدہ ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ تو گویا عامۃ المسلمین کو یہ فریب دیتا ہے کہ اسلام میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا افضل انبیاء ہونا نہ کسی معتبر روایت سے ثابت، نہ کسی اجماع امت سے، نہ کسی صحیح حکایت سے، ظاہر ہے کہ یہ اسلام کا عقیدہ غلط ہے۔ حالانکہ ہمارے نبی ﷺ کا افضل انبیاء ہونا نہ صرت قرآن کریم سے بلکہ تمام کتب الٰہیہ سے اور بکثرت احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، جنکا کچھ نمونہ جوابات میں پیش کیا جائے گا۔

پانچواں فریب: یہ ہے کہ اس معترض نے اسلام کی دلیل صرف ایک قرآن کریم کو قرار دیا اور یہ ثابت کیا کہ جو قرآن کریم سے ثابت ہو وہ تو اسلامی حکم اور عقیدۂ حقہ ہے اور جو قرآن کریم سے صراحۃ ثابت نہ ہو وہ نہ اسلامی حکم نہ اعتبار کے قابل۔ حالانکہ بہت سے اسلامی احکام وہ ہیں جو علاوہ قرآن کریم اور دلائل اسلامی سے ثابت ہیں۔

چھٹا فریب:- یہ ہے کہ اس معترض نے قرآن کریم کے علاوہ اور باقی تین دلائل کو غیر معتبر ٹھہرایا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم جس طرح اسلام کی ایک دلیل ہے اسی طرح اسلام کی دوسری دلیل حدیث شریف اور تیسری دلیل اجماع امت ہے اور چوتھی دلیل قیاس مجتہدین ہے۔ تو اہل اسلام کے نزدیک جو احکام قرآن کریم کے علاوہ ان تینوں دلائل سے ثابت ہوں نہ وہ غیر معتبر ہو سکتے ہیں، نہ ان کو چھوڑا جا سکتا ہے۔

ساتواں فریب:- یہ ہے کہ اس معترض نے قرآنی بیانات کے علاوہ احادیث صحیحہ مشہورہ ومتواترہ۔ اور حکایات صحیحہ سب کو چھوڑ دینے کا لفظ لکھ کر اسلام پر حملہ کیا۔ اور احادیث کریمہ اور حکایات صحیحہ کی عظمت ووقعت کو گھٹایا۔ اور حامیان دین کے قلوب کو مجروح کیا کہ مسلمان جس طرح قرآن کو نہیں چھوڑ سکتے اسی طرح احادیث کریمہ کو بھی نہیں چھوڑ سکتے۔ اور جس طرح قرآن شریف کو چھوڑ دینے کا لفظ

مسلمان کے لئے باعث تکلیف ہے اسی طرح احادیث کو چھوڑ دینے کا لفظ اس کے لئے باعث تکلیف ہے۔

بالجملہ جب اس معترض کا یہ قاعدہ اسلام کے بالکل خلاف ہے اور اس قدر مکر وفریب سے پر ہے تو کوئی مسلمان اس کو کیوں کر تسلیم کرسکتا ہے اور وہ اہل اسلام کو اپنا مخاطب کس بنیاد پر بنا سکتا ہے۔لہذا اس کا یہ قاعدہ غلط اور باطل ہے اور بہت پر فریب اور لغویات پر مشتمل ہے۔پھر یہ معترض اس کے بعد کہتا ہے۔"اس دعوی پر دلائل حسب ذیل ہیں" معترض کا یہ دعوی کہ حضرت مسیح علیہ السلام ہمارے نبی کریم ﷺ سے افضل ہیں۔بالکل غلط اور باطل ہے۔اور مذہب عیسائیت اور اسلام کے خلاف ہے ۔دلائل اسلام تو اس دعوی کا رد وبطال اس طرح کرتے ہیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض منهم من كلم الله ورفع بعضهم درجٰت ۔

(سورہ بقرہ ع ۳۲ ج ۳)

یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا ان میں کسی سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا۔

علامہ ابوالبرکات نسفی تفسیر مدارک التنزیل میں تحت آیہ کریمہ فرماتے ہیں:

منهم من رفعه على سائر الانبياء فكان بعد تفاوتهم فى الفضل افضل منهم بدرجات كثيرة وهو محمد ﷺ لانه هو المفضل عليهم بارساله الى الكافة وبانه اوتى مالم يوته احد من الانبياء المتكاثرة المرتقية الى الف او اكثر ۔

(مدارک مصری ج ۱ ص ۹۹)

ان میں بعض وہ ہیں جنہیں تمام انبیاء پر بلند کیا تو وہ انکے فضل کے تفاوت کے بعد ان سے بہت سے درجوں افضل ہیں اور وہ افضل محمد ﷺ ہیں۔کیونکہ یہ ان انبیاء پر اپنے تمام مخلوق کی طرف رسول ہونے کی بنا پر فضیلت دیئے گئے اور انہیں ہزار بلکہ زیادہ بہت سے وہ فضائل عطا ہوئے جو انبیاء سے کسی کو نہیں دئے گئے۔

علامہ محی السنہ تفسیر خازن میں آیہ کریمہ کے تحت میں فرماتے ہیں:

(ورفع بعضهم درجات) يعنى محمدا ﷺ رفع الله منصبه و مرتبته على كافة سائر

الانبیاء بما فضله علیهم من الآیات البینات و المعجزات الباهرات فما اوتی نبینا محمد ﷺ مثل ذلك وفضل محمد ﷺ علی غیره من الانبیاء بایات ومعجزات اخر مثل انشقاق القمر باشارته ۔ (خازن مصری ج۱ص۲۲۴)

اوران میں بعض کو درجوں بلند کیا یعنی حضرت محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء پران کے رتبہ وشرف کو اس لئے بلند کیا کہ انہیں آیات بینات اور معجزات باہرات دیکر انہیں ان پر فضیلت دی تو انبیاء سے جس نبی کو جو آیت یا معجزہ دیا گیا تو ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کو اس کا مثل ضرور دیا گیا اور حضرت محمد ﷺ کو اپنے سوا تمام انبیاء پر اور دوسرے معجزات وآیات جیسے ان کے اشارہ سے چاند کا شق ہوجانے سے فضیلت دی گئی۔

اس آیہ کریمہ سے اوراس کی ہر دو تفاسیر سے ثابت ہوگیا کہ ہمارے نبی ﷺ انبیائے کرام سے افضل ہیں۔ اور جو انبیاء کو معجزات وفضائل علیحدہ علیحدہ دیئے گئے ہمارے نبی ﷺ کو وہ تمام عطا فرمائے گئے اوران کے سوا اور بکثرت فضائل وخصائص عطا کئے گئے۔

نیز اسلام کی دوسری دلیل حدیث شریف سے بھی یہی ثابت ہے:

چانچہ ترمذی شریف میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

انا اکرم ولد آدم علی ربی ولافخر۔ (جامع صغیر للسیوطی ج۱ص۸۹)

میں اپنے رب کے نزدیک تمام اولاد آدم سے زیادہ بزرگ ہوں اور یہ ازراہ فخر نہیں۔

دارمی شریف میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

انا قائد المرسلین ولافخر وانا خاتم النبیین ولا فخر۔ (جامع صغیر ج۱ص۹۰)

میں مرسلین کا پیشوا ہوں اور کچھ تفاخر نہیں اور میں خاتم النبیین ہوں اور کچھ افتخار نہیں۔

مسلم وترمذی شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فضلت علی الانبیاء بست اعطیت جوامع الکلم ونصرت بالرعب واحلت لی الغنائم وجعلت لی الارض طهورا ومسجدا وارسلت الی الخلق کافة وختم بی النبیون ۔

(جامع صغیر مصری ج۲ص۶۳)

میں چھ وجہ سے سب انبیاء پر فضیلت دیا گیا۔ مجھے جوامع الکلم کی صفت عطا فرمائی گئی۔ میری رعب سے مدد کی گئی۔ میرے لئے غنیمتیں حلال کی گئیں۔ میرے لئے زمین پاک کرنے والی اور مسجد بنائی

گئی۔ میں تمام خلق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا۔ مجھے انبیاء کا خاتم بنایا گیا۔

طبرانی شریف میں حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: فضلت علی الانبیاء بخمس بعثت الی الناس کافة وذخرت شفاعتی لامتی ونصرت بالرعب شهرا امامی وشهرا خلفی وجعلت لی الارض مسجدا وطهورا واحلت لی الغنائم ولم تحل لاحد قبلی۔

میں پانچ وجہ سے تمام انبیاء پر فضیلت دیا گیا۔ میں سب لوگوں کی طرف بھیجا گیا۔ میری امت کے لئے میری شفاعت ذخیرہ ہوئی۔ اور میرے آگے اور پیچھے ایک ایک ماہ راہ تک رعب سے میری مدد کی گئی۔ اور میرے لئے زمین مسجد اور پاک کرنے والی بنادی گئی۔ اور میرے لئے غنیمتیں حلال کی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ ہوئیں۔

ان احادیث سے بھی ثابت ہو گیا کہ ہمارے نبی ﷺ سب انبیاء سے افضل ہیں۔

نیز اسلام کر تیسری دلیل اجماع سے بھی یہی ثابت ہے۔

چنانچہ خازن میں ہے:

اجمعت الامة علی ان الانبیاء بعضهم افضل من بعض وان نبینا محمد ﷺ افضلهم لعموم رسالته۔ (خازن مصری ج۱ ص۲۳)

امت نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ انبیاء میں بعض بعض سے افضل ہیں اور ہمارے نبی محمد ﷺ ان سے اس لئے افضل ہیں کہ ان کی رسالت عام ہے۔

اس عبارت سے ثابت ہو گیا کہ امت کا اجماع بھی اسی پر قائم ہو چکا کہ ہمارے نبی ﷺ افضل انبیاء ہیں۔ قیاس مجتہدین کی اس میں حاجت نہیں کہ یہ صریح نصوص سے ثابت ہو چکا۔

بالجملہ ہمارے نبی ﷺ کا افضل انبیاء ہونا تمام دلائل اسلام سے ثابت ہو چکا۔ تو اہل اسلام کے نزدیک اس معترض عیسائی کا یہ دعوی بالکل غلط اور باطل ہے۔ بلکہ اس کا یہ دعوی خود اپنے مذہب عیسائیت اور کتاب انجیل کے بھی خلاف ہے۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیم اور فرمان کے تو بالکل مقابل ہے جس کا بیان اوپر فریب دوم میں گزرا کہ انجیل یوحنا باب ۱۴ کی تیسویں آیت میں خود حضرت مسیح علیہ السلام نے ہمارے نبی ﷺ کو سردار جہان کہا اور یہ فرمایا کہ ان میں وہ فضائل وخصائص ہیں جو مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں جس کی بلفظہ عبارت اوپر پیش کی کردی گئی۔ لہذا اس سے آفتاب سے زیادہ روشن طور پر ثابت

ہو گیا کہ ہمارے نبی علیہ حضرت مسیح علیہ السلام سے افضل ہیں۔

نیز اسی انجیل یوحنا ۱۶ ساتویں آیت میں ہے۔

''لیکن میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ تمہارے لئے میرا جانا ہی فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو تسلی دینے والا تمہارے پاس نہ آئے گا۔ اگر میں جاؤں تو میں اسے تمہارے پاس بھیجدوں گا۔

(کتاب عہد جدید ص ۴۲)

اس عبارت میں حضرت مسیح علیہ السلام نے ہمارے نبی علیہ کی بشارت بھی دی اور یہ بھی ظاہر فرمادیا کہ وہ خاتم الانبیاء ہونگے۔ ان کا ظہور جب ہی ہوگا جب میں دنیا سے تشریف لے جاؤں۔ لہذا جب ہمارے نبی علیہ خاتم الانبیاء قرار پائے تو اس خصوصیت کی بنا پر حضرت مسیح علیہ السلام سے افضل ثابت ہوئے۔ لہذا جب یہ دعوی انجیل اور خود حضرت مسیح علیہ السلام کے فرمان کے بھی خلاف ہے تو یہ دعوی مذہب اسلام اور مذہب عیسائیت دونوں اعتبار سے غلط اور باطل قرار پایا۔

الحاصل جب اس معترض کا قاعدہ اور دعوی ہر دو غلط اور باطل ثابت ہوئے۔ تو نہ اس کے قاعدہ پر مرتب ہونے والے دلائل صحیح ہو سکتے ہیں۔ نہ ایسے غلط استدلال سے دعوی کو قوت پہنچتی ہے۔ اس معترض کے اعتراضوں کی حقیقت تو اس مختصر تقریر سے ظاہر ہوگئی۔ ضرورت تو نہیں تھی کہ کچھ اور لکھا جائے مگر عوام اہل اسلام کے لئے محض بغرض اطمینان خاطر ہر اعتراض کا جواب لکھا جاتا ہے۔ وباللہ التوفیق وعلیہ التوکل۔

اعتراض اول:۔ مسیح ابن مریم علیہ السلام کی پیدائش کا معجزہ ہونا قرآن سے ثابت ہے۔ اس کی بشارت حضرت مریم کو حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعہ دی گئی۔ برعکس اس کے حضرت محمد علیہ کی پیدائش کا ذکر تک بھی قرآن میں نہیں۔ ان کی پیدائش نہ معجزہ ہوئی نہ خرق عادت۔ پس بلحاظ پیدائش مسیح علیہ السلام حضرت محمد سے افضل ہیں (علی نبینا وعلیہ السلام)

جواب:۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش کا معجزہ ہونا کہ وہ بلا باپ کے پیدا ہوئے اور ان کی والدہ حضرت مریم کو بواسطہ جبریل علیہ السلام کے بشارت دینا ہمارے قرآن کریم میں مذکور ہے۔ اہل اسلام کا اس پر ایمان ہے۔ لیکن عیسائیوں کے نزدیک تو حضرت مسیح کی پیدائش معجزہ ہی نہیں۔ دیکھو انجیل متی باب اول آیت ۱۶ میں ہے۔

اور یعقوب سے یوسف پیدا ہوا جو شوہر تھا مریم کا جس سے یسوع مسیح کہلاتا ہے پیدا ہوا۔

(کتاب عہد جدید ص ۲)

اور انجیل یوحنا باب اول آیت ۴۵ میں ہے۔

جس کا ذکر موسیٰ نے توریت میں اور نبیوں نے کیا ہے ہم نے اسے پایا وہ یوسف کا بیٹا یسوع ناصری ہے۔

(کتاب عہد جدید ص ۱۷۱)

ان ہر دو آیات سے ظاہر ہوگیا کہ عیسائیوں کے نزدیک یوسف حضرت مریم کے شوہر اور حضرت مسیح کے باپ ہیں۔ اسی بنا پر انجیل متی اور انجیل لوقا میں حضرت مسیح کا نسب نامہ حضرت ابراہیم تک اور پھر ان سے حضرت آدم تک جو پیش کیا ہے وہ اسی یوسف کے ذریعہ سے لکھا ہے۔ لہذا عیسائیوں کے نزدیک حضرت مسیح کی پیدائش نہ بطور معجزہ ہوئی نہ بطریقہ خرق عادت۔ تو عیسائیوں کے نزدیک حضرت مسیح اور ہمارے نبی علیہ السلام کی پیدائش ماں باپ کے ذریعہ سے ہوئی۔ تو یہ دونوں باعتبار پیدائش کے برابر ثابت ہوئے۔ اب باعتبار پیدائش کے افضلیت کا استدلال تو فنا ہوگیا۔ تو یہ جو کچھ تھا وہ انجیل موجودہ کے اعتبار سے جواب ہے۔ اب باقی رہا یہ امر کہ ہمارے قرآن کریم کے حکم سے ان کی پیدائش بلا باپ کے ہوئی تو اگر بقول عیسائی اس چیز کو سبب افضلیت قرار دیا جائے تو حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش سے اور زائد عجیب ہے کہ حضرت آدم تو بلا ماں باپ کے پیدا ہوئے۔ لہذا اگر صرف پیدائش کا معجزہ ہونا دلیل افضلیت ٹھہرا تو حضرت آدم علیہ السلام حضرت عیسی علیہ السلام سے افضل ہونے چاہئے۔ حالانکہ اہل اسلام تو حضرت عیسی علیہ السلام کو حضرت آدم علیہ السلام سے افضل کہتے ہیں۔ اور غالباً مذہب عیسائیت میں بھی یہی ہے۔

بالجملہ صرف پیدائش کا معجزہ ہونا دلیل افضلیت نہیں۔ لہذا معترض کا حضرت مسیح کی پیدائش کو مدار فضیلت ٹھہرا کر حضرت مسیح علیہ السلام کو ہمارے نبی علیہ السلام سے افضل قرار دینا دجل وفریب اور مغالطہ ہے۔

اب باقی رہا معترض کا یہ قول

(حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیدائش کا ذکر تک بھی قرآن میں نہیں)

یہ صریح کذب ہے۔ ہمارے نبی علیہ السلام کی بشارت اور ذکر پیدائش قرآن کریم میں بکثرت موجود ہے۔ بخیال اختصار صرف ایک آیت پیش کرتا ہوں جو عیسائیوں کے لئے تو پیغام موت سے کم نہیں ہے۔ معترض بگوش دل سنے۔

واذ قال عیسی ابن مریم یبنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقالما بین یدی من

التوراة ومبشرا برسول یاتی من بعدی سمه احمد ۔ (سورۃ الصّف ج ۲۸)

اور یاد کرو جب عیسی ابن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اپنے سے پہلی کتاب توریت کی تصدیق کرتا ہوں اور ان رسول کی بشارت سنا تا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے۔

اس آیہ کریمہ میں کس قدر صراحت سے ہمارے نبی ﷺ کی بشارت اور ذکر پیدائش کی خبر دی گئی ۔اور قرآن کریم تو حضور نبی کریم ﷺ ہی پر نازل ہوا ہے اس میں تو یہ چیزیں بکثرت ہونی ہی چاہیں۔ ہمارے نبی ﷺ کی بشارت اور پیدائش کی خبریں پہلی تمام کتب آسمانی میں بھی ہیں، بطور نمونہ چند کتب سمانی کی آیات پیش کی جاتی ہیں جو صحیح روایات سے مروی ہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب خصائص کبری میں ان کو جمع فرمایا۔ صحیفہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام میں ہے جو حضرت شعبی سے مروی ہے۔

فی مجلة ابراهیم علیه السلام انه کائن من ولدك شعوب وشعوب حتی یاتی النبی الامی الذی یکون خاتم الانبیاء۔ (خصائص کبری ج ا ص ۹)

صحیفہ ابراہیم علیہ السلام میں ہے بیشک تیری اولاد سے قبیلے ہونگے یہاں تک کہ وہ نبی امی آئے گا جو خاتم الانبیاء ہوگا۔

وحی سیدنا یعقوب علیہ السلام میں ہے جو محمد بن کعب قرظی سے مروی ہے۔

اوحی الله الی یعقوب انی ابعث من ذریتك ملوکا وانبیاء حتی ابعث النبی الحرمی الذی تبنی امته هیکل بیت المقدس وهو خاتم الانبیاء واسمه احمد ۔

(خصائص کبری ج ا ص ۹)

اللہ تعالیٰ نے یعقوب علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی بیشک میں تیری ذریت سے بادشاہ اور نبیاء مبعوث کروں گا یہاں تک کہ وہ حرم والا نبی بھیجوں گا جس کی امت بیت المقدس کی تعمیر کرے گی اور وہ خاتم الانبیاء ہونگے ان کا نام احمد ہے۔

صحیفہ حضرت اشعیاء علیہ السلام میں ہے جن کو ابو حاتم اور ابو نعیم حضرت وہب بن منبہ کی روایت سے ذکر کرتے ہیں

اوحی الله الی اشعیاء انی باعث نبیا امیا افتح به آذانا صما وقلوبا غلفا عمیا مولده

بمكة ومهاجره بطيبة وملكه بالشام عيدى المتوكل المصطفى المرفوع الحبيب المتحبب المختار۔ (خصائص کبری ج۱ص۱۳)

اللہ تعالیٰ نے اشعیا علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ میں اس نبی امی کو بھیجنے والا ہوں جن سے بہرے کانوں اور غلاف چڑھے دلوں اور اندھی آنکھوں کو کھولدوں گا۔ان کی ولادت کی جگہ مکہ اور ہجرت کی جگہ طیبہ ہے اور ان کا ملک شام ہے میرا بندہ متوکل مصطفیٰ مرفوع حبیب متحبب مختار ہیں۔

زبور شریف میں ہے جس کو بیہقی نے حضرت وہب ابن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ذکر کرتے ہیں:

ان الله اوحى الى داؤد فى الزبور یاداؤد انه سیاتی من بعدی نبی اسمه احمد ومحمد صادقا نبيا لاغضب عليه ابدا۔ (خصائص کبری ج۱ص۱۴)

اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کی طرف زبور میں وحی بھیجی اے داؤد عنقریب تیرے بعد وہ سچا نبی آئے گا جس کا نام احمد ومحمد ہے میں کبھی اس سے ناراض نہ ہونگا،

توارت شریف میں ہے جس کو دارمی اور ابن سعد اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس انه سال كعب الاحبار كيف تجد نعت رسول الله ﷺ فى التوارة فقال كعب نجده محمد بن عبدالله يولد بمكة ويهاجر الى طابة ويكون ملكه بالشام وليس بفحاش ولا بسخاب فى الاسواق ولايكافى بالسيئة السيئة ولكن يعفو ويغفر۔

(خصائص ج۱ص۱۰)

حضرت ابن عباس نے کعب احبار سے سوال کیا:تم نے توریت میں رسول اللہ ﷺ کی نعت کیسی پائی؟۔کعب نے فرمایا کہ ہم نے ان کی نعت اس طرح پائی کہ محمد بن عبداللہ کے فرزند ہیں جو مکہ میں پیدا ہونگے اور طیبہ کی طرف ہجرت کریں گے اور ان کا ملک شام ہوگا۔نہ بے ہودہ بات کرنے والے،نہ بازاروں میں چیخنے والے،نہ وہ برائی کا برائی سے بدلہ کرینگے،ہاں وہ معاف کردینگے اور بخش دینگے۔

اسی توریت شریف میں ہے جس کو عالم یہود حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ذکر فرمایا:

ان الله تعالىٰ قال فى التوراة انى باعث من ولد اسمعيل نبيا اسمه احمد من آمن به

فقد اھتدی ورشد ومن لم یومن بہ فھو ملعون ۔ (سیرۃ حلبی مصری ج ا ص ۲۴۸)

بیشک اللہ تعالیٰ نے توریت میں فرمایا: میں اولاد اسمعیل سے نبی بھیجنے والا ہوں جن کا نام احمد ہے جو ان پر ایمان لایا تو اس نے ہدایت پائی اور جو ایمان نہ لایا وہ ملعون ہے۔

انجیل شریف میں ہے: ابن سعد اور ابن عساکر نے سہل جو اہل مریس سے ہیں ان کی روایت لکھی۔

قال اخذت الانجیل فقرأتہ حتی مرت بی ورقۃ ملصقۃ بفری ففتقتھا فوجدت فیھا نعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم انہ لا قصیر ولاطویل ابیض ذو ضفرین بین کتفیہ خاتم (الی قولہ) وھو من ذریۃ اسمعیل اسمہ احمد۔ (خصائص ج ا ص ۱۵)

سہل نے کہا میں نے انجیل لیکر پڑھی یہاں تک کہ میں ایسے ورق پر پہنچا جو سریش سے چپکا ہوا تھا تو میں نے اس کو کھولا پس اس میں نعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا کہ نہ تو وہ پست قد ہیں نہ دراز قد، سفید رنگ اور دو گیسو والے، ان کے شانوں کے درمیان مہر نبوت۔ اور وہ ذریت اسمعیل سے ہیں ان کا نام احمد ہے۔

اسی انجیل شریف میں ہے جس کو علامہ حلبی نے سیرۃ حلبی میں نقل کیا:

ان اجبتمونی فاحفظوا وصیتی وانا اطلب الی ربی فیعطیکم بارقلیط والبارقلیط لایجیئکم مالم اذھب فاذا جاء ونج العالم علی الخطیئۃ ولایقول من تلقاء نفسہ ولکنہ مایسمع یکلمھم ویسوسھم بالحق ویخبرھم بالحوادث والغیوب۔

(سیرۃ حلبی مصری ج ا ص ۲۴۸)

اگر مجھ پر ایمان لے آؤ تو میری وصیت کو یاد رکھو۔ میں اپنے رب کا طالب ہوں تو وہ تمہیں رسول عطا فرمائے گا اور وہ رسول تمہارے پاس جبھی آئینگے کہ میں چلا جاؤں اور جب وہ آجائینگے اور عالم گناہ سے پر ہو چکا ہوگا اور وہ اپنی طرف سے کچھ نہ کہیں گے لیکن وہ جو ان سے کہیں گے وہی کہیں گے اور حق کے ساتھ سیاست کریں گے اور لوگوں کو حادثوں اور غیبوں کی خبر دینگے۔

ان صحائف وکتب آسمانی میں ہمارے نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی بشارت اور ذکر پیدائش کس قدر صراحت سے موجود ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ایسا ذکر پیدائش اور ایسی بشارت کسی اور نبی کی مذکور نہیں ۔اس وقت اگرچہ موجودہ انجیل میں بیشمار تغیرات اور تحریفیں ہو چکی ہیں لیکن باوجود اس کے بھی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت اور ذکر پیدائش اس تحریف شدہ انجیل میں بھی موجود ہے۔ انجیل یوحنا کی عبارات چند تو

اور نقل کی گئیں۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے بشارت دی کہ میرے جانے کے بعد تمہارے پاس جہان کا سردار اور تسلی دینے والا آتا ہے۔

نیز اسی انجیل یوحنا باب ۱۴/۱٦ آیت میں ہے۔

اور میں اپنے باپ سے درخواست کروں گا اور وہ تمہیں دوسرا تسلی دینے والا بخشے گا کہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے۔

اور اسی باب کی انتیسویں (۲۹) آیت میں ہے۔

اور اب میں نے تمہیں اس کے واقع ہونے سے پیشتر کہا تھا کہ جب وقوع میں آوے تو تم ایمان لاؤ۔

نیز اسی انجیل یوحنا باب ۱٦ تیرہویں آیت میں ہے۔

لیکن جب وہ یعنی روح حق آوے تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتادیگی اس لئے کہ وہ اپنی نہ کہے گی لیکن جو کچھ وہ سنے گی سو کہے گی اور تمہیں آئندہ کی خبریں دیگی۔

ان آیات انجیل میں بھی ہمارے نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی بشارت اور خبر آمد کا ذکر موجود ہے۔ اگرچہ ان آیات سے ہمارے حضور کا نامی نکالدیا ہے۔ لیکن ہر ذی عقل منصف یہ فیصلہ کرے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد ایسی ذات جو سردار جہاں ہو، تسلی دینے والا ہو، جس کا دین تا قیامت رہے، جس پر ایمان لایا جائے، جو سچائی کی راہ دکھائے، جو اپنی طرف سے کچھ نہ کہے، جو اللہ تعالیٰ سے سنے وہی کہے، جو غیب یعنی آئندہ کی خبریں دے۔ سوا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کس کی ذات ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت اور ذکر پیدائش اس انجیل موجودہ میں بھی ہے اور قرآن کریم اور تمام صحائف وکتب آسمانی میں بھی مذکور ہے۔ تو اس معترض کا قول غلط اور باطل ہے۔ اور اس نے جس چیز کو مدار افضلیت ٹھہرایا تھا وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس قدر ثابت ہوا جس کی نظیر اور کسی نبی کے لئے ثابت نہیں ہوسکتی۔ لہذا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بلاشک افضل الانبیاء ہیں۔

اعتراض نمبر ۲:۔ مسیح (علیہ السلام) کی والدہ حضرت مریم کی فضیلت علی نساء العلمین خود قرآن نے بیان فرمائی اور ان کو صدیقہ کا لقب دیا ہے لیکن حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی والدہ کا نام تک قرآن میں موجود نہیں اور بعض مسلمان ان کے ایماندار ہونے کے بھی قائل نہیں۔ اس لحاظ سے بھی مسیح افضل ہیں۔

جواب:۔ بلاشک حضرت مسیح علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم اس زمانہ کی عورتوں سے افضل

تھیں اوران کالقب صدیقہ تھا۔ اہل اسلام تو یہی کہتے ہیں۔ لیکن عیسائیون کے نزدیک تو حضرت مسیح علیہ السلام کے لئے یہ الفاظ استعمال کئے۔

انجیل متی باب ۱۳ کی آیت ۵۳ تا ۵۵ میں ہے۔

جب یسوع یہ تمثیلیں کہہ چکا تو وہاں سے روانہ ہوا ۵۴) اور اپنے وطن میں آکے اس نے ان کے عبادت خانہ میں انہیں ایسی تعلیم دی کہ وہ حیران ہوئے اور کہنے لگے کہ ایسی حکمت اور معجزے اس نے کہاں سے پائے (۵۵) کیا یہ بڑھئی کا بیٹا نہیں اوراس کی ماں مریم نہیں کہلاتی۔

نیز انجیل مرقس باب ۶ کی آیت ۲و۳ میں ہے۔

جب سبت کا دن ہوا وہ عبادت خانہ میں وعظ کرنے لگا اور بہتوں نے سن کے حیران ہوکر کہا کہ یہ باتیں اس نے کہاں پائیں۔ اس نے کہاں سے باتیں اور یہ کیا حکمت ہے جو اسے ملی ہے کہ ایسی کرامات اس کے ہاتھ سے ظاہر ہوتی ہے (۳) کیا یہ مریم کا بیٹا بڑھئی نہیں۔

ان آیات انجیل سے ظاہر ہوگیا کہ عیسائیوں کی نظر میں حضرت مسیح کی کوئی عزت نہیں تھی اس لئے ان کے گستاخانہ الفاظ کوسنکر خود مسیح نے فرمایا:

یسوع نے انہیں کہا کہ نبی اپنے وطن اور گھر کے سوا اور کہیں بے عزت نہیں ہے۔

انجیل متی باب ۱۳ آیت ۵۷ اور انجیل مرقس باب ۱۶ آیت ۴ میں ہے۔

تب یسوع نے انہیں کہا نبی بے عزت نہیں ہے مگر اپنے وطن میں اور اپنے کنبے اور اپنے گھر میں

تو عیسائیوں کے نزدیک حضرت مسیح اور حضرت مریم کی یہ عزت ہے جو ان آیات انجیل سے ظاہر ہے لیکن کوئی مسلمان ان کے لئے ایسے الفاظ بھی گوارہ نہیں کرسکتا۔ بلکہ اگر عیسائیوں کی نظر میں حضرت مریم کی عزت ہوئی تو ان کا شوہر بھی ایسا ہی باعزت تجویز کرتے مگر انھوں نے تو ان کا شوہر یوسف کو تجویز کیا جس کے لئے ابھی انجیل کی آیات میں گزرا کہ وہ بڑھئی تھا۔ لیکن اہل اسلام چونکہ حضرت مریم کو افضل النساء اور صدیقہ مانتے ہیں تو ان کے نزدیک ان کے شوہر بھی وہ ہیں جو سید عالم افضل الخلق اور امام الصدیقین احمد مجتبی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور یہ بات بکثرت احادیث شریفہ سے ثابت ہے بخوف طوالت ایک دو حدیث پیش کرتا ہوں۔

طبرانی میں حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ تعالیٰ زوجنی فی الجنۃ مریم بنت عمران وامراۃ فرعون واخت موسی۔

(جامع صغیر للسیوطی ج ا ص ۵۹)

بیشک اللہ تعالیٰ جنت میں میرا نکاح مریم بنت عمران اور فرعون کی عورت اور موسی علیہ السلام کی بہن سے کرے گا۔

اور علامہ حلبی سیرۃ حلبی میں یہ حدیث نقل کرتے ہیں جس میں حضرت ام المومنین خدیجہ مخاطب ہیں۔

ان اللہ تعالیٰ قد زوجنی معك فی الجنة مریم ابنة عمران و کلثوم اخت موسی وهی اللتی علمت ابن عمها قارون الکمیاء وآسیة امراة فرعون فقالت الله اعلمك بهذا قال نعم ۔ (سیرۃ حلبی مصری ج ا ص ۳۸۵)

بیشک اللہ تعالیٰ جنت میں تیرے ساتھ میرا نکاح مریم بن عمران اور کلثم موسی علیہ السلام کی ہمشیرہ جنہوں نے اپنے چچازاد بھائی قارون کو کیمیا سکھائی اور آسیہ زوجہ فرعون سے کرے گا۔ حضرت خدیجہ نے عرض کیا: یارسول اللہ آپ کو یہ بات بتائی اور ایک روایت میں ہے یارسول اللہ: یہ اللہ نے کہا؟۔ حضور نے فرمایا: ہاں۔

انہیں روایات کی بنا پر علامہ حلبی اسی سیرۃ میں فرماتے ہیں:

وقد حمی الله هولاء النسوة عن ان یطاهن احد ۔ (سیرۃ حلبی ص ۷۸)

اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں کو کسی کے وطی کرنے سے محفوظ رکھا۔

لہذا مسلمان کے نزدیک حضرت مریم کی یہ فضیلت ہے کہ وہ زوجہ افضل الانبیاء احمد مجتبی محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں اور عیسائیوں نے جو الفاظ ان کی شان میں استعمال کئے ان سے ان کی ذہنیت کا پتا چلتا ہے ۔ پھر حیرت ہے کہ باوجود اس کے انھیں حضرت آمنہ پر فضیلت ثابت کرنے کی سعی کرتے ہیں۔ حضرت آمنہ کی فضیلت کے لئے یہی شرف بہت کافی ہے کہ وہ افضل الخلق سید المرسلین نبی الانبیاء۔ محبوب کبریا احمد مجتبی محمد مصطفیٰ ﷺ کی والدہ ماجدہ ہیں پھر ان کے فضائل کتب احادیث وسیرت میں بکثرت موجود ہیں۔

سیرت حلبی، مواہب لدنیہ وسیرۃ ہشام ہے۔

آمنة بنت وهب وهی یومئذ افضل امراة فی قریش نسباو موضعا ۔

(سیرۃ ابن ہشام مصری ص ۹۸)

حضرت آمنہ بنت وہب اسوقت قریش میں پدری مادری نسب میں بہترین عورت تھیں۔

اس عبارت سے ثابت ہوگیا کہ حضرت امنہ قریش کی عورتوں سے افضل ہیں اور قریش اولاد سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے افضل ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔

جس کو ترمذی شریف نے حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ تعالیٰ اصطفی من ولد ابراھیم اسمعیل واصطفی من ولد اسمعیل بنی کنانۃ واصطفی من بی کنانۃ قریشا الخ۔ (جامع صغیر مصری ج ۱ ص ۵۶)

بے شک اللہ تعالیٰ نے اولاد حضرت ابراہیم سے حضرت اسمعیل کو منتخب کیا اور اولاد حضرت اسمعیل سے بنی کنانہ کو چنا اور بنی کنانہ سے قریش کا انتخاب کیا۔

اس حدیث شریف سے ثابت ہوگیا کہ اولاد سیدنا ابراہیم علیہ السلام میں قریش افضل ومنتخب ہیں اور قریش کی عورتوں میں حضرت امنہ منتخب وافضل تو حضرت امنہ کی افضلیت ناقابل انکار چیز ہے۔

نیز حضرت امنہ وہ ہیں جن کو فرشتے بشارت دینے کو آتے تھے۔

سیرۃ حلبی وغیرہا کتب سیر میں ہے:

قالت امنۃ واتانی ای من الملائکۃ وانا بین النائمۃ والیقظۃ فقال ھل شعرت بانك قد حملت بسید ھذہ الامۃ ونبیھا وفی روایۃ بسیدالا نام وفی روایۃ لخیر العلمین فاذا ولدتیہ فسمیہ محمدا واکنمی شانك۔ (سیرۃ حلبی مصری ج ۱ ص ۵۵)

حضرت امنہ نے فرمایا کہ میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور میں بیدار اور سونے والی کے درمیان تھی تو اس نے کہا تو نے جانا کہ تو بلاشک حاملہ ہوگئی جو اس امت کا سردار نبی ہوگا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ مخلوقات کا سردار ہے۔ اور ایک روایت میں ہے اس کا نام محمد رکھنا اور اپنے حال کو چھپانا۔ (علیہ الصلوٰۃ والسلام)

اس حدیث شریف سے حضرت امنہ کی فضیلت وخصوصیت ثابت ہوئی بلکہ ان کے فضائل وخصوصیات میں بکثرت روایات وارد ہیں۔

اب باقی رہا معترض کا یہ قول ؎

لیکن حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ کا نام تک قرآن میں موجود نہیں۔

حضرت امنہ کی فضیلت کے منافی نہیں دیکھو قرآن کریم میں صرف چبیس انبیائے کرام کے نام

مذکور ہوئے حالانکہ حضرت موسیٰ وحضرت عیسیٰ علیہما السلام کے درمیان (۷۰) ستر ہزار انبیاء کرام تشریف لائے۔ اوران کے علاوہ ہزارہا انبیائے کرام مبعوث ہوئے تو کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ جن (۲۵) پچیس انبیاء کا ذکر قرآن کریم میں ہے صرف وہی صاحب فضل وکمال ہیں۔ باقی ہزارہا انبیاء میں کوئی فضیلت نہیں۔ تو ثابت ہوگیا کہ قرآن کریم میں کسی کے نام کا نہ ہونا اس کے فضل وشرف کے منافی نہیں۔ خود انجیل میں بہت سے انبیائے کرام کے نام نہیں۔ ام البشر حضرت حوا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ ،حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ، اورانبیاء کی والدہ کے نام نہیں۔ تو کیا صرف نام کا نہ ہونا ان کے فضائل کے منافی ہے۔ پھر جب ان کا نام اورفضائل احادیث میں مروی ہیں تو اہل اسلام کے لئے یہی چیز بہت کافی ہے کہ قرآن کریم جس طرح اسلام کی ایک دلیل ہے احادیث بھی اسلام کی دلیل ہیں۔

بالجملہ معترض کی یہ بات اہل اسلام کے واسطے کچھ قابل التفات نہیں۔ ہاں اگر دلائل اسلام سے کسی دلیل سے بھی حضرت آمنہ کی فضیلت ثابت نہ ہوتی تو معترض کو حق اعتراض تھا۔ اور جب احادیث سے ثابت، تو اسلام کی دوسری دلیل حدیث سے ثابت ہے تو معترض کو کوئی حق اعتراض ہی حاصل نہیں۔

اب باقی رہا معترض کا یہ قول:

اور بعض مسلمان ان کے ایماندار ہونے کے بھی قائل نہیں۔

یہ اسلام کے مشہور مصنفین محققین کے خلاف ہے۔ اگر معترض اسلام کی کتابیں دیکھتا تو ایسی جرأت نہ کرتا۔ محققین اسلام نے یہ تصریح کی ہے کہ حضرت آمنہ ایماندار تھیں۔ چنانچہ علامہ قسطلانی نے مواہب لدنیہ اور علامہ زرقانی نے اس کی شرح میں حضرت آمنہ کے وہ چند اشعار نقل کئے جو انہوں نے اپنی وفات سے قبل حضور نبی ﷺ کو دیکھ کر کہے:

انہیں میں سے چند اشعار یہ ہیں۔

ان صح مابصرت فی المنام☆فانت مبعوث الی الانام

میں نے جوخواب میں دیکھا اگر صحیح ہے☆ تو تو مخلوق کی طرف مبعوث ہوگا

تبعث فی الحل وفی الحرام☆تبعث فی التحقیق والاسلام

تو زمین حل اورشہر حرام میں بھیجا جائیگا☆ تو حق اوراسلام کے بیان میں بھیجا جائیگا

دین ابیك البرابراهام☆فالله انهاك عن الاصنام

وہ اسلام جو تیرے نیک باپ ابراہیم کا دین ہے☆ پس اللہ تجھے بتوں کی عبادت کرنے سے باز

رکھے گا

حضرت آمنہ کے ان اشعار سے شرح مواہب لدنیہ میں علامہ زرقانی نے یہ استدلال کیا۔

وهذا القول منها صريح فى انها موحدة اذ ذكرت دين ابراهيم وبعث ابنها ﷺ بالاسلام من عندالله ونهيه عن الاصنام وموالاتها وهل التوحيد شئ غير هذا التوحيد الاعتراف بالله والهيته وانه لاشريك له والبراءة من عبادة الاصنام ونحوها وهذاالقدر كاف فى التبرى من الكفر وثبوت صفة التوحيد فى الجاهلية قبل البعثة ـ

(زرقانی مصری ج ا ص ۱۶۵)

حضرت آمنہ کا یہ قول ان کے موحدہ ہونے میں صریح ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے دین ابراہیمی اور اپنے صاحبزادے کی بعثت اور اسلام کا اللہ کی طرف سے ہونا اور ان کا بتوں اور ان کی محبت سے باز رہنا ذکر کیا اور توحید اسکے سوا اور کیا شی ہے کہ توحید اللہ اور اس کی الوہیت کا اعتراف کرنا اور کہنا کہ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور بتوں کی عبادت سے برائت ظاہر کرنا اور اس کے مثل سے اور اس قدر بات قبل بعثت کے زمانہ جاہلیت میں کفر سے بیزاری اور صفت توحید کے ثبوت کے لئے کافی ہے۔

پھر علامہ زرقانی نے اس کے بعد احادیث نقل کیں:

ولماذكروفاة امه ومايدل على موتها على التوحيد جره ذلك الى حديث احيائها واحياء ابيه لكن قدمها لكثرة الروايات فيها فروى ان آمنة امنت به ﷺ بعد موتها فروى الطبرى بسنده عن عائشة ان النبى ﷺ نزل الحجون كئيباحرينا فاقام به ماشاء الله عزوجل ثم رجع مسرورا قال سالت ربى احياء امى فامنت بى ثم ردها الى ماكانت عليه من الموت رواه ابو حفص بن شاهين فى كتاب الناسخ والمنسوخ ملخصاً۔

(زرقانی مصری ج ا ص ۱۶۶)

جب مصنف حضرت آمنہ کی توحید پر وفات کا ذکر کر چکا تو حضرت آمنہ اور حضرت عبداللہ کے زندہ کرنے کے واقعہ کی حدیث کی روایت تک پہنچا اور پہلے اس حدیث کو پیش کیا جس کی روایتیں بکثرت ہیں۔ مروی ہے کہ حضرت آمنہ اپنی وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائیں کہ طبرانی نے اپنی سند سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ نبی ﷺ حجون میں بہت غمگین ہو کر اترے اور اللہ عزوجل نے جتنا چاہا حضور نے وہاں اقامت فرمائی پھر مسرور وہاں سے واپس ہوئے۔ فرمایا: میں نے

اپنے رب سے اپنی والدہ کے زندہ کرنے کی خواہش کی تو اللہ تعالیٰ نے میری والدہ کو زندہ کیا اور وہ مجھ پر ایمان لائیں، پھر وہ پہلے ہی موت کے حال کی طرف واپس ہوئیں ۔اس روایت کو ابو حفص بن شاہین نے کتاب ناسخ ومنسوخ میں نقل کیا۔

ان عبارات اور حدیث شریف سے ثابت ہو گیا کہ حضرت آمنہ کی وفات توحید پر ہوئی اور ان کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زندہ کیا اور وہ ایمان لائیں ۔اسی کے اثبات میں حضرت خاتم المحدثین علامہ جلال الدین سیوطی ۔نے چھ رسائل تحریر فرمائے جن میں بکثرت دلائل سے حضرت آمنہ کا موحد ہونا اور زندہ ہو کر ایمان لانا ثابت کیا جس کو تفصیل درکار ہو تو ان رسائل کا مطالعہ کرے۔

اب باقی رہا معترض کا یہ نتیجہ کہ ''اس لحاظ سے بھی مسیح افضل ہیں'' باطل ہے بلکہ اس سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت ثابت ہو رہی ہے کہ حضرت مریم ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ثابت ہوئیں اور حضرت مسیح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مثل بیٹے کے ہوئے ۔لہذا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بالیقین حضرت مسیح سے افضل ثابت قرار پائے۔

اعتراض نمبر ۳۔ مسیح کی پیدائش کے وقت خارق عادت امور وقوع میں آئے مثلاً نخل خشک ہرا بھرا ہو کر پھل لایا۔ایک چشمہ جاری ہو گیا۔مریم کی تسکین کے لئے فرشتہ نازل ہوا۔جیسا کہ سورہ مریم کے دوسرے رکوع میں ہے ۔لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے وقت کوئی معجزہ یا خارق عادت امر وقوع میں نہ آیا اور قرآن سے بھی کسی معجزہ کا ثبوت نہیں ملتا پس ابن مریم ابن آمنہ سے برتر ہے۔

جواب:۔حضرت مسیح علیہ السلام کا بلا باپ کے پیدا ہونا اور پیدائش کے وقت نخل خشک کا ہرا بھرا ہونا اور پھل لانا۔اور چشمہ کا جاری ہونا۔اور فرشتہ کا نازل ہونا یہ خوارق اسلام نے سکھائے ،قرآن کریم نے بتائے ۔لہذا حضرت مسیح کے متعلق اہل اسلام کا یہی عقیدہ ہے۔اور عیسائیوں کے نزدیک حضرت مریم کا شوہر یوسف تھا اور حضرت مسیح اسی یوسف سے پیدا ہوئے ۔تو حضرت مسیح بلا باپ کے نہیں پیدا ہوئے بلکہ ان کے باپ یوسف ہیں ۔لہذا ان کی پیدائش بطور خرق عادت کے نہیں ہوئی ۔نہ اور خارق عادت امور مذکورہ کا ذکر ان مروجہ انجیلوں میں ہے بلکہ ان کی نظر میں حضرت مسیح اور حضرت مریم کی یہ قدر ہے ''کیا یہ (یعنی حضرت مسیح) مریم کا بیٹا بڑھئی نہیں اور کیا (یعنی مسیح) بڑھئی کا بیٹا نہیں اور اس کی ماں مریم نہیں کہلاتی'' یہ پوری عبارات جواب اعتراض دوم انجیل متی مرقس سے نقل کی گئیں۔تو جب عیسائیوں کی ذہنیت اور ان کی مذہبی کتاب انجیل کی تعلیم ظاہر ہو چکی تو کسی عیسائی کو اہل اسلام پر اعتراض

کرنے کا کیا حق حاصل ہے۔ اور قرآن کریم سے کس طرح استدلال کرسکتا ہے۔ مگر یہ معترض باوجود اپنے اس حال زار کے یہ کہتا ہے "لیکن حضرت محمد ﷺ کی پیدائش کے وقت کوئی معجزہ یا خارق عادت امر وقوع میں نہ آیا" معترض کا یہ قول ایسا ہے جیسے کوئی شخص نصف النہار کے وقت وجود آفتاب کا انکار کرے۔ واقعہ تو یہ ہے کہ ہمارے نبی ﷺ کی پیدائش کے وقت اس قدر خوارق ظہور میں آئے جن کو اگر جمع کیا جائے تو ایک مستقل رسالہ تیار ہو جائے۔ اور وقت پیدائش تو خوارق کے ظہور کا وقت ہی تھا لیکن یہاں تو حضرت آمنہ کے ابتدائے حمل ہی میں جس قدر خوارق واقع ہوئے وہ بھی بہت زیادہ ہیں بخیال اختصار چند نقل کئے جاتے ہیں۔

علامہ قسطلانی مواہب لدنیہ شریف میں ان احادیث کو جمع فرماتے ہیں۔

ولماحملت امنة برسول الله ﷺ ظهر لحمله عجائب و وجد لايجاده غرائب رواه الخطيب البغدادى لماا رادالله تعالىٰ خلق محمد ﷺ فى بطن امه امنة ليلة رجب و كانت ليلة جمعة امرالله تعالىٰ فى تلك الليلة رضوان خازن الجنان ان يفتح الفردوس وينادى مناد فى السموات والارض الا ان النور المخزون المكنون الذى يكون منه النبى الهادى فى هذه الليلة يستقر فى بطن امه الذى فيه يتم خلقه ويخرج الى الناس بشيراو نذيرا وفي رواية كعب الاحبار انه نودى تلك الليلة فى السماء وصفاحها والارض وبقاعها ان النور المكنون الذى منه رسول الله ﷺ يستقر الليلة فى بطن امنة فياطوبى لها ثم ياطوبى واصبحت يومئذ اصنام الدنيا منكوسة و كانت قريش فى جدب شديد وضيق عظيم فاخضرت الارض وحملت الاشجار واتاهم الرقد من كل جانب فسميت تلك السنة اللتى حمل فيها برسول الله ﷺ سنة الفتح والابتهاج وخرج ابونعيم عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما قال كان من دلالة حمل امنة برسول الله ﷺ ان كل دابة لقريش نطقت تلك الليلة وقالت حمل برسول الله ﷺ ورب الكعبة وهو امام الدنيا وسراج اهلها ولم يبق سرير لملك من ملوك الدنيا الا اصبح منكوسا وفرت وحوش المشرق الى وحوش المغرب بالبشارات و كذالك اهل البحار يبشر بعضهم بعضا وله فى كل شهر من شهور حمله نداء فى الارض ونداء فى السماء ان ابشر وافقد آن ان يظهر ابو القاسم ﷺ مبعوثا مباركا الحديث۔

(ملخصا مواہب مصری ج ا ص ۱۹)

جب حضرت امنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاملہ ہوئیں تو اس حمل کی عجیب باتیں ظاہر ہوئیں۔ اور ان کی پیدائش کے لئے نادر چیزیں پائی گئیں۔ خطیب بغدادی نے روایت کی کہ جب اللہ تعالیٰ نے رجب کی رات جو شب جمعہ تھی حضرت آمنہ کے بطن میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے اس رات میں رضوان خازن جنت کو یہ حکم دیا کہ وہ جنت فردوس کو کھول دے اور ایک پکارنے والا زمین اور آسمانوں میں ندا دے۔ آگاہ کہ وہ نور جو خزانہ میں پوشیدہ تھا جس سے نبی ہادی ہونگے اس شب میں اپنی والدہ کے بطن میں قرار پاگئے جس میں انکا وجود تام ہوگا اور وہ لوگوں کی طرف بشیر ونذیر ہوکر تشریف لائیں گے۔ اور کعب احبار کی روایت میں ہے کہ اس رات آسمان اور اس کی جانبوں اور زمین اور اس کے حصوں میں ندا کرادی جائے کہ بیشک وہ پوشیدہ نور جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہونگے وہ اس شب حضرت آمنہ کے بطن میں قرار پاگئے۔ تو انہیں بشارت ہو پھر بشارت ہو۔ تو اس دن دنیا کے تمام بت اوندھے ہوگئے اور قریش سخت قحط سالی اور بہت تنگی میں تھے تو زمین سرسبز ہوئی اور درخت بارآور ہوئے اور ہر جانب سے ان پر خیر وبرکت نازل ہوئی اور اس سال کا نام جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حمل میں آئے فتح وسرور کا سال رکھا گیا۔ اور ابو نعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت نقل کی کہ انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حمل حضرت آمنہ میں ہونے کی یہ علامت ظاہر ہوئی کہ اس رات قریش کا ہر جانور بول اٹھا۔ کہنے لگا کہ کعبہ کے رب کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حمل میں تشریف لے آئے جو دنیا کے پیشوا اور اہل دنیا کے لئے چراغ ہیں۔ اور دنیا کے بادشاہوں میں کسی بادشاہ کا تخت بغیر اوندھا ہوئے نہ رہا۔ اور مشرق کے وحشیوں نے مغرب کے وحشیوں کو بشارتیں دیں۔ اور اسی طرح دریائی جانوروں نے بعض نے بعض کو خوشخبری دی اور ان حمل کے مہینوں سے ہر مہینہ میں ان کے لئے ایک ندا زمین میں اور ایک آسمان میں یہ ہوتی کہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے اور ظہور کا وقت قریب ہوگیا بشارت حاصل کرو۔

ان احادیث سے اس قدر خوارق تو وہ ثابت ہوئے جو حضرت امنہ کے زمانہ حمل میں واقع ہوئے۔ پھر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے وقت جس قدر خوارق ظہور میں آئے وہ بہت کثیر ہیں اور ان سب کو جمع کیا جائے تو جواب طویل ہوجائے گا۔

لہذا اسی مواہب سے چند خوارق نقل کرتا ہوں۔

وروی ابو نعیم عن عمر بن قتیبة قال سمعت ابی و کان من اوعیة العلم قال لما

حضرت ولادة امنة قال الله تعالیٰ لملائکته افتحوا ابواب السماء کلها وابواب الجنان والبست الشمس یومئذ نورا عظیما و کان قد اذن الله تعالیٰ تلك السنة لنساء الدنیا ان یحملن ذکورا کرامة لمحمد ﷺ۔ (مواہب لدنیہ ج ا ص ۲۱)

ابونعیم نے عمر بن قتیبہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے سنا جو بڑے عالم تھے انہوں نے فرمایا کہ جب حضرت آمنہ کے جننے کا وقت آیا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ آسمان کے کل دروازے اور جنتوں کے دروازے کھول دو۔ اور آج آفتاب کا نور زیادہ کر دیا جائے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس سال دنیا کی عورتوں کے لئے یہ ارادہ فرمایا کہ وہ لڑکوں سے حاملہ ہوں یہ نبی ﷺ کی عزت کے صدقہ میں۔

اخرج البیهقی والطبرانی وابونعیم وابن عساکر عن عثمان بن ابی العاص قال حدثنی امی انها شهدت ولادة امنة رسول الله ﷺ لیلة ولدته قالت فما شئ انظر الیه فی البیت الانور وانی لانظرالی النجوم تدنوحتی انی لا قول لیقعن علی فلما وضعت خرج منها نور اضیاء له البیت والدار حتی جعلت لااری الانورا۔

(الخصائص الکبری ج ا ص ۴۵)

بیہقی اور طبرانی اور ابونعیم اور ابن عساکر نے حضرت عثمان بن ابو العاص سے روایت نقل کی انہوں نے کہا مجھے میری والدہ نے روایت کی کہ وہ اس رات جس میں رسول اللہ ﷺ حضرت آمنہ سے پیدا ہوئے موجود تھیں۔ کہتی ہیں کہ مجھے گھر میں ہر چیز روشن نظر آئی اور میں ستاروں کو دیکھتی کہ وہ قریب ہو گئے یہاں تک کہ میں کہتی کہ یہ مجھ پر ضرور گر پڑینگے۔ تو جب پیدا ہوئے ایسا نور ظاہر ہوا جس سے سارا گھر منور ہو گیا یہاں تک کہ میں نور ہی نور دیکھتی تھی۔

اخرج ابونعیم عن عمرو بن قتیبة قال سمعت ابی و کان من اوعیة العلم قال لما حضرت ولادة امنة قال الله تعالیٰ لملائکته افتحوا ابوابالسماء کلها وابواب الجنان کلها وامرالله لملائکته بالحضور فنزلت تبشر بعضها بعضا وتطاولت جبال الدنیا وارفعت البحار وتباشر اهلها فلم یبق ملك الاحضروا خذ الشیطان فغل سبعین غلا والقی منکوسا فی لجة البحر الخضراء وغلت الشیاطین والمردة والبست الشمس یومئذ نورا عظیما واقیم علی راسها سبعون الف حوراء فی الهواء ینتظرون ولادة محمد ﷺ و کان قد اذن

الله تلك السنة ان لاتبقی شجرة الاحملت ولاخوف الاعاد امنا فلما ولد النبی ﷺ امتلات الدنیا کلها نورا وتباشرت الملائکة وضرب فی کل سماء عمود من زبرجد وعمود من یاقوت قداستناربه وقد انبت الله لیلة ولد علی شاطی نهرالکوثر سبعین الف شجرة من المسك الاذ خرجعلت ثمارها بحوراهل الجنة و کل اهل السموات یدعون الله بالسلامة ونکست الاصنام کلها الحدیث ۔

(خصائص ج ا ص ۴۷)

ابونعیم نے عمر بن قتیبہ کی روایت کی تخریج کی کہ انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے سنا اور وہ زبردست عالم تھے انہوں نے فرمایا کہ جب حضرت آمنہ کے جننے کا وقت آیا اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ تم آسمان کے سب دروازے کھولدو اور خدا نے فرشتوں کے حاضر ہونے کا حکم دیا تو وہ اتر کر بعض بعض کو بشارت دیتے اور دنیا کے پہاڑ دراز ہوئے اور سمندر بلند ہوئے اور اپنے اہل کو خوشخبری دیتے ۔ تو کوئی فرشتہ بلا حاضر ہوئے نہ رہا اور شیطان گرفتار ہوا پس ستر طوق ڈالا گیا اور بحر اخضر کے درمیان الٹا لٹکا دیا گیا اور سرکش جنات مقید ہوئے اور اس روز آفتاب کا نور زیادہ کر دیا گیا اور ان کے سر پر ہوا میں ستر ہزار حوریں قائم کر دی گئیں ۔ یہ سب حضرت محمد ﷺ کی پیدائش کی منتظر تھیں اور اللہ تعالیٰ نے اس رات حکم دیا تھا کہ ہر درخت بار آور ہونے سے باقی نہ رہے اور ہر خوف امن ہو کر لوٹے ۔ اور جب نبی ﷺ پیدا ہوگئے تمام دنیا نور سے بھر گئی ۔ اور فرشتوں نے بشارت دی اور ہر آسمان میں ایک ستون زبرجد کا اور ایک ستون یاقوت کا نصب ہوا جو روشن ہوا ۔ اور اللہ تعالیٰ نے اسی شب نہر کوثر کے کناروں پر مشک اذخر کے ستر ہزار درخت اگا دئے اور اس کے پھلوں کو اہل جنت کے لئے بخور بنا دیا اور تمام اہل فلک اللہ سے سلامتی کی دعا مانگتے اور تمام بت سرنگوں ہو گئے ۔

روی البیهقی وابونعیم وابن عساکر لماکانت اللیلة اللتی ولد فیها رسول الله ﷺ ارتجس ایوان کسری وسقطت منه اربعة عشر شرفة وخمدت نار فارس ولم تخمد قبل ذلك الف عام وغاضت بحیرة ساوة الحدیث ۔ (خصائص کبری للسیوطی ج ا ص ۵۱)

بیہقی اور ابونعیم اور ابن عساکر نے روایت کی جب وہ رات ہوئی جس میں رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے تو کسری کے محل میں زلزلہ آیا اور اس سے چودہ کنگرے گر پڑے اور فارس کی آگ بجھ گئی جو اس سے پہلے ایک ہزار سال سے نہیں بجھی تھی اور بحیرۂ ساوہ خشک ہو گیا ۔

ان احادیث سے ظاہر ہوگیا کہ ہمارے نبی ﷺ کی پیدائش کے وقت اس قدر خوارق ظہور میں آئے۔ اب معترض کا ان کے انکار کے لئے یہ کہنا (اور قرآن سے بھی کسی معجزہ کا ثبوت نہیں ملتا) دجل وفریب ہے جس کا جواب پہلے جوابوں اور تمہید میں گذر چکا۔ کہ اسلام کی دلیل صرف قرآن کریم ہی نہیں ہے بلکہ احادیث بھی اسلام کی دوسری دلیل ہیں اور مسلمان کے لئے جس طرح کوئی چیز قرآن کریم سے ثابت ہوکر قابل اعتقاد یالائق عمل قرار پاتی ہے۔ اسی طرح جو احادیث سے ثابت ہووہ بھی قابل اعتقاد یالائق عمل ٹھہرتی ہے۔ مذہب اسلام میں جو چیزیں قرآن کریم سے تو ثابت نہ ہوں اور انکا ثبوت حدیث یا اجماع سے ہوتو کیا مسلمان اس کو اس لئے کہ وہ قرآن کریم سے ثابت نہیں صرف اتنی ہی بات سے اس کو غلط یا باطل کہہ سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ لہذا معترض کا یہ قول مسلمان کے لئے کچھ مضر نہیں۔ بلکہ معترض دیکھے کہ خود عیسائیوں کے بعض اعمال صرف حواریوں کے کلام سے ثابت ہیں کتاب انجیل سے نہیں۔ تو کیا عیسائی ان کو اس لئے کہ وہ انجیل سے ثابت نہیں قابل عمل نہیں قرار دیں گے اور ان کو چھوڑ دیں گے۔

پھر یہ معترض اپنے استدلال کو ان الفاظ میں لکھتا ہے۔ ''پس ابن مریم آمنہ سے برتر ہے'' علیہما السلام۔ معترض کا یہ نتیجہ جب اس کو مفید ہوتا کہ وہ حضرت مسیح کے لئے یہ خوارق انجیل سے بھی ثابت کرتا کہ اس کے لئے قرآن کریم تو دلیل ہی نہیں ہے۔ اور اہل اسلام کے نزدیک حضور اکرم ﷺ کی پیدائش کے وقت خوارق کا ہونا بکثرت احادیث سے ثابت ہے تو مسلمان کے نزدیک حضرت مسیح کے لئے بھی خوارق ہونا قرآن کریم سے ثابت اور نبی کریم ﷺ کے لئے خوارق کثیرہ ہونا احادیث سے ثابت تو معترض کا یہ نتیجہ مسلمان کے نزدیک تو غلط اور باطل ہی ہے۔ لہذا ہمارے نبی ﷺ باعتبار خوارق کے بھی حضرت مسیح علیہ السلام سے افضل ہیں کہ کثرت خوارق زیادتی فضل پر دلالت کرتا ہے۔

اعتراض نمبر ۴۔ مسیح کا تکلم فی المھد اور ایتائے کتاب ونبوت بزمان شیر خوارگی تمام انبیاء پر اس کی فضیلت کی نہایت صاف وصریح دلیل ہے برخلاف اس کے محمد ﷺ صاحب نے کتاب ونبوت ہونے کا دعوی اس وقت کیا جبکہ سن بلوغ سے گذر کر پیرانہ سالی تک پہنچ گئے تھے اور ان کی دنیاوی تجربہ کاری میں غالبا کوئی کسر باقی نہ تھی لہذا وہ افضل نہیں۔

جواب: ۔حضرت مسیح علیہ السلام کا تکلم فی المھد قرآن کریم سے تو ثابت ہے۔ لیکن انجیل متی ومرقس ولوقا ویوحنا میں تو حضرت مسیح کا تکلم فی المھد کا معجزہ کہیں نظر سے نہیں گذرا۔ ہاں انجیل لوقا میں یہ ہے۔

انجیل لوقا باب ۲ آیت ۴۰ تا ۴۵۔

لڑکا بڑھتا اور حکمت سے بھر کے روح میں قوت پاتا رہا اور خداوند کا فضل اس پر تھا (۴۱) اس کے ماں باپ ہر برس عید فسح میں یروشلم کو جاتے تھے (۴۲) اور جب وہ بارہ برس کا ہوا اور وہ عید کے دستور پر یروشلم کو گئے تھے (۴۳) اور ان دنوں کو پورا کیا اور جلد پھر گئے، وہ لڑکا یسوع یروشلم رہ گیا پر یوسف اور اس کی ماں نے نہ جانا (۴۴) بلکہ سمجھے کہ وہ قافلہ میں ہے ایک منزل گئے اور اسے رشتہ داروں اور جان پہچانوں میں ہر کہیں ڈھونڈا (۴۵) اور نہ پاکر اس کی تلاش ہر کہیں کرتے ہوئے یروشلم کو پھرے (۴۶) اور ایسا ہوا کہ انہوں نے تین روز پیچھے اسے ہیکل میں استادوں کے پیچھے بیٹھے ہوئے ان کی سنتے اور ان سے سوال کرتے پایا (۴۷) اور سب جو اس کی سنتے تھے اس کی سمجھ اور اس کے جوابوں سے دنگ تھے (۴۸) تب وے اسے دیکھ کر حیران ہوئے اور اس کی ماں نے اس سے کہا اے بیٹے کس لئے تو نے ہم سے ایسا کیا، دیکھ تیرا باپ اور میں کڑھتے ہوئے تجھے ڈھونڈھتے تھے (۴۹) اس نے انہیں کہا کیوں تم مجھے ڈھونڈھتے تھے کیا تم نے نہ جانا کہ مجھے اپنے باپ کے یہاں رہنا ضرور ہے۔

اس انجیل سے ظاہر ہوا کہ حضرت مسیح جب بارہ برس کے ہوگئے تو انہوں نے پہلی مرتبہ یروشلم میں استادوں کی ہیکل میں کلام کیا۔ ایسے جوابات دئے جن سے لوگ دنگ ہوگئے اور خود ان کے ماں باپ بھی حیران ہوئے۔ تو معترض کے نزدیک جب یہ بات ہے تو اسے کسی اعتراض کا کیا حق حاصل ہے ۔اہل اسلام کے نزدیک حضرت مسیح کا تکلم فی المہد ثابت ہے لیکن محض تکلم فی المہد کو سبب افضلیت ٹھہرانا بھی معترض کا فریب ہے کہ تکلم فی المہد تو غیر انبیاء کے لئے بھی ثابت ہے۔

علامہ بغوی تفسیر معالم التنزیل میں حدیث نقل فرماتے ہیں جو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تکلم فی المهد اربعة وهم صغا رابنة فرعون وشاهد يوسف وصاحب جريح وعيسى ابن مريم عليه السلام ۔ (معالم)

گہوارہ میں چار بچوں نے کلام کیا۔ فرعون کی لڑکی نے، حضرت یوسف علیہ السلام کے گواہ نے، حضرت جریج کے لئے لڑکے نے۔ اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے۔

ان النبی ﷺ تكلم اوائل ماولد وذكر ابن سبع فی الخصائص انه مهده كان يتحرك بتحريك الملائكة وان اول كلام تكلم به ان قال الله اكبر كبيرا والحمد لله كثيرا ۔

(خصائص ص ۵۲۔۵۳)

بیشک نبی ﷺ نے پیدا ہوکر ہی کلام فرمایا۔ اور ابن سبع نے خصائص میں ذکر کیا کہ حضور کو فرشتے گہوارہ میں جھلاتے تھے اور حضور نے سب سے پہلا کلام یہ فرمایا اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا۔

اس میں حضرت مسیح کے علاوہ تینوں ''نبی نہیں تھے تو کیا معترض ان کو محض تکلم فی المہد'' کی بنا پر انبیاء سے افضل کہہ سکتا ہے۔

انجیل لوقا باب اول آیت ۶۴۔

اور اسی دم (آٹھویں دن) اس (یوحنا) کا مونھ اور زبان کھل گئی اور وہ بولنے لگا اور خدا کی تعریف کی۔

تو اس انجیل میں یوحنا کے لئے تکلم فی المہد ثابت کیا اور حضرت مسیح کے لئے انجیل خاموش ہے۔ تو معترض کے نزدیک کیا حضرت مسیح سے یوحنا افضل ہیں۔ لہذا معلوم ہوگیا کہ محض تکلم فی المہد سبب افضلیت نہیں۔ اور ہمارے نبی ﷺ ان کے لئے تکلم فی المہد بھی ثابت اور بعد تولد کے بھی کلام کرنا ثابت ہے۔

خصائص کبری میں ہے کہ حضرت ابن حجر نے سیرۃ واقدی سے نقل کیا۔ اس کی عبارت ۶ پر ہے۔ ان احادیث سے ثابت ہوگیا کہ ہمارے نبی ﷺ نے بعد تولد ہی کلام فرمایا اور اللہ تعالی کی تکبیر وتحمید بیان فرمائی۔ تو معترض دیکھے کہ ہمارے نبی ﷺ سے تکلم فی المہد بھی ثابت ہے۔ تو یہ حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ خاص نہیں ہوا تو اس سے افضلیت کا استدلال ختم ہوگیا۔

اب رہتا ہے معترض کا یہ قول کہ۔

حضرت مسیح کو ایتائے کتاب ونبوت بزمانہ شیرخوارگی تمام انبیاء پر اس کی فضیلت کی صاف وصریح دلیل ہے۔

معترض حضرت مسیح کے لئے کتاب ونبوت بزمانہ شیرخوارگی ملنا اپنی کتاب انجیل مروجہ سے ثابت کرتا ہے۔ ہمیں تو انجیلوں میں اس کے خلاف ملتا ہے۔

دیکھو انجیل لوقا باب ۳ آیت ۲۱۔

جب سب لوگ پلتسمہ پاچکے تھے اور یسوع بھی پلتسمہ پاکر دعا مانگ رہا تھا آسمان کھل گیا (۲۲) اور روح قدس جسم کی صورت میں کبوتر کی اس پر اتری اور آسمان سے ایک آواز آئی جو یہ کہتی تھی کہ تو

میرا پیارا بیٹا ہے تجھ سے میں راضی ہوں (۲۳) اور یسوع اب برس تیس ایک کا ہوا۔

انجیل مرقس باب اول آیت ۱۴۔

پھر یوحنا کی گرفتاری کے بعد یسوع نے جلیل میں آ کے خدا کی بادشاہت کی خوشخبری کی منادی کی (۱۵) اور کہا کہ وقت پورا ہوا اور خدا کی بادشاہت نزدیک آئی توبہ کرو اور انجیل پر ایمان لاؤ۔

ان آیات انجیل سے ظاہر ہو گیا کہ جب مسیح پر روح قدس نازل ہوئے اور ان کو نبوت دی گئی تو وہ تیس برس کے تھے اس وقت انہوں نے بادشاہت خداوندی اور لوگوں کو توبہ کرنے اور انجیل پر ایمان لانے کی تبلیغ شروع کی۔ تو عیسائیوں کے نزدیک حضرت مسیح کو کتاب ونبوت تیس سال کی عمر میں دی گئی اور اہل اسلام کی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے تو حضرت مسیح کو نبوت وکتاب بقول معتمد چالیس برس کی عمر میں ملی۔ چنانچہ تفسیر صاوی میں حضرت مسیح علیہ السلام کے ذکر میں ہے۔

رسولا الی بنی اسرائیل فی الصبا ای وهو ابن ثلاث سنین وقوله او بعد البلوغ ای وهو ابن ثلثین سنة و کلا القولین ضعیف والمعتمد انه نبی علی راس الاربعین وعاش نبیا ورسولا ثمانین سنة فلم یرفع الا وهو ابن مائة وعشرین سنة ۔

(تفسیر صاوی مصری ج ۱ ص ۳۸)

حضرت مسیح بچپنے میں بنی اسرائیل کی طرف رسول ہو کر آئے یعنی وہ تین سال کے تھے اور بعد بلوغ کا قول تیس سال کا ہے اور یہ ہر دو قول ضعیف ہیں اور قول معتمد یہ ہے کہ چالیس سال کی عمر پر نبی ہوئے اور ۸۰ برس نبی ورسول ہو کر رہے اور ایک سو بیس برس کی عمر میں اٹھائے گئے۔

علامہ قسطلانی مواہب لدنیہ میں اور علامہ زرقانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔

وانما یکون الوصف بالنبوة بعد البلوغ الموصوف بها اربعین سنة اذ هو سن الکمال ولها تبعث الرسل ومفاد هذ الحصر الشامل لجمیع الانبیاء حتی یحیی وعیسی هو الصحیح ۔

(زرقانی مصری ج ۱ ص ۳۴)

اور نبی نبوت سے بعد بلوغ چالیس سال کی عمر میں متصف ہوتا ہے کیونکہ یہی سن کمال ہے اور اسی پر رسول مبعوث ہوتے ہیں۔ اس حصر کا مفاد یہ ہے کہ یہ بات تمام انبیاء کو شامل ہے یہاں تک کہ بقول صحیح حضرت یحیی اور حضرت عیسی علیہما السلام بھی۔

ابن مردویہ اور ضیا نے مختارہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی کہ انہوں نے

اس کو مرفوع کیا۔

مابعث الله نبیا الاشابا ۔ (زرقانی مصری ج ا ص ۳۵)

اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو مبعوث نہیں کیا مگر بحال جوانی۔

ان عبارات وحدیث شریف سے ثابت ہوگیا کہ نبوت جوانی ہی میں دی جاتی ہے اور سن کمال چالیس برس کی عمر ہے۔ تو تمام انبیاء کو چالیس سال کی عمر ہی پر نبوت عطا فرمائی گئی۔ لہذا بقول معتمد صحیح حضرت یحیی وحضرت عیسی علیہما السلام کو بھی چالیس برس کی عمر پر نبوت دی گئی۔ لہذا اہل اسلام کا حضرت مسیح کے متعلق یہ اعتقاد ہے۔ اور عیسائیوں کے نزدیک انہیں تیس برس کی عمر میں نبوت ملی تو قبل بلوغ کا کوئی قائل نہیں ہوا۔ تو اس معترض نے حضرت مسیح علیہ السلام کے لئے زمانہ شیر خوارگی میں نبوت وکتاب ملنا کہاں سے ثابت کیا۔

بالجملہ ہمارے نبی ﷺ اور حضرت مسیح چالیس برس کی عمر میں کتاب ونبوت کے ملنے میں برابر ثابت ہوئے تو اس معترض کا افضلیت کا سبب تو ختم ہوگیا اور افضلیت کی تعمیر ہی منہدم ہوگئی کہ حضرت مسیح کے لئے ایتائے کتاب ونبوت زمانہ شیر خوارگی میں اہل اسلام اور عیسائیت دونوں کے نزدیک ثابت نہ ہوگا۔ لہذا معترض کا سارا منصوبہ ہی ختم ہوگیا۔

اس کے بعد کہتا ہے:

برخلاف اس کے محمد ﷺ صاحب نے کتاب ونبوت ہونے کا دعوی اس وقت کیا جبکہ سن بلوغ سے گذر کر پیرانہ سالی تک پہنچ گئے تھے اور ان کی دنیوی تجربہ کاری میں غالبا کوئی کسر باقی نہ تھی۔ لہذا وہ افضل نہیں۔ معترض کا یہ قول بھی اہل اسلام کے خلاف ہے۔

چنانچہ ابونعیم نے حلیہ میں حضرت میسرہ سے اور ابن سعد نے حضرت ابن ابوالجدعاء سے اور طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی:

کنت نبیا وآدم بین الروح والجسد ۔ (جامع صغیر ج ۲ ص ۸۱)

میں نبی تھا اور اس وقت آدم روح اور جسم ہی کے درمیان تھے۔

بیہقی اور حاکم اور امام احمد نے حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

انی عندالله لخاتم النبیین وان ادم لمنجدل فی طینۃ ۔ (مواہب ص ۶)

بیشک میں اللہ کے نزدیک خاتم النبیین تھا اور آدم بلا روح کے مٹی ہی میں تھے۔

امام احمد نے اور امام بخاری نے تاریخ میں اور ابونعیم نے حلیہ میں اور اس کی حاکم نے تصحیح کی کہ حضرت میسرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

یارسول اللہ متی کنت نبیا قال وآدم بین الروح والجسد۔ (مواہب ص ۶)

یارسول اللہ آپ کب نبی ہوئے؟۔ فرمایا جب کہ آدم روح اور جسم ہی کے درمیان تھے۔

علامہ علی قاری شرح فقہ اکبر میں ان احادیث سے استدلال فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وفیہ دلالة علی ان نبوته لم تکن منحصرة فیمابعد الاربعین کماقال جماعة بل اشارة الی انه من یوم ولادته متصف بنعت نبوته بل یدل حدیث کنت نبیاوآدم بین الروح والجسد علی انه متصف بوصف النبوة فی عالم الارواح قبل خلق الاشباح وهذا وصف خاص له۔ (شرح فقہ اکبر مصری ص ۵۸)

اس میں اس بات پر دلالت ہے کہ حضور کی نبوت چالیس سال کے بعد میں منحصر نہیں ہے جیسا کہ ایک جماعت نے کہا، بلکہ یہ اشارہ ہے کہ حضور یوم ولادت سے نعت نبوت کے ساتھ متصف ہیں بلکہ وہ حدیث کہ میں نبی تھا اور آدم روح اور جسم ہی کے درمیان تھے اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضور اجسام کے پیدا ہونے سے پہلے عالم ارواح میں بھی وصف نبوت کے ساتھ متصف تھے یہ حضور کی خاص صفت ہے۔

ان احادیث اور عبارات سے ثابت ہوگیا کہ ہمارے نبی ﷺ چالیس برس ہی کے بعد نہیں بلکہ یوم ولادت سے بھی متصف بہ نبوت تھے بلکہ عالم ارواح میں بھی روح مبارک حقیقۃ نبوت کے ساتھ متصف تھی۔ ہاں جسد شریف کی نسبت کے اعتبار سے چالیس برس کی عمر شریف میں متصف بہ نبوت ہوئے۔ تو جب حضرت مسیح علیہ السلام کو سن چالیس میں نبوت ملی اور ہمارے نبی ﷺ کو نہ فقط زمانہ شیرخوارگی میں بلکہ یوم ولادت میں بلکہ اس سے قبل عالم ارواح میں بھی نبوت کا ہونا ثابت ہو چکا تو معترض ہی کے معیار افضلیت کی بنا پر ہمارے نبی ﷺ حضرت مسیح علیہ السلام سے افضل قرار پائے۔ تو پھر معترض کا استدلال ہی الٹ گیا۔ اور اس کا دعوی ہی خاک میں مل گیا۔

اعتراض نمبر ۵۔ از روئے قرآن عیاں ہے کہ جس وقت مسیح کو دشمنوں نے پکڑنا چاہا آسمان سے فرشتہ نازل ہوا اور اسے بجسد عنصری اٹھا کر آسمان پر لے گئے اور اس طرح کفار سے خدا نے اسے

محفوظ رکھا لیکن جب کہ مکہ میں دشمنوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صاحب کا محاصرہ کیا تو نہ کوئی فرشتہ ان کو بچانے آیا اور نہ وہ آسمان پر پہنچائے گئے۔ عام لوگوں کی طرح پیادہ چل کر دشت پر خار سے گذرتے ہوئے دشمنوں سے پوشیدہ ہوکر ایک تیرو تار غار میں جا چھپے۔ پھر وہاں سے بھاگ کر مدینہ میں انصار کی پناہ میں داخل ہوئے۔ کیا یہ زمین وآسمان کا فرق نہیں۔ دیگر انبیاء کو بھی اگر دشمنوں سے بچایا ہے تو زمین ہی پر کسی کو بغرض حفاظت آسمان پر نہیں پہنچایا گیا۔ اگر مسیح بھی ویسا ہی ہوتا جیسے وہ تھے تو ان کی طرح زمین پر بچایا جاسکتا تھا۔ آسمان پر حفاظت اس امر کی صاف دلیل ہے کہ وہ تمام انبیاء سے نرالا اور افضل ہے۔ اگر محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) مسیح کے ہم رتبہ ہوتے تو ضرور دشمنوں سے محصور ہونے کے موقع پر آسمان پر پہنچائے جاتے اور زمین میں بھاگ بھاگ کر غاروں میں چھپنے کی ضرورت نہ ہوتی۔

جواب:- قرآن کریم نے حضرت مسیح علیہ السلام کی دشمنوں سے محافظت اور ان کا آسمان پر مع جسم کے تشریف لے جانا بیان کیا۔ اہل اسلام کا تو اس پر ایمان ہے لیکن عیسائیوں کا حضرت مسیح کے متعلق یہ عقیدہ ہے۔

انجیل یوحنا باب ۱۸ آیت۔۱۲

تب سپاہی اور صوبہ دار اور یہودیوں کے پیادوں نے ملکر یسوع کو پکڑا اور باندھا۔

نیز اسی کے باب ۱۹ آیت ۱۔

تب پلاطوس نے یسوع کو پکڑ کے کوڑے مارے۔

انجیل لوقا باب ۲۲ آیت ۶۳

اور وے مرد جنکے حوالے یسوع تھا اسکو ٹھٹے میں اڑانے اور مارنے لگے (۶۴) اور اس کی آنکھ موند کے اس کے مونھ پر طمانچے مارے۔

انجیل مرقس باب ۱۵ آیت ۱۔

جو صبح ہوئی سردار کاہن نے بزرگوں اور فقیہوں اور ساری صدر مجلس کے ساتھ مشورت کر کے یسوع کو باندھا اور اسے لیجا کر پلاطوس کے حوالے کیا (۱۵) تب پلاطوس نے لوگوں کی رضامندی چاہ کر یسوع کو کوڑے مار کے حوالے کیا کہ صلیب پر کھینچا جائے (۲۵) اور تیسرا گھنٹہ تھا کہ انہوں نے اس کو صلیب دی (۳۴) اور نویں گھنٹے یسوع بڑی آواز سے چلا کر بولا ایلی ایلی لما سلفتنی جس کا ترجمہ یہ ہے اے میرے خدا میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑا (۳۷) تب یسوع نے بڑی آواز سے چلا کر دم چھوڑ

دیا۔

انجیل متی باب ۲۶ آیت ۵۰۔

یسوع نے اس سے کہا اے میاں تو کاہے کو آیا تب انہوں نے پاس آکر یسوع پر ہاتھ ڈالے اور اسے پکڑ لیا (۶۷) تب انہوں نے اسکے منہ پر تھوکا اور اسے گھوسا مارا اور دوسروں نے اسے طمانچے مار کے کہا کہ (۶۸) اے مسیح ہمیں نبوت سے بتا کہ کس نے تجھے مارا۔

ان آیات انجیل سے یہ ظاہر ہو گیا کہ عیسائیوں کے نزدیک حضرت مسیح کو دشمنوں نے پکڑ بھی لیا باندھ بھی لیا۔ ان کے کوڑے بھی مارے انکے گھوسے بھی مارے۔ ان کے طمانچے بھی لگائے۔ ان کے تمسخر بھی اڑائے۔ یہاں تک کہ انہیں صلیب پر چڑھایا۔ اور حضرت مسیح نے خدا کو پکارا اور بڑی آواز سے چلا کر کہا اے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ بالاخر انہوں نے بڑی زور سے چلا کر دم چھوڑ دیا۔ اور خدا نے نہ کوئی فرشتہ نازل کیا نہ انہیں دشمنون سے چھڑایا۔ یہاں تک کہ یہود نے انہیں صلیب دی اور انہوں نے اپنی جان دی۔ تو انجیلوں سے نہ ان کی دشمنون سے حفاظت کرنا ثابت، نہ ان کی مدد کو فرشتہ کا آنا ثابت۔ نہ ان کے جسد عنصری کا آسمان پر ہی جانا ثابت بلکہ ان انجیلوں سے یہ ثابت ہے کہ ان کے بارہ شاگردان خاص اس وقت پر کام نہ آئے۔ پطرس یعنی شمعون نے تو قسم کھا کر تین باران کی معرفت ہی سے انکار کر دیا اور یہود نے صرف تیس روپیہ لیکر انہیں گرفتار کرا دیا۔ اس قسم کی عیسائیوں کی بکثرت خرافات ہیں جو ان کی کتابوں میں ہیں۔ اس پر یہ معترض حضرت مسیح کی حمایت کا دم بھرتا ہے۔ اور ان کی افضلیت کے ثابت کرنے میں اوروں کے فضائل اور خصائص سے انکار کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اہل اسلام تو حضرت مسیح علیہ السلام کے لئے ایسی خرافات کا ذکر کرنا بھی پسند نہیں کرتے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ حضرت مسیح کی تعظیم وتوقیر کا اسلام نے سبق پڑھایا۔ قرآن کریم نے ان کی عزت ومنزلت کا درس دیا۔ احادیث نے ان کی شان وشوکت ورفعت کا اظہار کیا۔ تو حضرت مسیح کی سچی عزت وعظمت کرنیوالے صرف اہل اسلام ہیں بلکہ یوں کہئے کہ حقیقی عیسائی تو محمدی ہیں۔

پھر معترض کا یہ قول۔

ولیکن جب مکہ میں دشمنوں نے محمد صاحب ﷺ کا محاصرہ کیا نہ کوئی فرشتہ ان کو بچانے آیا نہ وہ آسمان پر پہنچائے گئے۔

صریح باطل اور جیتا جھوٹ ہے کہ واقعہ ہجرت بہت مشہور واقعہ ہے۔ اس میں احادیث کثیرہ

وارد ہیں۔ خود قران کریم میں بھی اس کو ان الفاظ میں بیان فرمایا:

واذیمکربك الذین کفروا لیثبتوك اویضلوك او یخرجوك ویمکرون ویمکرالله۔

(ع۱۴ج۹)

اورائے محبوب یاد کرو جب کافر تمہارے ساتھ مکر کرتے تھے تمہیں بند کرلیں یا شہید یا نکال دین اوروہ اپنا سا مکر کرتے تھے اور اللہ ان کے مکر کا جواب دیتا تھا۔

احادیث میں ہے کہ حضرت جبرئیل امین نازل ہوئے اور کفار کے مشورہ کی اطلاع دی جس کو مواہب لدنیہ میں نقل کیا۔

اتی جبرئیل النبی ﷺ فقال لاتبت هذه اللیلة علی فراشك الذی کنت تبیت علیه۔

(مواہب لدنیہ مصری ج۱ص۶۰)

حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں جبرئیل نازل ہوئے اور عرض کی کہ آپ اس رات اپنے بچھونے پر رات نہ گذاریں جس پر آپ شب باشی فرمایا کرتے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت جبرئیل امین بوقت ہجرت نازل ہوئے اورانہوں نے کفار کے تمام مشوروں کی اطلاع دی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رفیق بنانے کا حکم دیا۔ تو اس فرشتوں کے سردار کا نازل ہونا احادیث سے ثابت ہے۔ لہذا معترض کا قول کس قدر غلط وباطل ثابت ہوا۔

اب باقی رہا ہمارے نبی ﷺ کا مع جسم شریف کے آسمان پر جانا بکثرت احادیث معراج سے ثابت ہے جن کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ پھر اس میں بھی ہمارے نبی ﷺ کی خصوصیت وافضلیت یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام تو صرف فلک دوم ہی تک پہنچے اور ہمارے نبی ﷺ تو ہفت افلاک کو طے فرماتے ہوئے کرسی اور عرش عظیم تک پہنچے بلکہ بالائے عرش بہت سے حجابات کو طے کرتے ہوئے مقام دنی میں پہنچے۔ تو معترض کا ہمارے حضور کے آسمان پر جانے کا انکار کرنا نہ صرف غلط وباطل بلکہ اس کی انتہائی عداوت ہے۔ اسی بنا پر وہ دیدہ ودانستہ انکار کرتا ہے۔ پھر یہ معترض اسی واقعہ ہجرت کے متعلق کہتا ہے:

تمام لوگوں کی طرح پیادہ چل کر دشت پر خار سے گذرتے ہوئے دشمنوں کی نظر سے پوشیدہ ہوکر ایک تیرہ غار میں جاچھپے۔

معترض نے اس میں چار امور ذکر کئے (۱) پیادہ چلنا (۲) دشت پر خار سے گذرنا (۳) دشمنوں کی نظر سے پوشیدہ ہوجانا (۴) تیرہ غار میں چھپ جانا۔ ظاہر ہے کہ اگر یہ امور نبی کی نبوت ورسالت اور

اس کے فضل وکمال کے منافی ہوتے تو حضرت مسیح علیہ السلام کے لئے ان کا اثبات نہ ہوتا حالانکہ انجیل موجودہ میں ان امور کا حضرت مسیح کے لئے اثبات کیا گیا ہے۔

(۱) پیادہ چلنا اس کو تو ہر انجیل میں بکثرت جگہ دیکھ کہ حضرت مسیح پیادہ چلتے تھے اور ان کے بارہ شاگردان کے ہمراہ ہوتے اور بڑی بڑی بھیڑ ان کے پیچھے چلا کرتی تھی۔

(۲) اسی طرح دشت پر سے گذرنا اور بیابان طے کرنا۔

چنانچہ انجیل یوحنا باب ۱۱ آیت ۵۳۔

سو وے دشمن اسی روز سے آپس میں مشورت کرنے لگے کہ اسکو جان سے ماریں (۵۴) اس لئے یسوع یہودیوں میں آگے ظاہرانہ پھرا بلکہ وہاں سے بیابان کے نواحی کے افرائیم نام ایک شہر میں گیا اور اپنے شاگردوں کے ساتھ وہاں گذران کرنے لگا۔

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح دشمنوں کے خوف سے شہر افرائیم میں بیابان طے کرتے ہوئے پہنچے۔ اور دشت پر خار سے گذر کر یہودیوں سے چھپ گئے۔

(۳) اسی طرح دشمنوں کی نظر سے پوشیدہ ہو جانا بھی ابھی اسی عبارت سے ثابت ہو گیا کہ یسوع یہودیوں سے پوشیدہ ہوئے۔ نیز اسی انجیل یوحنا باب ۸ آیت ۵۹ میں ہے۔

تب انہوں (دشمنوں) نے پتھر اٹھائے کہ اسے ماریں پس یسوع اپنے تئیں پوشیدہ کیا اور ان کے بیچ سے گذر کر ہیکل سے نکلا اور یوں چلا گیا۔

اس میں صاف صریح ہے کہ حضرت مسیح دشمنوں کی نظر سے پوشیدہ ہو کر چلے گئے۔ اسی طرح غار میں چھپ جانا یہ بھی گذرا کہ حضرت مسیح شہر فرائیم میں دشمنوں کے خوف سے جا چھپے۔

نیز اسی انجیل یوحنا کے باب ۷ آیت ۱۔

بعد اس کے یسوع جلیل میں سیر کرتا رہا کہ یہودیہ میں سیر کرنا نہ چاہا اسلئے کہ یہودی اس کے قتل کی فکر میں تھے۔

اسی کے باب ۱۲ آیت ۳۶ میں ہے۔

یسوع نے یہ باتیں کہیں اور جا کے اپنے تئیں ان سے چھپایا۔

اس میں صاف ہے کہ حضرت مسیح اپنے آپ کو دشمنوں سے چھپاتے تھے اور جب چھپ جانا ہی کہا جائے گا تو اب چاہے وہ شہر میں ہو یا بیابان میں۔ مکان میں ہو یا غار میں۔ اجالے میں ہو

یا اندھیرے میں ہو۔ سب کو چھپ جانا ہی کہا جائے گا۔

بالجملہ جب حضرت مسیح علیہ السلام کے لئے انجیل میں یہ چار امور موجود ہیں۔ تو معترض نے ہمارے نبی ﷺ کے لئے ان چار امور کو بہ نظر اعتراض کیا سمجھ کر لکھا۔ اگر معترض کے نزدیک یہ امور ہمارے نبی علیہ السلام کے فضل وکمال اور نبوت ورسالت کے منافی ہیں۔ تو حضرت مسیح کے لئے بھی یہ امور ان کے فضل وکمال اور نبوت ورسالت کے ضرور منافی ہونگے۔ تو معترض اپنے اعتراض سے پہلے اگر اپنی کتاب انجیل کی تو تلاوت کر لیتا۔ پھر اعتراض کرنے کی ہمت نہ کرتا۔ لہذا یہ امور نہ نبی کے فضل وکمال کے خلاف۔ نہ نبی کی نبوت ورسالت کے منافی۔ تو معترض کا یہ قول از راہ عناد وعداوت ہے۔

پھر اپنی مزید عداوت کا اظہار ان الفاظ میں کرتا ہے:۔

پھر وہاں سے بھاگ کر مدینہ میں انصار کی پناہ میں داخل ہوئے۔

معترض نے اس میں دو باتیں کہیں۔ ایک ہمارے نبی ﷺ کے وطن اصلی چھوڑنے یعنی مکہ معظمہ سے ہجرت کرنے کو بھاگنا کہنا۔ دوسرے ان کے اقامت مدینہ کو انصار کی پناہ میں داخل ہونا قرار دیا۔ تو ہر دو امور اگر ان کے فضل وکمال اور نبوت ورسالت کے منافی ہیں تو انجیل میں یہ ہر دو امور یعنی وطن اصلی سے ہجرت کرنا اور دوسرے کسی مقام کو جائے قیام ٹھہرالینا حضرت مسیح علیہ السلام کے لئے نہ ذکر کئے جاتے جن کا ایک ذکر تو ابھی انجیل یوحنا باب ۱۱ آیت ۵۳ و ۵۴ کی عبارت میں گزرا کہ حضرت مسیح نے بخوف قتل اور یہودیوں کے جان سے مار دینے کے مشورے کے باعث اپنے وطن کو چھوڑ کر شہر افرائیم میں مع اپنے شاگردوں کے اقامت اختیار کر لی۔ تو کیا یہ گستاخ معترض اسکو بھی بھاگنے اور اپنے شاگردوں کی پناہ میں داخل ہونے سے ہی تعبیر کرے گا۔

نیز انجیل متی باب ۲ آیت ۱۳ میں ہے۔

خداوند کے ایک فرشتہ نے یوسف (جنھیں حضرت کا باپ اور مریم کا شوہر تجویز کیا کہ خواب میں دکھائی دیکے کہا اٹھ اس لڑکے اور اس کی ماں کو ساتھ لیکر مصر کو بھاگ جا اور وہاں رہ جب تک میں تجھے خبر نہ دوں کیونکہ ہیرودیس اس لڑکے کو ڈھونڈے گا کہ مار ڈالے۔

اور اسی باب کی پہلی آیت میں ہے:

اور جب یسوع ہیرودیس بادشاہ کے وقت یہودیہ کے بیت لحم میں پیدا ہوا۔

نیز اسی باب کی آخری آیات میں ہے

(۲۲) جب سنا کہ آرخلاؤس اپنے باپ ہرودیس کی جگہ یہودیہ پر بادشاہت کرتا ہے تو وہاں جانے سے ڈرا۔ اور خواب میں آگاہی پاکر جلیل کے اطراف میں روانہ ہوا (۲۳) اور ایک شہر جس کا نام ناصرت تھا جاکے رہا کہ وہ جو نبیوں نے کہا تھا پورا ہوا کہ وہ ناصری کہلائے گا۔

اسی انجیل کے باب ۴ آیت ۱۲ میں ہے۔

جب یسوع نے سنا کہ یوحنا گرفتار ہوگیا تب جلیل کو چلا گیا (۱۳) اور ناصرت کو چھوڑ کر کفر ناحم میں جو دریا کے کنارے زبوں اور نفتالی کی سرحدوں میں ہے جا رہا۔

ان آیات انجیل سے ظاہر ہوگیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام بھی اپنے جائے ولادت یہودیہ کے بیت لحم میں دشمنوں کے خوف کی وجہ سے قیام نہ کرسکے اور یوسف ان کو اور حضرت مریم سے بھی ہجرت کر کے کفر ناحم میں رہنے لگے۔ پھر وہاں سے بھی ہجرت کر کے شہر افرائیم میں اپنے شاگردوں کے ساتھ گذران کرنے گئے۔ تو اگر ایک مقام یا وطن سے ہجرت کر کے کسی دوسرے مقام کو دارالاقامہ بنالینا کوئی عیب یا قابل طعن چیز ہوتی تو حضرت مسیح کے لئے انجیل میں اس کا ذکر نہ کیا جاتا۔ لہذا ثابت ہوگیا کہ یہ چیز نہ کسی عیب ونقص کو لازم نہ نبوت ورسالت کے منافی۔

بالجملہ اس معترض نے ہمارے نبی پر اس بات کا اعتراض محض اپنی عداوت سے کیا تھا تو معترض کا اعتراض تو ختم ہوگیا۔ اب باقی رہا اس کا یہ گستاخانہ جملہ کہ "انصار کی پناہ میں داخل ہونا" نہایت سخت ہے کہ نبی خدا کے سوا کسی کی پناہ میں نہیں رہتا۔ اور انبیاء کرام کا اپنے جاں نثاروں میں رہنا تعلیم دین کے لئے ہوتا ہے۔ جس طرح حضرت مسیح اپنے بارہ شاگردوں کے ساتھ رہتے تھے۔ معترض اتنا بھی نہیں جانتا کہ والیان ملک اپنے ملازمین وخدام اور سپاہ وفوج کے ساتھ رہتے ہیں تو جس طرح کسی کم فہم کا یہ کہہ دینا کہ یہ والی ملک ملازمین وخدام کی پناہ میں داخل ہے انتہائی حماقت کی بات ہے اسی طرح اس معترض کا یہ جملہ کہنا انتہائی جہالت اور دلی عداوت کا ثمرہ ہے۔

پھر معترض کہتا ہے۔ "کیا یہ زمین آسمان کا فرق نہیں" میں بھی کہتا ہوں کہ بلاشک زمین وآسمان کا فرق موجود ہے (۱) حضرت مسیح نے تو یہودیہ سے مصر کی طرف ہجرت کی۔ پھر وہاں سے ناصرت کی طرف ہجرت کی۔ پھر وہاں سے کفر ناحم کی طرف ہجرت کی۔ پھر وہاں سے افرائیم کی طرف ہجرت کی۔ اور باوجود ان کے بھی بقول عیسائی دشمنوں سے محفوظ نہ رہے اور ہمارے نبی ﷺ نے صرف مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی اور دشمنوں نے اپنے انتہائی اجتماعی حملے کئے اور پسپا ہوئے

ناکام اور خائب وخاسر ہوکر واپس ہوئے۔ اور مدینہ طیبہ کو فتح نہ کر سکے بلکہ ہمارے حضور نبی کریم ﷺ ہی نے چند برس کے بعد مکہ مکرمہ کو فتح کرلیا۔

(۲) بقول عیسائیوں کے حضرت مسیح کو دشمنوں نے گرفتار کرلیا۔ اور ہمارے نبی ﷺ کو دشمن گرفتار نہ کر سکے۔

(۳) بقول عیسائیوں کے حضرت مسیح کو اعداء نے زدوکوب کی۔ اور ہمارے نبی ﷺ کو اعداء ایسی آزار وتکالیف نہ پہنچا سکے۔

(۴) بقول انجیل حضرت مسیح کو صلیب دی گئی۔ اور ہمارے نبی کو کفار قتل نہ کر سکے۔

(۵) بخیال عیسائی حضرت مسیح کو بوقت صلیب دینے کے کوئی فرشتہ انہیں بچانے کے لئے نہیں آیا اور ہمارے نبی ﷺ کی حفاظت کے لئے جنگ احد وحنین میں صدہا فرشتے نازل ہوئے۔

(۶) حضرت مسیح مع جسد عنصری صرف فلک دوم تک پہنچے اور ہمارے نبی علیہ السلام ہفت افلاک سے اوپر اور عرش اعظم سے بالاتر اسی جسم شریف کے ساتھ پہنچے۔

(۷) بقول معترض حضرت مسیح صرف بغرض حفاظت آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔ اور ہمارے نبی کو آسمانوں اور عرش وکرسی تک بغرض سیر وتفریح اور اکرام واعزاز لیجایا گیا۔ تو معترض دیکھے کہ حضرت مسیح اور ہمارے نبی علیہ السلام کے مدارج میں کس قدر زمین وآسمان کا فرق موجود ہے۔

پھر یہ معترض یہ کہتا ہے۔

دیگر انبیاء کرام بھی اگر دشمنوں سے بچایا ہے تو زمین ہی پر کسی کو بغرض حفاظت آسمان پر نہیں پہنچایا گیا۔ اگر مسیح بھی ویسا ہی ہوتا جیسے وہ تھے تو ان کی طرح زمین پر بچایا جا سکتا تھا۔

معترض کو دیگر انبیاء کرام کو دشمنوں سے بچایا جانا تو تسلیم ہے اگر چہ ان کی زمین ہی پر حفاظت ہوئی لیکن اس کی مروجہ انجیل حضرت مسیح کے لئے تو زمین پر بچانا بھی ثابت نہیں کرتی۔ بلکہ اس میں تو صاف موجود ہے کہ دشمنوں نے حضرت مسیح کو گرفتار بھی کیا۔ اور ان کو زدوکوب بھی کیا۔ یہاں تک کہ انہیں صلیب بھی دی۔ پھر انہوں نے درگاہ الٰہی میں اپنی حفاظت کے لئے دعا بھی کی مگر خدا نے ان کی کچھ مدد نہ کی اور بالآخر انہوں نے چلا کر اپنی جان دی ۔ تو پھر اس معترض کو کیا حق ہے کہ وہ دیگر انبیاء کرام کی حفاظت کا حضرت مسیح سے مقابلہ کرے۔ اور ان پر حضرت مسیح کی افضلیت کی دلیل حفاظت کو قرار دے۔ اور غلط نتیجہ نکالے کہ۔

آسمان پر حفاظت اس امر کی دلیل ہے کہ وہ تمام انبیاء سے نرالا اور افضل ہے۔

معترض پر پہلے تو یہ لازم تھا کہ وہ اپنی انجیلوں سے یہ ثابت کرتا کہ حضرت مسیح کو دشمن نہ گرفتار کر سکے نہ انہیں صلیب دے سکے۔ اور اس وقت فرشتہ آیا اور ان کو بغرض حفاظت آسمان کی طرف لے گیا ۔مگر انجیلوں میں تو اس کے خلاف نہایت صاف بیان ہے یہ ہے کہ انہیں دشمنوں نے پکڑ لیا اور صلیب دیدی۔ پھر صلیب سے ان کی لاش اتار کر سوتی کپڑے میں کفنا کر نئی قبر میں رکھدی اور قبر کے مونھ پر ایک پتھر رکھدیا۔ اور کئی دن پہرا لگا رہا۔ پھر بعد موت کے ان زندہ ہو جانا اور فرشتہ کا آنا اور آسمان پر لے جانا اس کو صرف مرقس اور لوقا کی انجیلوں نے ذکر کیا اور متیل اور یوحنا میں یہ بھی نہیں۔ اور یہاں بحث اس آسمان پر پہنچنے میں ہے جو قبل موت ہو اور یہ کسی انجیل سے ثابت نہیں۔ اور ان انجیلوں میں جو بعد صلیب کے آسمان کی طرف جانا مذکور ہے اس میں حضرت مسیح کی کوئی خصوصیت نہیں کہ اور انبیاء کرام بھی اس کے بعد آسمان پر پہنچے تو اس صورت میں معترض جو حضرت مسیح کا دیگر انبیاء کرام سے امتیاز ثابت کر رہا ہے تو یہ امتیاز غلط قرار پایا۔ اور جب یہ دلیل افضلیت ہی غلط ہے تو نتیجہ کیوں نہ غلط ہوگا۔

پھر اس معترض نے اپنی دلی عداوت کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے۔

اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صاحب مسیح کے ہم رتبہ ہوتے تو ضرور دشمنوں سے محصور ہونے کے موقع پر پہنچائے جاتے اور زمین پر بھاگ بھاگ کر غاروں میں چھپنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افضل تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے دشمنوں سے حفاظت کی جگہ بھی ایسی مقرر فرمائی جو حضرت مسیح کی حفاظت کی جگہ سے افضل ہے کہ سرزمین مدینہ طیبہ اللہ تعالیٰ کی محبوب جگہ ہے۔

علامہ نور الدین سمہودی وفاء الوفا میں فرماتے ہیں:

انها احب البقاع الى الله تعالىٰ ويؤيده انه تعالىٰ اختارها للحبيبه صلی اللہ علیہ وسلم حيا وميتا فهى محبوبة الى الله تعالىٰ ورسوله وسائر المومنين ۔ (وفاء الوفا مصری ج ۱ ص ۱۵)

بیشک مدینہ شریف اللہ کے نزدیک محبوب ترین بقعہ ہے اور اس کی یہ بات تائید کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حیات اور بعد وفات کے لئے چن لیا۔ تو یہ مدینہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور تمام مسلمانوں کا محبوب ہے۔

پھر اس مدینہ طیبہ میں بھی خاص کردہ بقعہ شریفہ جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آرامگاہ ہے وہ تمام آسمان

کے بقعوں بلکہ عرش عظیم سے بھی افضل ہے۔ چنانچہ یہی علامہ سمہودی اسی وفاء الوفاء میں فرماتے ہیں اور علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

وقع الاجماع علی ان افضل البقاع الموضع الذی ضم اعضاء ہ الکریمۃ صلوات اللہ وسلامہ علیہ حتی من الکعبۃ لحلولہ فیہ بل نقل التاج السبکی عن ابن عقیل الحنبلی انہ افضل من العرش وصرح الفاکہانی بتفضیلہ علی السموات۔

(وفاء الوفاج اص ۳۰ زرقانی ج اص ۳۴)

اس پراجماع منعقد ہے کہ افضل بقعہ وہ مقام ہے جو حضور ﷺ کے اعضاء شریفہ سے متصل ہے یہاں تک وہ ان کے تشریف فرما ہونے کی وجہ سے کعبہ سے بھی افضل ہے بلکہ تاج سبکی نے ابن عقیل حلبی سے نقل کیا کہ وہ عرش سے بھی افضل ہے اور علامہ زرقانی نے اس کے آسمانوں سے افضل ہونے کی تصریح کی۔

ان عبارات سے ثابت ہوگیا کہ ہمارے نبی ﷺ کی ہجرت کا شہر اللہ تعالیٰ کا محبوب مقام ہے اور ان کی آرام گاہ کے لئے وہ بقعہ مبارکہ منتخب فرمایا جو نہ صرف آسمانوں بلکہ عرش عظیم سے بھی افضل ہے۔

اب رہی ہمارے نبی ﷺ کی حفاظت یہ اللہ تعالیٰ نے ایسی کی کہ ان کے دشمنوں کو یا تو ان کا مطیع وفرمانبردار کردیا کہ انہوں نے اپنے مال واولاد، اور عزت وجان سب کچھ ان کے قدموں پر قربان کردیا اور اپنی غلامی ونیازمندی کی وہ نظیر قائم کردی جن کا نام سنکر دشمن لرز جایا کرتے تھے۔ اور ان کے جن دشمنوں نے ادنی سرکشی کی اور ان کی غلامی کو قبول نہ کیا تو پھر ان کو کہیں غاروں میں چھپنے اور کہیں بھاگ بھاگ کرجان بچانے کی مہلت نہ مل سکی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے بروبحر میں۔ دشت وجبل میں۔ زمین وآسمان میں۔ ہمارے نبی ﷺ کی سلطنت کے پھریرے لہرائے۔ اور تحت الثری سے عرش تک ان کے تحت تصرف کردیا۔

بالجملہ ہمارے نبی ﷺ کی ان کے رب نے یہ حفاظت کی اور ان کے دشمنوں کو ہلاک کردیا۔ معترض عداوت کی عینک اتار کر نظر انصاف سے دیکھے۔

اعتراض نمبر ۶۔ مسیح کا بجسد عنصری آسمان پر رہنا اور حوائج بشری کا باوجود جسم بشر منفک ہونا یعنی خوردونوش سے فارغ ہونا اور باوجود بشریت الآن کما کان کا مصداق بنے رہنا مسلمات اسلام سے ہے۔ برخلاف اس کے دیگر تمام بنی آدم کی نسبت قرآن میں یوں مرقوم ہے۔

فیھا تحیون وفیھا تموتون ومنھا تخرجون الم نجعل الارض کفاتا احیاء واموانا۔

یعنی بنی آدم کے واسطے قانون الٰہی یہ ہے کہ ان کا پیدا ہونا اور مرجانا جینا اور نشر وحشر سب کچھ زمین پر ہی ہوگا۔ اس سے صاف ظاہر ہے بشر زمین ہی پر رہ سکتا ہے۔ خواہ وہ رسول ہو یا نبی۔ اگر کوئی شخص بشر کہلا کر بھی آسمان پر رہ سکے تو ماننا پڑے گا کہ وہ تمام بنی آدم سے نرالی بشریت رکھتا ہے۔ پھر تمام انبیاء کے حق میں مرقوم ہے۔

ماجعلنا ھم جسدا لایاکلون الطعام وماکانوا خلدین۔

پس جو کوئی باوجود جسد عنصری کھانے پینے کے بغیر زندہ رہ سکے وہ تمام انبیاء سے نرالا وافضل ہے۔ اس آیت کو غلط ماننا پڑے گا۔ تقریبا دو ہزار سال سے بلا خورد ونوش آسمان پر زندہ ہے وہ ان رسل وانبیاء میں شمار نہیں ہوسکتا جن کی زندگی کا مدار کھانے پینے پر ہے جبکہ محمد صاحب ان اوصاف سے خالی ہیں تو مسیح ان سے افضل ہوئے۔

جواب:۔ حضرت مسیح علیہ السلام کا مع جسم کے آسمان پر رہنا اور حوائج بشری خورد ونوش وغیرہ سے جدا ہونا اور اپنی اسی حیات پر باقی رہنا اہل اسلام کے مسلمات سے ہے۔ لیکن عیسائیوں کو اس سے استدلال کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں کہ ان کے نزدیک تو حضرت مسیح کو صلیب دیدی گئی، اور ان کی روح اس جسم سے جدا ہوگئی، اور یہ حیات ختم ہوگئی یہانتک کہ ان کو دفن کردیا گیا، تو وہ اس جسد عنصری کے ساتھ قبل موت آسمان پر نہیں لے جائے گئے۔ اب رہا بعد موت کے زندہ ہوکر آسمان پر جانا اور وہاں رہنا یہ حضرت مسیح ہی کے ساتھ خاص نہیں اور انبیاء بھی بعد موت کے زندہ ہوکر آسمان پر رہتے ہیں۔ علاوہ بریں مسلمات اسلام سے اس معترض کو کیا واسطہ۔ کہ اسلام کے مسلمات سے جس طرح حضرت مسیح کی حیات اور ان کا آسمان دوم پر رہنا ہے اسی طرح حضرت ادریس علیہ السلام کا آسمان پر زندہ ہوکر رہنا ہے کہ وہ بھی مسلمات اسلام سے ہے۔

چنانچہ علامہ بغوی تفسیر معالم التنزیل میں اور علامہ خازن تفسیر خازن میں فرماتے ہیں:

قالوا اربعة من الانبیاء احیاء اثنان فی الارض وھما الخضر والیاس واثنان فی السماء ادریس وعیسیٰ۔ (خازن ج ۴ ص ۲۰۴)

اکابر علماء نے فرمایا انبیاء سے چار حضرات زندہ ہیں۔ دو تو زمین میں ہیں۔ ایک حضرت خضر دوسرے حضرت الیاس۔ اور دو آسمان میں حضرت ادریس اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام۔

حضرت مسیح علیہ السلام افلاک دوم پر ہیں اور حضرت ادریس فلک چہارم پر ہیں۔ تو معترض آسمان پر ہونے کی بناپر جوامور حضرت مسیح کے لئے ثابت کرتا ہے وہ امور حضرت ادریس علیہ السلام کے لئے بھی ثابت ہونگے۔ لہذا اسی بناپر وہ حضرت مسیح کے لئے جوامور مخصوص کرنا چاہتا تھا تو وہ خصوصیت ختم ہوگئی کہ حضرت ادریس علیہ السلام بھی ان امور میں شریک ثابت ہوئے۔

اب معترض کا یہ قول۔

برخلاف اس کے دیگر تمام بنی آدم کی نسبت قرآن میں یوں مرقوم ہے: فیھا تحیون وفیھا تموتون ومنھا تخرجون الم نجعل الارض کفاتا احیاء واموا تا۔ یعنی بنی آدم کے واسطے قانون الٰہی یہ ہے کہ ان کا پیدا ہونا اور مرجانا جینا اور نشر وحشر سب کچھ زمین پر ہی ہوگا اس سے صاف ظاہر ہے بشر زمین ہی پر رہ سکتا ہے۔ خواہ وہ رسول ہو یا نبی۔

اس کی جہالت کی دلیل ہے کہ حضرت مسیح بھی زمین ہی پر پیدا ہوئے اور ایک سوبیس سال قبل رفع اور چالیس برس بعد نزول اسی زمین پر رہے اور رہیں گے۔ اور بعد نزول بعد چالیس سال کے اسی زمین پر ان کی وفات ہوگی۔ اور اسی زمین میں مدفون ہونگے یہ تو اہل اسلام کا اعتقاد ہے۔ اور مذہب عیسائیت میں بھی ان کی پیدائش اسی زمین ہی پر ہوئی پھر وہ زمین ہی پر رہے یہاں تک کہ انہیں زمین ہی پر صلیب دی گئی۔ اور وہ بعد صلیب زمین ہی میں دفن ہوئے۔ اور نشر وحشر تو ہوگا ہی زمین پر۔ تو ان امور میں حضرت مسیح تمام بنی آدم کے خلاف ہی کب ثابت ہوئے۔ حضرت مسیح کو اس سے مستثنیٰ ثابت کرنے کی سعی کرنا نادانی نہیں تو کیا ہے۔

پھر معترض کا یہ دعوی۔

کہ بشر زمین ہی پر رہ سکتا ہے خواہ وہ رسول ہو یا نبی۔

بلا دلیل ہے اسے چاہئے تھا کہ وہ اس پر پہلے دلیل قائم کرتا لیکن وہ یہ بلاسوچ سمجھ لکھ گیا کیونکہ یہ اگر اس کو تسلیم ہے آدم علیہ السلام تک تحریر ہے تو ان باتوں کا نتیجہ یہ نکل آیا کہ یہ عیسائی معترض حضرت مسیح کے آسمان پر رہنے کا منکر ہے اور یہ انکار نہ فقط مذہب اسلام بلکہ مذہب عیسائیت کے بھی خلاف ہے۔

پھر معترض کا قول۔

اگر کوئی شخص بشر کہلا کر بھی آسمان پر رہ سکے تو ماننا پڑے گا کہ وہ تمام بنی آدم سے نرالی بشریت رکھتا ہے۔

خود اپنا ہی رد ہے کہ یہ معترض اگر حضرت مسیح کے لئے آسمان پر رہنے کو تسلیم کرتا ہے تو انہیں بشر مانے گا یا نہیں۔ اگر انہیں بشر نہیں مانتا تو یہ انجیل کے خلاف ہے کہ انجیل میں انہیں بشر اور بنی آدم کہا گیا جس کی عبارات پیش کی جا چکیں۔ تو یہ خود اپنے قول کہ بشر زمین ہی پر رہ سکتا ہے کے خلاف لازم آتا ہے۔ لہذا اگر معترض حضرت مسیح کا قیام آسمان پر مانتا ہے تو یہ بھی اسی کے قول سے غلط اور اگر نہیں مانتا تو یہ بھی اسی کے کلام سے غلط۔ تو معترض اپنی اس گتھی کو سلجھائے۔

پھر اسکا یہ قول۔

وہ تمام بنی آدم سے نرالی بشریت رکھتا ہے۔

مزید جہالت ہے کہ جس میں نرالی بشریت ہوگی وہ بشر بھی ہوگا یا نہیں۔ اگر بشر ہوگا تو اس پر احکام بشر مرتب ہونگے تو وہ بقول معترض زمین ہی پر رہ سکتا ہے اور اس کے لئے آسمان کا رہنا ثابت نہیں ہو سکتا۔ اور اگر وہ بشر نہ ہوگا تو اس میں نرالی بشریت رکھنے کا کیا مقصد ہے۔ کیا اتصاف صفت کے باوجود کوئی شئی متصف بمشتق نہ ہوگی۔ کیا برف میں نرالی سفیدی نہیں پائی جاتی؟۔ کون کہہ سکتا ہے نہیں پائی جاتی۔ تو کیا اس کو سفید نہیں کہا جا سکتا۔ تو ظاہر ہو گیا کہ جس میں نرالی بشریت پائی جائے تو وہ بشر ہی کہلائے گا، پھر جب بشر ہوگا تو اس پر احکام بشر کیونکر متعلق نہ ہونگے۔ حضرت ادریس بشر کہلا کر ہی آسمان پر رہتے ہیں تو معترض کو نرالی بشریت ان میں بھی ماننی پڑے گی۔ لہذا معترض حضرت مسیح کے لئے جو خصوصیت ثابت کرنا چاہتا تھا وہ استدلال ہی ختم ہو گیا اور اس کی ساری تعمیر ہی سر بخاک ہو گئی۔

پھر یہ معترض کہتا ہے:

پھر تمام انبیاء کے حق میں مرقوم ہے: ماجعلنا هم جسدا لایاکلون الطعام وما کانوا خلدین۔

پس جو کوئی باوجود جسد عنصری کھانے پینے کے بغیر زندہ رہ سکے وہ تمام انبیاء سے نرالا و افضل ہے یا اس آیت کو غلط ماننا پڑے گا۔

اس آیت کریمہ میں فرمایا گیا ہے وہ حق ہے فی الواقع تمام انبیاء کرام جب تک زمین پر رہے کھاتے پیتے رہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام بھی آسمان پر اٹھائے جانے سے قبل ایک سو بیس برس تک زمین پر رہے، تو وہ بھی کھاتے پیتے رہے معترض اس کا تو انکار ہی نہیں کر سکتا۔ لیکن معترض نے اس آیت کریمہ کو کس لئے پیش کیا کہ اس آیت سے معترض کے استدلال کا تو کوئی مقدمہ ثابت نہیں ہوتا۔ تو یہ

آیت معترض کو تو کچھ مفید نہیں۔ اس لئے کہ معترض کا استدلال ان مقدمات پر مبنی ہے۔

(۱) مقدمہ اولی آسمان پر بھی کھانے پینے کے لئے وہی چیزیں ہیں جو زمین پر تھیں۔

(۲) مقدمہ ثانیہ جسد عنصری آسمان پر بھی بلا کھائے پیئے زندہ نہیں رہ سکتا۔

(۳) مقدمہ ثالثہ جو کوئی باوجود جسد عنصری کے بلا کھائے پیئے زندہ رہ سکے وہ تمام انبیاء سے نرالا وافضل ہوتا ہے۔

(۴) مقدمہ رابعہ حضرت مسیح آسمان پر بجسد عنصری بلا کھائے پیئے زندہ ہیں۔

معترض پر پہلے یہ لازم تھا کہ ان مقدمات کو دلائل سے ثابت کرتا پھر اس کو یہ نتیجہ نکالنے کا حق حاصل تھا کہ حضرت مسیح جب آسمان پر بجسد عنصری بلا کھائے پیئے زندہ موجود ہیں تو وہ تمام انبیاء سے افضل ہیں۔ اور جب اس کے مقدمات ہی کسی دلیل سے ثابت نہ ہو سکے تو اس کا نتیجہ کس طرح تسلیم ہو سکتا ہے۔ اور جب معترض کی یہ کمزوری تھی تو پھر استدلال کرنے کا کیوں شوق اٹھا تھا۔ اور اگر اس سے بھی قطع نظر کیجئے تو حضرت مسیح جس طرح آسمان پر بجسد عنصری بلا کھائے پیئے زندہ ہیں اس طرح حضرت ادریس علیہ السلام بھی آسمان پر بجسد عنصری بلا کھائے پیئے زندہ ہیں۔ تو کیا معترض اپنے اس استدلال کی بنا پر حضرت ادریس علیہ السلام کو بھی تمام انبیاء سے افضل مانے گا؟۔ اور حضرت مسیح کی اس بات میں کوئی خصوصیت نہیں ہوئی کہ یہ چیز حضرت ادریس علیہ السلام کے لئے بھی ثابت ہوئی۔ بالجملہ معترض کے اس استدلال کا تو خاتمہ ہو گیا۔

پھر یہ معترض اس پر تفریح کرتا ہے۔

کہ مسیح تقریبا دو ہزار سال سے بلا خورد و نوش کے آسمان پر زندہ ہیں۔

معترض نے یہ بات کہہ کر اور اپنے اوپر الزام قائم کر لیا کہ حضرت مسیح اگر آسمان پر تقریبا دو ہزار سال سے بلا خورد و نوش کے زندہ ہیں تو حضرت ادریس علیہ السلام تو آسمان پر تقریبا چھ ہزار سال سے بلا خورد و نوش کے زندہ ہیں۔ تو اگر مدار فضیلت اسی پر ہے تو حضرت ادریس حضرت مسیح سے دوگنے زائد افضل ثابت ہوئے۔ اور باوجودیکہ حضرت مسیح حضرت ادریس سے افضل ہیں علیہما السلام۔ تو ثابت ہو گیا کہ معترض کا اس کو مدار فضیلت ٹھہرانا غلط و باطل تھا۔

پھر معترض کا یہ نتیجہ نکالنا کہ۔

وہ (حضرت مسیح) ان رسل وانبیاء میں شمار نہیں ہو سکتا جن کی زندگی کا مدار کھانے پینے پر ہے۔

یہ بھی غلط ہے۔ حضرت مسیح ایک سوبیس برس تک قبل رفع زمین پر رہے اور کھاتے پیتے رہے۔ تو ان کا شمار ان رسل وانبیاء ہی میں ہوا جن کی زندگی کا مدار کھانے پینے پر تھا۔ پھر جب آسمان پر تشریف لے گئے تو ان کا شمار ان رسل وانبیاء میں ہوا جن کی آسمانی زندگی ہے اور وہ دنیا کے۔ سے کھانے پینے سے پاک ہیں۔ جیسے حضرت ادریس علیہ السلام۔ لہذا حضرت مسیح کا شمار بہر صورت رسل وانبیاء ہی میں رہا۔ اب جو معترض حضرت مسیح کو رسل وانبیاء کی شمار سے خارج کرتا ہے تو اس کا ایک پہلو تو یہ ہے کہ وہ انہیں مرتبہ نبوت ورسالت ہی سے گرانا چاہتا ہے اور اس عیسائی معترض سے یہ بعید بھی نہیں کہ پولس رسول کے خط میں جو گلتیوں کو ہے اس کے باب ۳ درس ۱۳ میں ہے۔

مسیح نے ہمیں مول لیکر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کہ وہ ہمارے بدلے میں لعنت ہوا کیونکہ لکھا ہے جو کوئی کاٹھ پر لٹکایا گیا سو لعنتی ہے۔

اس میں صاف الفاظ میں حضرت مسیح کو ملعون ولعنتی کہا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ تو جو ملعون ہو وہ مرتبہ نبوت ورسالت پر کیسے فائز ہو سکتا ہے۔ لہذا جس قوم نے حضرت مسیح کو ملعون ولعنتی کہدیا تو وہ انہیں رسل وانبیاء میں کس طرح شمار کر سکتے ہیں۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ وہ حضرت مسیح کے لئے مرتبہ نبوت ورسالت سے بالاتر وصف الوہیت ثابت کرنا چاہتا ہے، اسی بنا پر انہیں رسل وانبیاء کی شمار سے خارج کرتا ہے۔ تو یہ بھی عیسائیوں کا مذہب ہے کہ وہ حضرت مسیح کو خدا بیٹا یا خدا بلکہ خدا سے بھی افضل کہتے ہیں۔ ان کو خدا کا بیٹا یا خدا کہنا تو انجیلوں میں بکثرت مقامات میں ہے لیکن ان کے خدا سے افضل ہونے کی عبارت سنئے۔

انجیل یوحنا باب ۱۷ کی پہلی آیت میں ہے۔

یسوع نے یہ باتیں فرمائیں اور اپنی آنکھیں آسمان کی طرف اٹھائیں اور کہا اے باپ گھڑی آپہنچی ہے اپنے بیٹے کو جلال بخش تا کہ تیرا بیٹا بھی تجھے جلال بخشے۔

اس میں صاف طور پر خدا کے لئے مسیح کا جلال بخشنے والا قرار دیا تو مسیح کو خدا سے افضل بنادیا۔ لہذا جب عیسائی کے نزدیک حضرت مسیح خدا یا خدا سے افضل ہوئے تو وہ انہیں رسل وانبیاء میں کیسے شمار کر سکتا ہے۔ تو معترض کی اس عبارت کے ہر پہلو غلط وباطل ثابت ہوئے۔

پھر یہ معترض آخر میں اپنی عداوت کا اظہار کرتا ہے۔

جب کہ محمد صاحب ان اوصاف سے خالی ہیں تو مسیح ان سے افضل ثابت ہوئے۔

معترض نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ بالکل غلط وباطل کہا کہ ہمارے حضور کا آسمان پر بجسد

عنصری تشریف لے جانا تو اوپر ثابت کر دیا گیا۔ اب باقی رہا بلا کھائے پیئے زندہ رہنا تو یہ وصف تو ہمارے حضور کے غلاموں کے لئے ثابت ہے۔

چنانچہ علامہ یافعی نے روض الریاحین میں نقل کیا:

قال الفضيل فوالله لقد بقيت عشرة ايام لم اطعم طعاما ولم اشرب شرابا ۔

(روض الریاحین مصری ص ۵۲)

حضرت فضیل بن عیاض نے فرمایا خدا کی قسم میں دس دن بغیر کھانا کھائے اور بلا پانی پیئے زندہ رہے جاؤنگا۔

یہی علامہ یافعی اسی کتاب میں شیخ ابوعبدالرحمٰن میں خفیف کا واقعہ تحریر فرماتے ہیں:

قال لم اكل اربعين يوما ولم ادخل على الجنيد وخرجت ولم اشرب و كنت على طهارتي ۔

(روض الریاحین ص ۸۵)

حضرت ابوعبدالرحمٰن نے فرمایا میں نے چالیس دن کھانا نہ کھایا اور حضرت جنید کی خدمت میں حاضر نہ ہوا اور میں نے نکل کر پانی نہ پیا اور اپنی طہارت ہی پر رہا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اخبار الاخیار شریف میں حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذکر میں خود ان کا کلام نقل فرماتے ہیں:

تا مدت چہل سال نماز فجر ربوضوء عشا می گزاردم و پانزدہ سال بعد از ادائے نماز عشا قرآن مجید استفتاح می نمودم و بریکجائے ایستادہ و دست در میخ دیوار زدہ تا وقت سحر ختم کردم و از ہمہ روز تا چہار روز می گذشت کہ قوت نمی یافتم و خواب نمی کردم و تا یازدہ سال در برج بغداد کہ اورا بجہت طول مکث من درو ے برج عجمی گویند مشغول بودم و باخدا عہد می بستم کہ نخورم تا نخورانند و مدتہائے مدید بریں بگذشت و عہد نمی شلستم و ہرگز عہدے کہ باخدا بستم نہ شلستم۔

(اخبار الاخیار مجتبائی ص ۱۱و۱۲)

(حضور غوث اعظم نے فرمایا) میں نے چالیس سال تک نماز فجر عشاء کے وضو سے ادا کی اور پندرہ سال تک نماز عشاء کے بعد سے قرآن کریم شروع کیا اور ایک قدم پر کھڑے ہو کر اور ہاتھ دیوار کی میخ پر رکھ دیا وقت سحر تک ختم کر دیا اور تین روز سے لیکر چالیس روز گذر جاتے کہ کھانا نہ پاتا اور سو نہ سکا اور

گیارہ سال تک اس برج میں رہا جسکو بغداد میں میرے قیام کی وجہ سے برج عجمی کہتے مشغول رہا اور میں نے خدا سے عہد کیا کہ میں جب تک نہ کھاؤں گا یہاں تک تو کھلائے اور اسی حال میں ایک عرصہ دراز گذر گیا لیکن میں نے اپنا عہد نہ توڑا اور میں جو بھی عہد خدا سے کرتا اس کو ہرگز نہ توڑتا۔

ان واقعات سے ثابت ہوگیا کہ یہ اولیائے کرام زمیں پر رہنے کہ باوجود بھی اس قدر مدت تک بلا کھائے پیئے زندہ رہے تو جن کے غلام ان اوصاف سے خالی نہیں انکے آقا کیسے خالی ہوسکتے ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تمام انبیاء کرام کو جو اوصاف عطا ہوئے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ سب عطا فرمائے گئے اور ہمارے حضور کو جو وصف بھی ملا اس میں ان کا کوئی مثل ونظیر نہیں۔ حضور صوم وصال رکھتے تھے یعنی پے در پے کئی روز تک نہ کھانا کھاتے نہ پانی پیتے اور بلا افطار کے روزہ پر روزہ رکھتے تھے۔ صحابہ کرام نے بھی صوم وصال رکھنا شروع کیا تو حضور نے انہیں منع فرمایا۔ اس حدیث شریف کو بخاری شریف و مسلم شریف نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان الفاظ میں روایت کی۔

قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ایاکم والوصال قالوا فانك تواصل یارسول الله قال انی لست فی ذاتکم مثلکم انی ابیت یطعمنی ربی ویسقینی فاکلفوا من العمل مالکم به طاقة۔ (بیہقی شریف ج ۴ ص ۲۸۲)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے آپ کو وصال سے بچاؤ صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ تو صوم وصال رکھتے ہیں فرمایا میں تمہارے مثل ہرگز نہیں ہوں میں تو رات گذارتا ہوں اور میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اور تمہیں اس عمل طاقت نہیں۔

اس حدیث شریف سے ثابت ہوگیا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک ہی بے مثال ہے اور وہ اس وصف میں بھی بے مثل ہیں تو ہمارے حضور کا اپنی ذات وصفات میں کوئی بشر مثل ونظیر نہیں ہوا نہ اب ہے نہ آئندہ ہوسکتا ہے۔ لہذا نہایت روشن طور پر ثابت ہوگیا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم افضل الخلق خیر البشر ہیں حضرت مسیح علیہ السلام ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل نہیں۔

اعتراض نمبر ۷۔ مسیح کا مردوں کو زندہ کرنا اہل اسلام نے از روئے قرآن تسلیم کیا ہے اور احیاء موتے بڑی طاقت سے بالاتر ہے اور فقط الوہیت سے مخصوص ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کہتا ہے "هو الذی یحی ویمیت" خدا کسی کو اپنی صفات مخصوصہ میں شریک نہیں کرتا۔ پس خاصۂ الوہیت میں سوا مسیح کے کوئی دوسرا شریک نہیں۔ کیا محمد صاحب نے بھی کوئی مردہ زندہ کیا۔ بتوسط مولانا مولوی مبین

صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ

جواب: ۔حضرت مسیح علیہ السلام کا احیاء موتے کا معجزہ قرآن کریم سے ثابت ہے اور اہل اسلام کے نزدیک یہ حق ہے اور حقیقۃ اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت اور تصرف سے تھا کہ حضرات انبیاء کرام اللہ تعالیٰ کے صفات مظہر ہوتے ہیں اب باقی رہا معترض یہ قول۔

اور احیاء موتے بڑی طاقت سے بالاتر ہے اور فقط الوہیت سے مخصوص ہے۔ چنانچہ قرآن کہتا ہے ھو الذی یحی و یمیت خدا کسی کو اپنی صفات مخصوصہ میں شریک نہیں کرتا۔

بایں مراد صحیح ہوسکتا ہے کہ احیاء موتے مخلوق کی ذاتی طاقت سے تو یقیناً بالاتر ہے اور خالق تبارک وتعالیٰ کی صفت خاص ہے اور جب یہ اس کی منجملہ صفات سے ہے تو اس کا ذاتی قدیم۔ ازلی۔ ابدی ہونا ظاہر ہے۔ اور خدا کی کسی صفت میں کوئی مخلوق اس لئے شریک نہیں ہوسکتی کہ مخلوق خود حادث تو اس کی کوئی صفت نہ تو ذاتی ہوسکتی ہے نہ قدیم نہ ازلی ہوسکتی ہے نہ ابدی۔ تو مخلوق کی جو بھی صفت ہوگی وہ حادث عطائی اور غیر ازلی ہوگی۔ لہذا اسقدر باتوں کا فرق ہوتے ہوئے کوئی مخلوق خدا کی کسی صفت میں کسی طرح شریک ہوسکتا ہی نہیں۔ احیاء موتے کے صفت بھی اللہ تعالیٰ کی ذاتی۔ قدیم۔ ازلی۔ ابدی صفت ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام یا اور کسی مخلوق کے لئے اگر یہ صفت چابت ہوگی تو حادث عطائی غیر ازلی غیر ابدی صفت ہوسکتی ہے تو احیاء موتے کے صفت میں حضرت مسیح یا اور کوئی مخلوق خدا کا شریک نہیں ہوسکتا۔

اب معترض کا اس کے خلاف یہ کہنا۔

پس خاصۂ الوہیت میں سوا مسیح کے کوئی دوسرا شریک نہیں۔

سراسر غلط و باطل ہے۔ معترض نے حقیقۃ اس میں اپنے مذہب باطل کا اظہار کیا اور صاف الفاظ میں یہ اقرار کیا کہ حضرت مسیح خاصۂ الوہیت میں خدا کے شریک ہیں۔ یعنی حضرت مسیح بھی خدا کے سوا دوسرے اور خدا ہیں۔ اس عقیدہ کو اسلام نے تو منافی توحید اور صریح کفر وشرک اور باطل عقیدہ قرار ہی دیا لیکن اور کتب الہیہ نے بھی اس کو شرک ٹھہرایا۔ بلکہ موجودہ انجیل نے بھی اس کو باطل بتایا۔

چنانچہ مرقس باب ۱۲ آیت ۲۹۔

یسوع نے اس سے جواب میں کہا ک[illegible] حکموں میں اول یہ ہے کہ اے اسرائیل سن لو وہ خدا جو ہمارا خدا ہے ایک ہی خداوند ہے۔

اسی باب کی آیت ۳۲ میں ہے۔

کیونکہ خدا ایک ہے اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔

اس میں نہایت صاف الفاظ میں کہا کہ خدا ایک ہی ہے اسکے سوا اور کوئی خدا نہیں۔ لہذا معترض کا کافر و مشرک ہونا نہ فقط مذہب اسلام سے بلکہ انجیل سے بھی ثابت ہو گیا۔ اب معترض پر توبہ کرنا لازم ہے۔ اس معترض نے اپنی قلبی عداوت کا ان الفاظ میں اظہار کیا۔

کیا محمد صاحب نے بھی کوئی مردہ زندہ کیا ہے۔

معترض ہمارے نبی ﷺ کے متعلق کیا دریافت کرتا ہے۔ ان کی شان تو بہت ارفع ہے ان کے غلاموں نے بلکہ۔ امان غلام نے مردوں کو زندہ کر دیا ہے۔ بخیال اختصار چند واقعات نہایت معتبر و مستند کتابوں سے نقل کرتا ہوں۔

علامہ ابن حجر مکی فتاوی حدیثیہ میں نقل فرماتے ہیں۔

احد کبار مشائخ رسالة القشيرية انه خرج غازيا فی سرية فمات المهر الذی تحته وهو فی البرية فقال رب اعرناه حتی نرجع الی تسترفاذا المهر قائم فلما غز اورفع الی تستر قال لابنه يابنی خذالسرج عن المهر فقال انه عرق فيضره الهواء فقال يابنی انه عارية فاخذ السرج فوقع المهر ميتا۔ (فتاوی حدیثیہ مصری ص ۲۱۵)

رسالہ قشیریہ کے مشائخ کبار سے ایک صاحب غزوہ کے لئے ایک لشکر میں نکلے تو ان کا گھوڑا جو ان کی سواری میں تھا مر گیا اور وہ بیابان میں ہیں۔ عرض کی: اے پروردگار ہم اس کو شہر تستر تک واپسی ہونے تک مانگتے ہیں تو وہ کھڑا ہوا۔ پس جب وہ غزوہ کر کے تستر تک واپس ہوئے تو اپنے بیٹے سے کہا اے بیٹے گھوڑے سے زین کو اتار۔ عرض کیا اس کو پسینہ آ رہا ہے اور ہوا نقصان دے گی۔ فرمایا: اے بیٹے یہ مانگا ہوا ہے۔ اس نے جب زین اتاری تو وہ گھوڑا مر کر گر پڑا۔

اسی فتاوی حدیثیہ میں رسالہ قشیریہ سے ناقل ہیں۔

انه انطلق للغزو علی حماره فمات فتوضأ وصلی ودعاالله ان يبعث له حماره ولايجعل عليه منه لاحد فقام الحمار ينفض اذنيه۔

(فتاوی حدیثیہ مصری ص ۲۱۵ و خصائص عن البیہقی ص ۶۸)

ایک بزرگ غزوہ کے لئے اپنے گدھے پر روانہ ہوئے وہ گدھا مر گیا تو انہوں نے وضو کر کے نماز پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گدھے کے زندہ ہو جانے کی دعا کی کہ کسی کا ان پر احسان نہ ہو، پس وہ

گدھا کھڑا ہو گیا اور اپنے کان جھاڑنے لگا۔

اسی میں حضرت امام یافعی سے ناقل ہیں۔

ان الشیخ الاھدل کانت عندہ ھرۃ بطعمھا فضربھا الخادم فقتلھا ورماھا فی حزبۃ فسالہ الشیخ عنھا بعد لیلتین او ثلاث فقال لاادری فناداھا الشیخ فاتت الیہ اطعمھا علی عادتہ۔

حضرت شیخ اہدل کے پاس ایک بلی تھی جس کو وہ کھانا کھلاتے اس کو خادم نے مارا اور قتل کر کے اسے ویرانہ میں پھینک دیا۔ شیخ نے دو یا تین شب کے بعد خادم سے بلی کو دریافت کیا اس نے جواب دیا میں نہیں جانتا۔ تو شیخ نے بلی کو پکارا وہ آپ کے پاس آ گئی تو اسے حسب عادت کھانا کھلایا۔

اسی میں ہے جس کی سند پانچ طریق سے اجلاء مشائخ سے ہے۔

ان القطب الشیخ عبدالقادر نفع اللہ بہ جاء ت الیہ امرأۃ بولدھا وخرجت عنہ للہ ولہ فقبہ ثم امرہ بالمجاھدۃ فدخلت امہ علیہ یوما فوجدتہ بخیلا مصفرا یاکل قرص شعیر فدخلت علی الشیخ فوجدت بین یدیہ اناء فیہ عظیم دجاجۃ قد اکلھا فقالت یاسیدی تاکل لحم الدجاج ویاکل ابنی خبزالشعیر فوضع یدہ علی ذلک الطعام وقال قومی باللہ محیی العظام فقامت الدجاجۃ سویۃ وصاحب فقال الشیخ اذا صارا بنک ھکذا فلیاکل الدجاج وماشاء۔ (فتاوی حدیثیہ مصری ص ۲۱۵)

بیشک قطب شیخ عبدالقادر نفع اللہ تعالیٰ بہ کی خدمت میں ایک عورت اپنے لڑکے کو لائی اور اس نے اللہ اور شیخ کے لئے اس کو سونپا پس حضور نے اس کو قبول کر لیا۔ پھر اسے مجاہدہ کا حکم دیا۔ ایک دن عورت اسکے پاس آئی تو اس کو دبلا اور زرد پایا کہ وہ جو کی روٹی کھا رہا ہے۔ پھر وہ حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو اس نے دیکھا کہ حضور کے سامنے ایک برتن ہے جس میں مرغ کی ہڈیاں ہیں کہ حضور نے اسے تناول فرمایا ہے۔ عرض کیا اے میرے سردار آپنے تو مرغ کا گوشت تناول فرمایا اور میرا بیٹا جو کی روٹی کھاتا ہے۔ پس حضور نے اپنا دست مبارک اس کھانے پر رکھ کر فرمایا ہڈیوں کے زندہ کرنے والے اللہ کے حکم سے کھڑا ہو۔ تو وہ مرغ سیدھا کھڑا ہو کر چیخنے لگا۔ پھر حضور نے فرمایا جب تیرا بیٹا ایسا ہو جائے گا تو مرغ یا جو کچھ چاہے کھائے۔

اسی فتاوی حدیثیہ میں انہیں حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ ہے۔

قالوا مرت بمجلسه حدأة فی یوم شدید الحر وهو یعظ للناس فشوشت علی الحاضرین فقال یاریح خذی راس هذه الحدأة فوقعت لثانی وقتها بناحیة وراسها فی ناحیة فنزل الشیخ واخذها یده وامر یده الاخری علیها وقال بسم الله الرحمن الرحیم قومی باذن الله فحیت وطارت والناس یشاهدون ۔

(فتاوی حدیثیہ ص ۲۱۵)

اولیا۔نے فرمایا ایک چیل تیز گرم روز میں حضور غوث اعظم کی مجلس وعظ پر گذری تو وہ حاضرین کے لئے تشویش کا سبب ہوئی۔حضور نے فرمایا: اے ہوا تو اس چیل کا سر پکڑ تو اس وقت وہ تو ایک طرف اور اس کا سر دوسری طرف گر پڑا۔پھر حضور ممبر سے اترے اور اس کو اپنے ہاتھ میں لیا اور دوسرا ہاتھ اس پر پھیرا اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر فرمایا اللہ کے حکم سے اٹھ وہ زندہ ہوئی اور اڑ گئی اور سب لوگ دیکھ رہے تھے۔

بہجۃ الاسرار میں بسند متواتر منقول ہے۔

کان الشیخ ابو محمد الشنبکی رضی اللہ تعالیٰ عنه جالسا البطیحة وحده فاجتازبه اکثر من مائة طیر فنزلت حوله واختلطت اصواتها فقال یارب قد شوش علی هؤلاء فنظر فاذا الکل موتی فقال یارب ماارادت موتهم فقاموا ینتفضون وطاروا۔

(بہجۃ الاسرار مصری ص ۱۳۶)

شیخ ابو محمد شنبکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بطیحہ میں تنہا بیٹھے ہوئے تھے تو سو پرندوں سے زائد گذرے اور ان کے گرداگرد اتر آئے اور ان کی آوازوں سے شور مچایا تو فرمایا اے رب انہوں نے مجھے پریشان کردیا پھر نظر جو کی تو وہ سب مردہ ہیں تو پر پھڑ پھڑائے اور اڑ گئے۔

یہ تو وہ واقعات ہیں جن سے اولیاء کرام کا حیوانات کو زندہ کرنا ثابت ہوا۔اب ان کے بنی آدم کو زندہ کرنے کے واقعات پیش کئے جاتے ہیں۔

اسی فتاوی حدیثیہ میں ہے۔

بعض اصحاب الشیخ الی یوسف الدهمانی مات فحزن علیه اهله فاتی علیه وقال قم باذن الله تعالیٰ فقام وعاش بعد ذلك ماشاء الله من الزمان ۔

(فتاوی حدیثیہ ص ۲۱۵)

شیخ ابو یوسف دہمانی کا ایک خادم مرگیا اس کے اعزہ نے اس پر رنج کیا تو حضرت شیخ ابو یوسف

کے پاس آئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ کے حکم سے کھڑا ہو جا تو وہ کھڑا ہو گیا اور اس کے بعد جس زمانہ تک خدا نے چاہا زندہ رہا۔

ابن ابی الدنیا اور ابن عدی اور بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہیں۔

قال عدنا شابا من الانصار وعنده ام له عجوز عمياء فما برحنا ان مات فاغمضناه ومددنا على وجهه الثوب وقلنا لامه احتسبيه قالت وقد مات قلنا نعم فمدت يديها الى السماء وقالت اللهم ان كنت تعلم انى هاجرت اليك والى نبيك رجاء ان تغيثنى عند كل شدة فلاتحمل على هذه المصيبة اليوم قال انس فوالله مابرحنا حتى كشف الثوب عن وجهه وطعم وطعمنا معه۔ (خصائص الکبری للسیوطی ج۲ص ٦٦)

حضرت انس نے فرمایا ہم نے انصار سے ایک جوان کی عیادت کی، اسکے پاس اس کی نابینا بوڑھی ماں تھی ہم موجود تھے کہ اس کا انتقال ہو گیا۔ ہم نے اس کی آنکھیں بند کیں اور اسکے چہرہ پر کپڑا ڈالا۔ اور ہم نے اس کی ماں سے کہا تو اس سے طلب اجر کر اور صبر کر، اس نے کہا وہ مر گیا۔ ہم نے کہا: ہاں۔ تو اس نے آسمان کی طرف اپنے ہاتھ دراز کر کے کہا اے میرے اللہ تو جانتا ہے کہ میں نے تیری اور نبی کی طرف ہجرت کی اس امید پر کہ تو ہر مصیبت کے وقت میری مدد کریگا اور آج مجھ پر اس مصیبت کا بوجھ نہ ڈال۔ حضرت انس نے فرمایا کہ ہم موجود ہی تھے کہ اس جوان نے اپنے چہرہ سے کپڑا ہٹایا اور اس نے کھانا کھایا اور ہم نے اس کے ساتھ کھانا کھایا۔

بیہقی شریف میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

قال كنا فى الصفة عند رسول الله ﷺ فاتته امرأة مهاجرة معها ابن لها قد بلغ فلم يلبث ان اصابه وباء المدينة فمرض اياما ثم قبض فغمضه النبى ﷺ وامر بجهازه فلما اردنا ان نغسله قال يا انس ايت امه فاعلمها قال فاعلمتها فجاء ت حتى جلست عند قدميه فاخذت بهما ثم قالت اللهم انى اسلمت لك طوعا وخلعت الاوثان زهدا وهاجرت اليك رغبة اللهم لاتشمت بى عبدة الاوثان ولا تحملنى من هذه المصيبة مالا طاقة لى بحملها قال فوالله ماتقضى كلامها حتى حرك قدميه والقى الثوب عن وجهه وعاش حتى قبض الله رسوله وحتى هلكت امه۔ (خصائص کبری ج۲ص ۲۷)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں صفہ میں تھے تو خدمت اقدس میں ایک مہاجرہ عورت حاضر ہوئی اور اس کے ساتھ اس کا لڑکا تھا جو بالغ تھا کچھ دن گذرے تھے کہ اس کو مدینہ کی وباء پہنچی تو وہ چند روز بیمار رہا پھر فوت ہوگیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اسکی آنکھیں بند کیں اور اس کی تجہیز و تکفین کا حکم کیا پس ہم نے اس کے غسل دینے کا ارادہ کیا۔ فرمایا: اے انس اس کی ماں کے پاس جا اور اس کو خبر دے۔ حضرت انس نے کہا میں نے اس کو خبر دی تو وہ آکر اس کے قدموں کے پاس بیٹھی اور ان کو پکڑ کر کہنے لگی اے میرے خدا میں فرمانبردار ہو کر تیرے لئے اسلام لائی اور بتوں سے جدا ہو کر آزاد ہوئی اور میں نے برغبت تیری طرف ہجرت کی۔ اے میرے اللہ تو بت پرستوں کو میرے بارے میں ہنسنے کا موقع نہ دے اور مجھ پر ایسی مصیبت کا جس کے اٹھانے کی مجھکو طاقت نہیں بوجھ نہ ڈال۔ حضرت انس نے فرمایا خدا کی قسم ابھی اس کی دعا ختم نہ ہوئی تھی کہ اسکے ہر دو قدم ہلے اور اس نے اپنے چہرہ سے کپڑا ہٹایا اور وہ زندہ رہا یہاں تک کہ اللہ نے اپنے رسول کو اٹھالیا اور اسکی ماں فوت ہوگئی۔

حضرت شیخ اخبار الاخیار شریف میں فرماتے ہیں۔

بعضے از اولیاء عصر آن حضرت فرمودند الشیخ عبدالقادر یبرئ الاکمہ والابرص ویحی الموتی باذن اللہ

- (اخبار الاخیار مجتبائی ص ۲۰۵)

اور بعض ہم زمانہ اولیاء نے فرمایا کہ شیخ عبدالقادر مادرزاد اندھے اور سفید داغ والے کو شفا دیتے ہیں اور مردوں کا اللہ کے حکم سے جلاتے ہیں۔

فتاوی حدیثیہ میں حضرت سہل تستری سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں:

الذاکر اللہ علی الحقیقۃ یوھم ان یحی الموتی لفعل باذن اللہ تعالیٰ۔

(فتاوی حدیثیہ ص ۲۱۵)

حقیقۃ اللہ کا ذکر کرنے والا اگر مردوں کے زندہ کرنے کا قصد کرے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ضرور کردے گا۔

ان واقعات سے ثابت ہوگیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے غلامان مصطفیٰ ﷺ کو بھی احیاء موتی کی صفت عطا فرمائی ہے تو جن کے غلاموں نے مردوں کو زندہ کردیا تو ان کے آقا ﷺ مردوں کو زندہ نہ کرسکیں گے حالانکہ اہل اسلام کا یہ اعتقاد ہے جس کو علامہ یافعی نے روض الریاحین میں تحریر فرمایا:

قال الاستاذ الامام ابوالقاسم القشیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ و کل نبی ظهرت کرامته علی واحد من امته فهی معدودة من جملة معجزاته۔

(روض الریاحین مصری ص ۲۷)

استاذ امام ابوالقاسم قشیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہر نبی جس کی امت سے کسی امتی کی کوئی کرامت ظاہر ہو۔ تو وہ اس نبی کے معجزات سے شمار ہوگی۔

اس عبارت سے ثابت ہوگیا کہ اولیاء کرام کے واقعات جو احیاء موتی اور کرامات ہیں یہ سب ان اولیاء کے آقا علیہ السلام کے معجزات ہیں۔ تو احیاء موتی کے واقعات ہمارے نبی علیہ السلام کے معجزات ہیں معہذا ہم اپنے آقا کے احیاء موتی کے واقعات پیش کرتے ہیں۔

مواہب لدنیہ اور اس کی شرح میں ہے:

ان جابر اذبح شاة وطبخها وثرد فی جفنة واتی به رسول الله ﷺ فاكل القوم وكان ﷺ يقول هم كلوا ولا تكسروا عظما ثم انه عليه الصلاة والسلام جمع العظام ووضع يده عليها ثم تكلم بكلام فاذا لشاة قدقامت تنفض اذنيها فقال خذ شاتك ياجابر بارك الله لك فيها فاخذتها ومضيت وانها لتنازعنی اذنها حتی اتيت بهاالمنزل فقالت المرأة ماهذا ياجابر قلت والله هذه شاتنا التی ذبحناها لرسول الله ﷺ دعا الله فاحياها فقالت اشهد انه رسول الله رواه ابونعيم ومحمد بن المنذر۔

(زرقانی ج ۵ ص ۱۸۴ و خصائص ج ۲ ص ۶۷)

حضرت جابر نے ایک بکری ذبح کی اور اس کو پکایا اور ایک برتن میں روٹی توڑ کر اس کا ثرید بنایا رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہوئے۔ صحابہ نے کھانا کھایا اور رسول کریم ﷺ ان سے یہ فرماتے کھانا تو کھاؤ اور ہڈیاں مت توڑو۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ نے ان ہڈیوں کو برتن میں جمع فرمایا اور ان پر اپنا دست مبارک رکھا۔ پھر کوئی کلام پڑھا تو فوراً وہ بکری اپنے کان جھاڑتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی پس حضور نے فرمایا اے جابر اپنی بکری لے۔ اللہ تیرے لئے اس میں برکت کرے، تو میں نے اس بکری کو پکڑ لیا اور لے چلا اور وہ بکری ہی اپنے کان مجھ سے چھڑانے کی کوشش کرتی تھی یہاں تک کہ میں اس کو مکان میں لایا تو میری بیوی نے کہا اے جابر یہ کیا ہے؟۔ میں نے جواب دیا کہ خدا کی قسم یہ ہماری وہی بکری ہے جس کو ہم نے رسول اللہ ﷺ کے لئے ذبح کیا تھا۔ حضور نے اللہ سے دعا کی پھر اس کو زندہ کر دیا۔ اس بیوی نے کہا

میں گواہی دیتی ہوں کہ بیشک وہ اللہ کے رسول ہیں۔ اس حدیث کو ابونعیم نے اور محمد بن منذر نے روایت کیا۔

بیہقی دلائل النبوۃ میں راوی۔

انہ ﷺ دعا رجلا الی الاسلام فقال لا اومن بك حتی یحی لی ابنتی فقال انبی ﷺ ارنی قبرها فاراه ایاه فقال ﷺ یافلانة فقالت وقد خرجت من قبرها لبیك وسعدیك فقال ﷺ اتحبین ان ترجعی فقالت لا واللہ یارسول اللہ انی وجدت اللہ خیرالی من ابوی ووجدت الآخرة خیرا لی من الدنیا۔ (زرقانی ج۵ص۱۸۲)

حضور ﷺ نے ایک شخص کو اسلام کی دعوت دی۔ اس نے کہا میں آپ پر ایمان نہیں لاؤنگا یہاں تک کہ آپ میری لڑکی کو زندہ کریں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس کی قبر مجھ کو دکھا۔ تو اس نے حضور کو وہ قبر دکھائی، حضور ﷺ نے فرمایا اے فلاں یعنی اس کا نام لیکر پکارا تو وہ قبر سے نکل کر کہنے لگی میں حاضر ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا تو اپنی واپسی کو پسند کرتی ہے عرض کرنے لگی یارسول اللہ خدا کی قسم میں پسند نہیں کرتی، میں نے اپنے ماں باپ سے بہتر اللہ کو پایا اور اپنے لئے آخرت کو دنیا سے بہتر پایا۔

شفا شریف میں حضرت قاضی عیاض حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی۔

اتی رجل النبی ﷺ فذکر له انه طرح بنتة له فی وادی کذا فانطلق معه الی الوادی ونادها باسمها یافلانة اجیبی باذن اللہ تعالیٰ فخرجت وهی تقول لبیك وسعدیك فقال لها ان ابویك قد اسلمافان احببت ان اردك علیهما فقالت لاحاجة لی بهما وجدت اللہ خیرالی منهما۔ (شرح شفا مصری ج۱ص۶۴۸)

ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور حضور سے عرض کیا کہ فلاں جنگل میں اس کی لڑکی مردہ پڑی ہے۔ حضور اس کے ساتھ اس جنگل کی طرف تشریف لے گئے اور اس لڑکی کا نام لیکر اس کو پکارا کہ اے فلاں اللہ تعالیٰ کے حکم سے اجابت کر تو وہ یہ کہتی ہوئی نکل کر حاضر ہوئیکہ میں حاضر ہوں۔۔

--

(یہ رسالہ یہاں تک ہی دستیاب ہوا)

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل، العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

۷۸۶

قول فیصل

حضور نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین مومن وموحد تھے

سوال

(۱۱۱۹)

بعالی خدمت فیض درجت محبوب ملت حضرت مولانا رئیس المفتین الحاج الشاہ محمد اجمل صاحب قبلہ مفتی ہند دامت برکاتہم القدسیہ۔ بعد سلام مسنون معروض، کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس بارے میں کہ حضور پرنور علیہ الصلاۃ والسلام کے والدین شریفین مومن موحد ہیں یا نہیں؟ یہاں مسجد میں موچیان کہتے ہیں: کہ حضور کے والدین شریفین مومن موحد نہیں تھے اوران کا انتقال کفر پر ہوا۔ زید کہتا ہے کہ والدین شریفین حضور پرنور مومن موحد ناجی ہیں اور توحید پر ہی ان کا انتقال ہوااور امام مذکوراپنی دلیل میں شرح فقہ اکبر مطبوعہ محمدی لاہور کی یہ عبارت پیش کرتا ہے۔ والدا رسول ﷺ ماتا علی الکفر۔ (ص ۱۲۹)

ملاعلی قاری اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

هذا رد علی من قال انها ماتا علی الایمان۔

اورحدیث پیش کرتا ہے:

(۱) حدیث: عن ابی هريرة قال نادی النبی ﷺ قبرامه فبکی وابکی من حوله فقال استاذنت ربی فی ان استغفر لها فلم یاذن لی (الی اخره) (مسلم شریف وابن ماجہ)

قال یا رسول الله فاین ابوك قال رسول الله ﷺ حیث ما روث (الخ)

(ابن ماجہ ۱۱۴)

(۳) وفی روایة ابی وابا ك فی النار ۔ زیدان کا جواب دیتا ہے کہ شرح فقہ اکبر مطبوعہ محمدی پریس لاہور میں ہی یہ عبارت ہے مصری مطبوعہ فقہ اکبرو شرح فقہ اکبر میں یہ عبارت نہیں۔

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے امام اعظم کو بدنام کرنے کے لئے یہ عبارت بڑھادی ہے اور احادیث کا جواب یہ ہے کہ حدیث (۱) میں اس وجہ سے استغفار کی اجازت نہیں ملی کہ حضور کی والدہ کا

انتقال مثل معصوم بچوں کے ہوا جیسا کہ شیخ جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے۔ حدیث (۲،۳) میں باپ سے مراد ابو طالب ہیں چنانچہ شیخ عبدالحق دہلوی وشیخ جلال الدین سیوطی نے اس کا یہی جواب دیا ہے۔ امام مذکور کہتا ہے کہ شیخ جلال الدین سیوطی شافعی ہیں۔

زید کہتا ہے: عقائد میں تقلید نہیں ہوتی ہے۔ یہ مسئلہ عقیدہ سے تعلق رکھتا ہے، شافعی وحنفی کا سوال کھڑا کرنا بے جا ہے۔

اب حضور والا سے گذارش ہے کہ تفصیل سے اس کا جواب دیجئے۔ حضور کے والدین شریفین مومن موحد ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو عبارت شرح فقہ اکبر واحادیث کا کیا جواب ہے اور امام مذکور کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟ اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ جس قدر جلد ہو سکے جواب دیجئے۔ بینوا توجروا یوم القیامۃ

ماسٹر نیاز محمد ومحمد رمضان جودھپور۔ ۱۶ اکتوبر ۵۶ء

الجواب

الحمد لله وكفى والصلوة والسلام على من اصطفى وعلى آله وصحبه ومن اجتبى۔

بلا شک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین ہرگز ہرگز کافر نہیں تھے، اس دعوی پر قرآن وحدیث سے کثیر دلائل پیش کئے جا سکتے ہیں۔ بطور نمونہ چند دلائل پیش کرتا ہوں۔

دلیل اول: قرآن کریم میں ہے۔ ولعبد مومن خير من مشرك۔

بیشک مسلمان غلام مشرک سے بہتر ہے۔

اور بخاری شریف جلد اول کتاب المناقب باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ حدیث مروی ہے:

بعثت من خير قرون بني آدم قرنا فقرنا حتى كنت من القرن الذى كنت منه۔

(بخاری مصطفائی ص ۵۲۰)

یعنی میں قرون بنی آدم کے ہر طبقہ اور قرن کے بہتر میں بھیجا گیا یہاں تک کہ اس قرن میں جس میں پیدا ہوا۔

اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر قرن وزمانہ کے بہترین زمانہ اور خیر قرن میں پیدا ہوئے۔ اور آیت کریمہ نے بتایا کہ کافر مسلمان غلام سے خیر وبہتر نہیں ہو سکتا، تو اب

صاف طور پر نتیجہ نکل آیا کہ حضور کے آباء اور امہات کسی قرن وطبقہ میں کافر نہیں ہو سکتے کہ کافر تو کسی طرح خیر قرن نہیں ہوسکتا۔ ورنہ اس آیت اور حدیث دونوں کا انکار لازم آئے گا۔ لہذا ثابت ہوگیا کہ والدین کریمین ہرگز کافر ومشرک نہیں تھے۔

چنانچہ امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں: ان آباء محمد ﷺ ما کا نوامشر کین ۔نقله السیو طی فی کتابه التعظیم و المنة ۔

علامہ قسطلانی مواہب لدنیہ میں تصریح کرتے ہیں: فوجب ان لا یکون احد من اجداده مشر کا

(مواہب لدنیہ ص ۳۴ ج ۱)

یعنی یہ واجب ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے آباء واجداد سے کوئی بھی مشرک نہ ہو اور بلاشک وہ مشرک نہیں تھے۔

بالجملہ قرآن وحدیث اور اقوال ائمہ امت سے ثابت ہوگیا کہ حضور کے والدین کریمین ہرگز ہرگز کافر ومشرک نہیں تھے۔

دلیل دوم: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: انما المشر کون نجس ۔یعنی مشرک اور کافر ناپاک ہی ہیں۔

اور ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لم یزل الله عزوجل ینقلنی من اصلا ب طیبة الی ا رحام طا هرة صافیة مهذبةلا تتشعب شعبتا ن الا کنت فی خیرها ۔ (دلائل النبوۃ ص ۱۱)

یعنی ہمیشہ اللہ عزوجل مجھے پاک پشتوں سے پاک شکموں کی طرف نقل فرماتا رہا۔ صاف ستھرا آراستہ، جب دو شاخیں پیدا ہوئیں تو میں اس میں بہتر شاخ میں پیدا ہوا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے آباء وامہات پاک ہوئے اور قرآن کریم نے فرمایا کہ کافر ناپاک ہے تو آفتاب سے زیادہ روشن طور پر نتیجہ ظاہر ہوگیا کہ حضور کے تمام آبائے کرام وامہات جب پاک ہیں تو وہ کافر ومشرک نہیں ہوئے، ورنہ اس آیت وحدیث کی مخالفت لازم آئے گی ،اسی بنا پر زرقانی میں علامہ سنوسی ومحقق تلمسانی محشی شفا کا قول منقول ہے:

لم یتقدم لوالدیه ﷺ شرك و کانا مسلمین لانه علیه الصلوة والسلام انتقل من

الاصلاب الکریمة الی الارحام الطاهرة لا یکون ذلك الامع الایمان بالله تعالیٰ۔

(زرقانی مصری ص ۱۷۴ ج ۱)

یعنی حضور ﷺ کے والدین کے لئے پہلے شرک ثابت نہیں تو وہ مسلمان ہوئے، اس لئے کہ حضور نبی کریم ﷺ بزرگ پشتوں سے پاک پشتوں کی طرف منتقل ہوئے اور یہ بات اللہ تعالیٰ پر ایمان کے ساتھ ہی ہوسکتی ہے۔

الحاصل ان آیات واحادیث واقوال ائمہ ملت سے ثابت ہوگیا کہ ہمارے نبی ﷺ کے والدین کریمین ہرگز کافر ومشرک نہیں تھے بلکہ وہ حضرات مسلمان موحد تھے۔ اس دعوی پر دلیل اول یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وتقلبك فی الساجدین: یعنی تمہارا کروٹیں بدلنا سجدہ کرنے والوں میں۔

علامہ سیوطی ''الدرج المنیفہ'' میں تحت آیت کریمہ فرماتے ہیں: معناه انه کانا ینقل نوره من ساجد الی ساجد، ولهذاالتقریر فالآیة دالة علیٰ ان جمیع آباء محمد ﷺ کانوا مسلمین۔

یعنی آیت کے معنی یہ ہیں کہ حضور ﷺ کا نور ایک سجدہ کرنے والے سے دوسرے سجدہ کرنے والے کی طرف نقل ہوتا تھا تو اس تقریر کی بنا پر آیت نے اس بات پر دلالت کی کہ نبی کریم ﷺ کے تمام آباء مسلمان تھے۔

حضرت امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں: ان آبائه ﷺ کلهم الیٰ آدم کانوا علی التوحید۔ (السبل الجلیة)

یعنی حضور ﷺ کے آباء حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام تک تمام آباء توحید پر تھے۔

حضرت علامہ سیوطی ''الدرج المنیفہ'' میں خاص والدین کریمین کے لئے تصریح کرتے ہیں:

انهما کانا علی التوحید ودین ابراهیم علیه الصلوة والسلام کما کان علی ذلك طائفة من العرب کزید بن عمرو بن نفیل وقیس بن ساعده وورقه بن نوفل وعمیر بن حبیب الجهنی وعمر وبن عتبة۔

یعنی والدین کریمین توحید اور دین ابراہیمی پر تھے جیسے کہ اس پر عرب کا ایک گروہ زید بن عمرو بن نفیل، قیس بن ساعدہ، ورقہ بن نوفل، عمیر بن حبیب جہنی اور عمرو بن عتبہ تھے۔

دلیل دوم: ولسوف یعطیك ربك فترضیٰ۔ یعنی بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا

دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

من رضاء محمد ﷺ ان لا ید خل احد من اھل بیتہ النار۔ (مسالک الحنفا ص ۱۴)

یعنی رسول اللہ ﷺ کی یہ رضا ہے کہ ان کے اہل بیت سے دوزخ میں کوئی داخل نہ ہو۔

اس سے ثابت ہو گیا کے جب اللہ تعالیٰ حضور نبی کریم ﷺ کی رضا کا طالب تو ان کے آباء و امہات پھر کیسے اہل نار سے ہو سکتے ہیں۔ نیز احادیث ملاحظہ ہوں۔

مسلم شریف باب شفاعۃ النبی ﷺ لابی طالب میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی انہوں نے عرض کیا:

یا رسول اللہ! ھل نفعت ابا طالب بشیٔ فانہ کان یحوطك ویغضب لك قال ﷺ نعم، ھو فی ضحضاح من نار ولولا انا لکان فی الدرك الاسفل من النار۔

یعنی یا رسول اللہ! کیا آپ نے ابو طالب کو کچھ نفع پہنچایا کہ وہ آپ کی حفاظت کرتے، آپ کی خاطر غضبناک ہوتے، حضور نے فرمایا: ہاں میں نے نفع پہنچایا کہ وہ ٹخنوں تک آگ میں ہے اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے نیچے طبقے میں ہوتے۔

حدیث مسلم شریف کے اسی باب میں انہیں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اھون اھل النار عذابا ابو طالب وھو منتعل بنعلین یغلی منھما دماغہ۔ (مسلم ص ۱۱۵)

یعنی دوزخیوں میں سب سے ہلکے عذاب والا ابو طالب ہے کہ وہ آگ کی دو جوتیاں پہنے ہوئے ہے جن سے اس کا دماغ کھولتا ہے۔

ان احادیث سے ثابت ہو گیا کہ دوزخیوں میں سب سے زیادہ ہلکے عذاب والے ابو طالب ہیں اور ظاہر ہے کہ ابو طالب پر سب سے ہلکا عذاب ہونا ان کے اعمال کی بناء پر تو ہو نہیں سکتا کہ کافر کے اعمال ہی برباد ہو جاتے ہیں۔ تو پھر ان پر یہ تخفیف عذاب ہمارے نبی ﷺ کی نسبت قرابت اور خدمت و حمایت ہی کی بنا پر تو ہوئی بلکہ حضور کی شفاعت سے ان پر اس قدر ہلکا عذاب ہوا۔ باوجودیکہ انہوں نے زمانہ اسلا

م پایا، انہیں دعوت اسلام دی گئی اور انہوں نے قبول اسلام سے صاف طور پر انکار کر دیا۔ اور نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین نے تو نہ زمانہ اسلام ہی پایا، نہ ان کو دعوت ہی پہنچ سکی۔ پھر ان کو نسبت جزئیت حاصل ہے، اس کا کوئی خدمت اور قرابت مقابلہ نہیں کر سکتی۔ نیز ان کے حق میں جس قدر شفاعت ہو سکتی تھی وہ کسی اور کے لئے متصور نہیں ہو سکتی۔ پھر اللہ تعالیٰ ان پر جو رعایت وعنایت کرتا وہ کسی غیر کے لئے ہو نہیں سکتی کے اس میں محبوب کا اعزاز واکرام تھا۔ تو اگر بقول مخالف یہ اہل نار سے ہوتے تو ان پر ابو طالب سے بھی بہت زائد ہلکا عذاب ہونا چاہئے تھا۔ لہذا اہل نار میں سب سے ہلکے عذاب والے یہی ہوتے اور یہ مسلم شریف کی حدیث کے خلاف ہے۔ کہ اس میں ابو طالب کا عذاب سب سے ہلکا ہونا مذکور ہے۔ اور یہ بات جب ہی متصور ہے کے والدین کریمین اہل نار ہی سے نہوں۔ تو اب بمقتضائے حدیث مسلم شریف یہ ثابت ہو گیا کہ ہمارے نبی ﷺ کے والدین کریمین ہرگز ہرگز اہل نار سے نہیں بلکہ بلا شبہ اہل جنت سے ہیں۔

حاکم نے بسند حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی:

انہ ﷺ سئل عن ابو یہ فقال ما سألتهما ربی فیعطینی فیهما وانی لقائم لهما المقام المحمود۔ (المقامة السندسیہ للسیوطی ص ۸)

یعنی حضور ﷺ سے آپ کے والدین کے بارے میں سوال ہوا تو فرمایا میں نے ان کے لئے اپنے رب سے جو کچھ طلب کیا اس نے ان کے حق میں مجھے عطا فرمایا، بیشک میں ان کے لئے مقام محمود پر قائم ہوں گا۔

ابو سعید نے شرف النبوۃ میں اور حافظ محب الدین طبری نے دخائر العقبی میں اور ابو القاسم نے اپنے امالی میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

سألت ربی ان لا یدخل احد من اهل بیتی النار فاعطانیها۔

(جامع صغیر مصری ص ۳۴ ج ۱)

یعنی میں نے اپنے رب سے یہ سوال کیا کہ میرے اہل بیت سے کوئی دوزخ میں داخل نہ ہو تو اس نے مجھے یہ بات عطا فرما دی۔

بالجملہ اس قدر آیات اور احادیث سے آفتاب سے زیادہ روشن طور پر ثابت ہو گیا کہ نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین ہرگز ہرگز کافر ومشرک نہیں تھے۔ بلکہ بلا شک مومن وموحد تھے اور بلا شبہ اہل

جنت سے تھے اوران کی وفات بھی اسی ایمان پر ہوئی۔

چنانچہ ... مہ سیوطی ''السبل الجلیة'' میں فرماتے ہیں:

قد ماتافی حداثة السن فان والده ﷺ صحح الحافظ الصلاح الدین العلائی انه عاش من العمر نحو ثمان عشرة سنة ووالدته ماتت فی حدود العشرین تقریبا ومثل هذا العمر لا یسمع الفحص عن المطلوب فی ذلك الزمان وحکم من لم تبلغه الدعوة انه یموت ناجیا ولا یعذب ویدخل الجنة۔

یعنی والدین کریمین نے نوعمری میں وفات پائی اور صلاح الدین علائی نے اس کی تصحیح کی کہ حضور کے والد اٹھارہ سال کی عمر تک زندہ رہے۔ اور آپ کی والدہ نے تقریبا بیس ۲۰ سال میں وفات پائی اوراس جیسے عمر والا نوعمری کے زمانے میں کسی مقصد کی تلاش کے وسعت نہیں رکھتا تو جس کو دعوت نہ پہنچے تو اس کا حکم یہ ہے۔ کہ وہ بیشک ناجی ہوکر مرے گا اور عذاب نہ دیا جائے گا اور جنت میں داخل ہوگا۔

... مہ ''التعظیم والمنہ'' میں فرماتے ہیں:

انا ندعی انهما کانا من اول امرهما علی الحنفیة دین ابراهیم علیه السلام وانهما لم یعبد اصنما قط۔ (التعظیم والمنہ ص ۴۰)

بیشک ہم دعوی کرتے ہیں کے والدین کریمین اپنی ابتداہی سے دین حنفی ابراہیمی پر تھے اور بیشک ان دونوں نے کبھی بت کی عبادت نہیں کی۔

درمختار میں ہے'' واما الاستدلال علی نجاتهما بانهما ماتا فی زمن الفترة فهو مبنی علی اصول الاشاعرة ان من مات ولم تبلغه الدعوة یموت ناجیا واما الماتریدیة فان مات قبل مجی مدة یمکنه فیها التامل ولم یعتقد ایمانا ولا کفرا افلا عقاب علیه۔(پھر چندسطر کے بعد ہے) فالظن فی کرم الله تعالی ان یکون ابواه ﷺ من احد هذین القسمین بل قیل اباءه ﷺ کلهم موحدون۔ (درمختار مصری ص ۳۹۶ ج ۲)

حاصل کلام یہ ہے کہ حضور کے والدین کریمین کی وفات توحید ہی پر ہوئی اوران سے کفر وشرک ثابت ہی نہیں ہوسکا تو انہوں نے ناجی ہوکر وفات پائی توان پر کسی طرح کا عذاب ہے نہ عتاب اور وہ بلا شبہ جنتی ہیں۔

عبارت فقہ اکبر و شرح فقہ اکبر

امام مذکور کی پیش کردہ عبارتِ فقہ اکبر نہ مصر کے مطبوعہ فقہ اکبر میں ہے، نہ دائرۃ المعارف حیدر آباد کے مطبوعہ فقہ اکبر میں۔ نیز علامہ امام اہل سنت ابو منصور ماتریدی کی شرح فقہ اکبر میں نہ یہ عبارتِ فقہ اکبر نہ اس کی شرح میں ہے۔ اسی طرح علامہ احمد حنفی کی شرح فقہ اکبر میں اوپر فقہ اکبر ہے اور خط کے نیچے شرح ہے، تو متن و شرح میں کہیں اس مضمون کا ذکر نہیں، خود ملا علی قاری کی اسی فقہ اکبر مصری میں دیکھ لیجئے، نہ اس میں یہ عبارت فقہ اکبر ہے نہ شرح اکبر فقہ، تو ثابت ہو گیا کہ شرح فقہ اکبر مطبوعہ لاہور میں یہ تحریف ہے۔ اور محرف کتاب قابل حجت نہیں۔ اب باقی رہا علامہ علی قاری کا خود اس بارے میں کیا مسلک تھا، پہلے ان کا یہی مسلک تھا جو امام مذکور کا مسلک ہے اور اس میں انہوں نے ایک رسالہ بھی تصنیف کیا پھر انہیں علامہ قاری نے اس مسلک سے رجوع کیا۔ چنانچہ علامہ مذکور شرح شفا شریف میں فرماتے ہیں:

ابو طالب لم یصح اسلامہ واما اسلام ابویہ ففیہ اقوال واسلامہما علی ما اتفق علیہ الاجلۃ من الامۃ کما بینہ السیوطی فی رسائلہ الثلاث۔ (شرح شفا مصری ص ۶۰۱ ج ۱)

یعنی ابو طالب کا اسلام لانا صحیح نہیں لیکن حضور کے والدین کے اسلام لانے میں کئی قول ہیں، زائد صحیح قول یہی ہے کہ ان دونوں کا مسلمان ہونا ثابت ہے، اس پر جملہ امت کا اتفاق ہے جیسا کہ اس کو علامہ سیوطی نے اپنے تین رسالوں میں بیان کیا۔

پھر انہی علامہ قاری نے حدیث احیاء ابوین کو بھی صحیح ٹھہرایا اور جمہور کے نزدیک اس کو مطابق واقع بتایا۔ چنانچہ اسی شرح شفا جلد اول کی فصل احیائے موتی میں یہ تصریح کی:

واما ما ذکر وامن احیائہ علیہ الصلوۃ والسلام ابویہ فالاصح انہ وقع علی ما علیہ الجمہور الثقات کما قال السیوطی فی رسائلہ الثلاث۔

(شرح شفا مصری ص ۶۴۸)

یعنی جو حضور کے والدین کے زندہ کرنے کا محدثین نے ذکر کیا ہے تو زیادہ صحیح قول یہی ہے۔ اور اسی پر جمہور ثقات اور علماء ہیں جیسا کہ علامہ سیوطی نے اپنے تین رسائل میں ذکر کیا۔

ان عبارات سے ثابت ہو گیا کہ علامہ علی قاری نے والدین کریمین کے اسلام کے قول کو زیادہ صحیح قرار دیا اور اسی پر اجلہ امت کا اتفاق ثابت کیا یہاں تک کے ان کے حق میں حدیث احیاء کو صحیح ٹھہرایا

اور جمہور ثقہ کے نزدیک اس کو مطابق واقع مانا۔ تو یہ ان علامہ کا اپنے پہلے مسلک سے رجوع ہی تو ہوا تو اس امام مذکور کا ان کے پہلے قول کی عبارات کو حجت لانا فریب ہے۔ لہذا شرح فقہ اکبر کی عبارت سے اس کا استدلال کرنا غلط اور باطل قرار پایا۔

جوابات حدیث

جواب اول: سائل نے جو حدیث مسلم شریف سے استناد کیا ہے تو یہ حدیث صحیح ہے لیکن حدیث صحیح کا جب کوئی معارض ہو تو پھر وہ قابل عمل نہیں ہوتی،

چنانچہ علامہ سیوطی ''مسالک الحنفا میں فرماتے ہیں:

لیس کل حدیث فی صحیح مسلم یقال بمقتضی لو جو ہ المعارض له۔

جیسے صحیح حدیث بخاری و مسلم میں ہے کہ جب کتا کسی برتن کو چاٹ لے تو اس کو سات بار دھویا جائے۔ لیکن ہمارا اس پر عمل نہیں تو اسی طرح صحیح مسلم میں ہے کہ بغیر فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی۔ یعنی فاتحہ پڑھنا فرض لیکن اس پر ہمارا عمل نہیں، تو اسی طرح کثیر احادیث مسلم و بخاری میں جن کے معارض موجود ہیں تو معارض پر عمل کیا جاتا ہے اور مسلم و بخاری کی احادیث پر عمل نہیں کیا جاتا تو جب اس حدیث کا معارض موجود ہے تو یہ حدیث مسلم قابل نہ رہی اور معارض کا ذکر آگے آتا ہے۔

جواب دوم: یہ حدیث مسلم منسوخ ہے۔ چنانچہ علامہ سیوطی فرماتے ہیں:

اجابو اعن الاحادیث التی بعضها فی صحیح مسلم بانها منسوخة بالادله التی بنوا علیها قاعدة شکر المنعم وقد اوردو اعلی ذلك من التنزیل اصولا منها قوله تعالی: وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا، ثم استدل بالآیات السبعة"

(المقامۃ السندسیہ ص ۷)

اسی میں ہے: اما قول المنکرانه وردت احادیث کثیرة فی عذابهما (فقد) وقفت علیها باسرها۔ وبالغت فی جمعها وحصرها واکثرها ما بین ضعیف ومعلول والصحیح منهما منسوخ بما تقدم من النقول او معارض فیطلب الترجیح علی ما تقرر فی الاصول۔

(المقامۃ السندسیہ)

انہیں علامہ سیوطی نے ''السبل الجلیہ فی الآباء الطیبہ'' میں فرمایا:

فالجواب عن الاحادیث الواردة فی الابوین بما یخالف ذلك انها وردت قبل

ورود الآیات والاحادیث المشار الیھافیما تقدم ۔

دوسطر کے بعد ہے:قال بعض ائمة المالکیة فی الجواب عن تلك الاحادیث الواردة فی الابوین انھا اخبار احادفلا تعارض القاطع وھو قولہ تعالیٰ :وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا ،ونحوھا من الآیات فی معناھا۔

(السبل الجلیة ص ۷)

ان عبارات سے ثابت ہوگیا کہ حدیث مسلم منسوخ ہے اور جب یہ منسوخ ہے تو پھر اس سے امام مذکور کا استدلال کرنا سخت جہالت ونادانی ہے۔

جواب سوم :اس حدیث مسلم میں حضرت آمنہ کا ذکر ہے اور ان کی وفات توحید وایمان پر ہوئی ،علامہ سیوطی ''التعظیم والمنة'' میں فرماتے ہیں:وقد ظفرت باثر یدل علی انھا ماتت وھی موحدة اخرج ابو نعیم فی دلائل النبوة من طریق الزھری عن ام سماعة بنت ابی رحم عن امھا قالت شھدت آمنة ام رسول اللہ ﷺفی علتھا اللتی ماتت فیھا ومحمد ﷺغلام خمس سنین یقعد عند رأسھا فنظرت الی وجھه ثم قالت :

بارك اللہ فیك ومن غلام	یا ابن الذی من حومة الحمام
نجا بعون الملك المنعام	فودی غداة الضرب بالسھام
بمأةمن ابل سوام	ان صح ما ابصرت فی المنام
فانت مبعوث الی الانام	من عند ذی الجلال والاکرام
تبعث فی الحل والحرم	تبعث بالتضقیق والاسلام
دین ابیك البر ابراھام	فاللہ انھاك عن الاصنام

ھذا القول من ام النبی ﷺصریح فی انھا موحدة اذذکرت دین ابراھیم ولبث ابنھا ﷺبالاسلام من عند ذی الجلال والاکرام ونھیه عن عبادة الاصنام وھل التوحید شی غیر ھذا التوحید الاعتراف باللہ والوھیته وانه لا شریك له والاباء من عبادة الاصنام ونحوھا وھذا القدر کاف فی التنزیه من الکفر لثبوت صفة التوحید فی الجاھلیة قبل البعث وانما یشترط قدر زائد علی ھذابعد البعثة۔ (التعظیم والمنة ص ۱۹)

اس حدیث مسلم کے خلاف خود حضرت آمنہ کا یہ صریح قول موجود ہے جس میں دین ابراہیمی

اوراسلام پر حضور کی بعثت۔ بتوں کی عبادت سے ممانعت کا صاف ذکر ہے تو یہ توحید کا اقرار، اور کفروعبا دت اصنام سے بیزاری وانکار ہے تو انکی وفات توحیداورایمان پر ہوئی، لہذا حدیث مسلم قابل تاویل ہے

جواب چہارم: اس حدیث میں یہ فرمایا گیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو حضرت آمنہ کے حق میں استغفار کا اذن نہیں ملا، تو اس سے ان پر کفر لازم نہیں آتا کہ ممکن ہے کہ اہل فترۃ کے حق میں استغفار ابتداء اسلام میں ممنوع ہو، جیسے مسلمان قرضدار کی نماز جنازہ اوراس کی استغفار ابتداء اسلام میں ممنوع تھی پھر اسکی اجازت ہوئی۔ چنانچہ علامہ سیوطی ''التعظیم والمنہ'' میں فرماتے ہیں:

واما حديث عدم الاذن في الاستغفار فلا يلزم منه الكفر بدليل انه ﷺ كان ممنوعا في اول الاسلام من الصلوة على من عليه دين لم يترك له وفاء و من الاستغفار له و هو من المسلمين۔ (التعظیم والمنہ ص ۲۱)

اس عبارت سے ظاہر ہوگیا کہ حضرت آمنہ کے لئے استغفار کا اذن نہ ملنے کو دلیل کفر قرار دینا غلط وباطل ہے۔ تو امام مذکور کا استدلال حدیث مسلم سے غلط وباطل ثابت ہوا۔

حدیث دوم: نہ فقط ابن ماجہ نے بلکہ مسلم شریف نے روایت کیا، روایت مسلم کے الفاظ یہ ہیں۔

حدثنا ابو بكر بن ابی شيبة قال نا حماد بن سلمة عن ثابت عن انس ان رجلا قال يا رسول الله! اين ابی؟ قال فی النار۔ فلما قفی دعاه فقال: ان ابی وا باك فی النار۔

(مسلم مع نووی ص ۱۱۴ ج ۱)

ہمیں حدیث بیان کی ابوبکر ابن شیبہ نے، انہوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی حماد بن سلمہ نے، وہ روایت کرتے ہیں ثابت سے وہ روایت کرتے ہیں حضرت انس سے کہ ایک شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ! میرے باپ کہاں ہیں؟ فرمایا: دوزخ میں، پھر جب وہ شخص واپس ہوا تو حضور نے اس کو بلاکر فرمایا: بیشک میرے باپ اور تیرے باپ دوزخ میں ہیں۔

اس حدیث کو امام مذکور نے اپنے استدلال میں پیش کر کے یہ ثابت کیا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے والد دوزخ میں ہیں، اس کے بھی چند جوابات دیتا ہوں۔

جواب اول: حدیث شریف کے یہ الفاظ ''ان ابی و اباك فی النار'' حماد بن سلمہ روای کی روایت میں ہیں۔ لیکن ثابت سے جو معمر راوی نے روایت کی اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں، اور حماد روای کے حافظہ میں محدثین نے کلام کیا ہے، اور محدثین کو معمر راوی کے حافظہ میں کسی طرح کلام نہیں، تو روایت

معمر اس روایت مسلم سے زیادہ قوی ثابت ہوئی اور حدیث مسلم جو بروایت حماد ہے حدیث منکر ہے اور یہ حماد راوی ضعیف ہے۔ علامہ سیوطی مسالک الحنفا میں فرماتے ہیں:

الطریق التی رواہ مسلم منها وقد خالفه معمر عن ثابت فلم یذکر ان ابی وابا ك فی النار فان معمر اثبت من حماد فان حمادا تکلم فی حفظه ووقع فی احادیثه منا کیر واما معمر فلم یتکلم فی حفظه ولا استنکر شئی من حدیثه واتفق علی التخریج له الشیخان فکان لفظه اثبت ملخصا۔ (مسالک الحنفا ص ۴۹)

یہی علامہ ''التعظیم والمنہ'' میں فرماتے ہیں:

والمناکیر فی روایة حماد کثیرة فبان بهذا ان الحدیث المتنازع فیه لا بد ان یکون منکرا۔ (التعظیم والمنہ ص ۳۶)

علامہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں: قد اعل السهیلی هذا الحدیث بان معمر بن راشد فی روایته عن ثابت عن انس فان حمادا فلم یذکر ان ابی وابا ك فی النار بل قال اذامررت بقبر کافرفبشره بالنار وهو کما قال فمعمراثبت فی الروایة من حماد لاتفاق الشیخین علی تخریج حدیثه ولم یتکلم فی حفظه ولم ینکر علیه شئی من حدیثه وحمادو ان کان اماما عالما عابدا فقد تکلم جماعةفی روایته ولم یخرج له البخاری شئیافی صحیحه۔ (زرقانی ص ۱۷۹)

ان عبارات سے ثابت ہوگیا کہ یہ حدیث مسلم حدیث منکر ہے اور اس میں حماد راوی ضعیف ہے اور امام مذکور نے جن الفاظ حدیث سے استدلال کیا تھا وہ اقوی اور اثبت روایت کے اعتبار سے الفاظ حدیث ہی نہیں، تو اس کا استدلال حدیث ہی سے نہ ہوا۔

جواب دوم: اس حدیث مسلم میں ثابت راوی ضعیف ہے۔

چنانچہ علامہ سیوطی التعظیم والمنہ میں فرماتے ہیں:

فثابت وان کان اماما ثقة فقد ذکره ابن عدی فی کامله فی الضعفاء وقال: انه وقع فی احادیثه منکرة۔ (التعظیم والمنہ ص ۳۵)

اسی طرح علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں تصریح کی۔ لہذا یہ حدیث مسلم احتجاج کے قابل نہ رہی تو امام مذکور کا اس حدیث سے احتجاج کرنا اس کی جہالت ہے۔

جواب سوم: یہ حدیث مسلم خبر واحد ہی تو ہے، لہذا یہ دلیل قطعی کے معارض نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں: انہ خبرا حاد فلا یعارض القاطع و ہو نص و ما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔

اسی میں ہے: ثم لو فرض اتفاق الرواۃ علی لفظ مسلم کان معارضا بالادلۃ القرآنیۃ والادلۃ الواردۃ فی اہل الفترۃ والحدیث الصحیح اذاعارضہ ادلۃ اخری وجب تاویلہ و تقدیمہ تلک الادلۃ علیہ کما ہو مقرر فی الاصول۔ (زرقانی ص۱۸۰ ج۱)

اس عبارت سے ثابت ہوگیا کہ جب حدیث مسلم دلیل قطعی کے معارض ہوگئی تو اس کی تاویل کی جائیگی اور اس دلیل قطعی کو قابل عمل قرار دیا جائیگا، تو اس امام مذکور کا اس حدیث کی تاویل نہ کرنا اور دلیل قطعی پر عمل نہ کرنا جہالت نہیں تو اور کیا ہے۔

جواب چہارم: یہ حدیث مسلم منسوخ ہے۔ چنانچہ علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

الجواب انہ منسوخ بالآیات والاحادیث الواردۃ فی اہل الفترۃ۔

(زرقانی ص ۱۷۹)

علامہ سیوطی "التعظیم والمنہ" میں فرماتے ہیں:

ان ہذا الحدیث متقدم علی الاحادیث الواردۃ فی اہل الفترۃ فیکون منسوخا بہا۔ (التعظیم والمنہ ص ۳۸)

اسی میں ہے: الاحادیث التی وردت فی ان ابوی النبی ﷺ فی النار کلہا منسوخۃ اما باحیائہما وایمانہما واما بالوحی فی ان اہل الفترۃ لا یعذبون۔

(التعظیم والمنہ ص ۲۶)

ان عبارات سے ثابت ہوگیا کہ یہ حدیث مسلم منسوخ ہے تو اس امام مذکور کا اس حدیث منسوخ سے استدلال کس قدر غلط ہے۔

جواب پنجم: اس حدیث مسلم میں ابی سے ابوطالب مراد ہیں کہ چچا بھی باپ کہلاتا ہے، جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا آزر کو قرآن کریم میں اب فرمایا گیا حالانکہ ان کے والد تارخ ہیں، اسی طرح اس حدیث میں ابی سے مراد ابوطالب ہیں نہ آپ کے والد ماجد عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہ۔

علامہ سیوطی مسالک الحنفا میں فرماتے ہیں: قولہ ﷺ فی حدیث انس ان ابی۔ ان ثبت

المراد عمه ابو طالب لا ابو ہ عبد اللہ کما قال بذلك امام فخر الدین فی ابی ابراهیم انه عمه۔ (مسالک الحنفاص ۵۲)

علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں: واراد بابیه عمه ابا طالب لان العرب تسمی المربی ابا۔ (زرقانی ص ۱۷۹ ج۱)

ان عبارات سے ثابت ہوگیا کہ حدیث مسلم میں ابی سے مراد ابوطالب ہیں نہ کہ آپ کے والد ماجد عبداللہ رضی اللہ عنہ، تو اب اس امام مذکور کا حدیث کے لفظ ابی سے حضرت عبداللہ کو مراد لینا غلط ہوا۔ لہذا ان جیسی احادیث سے امام مذکور کا استدلال کرنا غلط و باطل ثابت ہوا۔ اور زید کا عبارت فقہ اکبر اور اسکی شرح کا یہ جواب صحیح ہے کے سائل کی پیش کردہ عبارت نہ مصر کے مطبوعہ فقہ اکبر میں ہے نہ شرح فقہ اکبر میں، تو عبارت کا محرف ہونا ظاہر ہے اور اسکی پیش کردہ احادیث کے مفصل جوابات مذکور ہوئے۔

اب باقی رہا امام مذکور کا یہ کہنا کہ علامہ سیوطی شافعی ہیں تو یہ اس کی جہالت ہے کہ یہ بات فرعی مسائل ہی سے نہیں جس میں تقلید ائمہ کا تفرقہ ہوتا ہے بلکہ ایسے امور میں ان ائمہ میں اختلاف ہی نہیں ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی بات میں علامہ علی قاری حنفی، شیخ محقق ابن نجیم حنفی صاحب الاشباہ والنظائر، علامہ سید احمد حنفی صاحب حموی، شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی، علامہ ابن عابدین شامی صاحب ردالمحتار وغیرہم احناف علامہ سیوطی کی تائید کرتے ہیں تو اگر یہ مسئلہ شافعیہ کا ہوتا تو ایسے مشہور حنفی اپنی تصنیفات میں اس قول کی ہرگز تائید نہیں کرتے۔ تو ظاہر ہوگیا کہ امام مذکور کا یہ قول بدتراز بول قرار پایا۔

اب رہا اس امام مذکور کا حکم تو اس کے لئے فقہ حنفی کے مشہور کتاب الاشباہ والنظائر ہی کو دیکھئے۔ پھر شیخ علامہ سید احمد حنفی نے اس کی شرح حموی میں قاضی ابوبکر ابن عربی کا فتوی نقل کیا:

سئل عن رجل قال ان ابا النبی ﷺ فی النار فاجاب بانه ملعون لان اللہ تعالی یقول ان الذین یؤذون اللہ و رسوله لعنهم اللہ فی الدنیا و الآخرة ولا اذی اعظم من ان یقال عن ابیه انه فی النار۔ (حموی مع الاشباہ ص ۴۵)

یعنی اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے کہا کہ بیشک نبی ﷺ کے والد دوزخ میں ہیں، تو قاضی صاحب نے جواب دیا کہ بیشک وہ شخص ملعون ہے، اس لئے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے: بیشک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر اللہ دنیا و آخرت میں لعنت کرتا ہے۔ اور کون سی ایذا اس سے بڑھ کر ہوگی کہ حضور کے والد کے بارے میں یہ کہا جائے کہ وہ دوزخ میں ہیں۔

اس عبارت سے خود ہی ظاہر ہو گیا کہ امام مذکور سخت گستاخ و بے ادب اور موذی خدا و رسول اور ملعون ہے اور ایسے گستاخ و ملعون کے پیچھے اہل اسلام کی نماز کیسے جائز ہوسکتی ہے جو دنیا اور آخرت میں اللہ تعالی کی لعنت کا مورد ہے تو اس کی نماز یا کوئی عبادت کیا قبول ہوسکتی ہے، لہذا مسلمان اس کے پیچھے اپنی نمازیں ہرگز ہرگز برباد نہ کریں بلکہ اس کو فوراً امامت سے علیحدہ کر دیں۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

نوٹ: دہلی و دیو بند کو جو استفتا بھیجا تھا اس میں امام مسجد موچیاں کی جگہ عمر لکھا تھا لہذا ناظرین کرام عمر سے امام مذکور سمجھیں باقی استفتا وہی ہے جو ابتدا میں نقل ہے۔

الجواب:

فتوی دہلی

مجھے افسوس ہے کہ میں نے کچھ تفصیل سے اس کے جواب کا مواد تحریر کیا تھا لیکن وہ گم ہو گیا۔ لہذا اب اس سے زیادہ کچھ نہیں لکھ سکتا کہ زید نے جو جواب دیئے ہیں وہ صحیح ہیں عمر و ابوین کو شریفین کو ناری کہتا ہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا چاہئے کہ اس کا یہ قول سرکار اقدس ﷺ کی ایذا کا موجب ہے۔ جو بنص قطعی ملعون ہے۔ شرح فقہ اکبر کی عبارت۔ ماتا علی الکفر، یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ معاذ اللہ ابوین شریفین ناری ہیں، اس عبارت کی تقدیر تو یہ ہے کہ "ماتا علی زمان الکفر" یہ اس میں کہاں ہے کہ ماتا کافرین بلکہ اگر یہ ہوتا تب بھی کافر اور ناری ہونا ثابت نہ کر سکتا تھا، بعض احادیث سے ان کی صحابیت بھی ثابت ہے۔

علامہ طحطاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں: ان اللہ تعالیٰ احیاھما وامنا کما ورد بہ الحدیث لینالا فضیلۃ الصحبۃ۔

یہ مسئلہ فقہی نہیں کہ اختلاف سے فائدہ اٹھایا جاسکے، اور اس مسئلہ میں تو بکثرت احناف بھی ابوین شریفین کے ناجی ہونے کے قائل ہیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

محمد مظہر اللہ غفرلہ جامع مسجد فتحپوری دہلی

الجواب دیو بند مع سہارنپور

عمر اس جرأت اور دریدہ دہنی کیوجہ سے سخت گنہگار ہے کیونکہ محققین فقہاء نے اس بارہ میں زبان کو روکنے کا حکم فرمایا اور کوئی حکم نہیں لگایا گیا کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے، اور اخبار مختلفہ اس بارہ میں وارد ہیں۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اس مسئلہ میں رسالے لکھے ہیں اور یہ ثابت کیا ہے کہ والدین آنحضرات صلی اللہ علیہ وسلم کے جنتی ہیں۔ یہ امر اگر چہ مومن کے نزدیک پسندیدہ ہے اور مقتضائے ادب بھی یہی ہے لیکن روایات حدیث اسباب میں ضعیف ہیں اس لئے حدود اسلام اور ادب کا مقتضی یہ ہے، اس بارہ میں توقف کیا جائے اور زبان کو روکا جائے اور کوئی حکم نہیں لگایا جائے، محققین فقہاء نے اسی کو اختیار کیا ہے ۔ واللہ اعلم۔ مسعود احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی دار العلوم دیوبند

عمر سخت گنہگار ہے نماز اس کے پیچھے مکروہ ہے تاوقتیکہ وہ اس عقیدہ سے توبہ نہ کرے اس کو امام نہ بناویں۔ الجواب صحیح سید احمد علی سعید دار الافتاء دیوبند

فتوی کانپور یوپی

جو لوگ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ابوین کریمین کو کافر ومشرک کہتے ہیں ان سے سوال ہے کہ وہ اپنے کو مومن کہتے ہیں یا نہیں؟ اگر کہتے ہیں تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو ایذا پہونچانا رحمت کا سبب سمجھتے ہیں یا لعنت کا؟ اگر رحمت کا سمجھتے ہیں تو میرا روئے سخن ان کی طرف نہیں ہے، اور اگر لعنت سمجھتے ہیں تو میں بتادینا چاہتا ہوں کہ اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہونچتی ہے۔

صاحب مواہب لدنیہ حضرت آمنہ کی مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ کی طرف مراجعت کو بیان فرماتے ہوئے حضرت آمنہ کی اپنے فرزندار جمند کو دعا ونصیحت تحریر فرماتے ہیں:

ثم قالت:

بارك فيك الله من غلام ان صح ماابصرت فی المنام

فانت مبعوث الی الانام تبعث فی الحل والحرام

تبعث فی التحقیق والاسلام دین ابیك البرابراهام حق واسلام

فالله انهاك عن اصنام ان لا توالیها مع الاقوام ۔

اے صاحبزادے خدائے تعالیٰ تجھے مبارک بنائے، اگر میرا یہ خواب صحیح ہے تو تم ساری کائنات کے لئے رسول بنائے جاؤ گے،

حل وحرم سب کے رسول ہوگے، اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے دین کو ظاہر کرنے کے لئے بھیجے جاؤ گے، اے صاحبزادے اللہ تعالیٰ کی قسم یاد دلا کر کہتی ہوں بتوں سے دور رہنا جیسے اور قومیں بتوں کی عبادت و تعظیم کرتی ہیں ان سے تمہیں روکے جاتی ہوں۔

اس روایت سے اندازہ لگاؤ کہ اس قسم کی وصیت کوئی مشرکہ یا کافرہ کرسکتی ہے، اس سے حضرت آمنہ کی توحید پرستی اور ایمان ثابت ہوتا ہے۔ جو کہتا ہے کہ حضرت آمنہ اور حضرت عبداللہ کو کافر و مشرک کہنے سے اللہ تعالیٰ کل قیامت کے دن اس بارے میں نہ پوچھے گا اسے آیت ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ، پڑھ کر سنایئے اور اس موذی سے پوچھئے کہ جب کافر و مشرک بلا دلیل کہنے والے سے خدائے قدوس نہ پوچھے گا تو مومن وموحد بالدلیل کہنے والے سے کیوں پوچھے گا، پھر جب تمہارا ایمان ہے کہ اس کے متعلق سوال نہ ہوگا تو یہ مطلب ہوا کہ وہ امور دینیہ میں سے نہیں، اور جب دینی بات نہیں تو پھر مسلمانوں دینداروں میں یہ بات کیوں پھیلائی گئی، کافر و مشرک کہنے پر کیوں زور دیا گیا۔ اب تو یہ بات واضح ہوگئی کہ اس موذی کا مقصد صرف رحمت عالم ﷺ کو روحی صدمہ اور ایذا پہونچانا ہے۔ جس کے لئے قرآن مجید ناطق ہے:

والذین یوذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والآخرۃ واعد لھم عذابا مھینا،

جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذا پہونچاتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت دنیا میں بھی ہے اور آخرت میں بھی اور اس کے لئے ذلت والا عذاب مقرر ہے۔

حضرت ملا علی قاری کی عبارت کو آڑ بنانے سے پہلے حضرت موصوف کی تالیفات پر نظر ہونی چاہئے، کیونکہ زندگی میں مختلف حوادث وکوائف سے دوچار ہونا پڑتا ہے، جس وقت جو امر محقق ہوا اسی کے مطابق حکم لگایا جائے گا، جب اس کے خلاف کا ثبوت ملا رجوع کرلیا جیسا کہ ائمہ دین کی تصنیفات سے ظاہر ہے۔ یہی حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح صفا میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے آبائے کرام کے نکاح سے متعلق فرماتے ہیں کہ کبھی خلاف شرع نہیں ہوا، پھر فرماتے ہیں:

من اعتقد غیر ھذا فقد اخطأ وشك فی الخبر ۔ جو اس کے علاوہ عقیدہ رکھے وہ خاطی ہے اسے حدیث میں شک ہے۔

پھر فرماتے ہیں: ویؤید ذلك قولہ ﷺ نتنقل فی الاصلاب الزاکیۃ الی الارحام الطاھرۃ، کہ اس کی تائید حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمان سے ہوتی ہے کہ میں منتقل ہوتا رہا

پاک صلبوں سے پاک رحموں میں ۔تو حضور علیہ السلام کے نور پاک کا مستقر ہمیشہ پاک وطاہر رہا،اب اگر معاذ اللہ سلسلہ آبائے کرام میں کوئی مشرک ہے تو یہ حدیث کس طرح صحیح ہوگی کیونکہ مشرک نجس ہے ،قرآن مجید میں ہے:انما المشر کون نجس ،یقیناً مشرکین نجس ہیں۔

اب اچھی طرح واضح ہوگیا کہ سلسلہ آبائے کرام میں کسی کو مشرک وکافر کہنا حدیث شریف کی تکذیب ہے،ایسی صورت میں اگر وہ عبارت "ماتا علی الکفر" والی ہو بھی تو اس کی ویسی توجیہ کی جائے گی جو ان کے مسلک کے موافق ہو،اور یہ میں نے اس لئے کہا کہ حضرت ملا علی قاری کی شرح فقہ اکبر مختلف مطابع میں چھپی،کسی میں یہ عبارت نہیں بجز اس کے جسے وہابیوں نے پیش کیا،اور دوسرے نسخے اٹھا کر دیکھئے حال منکشف ہو جائے گا۔

امر محقق یہ ہے کہ کفر وشرک اور عذاب ونار کی گفتگو بعثت پر متفرع ہے اور والدین کریمین آنحضرت علیہ السلام قبل بعثت انتقال فرما گئے،قرآن مجید کا ارشاد ہے:وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا ، ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک ان میں اپنا رسول نہ بھیج دیں۔لہذا ابوین شریفین کے متعلق عذاب وشرک کا سوال نہیں پیدا ہوتا خصوصا جب کہ ان سے کلمات اسلام کا ثبوت ملتا ہے جیسا کہ پہلے گذرا۔اب دو حدیثیں سنئے جو صراحۃ ابوین کریمین کے مومن ہونے کو بتاتی ہیں۔

سیرت حلبیہ میں بسند محدثین مذکور ہے:

عن ام المؤمنین عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنھا ان اللہ احیا له اباہ وا من به ۔

ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے والد ماجد کو آپ کے لئے زندہ فرمایا اور وہ حضور پر ایمان لائے۔

مواہب لدنیہ شریف میں ہے:احی اللہ له ابویه حتی آمنا به ۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کے والدین محترمین کو آپ کے لئے زندہ فرمایا یہاںتک کہ وہ دونوں حضور علیہ السلام پر ایمان لائے۔ یہ زندہ کرنا اس امت میں داخل کرنے کی وجہ سے تھا ورنہ وہ مومن موحد تو تھے ہی اور اسی پر ان کا انتقال ہوا تھا۔ایسے شخص کو یعنی جو حضور کے والدین کو معاذ اللہ کافر کہے امام نہ بنایا جائے،اس کے پیچھے

نماز درست نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر رفاقت حسین غفرلہ احسن المدارس قدیم کانپور

تحائف حنفیہ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العلمين الذى هدانا الى الصراط المستقيم والصلوة والسلام على خير الخلق سيد المرسلين الذى ارسله رحمة للعلمين وخاتم النبيين فهو يوم القيامة شفيع المذنبين وعلى اهله وصحبه الطاهرين الذين هم ائمة الدين وعلى الفقهاء والمجتهدين وعلى سائر المقلدين المهديين الذين هم على طريق المسلمين وعلينا معهم وبهم الى يوم الدين اجمعين برحمتك يا ارحم الراحمين امين

اما بعد :

فقیر محمد اجمل عرض کرتا ہے کہ یہ بڑے فتنہ وفساد کا زمانہ ہے، گمراہی وضلالت کا دور ہے، ہر جاہل وکم علم نے ایک نیا مذہب ایجاد کر رکھا ہے، اور سلف صالحین پر لعن طعن شروع کر دیا ہے، انہیں میں سے ایک فرقہ غیر مقلدین ہے جو نہایت سخت بے حیا اور بے غیرت ہے، بے ادب و بے باک ہے، اس کے دعوے تو اس قدر بلند ہیں کہ عامل بالحدیث ہیں اور اپنے متبع حدیث ہونے کی بنا پر کسی امام ومجتہد کی تقلید کے محتاج نہیں اور پھر وہ اپنے آپ کو صداقت وراست بازی کا پیکر جانتے ہیں، لیکن ان کا عمل اس کے خلاف ہے اور وہ قرآن وحدیث کے دشمن ہیں اور جاہل ملوں کی تقلید کرتے ہیں، فقہا ومجتہدین کی شانوں میں سخت بے ادب وگستاخ ہیں، اور کذب ودجل اور مکر وفریب میں بے مثل ہیں، اس قوم کی محنتوں کا نتیجہ یہ رسالہ ہے جو ہمارے پیش نظر ہے، اس رسالے پر اس قوم کو اس قدر ناز ہے کہ وہ اس کا نام تک تجویز نہ کر سکے، اور چونکہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ کوئی مقلد اس کا جواب نہ لکھ سکے گا تو سینہ تان کر اسی کو اس کا نام قرار دیتے ہیں، یعنی

انعام گیارہ ہزار لو

یہ شعبہ تبلیغ جماعت اہل حدیث صدر بازار دہلی ہند کی شائع کردہ ہے اور اس کے کوئی شیخ فاضل اجل عبد الجلیل سامرودی ساکن سامرودہ پوسٹ پلسانہ ضلع سورت وایا چلتھاں مورخہ ۶ / جولائی ۱۹۵۴ء

یہ رسالہ کسی غیر مشہور حکیم محمد حنیف ساکن کھنڈیلہ کے اشتہار کے جواب میں لکھا گیا ہے۔ کاش ہمارے پاس وہ اشتہار ہوتا تو پھر ہم شرح وبسط کے ساتھ لکھتے اور اس کی تائید میں امکانی سعی کرتے، اب اس رسالہ کا عام اعلان اور مطالبہ جواب پر یہ چند سطور تحریر کی جاتی ہیں اور اس قوم کے دروغ وکذب ، دجل وفریب، اور مکروکید سے عوام کو مطلع کیا جاتا ہے۔ اگر اس قوم میں اپنے اعلان کے مطابق مکڑی کے جالے برابر بھی صداقت اور سچائی اور طاقت وقوت ہو تو بلا تاخیر گیارہ ہزار کی رقم ادا کرے، اگر اس غریب ونادار مصنف کے پاس یہ رقم موجود نہ ہو تو اپنی مالدار قوم سے بھیک مانگ کر اپنے آپ کو سچا دکھانے کی کوشش کرے اور ایک مرتبہ تو ہندوستان کی فضا میں اس مذہب اہل حدیث کو راست گو ثابت کر دکھائے ،مگر ہم جانتے ہیں کہ ہماری یہ امید پوری نہیں ہوگی اور اس قوم میں اتنی حیا وغیرت پیدا ہونی مشکل ہے اور مصنف میں سچائی اور صداقت کا کوئی شائبہ تک نہیں ہے، جب ان جھوٹوں کے مذہب میں خدا بھی جھوٹ بول سکتا ہے تو جھوٹے مذہب کے پجاریوں سے صداقت کی کیا امید کی جا سکتی ہے، ہندوستان بھر میں اسی قوم کا یہ طرۂ امتیاز ہے کہ یہ ہمیشہ ایسے انعامی اعلانات کرتے رہتے ہیں اور آج تک کسی کو ایک پیسہ تک نہیں دیا ہے بلکہ نہ آئندہ ان کو کوئی پیسہ دینا ہے، پیسہ دینا تو درکنار کسی مقلد حنفی کے مقابلہ میں آنے کی ہمت بھی نہ ہوئی۔

لہذا نہ میں ان کے انعام کی طمع میں بلکہ بعض عوام جو ان کے کذب وفریب کا شکار ہو جاتے ہیں اس کی تسکین خاطر کے لئے اور ان ناواقف اہل حدیث کے لئے جو ان کے دعووں کو صحیح سمجھتے ہیں ان کی رہنمائی کے لئے یہ ان کے گیارہ ہزار انعامی سوالات کے جوابات پیش کئے جاتے ہیں اور ان کے کمزور دلائل کی حقیقت کا اظہار مقصود ہے، اسی امید پر ہم یہ چند سطور سپرد قلم کرتے ہیں تا کہ ہر ذی عقل ان کے کذب وفریب پر مطلع ہو کر ان کے جھوٹے مذہب سے بچے اور ممکن ہے کہ مولیٰ تعالیٰ کسی مخالف کو توبہ کی توفیق دے اور انعامی رقم دینے کی کسی میں ہمت پیدا کر دے۔

رسالہ کا آغاز عجیب ہے، نہایت مکروفریب پر مبنی ہے، ہم اس کے لغویات اور غیر ضروری امور کو نظر انداز کرتے ہوئے پہلے اس کے مایۂ ناز دلائل کی حقیقت آشکارا کر دیں، ناظرین بغور ملاحظہ کریں۔

اہل حدیث کی پہلی حدیث

یوں تو ساری قوم کو اس حدیث پر ناز ہے، مصنف نے بھی اپنے دلائل میں سب سے پہلے اسی حدیث کو پیش کیا ہے، تو اس مایۂ ناز حدیث کو دیکھئے۔

من صلی خلف الامام فلیقرأ بفاتحة الکتاب ۔ (طبرانی)

یعنی جو امام کے پیچھے نماز پڑھے اس کو چاہئے کہ سورۂ فاتحہ پڑھے۔

جواب

اقول اولا: مصنف یہ حدیث صحاح ستہ کے موجود ہوتے ہوئے طبرانی سے کیوں نقل کرلایا، باوجودیکہ حدیث عبادہ صحاح کی ہر کتاب میں موجود ہے، تو یہ مصنف کی خود مطلبی نہیں ہے تو اور کیا ہے، بلکہ اس سے اس کے صحاح پر عمل کرنے کے دعوی کا جھوٹا اور غلط و باطل ہونا قرار دینا نہیں ہے تو اور کیا ہے۔

ثانیا: مصنف نے اس حدیث کو بغیر اسناد کے لکھا تاکہ حدیث کے کسی راوی پر جرح نہ ہوسکے ،اور ظاہر ہے کہ طبرانی ہر جگہ دستیاب نہیں ہوسکتی، غالبا مصنف کے پاس بھی نہیں ہے ورنہ اس صفحہ اور مطبع کا پتہ لکھتا، تو یہ مصنف کی بددیانتی اور خودغرضی نہیں تو اور کیا ہے۔

ثالثا: جب یہ حدیث حضرت عبادہ بن ثابت صحاح ستہ میں باتفاق الفاظ مروی ہے تو صحاح کو چھوڑنا اور طبرانی جیسی کتاب سے نقل کردینا مصنف کی نفسانیت نہیں تو اور کیا ہے، اور صحاح ستہ کو ماننے کی یہ حقیقت ہے، مصنف اپنے اس انداز سے اپنی اندھی قوم کو فریب دے رہاہے، اور وہ اس کو مان کر احادیث کے انکار پر تیار ہوگئے ہیں، یہ ہے مذہب غیر مقلدیت کی ننگی تصویر جس کو کوئی ذی عقل تو باور نہیں کرسکتا۔

رابعا: جب صحاح ستہ کی روایات میں خلف الامام کے الفاظ نہیں ہیں تو طبرانی نے ان کے مقابلہ میں یہ زیادتی کس اعتماد وقوت پر روایت کی، مصنف اس کی کوئی صحیح توجیہ پیش کرے کہ وہ اس روایت سے استدلال کررہا ہے۔

خامسا: فصحا کے کلام میں زیادتی افادہ سے خالی نہیں ہوتی، مصنف بتائے کہ اس زیادتی کا کیا فائدہ ہے؟۔

سادسا: کیا یہ حدیث طبرانی نص قرآنی اور احادیث صحاح کو منسوخ کرسکتی ہے یا نہیں؟۔

سابعا: اگر منسوخ کرسکتی ہے تو مصنف معتبر دلیل سے ثابت کرے۔

ثامنا: قرأت فاتحہ کی فرضیت کیا امام کے پیچھے مقتدیوں ہی پر ہے، امام اور منفرد پر نہیں، مصنف اگر اپنے آپ کو محدث کہتا ہے تو اپنے اس عقدہ کو حل کرے ورنہ حدیث سے استدلال کرنے کا ارادہ ترک کرے۔

تاسعا: کیا فرضیت فاتحہ صرف اسی حدیث سے ثابت ہے؟ یا اور حدیث بھی ایسی ہے جس کو صحاح ستہ میں سے کسی کتاب نے روایت نہیں کیا ہے۔

عاشرا: جب یہ حدیث طبرانی نص قرآنی اور احادیث صحاح کو منسوخ نہیں کرسکتی تو مصنف نے اس حدیث کو کیا درجہ دے کر دلیل بنایا اور ساری قوم کو اس پر فخر و ناز ہے۔

مصنف کی دوسری حدیث: جو رسالہ کے ص ۳ و ص ۴ پر ہے وہ یہ ہے:

لاصلوة لمن لم یقرء بفاتحة الکتاب خلف الامام۔

(رواہ بیہقی فی کتاب القرأت ص ۴۷)

امام کے پیچھے جو فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

جواب

اولا: یہ حدیث عبادہ صحیحین بلکہ صحاح ستہ میں بھی مروی ہے، تو مصنف نے ان صحاح کو چھوڑ کر امام بیہقی کے کسی رسالے سے کیوں نقل کی، ان کی سنن کبری سے کیوں نقل نہیں کی، یہ مصنف کی خود غرضی نہیں تو اور کیا ہے، مصنف بتائے کیا اسی فریب کا نام عامل بالحدیث اور اہل حدیث ہوتا ہے۔

کیا امام بیہقی کا یہ رسالہ ان کی سنن کبریٰ سے زیادہ معتبر و معتمد ہے؟

ثالثا۔ مصنف یہ بتائے کہ اگر فرضیت قرأت لا صلوة لمن یقرء بفاتحة الکتاب سے ثابت ہوگئی تھی تو خلف الامام کس فائدہ کے لئے آیا۔ آیا یہ مطلب ہے کہ امام کے پیچھے پڑھنے والے کی نماز تو بغیر فاتحہ پڑھے نہوگی۔ مگر خود امام کی اور منفردوں کی نماز بغیر فاتحہ کے ہی ہو جاتی ہیں۔

رابعا۔ مصنف اپنی پیشکردہ حدیث کا مطلب تو بتائے، آیا یہ کہ جس نماز میں امام کے پیچھے فاتحہ نہیں پڑھی صرف وہی نماز ناجائز ہے تو اس میں کس چیز کی نفی ہے اور دلیل خصوص کیا ہے؟۔

خامسا۔ یا یہ مطلب ہے کہ جس نے کبھی امام کے پیچھے فاتحہ ترک کردی تو اس کی عمر بھر کی کوئی نماز

صحیح نہیں سب باطل ہو گئیں۔ عمل ہی حبط ہو گئے۔ اس مطلب کا دنیا میں کون قائل ہے۔ اور وہ صحابہ کراب جنہوں نے امام کے پیچھے قرأۃ نہیں کی ان کی عمر بھر کی نمازیں کیا ہوئیں اور کیا پچھلی نمازیں جو تمام شرائط وآداب کی ساتھ ہوئیں ان کی صحت موقوف تھی۔

سادساً۔ فرضیت قرأۃ خلف الامام میں یہ حدیث مطلق ہے یا مقید۔ عام ہے یا خاص۔ اگر مقید یا خاص ہے تو دلیل تقیید وتخصیص کیا ہے؟

سابعاً۔ کیا اس حدیث کی صحت محض بیہقی کی تصحیح سے بطور تقلید شخصی کافی ہے، یا اس کی صحت کی کوئی اور دلیل ہے۔ اگر ہے تو کیا ہے؟

ثامناً۔ مصنف کی یہ حدیث مجروح ہے کہ اسی بیہقی کی سنن کبریٰ میں یہ حدیث بھی مروی ہے۔

حدیث: عن زيد بن ثابت قال من قرأ وراء الامام فلا صلوة،

(بیہقی سنن کبریٰ ص۱۶۳ ج۲)

حضرت زید ابن ثابت سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جس نے امام کے پیچھے قرأت کی تو اس کی نماز نہیں۔

مصنف اگر بیہقی کی روایت کو معتبر مانتا ہے تو اس کی روایت کو بھی معتبر مانے اور اپنے غیر مقلد ہونے سے توبہ کرے۔

تاسعاً: امام بیہقی نے اسی سنن کبریٰ میں ایک یہ حدیث مرفوع بھی روایت کی ہے:

قال النبی ﷺ: من صلى خلف الامام فان قرأة الامام له قرأة۔

(بیہقی ص۱۵۹ ج۲)

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو امام کے پیچھے نماز پڑھے تو بیشک امام کا قرأت کرنا اس مقتدی کا قرأت کرنا ہے۔

تو مصنف اگر امام بیہقی کی اس حدیث پر ایمان رکھتا ہے تو اپنے باطل مذہب سے توبہ کرے اور اپنے مقلد حنفی ہونے کا اعلان کرے، لیکن مصنف اگر فی الواقع اہل حدیث ہوتا تو اس حدیث کے بعد توبہ کر لیتا مگر اس کو توبہ کی توفیق نہ ہوگی۔

عاشراً: انہیں امام بیہقی نے اپنی سنن کبریٰ میں یہ حدیث مرفوع بھی روایت کی ہے:

قال النبی ﷺ من كان له امام فان قرآة الامامله قرأة ۔ (بیہقی ص۱۶۰ ج۲)

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس امام ہو تو بیشک امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے۔

تو یہ مصنف اگر بیہقی اور حدیث کو مانتا ہے تو اپنی غیر مقلدیت سے توبہ کرے اور حنفی ہونے کا اعلان کرے ورنہ اپنے دشمن حدیث ومخالف بیہقی ہونے کو شائع کرے اور اپنی پیش کردہ حدیث اور ان احادیث میں توفیق بیان کرے۔

مصنف کی تیسری حدیث

مصنف نے اپنے اثبات دعوی میں یہ تیسری حدیث پیش کی ہے جو رسالہ کے ص ۱۴ پر ہے۔

لعلکم تقرؤن خلف امامکم لا تفعلوا الا بفاتحة الکتاب ۔

شاید کہ تم اپنے امام کے پیچھے قرأت کرتے ہو تو سوائے فاتحہ کے کچھ نہ پڑھو۔

جواب اولا: مصنف یہ بتائے کہ جب مقتدی قرأت امام کے وقت اس حدیث کے حکم سے فاتحہ پڑھے گا تو وہ استماع وانصات نہ کر سکے گا، تو اس میں حکم قرآنی 'فاستمعوا له وانصتوا" کی مخالفت ہوگی یا نہیں؟۔

ثانیا: جب صحاح ستہ میں سے صحیح مسلم وابن ماجہ میں یہ حدیث بالفاظ مختلف مروی ہے،

اذا قرء الامام فانصتوا ۔ جب امام قرأت کرے تو تم چپ رہو۔

تو بموجب اس حدیث کے بوقت قرأت امام فاتحہ پڑھنے میں اس حدیث مسلم وابن ماجہ کی مخالفت ہوگی یا نہیں؟۔

ثالثا: مصنف کی پیش کردہ حدیث عند المحدثین حدیث موقوف ہے، چنانچہ جواہر النقی حاشیہ بیہقی میں اس کی تصریح موجود ہے، تو مصنف بتائے کہ کیا حدیث موقوف اس کے مذہب کی دلیل ہے اور کیا حدیث موقوف حدیث مرفوع کو منسوخ کر سکتی ہے؟۔

رابعا: جب خود اس حدیث کے راوی ابوداؤد وامام بیہقی نے اس حدیث کو روایت کرنے کے باوجود اپنے امام کی تقلید پر عمل کرنا مقدم قرار دیا، مصنف کا تمام صحاح ستہ کے مقابلہ میں اس کو قابل عمل قرار دینا جہالت نہیں ہے تو اور کیا ہے۔

خامسا: جب مصنف اس قدر جاہل ہے کہ حدیث مرفوع وموقوف کے امتیاز اور مراتب سے بے خبر ہے تو اس کو حدیث پر عمل کرنے کا کیوں خبط پیدا ہو گیا ہے۔

سادسا: جب مصنف حدیث کے اقسام اور مراتب سے جاہل ہے تو عامل بالحدیث ہونے کا

اسے سودا کیوں ہو گیا ہے۔

سابعا: اس حدیث سے قرأت فاتحہ کی فرضیت آیا بصراحۃ النص ثانت ہے یا باشارۃ النص یا باقتضاء النص؟ اور ان کی کیا تعریف ہے؟

ثامنا: حدیث کے الفاظ الا بفاتحۃ الکتاب سے استثناء متصل مراد ہے یا منفصل اور جو مراد ہے اس پر کیا دلیل ہے؟۔

تاسعا: فانہ لا صلوۃ الحدیث کس کا بیان ہے؟ آیا مستثنی منہ کا یا مستثنی کا؟

عاشرا: لا تفعلوا، آیا نہی کا صیغہ ہے یا نفی کا؟ اور نہی و نفی میں کیا فرق ہے اور فرضیت فاتحہ کس جملہ سے مستفاد ہے، ہر بات دلیل سے ہو۔

ملا علی قاری اور مولوی عبدالحی نہ ہمارے امام نہ ہم ان کے مقلد، اور یہ خود مقلد امام اعظم ہیں تو مصنف نے ان کا ذکر کیوں کیا کہ یہ اس حدیث کے عامل نہیں۔

مصنف کی چوتھی حدیث

مصنف نے اپنے رسالے کے ص ۶ / پر یہ حدیث امام بیہقی کے رسالہ سے نقل کی اور ان کی سنن سے اس کی تصحیح پیش کی، حدیث کے الفاظ یہ ہیں: فلا تقرؤابشیء من القرآن اذا جھرت الامام الا بام القرآن ۔ (رسالہ بیہقی ص ۴۴)

تم قرآن سے کچھ مت پڑھو جب امام بالجہر پڑھے مگر الحمد شریف۔

جواب اولا: اس مسئلہ میں صحاح کی احادیث موجود ہوتے ہوئے امام بیہقی کے رسالہ سے کسی حدیث کو پیش کر دینا بد دیانتی نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ غیر مقلد جو اپنے ملون کی اندھی تقلید کرنے والے ہیں اس مصنف کی حرکت پر کچھ نہ کہیں تو یہ ان کی کم علمی اور جہالت ہے، مگر اہل علم اور حدیث کے جاننے والے اس کی غلطی اور بے مائیگی کو خوب پہچان لیں گے۔

ثانیا: جب امام جہر سے قرأت کرے گا تو بحکم قرآن مقتدی پر استماع و انصات واجب ہے، اس حدیث سے اس کے ذمہ پر فاتحہ کو واجب قرار دیدینا کیا حکم خداوندی کا مقابلہ ہے یا نہیں؟ کیا مصنف کے نزدیک کتاب اللہ و حدیث میں بھی ایسا مقابلہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟

ثالثا: کیا حدیث خبر واحد کتاب اللہ کے حکم کو منسوخ کر سکتی ہے؟ اگر کر سکتی ہے تو دلیل پیش کرے

ورنہ حنفی ہونے کا اعلان کرے۔

رابعا: یہ حدیث وجوب فاتحہ کے لئے اگر نص ہے تو جہری نمازوں میں ہوگی تو سری نمازوں میں اس سے وجوب فاتحہ کس طرح ثابت ہے۔

خامسا: سری نمازوں میں بھی امام قرأت کرتا ہے تو بحکم قرآن اس پر انصات واجب، تو وجوب انصات کے منافی ہے یا نہیں؟۔

سادسا: سری نمازوں میں بموجب حدیث مسلم "اذا قرء الامام فانصتوا" کے مقتدی پر انصات واجب ہوا تو اس حدیث سے اس پر وجوب فاتحہ کیسے ثابت ہوگا؟۔

سابعا: امام طحاوی نے اس حدیث کو موقوف بتایا ہے تو حدیث موقوف حدیث مرفوع کو کیسے منسوخ کرسکتی ہے؟۔

تاسعا: اس حدیث کے رواۃ میں نافع بن محمود مجہول وغیر معروف راوی ہے تو یہ حدیث مجروح ہوئی یا نہیں؟۔

عاشرا: غیر مقلدین کے جھوٹے مذہب کی یہ حقیقت ہے کہ وہ اگر چہ اہل حدیث اپنے آپ کو کہتے ہیں اور حدیث موقوف بلکہ مجروح کو اپنی دلیل بناتے ہیں، یہ ان کے دلائل کا احوال ہے۔

مصنف کی پانچویں حدیث

یہ حدیث اس رسالہ کے ص ۸ و ۹ پر ہے۔ یہ بھی امام بیہقی کے رسالہ سے ہے۔

سألت عمر بن الخطاب رضی الله تعالی عنه عن القرأة خلف الامام فقال لی اقرأفقلت وان کنت خلفك فقال وان کنت خلفی فقلت وان قرأت قال وان قرأت ۔
(رسالہ کتاب القرأت ص ۴۰)

یزید ابن شریک نے کہا کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام کے پیچھے قرأت کرنے کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے مجھ سے فرمایا: تو قرأت کر، پھر میں نے کہا اگر چہ میں آپ کے پیچھے ہوں؟ فرمایا: اگر چہ تو میرے پیچھے ہو، میں نے کہا اگر چہ آپ قرأت کرتے ہوں ،فرمایا کہ اگر چہ میں قرأت کرتا ہوں۔

جواب اولا: یہ حدیث مرفوع نہیں بلکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے اور شارع علیہ

السلام کا قول نہیں، تو یہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہے یا نہیں؟۔

ثانیا: جب یہ قول صحابی ہے تو قول نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول کے معارض ہو سکتا ہے یا نہیں؟۔

ثالثا: یہ قول صحابی ہے تو آیہ کریمہ وصحاح احادیث کے خلاف ہے تو ان کے مقابلہ کیا اس پر عمل ضروری ہے یا نہیں؟۔

رابعا: اگر اس حدیث کی اسناد جید تھی تو اس کو صحاح ستہ میں سے کسی کتاب نے کیوں روایت نہیں کیا، اس کی وجہ مصنف ظاہر کرے۔

خامسا: جب بحکم قرآن واحادیث مرفوعہ صحیحہ مقتدی پر استماع وانصات واجب ہے تو اس پر وجوب قرأت فاتحہ اس جیسی حدیث سے کس طرح ثابت ہوگا؟۔

سادسا: اگر فرض کرلیا جائے کہ حضرت فاروق اعظم کا یہی مذہب ہے تو ان کا مذہب صریح آیت واحادیث صحیحہ کے خلاف ومقابل کیوں ہے؟۔

سابعا: یہ حدیث مصنف کے نزدیک کس مرتبہ کی ہے، اس سے حکم کتاب اللہ واحادیث صحیحہ کا حکم منسوخ ہو سکتا ہے یا نہیں؟۔

ثامنا: انہیں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول بھی احادیث میں مروی ہے کہ انہوں نے خاص اسی مسئلہ میں یہ

فرمایا: لیت فی فم الذی یقرأخلف الامام حجرا۔ (مؤطا امام محمد ص ۹۷)

جو امام کے پیچھے قرأت کرے کاش اس کے منہ میں پتھر ہوتا۔

تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کونسا قول صحیح ہے اور کونسا قابل عمل ہے؟۔

تاسعا: انہیں امام بیہقی کی سنن کبریٰ کے حاشیہ پر انہیں حضرت عمر فاروق کا یہ قول منقول ہے،

قال عمر بن الخطاب وددت ان الذی یقرء خلف الامام فی فیہ حجر۔

حضرت عمر نے فرمایا: جو امام کے پیچھے قرأت کرے میں پسند کرتا ہوں کہ اس کے منہ میں پتھر ہو

تو جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ مختلف اقوال مروی ہیں تو کس قول کو قابل عمل سمجھا جائے اور کس کو سند بنایا جائے؟۔

عاشرا: یہ مصنف اب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان مختلف اقوال کی تاریخیں بتائے

اور یہ ظاہر کرے کہ کون قول مقدم ہے اور کون مؤخر ہے اور انہوں نے خود کس پر عمل کیا، پھر مصنف کی عیاری ملاحظہ ہو کہ ادھر تو وہ ہم سے حدیث مرفوع طلب کرتا ہے اور قولی حدیث کا مطالبہ کرتا ہے، حدیث فعلی کو نہیں مانتا، اور خود حدیث موقوف بلکہ مجروح سے استدلال کرر ہا ہے، یہ ہے اس کی بے ایمانی وبد دیانتی کا مظاہرہ، اس کمزور حقیقت پر اس کا عامل بالحدیث ہونے کا دعوی اس کی اندھی اور جاہل قوم غیر مقلدین قدر کرے تو کرے لیکن جو حقیقۃ اہل حدیث ہیں وہ اس کی بات اور اس کے ایسے غلط استدلالات کو پتھر سے ماریں گے اور اس کو نااہل اور دشمن حدیث قرار دیں گے۔

مصنف کے وہ انعامی سوالات اور ان کے تحقیقی جوابات ملاحظہ ہوں

مصنف نے اپنے سوالات میں اگر چہ نہایت عیاری وفریب کاری سے کام لیا ہو اور پھر بنا بر خوف کے انکو شرط سے مشروط کیا ہے اور اسکے ساتھ اپنا یہ گندہ عقیدہ بھی ظاہر کر دیا کہ قول نبی ﷺ کو حجت ودلیل مانتا ہے، اور فعل شارع علیہ السلام نہیں مانتا۔ باوجودیکہ فعل نبی ﷺ بھی اہل اسلام کے نزدیک دلیل ہے۔ مصنف نے اس ضمن میں احادیث فعلیہ کا انکار کر کے نصف شرع کا انکار کر دیا۔ یہ ہے اس کے دعوئے اسلام کی حقیقت کہ فعل نبی ﷺ کا منکر اور مخالف ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ وہ قول وفعل نبی ﷺ کا منکر ومخالف ہے۔ ان غیر مقلدین کا مذہب ہی یہ ہے جس کا کہیں دب کر اقرار بھی کر لیتے ہیں۔

بحث مسئلہ قرأت خلف الامام

سوال اول۔ نبی ﷺ نے مقتدیوں کو سورہ فاتحہ پڑھنے سے منع کیا ہو۔ یا یوں فرمایا ہو کہ تم مقتدی بن کر سورۂ فاتحہ پڑھو گے تو تمہاری نماز نہ ہوگی۔ ایک ہزار نقد انعام لو۔

جواب

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں خاص اس مسئلہ میں آیہ کریمہ نازل فرماتا ہے وہ یہ ہے:

واذا قری القرأن فا ستمعو اله و انتصتوا لعلکم تر حمون ۔

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے سنو اور چپ رہو کہ تم پر رحم کیا جائے۔

(سورۃ اعراف پ۹ رکوع ۱۴)

امام بیہقی اس آیہ کریمہ کا سبب نزول سنن کبری میں اس طرح نقل فرماتے ہیں:

عن مجاهد قال کان رسول الله ﷺ یقرأ فی الصلاة فسمع قرأة فتی من الانصار فنزلت

واذا قری القرآن فا ستمعو اله وانصتوا۔

حضرت مجاہد سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں قرأت پڑھ رہے تھے تو آپ نے انصار کے ایک نوجوان کی قرأت سنی تو یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اسے سنو اور چپ رہو۔

بیہقی کی اس روایت سے ثابت ہوگیا۔ کہ یہ آیۂ کریمہ خاص اسی مسئلہ قرأت خلف الامام میں نازل ہوئی، اور آیت نے مقتدی کو سننے اور چپ رہنے کا حکم دیا تو امام کی قرأت کے وقت مقتدی کو سننا اور چپ رہنا اس آیت سے صراحۃ ثابت ہوگیا، تو اس آیت نے مقتدی کو امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع کر دیا اور ظاہر ہے کہ جب مقتدی سورۂ فاتحہ پڑھے گا تو سننا اور چپ رہنا ترک ہوتا ہے اور خدا کے حکم کی نافرمانی اور مخالفت ہوتی ہے اور حدیث سے کلام اللہ کا منسوخ کرنا لازم آتا ہے اور یہ غلط و باطل ہے بلکہ خود حکم حدیث کے خلاف ہے۔ چنانچہ دار قطنی وابن عدی نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی:

کلامی لا ینسخ کلام الله و کلام الله ینسخ کلامی۔

(جامع صغیر مصری ص ۸۱ ج ۲)

نبی ﷺ نے فرمایا کہ میری حدیث کلام اللہ کو منسوخ نہیں کرتی اور کلام اللہ میرے کلام کو منسوخ کر دیتا ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوگیا کہ حدیث حکم قرآنی کو منسوخ نہیں کر سکتی، لہذا جب خاص اس مسئلہ میں صریح آیت موجود ہے تو اس کے موجود ہوتے ہوئے احادیث کو دلیل بنانا آیت پر ایمان لانے کے منافی ہے اور حدیث سے آیت کے حکم کو منسوخ کرنا ہے اور ایسا کوئی نام کا اہل حدیث بھی نہ کر سکے گا کہ آیت کے مقابل حدیث پر عمل کرے، تو اس مسئلہ میں آیت کریمہ کے باوجود کسی حدیث کو کس طرح پیش کیا جائے، لیکن غیر مقلدین کی جہالت پر اتمام حجت کے لئے چند احادیث بھی پیش کرتا ہوں۔

حدیث (۱) صحیح مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ وقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لیؤمکم احدکم فاذا کبر فکبروا واذا قال غیر المغضوب علیھم ولا الضالین فقولو ا آمین۔ عن قتادۃ من الزیادہ واذا قرء فانصتوا فقال حدیث ابی ھریرۃ صحیح۔

چاہئے کہ تم سے ایک امامت کرے، جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ غیر المغضوب علیھم و لا الضالین کہے تو تم آمین کہو، اور حضرت قتادہ سے یہ اور مروی ہے کہ جب امام قرأت کرے تو تم چپ رہو، امام مسلم نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

حدیث (۲) ابوداؤد شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

قال انما جعل الامام لیؤتم به فاذا کبر فکبروا و اذا قرء فانصتوا ۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ امام کو مقتدا بنایا گیا ہے جب وہ تکبیر کہے تو تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو چپ رہو

حدیث (۳) اذا قرء الامام فانصتوا ۔ جب امام قرأت کرے تو تم چپ رہو۔

حدیث (۴) ابن ماجہ میں ہے: قال رسول الله ﷺ اذا قرء الامام فانصتوا ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام قرأت کرے تو تم چپ رہو۔

حدیث (۵) جامع ترمذی شریف میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: من صلی رکعة لم یقرء فیها ام القرآن فلم یصل الا ان یکون وراء الامام ۔ (ترمذی شریف ص۴۲)

جس نے کوئی رکعت پڑھی اور اس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز نہیں ہوئی مگر جب امام کے پیچھے ہو

حدیث (۶) نسائی شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: قال رسول الله ﷺ انما الامام لیؤتم به فاذا کبر فکبروا و اذا قرء فانصتوا ۔ (نسائی ص۹۲)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ امام کی اقتداء کی جائے، جب وہ تکبیر کہے تو تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم چپ رہو۔

حدیث (۷) ابن ماجہ شریف میں ہے جو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا: قال رسول الله ﷺ من کان له امام فقرأة الامام له قرأة ۔ (ابن ماجہ ص۶۱)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کا امام ہو تو امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے۔

حدیث (۸) امام بیہقی کی سنن کبری میں ہے: قال النبی ﷺ: من صلی خلف الامام فان قرأة الامام له قرأة۔ (بیہقی ص۱۵۹ ج۲)

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو بیشک امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔

حدیث (۹) انہیں امام بیہقی کی سنن کبریٰ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی

ہے: انہ کان یقول من صلی وراء الامام کفاہ قرأۃ الامام ۔ جو امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اس کو امام کی قرأت کافی ہے۔

حدیث (۱۰) اسی سنن کبریٰ میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: من قرء وراء الامام فلا صلوۃ لہ ۔ جس نے امام کے پیچھے قرأت کی تو اس کی نماز ہی نہیں۔

اس موضوع پر کثیر احادیث پیش کی جاسکتی ہیں لیکن یہ صرف صحاح سے دس منقول ہوئیں، ان میں صاف طور پر فرمادیا گیا کہ جب امام قرأت کرے، تو مقتدی سنے اور چپکا رہے کہ امام کی قرأت مقتدی کے لئے کافی ہے، مقتدی کا اس وقت سورۂ فاتحہ پڑھنا قرآنی حکم کے خلاف اور ان احادیث کے خلاف ہے، اور مقتدی کے لئے فاتحہ پڑھنے کی ممانعت قرآن وحدیث سے ثابت ہوگئی، مصنف ایسا جاہل ہے کہ اپنی پیش کردہ احادیث سے جو موقوف ومجروح احادیث ہیں ان سے حکم قرآنی اور احادیث صحیحہ کو منسوخ کرنا چاہتا ہے کہ یہ ہم نے حدیث پیش کرکے ثابت کردیا کہ حدیث آیت کے حکم کو منسوخ نہیں کرسکتی، تو اہل اسلام کو آیت اور ان احادیث صحاح ستہ پر عمل کرنا چاہئے، پھر اس قدر روشن اور صریح حکم کے ہوتے ہوئے بھی اگر مصنف یا کوئی غیر مقلد نہ مانے اور اپنی ضد پر اڑا رہے تو وہ ختم اللہ علیٰ قلوبھم کا مصداق ہوچکا ہے اور اس میں صداقت اور حق پسندی کا جذبہ مٹ چکا ہے اور وہ اپنی بے حسی پر جتنا ماتم کرے کم ہے۔ وما علینا الا البلاغ

بحث مسئلہ آمین بالجہر

سوال دوم ۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے صحابہ کو آمین بالجہر سے اقتدا کی حالت میں منع فرمایا ہو۔ یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ تم آہستہ آمین کہو۔ ایک ہزار نقد انعام حاصل کرو:

جواب

خاص اس مسئلہ میں میرا ایک رسالہ ہے جس میں غیر مقلدین کی ہر حدیث پر جرح کی گئی ہے۔ اگر مصنف اس مسئلہ میں کوئی حدیث پیش کرتا تو اس کی جرح لکھ دی جاتی مگر چونکہ وہ اپنی کمزوری کو خود بھی جانتا ہے۔ اسی لئے اس نے اس مسئلہ میں کوئی حدیث پیش نہیں کی ۔ باوجودیکہ جیسے پہلے مسئلہ میں اس نے جس طرح اپنی احادیث پیش کی تھیں اسی طرح اس مسئلہ میں پیش کرتا لیکن اس کو اپنے دلائل کی کمزوری کا خود بھی احساس ہے اسی لئے وہ آمین بالجہر کے دلائل پیش نہ کرسکا۔

لہذا ہم بھی اس جرح کو پیش نہیں کرتے۔اگر مصنف نے مسئلہ قرأت خلف الامام کی جرح کے جواب کی ہمت کی تو ہم بھی اپنی بقیہ جرح کو پیش کردیں گے۔لہذا اس مسئلہ پر اپنے دلائل پیش کرتے ہیں۔یہ ظاہر ہے۔آمین یا از قسم کی دعا ہے یا از قسم اللہ ہے۔اگر از قسم دعا ہے۔چنانچہ بخاری شریف میں ہے:

قال عطا آمین دعا۔ حضرت عطا نے فرمایا کہ آمین دعا ہے۔

(بخاری مصطفائی ص ۱۰۷)

اور قرآن کریم میں دعا کے متعلق وارد ہے:

آیت ۔ ادعور بکم تضرعا و خفیه ۔اپنے رب سے دعا کرو گڑگڑاتے اور آہستہ

(سورۃ اعراف پارہ ۸ رکوع ۶)

تو آیہ کریمہ سے ثابت ہو گیا کہ دعا آہستہ ہونی چاہئے۔دعا کے لئے جہر نہیں ہے۔اور اگر آمین از قسم ذکر اللہ ہے تو قرآن کریم میں ذکر اللہ کے متعلق وارد ہے۔

آیت ۔ اذکر ربك فی نفسك تضربا و خفیه دو ن الجهر من القول ۔ اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو اور زاری کرے بے آواز نکالے زبان سے۔

(سورۃ اعراف ع ۱)

بالجملہ آمین سے جو بھی مراد لیا جائے قرآن کریم نے اس کو آہستہ کہنے کا حکم فرمایا۔لہذا کتاب اللہ نے آمین کو آہستہ و بے آواز کہنا بتایا تو آمین کے بالجہر کہنے کی ممانعت کلام الہی سے ثابت ہوئی۔تو قرآن کی ایسی صریح دلیل ہوتے ہوئے کسی اور دلیل کی حاجت باقی نہیں رہتی مگر ہم اتمام حجت کے لئے چند صحاح احادیث بھی پیش کرتے ہیں:

حدیث (۱) عن وائل عن ابیه ان النبی ﷺ قرأغیر المغضوب علیهم و لا الضالین فقال آمین و خفض بها صوته ۔ (ترمذی ص ۳۴)

حضرت وائل سے مروی ہے وہ اپنے والد سے راوی کہ بیشک نبی ﷺ نے غیر المغضوب علیهم و لا الضالین کو پڑھا اور پھر آمین کہا اور اس کے ساتھ اپنی آواز پست کی۔

حدیث (۲) عن علقمة یحدث عن وائل انه صلی مع رسول الله ﷺ قال قرأغیر المغضوب علیهم و لا الضالین فقال آمین خفض بها صوته۔

حضرت علقمہ سے مروی ہے وہ حضرت وائل سے راوی کہ انہوں نے حضور ﷺ کے ساتھ نماز

پڑھی تو حضور نے غیر المغضوب علیهم ولا الضالین کو پڑھا پھر فرمایا: آمین اوراس کے ساتھ اپنی آواز کو پست کیا۔

ان احادیث سے ثابت ہوگیا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے آمین بالجہر نہیں فرمائی بلکہ آہستہ کہی ،صحابہ کرام کا عمل اسی پر رہا کہ وہ آمین آہستہ کہتے ، چنانچہ خلفائے راشدین کا عمل مروی ہے کہ

حدیث (۳) ان عمر وعليا لم يكونا يجهران بآمين ۔ بیشک حضرت عمر وحضرت علی آمین بالجہر نہیں کہتے تھے۔

اس حدیث سے ثابت ہوگیا کہ خیر القرون میں بھی آمین بالجہر نہیں کہی جاتی تھی اور صحابہ سے بھی اسی طرح ثابت ہے، تو جب شارع ﷺ وخلفائے راشدین کے فعل سے آمین بالجہر ثابت نہیں ہوئی تو آمین کا آہستہ کہنا ثابت ہوا اور آمین بالجہر کی ممانعت ثابت ہوئی۔

مسئلہ رفع یدین

سوال سوم۔ نبی ﷺ نے فرمایا ہو کہ رکوع کرتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع دین مت کیا کرو۔ یا اب میں نے اسے منسوخ کردیا ہے۔ ایک ہزار نقد انعام لو۔

جواب

اہل سنت احناف شروع نماز بوقت تکبیر تحریمہ کے رفع یدین کو سنت کہتے ہیں۔ اور رکوع سے پہلے یا بعد رفع یدین کا حکم نہیں دیتے۔ دلائل یہ ہیں:

حدیث (۱) عن علقمة قال قال عبد الله بن مسعود الا اصلى بكم صلوة رسول الله ﷺ قال فصلى فلم يرفع يديه الا مرة ۔

(ابوداؤد شریف ص ۱۱۶ مجتبائی دہلی باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع)

حضرت علقمہ سے مروی کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز نہ پڑھادوں۔ راوی نے کہا انہوں نے نماز پڑھائی اور رفع یدین صرف ایک بار کیا۔

حدیث (۲) عن البراء ان رسول الله ﷺ اذا فتتح الصلوة رفع يديه الى قريب من اذنيه ثم لا يعود ۔ (ابوداؤد شریف باب مذکور ص ۱۱۶ جلد ۱)

حضرت براء سے مروی کہ بیشک رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو اپنے ہاتھ کانوں کے

قریب تک اٹھاتے پھر ایسا دوبارہ نہ کرتے۔

حدیث (۳) عن البراء بن عازب قال رأیت رسول اللہ ﷺ رفع یدیہ حین افتتح الصلوۃ ثم لم یرفعها حتی انصرف ۔ (ابوداؤد شریف ص ۱۱۶)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کے جب آپ نے نماز شروع کی تو رفع یدین کیا۔ پھر نماز سے فارغ ہونے تک رفع یدین نہیں کیا۔

حدیث (۴) عن علقمة قال قال عبد اللہ بن مسعود الا اصلی بکم صلوۃ رسول اللہ ﷺ فصلی فلم یرفع یدیہ الا فی اول مرۃ قال ابن عیسی حدیث ابن مسعود حدیث حسن ۔ (ترمذی شریف ص ۳۵ باب رفع الیدین عن الرکوع)

حضرت علقمہ سے مروی کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا تمہیں رسول اللہ ﷺ کی جیسی نماز پڑھادوں۔ پھر انہوں نے نماز شروع کی اور اپنے ہاتھ پہلی بار کے سوا کہیں نہیں آٹھائے۔ یعنی رفع یدین صرف ابتدا میں کیا۔ امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

حدیث (۵) عن علقمة عن عبد اللہ قال الا اخبرکم بصلوۃ رسول اللہ ﷺ قال فقام فرفع یدیہ اول مرۃ ثم لم یعد ۔

(نسائی شریف ص ۱۰۳)

حضرت علقمہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے راوی۔ انہوں نے فرمایا کہ میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز سے خبردار کروں راوی نے کہا تو انہوں نے قیام کیا اور رفع یدین پہلی بار کیا۔ پھر دوبارہ نہیں کیا۔

حدیث (۶) عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال صلیت خلف النبی ﷺ وابی بکر و عمر فلم یرفعوا ایدیهم الا عند افتتاح الصلوۃ ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی۔ انہوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی تو کسی نے شروع نماز کے سوا کہیں رفع یدین نہیں کیا۔

(بیہقی ص ۷۹ جلد ۲)

حدیث (۷) عن علی رضی اللہ عنہ انہ کان یرفع یدیہ فی تکبیرۃ الاولیٰ من الصلوۃ ثم لا یرفع شئ منها ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی کہ وہ نماز میں رفع یدین تکبیر اولیٰ میں کرتے پھر نماز میں کہیں

اور نہ کرتے۔ (بیہقی ص ۸۰ جلد ۲)

بالجملہ ان احادیث نے مسئلہ صاف کردیا رفع یدین نماز میں صرف تکبیر اولیٰ کے وقت ہے پھر نماز میں رفع یدین کہیں اور نہیں۔ لہذا رکوع کے قبل یا بعد رفع یدین کرنا فعل نبی ﷺ اور فعل خلفاء راشدین سے ثابت نہیں، بلکہ اس کا ثبوت صرف بوقت تکبیر اولیٰ کے ہے۔ رکوع سے قبل وبعد کا نہیں۔ اب مصنف کا اس کے خلاف کرنا اللہ ورسول جل جلالہ و ﷺ سے مقابلہ کرنا ہے۔ تو احناف کا مذہب ان احادیث کے موافق ہے اور غیر مقلدین کا ان کے مخالف ہے۔ تعجب ہے کہ غیر مقلدین مدعی اہلحدیث ہوکر اسقدر احادیث کی مخالفت کرتے ہیں اور پھر اپنے آپ کو اہلحدیث کہتے ہوئے شرم نہیں کرتے۔

مسئلہ زیر ناف ہاتھوں کا رکھنا

سوال چہارم۔ نبی ﷺ نے سینہ پر ہاتھ باندھنے سے منع فرمایا ہو۔ آپ نے ناف کے تلے باندھنے کا حکم صادر فرمایا ہو۔ ایک ہزار انعام وصول کرو۔

جواب

احناف مردوں کے لئے سینہ پر ہاتھ باندھنے کو منع کرتے ہیں اور زیر ناف ہاتھ باندھنے کو سنت قرار دیتے ہیں، اس کے دلائل یہ ہیں۔

حدیث (۱) ان علیا رضی الله عنه قال السنة وضع الكف على الكف فى الصلوة تحت السرة۔

بیشک حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نماز میں ایک ہاتھ کا دوسرے ہاتھ پر زیر ناف رکھنا سنت ہے۔ (ابوداؤد مصری باب وضع الیمنی علی الیسری ص ۲۰۱ جلد ۱)

حدیث (۲) قال ابو هريرة اخذ الا كف على الا كف فى الصلو ة تحت السرة۔ (ابوداؤد مصری ص ۲۰۱)

حضرت ابوہررہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نماز میں ہاتھوں کا ہاتھوں کو زیر ناف پکڑ کر رکھنا سنت ہے

حدیث (۳) عن على رضى الله عنه قال ان من السنه فى الصلو ة وضع الكف على الكف تحت السرة۔ (بیہقی ص ۳۱ جلد ۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا: بیشک نماز میں ایک ہاتھ کا دوسرے ہاتھ

پر زیرناف رکھنا سنت ہے۔

بالجملہ ان احادیث سے ثابت ہوگیا کہ سیدھے ہاتھ کا بائیں ہاتھ پر زیرناف رکھنا سنت ہے اور اخلاق نبوت سے ہے۔اب اس سے زائد صاف دلائل کیا ہوسکتے ہیں، اسی بنا پر مذہب حنفی میں زیرناف ہاتھ رکھے جاتے ہیں۔لہذا احناف کا عمل تو ان احادیث کے موافق ہے اور غیر مقلدین کا عمل ان احادیث کے خلاف ثابت ہوا۔تو ان کواس بنیاد پر اپنے آپ کواہلحدیث نہیں کہنا چاہئے۔

مسئلہ عدد رکعات تراویح

سوال پنجم۔ نبی علیہ نے آٹھ رکعات تراویح سے منع فرمایا ہو، یا حکم صادر فرمایا ہو کہ تم آٹھ رکعات تراویح مت پڑھو۔ایک ہزار نقد انعام وصول کرو۔

جواب

احناف کے نزدیک تراویح کی بیس رکعات ہیں اور دلائل یہ ہیں:

حدیث (۱) عن ابن عباس قال کان النبی علیہ یصلی فی شهر رمضان فی غیر جماعة بعشرین رکعة والوتر۔ (بیہقی شریف ص۴۹۶ ج۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی انہوں نے کہا کہ نبی علیہ ماہ رمضان میں بغیر جماعت ۲۰ رکعات اور وتر نماز پڑھتے تھے۔

حدیث (۲) عن السائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عهد عمر بن الخطاب رضی الله عنه فی شهر رمضان بعشرین رکعة۔ (بیہقی شریف ص۴۹۶ ج۲)

حضرت سائب بن یزید سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ زمانہ فاروقی میں ماہ رمضان میں صحابہ ۲۰ رکعت کے ساتھ قیام کرتے تھے۔

حدیث (۳) عن علی رضی الله عنه قال دعا القراء فی رمضان فامر منهم رجلا یصلی بالناس عشرین رکعة۔ (بیہقی ص۴۹۶ ج۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی کہ وہ قاریوں کو بلا کر رمضان میں ایک کو حکم دیتے کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات نماز پڑھائے۔

حدیث (۴) عن یزید بن رومان قال: الناس یقومون فی زمان عمر بن الحطاب

رضی اللہ عنہ فی رمضان بثلاث وعشرین ویوترون بثلاث۔

(بیہقی ص۴۹۲ج۲)

یزید بن رومان سے مروی کہ لوگ زمانہ فاروقی میں رمضان میں ۲۰ رکعات نماز پڑھتے ان روایات کو یوں جمع کیا جاسکتا ہے کہ ۲۰ رکعت تراویح تھیں اور تین رکعات وتر کی پڑھتے۔

بالجملہ ان احادیث سے واضح ہوگیا کہ تراویح کی بیس رکعات ہیں، حضرات خلفائے راشدین کے زمانہ میں بھی یہی معمول رہا، اس کے بعد امت کا اسی بیس رکعات پر اجماع ہوگیا۔ اور جن روایات میں ۸ر رکعات وارد ہیں وہ قیام الیل یعنی نماز تہجد کی ہیں جو ماہ رمضان کے ساتھ خاص نہیں، انہیں غیر مقلدین کا تراویح سمجھنا انکی حدیث سے لاعلمی کی دلیل ہے کہ احادیث میں تراویح کو قیام رمضان سے تعبیر کیا گیا ہے اور تہجد کو قیام اللیل سے بیان کیا گیا ہے، تو آٹھ رکعات تہجد کی ہیں، یہ تراویح کی نہیں ہیں کہ تراویح کی تو بیس رکعات ہی ہیں۔ مصنف یا اور کوئی غیر مقلد لفظ تراویح کے معنی اور حقیقت سے ناواقف ہیں، اگر جانتے تو ۸ر رکعات کو تراویح نہ کہتے کہ تراویح ترویحہ کی جمع ہے اور ترویحہ چار رکعات کا ہوتا ہے اور جمع میں کم از کم تین مفرد ہونا چاہئے تو تین ترویحوں کی بارہ رکعات ہونی چاہئے، ۸ر رکعات میں تین ترویحے نہیں ہوسکتے، اسی بنا پر غیر مقلدین کا ۸ر رکعات کو تراویح کہنا زبان عربی سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔

علاوہ بریں نماز پنج گانہ کی ضروری رکعات ۲۰ر ہوتی ہیں، ۱۷ر فرض اور تین رکعت وتر کی، تو شرع نے ان بیس رکعات کی تکمیل کے لئے یہ بیس تراویح مقرر فرمادیں، غیر مقلد اپنی ۸ر رکعات کی بھی کوئی وجہ بتائیں اور ان کا تراویح ہونا ثابت کریں۔

الحاصل ہم نے تراویح کی ۲۰ر رکعات کی لغوی وعقلی ونقلی وجہ بیان کردی، کسی غیر مقلد میں اگر ہمت ہو تو وہ ۸ر رکعات کی ایسی وجہ ذکر کرے اور زمانہ خلفاء کا عمل دکھائے کہ انہیں نے ۸ر رکعات تراویح پڑھی ہیں اور صحابہ کرام ۸ر رکعات تراویح پڑھا کرتے تھے۔

مسئلہ مسح رقبہ

سوال ششم۔ نبی علیہ السلام نے حنفیہ کی طرح گردن کا مسح کرنے کا حکم دیا ہو یا حلقوم کاٹنے کا حکم فرمایا ہو۔ ایک ہزار نقد انعام وصول کرو۔

جواب

احناف کے نزدیک وضو میں گردن کا مسح صرف مستحب ہے اور حلقوم کا بدعت ہے۔

حدیث (۱) عن طلحة بن مصرف عن ابيه عن جده قال رأيت رسول الله ﷺ يمسح راسه مرة واحدة حتى بلغ القذال هو اول القفا۔ (ابوداؤد ص ۱۶)

طلحہ بن مصرف سے مروی ہے وہ اپنے والد سے راوی وہ اپنے دادا سے راوی انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے سر کا مسح ایک بار کیا یہاں تک کہ گدی یعنی گردن تک پہونچے۔

حدیث (۲) عن ليث بن ابی سليم فقال مسح راسه حتى بلغ القذال هو اول القفا،
(بیہقی ص ۶۰ ج ۱)

عبدالوارث نے لیث بن ابی سلیم سے روایت کی کہ حضور ﷺ نے سر کا مسح کیا یہانتک کہ گدی کے پہلے حصہ یعنی گردن کا مسح کیا۔

ان احادیث سے ثابت ہو گیا کہ وضو میں گردن کا مسح بھی فعل نبی ﷺ سے ثابت ہے اور عقل بھی یہی کہتی ہے کہ جب کانوں کا مسح سر کی وجہ سے ہے کہ وہ سر کا جز ہیں۔ حدیث شریف میں ہے ،الاذنان من الراس، یعنی کان سر ہی سے ہیں اور گردن تو سر کی اصل اور جڑ ہے، تو جب کانوں کا مسح سر کی وجہ سے ہے تو گردن کا مسح بھی سر کی وجہ سے ہونا چاہئے۔ غیر مقلدین کو ایسے مسائل میں نہیں الجھنا چاہئے

مسئلہ ربع سر

سوال ہفتم: نبی ﷺ نے چوتھائی سر کے مسح کا حکم دیا، یا آپ نے فرمایا ہو کہ تم پورے سر کا مسح نہ کرو۔ ایک ہزار نقد انعام۔

جواب: احناف صعف چوتھائی سر کا مسح فرض کہتے ہیں اور پورے سر کا مسح سنت کہتے ہیں۔

حدیث (۱) مسلم شریف میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے

ان النبی ﷺ توضأفمسح بناصيته ۔ (مشکوۃ ص ۱۲۶)

بیشک نبی ﷺ نے وضو کیا تو اپنی پیشانی کی مقدار چوتھائی سر پر مسح فرمایا۔

حدیث (۲) ترمذی شریف میں انہیں مغیرہ سے مروی ہے: انه مسح علىٰ ناصيته۔

(ترمذی ص ۱۱۵)

حدیث (۳) ابوداؤد شریف میں انہیں سے مروی ہے:

ان رسول اللہ ﷺ توضأ و مسح ناصیته۔ بیشک نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے وضوفرمایااور بمقدار پیشانی مسح فرمایا۔

حدیث (۴) نسائی شریف میں انھیں سے مروی ہے:

ان النبی ﷺ توضاء فمسح ناصیة بیشک نبی ﷺ نے وضو کیااور بمقدار پیشانی کے مسح کیا (نسائی ص ۱۵)

ان احادیث سے ثابت ہو گیا کہ جب چوتھائی سر کے مسح پر کفایت کی تو چوتھائی سر کا مسح فرض قرار پایا۔

وتر میں بوقت قنوت رفع یدین کرنا

سوال ہشتم۔ نبی ﷺ نے فرمایا ہو کہ وتر میں قنوت کے لئے رفع یدین کیا کرو۔اور آپ نے نیت توڑ کر ہاتھ پھر باندھنے کا حکم فرمایا ہو۔ایک ہزار انعام لو۔

جواب

احناف کے نزدیک وتر میں رکوع سے پہلے تکبیر کہنا اور رفع یدین کرنا احادیث سے ثابت ہے۔

حدیث۔عن محمد بن عمر بن عطاء قال سمعت ابا محمد الساعدی فی عشرة من اصحاب رسول اللہ ثم اذا قام من الرکعتین کبر و رفع یدیه حتی یحازی بهما منکبیه کما کبر افتتاح الصلوة۔ (ابوداؤد مجتبائی ص ۱۱۳ ج ۱)

محمد بن عمر عطاء سے مروی انہوں نے کہا کہ میں نے حمید ساعدی کو دس اصحاب رسول ﷺ میں کہتے سنا کہ حضور وتر کی دو رکعات کے بعد کھڑے ہوئے اور تکبیر کہی اور ہاتھ اٹھائے جیسا کہ تکبیر تحریمہ کو اٹھاتے تھے۔

اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ قنوت سے پہلے تکبیر کہی جاتی ہے اور رفع یدین کیا جاتا ہے، اور ظاہر ہے کہ جب تیسری رکعت کو وتر بنایا جائے گا تو اس کے شروع میں تکبیر اور رفع یدین ہونا چاہئے۔اب مصنف کا اس کو نیت توڑ کر ہاتھ باندھنا کہنا جہالت نہیں ہے تو اور کیا ہے۔غالبا یہ مصنف اپنی اس فہم پر عیدین کی تکبیروں اور رفع یدین کو بھی یہی کہے گا کہ ہر رکعت میں تین مرتبہ نیت توڑ کر ہاتھ باندھنا ہوا

لہذا مصنف اپنا آگرہ میں علاج کرائے اور ایسے غلط مذہب سے توبہ کرے۔

رکعت وتر پر قعدہ اور قعدہ میں تشہد

سوال نہم۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کی تین رکعتوں میں قعدہ کا حکم فرمایا ہو، یا بیچ میں بیٹھ کر تشہد پڑھنے کا حکم دیا ہو۔ایک ہزار نقد انعام لو۔

جواب

احناف کے نزدیک وتر کی تین رکعات کو مغرب کی طرح پڑھنا چاہئے۔حدیث میں ہے:

عن عبد الله بن مسعود رضی الله تعالی عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم وتر اللیل ثلث کوتر النهار صلاة المغرب۔ (بیہقی ص ۳۰ ج ۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات کے وتر تین ہیں جیسے دن کے وتر مغرب کی نماز ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ وتر نماز مغرب کی طرح ہے کہ پہلا قعدہ دو رکعت کے بعد ہو اور قعدہ اخیرہ تین رکعت کے بعد ہو اور ہر قعدہ میں تشہد کا پڑھنا بھی صحیح حدیث سے ثابت ہے، حدیث میں ہے: مسلم شریف میں حضرت عبداللہ سے مروی ہے:

فاذاقعد احدکم فی الصلوة فلیقل التحیات لله الخ۔ (مسلم شریف ص ۱۷۳)

جب نماز میں کوئی بیٹھے تو اسے چاہئے کہ تشہد پڑھے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ہر قعدہ میں تشہد پڑھا جائے تو وتر میں دو قعدے اور ہر قعدہ میں تشہد پڑھنا ثابت ہو جو حنفی مذہب کا طریقہ ہے، یہی حدیث سے ثابت ہے۔بالجملہ حنفی مذہب کا ہر مسئلہ حدیث سے ثابت ہے، غیر مقلد اگر اس کے خلاف کرتے ہیں تو حدیث کے خلاف کرتے ہیں۔

مسئلہ عدد تکبیرات عیدین

سوال دہم: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہ تکبیریں عیدین میں کہنے سے منع کیا، یا فرمایا ہو کہ تم عیدین کی نماز بارہ تکبیروں سے مت پڑھو، ایک ہزار نقد انعام۔

جواب

احناف کے نزدیک نماز عیدین میں ۹ تکبیریں ہیں، پانچ پہلی رکعت میں مع تکبیر تحریمہ کے اور

چار دوسری رکعت میں مع تکبیر رکوع۔ ان کے دلائل احادیث سے یہ ہیں۔

عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ قال فی التکبیر فی العید تسع تکبیرات فی الرکعۃ الاولیٰ خمس تکبیرات قبل القرأۃ وفی الرکعۃ الثانیۃ یبدأ بالقرأۃ ثم یکبر اربعا مع تکبیرۃ الرکوع۔ (ترمذی ص ۱۰۳)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ عید کی تکبیریں ۹ رہیں، پہلی رکعت میں ۵ رتکبیریں قرأت سے پہلے اور دوسری رکعت میں پہلے قرأت کو شروع کرے پھر چار تکبیریں مع تکبیر رکوع کے کہے۔

بیہقی میں ہے: عن علقمۃ عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال :التکبیرات فی العیدین خمس فی الاولیٰ واربع فی الثانیۃ۔ (بیہقی ص ۲۹۱ ج ۳)

حضرت علقمہ سے مروی ہے وہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی انہوں نے کہا کہ عید کی تکبیریں پہلی رکعت میں پانچ اور دوسری میں چار ہیں۔

ان احادیث سے ثابت ہوگیا کہ عیدین میں ۹ رتکبیریں ہیں، ۵ رتکبیریں پہلی رکعت میں مع تکبیر تحریمہ اور چار تکبیریں دوسری رکعت میں مع تکبیر رکوع۔ لہذا مذہب حنفی ان احادیث کے موافق ہے ۔مصنف اگر بارہ تکبیرات کی حدیث پیش کرے تو اس کی بحث کی جائے گی کہ محدثین نے بارہ تکبیر والی حدیث میں کلام کیا ہے جو بیہقی میں موجود ہے۔

مسئلہ تقلید شخصی

سوال: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی ایک امام معین کی تقلید کا حکم صریح وارد ہو تو ثابت کرو۔ ایک ہزار نقد انعام حاصل کرو۔

جواب

مطلق تقلید کے دلائل قرآن وحدیث میں بکثرت موجود ہیں۔

دلائل از آیات

آیت: اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ (سورہ نساء ع ۸)

اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان کی جو تم میں صاحب امر ہیں۔

آیت: فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون ۔ (سورہ نحل ع ٦)

تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔

آیت: فلو لا نفر من كل فرقة منهم طا ئفة يتفقهو ن فی الدين ولينذروا قو مهم اذا رجعو اليهم لعلهم يحذرون ۔

(سورۃ توبہ پ ۱۱ رکوع ۱۵)

تو کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کر سکے اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں۔

آیت: يو م ند عو كل ا نا س با ما مهم ۔ (سورۃ بنی اسرائیل پ ۱۵ رکوع ۸)

جس دن ہم جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔

آیت: ولو رد و ه الى الر سول والى اولى الا مر منهم لعلمه الذين يستنبطو نه منهم۔

(سورہ نساء پ ۵ رکوع ۱۱)

اور اگر اس میں رسول اور اپنے ذی اختیار لوگوں کی طرف رجوع لاتے تو ضرور ان سے اس کی حقیقت جان لیتے۔

آیت: واتبع سبيل من ا ناب الی۔ (سورۃ لقمن پ ۳ رکوع ۲)

اور اس کی راہ کی اتباع کر جو میری طرف رجوع لایا۔

آیت: اهد نا الصرا ط المستقيم صراط الذی انعمت علهيم۔ (سورۂ فاتحہ)

ہم کو سیدھا راستہ چلا ان کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا۔

آیت: و كذلك جعلنكم امة وسطا لتكو نوا شهدا ء على النا س ۔

(سورۃ بقرہ پ ۲ رکوع ۷)

اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں سب امتوں میں افضل کیا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو۔

آیت: كنتم خير امة اخرجت للنا س۔ (سورہ آل عمران پ ۴ رکوع ۱۱)

تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔

آیت: و من يتبع غير سبيل المومنين نو له ما تولی۔ (سورۃ نساء پ ۵ رکوع ۱۶۷)

اور جو مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے۔

دلائل از احادیث

حدیث (۱) عن انس اتبعو العلماء فانهم سراج الدنیا ومصابیح الاخرة۔
(رواہ فی مسند الفردوس از جامع صغیر ص ۶ ج ۱)

حضرت انس سے مروی کہ تم عالموں کا اتباع کرو کہ وہ دنیا کے چراغ اور آخرۃ کے قندیل ہیں۔

حدیث (۲) عن علی: العلماء مصابیح الارض وخلفاء الانبیاء وورثتی وورثة الانبیاء۔ (رواہ ابن عدی الکامل از جامع صغیر ص ۵۸ ج ۲)

حضرت علی سے مروی کے علماء زمین کے چراغ ہیں۔ اور نبیوں کے خلفاء اور میرے وارث اور نبیوں کے وارث ہیں۔

حدیث (۳) عن جابر قال خرجنا فی سفر فاصاب رجلا منا حجر فشجه فی رأسه فاحتلم فسأل اصحابه هل تجدون لی رخصة فی التیمم قالوا ما نجد لك رخصة وانت تقدر علی الماء فاغتسل فمات فلما قدمنا علی النبی صلی الله علیه وسلم اخبر بذلك قال: قتلوه قتلهم الله، الا سالوا اذلم یعلموا فانما شفاء العی السوال انما کان یکفیه ان یتیمم ویعصب علی جرجه خرقة ثم یمسح علیها۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی انہوں نے کہا ہم سفر کے لئے نکلے تو ہم سے ایک شخص کے پتھر لگا اور اسکے سر کو زخمی کردیا پھر اسے احتلام ہوگیا، اس نے صحابہ سے پوچھا کہ تم میرے لئے تیمم کی اجازت دیتے ہو، انہوں نے کہا ہم تیرے لئے اجازت نہیں دیتے کہ تو پانی پر قادر ہے تو اس نے غسل کر لیا پھر مر گیا۔ پھر جب نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس واقعہ کی خبر دی۔ حضور نے فرمایا اس کو قتل کردیا اللہ انہیں قتل کرے، جب نہیں جانتے تھے تو دریافت کیوں نہیں کرلیا تھا کہ نادانی کی شفا سوال کرلینا ہے اسے اتنا کافی تھا کہ تیمّم کرلیتا اور زخم پر پٹی باندھ لیتا اور اس پر مسح کرلیتا۔

حدیث (۴) ابونعیم حلیہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے راوی:

العلم خزائن ومفتاحها السوال۔ (جامع صغیر ص ۵۸ ج ۲)

علم خزانے ہیں اور ان کی تالی سوال ہے۔

حدیث (۵) ابن ماجہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی: اتبعو السواد الاعظم فانه من شذ فی النار۔ (مشکوۃ شریف ص ۳۰)

بڑے گروہ کا اتباع کرو کہ جو علیحدہ ہوا وہ دوزخ میں گرا۔

حدیث (۶) امام احمد اپنی مسند میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے راوی: ان الشیطان ذئب الانسان کذئب الغنم یاخذ الشاذة والقاصیة والناحیة وایاکم والشعاب وعلیکم بالجماعة والعامة۔ (مشکوۃ ص ۳۱)

بیشک شیطان انسانوں کا بھیڑیا ہے جس طرح بکری کا بھیڑیا، اکیلی بکری یا گلہ سے علیحدہ چلنے والی بکری اور کنارہ پر چلنے والی بکری کو پکڑتا ہے۔ تم اپنے آپ کو فرقوں سے بچاؤ اور جماعت عام کو لازم پکڑو۔

ان آیات واحادیث میں عوام اور غیر مجتہدین کو حکم دیا گیا کہ وہ اجتہاد واستنباط کرنے والے علماء ومجتہدین کی طرف رجوع کریں۔ اور ان سے سوال کر کے دین کے احکام جانیں اور ان کا اتباع وپیروی کریں، ناواقف عوام کیلئے دین کے جاننے کا یہی طریقہ ہے تو مطلق تقلید پر یہ آیات واحادیث نہایت روشن اور واضح دلائل ہیں تو ان مطلق سے انکار کرنا گویا ان آیات واحادیث، کا انکار کرنا ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ ہر ناواقف وجاہل اپنی سمجھ پر اعتماد نہ کرے اور طریق مسلمین اور جماعت اہل اسلام سے جدا ہو کر نیا فرقہ اختیار نہ کرے۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری وترمذی وغیرہ محدثین اگرچہ لاکھوں احادیث کے مع اسناد کے حافظ تھے مگر انہوں نے اپنی حدیث دانی اور اپنی عقل وفہم پر اعتماد کر کے ائمہ مجتہدین کے مقابل کوئی فرقہ نہیں بنایا بلکہ مسلمان مقلدین کی جماعت عامہ اور طریق مسلمین میں شامل ہو کر ایک امام کی تقلید کو اختیار کیا۔

آج کے اہلحدیث کو ان اہلحدیث سے کیا نسبت کہ یہ ایک حدیث سے پورے طور پر واقف نہیں اور عامل بالحدیث ہونے کا دعوی اور ائمہ مجتہدین سے مقابلہ کرنے کی جرأت۔ بالجملہ مطلق تقلید تو ان آیات واحادیث سے ثابت ہو چکی۔ اور اہل علم جانتے ہیں کہ مطلق کا وجود کسی تخص یا فرد وقید میں متحقق ہوگا، تو جب مطلق تقلید کا حکم ہے تو تقلید تخصی اس سے خود ہی ثابت ہوگئی، مگر ہم تقلید تخصی کے ثبوت کے لئے بھی ایک مستقل حدیث پیش کئے دیتے ہیں۔

ترمذی شریف میں حضرت حذیفہ وحضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اقتدوا بالذین من بعدی من اصحابی ابی بکر وعمر، واهتدوا بهدی عمار

وتمسکوا بعهد ابن مسعود ۔

تم میرے بعد میرے صحابہ سے ابوبکر وعمر کی اقتدا کرو اور عمار کے طریقے کو راہ راست بناؤ اور عبداللہ بن مسعود کے عہد کو لازم پکڑو۔

اس حدیث میں صاف طور پر فرمادیا کہ حضرت ابوبکر وحضرت عمر وحضرت عمار وحضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اقتدا کرو، ان کے طریقے کو راہ راست بناؤ، ابن مسعود کے ساتھ تمسک کرو ،تو یہ اشخاص ہی تو ہیں جن کی اقتدا اور تمسک کا حکم فرمایا گیا، اسی کا نام تقلید تخصی ہے، تو تقلید تخصی کا حکم بھی حدیث سے ثابت ہوگیا، اور اہل تواریخ پر ظاہر ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تمسک جو مذہب حنفی کو حاصل ہے وہ کسی اور مذہب کو حاصل نہیں۔ تو مذہب حنفی کی حقانیت کے لئے اس سے زیادہ صاف اور روشن ثبوت اور کیا ہوسکتا ہے۔

الحاصل تقلید تخصی کو ہم نے حدیث سے ثابت کردیا اور مذہب حنفی کی بنیاد اور تمسک بھی قول نبی ﷺ سے دکھادیا، اس کے بعد بھی اگر غیر مقلدین نہ مانیں تو یہ ان کی ہٹ دھرمی ہے اور ایسی ضد جس کا نتیجہ دوزخ وجہنم کی سزا ہے۔ اگر غیر مقلدین میں انصاف کا کوئی شائبہ اور تحقیق حق کا ادنیٰ احساس بھی باقی ہے تو وہ مذہب حنفی کو اختیار کریں اور اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کو ترک کر کے حنفی ہونے کا اعلان کریں۔

غیر مقلدین کو آخری تنبیہ وچیلنج

غیر مقلدین کے یہ گیارہ سوالات وہ ہیں جن پر انہیں بہت ناز وفخر ہے اور انہیں موضوعات پر دہ دن رات مباحثے ومناظرے کیا کرتے ہیں، ہم نے ہر سوال کا جواب صحاح احادیث سے دے دیا ہے ،اگر ان میں حیا وغیرت کا کوئی جز باقی ہے تو اس رسالے کے دیکھنے کے بعد گیارہ ہزار کا انعام فورا ادا کریں اور اپنی صداقت کا ثبوت پیش کریں تو لوگ ان کے لئے یہ فیصلہ کرنے کے لئے مجبور ہو جائیں گے کہ اہل حدیث اپنے اعلان میں سچے ثابت ہوئے، لیکن میں تو یہی فیصلہ کرنے کے لئے مجبور ہوں کہ ان کے مال داروں کی تجوریاں دین کے لئے اور اپنے اعلان کی صداقت ثابت کرنے کے لئے خالی نظر آتی ہیں۔

میں پہلے بھی ظاہر کرچکا ہوں کہ میں نے یہ جوابات حصول زر وانعام کی نیت سے نہیں لکھے، کاش کہ مصنف یا اور جماعت اہل حدیث ان جوابات کو بغور دیکھ کر انصاف پسندی کی بنا پر اپنے مذہب سے

توبہ کرلیں اور حنفی ہونے کا اعلان کردیں تو میری محنت کامیاب ہوجائے گی اور میرا مقصد وغرض پوری ہو جائے گی اور میں آئندہ بھی ان کی ہر بات اور ہر دشواری کے حل کردینے کا وعدہ کرتا ہوں وہ تحریرا یا تقریرا جس طرح چاہیں اپنی تسکین کرسکتے ہیں۔ لیکن وہ انصاف سے ایسا طریقہ اختیار کریں جس مین فی الواقع تحقیق حق مقصود ہو۔ ضد اور ہٹ دھرمی کا کوئی شائبہ نہ ہو۔ بہر حال وہ جو راستہ اختیا کریں میں حتی الامکان ان کی خواہش پورا کرنے کی سعی کرونگا۔ مین نے جو کچھ عرض کیا اس کی بنیاد یہ ہے کہ مجھے اس جماعت سے اتنا حسن ظن ہے کہ ان میں حق پسندی کے جذبہ میں وہ شاید ایسا کرجائیں تو میں بھی حتی المقدور ان کی اعانت کروں ورنہ اس وقت میں حق پسندی کا وصف فنا ہورہا ہے۔ اگر اس قوم میں اپنی زندگی کا کچھ احساس باقی رہ گیا ہے تو میری امید پوری ہوسکتی ہے۔ ورنہ ان کو بھی ان کے دوسرے بھائی وہابیہ دیوبندیہ کی طرح بے حس سمجھ کر چھوڑ دوں گا۔ وما علینا الا البلاغ

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

جواب الجواب مفتی کفایت اللہ شاہجہاں پوری

علامہ اجل حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اجمل صاحب ادام اللہ فیوضہم و برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

اخبار الجمعیۃ مورخہ ۵رتمبر ۱۹۳۶ء میں زیر عنوان ''حوادث واحکام آٹھ فتاوے نمبروار مع جواب غیر صواب ایسے دیکھے گئے جو طلبہ عوام سادہ لوح مسلمانوں کے لئے مضر ومخرب عقائد ہیں۔ فتاوی مذکور جناب والا کی خدمت اقدس میں روانہ کرتا ہوں۔ امید کے جواب کافی وشافی مع دلائل رسالہ ''اہلسنت میں شائع فرمائیں گے۔ تاکہ عوام وطلبہ کی تشفی ہو۔ اور مخالفین کے دانت دیکھ کر کھٹے ہوں۔

نقل فتاوے مطابق اصل ذیل میں درج ہے:۔

(محمد علی متعلم مدرسہ خانقاہ سہسرام داودی گیادی)

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرح متین اس مفتی وپیش امام کے باب میں جو ایسے عقیدے رکھتا ہے اور دوسروں کو ترغیب دیکر فرقہ بندی کرتا ہے کہ:۔

(۱) حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم غیب داں ہیں۔

(۲) ہر جگہ حاضر وناظر ہیں۔

(۳) فریادرسی کے لئے یارسول اللہ پکارتے ہی اس کی مدد کرتے ہیں۔

(۴) حضرت محبوب سبحانی کو اتنی قدرت ہے کہ خدا کی قضا وبلا کو دور کر دیتے ہیں۔

(۵) دور دور سے مشکلات میں یا محبوب سبحانی پکارنے والوں کی آواز سن کر خود مشکل آسان کر دیتے ہیں۔

(۶) اولیاء اللہ سے مدد مانگنا اللہ جل شانہ سے مدد مانگنا ہر دو ایک ہے۔

(۷) یہی عقیدہ اہل سنت و جماعت کا ہے۔

(۸) اس کے خلاف عقیدے رکھنے والے سب غیر مقلد وہابی نجدی اسلام سے خارج کفر کے مستحق ہیں۔ان سے میل ملاپ رکھنا انکے پیچھے نماز پڑھنا سخت حرام ہے۔

پس کیا ایسے عقیدے حنفیوں کے ہو سکتے ہیں۔ اگر ہوں تو ایسا عقیدہ رکھنا کیسا ہے اور ایسے عقیدے رکھنے کی ترغیب دیکر اہل اسلام میں فساد و فرقہ بندی کرنے والے مفتی و پیش امام اور مددگار کے حق میں کیا حکم ہے۔ ہر نمبر کے عام فہم جواب باصواب سے سرفراز فرمادیں۔

الجواب:۔

نمبر اول سے نمبر ششم تک جو باتیں مذکور ہیں۔ یہ صریح طور پر اسلامی تعلیم اور نصوص کتاب وسنت کے خلاف ہیں۔قرآن پاک میں صاف وصریح طور پر مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں۔ وہی تنہا علم غیب کی صفت کے ساتھ موصوف ہے۔پیغمبر ﷺ باوجود اسکے حق تعالیٰ نے انکو ہزاروں غیوب کا علم عطا فرمادیا تھا۔ عالم الغیب نہیں تھے۔ ہر جگہ حاضر وناظر ہونا بھی خاص اللہ تعالیٰ کی صفت ہے ۔ہر جگہ سے پکار کو سننا اور امداد طلب کرنے والے کی مدد کرنا بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔ نمبر ۴ یعنی یہ عقیدہ کہ حضرت غوث الأعظم کو اتنی قدرت ہے ۔ کہ قضا وقدر کو دور کردیں صریح کفریہ شرکیہ عقیدہ ہے۔ اسی طرح نمبر ۵ بھی خطا اور جہل ہے۔نمبر ۶ کی تاویل نہ کی جائے تو وہ بھی مشرکانہ خیال ہے۔ نمبر ۷ یہ بالکل غلط ہے کہ اہل سنت والجماعت ان مشرکانہ عقائد کے قائل ہیں۔ ۸) یہ بھی جہالت اور تہمت اور افترا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات مختصہ کو اس کے ساتھ مخصوص کرنے والے اور انبیاء ومرسلین کو اپنے درجے پر رکھنے والے۔ اور اولیاء اللہ کو اپنے مرتبے پر ماننے والے وہابی غیر مقلد نجدی اسلام سے خارج ہیں۔ یہ سبھی باتیں مسلمانوں میں پیدا کرنے والی اور اسلامی وحدت کے شیرازہ کو بکھیرنے والی ہیں۔اللہ تعالیٰ ان لوگوں ہدایت کرے اور راہ راست دکھائے۔ آمین!

(محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ)

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمد ونصل علی رسولہ الکریم

یہ تمام وہ مسائل ہیں جن میں سلف وخلف کی بیشمار تصریحات اور علمائے اہلسنت کی بکثرت

تصنیفات موجود ہیں اہل حق نے ان مباحث پر عبارات کے انبار لگا دیئے ہیں۔ اہل تحقیق نے ان امور میں تحقیقات کے دریا بہا دیئے ہیں۔ مخالفین آج تک ان رسائل کے جوابات سے عاجز ہیں منکرین قیامت تک ان براہین قاطعہ اور دلائل لامعہ کی تردید سے قاصر رہیں گے۔

آج اگر کوئی شخص بغل میں جہالت کی کسوت دبا کر کسی مسند افتا پر جا بیٹھے اور الٹے استرے سے مسلمانوں کو مونڈنے لگے۔ کفر وشرک کی عام بھانجی بانٹنے لگے۔ ناواقفوں کو گمراہی کی دعوت دینے لگے۔ ناوانوں کی ہر جمعہ میں ناصح بنکر حجامت کرنے لگے۔ تو بلادلیل ایسے کی بات گھر والے ہی مانیں گے۔ اور بغیر سوچے سمجھے اس کے لفظ لفظ اور حرف حرف کی تصدیق کرینگے۔ لیکن اہل علم وفضل کے نزدیک جب تک دعوی بلادلیل ہے قابل التفات ولائق اعتماد نہیں۔

میں نے مفتی جی کے جوابات دیکھے اور استعجاب ہوا کہ یہ شخص جہالت کا مجسمہ، غباوت کا پتلہ اور عقل وفہم کا دشمن ہے۔ اسی کو مدعیان علم وفضل نے اپنا مفتی اعظم بنا رکھا ہے، اسی کی قابلیت وعالمیت کے خطبے شب وروز پڑھے جاتے ہیں۔ یہ دکھیا تو خود اپنے لکھے ہوئے کو بھی نہیں سمجھتا، یہ غریب خود اپنے کئے ہوئے کو بھی نہیں جانتا، نصوص کتاب کی مخالفت کرتا ہے، قرآن کریم کی صاف وصریح تعلیم کا منکر ہے، صفات الہیہ کا علم نہیں رکھتا، انبیاء ومرسلین کے مدارج کو نہیں پہچانتا، اولیاء ومقربین کے مراتب سے ناواقف ہے، عقائد مسلمین سے ناآشنا ہے، اصول اسلامیہ سے بے بہرہ ہے، اتحاد اسلامی وافتراق بین المسلمین کے معنی سے بے خبر ہے۔ لیکن باوجود اس حال زار کے آپ کو فتوی نویسی کا بہت شوق ہے۔ اس وقت میں ان کے جوابات کا مختصر رد کرتا ہوں جس سے مفتی جی کی جہالت اور ناقابلیت اظہر من الشمس ہو جائے گی۔

مفتی جی فرماتے ہیں:

نمبر اول سے نمبر ششم تک جو باتیں مذکور ہیں یہ صریح طور پر اسلامی تعلیم اور نصوص کتاب وسنت کے خلاف ہیں۔

مفتی جی! دن میں آفتاب کے وجود کا انکار کرتے ہوئے کچھ بھی شرم کی ہوتی۔ واقعی کسی نے خوب کہا ہے:

بے حیا باش وہر چہ خواہی کن۔

مجھے حیرت ہے کہ باوجود ادعائے علم وفضل آپ کو ان نمبروں کی مؤید نصوص کتاب وسنت اور

اقوال امت نظر نہ آئے اور اسلامی تعلیم سے ان باتوں کا جواز نہ معلوم ہو سکا۔ آیئے ایمانی چشمہ لگایئے تو پھر آپ کو ساری باتیں شریعت مطہرہ سے ثابت ہو جائیں گی، پھر اگر آپ صرف اس قدر کہئے کہ مجھے ان باتوں کا ثبوت اسلامی تعلیم اور نصوص کتاب وسنت سے ثابت نہیں ہو تو آپ کے کسی ہم عقیدہ کو یہ ضعیف تاویل کرنے کا موقع بھی تھا کہ شاید مفتی صاحب کی نظر ان تک نہ پہونچی ہو، بلکہ کچھ دیر کے لئے ہم بھی اس کو آپکے قصور علم ونظر پر محمول کر کے آپ کی نا قابلیت کا اعتراف کر لیتے۔ لیکن آپ نے تو بالقصد اپنی بد باطنی کی بنا پر صاف یہ دعویٰ کیا کہ یہ باتیں صریح طور پر اسلامی تعلیم اور نصوص کتاب وسنت کے خلاف ہیں

۔

مفتی جی! اگر آپ کے اس دعوے میں صداقت کی بو اور سچائی کا شائبہ بھی ہوتا۔ تو آپ پہلے کتاب وسنت سے کوئی نص پیش کرتے۔ اسلامی تعلیم کا کوئی صریح قول نقل کرتے۔ پھر ان کا اس کے خلاف ہونا ثابت کرتے۔ اس وقت اہل علم وفہم کے نزدیک آپ کا یہ دعویٰ قابل التفات ہوتا۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ آپ قیامت تک ایڑی چوٹی کا زور لگا کر بھی آپ ایسے صریح کذب اور غلط دعوے کا اثبات نہیں کر سکتے اور کوئی نص کتاب وسنت پیش نہیں کر سکتے۔ لہذا از راہ دجل وفریب محض اپنے قومی اعتبار کی بنا پر نا واقفوں کو الٹے استرے سے مونڈنا چاہتے ہیں۔ دیو بندی قوم کے نزدیک آپ واقعی ان کے گھر کے معتبر مفتی اعظم ہیں۔ لیکن مخالف آپ کو معتبر نہیں سمجھتا۔ اس کے لئے تو آپ کو دعادی پر دلائل قائم کرنے ہی پڑینگے۔

مفتی جی! آپ تو کیا آپ کا سارا دیو بندی کنبہ بھی کتاب وسنت سے کوئی نص پیش نہیں کر سکتا۔ آپ کے اس فتوے کی حقیقت تو انھیں چند الفاظ سے ظاہر ہوگئی۔ ضرورت تو نہیں تھی کہ اس پر مزید گفتگو کی جائے۔ لیکن محض عوام کے لئے ہر جواب پر کچھ مختصر ابحاث پیش کی جاتی ہیں تا کہ ہر مسئلہ پر اجمالی نظر ہو جائے

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا غیب داں ہونا

مفتی جی اس کے جواب میں لکھتے ہیں ”قرآن پاک میں صاف وصریح طور پر مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں، وہی تنہا علم غیب کی صفت کے ساتھ موصوف ہے“۔

مفتی جی! آپ خود ہی قرآن کریم کا صاف وصریح حکم قرار دے رہے ہیں اور لطف یہ ہے کہ

آپ اس صاف اور صریح حکم کو سمجھ بھی نہ سکے۔ اور ایسی ظاہر المراد بات تک آپ کی فہم رسائی بھی نہ کر سکی ۔ افسوس ہے، آپ کے اس علم وفضل پر جس سے آپ صاف صریح باتوں کے سمجھنے سے بھی عاجز وقاصر ہیں۔

مفتی جی! اب ذرا سوچ سمجھ کر یہ بتایئے کہ قرآن کریم میں غیر اللہ سے علم غیب ذاتی کی نفی کی گئی ہے یا علم غیب عطائی کی۔ اگر علم غیب ذاتی کی نفی کی گئی ہے اور حق بھی یہی ہے کہ غیر اللہ سے کسی کو ذرہ بھر علم غیب ذاتی کا اثبات صریح کفر ہے۔ تمام علماء اہل سنت کا یہی مسلک ہے۔ تو اس سے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے غیب داں ہونے پر کیا اثر پڑتا ہے۔ حضور کے لئے تو علماء اہل سنت علم غیب عطائی کا اثبات کرتے ہیں اور ذرہ بھر علم غیب ذاتی کا اثبات کفر کہتے ہیں۔

لہٰذا قرآن کریم کی وہ آیات جن میں غیر اللہ کے لئے علم غیب ذاتی کی نفی کی گئی ہے۔ وہ آیات غیر اللہ کے لئے علم غیب عطائی کے اثبات کی کب نفی کرتی ہیں۔

بلکہ اس کو صاف الفاظ میں یوں سمجھئے کہ ان آیات میں علم غیب ذاتی کی نفی کی جارہی ہے تو علم ذاتی کا حضور علیہ السلام یا کسی غیر اللہ کے لئے اثبات نہیں کیا جاتا جو آیات نفی کے خلاف ہو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے علم غیب عطائی کا اثبات کیا جاتا ہے تو اس علم غیب عطائی کی نفی ان آیات کی مراد نہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ ان آیات میں ماسوا اللہ سے جس علم کی نفی کی جارہی ہے اس کا ان کے لئے اثبات نہیں کیا جاتا اور جس علم کا ان کے لئے اثبات کیا جارہا ہے اس کی یہ آیات نفی نہیں کرتیں۔

اب باقی رہی یہ بات کہ آیت نفی میں غیر اللہ علم ذاتی ہی کی نفی مراد ہے اس پر ہمیں کسی دلیل پیش کرنے کی ضرورت نہیں اس پر خود آپ ہی کا یہ جملہ کافی دلیل ہے وہی اللہ تعالیٰ تنہا علم غیب کی صفت کے ساتھ موصوف ہے۔ کہ ایسا علم غیب جو تنہا اللہ تعالیٰ ہی کی صفت ہو اور کسی غیر خدا کے لئے اس کا ذرہ بھر اثبات کفر ہو وہ علم غیب ذاتی ہی تو ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لئے علم غیب عطائی کا اثبات کفر ہے اس لئے کہ علم عطائی وہ ہے جس کو دوسرے نے دیا ہو جب اللہ تعالیٰ کا علم عطائی ہو تو ضرور کسی دوسرے کا دیا ہوا ہوگا اب وہ دوسرا بندہ تو ہو نہیں سکتا۔ کہ بندہ کا علم تو خود خدا کا عطا کیا ہوا ہے تو وہ دوسرا کوئی خدا ہی ہوگا۔ جو اس کو عطا کرتا ہے لہٰذا علم عطائی کی معنی صحیح کرنے کے لئے خدا کے لئے ایک اور خدا کا ماننا ضروری ہوگا العیاذ باللہ یہ کفر کا ایک پہلو ذکر کیا ورنہ اس کو بسط کیا جائے تو اس میں بہت سے کفر لازم آئیں گے۔

الحاصل اللہ تعالیٰ عطائی کے ساتھ موصوف نہیں ہو سکتا تو پھر یہ کس طرح ممکن ہے کہ وہی تنہا علم غیب عطائی کی صفت کے ساتھ موصوف ہو تو اب نہایت واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ جس علم غیب کی صفت کے ساتھ موصوف ہے وہ علم غیب ذاتی ہی ہے بلکہ مفتی جی کا یہ جملہ خود اس امر کی دلیل بن گیا کہ آیات نفی میں غیر اللہ سے جس علم غیب کی نفی کی جارہی ہے وہ علم غیب ہے جو اللہ تعالیٰ کا خاصہ اور وہی تنہا جس کے ساتھ موصوف ہے اور ایسا علم غیب جو اس کا خاصہ ہو اور جس کے ساتھ تنہا وہی موصوف ہو وہ علم غیب ذاتی ہے کہ علم غیب عطائی نہ اس کا خاصہ نہ وہ تنہا اس کے ساتھ موصوف ہو سکے اب خلاصہ بحث یہ ہے کہ نہ فقط ہمارے کلام بلکہ مفتی جی کے کلام سے بھی یہی نتیجہ نکل آیا کہ آیات نفی میں غیر اللہ سے علم غیب ذاتی کی نفی کی جارہی ہے تو یہ آیات حضور عالم غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعطائے الٰہی غیب دان ہونے کی منافی نہیں کہ علم غیب ذاتی کی نفی علم غیب عطائی کو مستلزم نہیں

یہ سارا کلام تو پہلی شق کی بنا پر تھا۔ اب دوسری شق کو اختیار کیجئے کہ قرآن کریم میں غیر اللہ سے علم غیب عطائی کی نفی کی گئی ہے تو اولا یہ دعوی صدہا آیات قرآنیہ کے خلاف ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

آیت: ذلك من انباء الغيب نو حيه اليك

(سورہ آل عمران)

یہ غیب کی خبریں ہیں ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں۔

آیت: ما كان الله ليطلعكم على الغيب ولكن الله يجتبى من رسله من يشاء۔

(سورہ آل عمران)

اللہ کی شان یہ نہیں ہے کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے۔

آیت: تلك من انباء الغيب نو حيها اليك۔ (سورہ ہود)

یہ غیب کی خبریں ہیں ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں

آیت: عالم الغيب فلا يظهر على غيبه احدا الا من ارتضى من رسول ۔ (سورہ جن)

غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے

آیت وما هو على الغيب بضنين۔ (سوہ کورت)

اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

یہاں بخیال اختصار صرف پانچ وہ صریح آیات پیش کی جاتی ہیں۔ جن میں حضور انور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا بعطائے الٰہی غیب داں ہونا بیان فرمایا جارہا ہے لہٰذا اب مفتی جی کا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی (بعلم عطائی بھی، عالم الغیب نہیں) ان آیات کی تکذیب اور صریح انکار ہے اور یہ دعوی کہ قرآن مجید میں غیر اللہ سے علم غیب عطائی کی نفی کی گئی ہے ان آیات کی کھلی ہوئی مخالفت ہے اور کلام الٰہی کے ساتھ کفر کرنا ہے۔

ثانیا: مفتی جی کا یہ قول وہی اللہ تعالیٰ تنہا علم غیب کی صفت کے ساتھ موصوف ہے ان آیات کے مخالف قرار پائیگا کہ ان آیات میں خود اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بالعطاء علم غیب کی صفت کے ساتھ موصوف فرمایا۔

ثالثا: ان آیات کے موجود ہوتے ہوئے قرآن پاک صاف وصریح طور پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بالعطا غیب داں ہونے کی نفی کس طرح پائی گئی یہ مفتی جی کا کیسا جیتا جھوٹ اور صریح کذب ہے فلعنة الله علی الکاذبین۔ یہ مختصر کلام تو مفتی جی کی ایک سطر پر پیش ہوا اب اسی جواب میں آپ اس سے آگے فرماتے ہیں۔

پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باوجود اس کے کہ حق تعالیٰ نے ان کو ہزاروں غیوب کا علم عطا فرمایا تھا عالم الغیب نہیں تھے مفتی جی نے اس کلام میں دو باتیں بیان کیں ایک تو اس بات کا اقرار کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ نے ہزاروں غیوب کا علم عطا فرمایا تھا اور دوسرے اس بات کا انکار کر حضور باوجود ہزاروں غیوب کا علم عطا ہونے کے عالم الغیب نہیں تھے۔

مفتی جی کی پہلی بات: اگر ان کا عقیدہ ہے اور واقعی وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہزاروں غیوب کا علم مانتے ہیں تو پہلے وہ اپنے پیشواؤں مقتداؤں کے فتوے اپنے اوپر صادر کریں۔

مفتی کفایت اللہ مولوی عزیز الرحمٰن مفتی دیوبند کے فتوے سے مشرک وکافر

مولوی عزیز الرحمٰن مفتی دیوبند کا فتوی فتاوی رشیدیہ حصہ سوم کے صفحہ ۳٦ پر ان الفاظ میں درج ہے جو شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عالم الغیب ہونے پر کا معتقد ہے سادات حنفیہ کے نزدیک قطعا مشرک وکافر ہے اور مفتی کفایت اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ فقط ایک غیب کا عالم

بلکہ ہزاروں غیوب کا علم مانا تو یہ اپنے ہی مفتی دیو بند کے فتوے سے ہزاروں درجے کے قطعی مشرک و کافر ہوئے۔

مفتی کفایت اللہ مولوی رشید احمد گنگوہی کے فتوے سے صریح مشرک

مولوی رشید احمد گنگوہی فتاوے رشیدیہ حصہ دوم کے صفحہ ۱۰ ار پر لکھتے ہیں ''حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب نہ تھا، نہ کبھی اس کا دعوی کیا اور کلام اللہ شریف اور بہت سی احادیث میں موجود ہے کہ آپ عالم الغیب نہ تھے۔ اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کو علم غیب تھا صریح شرک ہے۔
اور مفتی کفایت اللہ صاحب نے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ایک غیب کے علم کا عقیدہ نہیں بلکہ ہزاروں غیوب کا عقیدہ رکھا تو وہ اپنے ہی گنگوہی پیشوا کے فتوے سے ہزاروں صریح شرک کی وجہ سے بڑے ڈبل مشرک ہوئے۔

مفتی کفایت اللہ امام الوہابیہ مولوی اسمٰعیل دہلوی کے حکم سے مشرک

امام الوہابیہ مولوی اسماعیل دہلوی تقویۃ الایمان مطبوعہ مرکنٹائل پرنٹنگ پریس دہلی کے صفحہ ۱۳ پر لکھتے ہیں غیب کی بات اللہ کے سوائے کوئی جانتا ہی نہیں۔ اسی کے صفحہ ۳۰ پر ہے۔ کسی انبیا اولیاء یا امام یا شہیدوں کی جناب میں ہرگز یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب کی بات جانتے ہیں بلکہ حضرت پیغمبر کی جناب میں بھی عقیدہ نہ رکھے اسی کے صفحہ ۱۰ ار پر امور غیبیہ کی اطلاع کو خدا کا خاصہ ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ اللہ کا سا علم اور کو ثابت کرنا سو اس عقیدے سے آدمی البتہ مشرک ہو جاتا ہے خواہ یہ عقیدہ انبیاء و اولیاء سے رکھے خواہ پیر و شہید سے خواہ امام و امام زادہ سے خواہ بھوت و پری سے پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے خواہ للہ کے دینے سے غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے مفتی کفایت اللہ نے حضرت پیغمبر کی جناب میں ہزاروں غیوب کے علم کا عقیدہ رکھا اور بقول اس کے اللہ کا سا علم حضرت پیغمبر کو ثابت کیا لہذا یہ اپنے امام کے حکم ہی سے مشرک ہوئے پھر اس امام نے دکھیا مفتی کو اس تاویل کی گنجائش کا بھی موقع نہ چھوڑا کہ وہ یہ کہہ دے کہ میں غیوب کا علم حق تعالیٰ کی عطا سے مانتا ہوں کہ اس کو بھی صاف کر دیا۔ خواہ اللہ کے دینے سے غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے مفتی جی پر ایک ایک عالم دیو بند کے فتوے نقل ہو سکتے ہیں لیکن بخوف طوالت یہ تینوں پیشوا بہت کافی ہیں ان

کے آگے سب سرنگوں ہیں۔

مفتی کفایت اللہ کا خود اپنی اوپر شرک کا فتوے

یہی مفتی جی اپنی کتاب تعلیم الاسلام حصہ چہارم کے صفحے ۱۶ پر لکھتے ہیں شرک فی العلم یعنی خدائے تعالیٰ کی طرح کسی دوسرے کے لئے صفت علم ثابت کرنا مثلا یوں سمجھنا کہ خدائے تعالیٰ کی طرح فلاں پیغمبر یا ولی وغیرہ علم غیب جانتے تھے۔ کہئے مفتی جی خود آپ نے پیغمبر علیہ السلام کے لئے ایک غیب کا علم نہیں بلکہ ہزاروں غیوب کا علم جانا تو آپ اپنے ہی حکم سے کیسے ڈبل مشرک ہوئے لہٰذ مفتی جی آپ اس عقیدے کا اظہار کر کے اپنے اماموں پیشواؤں کے فتووں بلکہ خود اپنے فتوے سے بھی مشرک وکافر ہوئے آپ توبہ کیجئے ورنہ اپنے ان الفاظ کا خود ورد کر کے شائع کیجئے۔

مفتی جی کی دوسری بات: یہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہزاروں غیوب کا علم ہوتے ہوئے عالم الغیب نہیں آپ کی یہ بات تو نہایت ہی قابلیت کی ہے اور اس کی ایسی ہی نظیر ہے کہ کوئی شخص آپ کو کہے کہ مفتی جی منطق کا علم رکھتے ہوئے عالم منطق نہیں علم فقہ ہوتے ہوئے عالم فقہ نہیں علم حدیث ہوتے ہو عالم حدیث نہیں صرف نحو کو جانتے ہوئے عالم صرف ونحو نہیں۔

اگر زیادہ معلومات نہیں تھی تو کم از کم دہلی ہی کے شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی مدارج النبوۃ شریف ہی میں اسماء کی بحث دیکھ لی ہوتی تو ایسی قابلیت کی بات تو نہ ظاہر ہوتی۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں:

از اسماء ذی تعالیٰ علیم وعلام وعالم الغیوب والشہادہ ست ووصف کردہ است بنی خودرا بقلم مخصوص گردانیدہ است اورا بخیریت وفضیلت درآں و علمك ما لم تکن تعلم و کا ن فضل الله علیك عظیما وگفت و یعلمکم الکتب والحکمة ویعلمکم ما لم تکو نو ا تعلمو ن"

(مدارج مطبوعہ ناصری ص ۳۰۱)

اور اگر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے اس لفظ کے اطلاق کی کہیں ممانعت وارد ہے تو اس کا کوئی حوالہ پیش کیا ہوتا آپ کا صرف یہ کہہ دینا تو حجت شرعیہ نہیں مفتی جی کے جواب اول کی دوسطروں پر حسب اقتضائے مقام یہ مختصر رپیش کیا گیا اور اگر مسئلہ علم غیب میں پوری وضاحت لکھی جا ئے تو ایک مبسوط کتاب تیار ہو جائے۔

یہی مفتی جی اپنی کتاب تعلیم الاسلام حصہ چہارم کے صفحے ۱۶ پر لکھتے ہیں شرک فی العلم یعنی خدائے تعالیٰ کی طرح کسی دوسرے کے لئے صفت علم ثابت کرنا مثلا یوں سمجھنا کہ خدائے تعالیٰ کی طرح فلاں پیغمبر یا ولی وغیرہ علم غیب جانتے تھے۔ کہئے مفتی جی خود آپ نے پیغمبر علیہ السلام کے لئے ایک غیب کا علم نہیں بلکہ ہزاروں غیوب کا علم جانا تو آپ اپنے ہی حکم سے کیسے ڈبل مشرک ہوئے لہذ مفتی جی آپ اس عقیدے کا اظہار کر کے اپنے اماموں پیشواؤں کے فتووں بلکہ خود اپنے فتوے سے بھی مشرک وکافر ہوئے آپ توبہ کیجئے ورنہ اپنے ان الفاظ کا خود ورد کر کے شائع کیجئے۔

مفتی جی کی دوسری بات: یہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہزاروں غیوب کا علم ہوتے ہوئے عالم الغیب نہیں آپ کی یہ بات تو نہایت ہی قابلیت کی ہے اور اس کی ایسی ہی نظیر ہے کہ کوئی شخص آپ کو کہے کہ مفتی جی منطق کا علم رکھتے ہوئے عالم منطق نہیں علم فقہ ہوتے ہوئے عالم فقہ نہیں علم حدیث ہوتے ہو عالم حدیث نہیں صرف نحو کو جانتے ہوئے عالم صرف ونحو نہیں۔

اگر زیادہ معلومات نہیں تھی تو کم از کم دہلی ہی کے شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی مدارج النبوۃ شریف ہی میں اسماء کی بحث دیکھ لی ہوتی تو ایسی قابلیت کی بات تو نہ ظاہر ہوتی۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں:

از اسماء ذی تعالیٰ علیم وعلام وعالم الغیوب والشہادہ ست ووصف کردہ است بنی خود را بالقلم مخصوص گردانیدہ است اور ابخیریت وفضیلت در آں و علمك ما لم تكن تعلم و كا ن فضل الله عليك عظیما وگفت و يعلمكم الكتب والحكمة ويعلمكم ما لم تكو نوا تعلمو ن"

(مدارج مطبوعہ ناصری ص ۳۰۱)

اور اگر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے اس لفظ کے اطلاق کی کہیں ممانعت وارد ہے تو اس کا کوئی حوالہ پیش کیا ہوتا۔ آپ کا صرف یہ کہہ دینا تو حجت شرعیہ نہیں۔ مفتی جی کے جواب اول کی دوسطروں پر حسب اقتضائے مقام یہ مختصر پیش کیا گیا اور اگر مسئلہ علم غیب میں پوری وضاحت لکھی جائے تو ایک مبسوط کتاب تیار ہو جائے۔

جواب الجواب مفتی کفایت اللہ شاہجہانپوری

حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کا حاضر وناظر ہونا

مفتی جی نے جواس کا جواب دیا وہ ان کی لاعلمی اور ناواقفیت کی بین دلیل ہے بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ جس قوم نے ان کو اپنا مفتی اعظم بنا کر دارالسلطنت دہلی میں مقیم کیا ہے ان کا انتخاب نہایت ہی کم فہمی پر مبنی ہے۔ پھر ان مفتی جی نے بھی شاید حق گوئی سے توقسم کھالی ہے اپنی قوم کے بے علموں سے جو آپ فرمادیتے ہیں وہ آنکھیں بند کر کے تسلیم کر لیتے ہیں نہ ان کے سامنے کسی دلیل پیش کرنے کی ضرورت نہ کسی کتاب کے حوالے کے نقل کی حاجت۔ پھر ان سب سے بالاتر بات یہ ہے کہ سوال کچھ ہے جواب کچھ سائل یہ دریافت کرتا ہے کہ ایک مفتی وپیش امام عقیدہ رکھتا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر وناظر ہیں۔ آیا از روئے شرع ایسا عقیدہ کیسا ہے اور ایسے مفتی وپیش امام کے لئے کیا حکم ہے اس سوال کے جواب میں مفتی جی نے دو باتیں کہیں۔

پہلی بات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہر جگہ حاضر وناظر ہونا صریح طور پر اسلامی تعلیم اور نصوص کتاب وسنت کے خلاف ہے۔ مفتی جی کا یہ فریضہ تھا کہ وہ سلف وخلف کی عبارات پش کر کے اس عقیدے کو بصراحت اسلامی تعلیم کے مخالف ثابت کرتے۔ اور نصوص کتاب وسنت کو نقل کر کے اس عقیدے کا مخالف ہونا ظاہر کرتے۔ جب ان کی یہ بات قابل استناد اور لائق اعتماد ہوتی ان کے گھر والے چاہیں ان کو معتبر جانیں۔ ان کی ہر ایک بات کو بلا ثبوت مانیں ان کے حرف بہ حرف پر ایمان لائیں لیکن مخالف بلا دلیل ان کا ایک کلمہ تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ ہوگا ان کی ہر بات پر نقول عبارات کا مطالبہ کریگا

میں باعلان کہتا ہوں کہ مفتی جی اس دعوے پر نہ کوئی معتبر دلیل پیش کر سکتے ہیں نہ کوئی معتمد

عبارت نقل کر سکے ہیں۔یہی ان کی اور ان کے فرقے کی اصل حقیقت ہے کہ دعوی تو آسمان سے بھی بلند کرتے ہیں اور دلیل خاک نہیں رکھتے۔اگر وہ بات کے پکے اور قول کے سچے ہیں تو کوئی دلیل پیش کریں اپنی صداقت کا ثبوت دیں۔

مفتی جی نے صرف دو الفاظ رٹ لئے ہیں (یہ بات صریح طو پر اسلامی تعلیم اور نصوص کتاب وسنت کے خلاف ہیں) ورنہ وہ دکھائیں کہ حضور کا بعطائے قدرت الہی ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا ان دلائل کو تصریحات سے صریح طور پر اسلامی تعلیم کتاب وسنت کے خلاف ہے۔مفتی جی قیامت تک اس پر کوئی معتبر دلیل کوئی معتمد عبارت پیش نہیں کر سکتے۔

اب میں یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ مفتی جی ذرا آنکھیں کھول کر دیکھیں کہ میں مذکورہ فی السوال عقیدے پر نصوص کتاب وسنت پیش کرتا ہوں۔لیکن پہلے اس بات کو سمجھ لینا بھی ضروری ہے کہ حاضر و ناظر کے کیا معنی ہیں۔حضرت قاضی عیاض فرماتے ہیں۔

الشهيد من الشهود بمعنى الحضور ومعناه العالم۔ (شرح شفا شریف مصری ص ۷۵)

شہید شہود سے مشتق ہے اور شہود حضور کے معنی میں ہے اور شہید کے معنی عالم کے ہیں۔

لکن جب شہود حضور کا ہم معنی۔تو شہید حاضر کا ہم معنی اور شہید کے معنی عالم تو حاضر کے معنی بھی عالم ہوئے۔اسی طرح نظر بمعنی رویت کے مستعمل ہوئی۔شرح مواقف میں ہے۔

النظر فى اللغة جاء بمعنى الروية (شرح مواقف ص ۶۱۹) لغت میں نظر بمعنی رویت کے بھی مستعمل ہوئے۔

تو ناظر کے معنی ذوالرویہ یعنی دیکھنے والا۔اور حضرت علامہ شامی درمختار میں الفاظ حاضر و ناظر کے معنی لکھتے ہیں:

فان الحضور بمعنى العلم شائع والنظر بمعنى الروية فالمعنى یاحاضر یا عالم ویاناظر یا من یری ملخصا۔ (شامی مصری جلد ۳ ص ۳۱۸)

حضور علم کے معنی میں شائع ہے اور نظر بمعنی رویت ہے تو یا حاضر کے معنی یا عالم اور یا ناظر کے معنی وہ ذات جو دیکھے۔

لہذا اب یہ ثابت ہو گیا کہ حاضر کے معنی عالم اور ناظر کے معنی ذوالرویہ یعنی دیکھنے والا پھر اب ہر جگہ حاضر و ناظر سے مراد یہ ہے کہ ہر جگہ اور ہر مقام کا علم اور رویت رکھنا اور یہ قدرت وطاقت یہ علم

درویت اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمائی۔ انھیں ہر جگہ ہر مقام کا علم ورویت عنایت فرمایا:

آیت انا ارسلنك شاهدا و مبشرا و نذيرا۔ (سورہ فتح)

بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر اور بشارت دینے والا اور ڈر سنانے والا۔

شرح شفا میں حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری اس آیت کریمہ کے لفظ شاھدا کی تفسیر کرتے ہیں۔ شاهدا ای عالما او مطلعا۔ص ۵۰۵)

شاہد عالم یا مطلع۔

اقول شاہد بمعنی عالم اس لئے ہے کہ شاہد شہود سے مشتق ہے اور شہود بمعنی حضور ہے اور حضور علم کے معنی میں شائع ہے۔ لہٰذا جب حاضر کے معنی عالم ہوئے تو شاہد جو مترادف المعنی حاضر کا ہے، اس کے معنی بھی عالم ہوئے۔ اس آیۃ کریمہ نے نہایت واضح طور پر ثابت کردیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و شاہد ہیں۔

آیت: ويكون الرسول عليكم شهيدا۔ سورہ بقرہ

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی تفسیر عزیزی میں اس آیۃ کریمہ کے تحت میں فرماتے ہیں:

یعنی وباشد رسول شما بر شما گواہ زیرا کہ مطلع است بنور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ وحقیقت ایمان او چیست وحجابے کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس او می شناسد گناہان شمارا درجات ایمان شمارا ولہٰذا شہادت او در دنیا بحکم شرع در حق امت مقبول وواجب العمل ست۔ (تفسیر عزیزی مطبوعہ بمبئی ص ۶۷۶)

تمہارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم پر گواہ ہونگے کیونکہ وہ اپنی نبوت کے نور کے سبب اپنے دین پر چلنے والے کے رتبہ سے واقف ہیں کہ وہ میرے دین میں کس درجہ پہنچا اور اس کے ایمان کی کیا حقیقت ہے اور جس حجاب کے سبب وہ ترقی سے رکا ہے وہ کونسا حجاب ہے۔ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم سب کے گناہوں کو پہچانتے ہیں اور تم سب کے ایمان کے درجوں کو جانتے ہیں اور تمہارے سب نیک و بد اعمال سے واقف ہیں اور تمہارے اخلاص و نفاق پر مطلع ہیں۔ لہٰذا حضور کی گواہی دنیا و آخرت میں بحکم شرع امت کے حق میں مقبول اور اس پر عمل واجب ہے۔

اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلمانوں کے عام ازیں کہ وہ ہند کے ہوں یا سندھ کے۔افغانستان کے ہوں یا انگلستان کے۔چین کے ہوں یا فلسطین کے۔عرب کے ہوں یا روم کے۔ بیت المقدس کے ہوں یا شام کے۔خلاصہ یہ ہے کہ بحر و بر، دشت و جبل، قریہ و شہر ہر جگہ کے اہل اسلام سے ایک ایک کی حقیقت ایمان اور اس کے ادنی درجہ اور عدم ترقی کے اسباب اور تمام معاصی کے، نام، نیک و بد کے اعمال اور قلبی احوال کے عالم و شاہد ہیں۔ساری امت کے لئے ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔کسی مقام کے مسلمان کسی جگہ کے امتی کے اعمال ظاہری و احوال باطنی ان کے علم و رویت سے پوشیدہ نہیں۔بحمد اللہ انھیں دو آیات اور ان کی تفاسیر نے آفتاب سے زیادہ روشن طور پر ثابت کر دیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے رب تبارک و تعالیٰ کی عطا و قدرت سے ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں ان کے مولیٰ نے ان کو ہر جگہ ہر قسم کے علم و رویت کے شرف سے مشرف فرمایا۔

ان سید الانبیاء محبوب کبریا علیہ التحیۃ والثنا کی وسعت علمی تو خیال و وہم سے بہت بلند و بالا ہے وہ خلیل جلیل، جو بروز قیامت ان کی عزت و عظمت کا خطبہ پڑھتے ہوئے ان کی خدمت میں ملتجی ہو کر تشریف لائینگے یعنی حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام ان کے متعلق قرآن کریم میں صاف وصریح طور پر ارشاد فرمایا جارہا ہے۔

وکذلک نری ابراھیم ملکوت السموٰت والارض لیکون من الموقنین۔

ایسے ہی دکھائے ہم نے ابراہیم کو تمام آسمانوں اور زمینوں کے ملک تا کہ وہ عین الیقین والوں میں ہو جائیں۔

مسلمانو! دیکھو قرآن کریم کے بیان سے تمام آسمانوں اور زمینوں کے ملک حضرت سیدنا ابراہم علی نبینا وعلیہا الصلوۃ والسلام کے پیش نظر اور ان کے روبرو ہیں۔ان کے لئے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کی صفت خود کتاب اللہ میں موجود ہے۔

مفتی جی! ذرا آنکھیں کھول کر دیکھیں کہ کتاب اللہ کی صاف وصریح نص، اسلامی تعلیم کی سب سے بڑی کتاب قرآن کریم نے حضور سید الانبیاء محبوب کبریا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا ثابت کر دیا بلکہ قرآن پاک نے نہ فقط ہمارے مولیٰ بلکہ حضرت سیدنا ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے لئے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کی صفت بیان فرمائی۔حیرت ہے کہ مفتی جی کو یہ آیات نظر نہ آئیں اور بلا تکلف قینچی کی طرح زبان چلادی کہ یہ صریح طور پر اسلامی تعلیم اور نصوص کتاب

وسنت کے خلاف ہے۔

لیجئے مفتی جی! نصوص کتاب تو منقول ہوگئیں لیکن ممکن ہے کہ آپ کا مطالبہ نصوص سنت کے لیے اور باقی رہ جائے لہٰذا میں چند نصوص سنت بھی پیش کردوں تا کہ پھر کسی طرح کی لب کشائی کا موقع نہ ملے

حدیث حضرت عبدالرحمٰن بن عائش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

رأیت ربی عزو جل فی احسن صورة قال فیم یختصم الملاء الاعلیٰ ا قلت انت اعلم قال فوضع کفه بین کتفی فوجد ت بر دھا بین ثدیی وعلمت ما فی السموات والارض و کذالك نری ابراهیم ملکوت السموات والارض لیکون من المو قنین ۔

(ازمشکوۃ شریف ص ۶۹)

میں نے اپنے رب عز وجل کو اچھی صورت میں دیکھا۔فرمایا رب نے کہ فرشتے کس بات میں جھگڑا کرتے ہیں۔میں نے عرض کیا کہ تو ہی خوب جانتا ہے۔حضور نے فرمایا: پھر میرے رب نے اپنا دست رحمت میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا۔میں نے اس کے وصول فیض کی سردی اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان پائی۔پس جان لیا میں نے جو کچھ کہ آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔پھر حضور نے اس حال کے مناسب یہ آیت تلاوت فرمائی وکــــذلك الآیة۔یعنی ایسے ہی دکھائے ہم نے حضرت ابراہیم کو آسمانوں اور زمینوں کے ملک تا کہ وہ عین الیقین والوں سے ہو جائیں۔

علامہ علی قاری علیہ رحمۃ الباری مرقات میں اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

فعلمت ای بسبب وصول ذالك الفیض ما فی السمٰوٰت والارض یعنی ما اعمله الله تعالیٰ مما فیها من الملئکة والا شجار وغیرهما عبارة عن سعةعلمه الذی فتح الله به علیه وقال ابن حجر ای جمیع الکائنات اللتی فی السموات بل وما فو قها کما یستفاد من قصة المعراج والارض هی بمعنی الجنس ای وجمیع ما فی الارضین السبع بل وماتحتها کما افاده اخباره علیه السلام عن الثور والحوت الذین علیهما ارضون کلها یعنی ان الله اری ابراهیم علیه الصلوة والسلام ملکوت السموات والارض و کشف له ذلك وفتح علی ابواب الغیوب ۔ (ازمرقات شرح مشکوۃ جلد ا ص ۴۶۳)

اس فیض کے حاصل ہونے کے سبب سے میں نے وہ سب کچھ جان لیا جو آسمانوں اور زمینوں

میں ہے۔ یعنی جو کچھ کہ اللہ سبحٰنہ نے تعلیم فرمایا ان چیزوں میں سے جو آسمان وزمین میں فرشتے اور درخت وغیرہ میں سے۔ یہ عبارت ہے حضور کے وسعت علم سے جو اللہ تعالیٰ نے حضور پر کھول دیا۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ مافی السمٰوت ان سے آسمانوں بلکہ ان سے بھی اوپر کی تمام کائنات کا علم مراد ہے جیسا کہ قصہ معراج سے مستفاد ہے اور ارض بمعنی جنس ہے یعنی وہ تمام چیزیں جو ساتوں زمینوں میں بلکہ جو ان سے بھی نیچے ہیں سب معلوم ہوگئیں جیسا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ثور وحوت کی خبر دینا جن پر سب زمینیں ہیں اس کو مفید ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کو آسمانوں اور زمینوں کے ملک دکھادیئے اور اس کو ان کے لئے کشف فرمادیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر غیبوں کے دروازے کھول دیئے۔

اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اسی حدیث کی شرح میں حبیب اور خلیل علیہما الصلوۃ والسلام کی روایتوں کا فرق لکھتے ہیں:

اہل تحقیق گفتہ اند کہ تفاوت است درمیان ایں دو روایت زیرا کہ خلیل علیہ السلام ملک آسمان وزمین رادید وحبیب ہر چہ در آسمان وزمین بود حالے از ذوات وصفات وظواہر وبواطن ہمہ رادید۔

(اشعۃ اللمعات مطبوعہ کلکتہ ص ۶۶۲)

اہل تحقیق نے فرمایا کہ ان دونوں روایتوں کے درمیان فرق ہے اس لئے کہ خلیل علیہ السلام نے آسمانوں اور زمین کا ملک دیکھا اور حبیب علیہ الصلوۃ والسلام جو کہ آسمان وزمین میں تھا۔ ذات وصفات ظواہر سب دیکھے۔

حدیث: مواہب لدنیہ میں طبرانی سے بروایت حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے۔

قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قد رفع لى الدنيا فانا انظر اليها والى ماهو كائن فيها الى يوم القيمة كانما انظر الى كفى هذه ۔ (از مواہب شریف جلد۲ ص ۱۹۲)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل نے میرے لئے دنیا کو ظاہر فرمایا پس میں دنیا کی اور جو کچھ اس میں تا قیامت ہونے والا ہے سب کو اس طرح دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کی طرف،

علامہ زرقانی اسی حدیث شریف کی شرح اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

ان الله قد رفع اى اظهر و كشف لى الدنيا بحيث احاطت جميع مافيها فانا انظر

الیھا والی ماھو کائن فیھا الی یوم القیمة کانما انظر الی کفی ھذہ اشارة الی انہ نظرای رفع لہ حقیقة لانہ ارید بالنظر العلم۔ (زرقانی ص ۲۳۴)

اللہ جل شانہ نے حضور کے لئے دنیا ظاہر فرمائی۔ حضور نے جمیع ما فیہا کا احاطہ کرلیا اور حضور کا فرمان کہ میں اس کو اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو مثل اپنی کف دست کے ملاحظہ فرما رہا ہوں۔ یہ اشارہ ہے اس طرح ہے کہ نظر سے حقیقۃ دیکھنا مراد ہے نہ نظر سے مجازی علم۔

مشکوۃ شریف میں حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ان اللہ زوی لی الارض فرأیت مشارقھا و مغاربھا۔ (از مشکوۃ شریف ص ۱۳)

فرمایا رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیشک اللہ تعالیٰ نے سمیٹی میرے لئے زمین یعنی اس کو سمیٹ کر مثل ہتھیلی کے کردکھایا پس دیکھا میں نے اس کے مشرقوں اور مغربوں کو یعنی تمام زمین دیکھی۔

(مظاہر حق ص ۳ ۵۰)

مفتی جی لیجئے! یہ صریح نصوص سنت بھی موجود ہیں۔

پہلی حدیث شریف نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسعت علمی کا اظہار کیا کہ ساتوں آسمان اور ان سے اوپر کی تمام کائنات اور ساتوں زمین اور ان کے تمام موجوادات اور جو کچھ آسمان اور زمینوں، ذوات وصفات ظواہر و بواطن ہیں وہ سب ان کے سامنے حاضر۔ کوئی مقام اور کوئی جگہ ایسی نہیں جو ان کے حضور علمی سے مخفی ہو۔ لہٰذا اس حدیث نے حضور عالم غیوب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہر جگہ حاضر ہونا نہایت واضح طور پر ثابت کردیا۔ اور جہاں کا ذرہ ذرہ ان کے احاطہ میں حاضر بتایا۔

دوسری اور تیسری حدیث نے بھی دنیا و مافیہا کو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے اس طرح بتایا جس طرح کف دست۔ ساری زمین بلکہ تمام جہان کے ہر مقام اور ہر جگہ پر ان کی حقیقی نظر و رویت ثابت۔ خلاصہ یہ ہے کہ نصوص سنت نے بھی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے بعطائے الٰہی ہر جگہ کا اور ہر مقام پر نظر حقیقی کا بصراحت اثبات کیا۔ لیکن مفتی جی کو وہ نصوص نظر نہ آئیں اور آنکھیں بند کر کے ایمان پر استرا چلا دیا اور بھولے بھالے مسلمانوں کو اس طرح مونڈنے لگے کہ یہ نصوص کتاب وسنت کے خلاف ہے مفتی جی کے دعوے کی دھجیاں تو انھیں مختصر کلمات سے اڑگیں لیکن ممکن ہے کہ مفتی جی یہ اور کہہ دیں تعلّی کہ اسلامی م کی صراحت سے کہیں اس کا پتہ نہیں چلتا۔ باوجودیکہ آیات

واحادیث سے زیادہ اسلامی تعلیم نہیں مگر ہم ان کی ذہن دوزی کے لئے پیشوایان اسلام ومعلمان امت کے چند اقوال اور پیش کردیں۔

سنئے عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ شریف میں فرماتے ہیں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ نصب العین عابداں ست در جمیع احوال اوقات خصوصا در حالت عبادت وآخرانکہ وجود نورانیت وانکشاف دریں محل بیشتر وقوی تر ست وبعضے از عرفاء گفتہ اند کہ ایں خطاب بجہت سریان حقیقت محمدیہ ست در ذرات موجودات وافراد ممکنات پس آنحضرت در ذوات مصلیاں موجود وحاضر است پس مصلی باید کہ ازیں معنی آگاہ باشد وازیں شہود غافل نبود تا بانوار قرب واسرار معرفت متنوز وفائز گردد۔ (اشعۃ اللمعات مطبوعہ کلکتہ جلد اص ۳۱۴)

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ مومنین کے پیش نظر اور عابدوں کے نور دیدہ ہیں تمام حالات اور جملہ اوقات میں، خاص کر حالت عبادت میں، اور اس کے آخر میں کہ انکشاف ونورانیت کا وجود اس حالت میں بیشتر اور قوی تر ہوتا ہے۔ اور بعض عرفا نے فرمایا ہے کہ التحیات میں حضور کو السلام علیک ایھا النبی کا خطاب اس وجہ سے ہے کہ حقیقت محمدیہ موجودات کے ذرہ ذرہ اور ممکنات کے ہر ہر فرد میں سرایت کے ہوئے ہے اسی لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نمازیوں کی ذاتوں میں موجود اور حاضر ہیں پس چاہئے کہ نمازی اس سے باخبر اور آگاہ رہے۔ اور اس شہود سے غافل نہ ہوتا کہ قرب کے انوار اور معرفت کے اسرار سے فیضیاب ہو۔

مفتی جی دیکھئے! جب حقیقت محمدیہ علی صاجبہا التحیۃ والثناء موجودات کے ذرہ ذرہ اور ممکنات کے ہر فرد فرد میں موجود ہے تو ہر جگہ موجود ہونا اور کس کو کہتے ہیں اور پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر وناظر کیونکر ہونگے۔

حضرت قاضی عیاض شفا شریف اور علامہ علی قاری اس کی شرح میں حضرت عمرو بن دینار تابعی رضی اللہ عنہ کا قول تحت آیۃ کریمہ (فاذا دخلتم بیوتا فسلموا علی انفسکم) ناقل ہیں۔

(قال) ای ابن دینار وھو من کبار التابعین المکین وفقھائھم ان وفی نسخۃ فان لم یکن فی البیت احد فقل السلام علی النبی ورحمتہ وبرکاتہ ای لان روحہ علیہ السلام حاضر فی بیوت اھل الاسلام۔ (شرح شفا مصری جلد ۲ ص ۱۱۶ و ۱۱۷)

حضرت ابن دینار جو مکہ کے فقہاء تابعین کے معظم ہیں انھوں نے فرمایا اگر کسی گھر میں کوئی شخص

موجود نہ ہو تو اس طرح کہو السلام علی النبی یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سلام اور اللہ کی رحمت و برکت نازل ہو۔ یعنی یہ اس لئے کہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی روح مبارک اہل اسلام کے گھروں میں حاضر و موجود ہے۔

مفتی جی لیجئے! جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح مبارک مسلمانوں کے گھروں میں حاضر و موجود ہے تو پھر حضور کا ہر جگہ حاضر ہونا اور کیا چیز ہے۔ لہٰذا آپ اپنا شرک کی فتوی آنحضرت پر صادر کریں تو آپ مفتی ہیں ورنہ آپ مخطی تو ہیں ہی۔ حافظ الحدیث سید احمد سلجماسی قدس سرہ اپنے شیخ حضرت سیدی عبد العزیز بن مسعود دباغ علیہ الرحمہ سے کتاب ابریز میں نقل فرماتے ہیں۔

واقوی الارواح فی ذالك روحه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فانها لم يحجب عنها شی من العالم فهی مطلعة علی عرشه وعلوه وسفله ودنياه وآخرته وناره وجنته لان جميع ذالك خلق لاجله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فتمييزه علیه السلام خارق بهذه العوالم باسرها فعنده تمييز فی اجرام السموات من اين خلقت ومتی خلقت ولم خلقت والی اين تصير فی جرم كل سماء عنده تمييز فی ملئكة كل سماء واين خلقوا ومتی خلقوا والی اين يصيرون وتميز اختلاف مراتبهم ومنتهی درجاتهم عنده علیه السلام تمييز فی الحجب السبعين وملئكة كل حجاب علی الصفة السابقة وعنده علیه السلام تميز فی اجرام العالم العلوی مثل النجوم والشمس والقمر واللوح والقلم والبرزخ والروح اللتی فيه علی الوصف السابق وكذا عنده علیه السلام تميز فی الارضين السبعين وفی مخلوقات كل ارض وما فی البرو البحر من ذلك فتميز جميع ذلك علی الصفة السابقة وكذا عنده علیه الصلوة والسلام تميز فی الجنان ودرجاتها وعدد سكانها ومقاماتهم فيها وكذ اما بقی من العوالم وليس فی هذا مزاحمة لعلم القديم الازلی الذی لانهاية لمعلوماته وذلك لان ما فی العالم القديم لم ينحصر فی هذا العالم فان اسرار الربوبية واوصاف الالوهية التی لا نهاية لها ليست من هذا العالم فی شئ۔ (كتاب ابريز ص ۴۳)

اس امتیاز میں سب سے زیادہ قوی روح ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہے کہ اس روح پاک سے عالم کی کوئی شئی پردے میں نہیں۔ یہ روح پاک عرش اور اس کی بلندی اور پستی اور دنیا و آخرت اور دوزخ اور جنت سب پر مطلع ہے۔ کیونکہ یہ سب اسی ذات پاک مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔آپ کی تمیزان جملہ عالموں کی خارق ہے۔آپ کے پاس اجرام سموات کی تمیز ہے کہ کہاں سے پیدا کئے گئے ہیں، کیوں پیدا کئے گئے، کیا ہو جائیں گے۔اور آپ کے پاس ہر ہر آسمان کے فرشتوں کی تمیز ہے کہ وہ کہاں سے اور کب سے پیدا کئے گئے اور کہاں جائینگے اوران کے اختلاف مراتب اوران کے درجات کی بھی تمیز ہے، اور ستر (۷۰) پردوں اور ہر پردے کے فرشتوں کے جملہ حالات کی بھی تمیز ہے۔اور آپ کے پاس عالم علوی کے اجرام نیز ستاروں، سورج، چاند، لوح وقلم، برزخ اور اسکی ارواح جو وصف سابق پر ہیں ان کا بھی ہر طرح امتیاز ہے۔اسی طرح ساتوں زمینوں اور ہر زمین کی مخلوقات خشکی اور تری کی جملہ چیزوں کا بھی ہر ہر حال معلوم ہے، اسی طرح تمام جنتیں اوران کے درجات اوران کے رہنے والوں کی گنتی اور ہر مقام سب خوب معلوم ہیں۔ایسے ہی باقی تمام جہانوں کا علم ہے اور اس علم میں ذات باری تعالیٰ کے علم قدیم ازلی سے جس کے معلومات بے انتہا ہیں کوئی مزاحمت نہیں۔کیونکہ علم قدیم کے معلومات اس عالم میں منحصر نہیں ظاہر ہے کہ اسرار ربوبیت اور اوصاف الوہیت جو غیر متناہی ہیں اس عالم میں کوئی نہیں ہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ مدارج النبوۃ شریف میں فرماتے ہیں۔

ہر چہ دنیاست از زمان آدم تا آداں نفحہ اولیٰ بردے منکشف ساختند تا ہمہ احوال رااز اول تا آخر معلوم گردد یاران خودرانیز ازبعضے ازاں احوال خبر داد۔(از مدارج النبوۃ شریف ص ۱۶۵ مطبوعہ ناصری)

آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے زمانہ سے نفحہ اولیٰ تک جو کچھ دنیا میں ہے سب ہمارے حضور پر منکشف فرمادیا تھا۔یہاں تک کہ تمام احوال اول سے آخر تک حضور کو معلوم ہوئے اور حضور نے اپنے اصحاب کو ان میں سے بعد کی خبر دی۔

مفتی جی اب تو آپ کی آنکھیں کھلیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ساری کائنات تمام مخلوقات کی ہر ہر شئے اوران کے ہر ہر مقام اور جگہ کے حاضر وناظر ہیں۔ذرہ ذرہ حضور پر ظاہر وروشن ہے دنیا کی ہر چیز ان کے پیش نظر ہے جہاں کی کوئی شئی ان پر مخفی نہیں۔عالم کا کوئی مقام اور کوئی جگہ حضور کے حضور علمی اور نظر حقیقی سے پوشیدہ نہیں اور اس میں علم حق جل شانہ کے ساتھ مساوات لازم نہیں آتی کہ اس کا علم قدیم اوران کا حادث اس کے غیر متناہی معلومات اس عالم میں منحصر نہیں اوران کا علم متناہی جو اس عالم محدود سے متعلق ہے۔

لیکن ممکن ہے کہ مفتی جی اس کو جبراً قہراً تسلیم کرتے ہوئے یہ کہہ دیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم کی وسعت اور نظر حقیقی زمانہ حیات تک تھی اور جب وہ تقویۃ الایمان کے مذہب کی بناپر نعوذ باللہ مر کر مٹی میں مل گئے تو پھر نہ وہ وسعت علمی باقی رہی نہ وہ قوت نظر حقیقی قائم رہی لہٰذا میں مفتی جی کے اس باطل عذر کو بھی خاک میں ملائے دیتا ہوں۔

مفتی جی ذرا کان کھول کر سنئے حضرت علامہ شہاب الدین قسطلانی مواہب لدینہ شریف میں حاضری روضہ انور کا ادب تعلیم فرماتے ہیں۔

وینبغی ان یقف عند محاذ اۃ اربعۃ اذرع ویلازم الادب والخشوع والتواضع غاض البصر فی مقام الھیبۃ کما کان یفعل بین یدیہ فی حیاتہ ویستحضر علمہ بوقوعہ بین یدیہ وسماعہ لسلامہ کما ھوفی حال حیاتہ اذ لا فرق بن مو تہ وحیاتہ فی مشاھدتہ لا متہ ومعرفتہ باحوالھم ونیاتھم وعزائمھم وخواطر ھم وذلک عندہ جلی لاخفاء بہ۔

(مواہب شریف مصری جلد۲ص ۳۸۷)

اور زائر کو یہ چاہئے کہ وہ مقابلے میں چار گز کے فاصلہ پر کھڑا ہو اور خشوع وتواضع کو لازم جانے اور مقام ہیبت میں نگاہ نیچی رکھے جس طرح حیات شریف میں حضور کے روبرو کرتا اور اپنے علم میں یہ بات حاضر رکھے کہ وہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہے اور حضور میرے سلام کی سماعت فرمارہے ہیں جیسا کہ حضور کی حیات ظاہر میں۔ اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات ووفات میں اس بات میں کچھ فرق نہیں کہ وہ اپنی امت کو ملاحظہ فرمارہی ہیں اور ان کی حالتوں اور نیتوں اور ارادوں اور دل کے خطروں کو پہچانتے ہیں۔ اور یہ سب حضور پر روشن ہے جس میں کسی طرح کی پوشیدگی نہیں۔

مفتی جی اگر ایسی صریح تصریحات کے بعد بھی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضر وناظر ہونے پر ایمان نہ لائیں اور اپنی گمراہی سے توبہ نہ کریں تو ایسے بیماروں کا کس کے پاس علاج ہے اور ایسے بداعتقاد قلب کی کون اصلاح کرسکتا ہے۔ ہم اس موقع پر اور بھی کثیر عبارات پیش کرسکتے تھے لیکن بخوف طوالت انھیں چند عبارات کا پیش کرنا بہت کافی سمجھا گیا۔ اور منصف کے لئے انشاء اللہ بہت کافی ووافی بھی ہیں۔

مفتی جی لیجئے کہ یہ صریح اسلامی تعلیم کا ایک مختصر نمونہ حیرت ہے کہ دہلی میں رہ کر آپ کو یہ کتابیں دستیاب نہ ہوئیں مگر چونکہ آپ کو نور عظمت مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گوارہ نہیں ہوسکتی۔ اور آپ کا

قلب تو حضور کی وسعت علمی اور قوت نظر حقیقی کا اعتراف ہی نہیں کر سکتا۔ اسی لئے آپ نے آنکھیں بند کر کے الٹا استرا چلادیا کہ۔

''یہ صریح طور پر اسلامی تعلیم اور نصوص کتاب وسنت کے خلاف ہے''

اور یہ بھی تو ممکن ہے کہ مفتی جی نے اسلامی تعلیم سے اسماعیلی تعلیم اور نصوص کتاب وسنت سے مولوی اسمٰعیل دہلوی کی مصنفہ کتب اور ان کا طریقہ (سنت) مراد لیا ہو تو اس لحاظ سے مفتی جی کی یہ عبارت زیادہ بیجا بھی نہ ہوگی لیکن پھر بھی یہ مفتی جی کا قصور علم ضرور قرار پائیگا کہ ان کو اسماعیلی تعلیم اور اپنے بانی مذہب مولوی اسماعیل دہلوی کی کتب اور طریقہ کا بھی پتہ نہیں لہٰذا اب ہم اسی کے حوالے پیش کر کے اپنے مسلک کی تائید اور آپ کے دعوے کا ابطال کئے دیتے ہیں سنئے مولوی اسمٰعیل دہلوی اپنی کتاب صراط مستقیم میں اولیاء کرام کی وسعت علم اور نظر حقیقی حال لکھتے ہیں۔

افادہ (۱) برائے انکشاف حالت سمٰوات وملاقات ارواح وملائکہ وسیر جنت ونار واطلاع بر حقائق آن مقام ودریافت امکنہ آنجا وانکشاف امرے از لوح محفوظ ذکر یاحی یاقیوم است

(صراط مستقیم مجتبائی ص ۱۱۳)

آسمانوں کے حالات معلوم کرنے اور روحوں اور فرشتوں سے ملاقات کرنے اور جنت ودوزخ کی سیر کرنے اور اس مقام کی حقیقتوں سے باخبر ہونے اور ان مکانوں سے آگاہ ہونے اور لوح محفوظ میں سے کسی بات کے دریافت کرنے کیلئے یاحی یاقیوم کا ذکر ہے۔

نیز یہی امام الوہابیہ میاں اسمٰعیل صاحب دہلوی اسی صراط مستقیم میں دوورق بعد لکھتے ہیں۔

افادہ (۱) برائے کشف ارواح وملائکہ ومقامات آنہا وسیر امکنہ زمین وآسمان وجنت ونار واطلاع برلوح محفوظ شغل دورہ کند وطرزش در فصل اول مفصلا مذکور شد پس باستعانت ہماں شغل بہر مقامی کہ از زمیں وآسماں وبہشت ودوزخ خود متوجہ شدہ سیر آن مقام نماید واحوال آنجا دریافت کند وباہل آں مقام ملاقات سازد۔ (صراط مستقیم مجتبائی ص ۱۱۷)

روحوں اور فرشتوں اور ان کے مقامات کے حالات دیکھنے اور زمیں وآسمان اور جنت ودوزخ کے مقامات کی سیر کرنے اور لوح محفوظ پر مطلع ہونے کے لئے شغل دورہ کرے اور اسکا طریقہ فصل اول میں بالتفصیل مذکور ہوا۔ پس اس ذریعہ کی مدد سے زمیں وآسمان اور بہشت ودوزخ کے جس مقام کی چاہے اس طرف متوجہ ہو کر وہاں کی سیر کرے اور وہاں کے حالات معلوم کرے اور وہاں کے لوگوں سے

ملاقات کرے۔

نیز یہی مفتی جی کے بانی مذہب اسمٰعیل دہلوی صراط مستقیم میں لکھتے ہیں۔

افادہ (۶) بعد اتمام نفی درصورت پیش می آید گاہے توحید صفاتی منکشف می گردد و جملش آنکہ صاحب ایں شغل خودرا اکثر تے کہ در عالم است گماں می برد و تصویرش ایں طور نمودار میگردد وابدانش رافر اخی و پنہاں بایں مرتبہ رسد کی خیالش از عالم اجسام بالائے ہمہ عرش مجید است متجاوز از تمامی جوانب می گرددو ہمہ عالم درخود میگردد افلاک عناصر وجبال و بحار داشجار واحجار وحیوان وانسان ہمہ رامنجملہ جسم خود میداند ودریں حالت اطلاع بر امکنہ افلاک وسیر بعضے مقامات زمین کہ دور دراز از جائے وے بود بطور کشف حاصل می آید وآں لکشفش مطابقواقع می شود۔ (صراط مستقیم مجتبائی ص ۱۰۹ و ۱۱۰)

شغل نفی کے تمام ہونے کے بعد دوصورتیں پیش آتی ہیں کبھی توحید صفاتی منکشف ہوجاتی ہے جس کا اجمال یہ ہے کہ اس کا شاغل اپنے آپ کو اس کثرت کا جائے صدور گمان کرتا ہے جو عالم میں ہے اس کی تصویر اس طرح نمودار ہوتی کہ اس کے بدن کو فراخی اور کشادگی معلوم ہوتی ہے اور یہ فراخی اور کشادگی اس مرتبہ تک پہنچ جاتی ہے کہ اس کا خیال عالم اجسام سے جن میں سب سے اوپر عرش مجید ہے تجاوز کر کے ہر طرف پھرتا ہے اور تمام عالم کو اپنے اندر دیکھتا ہے افلاک اور عناصر پہاڑ اور درخت اور پتھر حیوان اور انسان تمام کو من جملہ اپنے جس کے جانتا ہے تو اس توحید صفاتی کے مقام پر پہنچ کر آسمانوں کے مکانوں پر اطلاع اور زمین کے ان مقامات کی سیر جواں کی جگہ سے دور دراز ہیں بطور کشف حاصل ہو گی۔ اوران کا یہ کشف مطابق واقع کے ہوتا ہے۔

مفتی جی! دیکھئے کہ یہ بطور نمونہ آپ کی اسماعیلی کتاب وسنت کے تین نصوص ہیں جن میں صریح طور پر اولیاء کیلئے ایسا وسعت کشف تسلیم کیا کہ وہ زمین کے دور دراز مقامات، آسمانوں کے مکانات، ملائکہ اور ارواح اور ان کے مقامات جنت ودوزخ کے مقامات زمانہ آئندہ کے واقعات عرش وفرش کے حالات سے لوح محفوظ کے معلومات ان میں سے جو چاہیں باختیار خود فلاں فلاں شغل سے دریافت کرلیں، اور خود ہی ان اشغال کے طریقے بھی بتائے۔ تو اب مفتی جی آپ کے امام کے نزدیک ایسے شغل دورہ کرنے والوں میں ہر جگہ حاضر وناظر ہونے کی صفت پیدا ہوجاتی ہے وہ ہر جگہ اور ہر مقام کے حالات دریافت کرنے میں مختار بن جاتی ہیں۔

اور مفتی جی غالبا آپ کو یہ تسلیم ہوگا کہ اولیاء کو جو کشف وعلم حاصل ہے وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم کے توسل سے ہے اور یہ تسلیم نہ ہو تو اسماعیلی تعلیم ہی سے ثابت کر دیا جاتا ہے۔

مولوی قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیو بند اپنی کتاب تحذیر الناس کے ص ۴ پر لکھتے ہیں۔

عالم حقیقی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اور انبیاء باقی اور اولیاء اور علماء گذشتہ و مستقبل اگر عالم ہیں تو بالعرض ہیں۔ (تحذیر الناس ص ۴)

لہٰذا جب آپ کے بانی مذہب میاں اسمٰعیل نے عالم بالعرض اولیاء کو ہر جگہ اور ہر مقام کے حالات دریافت کرنے میں مختار مانا اور ان کو ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کی صفت سے موصوف کیا تو عالم حقیقی یعنی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر جگہ اور ہر مقام کے حالت دریافت کرنے میں کیونکر مختار نہ مانتے اور حضور کو ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کی صفت کے ساتھ کیوں موصوف نہیں کرتے۔ اگر حضور کے لئے اس صفت کا اثبات شرک ہے تو اولیاء کے لئے بدرجہ اولیٰ شرک ہونا چاہئے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا آپ کی اسماعیلی کتاب وسنت کی صریح نصوص سے بھی واضح طور پر ثابت ہو گیا۔ تو اس کا خلاف نصوص کتاب ونسبت کہنا آپ کے خود اپنے اسمٰعیلی مذہب سے ناواقف ہونے کی دلیل ہے۔

اب اسمٰعیلی تعلیم اور باقی رہ گئی: اس کے بھی چند حوالے پیش کر دیے جائیں تاکہ اس مضمون کی تکمیل ہو جائے تمام دیو بندیوں کے آقائے نعمت شیخ طریقت جناب حاجی امداد اللہ صاحب اپنے رسالہ ہفت مسئلہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

اعتقاد کہ مجلس مولد میں حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رونق افروز ہوتے ہیں۔ اس اعتقاد کو شرک وکفر کہنا حد سے بڑھا ہے۔ کیونکہ یہ امر ممکن ہے عقلاً ونقلاً بلکہ بعض مقات پر اس کا وقوع بھی ہوا ہے۔ رہا یہ شبہ کہ آپ کو کیسے علم ہوا یا کئی جگہ کیسے ایک وقت میں تشریف فرما ہوئے یہ تو آپ کے علم وروحانیت کی وسعت جو دلائل نقلیہ وکشفیہ سے ثابت ہے اس کے آگے یہ ایک ادنی سی بات ہے۔

(فیصلہ ہفت مسئلہ مطبوعہ مئیدی کانپور)

یہی حاجی صاحب کتاب شمائم امدادیہ مطبوعہ قیومی مصدقہ مولوی اشرف علی تھانوی میں فرماتے ہیں۔

لوگ کہتے ہیں کہ علم غیب انبیاء واولیاء کو نہ ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اللہ والے جس طرح نظر کرتے ہیں دریافت وادراک مغیبات کا ان کو ہوتا ہے اصل میں یہ علم حق ہے۔ (شمائم امدادیہ ص ۱۱۵)

مولوی قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیو بند تحذیر الناس میں لکھتے ہیں۔

النبی اولی بالمومنین من انفسھم کو بعد لحاظ صلہ من انفسھم کے دیکھئے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی امت کے ساتھ وہ قرب حاصل ہے کہ ان کی جانوں کو بھی ان کے ساتھ حاصل نہیں (تحذیر الناس مطبوعہ خیر خواہ سرکار پریس سہارنپور ص ۱۱)

مولوی رشید احمد گنگوہی اپنی کتاب لطائف رشیدیہ میں فرماتے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام ہر دم مشاہدہ امور غیبیہ اور تیقظ و حضور حق تعالیٰ کا رہتا ہے کہ کما قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا ولبکیم کثیرا اور فرمایا انی اری ما لا ترون ۔ (از لطائف رشیدیہ مطبوعہ بلالی سیٹم پریس ساڈھورہ ص ۲۷)

مفتی جی ملاحظہ کیجئے کہ آپ کے ان پیشواؤں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے کیسی وسعت علمی ثابت کی اور کیسا صاحب نظر کہا۔ حضور کے لئے مختلف جگہ ایک وقت میں تشریف فرما ہونے کا اقرار کیا۔ آپ کی علم وروحانیت کی وسعت کے روبرو ہر جگہ حاضر ہونے کو ایک ادنی سی بات بتایا۔ اور جب اہل حق کے لئے ایسی نظیر ثابت کی جس سے وہ ادراک غیوب کرتے ہیں تو ان کے آقا و مولیٰ حضور نبی مکریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے لئے کیا ہر جگہ ناظر ہونے کا اقرار نہیں کیا۔ اور حضور کے لئے ہر وقت مشاہدہ امور غیبیہ کا وصف تسلیم کیا۔ حضور کو ایسی وسعت رویت ونظر ثابت کی جو دوسروں کو حاصل نہیں۔ اور حضور کو اپنی امت کے ساتھ ایسا قرب حاصل مانا جو قرب ان کو اپنی جانوں کے ساتھ حاصل نہیں۔ اب یہ اور سمجھ لیجئے کہ یہ امت مرحومہ زمین وآسمان کے ہر جگہ ہر ہر مقام پر پائی جاتی ہے۔ دنیا کے چپہ چپہ جہان کے گوشے گوشے میں پھیلی ہوئی ہے۔

فرشتے بھی حضور علیہ السلام پر ایمان لانے والے ہیں یہ بھی حضور کی امت میں داخل ہیں آپ انھیں کو دیکھئے کہ یہ سدرۃ المنتہی عرش بریں زمیں وآسمان اور ان کے مابین میں موجود ہیں ان سے زمیں وآسمان کی کوئی جگہ کوئی مقام خالی نہیں ۔ اور جب باقرار مولوی قاسم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے ہر ہر امتی سی اس کی جان سے زیادہ قریب ہیں تو ان قاسم صاحب نے کیسے صاف طور پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو زمیں کی ہر جگہ آسمان کے ہر ہر مقام بیت المعمور کے ہر ہر مکان سدرہ اور عرش کے ہر ہر جانب ہر زمان وہر آن حاضر وناظر مانا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہر جگہ حاضر وناظر ہونے کا اس سے زیادہ روشن اور واضح کیا ثبوت ہوگا۔ مفتی جی لیجئے کے یہ آپ کی اسمعیلی تعلیم کے صریح وصاف دلائل

ہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ جل جلالہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صریح اسلامی تعلیم سے ثابت ہے بلکہ خود میاں اسماعیل دہلوی کی کتاب وسنت سے اور اسماعیلی تعلیم سے بھی ثابت ہو گیا۔ اب مفتی جی کا یہ قول کہ (صریح طور پر اسلامی تعلیم اور نصوص کتاب وسنت کے خلاف ہے۔ کیسا صریح کذب ہے اور کیسا شرم ناک افتراء وفریب ہے۔

مفتی جی اگر شمہ بھر بھی حیا وغیرت ہے تو اس قول کی غلطی کا اقرار کریں اور خود اس کی تردید شائع کریں۔

مفتی جی! ہم کتاب وسنت اور صریح اسلامی تعلیم بلکہ آپ کی اسماعیلی کتاب وسنت سے بھی نہایت واضح طور پر یہ ثابت کر چکے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعطائے قدرت الٰہی ہر جگہ حاضر وناظر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں ہر جگہ اور ہر مقام کا علم ورویت عطا فرمایا۔ آسمانوں اور زمینوں کے ملک ان کے روبرو و پیش نظر ہیں۔ کوئی جگہ ایسی نہیں جو ان کے حضور علمی سے مخفی ہو۔ کوئی موجود ایسا نہیں جو ان کی نظر حقیقی سے پوشیدہ ہو۔ اس مدعی کے اثبات میں کافی عبارات بھی پیش کر چکے۔

اب باقی رہا آپ کا یہ کلام کہ

''ہر جگہ حاضر وناظر بھی خاص اللہ تعالیٰ کی صفت ہے''

اس کے اگر یہ معنی ہیں کہ بلا کسی کی عطا کے ذاتی طور پر ہر جگہ کا علم ورویت خاص اللہ تعالیٰ کی صفت ہے تو یہ بلا ریب عین ایمان ہے جو اس کا انکار کرے کافر ہے۔ لیکن یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ہر جگہ کا علم رویت بعطائے الٰہی ثابت ہونے کی منافی نہیں کہ حضور کی صفت علم ورویت عطائی حادث ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفت علم ورویت ذاتی قدیم ہے اور اس بین فرق کے باوجود حقیقۃ اشتراک فی الصفت لازم نہیں آیا یعنی اللہ تعالیٰ کی جو خاص صفت ہے اس کا اثبات حضور کے لئے ناممکن ہے اور حضور کی جو صفت ہے اس کا اثبات اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہے۔

لہٰذا مفتی جی کا یہ جملہ (ہر جگہ حاضر وناظر ہونا بھی خاص اللہ تعالیٰ کی صفت ہے) اعتقاد سائل کا رد نہیں ہوا۔ اور اسے ہر جگہ حضور کے حاضر وناظر ہونیکی صفت خدا داد باطل نہیں ہوئی کہ معتقد اس کی صفت جیسی اسکی شایان شان ہے اسی کے ساتھ خاص جانتا ہے۔ بعینہ اسی خاص صفت کا حضور کے لئے

اثبات نہیں کرتا بلکہ عطائی حادث صفت کا حضور کے لئے اثبات کرتا ہے اور ایسی صفت اللہ تعالٰی کی خاص صفت ہی نہیں ہوسکتی۔تو مفتی جی اس پہلو کی بنا پر نہ سائل کا سوال سمجھے، نہ خود اپنا جواب سمجھے، نہ یہ جملہ اس سوال کا جواب بن سکا، نہ یہ کلام خود مفتی جی کے مسلک کے موافق ہوا، نہ اس سے مخالف کو ذرہ بھر کچھ ضرر پہنچا۔

اور اگر مفتی جی کے اس جملے (ہر جگہ حاضر وناظر ہونا بھی خاص اللہ تعالٰی کی صفت ہے) کی یہ مراد ہے کہ دونوں ذاتی وعطائی طور پر ہر جگہ کا علم ورویت خاص اللہ تعالٰی کی صفت ہے تو یہ سخت جہالت ہے اور اللہ تعالٰی کی بے عیب ذات کے لئے ایک عیب ثابت کرنا ہے کہ عطائی طور پر ہر جگہ کا حاضر وناظر ہونا خاص اللہ تعالٰی کی صفت ہی نہیں ہوسکتی۔ بلکہ ذاتی طور ہر جگہ کا علم ورویت خاص اللہ تعالٰی کی صفت ہے کہ اس کی صفات ذاتی ہیں۔اس کی کوئی صفت عطائی نہیں ہوسکتی۔تو عطائی صفت اس کی خاص صفت کس طرح ہوسکتی ہے۔

لہٰذا مفتی جی کی یہ مراد بھی جہالت وضلالت ہے اور اس بنا پر مفتی جی کا جواب نہایت مہمل قرار پایا ہے کہ سائل تو یہ دریافت کرتا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بہ عطائے قدرت الٰہی ہر جگہ کے حاضر وناظر ہیں یا نہیں۔اور مفتی جی کا جواب ''ہر جگہ حاضر وناظر ہونا بھی خاص اللہ تعالٰی کی صفت ہے'' نہایت بے محل ٹھہرا کیونکہ سائل اس جواب سے اگر یہ سمجھتا ہے کہ حضور کیلئے بہ عطائے الٰہی یہ صفت ثابت ہے تو پھر مفتی جی کا یہ جملہ کہ ''یہ خاص اللہ تعالٰی کی صفت ہے'' کیا معنی رکھتا ہے۔اور بالعطا خدا کی خاص صفت کس طرح ہوسکتی ہے۔

اور اگر یہ سمجھا جائے کہ حضور کیلئے بعطائے الٰہی بھی یہ صفت ثابت نہیں تو مفتی جی نے اس پر کوئی دلیل قائم نہیں کی اور ان کا صرف یہ کہہ دینا کہ یہ خاص اللہ تعالٰی کی صفت ہے اس دعوے کے منافی نہیں خدا کے لئے کسی ذاتی صفت کے اثبات سے غیر خدا کی عطائی صفت کی نفی ثابت نہیں ہوتی۔

اب باقی رہا اللہ تعالٰی پر لفظ حاضر وناظر کا اطلاق اس پر مفتی جی تو کوئی نقل پیش نہ کرسکیں گے۔ ان کے پاس کسی معتبر ومستند کتاب کا اگر کوئی حوالہ ہو تو اس کو پیش کریں۔اور لفظ حاضر وناظر کو اللہ تعالٰی کی خاص صفت ثابت کریں اور اس پر ان الفاظ کا اطلاق دکھائیں۔

ہم اللہ تعالٰی کو شہید وبصیر اعتقاد کرتے ہیں اور لفظ حاضر وناظر کے اطلاق کی کوئی نقل نہیں پاتے اور اسمائے الٰہی توقیفی ہیں۔مسامرہ میں ہے:

ان الاسماء تو قیفیة علی الراجح ۔ (ص۴)

بیشک اسمائے الٰہی مذہب راجح کی بنا پر توقیفی ہیں۔

شرح مواقف میں ہے۔

ذهب الشیخ ومتابعوه الی انه لا بد من التوقیف وهو المختار۔ (ص۲۵۸)

شیخ اور ان کے متبعین اس طرف گئے کہ اسماء الہیہ میں توقیف ضروری ہے اور یہی مذہب مختار ہے۔

ان عبارات سے صاف طور پر معلوم ہو گیا کہ مذہب مختار کی بنا پر اسمائے الٰہی توقیفی ہیں یعنی کتاب وسنت یا جانب شرع سے جب تک کوئی علم نہ ہو ہمیں محض اپنی طرف سے کسی لفظ کا اطلاق نہیں کرنا چاہئے۔

لہٰذا اسمائے الٰہی میں قول مختار اور مذہب راجح یہی ہے یہاں تک کہ جو اثر ضعیف سے ثابت ہو اس میں بھی بعض نے انکار کیا ہے علامہ قسطلانی مواہب شریف میں حضرت امام نووی کا قول نقل فرماتے ہیں۔

قال النووی وقولهم اه (ای الرمضان) من اسماء الله تعالیٰ لیس بصحیح وان کان قد جاء فیه اثر ضعیف واسماء الله تعالیٰ توقیفیة لا یثبت الا بدلیل صحیح۔

(مواہب ص۳۰۲ جلد۲)

امام نووی نے کہا کہ بعض کا یہ قول کہ رمضان اللہ تعالیٰ کے اسماء سے ہے صحیح نہیں ہے اگر چہ اس میں اثر ضعیف آچکا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں بلا دلیل صحیح کے ثابت ہی نہیں ہوتے۔

مفتی جی آپ حاضر وناظر کو اللہ تعالیٰ کی خاص صفت بتاتے ہیں لہٰذا آپ ان الفاظ کا اطلاق کتاب وسنت سے ثابت کریں اور ان کے صفت خاص ہونے پر دلیل صحیح پیش کریں بلکہ ان کے اسم الٰہی ہونے پر کوئی تصریح دکھائیں۔

اور اگر آپ قاضی ابوبکر باقلانی یا امام رازی وحجۃ الاسلام کے اقوال کی بنا پر اثبات کرنا چاہیں تو علاوہ ان کے اقوال کے مرجوح اور غیر مختار ہونے کی دو شرطیں ہیں۔

شرط اول وہ لفظ عظمت وجلالت پر دلالت کرنے والا ہو اور اس کے ماخذ اشتقاق سے اللہ تعالیٰ کا متصف ہونا زبان شرع سے ثابت ہو۔

شرط دوم اس لفظ میں معنی نقص وعیب کے نہ نکلتے ہوں یا وہ ایسے معنی کا موہم نہ ہو جو اسکی شان کبیر کے منافی ہو۔

شرح مواقف میں ہے:

قال القاضی ابوبکر من اصحابنا کل لفظ دل علیٰ معنی ثابت لله تعالیٰ جاز اطلاقه علیه بلاتو قیف اذا لم یکن اطلاقه مو هما لما لا یلیق لکبریائه ومن ثم لم یجز ان یطلق علیه لفظ العارف لا ن المعرفة قدیراد بها علم یسبقها غفلة و لا لفظ الفقیه لان الفقه فهم غرض المتکلم من کلامه و ذلك مشعر یسابقه الجهل ولا لفظ العاقل علم مانع من الاقدام علیٰ مالا ینبغی ماخوذ من العقال وانما یتصور هذاا لمعنی فیمن یدعوه الداعی الی مالا ینبغی الی غیر ذالك من الاسماء التی فیها نو ع ایهام بمالا یصح فی حقه تعالیٰ۔

ہمارے علماء میں سے قاضی ابوبکر نے فرمایا ہر لفظ ایسے معنی پر دلالت کرے جو اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہے۔اس کا اطلاق اس پر بلاتو قیف جائز ہے جب اطلاق ایسے معنی کا موہم نہ ہو جو اس کی شان کبریائی کے لائق نہ ہواسی بنا پر جائز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ پر لفظ عارف کا اطلاق کیا جائے اس لئے کہ معرفت سے کبھی ایسا علم مراد ہوتا ہے جس سے پہلے غفلت ہواوراس پر لفظ فقیہ کا اطلاق بھی جائز نہیں۔ اس لئے کہ فقہ متکلم کے کلام سے اس کی غرض سمجھنے کا نام ہے۔اور یہ جہل کے سابق ہونے کا پتہ دیتا ہے اوراس پر لفظ عاقل کا اطلاق بھی جائز نہیں کہ اس کا علم غیر مناسب باتوں پر اقدام کرنے سے مانع ہوتا ہے اور یہ عقال سے ماخوذ ہے اور یہ معنی اسی شخص میں ممکن ہیں جس کو غیر مناسب باتوں کی طرف کوئی داعی نہ ہو۔اس کے سوااوران اسماء کا اطلاق جائز نہیں جن میں کچھ ایسے معنی کا ایہام ہو جو اللہ تعالیٰ کے حق میں صحیح نہ ہوں۔ (شرح مواقف کشوری ص ۶۵۸)

امام کمال محمد ابن ابی شریف مسامرہ شرح مسایرہ میں فرماتے ہیں۔

اماعلی قول القاضی ابی بکر البا قلانی وهو انه یجوز اطلاق اللفظ علیه تعالیٰ اذاصح اتصافه به ولم یو هم نقص وان لم یرو به سمع او علی مختار حجة الاسلام والامام الرازی من جواز الاطلاق دون تو قیف فی الوصف حیث لم یو هم نقصا دون الاسم لان وضع الاسم له تعالیٰ نو ع تصرف بخلاف وصفه تعالیٰ بمعناه ثابت له۔

(مسامرہ مطبوعہ انصاری دہلی ص ۴)

لیکن قاضی ابوبکر باقلانی کے قول کی بنا پر کہ اللہ تعالیٰ پر اس لفظ کا اطلاق جائز ہے جس کا اس کے ساتھ متصف ہونا صحیح ہو اور کسی نقص کا موہم نہ ہو اگر چہ اس کے ساتھ سمع وارد نہ ہو اور حجۃ الاسلام اور امام رازی کے اقوال کی بنا پر وصف میں بلا توقیف اطلاق جائز ہے جہاں کسی نقص کا موہم نہ ہو بغیر اسم۔ اس لئے کہ اسم کی وضع اللہ تعالیٰ کے لئے ایک نوع تصرف ہے بخلاف اسکے اس وصف کے جس کے معنی اس کے لئے ثابت ہوں۔

بلکہ یہ قائلین بالاشتقاق بھی یہ ملحوظ رکھتے ہیں کہ جس وصف میں اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلالت کا اظہار نہ ہو اس کا اطلاق جائز نہیں۔ چنانچہ اسی مسامرہ میں ہے:

نحو الزارع والرامی فانہ لایجوز اطلاقہ مع ورود قولہ تعالیٰ ء انتم تزرعونہ ام نحن الزارعون وقولہ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی۔

(مسامرہ ص ١٦)

جیسے زارع (کاشت کار) رامی (پتھر پھینکنے والا) کہ ان الفاظ کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر جائز نہیں باوجودیکہ ان کا ورود قرآن کریم میں ہوا۔ أ انتم تزرعونہ ام نحن الزارعون ۔یعنی کیا تم زارع ہو یا ہم) اور وما رمیت الآیۃ (یعنی اور آپ نے نہیں پھینکا جب آپ نے پھینکا لیکن اللہ نے پھینکا)

مفتی جی اس مسلک کی بنا پر بھی آپ یہ ثابت کریں کہ اللہ تعالیٰ پر لفظ حاضر و ناظر کے اطلاق کرنے میں دونوں شرطیں پائی جاتی ہیں، اگر لفظ حاضر و ناظر عظمت وجلالت کا مظہر ہے، ان کے ماخذ اشتقاق سے اللہ کا متصف ہونا شرع میں وارد ہے، اور ان کے کسی معنی کا موہم نقص اور خلاف شان کبریائی ہونا لازم نہیں ہوتا۔

مفتی جی! اگر عقل وفہم ہے تو درمختار اور ردالمحتار ہی سے استفادہ کر لیجئے صاحب درمختار نے فرمایا:

ویاحاضر ویا ناظرلیس بکفر

اے حاضر اے ناظر کا کہنے والا کافر نہ ہوگا۔

علامہ شامی لیس بکفر کے تحت میں فرماتے ہیں:

فان الحضور بمعنی العلم شائع (الی قولہ) والنظر بمعنی الرویۃ الم یعلم بان اللہ یری فالمعنی یا عالم یا من رأی۔ (شامی جلد۳ ص ٣١٧)

بیشک کہ حضور علم کے معنی میں مشہور ہے اور نظر رویت کے معنی میں ہے کیا نہیں جانتا کہ اللہ دیکھتا

ہے پس حاضر وناظر کے معنی یہ ہیں کہ اے عالم، اے وہ ذات کہ دیکھے۔

مفتی جی جب فقہائے کرام اللہ تعالیٰ کو یا حاضر یا ناظر کہنے والے کو تاویلیں کر کے کفر سے بچا رہے ہیں تو ایسے الفاظ اللہ تعالیٰ کی خاص صفت کس طرح ہو سکتے ہیں۔

لہٰذا آپ اپنے قول ''ہر جگہ حاضر وناظر ہونا بھی خاص اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔کو یاد کر کے اپنی جہالت اور نا قابلیت لاعلمی اور نا اہلیت کا اقرار کیجئے۔

مسلمانو! یہ دیوبندی قوم کا مفتی اعظم ہے جس کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی خاص صفات کے وہ کون کون سے الفاظ ہیں جن کا اس پر اطلاق صحیح ہے اور اسمائے الٰہیہ توقیفی ہیں یا نہیں۔ ''فقط''

مسئلۂ علم غیب

عالم اجل فاضل اکمل حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اجمل صاحب مدظلہ العالی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان سوالات کے جواب میں

سوال اول: علم شاعری جمیع علوم ما کان و ما یکون میں شامل کیوں نہیں ہے اور علمت الاولین والآخرین سے شعر گوئی جو اہل عرب کا بہترین علم مانا جاتا تھا اور آج بھی اس کی خاص وقعت ہے کیوں خارج ہے کہ ما علمناہ الشعر سے اس کی نفی ہوتی۔

سوال دوم: ویکون الرسول علیکم شہیدا کی تفسیر میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا یہ قول معروف جو اکثر علماء اعلان کے مواعظ میں سنا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم سے فرمایا کہ اگر تم کو اپنی امت کی رازداری عزیز تر ہے تو میں ان کے گناہوں کو آپ سے بھی پوشیدہ رکھوں گا، منافی علم غیب عطائی ہے یا نہیں؟۔ اور باستثناء جمیع علوم غیبیہ کے منکر کو سہارا دیتا ہے یا نہیں؟۔

سوال سوم: جب کہ منکر علم غیب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کافر کہا جاتا ہے اور حضور پرنور کے علم غیب پر ایمان لانا ضروریات دین سے سمجھا جاتا ہے تو حضرت عائشہ وحفصہ رضی اللہ عنہما نے معتقد علم غیب رسول اللہ کو جھوٹا فرمایا ہے۔ ان کو کیوں نہیں اس کلیہ میں داخل کیا جاتا؟۔ ان کا یہ فرمانا کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خدا کو دیکھا، کسی علم کو چھپایا۔ غیب جانتے تھے وہ جھوٹا ہے، کہاں تک واجب العمل ہے؟۔ حضرت سعدی بھی فرماتے ہیں۔

علم غیبی کس نمیداند بجز پروردگار	گر کسے دعوی کند ہرگز ازو باور مدار
مصطفی ہرگز نگفتے تا نگفتے جبرئیل	جبرئیلش ہم نگفتے تا نگفتے کردگار

اور اکثر علمائے اسلام اس قول کے موید ہیں۔

سوال چہارم: علم ذاتی وعطائی کا فرق کرنا اور دونوں کو علم غیب کہہ کرامت میں تفریق اور اہل قبلہ جن کی تعریف حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی شیخ المشائخ عالم سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب فتوح الغیب کی شرح میں 'جزم نکند بر ہیچ یکے از خلق از اہل قبلہ بشرک ونہ بکفر ونہ بنفاق'' فرماتے ہیں ہدف بنانا کس دلیل شرعی سے جائز ہے حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کا تکمیل الایمان میں یہ فرمانا کہ جو کوئی اہل قبلہ یعنی نماز قبلہ کی طرف پڑھتا ہے اور دلیل کتاب سے اور سنت سے لیتا ہے اور کلمہ شہادت پڑھتا ہے اسے کافر نہ کہا جائے (سبیل الجنان ص ۳۶)

المستفتی، رمضان علی دوکان آہن چوک بازار بہرائچ

جواب سوال اول: علم شعر کو جمیع علوم ما کان وما یکون شامل ہیں اور یہ بلاشبہ علمت علم الاولین والاخرین کے تحت میں داخل ہے لیکن آیۃ کریمہ وما علمناہ الشعر سے حضور واقف غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے علم شعر کی نفی مراد لینا غلط ہے آیۃ کریمہ میں نفی علم شعر کی نہیں ہے بلکہ ملکہ کی نفی ہے کہ علم بمعنی ملکہ ہمارے محاورات میں بھی مستعمل ہے رات دن کا عرف ہے کہ فلاں شخص روٹی پکا نا نہیں جانتا اس کے یہ معنی مراد ہوتے ہیں۔ کہ اس کو روٹی پکانے میں ملکہ نہیں ہے۔ ورنہ اسے یہ علم ہے کہ روٹی کس طرح پکتی ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ روٹی پکانے میں کیا کیا باتیں کی جاتی ہیں۔ تو اس جملہ میں روٹی پکانے کے علم کی نفی نہیں بلکہ ملکہ کی نفی ہے۔ اسی طرح آیت کریمہ میں بھی علم سے ملکہ مراد ہے اور ملکہ کی نفی کی جارہی ہے۔ نہ یہ معنی کہ حضور کو شعر کا علم ہی نہ تھا۔ تمام مفسرین آیت کریمہ کی یہی تفسیر فرمارہے ہیں۔ یہاں بخیال اختصار صرف ایک تفسیر کو پیش کیا جاتا ہے۔

علامہ اسمٰعیل حقی تفسیر روح البیان میں فرماتے ہیں۔

ولما كان الشعر مما لا ينبغي للانبياء عليهم السلام لم يصدر من النبى عليه اسلام بطريق الانشاء دون الاتشاد الاما كان بغير قصد منه وكان كل كمال بشرى تحت علمه الجامع فكان يجيب كل فصيح وبليغ وشاعر واشعر وكل قبيلة بلغا تهم وعباراتهم كان يعلم الكتاب علم الخط واهل الحرف حر فتهم ولذا كان رحمة للعالمين

(تفسیر روح البیان جلد ۲ ص ۸۷۸)

ترجمہ: یعنی چونکہ شعر انبیاء کی شان کے لائق نہیں ہے اس لئے حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام

سے بطریق انشاء صادر نہیں ہوا، البتہ بلا قصد کبھی موزوں کلام زبان مبارک پر جاری ہو گیا اور حقیقت حال یہ ہے کہ بشری کمال آپ کے علم جامع کے تحت میں ہے۔ اسی وجہ سے حضور ہر فصیح و بلیغ اور شاعر واشعر کو، ہر ہر قبیلہ کو ان کے لغات کا انھیں کی عبارات میں جواب دیتے تھے اور کاتبوں کو علم خط اور اہل حرفت کو ان کی حرفت تعلیم فرماتے تھے۔ اسی لئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رحمۃ للعٰلمین ہیں۔

اس تفسیر سے نہایت واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ آیت کریمہ وما علمناہ الشعر میں حضور سید المرسلین وارث علوم اولین وآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شعر گوئی یعنی ملکہ کی نفی کی جارہی ہے نہ کی علم شعر کی ان کے رب تبارک وتعالیٰ نے انھیں ایسا جامع العلوم بنایا ہے کہ ہر کامل آپ کے علم جامع کے تحت میں داخل کیا ہے یہاں تک کہ حضور کاتبوں کو علم خط اور اہل حرفت کو ان کی حرفت تعلیم فرماتے تھے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ نہ آیت کریمہ میں علم شعر کی نفی کی جارہی ہے نہ کسی مفسر نے اس کی تصریح کی یہ مختصر جواب ہے جس کو تفصیل درکار ہو وہ الکلمۃ العلیا اور الدولۃ المکیہ کا مطالعہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

جواب سوال دوم: حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو آیۃ کریمہ ویکون الرسول علیکم شھیدا کی تفسیر میں تحریر فرمایا ہے معلوم ہوتا ہے کہ واعظ مولویوں نے اسے دیکھا ہی نہیں۔ لہٰذا میں حضرت شاہ صاحب کی تفسیر ہی کی عبارت نقل کئے دیتا ہوں۔

موجودہ تفسیر عزیزی کے صفحہ نمبر ۴۳۶ پر یہ حوالہ ہے۔

ویکون الرسول علیکم شھیدا یعنی وباشد رسول شما بر شما گواہ زیرا کہ او مطلع ست بنور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ وحقیقت ایماں او چیست وحجابے کے بدان از ترقی محجوب ماندہ است کدام ست پس او می شناسد گناہاں شمارا ودرجات ایمان شمارا واعمال نیک وبد شمارا واخلاص ونفاق شمارا ولہٰذا شہادت او در دنیا بحکم شرع حق میت مقبول وواجب العمل ست۔

(تفسیر عزیزی مطبوعہ بمبئی ص ۶۷۶)

ترجمہ: تمہارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم پر گواہ ہونگے کیونکہ حضور اپنی نبوت کے نور کے باعث اپنے دین پر چلنے والے کے رتبے سے واقف ہیں کہ حضور کے دین میں اس کا کتنا درجہ ہے اور اس کے ایمان کی کیا حقیقت ہے اور جس پردے کے باعث وہ ترقی سے رک گیا ہے وہ کونسا حجاب ہے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم سب کے گناہوں کو پہچانتے ہیں اور تم سب کے ایمان کے درجوں کو

جانتے ہیں اور تمہارے نیک وبد اعمال سے واقف ہیں۔ اور تمہارے اخلاص ونفاق پر مطلع ہیں حضور کی گواہی دنیا وآخرت میں بحکم شرع امت کے حق میں مقبول اور اس پر عمل واجب ہے۔

اس تفسیر سے صاف ظاہر ہو گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر مسلمان کے ایمان کے درجے، اس کے ایمان کی حقیقت اس کی ترقی سے رک جانے کے سبب ہر امتی کے تمام گناہوں تمام اچھے برے کاموں کو جانتے ہیں ہر شخص کے دلی حالات پر مطلع ہیں کہ فلانے کے دل میں ایمان نہیں صرف ظاہر میں مسلمان ہے۔

لہٰذا شاہ صاحب نے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم عطائی کی کیسی وسعت تسلیم کی اور ہر امتی کے تمام گناہوں پر حضور کو کیسا مطلع مانا تو یہ تفسیر منکر کو کیا سہارا دے سکتی ہے بلکہ اس تفسیر سے تو منکرین کا کلیجہ پھٹ جائیگا ہوش پرآں ہو جائیں گے ان کی ساری تحریری خاک میں مل جائیں گی، ان کے تمام عقائد مٹ جائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

جواب سوال سوم: حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے مطلقا علم غیب کا انکار کرنا کفر ہے حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا کوئی انکار ابھی تک نظر سے نہیں گذرا اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو منکر قرار دینا وہابیہ کی کج فہمی وکم علمی کی بین دلیل ہے حضرت صدیقہ تو زبردست عالمہ اور مجتہد فقیہہ تھیں ان سے تو یہ ناممکن تھا کہ حضور کے علم غیب عطائی کا انکار کرسکیں چہ جائیکہ وہ قائل علم غیب عطائی کو جھوٹا قرار دیں۔

اب باقی رہی حضرت صدیقہ کی وہ حدیث جس کو سائل نے پیش کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔

قالت عائشة من اخبرك ان محمد صلی الله تعالیٰ علیه وسلم رأی ربه او کتم شیئا مما امر به او یعلم الخمس التی قال الله ان الله عنده علم الساعة الآیة فقد اعظم الفریة

رواہ الترمذی

ترجمہ: حضرت عائشہ نے فرمایا تجھے جو خبر دی کہ حضور نے اپنے رب کو دکھایا اس چیز کو چھپایا جس کا حکم دیئے گئے تھے یا وہ پانچ باتیں جانتے تھے جو آیۃ کریمہ ان الله عنده علم الساعة میں مذکور ہیں تو اس نے بڑا جھوٹ بولا۔

اس حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہ نے تین باتیں فرمائیں:

اول حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو نہیں دیکھا

دوم حضور نے کسی علم کو نہیں چھپایا

سوم آیت سورۂ لقمان میں جن پانچ چیزوں کا ذکر ہے یعنی (۱) قیامت کا علم (۲) حضور نے کسی علم کو نہیں چھپایا (۳) اس کا علم کہ حاملہ کے پیٹ میں کیا ہے کل کی بات (۴) کا علم (۵) اس کا علمکہ کہاں مرے گا۔ لہٰذا اجمالی طور پر تینوں امور کا بیان یا جاتا ہے کہ وہابیہ ہمارے عوام بھائیوں کو مغالطہ اور فریب نہ دیں۔

امر اول حضرت خلال نے اپنی کتاب السنۃ میں حضرت مروزی سے نقل کیا کہ انھوں نے حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا

قلت لا حمد انهم يقولون ان عائشة قالت من زعم ان محمد ارأى ربه فقد اعظم على الله الفرية فباى معنى يدفع قولها قال بقول النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم رأيت ربى فقول النبى اكبر من قولها۔ (مواہب شریف ص ۳۸)

میں نے حضرت امام احمد سے دریافت کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے فرمایا جس نے گمان کیا کہ حضور نے اپنے رب کو دیکھا تو اس نے اللہ پر بڑا افترا کیا تو صدیقہ کے قول کو کس چیز سے دفع کیا جائے جواب دیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس حدیث سے رویت ربی یعنی میں اپنے رب کو دیکھا تو حضور کا فرمان حضرت صدیقہ کے قول سے زیادہ بڑا ہے۔

علامہ نووی وغیرہ اجلہ محدثین نے حضرت صدیقہ کے اس کلام کے متعلق تصریح فرمائی:

لم تنف عائشة وقوع الرؤية بحديث مرفوع ولو كان معها لذكرته وانما اعتمدت الاستنباط على ما ذجرته من ظاهر الآية وقد خالفها غيرها من الصحابة والصحابى اذا قال قولا وخالفه غيره منهم لم يكن ذلك القول حجة اتفاقا۔

(مواہب شریف جلد ۲/۳۵)

ترجمہ حضرت عائشہ صدیقہ نے وقوع رویت کی کسی حدیث مرفوع سے نفی نہیں کی اور اگر ان کے پاس کوئی حدیث مرفوع ہوتی تو وہ ضرور اس کا ذکر فرماتیں انھوں نے تو ظاہر آیت سے استنباط کیا اور اس پر اعتماد فرمالیا جیسا کہ ان کی روایت میں ہے اور صحابہ کرام نے ان کا خلاف کیا اور صحابی کے قول کی جب اور صحابہ مخالفت کریں تو وہ قول باتفاق حجت نہیں ہوتا۔

ان دونوں عبارات سے نہایت روشن طور پر معلوم ہوگیا کہ حضرت صدیقہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم سے اگر رویت رب تبارک وتعالیٰ کا مطلقا انکار کیا تو یہ انکار اجتہاد تھا اس میں انھوں نے کوئی مر فوع حدیث پیش نہیں فرمائی اور اگر کوئی حدیث ہوتی تو حضرت صدیقہ اس کا ذکر فرماتیں اور صحابہ نے ان کا خلاف کیا اور حضرت صدیقہ کا قول جب صحابہ کے مخالف ہوا تو وہ باتفاق دلیل وحجت نہیں بن سکتا۔

نیز ان کے قول سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان زیادہ قابل لحاظ ہے کہ حضور نے فرمایا میں نے اپنے رب کو دیکھا۔ لہذا ان کی یہ رائے ہرگز قابل قبول نہیں کہ صحابہ کرام نے اس کی مخالفت کی جمہور علمائے اسلام نے اس کے خلاف تصریحات کیں یہ تمام گفتگو اس صورت میں ہے کہ حضرت صدیقہ کے اس کلام کے یہ معنی لئے جائیں کہ وہ مطلقا رویت کا انکار فرماتی ہیں اور اگر ان کے کلام کی یہ مراد لی جائے کہ وہ رویت بصر کی نفی کرتی ہیں اور رویت قلب کو تسلیم کرتی ہیں تو پھر ان کا یہ کلام زیادہ خلاف نہیں کہ محققین کی ایک جماعت کا بھی یہی مسلک ہے اگر چہ اجلہ علماء کا یہ مسلک کہ حضور نے اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے بھی دیکھا ہے۔

علامہ قسطلانی مواہب شریف میں تصریح کرتے ہیں:

فیمکن الجمع بین اثبات ابن عباس ونفی عائشة بان یحمل نفیها علی روية البصر واثباتها علی روية القلب۔ (مواہب جلد۲ص ۳۷)

حضرت ابن عباس کے اثبات رویت اور حضرت عائشہ کی نفی کو اس طرح جمع کیا جا سکتا ہے کہ حضرت صدیقہ کی نفی کو رویت بصر پر اور حضرت ابن عباس کے اثبات کو رویت قلب پر حمل کرلیا جائے۔

لہذا اب صاف طور پر ظاہر ہوا کہ حضرت صدیقہ کی نفی رویت کی یہ مراد ہے کہ حضور نے اپنے رب کو اپنے سر کی آنکھوں سے نہیں دیکھا اور دل کی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

امر دوم: کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی علم کو چھپایا اس قول کی یہ مراد ہے کہ حضور کو جتنا تبلیغ کا حکم تھا ان میں سے کچھ نہ چھپایا اور جن کے چھپانے کا حکم تھا وہ بیشک چھپائے تو یہ بات حق ہے اور موافق حدیث شریف کے ہے۔ چنانچہ حدیث معراج میں ہے۔

قال سألنی ربی فلم استطع ان اجیبه فوضع یده بین کتفی بلا کیف ولا تحدید فوجدت بردها بین ثدبی فاورثنی علم الاولین والا خرین وعلمنی علو ما شتی فعلم اخذ علی کتمانه اذ علم انه لا یقدر علی حمله احد غیری وعلم خیرنی فیه واعلمنی القرآن فکان جبریل علیه الصلوة والسلام یذ رنی به علم امر نی بتبلیغه الی الخاص والعام من

امتی ۔ (مواہب شریف جلد۲ص ۲۹)

مجھ سے میرے رب نے شب معراج میں کچھ دریافت فرمایا تو میں اس کا جواب نہ دے سکا پس اس نے اپنادست قدرت بے تکلف وتحدی میں دونوں شانوں کے درمیان رکھا میں اس کی سردی پائی تو مجھے علم اولین وآخرین کا وارث کردیا اور کئی قسم کے علوم تعلیم کیئے ایک علم تو ایسا ہے جس کے چھپانے پر مجھ سے عہد لے لیا میرے سوا کسی کو اس کے برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے اور ایک ایسا ہے علم جس کے چھپانے اور سکھانے کا اختیار دیا اور مجھ کو قرآن سکھایا۔ جبرئیل امین مجھے اس کو یاد کراتے تھے اور ایک ایسا علم جس کا مجھے ہر خاص وعام امتی کی طرف تبلیغ کرنے کا حکم فرمایا۔

اس حدیث شریف نے واضح کردیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو علم تبلیغ کے لئے عطا فرمایا وہ خاص وعام کو تعلیم کردیا اس میں سے کوئی بات نہیں چھپائی اسی کے متعلق حضرت صدیقہ نے فرمایا جو یہ کہتا ہے کہ حضور نے اس علم سے کچھ چھپالیا تو وہ جھوٹ اور مفتری ہے اور جس علم کے چھپانے کا خود اللہ تعالیٰ نے وعدہ لیا اس کو حضور کس طرح ظاہر فرما سکتے ہیں اور حضرت صدیقہ اس کے متعلق یہ بات کیسے فرما سکتی ہیں۔

سوم: جن پانچ چیزوں کا ذکر سورہ لقمان کی آیت میں ہے انھیں حضور نہیں جانتے تھے اس کلام کی یہ مراد تو نہیں ہو سکتی کہ حضور ان پانچ چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی تعلیم اور عطا کے باوجود بھی نہیں جانتے تھے یہ بات تو کوئی عاقل ہرگز کہہ ہی نہیں سکتا۔ کتاب ابریز میں تو یہ تصریح فرمائی:

قلت للشیخ رضی اللہ عنہ فان علماء الظاهر من المحدثین وغیرهم اختلفوا فی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یعلم الخمس المذكورات فی قولہ تعالیٰ ان اللہ عندہ علم الساعة الآیة فقال کیف یخفی امر الخمس علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والواحد من اهل التصرف من امته الشریفة لا یمکنها التصرف الا بمعرفة هذه الخمس ۔

(ابریز ص ۵۸)

ترجمہ: میں نے اپنے شیخ عبدالعزیز عارف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ علماء ظاہر یعنی محدثین وغیرہ کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان پانچ چیزوں کا علم تھا کہ جن میں آیۃ ان اللہ عندہ علم الساعة الآیة وارد ہوئی تو شیخ نے جواب دیا کہ ان پانچوں کا علم حضور پر کیسے مخفی رہ سکتا ہے جب کہ ایک صاحب تصرف امتی کو بغیر ان پانچوں کے علم کے تصرف ممکن نہیں۔

اس عبارت سے واضح ہوگیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضور کے خدام ان پانچ چیزوں کو بتعلیم الٰہی جانتے تھے حضرت عائشہ صدیقہ سے یہ کیسے ممکن کہ وہ یہ فرمائیں کہ حضور ان کو بہ تعلیم الٰہی بھی نہیں جانتے تھے بلکہ حضرت صدیقہ نے ایسی احادیث کی روایات کی جن میں حضور کے ان غیوب پر مطلع ہونے کا صاف صاف بیان ہے۔ اس وقت بخیال اختصار صرف دس احادیث پیش کی جاتی ہیں:

(۱) حدیث مسلم شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آئندہ کے غیبی امور کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ثم یبعث اللہ ریحا طیبۃ فتوفی کل من کان فی قلبہ مثقال حبۃ من خردل من ایمان فیبقی من لا خیر فیر جعون الی دین ابائھم۔ (مشکوۃ شریف ص ۴۸۱)

پھر اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا تو ہر وہ شخص کہ جس کے قلب میں رائی کے دانے برابر بھی ایمان ہوگا پس وہ مر جائیگا اور جن میں خیر نہ ہوگی وہ باقی رہیں گے اور اپنے آبا و اجداد کے دین کی طرف لوٹ جائیں گے۔

(۲) حدیث ابو یعلی اور حاکم اور ابو نعیم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

قالت اول حجر حملہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لبناء المسجد ثم حمل ابو بکر حجرا ثم حمل عمر حجرا ثم حمل عثمان حجرا فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ھؤلاء الخلفاء بعدی۔ (خصائص کبری جلد ۲ ص ۱۱۴)

ترجمہ: ایک پتھر حضرت ابو بکر نے اٹھایا پھر ایک پتھر حضرت عمر نے اٹھایا پھر ایک پتھر حضرت عثمان نے اٹھایا تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہی میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔

(۳) حدیث بخاری شریف و مسلم شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ۔

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال فی مرضہ دعی لی اباك واخاك حتی اکتب لابی بکر کتابا فانی اخاف ان یقول قائل ویتمنی متمن ویا بی اللہ والمومنون الا ابابکر۔

(خصائص کبریٰ جلد ۲ ص ۱۱۵)

ترجمہ: بیشک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ علالت میں فرمایا اے عائشہ تو اپنے والد

اور بھائی کو میرے پاس لاتا کہ میں ابو بکر کے لئے ایک فرمان تحریر کردوں کہ میں اس بات سے خائف ہوں کہ کوئی کہنے والا کچھ کہے اور کوئی تمنا کرنے والا کچھ تمنا کرے اور اللہ تعالیٰ اور مسلمان ابو بکر کے سوا کسی کو پسند نہیں کرتے۔

(۴) حدیث ابن عساکر نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی

ان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال یا معاویة ان الله ولاك من امر هذه الامة فانظر ما انت صانع قالت ام حبیبة او یعطی الله اخی ذلك یا رسول الله قال نعم۔

(خصائص کبری جلد۲ص ۱۱۶)

ترجمہ: بیشک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاویہ بیشک اللہ تعالیٰ تجھے اس بات کے امر کا والی بنائیگا لہذا تو اس بات پر نظر رکھنا کہ تو کیا کرنے والا ہے حضرت ام حبیبہ نے عرض کی یا رسول اللہ کیا اللہ تعالیٰ میرے بھائی کو یہ منصب عطا فرمائے گا فرمایا جی ہاں۔

(۵) حدیث ابن ماجہ اور حاکم اور بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی

ان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم دعا عثمان فجعل یشیر الیه ولون عثمان یتغیر فلما کان یوم الدار قلنا الاتقاتل قال لا ان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم عهد الی امرا فانا صابر نفسی علیه۔ (خصائص کبری جلد۲ص ۲۲)

بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو طلب فرمایا اور ان سے مشورہ فرمانے لگے اور حضرت عثمان کا رنگ متغیر ہوا جب واقعہ شہادت کا دن آیا ہم نے حضرت عثمان سے عرض کی آپ مقاتلہ کیوں نہیں فرماتے فرمایا نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے اس امر پر عہد لے لیا کہ میں اپنے نفس کو اس پر صابر رکھوں۔

(۶) حدیث: حاکم اور ابن ماجہ اور ابو نعیم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی

قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لعثمان ان الله مقمصك قمیصا فان ارادك المنافقون علی خلعه فلا تخلعه۔

(خصائص کبری جلد۲ص ۱۲۲)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عثمان سے فرمایا بیشک اللہ تمہیں لباس خلافت پہنائیگا اگر منافقین تم سے اس لباس خلافت کو اتارنا چاہیں تو تم اس کو نہ اتارنا۔

(۷) حدیث مسلم شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے:

قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اسرعکن لحوقابی اطولکن یدا فکن یتطاولن ایهن اطول یدا فکانت زینب اطول یدا لانها کانت تعمل بیدها و تتصدق۔

(خصائص کبری جلد۲ص ۱۲۹)

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ سے سب سے جلد ملنے والی تم میں سے زیادہ دراز ہاتھ والی ہوگی تو ازواج مطہرات آپس میں پیائش کرتیں کہ ان میں کس کا زیادہ دراز ہاتھ ہے پس حضرت زینت زیادہ دراز ہاتھ کی ثابت ہوگئیں کیونکہ وہ اپنے ہاتھ سے کسب کر کے صدقہ کرتی تھیں۔

(۸) حدیث امام احمد اور ابویعلی اور طبرانی اوسط میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔

قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لا تفنی امتی الا بالطعن والطاعون۔

(از خصائص کبری جلد۲ ۱۳۴)

ترجمہ: رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میری اکثر امت قتل اور مرض طاعون ہی میں فنا ہوگی۔

(۹) طبرانی نے اوسط میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی۔

قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لا تقوم الساعة حتی یکون الولد غیظا والمطر قیضا و تفیض اللئام فیضا و تغیض الکرام غیضا یجتری الصغیر علی الکبیر واللئیم علی الکریم۔

(خصائص کبری جلد۲ص ۱۶۰)

ترجمہ: رسول اللہ نے فرمایا قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ بچہ غضبناک ہوگا اور بارش بکثرت ہوگی اور بخیل خوب دیں گے اور سخی بہت کمی کریں گے اور چھوٹا بڑے پر اور بخیل سخی پر جرأت کرے گا۔

(۱۰) حدیث حاکم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان قوما من امتی یشربون الخمر یسمونها بغیر اسمها۔

(خصائص کبری جلد۲ص ۱۵۴)

میری امت سے ایک قوم شراب پیئے گی اور اس کا نام کچھ اور رکھ لے گی۔

ان احادیث سے نہایت واضح طور پر ظاہر ہوگیا کہ حضور عالم غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بکثرت امور غیبیہ کی خبر دی اور خصوصا امور خمسہ پر اپنے مطلع ہونے کا صاف اظہار فرمایا اس مدعا میں بکثرت احادیث پیش کی جاسکتی ہیں لیکن چونکہ یہاں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایات کا التزام ہے اس لئے بطور نمونہ یہ دس احادیث نقل کیں اور اگر اسی التزام کا خاص طور پر اہتمام کیا جائے تو صدہا احادیث پیش کی جاسکتی ہیں۔ بالجملہ اب مخالف ذرا آنکھیں کھول کر دیکھئے کہ یہ دس احادیث انھیں حضرت صدیقہ سے تو مردی ہیں جن کو وہ اپنے زعم باطل میں منکر علم غیب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہتا ہے بلکہ حقیقت حال یہ ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطلع علی الغیوب اور عالم امور خمس ہونے کا اعتقاد رکھتی ہیں چنانچہ بطور مثال کے چند واقعات پیش کرتا ہوں۔

حدیث امام احمد اور ابویعلی اور بزار اور حاکم اور بیہقی اور ابونعیم نے حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضرت قیس نے فرمایا۔

لما بلغت عائشة بعض ديار بنی عامر تبحت عليها الكلاب فقالت ای ماء هذا قالوا الحوائب قالت ما اظننی الا راجعة قال الزبير لا بعد تقدمی فيراك الناس ويصلح الله ذات بينهم قالت ماظننی الا راجعة سمعت رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم يقول كيف حالكن اذا نبحتها كلاب الحوائب ۔ (خصاص کبری جلد۲ص ۱۳۱)

ترجمہ: جب حضرت عائشہ دیار بنی عامر کے قریب پہونچیں ان پر کتے بھونکے۔ دریافت فرمایا یہ کونسا مقام ہے لوگوں نے عرض کیا: حوائب۔ فرمایا میں اپنے لوٹ جانے کو ہی بہتر خیال کرتی ہوں ۔حضرت زبیر نے کہا نہیں آپ تشریف فرما ہوں کہ لوگ آپ کو دیکھیں اور اللہ تعالیٰ ان میں صلح کردے ۔فرمایا میں اپنے جانے ہی کا خیال رکھتی ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم میں سے ایک پر جب حوائب کے کتے بھونکیں گے تو کیا حال ہوگا۔

اس حدیث شریف سے صاف طور پر معلوم ہوگیا کہ حضرت صدیقہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سالہا سال پہلے کی غیبی خبر پر ایسا یقین کامل اور اعتقاد راسخ رکھتی تھیں کہ باوجود ہمراہیوں جاں نثاروں کے اصرار کے وہاں قیام سے گریز کرتی ہیں۔ لہذا یہی حضرت صدیقہ حضور کے مطلع علی الغیوب ہونے کا تو کس طرح انکار کرسکتی ہیں جبکہ اپنے والد ماجد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امور غیبیہ

سے واقف مانتی ہیں اور انھیں خاص کر امور خمس پر مطلع جانتی ہیں۔ چنانچہ حضرت امام مالک نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی۔

ان ابا بكر نحلها جدادا عشرين وسقامن ماله بالغابة فلما حضرته الوفاة قال يا بنية والله ما من الناس احدا حب الى غنى منك ولا اغر على فقرا بعدى منك وانى كنت نحلتك جدادا عشرين وسقا فلو كنت جددته واحترزته كان لك وانما هو اليوم مال وارث وانما هو اخوك واختاك فاقسموه على كتاب الله فقالت يا اب لو كان كذا وكذا لتركته انما هى اسماء فمن الاخرى قال ذو بطن ابنتة خارجة اراها جارية (وفى رواية ابن سعد فولدت ام كلثوم۔ (از تاریخ الخلفاء ص ۶۱)

ترجمہ: حضرت صدیق اکبر نے ان کو ایک درخت کھجور کا دیدیا تھا جس بیس وسق کھجوریں حاصل ہوتی تھیں جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو انھوں نے حضرت صدیقہ سے فرمایا کیا اے بیٹی خدا کی قسم مجھے تیرا غنی ہونا بہت پسند ہے اور غریب ہونا بہت ناگوار۔ اس درخت سے اب تک جو کچھ تم نے نفع اٹھایا ہے وہ تمہارا تھا۔ لیکن میرے بعد یہ مال وارثوں کا ہے اور وارث تمہارے صرف دونوں بھائی اور دونوں بہنیں ہیں۔ اس ترکہ کو موافق حکم شرع کے تقسیم کر لینا۔ حضرت صدیقہ نے عرض کی: ایسا ہو سکتا ہے لیکن میری تو صرف ایک بہن اسماء ہی ہیں۔ آپ نے دوسری کون سی بتادی۔ فرمایا حضرت صدیق اکبر نے وہ اپنی ماں کے پیٹ میں ہے میں جانتا ہوں کہ وہ لڑکی ہے۔ پس ام کلثوم پیدا ہوئیں۔

اب کوئی وہابی سے دریافت کرے کہ حضرت صدیقہ نے اس وقت انکار علم غیب صدیق اکبر کیوں نہیں کیا اور ان کو اپنی حدیث سنا کر مفتری کذاب کیوں نہیں بنایا۔ اور اپنے والد ماجد کو آیت سورہ لقمان سنا کر یہ کیوں نہیں کہا کہ ان پانچوں باتوں کا علم سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔ تم آیت کے خلاف انھیں پانچوں علموں میں سے علم مافی الارحام کو اپنے لئے ثابت کر رہے ہو بلکہ حضرت صدیقہ نے انھیں یہ کیوں نہیں بنایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے علم غیب اور خصوصا ان پانچ باتوں کا علم اپنے محبوب خاص سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کو عطا نہیں کیا۔ تو تم ان کے غلام ہو کر اس آخر وقت میں ایسا بڑا افترا اور صریح کذب بول رہے ہو اور اپنے لئے ایسا عظیم شرک ثابت کر رہے ہو اور جزمی حکم لگا رہے ہو کہ ماں کے پیٹ میں لڑکی ہے۔ تم اپنے لئے مدعی علم غیب ہو کر دولت ایمان کھو بیٹھے۔ تو اب جلد از جلد توبہ کرلو اور تجدید اسلام کرو۔ نعوذ باللہ من هذه الخرافات

صاف مطلب یہ ہے کہ جو حضور کے لئے ذاتی طور پر علم غیب ثابت کرے وہ بہت بڑا مفتری وکذاب ہے اور علم غیب عطائی کا اثبات خود حضرت صدیقہ کی ان احادیث سے ثابت ہے اور اگر اس التزام کا لحاظ نہ ہوتا تو صدہا احادیث میں بھی باوجود اپنی کم بضاعتی اور قلت معلومات کی بنا پر پیش کرسکتا ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

سماع موتی

استفتاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مرسلہ از (مولوی) محمد بن حاجی صالح محمد صاحب ساکن شہر جونا گڑھ

بخدمت اقدس حضرت سراپابرکت تاج العلماء زبدۃ الفضلاء مولٰینا مفتی شاہ محمد اجمل صاحب مد ظلہ العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

مضمون مندرجہ ذیل از تفسیر مواہب الرحمٰن مطبوعہ مطبع نولکشور لکھنؤ مترجمہ مولوی امیر علی صاحب پارہ (۲۱) سورہ روم رکوع ۵ صفحہ ۶۰ فانک لا تسمع الموتی الیٰ اخرہ تحریر ہے۔اس کو مترجم صاحب نے ہمارے سردار تاج المحدثین سرتاج الفقہاء سند العلماء حضرت امام اعظم ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا کا عقیدہ بتایا ہے۔درایں صورت واقعی بات ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف سے ثابت ہے یانہیں۔اگرنہیں ہے تو حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا اس کے متعلق اعنی موتی کے سننے کی نسبت کیا عقیدہ ہے۔از کتاب وسنت اقوال ائمہ دین اور خاص کر امام اعظم رضی اللہ عنہ کا قول معہ حوالہ کتاب معہ ترجمہ اردو حل فرماکر رسالہ اہل سنت میں اشاعت کی جگہ عطا فرما کر ممنون فرمائیں گے۔بینوا بالکتاب توجروا

مضمون منقولہ از تفسیر مواہب الرحمٰن

اورحدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ میں ہے کہ جو کوئی بندہ اپنے بھائی مسلمان کی قبر پر گذرے جس کو دنیا میں پہچانتا تھا پس اس پر سلام کیا تو یہی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی روح اس میں پھیر دیتا ہے حتی کہ وہ سلام کا جواب دیتا ہے (رواہ ابن عبد البر وقال صحیح) لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا

کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فانک لا تسمع الموتی پس مردہ نہیں سنتا ہے اور واقعہ بدر کی حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما نے یہ تاویل فرمائی کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مراد یہ تھی کہ جو بات میں ان لوگوں سے کہتا تھا کہ اس کا حق ہونا ان لوگوں نے اب خوب جان لیا۔

قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو آخرت کی زندگی اتنی دے دی کہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کلام شریف جوان کے حق میں جھڑکی وملامت تھا سن لیا۔ اسی واسطے امام ابوحنیفہ وصاحبین وتمام فقہائے حنفیہ وجماعت علماء کا یہی قول ہے کہ مردے نہیں سنتے۔

اور کسی شخص کو یہ طاقت نہیں ہے کہ مردے کو اپنا کلام سنادے ہاں اگر اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے چاہے کہ کوئی بات مردہ سنے تو اس کی اپنی قدرت کا اختیار ہے اسی واسطے جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قلیب بدر والوں سے کلام کیا تو بوحی الٰہی عزوجل تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سنایا۔ اسی طرح مردے کو سلام کرنا اور اس کا جواب دینا بقدرت الٰہی عزوجل ہے حتی کہ سوائے سلام کے کسی دوسری بات کے واسطے ہم کو آگاہ نہیں کیا گیا کہ وہ بھی مردہ سنتا ہے۔

مترجم کہتا ہے کہ آج کل جولوگ حنفی مقلد ہیں حتی کہ تقلید کے واسطے دوسروں کی تکفیر تک نوبت پہنچاتے ہیں ان سے نہایت عجب ہے کہ وہ بزرگوں کے مزاروں پر جاکر اپنی باتوں کی داستانیں سناتے ہیں حالانکہ امام ابوحنیفہ وتمام ائمہ حنیفہ سے قاطبۃ مخالف ہے اور اس مقام پر وہ قطعی غیر مقلد بن جاتا ہے پس اس نفس کے بندوں کا ظاہر حال یہ ہے کہ وہ تقوی وتدین کیواسطے حنفی نہیں تھا بلکہ اسلام میں فساد ورخنہ ڈالنے کیلئے کبھی مقلد بنتا ہے اور کبھی غیر مقلد ہو جاتا ہے تاکہ اسلام میں باہم نزاع وپھوٹ ڈالے باہمی اختلاف جو مسلمانوں میں فرض ہے اس کی مخالفت کرے اللہ تعالیٰ ہم کو سب مسلمانوں کو ایسی معصیت سے بچاوے اور ایمان واسلام پر ثابت قدم رکھے آمین۔

مورخہ ۴ ررجب المرجب ۱۳۵۵ھ

الجواب

اس مسئلہ سماع موتی میں اگر صرف احادیث اور اقوال فقہاء ومحدثین وتصریحات متقدمین ومتاخرین کے اجتماع کو مدنظر رکھتے ہوئے کسی مبسوط کتاب کا قصد کیا جائے تو کئی سو صفحات کا ایک مبسوط رسالہ تیار ہو جائے لیکن میں اختصار کو ملحوظ رکھ کر اس مسئلہ میں چند تصریحات واقوال پیش کرتا ہوں کہ منصف کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ بہت کافی ووافی ہونگے اور مولیٰ تعالیٰ معاندین کو بھی اس مختصر تحریر سے

قبول حق کی توفیق دے۔

اقول، جب کوئی شخص غلط بات کی تائید کرتا ہے تو پھر وہ کسی صحیح نتیجہ تک نہیں پہنچ سکتا اس کے سارے مقدمات تمام استدلالات مغالطہ اور افتراء وفریب پر مبنی ہونگے اللہ تعالیٰ اس کی حمایت باطل کی وجہ سے اس کی عقل وفہم کو بھی معطل کر دیتا ہے یہاں تک کہ وہ نور ہدایت سے مستفیض نہیں ہوتا مترجم صاحب غالبا محض حصول شہرت کی خاطر ترجمہ پر آمادہ ہوئے ہیں اگر ان میں علم ولیاقت کا ادنی شائبہ بھی ہوتا تو وہ ایسی لغویات زبان پر نہ لاتے کہ نفس ترجمہ بھی ان کے مفید مدعا نہیں۔ یہی آیۃ کریمہ فانك لا تسمع الموتیٰ کا مترجم صحیح ترجمہ ہی کرتا تو ایسی فضول گئی سے باز رہتا اور اگر خود تیر جمہ کرنے کی لیاقت نہیں تو حضرت شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی کا ترجمہ دیکھ لیا ہوتا کہ وہ اس آیت کا ترجمہ لکھتے ہیں ''پس تحقیق تو نہیں سناتا مردوں کو'' تو اس ترجمہ سے ہی یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس آیۃ میں سماع موتی یعنی مردوں کے خود سننے کی نفی نہیں ہے بلکہ سماع میں کوئی فرق نہیں ہے اسماع کی نفی سے سماع کی نفی کس طرح ہوئی لہذا اس آیۃ کریمہ کو سماع موتیٰ کی نفی میں پیش کرنا بالکل بے علاقہ اور خلاف محل ہے۔

آیۃ کا حاصل یہ ہے کہ اہل قبور کا سن لینا تمہاری طرف سے نہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے ،جس طرح دوسری آیت میں ہے انك لا تهدی من احببت ۔یعنی لوگوں کا ہدایت پانا تمہاری طرف سے نہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ چنانچہ اسی آیت کے متعلق منکرین کے پیشوا مولوی اشرف علی تھانوی ابن کثیر سے نقل کرتے ہیں۔

یعنی اے محمد جس طرح مردوں کو سنانا تیرے اختیار میں نہیں ہے اور نہ بہروں کو تو سنا سکتا ہے ،اسی طرح اندھوں گمراہوں کو تو ہدیات نہیں کر سکتا اور راہ راست پر نہیں لا سکتا بلکہ بات اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے چاہے تو مردوں کو سنوا دیوے اور گمراہوں کو سیدھی راہ پر لا دے'

(۱۲ ابن کثیر حاشیہ ۵۷۹ قرآن مجید ترجمہ مولوی اشرف علی تھانوی)

اب یہ امر نہایت واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ اس آیت سے عدم سماع موتیٰ کا اثبات سخت نادانی اور انتہائی جہالت اور آیۃ کریمہ کا صرف ترجمہ ہی اس کی کافی دلیل ہے اور تھانوی صاحب نے ابن کثیر کی تفسیر نقل کر کے اس مدعا کو اور زیادہ واضح کر دیا۔

اور اگر مترجم کی فہم ناقص میں اسماع کی نفی اور سماع کی نفی کا فرق نہ آیا اور صیغہ لاسمع کا باب سمجھ نہ سکا ہو اور اپنی ہٹ دھرمی سے بیجا طور پر آیۃ سے سماع موتیٰ کی نفی ہی ثابت کرے تو وہ اپنی قابلیت کی بنا پر

اردو کی چھوٹی سی تفسیر موضح القرآن دیکھ لے کہ اس میں حضرت شاہ عبدالقادر صاحب برادر حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی زیر آیت وما انت بمسمع من فی القبور" لکھتے ہیں کہ

حدیث میں آیا ہے کہ مردوں سے سلام علیک کرو وہ سنتے ہیں اور بہت جگہ مردوں کو خطاب کیا کہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ مردے کی روح سنتی ہے اور قبر میں پڑا ہے دھڑ وہ نہیں سن سکتا ہے تو اس تفسیر نے صاف طور پر یہ ثابت کر دیا کہ سماع کی نفی موتی سے ہے اور موتی کون ہیں ابدان واجسام کہ روح تو کبھی مرتی ہی نہیں۔ چنانچہ اس آیۃ میں نفی من فی القبور سے کی گئی۔ اور قبر میں اجسام ہیں نہ ارواح کہ روح کے مقام تو علیین وسجین وغیرہ ہیں۔ لہٰذا سماع موتی یعنی اجسام کی نفی سے روح کے سماع کی نفی ثابت نہیں ہوئی کہ روح مرتی نہیں اور وہ اہل سنت وجماعت کے نزدیک موتی میں داخل نہیں۔

مسایرہ میں ہے: لا تفنی بفناء البدن۔ (از مسایرہ ص ۱۰۸)

روح بدن کے فنا ہونے کے ساتھ فنا نہیں ہوتی۔

حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ شرح فقہ اکبر میں تحریر فرماتے ہیں۔

اختلف الناس هل تموت الروح ام لا فقالت طائفة تموت لا نها نفس وكل نفس ذائقة الموت وقال آخرون لا تموت فانها خلقت للبقاء وانما تموت الا بدان وقد دل على ذلك الاحاديث الواردة فى نعيم الارواح وعذابها بعد المفارقة الى ان يرجعها الله فى اجساد ها۔ (شرح فقہ اکبر مصری ص ۱۱۵)

ترجمہ: لوگوں نے اختلاف کیا کہ کیا روح کو موت ہے یا نہیں تو ایک گروہ نے کہا کہ اس کو موت ہے اس لئے کہ روح پاک نفس ہے اور ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے اور باقی لوگوں نے کہا کہ اس کو موت نہیں کہ روح بقا کیلئے پیدا کی گئی اور ابدان کو موت ہے اور اسی پر وہ احادیث دلالت کرتی ہیں جن میں ان کا ابدان سے جدا ہونے کے بعد نعمتیں اور عذاب پانا وارد ہے یہاں تک اللہ تعالیٰ ان کو ان کے جسموں کی طرف لوٹائے۔

اور علامہ سبکی علیہ الرحمۃ شفاء السقام میں فرماتے ہیں:

لا ندعى ان المرصوف بالموت مو صوف بالسماع انما السماع بعدالموت لحى وهو الروح۔ (حیات الموات ص ۲۲)

ترجمہ: ہم اس کا دعوی نہیں کرتے کہ جو موت کے ساتھ موصوف ہے وہی سماع کے ساتھ

موصوف ہے کہ موت کے بعد سماع تو زندہ کیلئے ہے اور وہ روح ہے۔

لہٰذا آیۃ مذکورہ میں اگر بلحاظ مترجم یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ سماع موتی کی نفی ہے تو زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوا کہ موتی یعنی ابدان واجسام کے لئے سماع نہیں اور تو ارواح تو موتی میں داخل نہیں ان کے سماع کی نفی کس طرح ثابت ہوگی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ آیۃ کریمہ سے روح کے سماع کرنے پر استدلال کرنا نادانی ہے۔

یہ دو جواب تو آیۃ کریمہ سے متعلق تھے ان سے واضح طور پر ثابت ہوگیا کہ مترجم نے آیۃ کریمہ سے بغیر سمجھے غلط استدلال کرلیا ہے جو نہ آیت کی مراد نہ اس سے اموات کی ارواح کا سماع منفی۔ اب میں سماع موتی یعنی میت کی روح کے سمع وبصر علم اور ادراک کو احادیث سے ثابت کردوں۔

حدیث صحیح مسلم شریف میں حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی اور طبرانی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں کفار بدر کی قتل گاہیں دکھاتے تھے کہ یہاں فلاں کافر قتل ہوگا اور یہاں فلاں جہاں جہاں حضور نے بتایا تھا وہیں ان کی لاشیں گریں پھر حضور ہی کے حکم سے وہ جیفے ایک کنویں میں بھر دیے گئے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں تشریف لے گئے اور نام بنام ان کافروں کو پکارا۔

یا فلان بن فلان ویا فلان بن فلان هل وجدتم ما وعدكم الله ورسوله حقا فانی قد وجدت ما وعدنی الله حقا قال عمر یا رسول الله کیف تکلم اجساد الاا رواح فیها قال ما انتم باسمع لما اقول منهم غیر انهم لا یستطیعون ان یرد و اعلیی شیا

(مواہب جلد ا ص ٨٤)

اے فلاں ابن فلاں اور یا فلاں بن فلاں کیا تم نے پایا جو سچا وعدہ خدا ورسول نے تمہیں دیا تھا میں نے تو پالیا جو حق وعدہ اللہ نے کیا تھا حضرت عمر نے عرض کی یا رسوال اللہ حضور ایسے جسموں سے کلام کرتے ہیں جن میں روحیں نہیں فرمایا میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اسے کچھ تم ان سے زیادہ نہیں سنتے مگر انھیں یہ طاقت نہیں کہ مجھ کو لوٹ کر جواب دیں۔

حدیث بخاری شریف میں حضرت ابی طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی حدیث کا مضمون مروی ہے کہ اس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان الفاظ سے جواب دیا

فقال النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم والذی نفس محمد بیده ما انتم باسمع لما

اقول منھم۔ (بخاری شریف مصطفائی جلد۲ص ۵۶۶)

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی جان ہے میں جو کہہ رہا ہوں اسے تم ان سے زیادہ نہیں سنتے۔

حدیث عقیلی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

قال ابو رزین یا رسول اللہ ان طریقی علی الموتی فھل من کلام اتکلم بہ اذا مررت علیھم قال قل السلام علیکم یا اھل القبور من المسلمین والمو منین انتم لنا سلف ونحن لکم تبع وانا ان شاء اللہ بکم لا حقون قال ابو رزین یا رسول اللہ یسمعون قال یسمعون ولکن لا یستطیعون ان یجیبوا۔

(شرح الصدور ص ۸۴)

حضرت ابورزین نے عرض کی میراراستہ مقابر پر ہے تو کیا کوئی ایسا کلام ہے کہ جب ان پر گذروں کہا کروں فرمایا یوں کہہ تم پر سلام ہوائے قبرستان والو، اہل اسلام اور اہل ایمان تم ہمارے آگے ہو اور ہم تمہارے پیچھے اور ہم انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں ابورزین نے عرض کی یارسول اللہ کیا مردے سنتے ہیں فرمایا سنتے ہیں مگر جواب نہیں دے سکتے۔

علامہ جلال الدین سیوطی اس حدیث کے تحت میں فرماتے ہیں:

قولہ لا یستطیعون ان یجیبو ای جوا بایسمعہ الجن والانس فھم یردون حیث لا یسمع۔

(شرح صدور مصری ص ۸۴)

جواب نہیں دے سکتے یعنی مراد یہ ہے کہ مردے ایسا جواب نہیں دے سکتے جس کو جن وانس سن لیں پس وہ جواب تو دیتے ہیں جو سننے میں نہیں آتا۔

حدیث علامہ ابن عبدالبر نے کتاب الاستذکار والتمہید میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما من احد یمر بقبر اخیہ المومن کان یعرفہ فی الدنیا فیسلم علیہ الاعرفہ وردعلیہ السلام۔

(شرح الصدور ص وبشری الکئیب ص ۱۰۳)

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی قبر پر گذرتا ہے اور

سلام کرتا ہے اگر وہ اسے دنیا میں پہچانتا تھا اب بھی پہچانتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی دونوں کتابوں شرح الصدور و بشری الکئیب میں اس حدیث کو نقل کر کے فرمایا صححہ عبدالحق یعنی امام ابو محمد عبدالحق جو اجلہ محدثین سے ہیں انھوں نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔

اس مسئلہ میں بلحاظ عدد خلفاے راشدین وائمہ مجتہدین صرف چار احادیث پیش کیں ورنہ فقط اس موضوع ہی میں احادیث کے جمع کا التزام کیا جائے تو ایک مبسوط رسالہ ہو جائے۔ اب اسی موتی کے سماع و بصر ادراک وشعور پر چند اقوال وواقعات صحابہ کرام اور صحابیات رضوان علیہم اجمعین کے اور نقل کردیے جائیں۔

حدیث امام احمد اور امام حاکم ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ فرماتی ہیں:

قالت كنت ادخل بيتي الذى فيه رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وانى واضع ثوبى واقول انما هو زوجى وابى فلما دفن عمر معهم ما دخلته الا وانا مشدودة على ثيابى حياء من عمر۔ (مشکوۃ شریف ص ۱۵۴ وشرح الصدور ص ۸۴)

میں اس مکان جنت آسمان میں جہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مزار پاک ہے یونہی بےلحاظ ستر و حجاب چلی جاتی اور دل میں کہتی وہاں کون ہے میرے شوہر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا میرے والد (حضرت ابوبکر صدیق) جب سے عمر دفن ہوئے ہیں بغیر سر سے قدم تک چھپائے ہوئے اس (روضہ منورہ) میں داخل نہ ہوئی عمر سے شرم کے باعث۔

حدیث: امام حاکم تاریخ نیشاپور میں اور بیہقی اور ابن عساکر تاریخ دمشق میں حضرت سعید ابن مسیّب سے راوی ہیں:

قال دخلنا مقابر المدينة مع على بن ابى طالب كرم الله وجهه فنادى يا اهل القبور السلام عليكم ورحمة الله تخبرونا باخباركم ام تريدون ان نخبركم فسمعنا صوتا من داخل القبر وعليك السلام ورحمة الله وبركاته يا امير المومنين اخبرنا عما كان بعدنا فقال على اما ازواجكم فقد تزوجن واموالكم فقد اقتسمت والاولاد فقد حشر فى زمرة اليتامى والبناء الذى شيدتم فقد سكنها اعداءكم فهذه اخبار ماعندنا فما اخبار ماعندكم

فا جابه ميت قد تخرقت الا كفان واشترت الشعور وتقطعت الجلود وسالت الاحداق على الخد ودوسالت المناخر بالقيح والصديد وما قدمناه وجدناه وما خلفناه خسرناه ولنحن مر تهنون بالاعمال ۔ شرح الصدور ص ۸۷)

ہم حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے ہمرکاب مدینہ طیبہ کے قبرستان میں داخل ہوئے۔حضرت مولیٰ نے اہل قبر پر سلام کر کے فرمایا تم ہمیں اپنے خبر بتاؤ گے یا یہ چاہتے ہو کہ ہم تمہیں خبر دیں۔سعید بن مسیّب فرماتے ہیں ہم نے قبر کے اندر سے آواز سنی کہ کسی نے حضرت مولیٰ کو جواب سلام دے کر عرض کی یاامیر المؤمنین آپ بتائے کہ ہمارے بعد کیا گذرا۔حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہ نے فرمایا تمہاری عورتوں سے تو نکاح کر لئے اور تمہارے مال تقسیم ہوگئے اور اولادیتیموں کے گروہ میں آئی اور وہ عمارت جس کا تم نے استحکام کیا تھا کہ اس میں تمہارے دشمنوں نے سکونت کی ہمارے پاس کی خبریں تو یہ ہیں۔اب تمہارے پاس کی کیا خبر ہے؟۔تو اک مردے نے عرض کی کفن پھٹ گئے ،بال جھڑ گئے ،کھالوں کے پرزے پرزے ہوگئے۔آنکھوں کے ڈھیلے بہہ کر رخساروں تک آگئے۔نتھنوں سے گندہ پانی او پیپ جاری ہے اور جو آگے بھیجا تھا اس کا نفع ملا اور جو پیچھے چھوڑا تھا اس کا خسارہ ہوا اور ہم اپنے اعمال میں محبوس ہیں۔

حدیث ابن عساکر نے ایک طویل حدیث روایت کی جس کا حاصل یہ ہے

کہ عہد فاروقی میں ایک عابد تھا امیر المومنین حضرت فاروق اعظم اس سے بہت خوش تھے وہ دن بھر مسجد میں رہتا اور بعد عشاء باپ کے پاس جاتا راہ میں ایک عورت کا مکان تھا وہ اس پر عاشق ہوگئی تھی وہ ہمیشہ اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتی تھی مگر یہ جوان اس کی طرف نظر نہ کرتا۔ایک شب قدم نے لغزش کی اور اس کے ساتھ ہولیا دروازے تک پہونچ کر جب اندر جانا چاہتا تھا کہ خدا یاد آگیا اور بے ساختہ یہ آیۃ کریمہ اس کی زبان پر جاری ہوگئی۔

ان الذين اتقوا اذا مسهم طائف من الشيطن تذكروا فاذاهم مبصرون ۔

ڈروالوں کو جب کوئی شیطان کی جھپٹ پہنچتی ہے خدکو یاد کرتے ہیں اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

یہ آیت پڑھتے ہی غش کھا کر گر پڑا عورت نے اپنی کنیز کے ساتھ اس کو اٹھا کر اس کے دروازہ پر ڈالدیا باپ منتظر تھا جب اس کے آنے میں دیر ہوئی تو نکلا ور دیکھا کہ وہ دروازے پر بیہوش پڑا ہے گھر

والوں کو بلایا اور انھیں اٹھا کر اندر لے گے کچھ رات گئے ہوش آیا باپ نے حال پوچھا کہا خیر ہے؟ کہا بتا دے ناچار قصہ سنایا باپ نے کہا جان پدر وہ کونسی آیۃ ہے۔ جوان نے پھر پڑھی پڑھتے ہی غش آیا جنبش دی تو مردہ پایا رات ہی کو اسے نہلا کر کفنا کر دفن کر دیا۔

فلما اصبحوا رفع ذلك الى عمر رضى الله عنه فجاء عمر الى ابيه فعزاه به وقال الاذنتنى قال ياامير المومنين كان ليلا قال عمر فاذهبوا بنا الى قبره فاتى عمر و من معه القبر فقال عمر يافلان ولمن خاف مقام ربه جنتن فاجابه الفتى من داخل القبر يا عمر قداعطانيهماربى فى الجنة مرتين ۔ (شرح الصدور ص ۸۸،۸۹)

جب صبح ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ تک اس کی خبر پہنچی فرمایا تو نے مجھکو کیوں نہیں خبر کی عرض کی اے امیر المؤمنین رات تھی حضرت عمر نے فرمایا تم مجھ اس کی قبر تک لے چلو حضرت عمر اپنے ہمراہیوں کو لیکر اس کی قبر پر تشریف لائے اور اس کا نام لیکر فرمایا اے فلاں جو اپنے رب کے پاس کھڑے ہونے کا ڈر کرے اس کے لئے دو باغ ہیں جوان نے قبر میں سے باآواز جواب دیا۔ اے عمر مجھے میرے رب نے یہ دولت عظمی جنت میں دوبار عطا فرمائی۔

اس وقت یہ تین احادیث منقول ہوئیں پہلی حدیث میں حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہ کے فعل سے یہ ثابت ہوا کہ اصحاب قبور زائرین کو دیکھتے ہیں ورنہ حضرت عمر کے دفن ہونے کے بعد حضرت صدیقہ کے شرم کرنے کے کیا معنی تھے اور ان کے دفن سے قبل اس لفظ کا کیا منشا تھا کہ اس میں میرے باپ اور میرے شوہر ہی تو ہیں غیر کون ہے۔؟

دوسری حدیث میں حضرت مولی علی کرم اللہ تعالی وجہہ کا اہل قبور سے خطاب کرنا وران سے استفسار حال کرنا پھران کی درخواست پر ان کو حالت سنانا پھر انھیں حکم دینا کہ کہ تم اپنی خبریں بتاؤ۔ ان تمام باتوں سے ثابت ہوگیا کہ اموات کے لئے شعور، ادراک الم، ارادہ خطاب کی قدرت ثابت ہے ورنہ حضرت مولی علی کے یہ افعال کیا لغو ہو سکتے ہیں۔

تیسری حدیث سے یہ صاف طور پر ثابت ہوگیا کہ مردہ کو سماع، ادراک کلام کی طاقت حاصل ہے ورنہ اس سے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کا خطاب کرنا اور اس سے سوال کرنا اور پھر جواب کی امید کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ اب مترجم صاحب بتائیں کہ حضرت عمر فاروق و حضرت مولی علی رضی اللہ عنہ کو اس مسئلہ کا علم نہیں تھا کہ موتی کے لئے سماع ثابت نہیں یا ان کو احادیث انکار سماع موتی نہیں

پہنچی تھیں یاان کوآیۃ فانک لاتسمع الموتی کا پتہ نہیں تھا۔یااس کا تو علم تھا مگر یہ دونوں آیۃ کے صحیح معنی سمجھنے سے قاصر رہے اور آیت کا صحیح ترجمہ ومرادان مترجم صاحب نے تیرہ سو برس کے بعد آج سمجھی ہے۔

کہئے مترجم صاحب! اب آپ کون سی صورت اختیار کرتے ہیں۔اور آپ اس کم فہمی اور کج فہمی سے باز آؤ اور قرآن وحدیث میں اپنی ناقص فہم کو دخل نہ دیجئے اور صریح احادیث کا انکار نہ کیجئے اور ان خلفاء کا دامن نہ چھوڑئے۔

لطف یہ ہے کہ مترجم صاحب نے بلاسوچے سمجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث بھی نقل کی اور اس کی صحت تسلیم کر کے یہ بات بھی مان لی کہ مردہ احیاء کے سلام کا جواب دیتا ہے بلکہ غالبا اس قدر بات کا تو آپ انکار بھی نہ کرسکیں گے کہ اس مضمون میں بکثرت احادیث وارد ہیں لہٰذا مترجم صاحب یہ بتائیں کہ جب آپ کو اتنی بات تسلیم ہے کہ مردے احیاء کے سلام کا جواب دیتے ہیں تو اموات کے لئے آپ نے بھی سلام احیاء کا سماع ضرور مسلم رکھا اور سماع سلام میں آپ بھی سماع موتی کے قائل ثابت ہوئے۔

دوسری بات یہ ہے کہ آیۃ کریمہ فانک لا تسمع الموتیٰ آپ کے نزدیک سماع موتیٰ کی بالکل نفی کرتی ہے اور اس میں سماع سلام کی کوئی تخصیص نہیں ہے تو آپ ہی کا مسلمہ سماع سلام بھی آپ کے ہی طور پر اس آیۃ سے باطل ہوا جاتا ہے۔لہٰذا آپ یا تو اپنے مسلمہ سماع سلام کو غلط اور باطل ٹھہرائیں یا اپنی لکھی ہوئی آیۃ کی اس مراد کو غلط قرار دیں کہ آیۃ مطلق سماع موتیٰ کی نفی کرتی ہے۔

اور اگر آپ کی تحریر کردہ آیت کی مراد صحیح ہے تو آپ کی بات غلط اور حدیث ابن عباس یا اور جس قدر اس باب میں وارد ہیں وہ سب باطل ہوئی جاتی ہیں کہئے مترجم صاحب اب آپ کا سفر کدھر ہے۔

اب باقی رہی آپ کی یہ بات کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سماع موتیٰ کا انکار فرماتی ہیں اس کے چند جواب پیش کئے جاتے ہیں۔

اولا: حضرت ام المومنین کے متعلق یہ کہنا ہی غلط ہے کہ وہ سماع روحانی کی منکر ہیں بلکہ ان کا انکار صرف سماع جسمانی کے متعلق ہے اور ام المومنین نے آیۃ لا تسمع الموتیٰ پیش فرمائی اور اسی لئے واقعہ بدر کی تاویل فرمائی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یعلمون فرمایا ہوگا یعنی ان کی روحیں جانتی ہیں لیکن راوی کو یسمعون یادرہا کہ ان کے جسم سنتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ علم صفت روح ہے اور یہ وقت

کفار کی حیات جسمانی کا نہ تھا تو اس وقت اثبات اسماع اجسام منافی آیت ہے ہاں علم حاصل ہے کہ وہ روحوں کا خاصہ ہے اور روہ باقی ہے چونکہ حضرت ام المومنین واقعہ بدر میں حاضر نہ تھیں تو انھوں نے آیت سے اسماع جسمانی کی ممانعت مدنظر رکھتے ہوئے اس واقعہ کے سماع اجسام کا انکار کیا نہ کہ ادراک روحانی کا لہٰذا حضرت ام المومنین کا انکار مترجم کو مفید نہیں کہ ہم سماع جسمانی کے مدعی نہیں تو ام المومنین کا کلام نہ ہمارے مخالف کہ سمع وادراک روحانی کا رد کرے نہ مترجم کی دلیل کہ سماع روحانی کی مخالفت کرے۔

ثانیا: حضر ام المومنین کی خود حدیث گذری کہ جب سے روضۂ شریف میں حضرت عمر دفن ہوئے میں ان کی شرم سے بے حجاب داخل نہیں ہوتی تو جب ام المومنین نے اصحاب قبور کا ابصار (دیکھنا) مانا تو وہ سماع کیوں کر نہ مانیں گی کہ سماع حال ابصار سے محل قریب میں قلیل الشرائط ہے اور حجاب ابصار کا تو مانع ہو جاتا ہے سماع کا نہیں ہوتا۔

ثالثا: حضرت ام المؤمنین کی وہ حدیث صحیح جو ترمذی شریف وغیرہ میں مروی ہے کہ ام المومنین جب مکہ مکرمہ آئیں تو اپنے بھائی حضرت عبدالرحمن کے مزار پر گئیں اور درود شعر پڑھ کر اپنے بھائی سے مخاطب ہو کر فرمانے لگیں۔

واللہ لو حضرتك ما دفنت الا حيث مت ولو شهد تك ما زرتك۔

خدا کی قسم اگر میں آپ کے وقت انتقال موجود ہوتی تو آپ وہیں دفن ہوتے جہاں آپ کا انتقال ہوا تھا۔ اور اگر میں اس وقت آپ کے پاس ہوتی تو اب آپ کی زیارت کو نہ آتی۔

اس حدیث سے واضح طورر معلوم ہو گیا کہ اگر حضرت ام المومنین ادراک وسماع کی منکر ہوتیں تو اس کلام وخطاب کے کیا معنی تھے کیا کوئی عاقل اینٹوں پتھروں سے بھی کلام کرتا ہے۔

رابعا: حضرت علامہ شہاب الدین قسطلانی نے مواہب لدینہ میں اس کے جواب میں فرمایا۔

ان فی المغازی لابن اسحاق من رواية يونس بن بكير باسناد جيد عن عائشة حديثا وفيه ما انتم باسمع لما اقول منهم واخرجه الا ما م احمد باسناد حسن فان كان محفوظا فكانها رجعت عن الانكار لما ثبت عندها من رواية هو لاء الصحابة لكونها لم تشهد القصة۔ (مواہب جلد اص ۸۴)

بیشک ابن اسحاق کے مغازی میں بسند جید یونس بن بکیر کی روایت سے خود حضرت عائشہ سے یہ حدیث مروی ہے کہ انھوں نے اسی قصہ بدر میں یہی الفاظ روایت کئے کہ حضور نے فرمایا تم میرا فرمانا کچھ

ان سے زیادہ نہیں سنتے اور اس حدیث کو امام حمد نے بھی بسند حسن حضرت عائشہ سے روایت کیا تو اگر یہ محفوظ ہے تو حضرت عائشہ نے انکار سے رجوع فرمایا جب انھیں حاضرین واقعہ صحابہ کرم کی روایت ثابت ہوگئی کہ ام المؤمنین خود واقعہ بدر میں موجود نہ تھیں۔

لہٰذا اس جواب کی بنا پر حضرت ام المومنین کا اب بھی منکر سماع قرار دینا مترجم کی نادانی اور جہالت ہے۔

خامسا: انھیں علامہ قسطلانی نے اسی میں حضرت امام اسماعیل کا جواب نقل فرمایا۔

والجمع بين الذين ان انكر ته واثبته غير ها ممكن لان قوله تعالىٰ انك لا تسمع الموتىٰ لا ينا فى قوله عليه الصلوه والسلام انهم الان يسمعون لان الاسماع هو ابلاغ الصوت من السمع فى اذن السامع فا لله تعالىٰ هو الذى اسمعهم بان ابلغهم صوت النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بذلك واما جوابها بانه انما قال انهم فيعلمون فان كانت سمعت ذلك فلا ينافى رواية يسمعون بل يوئيد ها۔ (مواہب شریف جلد ا ص ۴)

. حضرت عائشہ کے انکار سماع اور دیگر صحابہ کے اثبات میں جمع ممکن ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اس قول انك لا تسمع الموتىٰ اور حضور علیہ السلام کے اس قول انهم الان يسمعون میں تنافی نہیں۔ا سلئے کہ اسماع کے معنی سنانے والے کی آواز کا سننے والے کے کان میں پہنچانا ہے تو اللہ تعالیٰ نے کفار کو اس طرح سنایا کہ ان کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز پہنچادی لیکن حضرت واشہ کا یہ جواب کہ حضور نے انهم ليعلمون فرمایا اگر انھوں نے اس کو سنا تھا تو یہ يسمعون کی روایت کی منافی نہیں بلکہ اس کی موئد ہے۔

بنظر اختصار اس وقت یہ پانچ جواب منقول ہوئے جن سے روشن طور پر ثابت ہوگیا کہ منکرین سماع موتی نے نہ آیت کے صحیح معنی سمجھے نہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انکار کی حقیقت سمجھ سکے بلکہ محض اپنی جہالت سے حضرت ام المؤمنین کا کلام بغیر سوچے سمجھے سماع میں پیش کردیتے ہیں اورا س سے غلط استدلال کیا کرتے ہیں۔

پھر اس مترجم نے حضرت قتادہ کا کلام بھی بلا غور و فکر نقل کردیا ہے علامہ قسطلانی اسی مواہب شریف بں فرماتے ہیں۔

قال قتادة احياهم الله تعالىٰ تو بيخاو تصغير او نقمةوحسرة وفيه رد على من ا نكرا

نهم یسمعون ۔ (مواہب شریف جلد ا ص ۸۴)

حضرت قتادہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کفار مقتولین بدر کو ملامت وذلت اور عقوبت وحسرت کیلئے زندہ کیا، اس میں منکرین سماع پر رد ہے۔

لیکن اس جاہل مترجم نے حضرت قتادہ کے کلام کو اپنی سند بنا کر پیش کردیا۔

اصل جواب

مترجم نے اس آیۃ کریمہ کے تحت میں یہ لکھا کہ امام ابوحنیفۃ وصاحبین وتمام فقہائے حنفیہ جماعت علماء کا یہی قول ہے کہ مردے نہیں سنتے ہیں پھر مترجم صاحب نے اپنی ساری بحث کا دارومدار بھی اسی کو قرار دیکر احناف پر طعن وتشنیع کی اور اپنا غیر مقلد اور دشمن احناف ہونا ظاہر کیا اور سائل صاحب کے سوال کا مقصود اصلی بھی اس مسئلہ کا تصریحات فقہاء سے جواب حاصل کرنا ہے۔

مترجم صاحب کے لئے تو احادیث اور اقوال صحابہ سے بلکہ خود اسی آیۃ کریمہ سے یہ ثابت کردیا گیا کہ موتی کے لئے سماع، ادراک، علم، کلام، ابصار ثابت ہے۔ اب مترجم کا اس سے انکار گویا احادیث اور اقوال صحابہ کی کھلی ہوئی مخالفت ہے۔

اب باقی رہی فقہاء کی تصریحات ان کو بھی ہم بطور نمونہ پیش کرتے ہیں اگرچہ ہمیں اس کی کوئی حاجت نہیں تھی کہ جب اس قدر احادیث اور اقوال وافعال صحابہ اس مسئلہ میں موجود ہیں تو کیا فقہاء حنفیہ اور جماعت علماء بلکہ خود امام الائمہ سراج الامۃ امام اعظم اور حضرات صاحبین سے یہ متوقع ہوسکتا ہے کہ یہ تمام حضرات ان صریح احادیث کی مخالفت کرکے سماع موتی کا انکار کریں۔

سراج الامہ امام الائمۃ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب فقہ اکبر میں اہل اسلام کا عقیدہ تحریر فرماتے ہیں۔

واعادۃ الروح الی جسد العبد فی قبرحق ۔ (فقہ اکبر مصری ص ۴)

قبر میں بندے کے جسم کی طرف روح کا لوٹنا حق ہے۔

علامہ قاری علیہ رحمۃ اللہ الباری اسی کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں۔

اعلم ان اهل الحق اتفقوا علی ان الله تعالیٰ یخلق فی المیت نوع حیاۃ فی القبر قدر مایتألم او یتلذذ لکن اختلفوا فی انه هل یعاد الروح الیه والمنقول عن ابی حنیفة رحمة الله التوقف الا ان کلامه هنایدل علی اعادۃ الروح ۔

(شرح فقہ اکبر مصری ص ۹۰)

جانو کہ تمام اہل حق کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ قبر کے اندر مردے میں اس قدر نوع حیات پیدا کرتا ہے جس سے وہ تکلیف اور راحت کا احساس کرتا ہے لیکن انھوں نے اس میں اختلاف کیا کہ جسم کی طرف روح لوٹائی جاتی ہے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اس میں توقف منقول تھا مگر یہاں امام اعظم کا کلام روح کے اعادہ پر دلالت کرتا ہے۔

نیز یہی ملا علی قاری اسی شرح میں روح وجسم کے تعلقات ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

الرابع تعلقها به فی البرزخ فانها وان فارقتاه وتجردت عنه فانها لم تفارقه فراقا كليا بحيث لا يبقى لها اليه التفات البتة فانه ورد ردها اليه وقت سلام المسلم عليه وورد انه يسمع خفق نعالهم حين يولون عنه وهذا الرد اعادة خاصة لا توجب حياة البدن قبل يوم القيمة ۔ (شرح فقہ اکبر مصری ص ۱۱۵)

چوتھا روح کا بدن کے ساتھ برزخ میں تعلق تو اگرچہ روح نے بدن سے مفارقت اور علیحدگی کی مگر اس نے بدن سے ایسا فراق کلی نہ کیا کہ اب اس کو بدن کی طرف کسی طرح کا التفات ہی باقی نہ رہا بلکہ قبر پر مسلمانوں کی سلام کے وقت اس کا بدن کی طرف لوٹنا وارد ہوا ہے اور جب لوگ قبر سے واپس ہوتے ہیں اس وقت اس کا ان کی جوتیوں کی پہچل کا سننا وارد ہوا ہے اور روح کا یہ لوٹنا ایک خاص طور کا مراد ہے جو روز قیامت سے قبل بدن کی حیات کو واجب نہیں کرتا ہے۔

ان عبارات سے واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ قبر میں مردے کو ایک خاص طرح کی حیات دیتا ہے اور روح بدن سے نکلنے کے بعد اسے بالکل جدا اور علیحدہ نہیں ہو جاتی بلکہ بدن سے تعلق خاص رکھتی ہے زائرین کے سلام کے وقت بدن کی طرف لوٹ کر آجاتی ہے۔ ان کی جوتیوں کی پہچل سنتی ہے لہٰذا ان عبارات نے سماع کو تو بصراحت ثابت کر دیا۔ اب رہے ادراک، علم، شعور، کلام وغیرہ کہ یہ ساری باتیں حیات پر مرتب ہیں اور جب میت میں ایک نوع حیات ثابت ہوئی تو اب ان باتوں کا انکار سخت نادانی وجہالت ہے علامہ شامی شارح لباب سے ناقل ہیں۔

قال محمد بن واسع الموتىٰ يعلمون بزوارهم يوم الجمعة يوما قبله ويوما بعده فتحصل الى يوم الجمعة افضل۔ (شامی مصری جلد ا ص ۶۳)

محمد بن واسع نے فرمایا مردے جمعہ کے دن اور اس کے قبل ایک دن اور اسکے بعد ایک دن اپنے

زائرین کو پہچانتے ہیں تو حاصل یہ ہے کہ زیارت جمعہ کے دن افضل ہے۔

ملا علی قاری شرح لباب میں زیارت قبور کے آداب میں تحریر فرماتے ہیں۔

ثم من ادب الزيارة ماقالوا من انه يا تي الزائر من قبل رجلي الموتى لا من قبل راسه لانه اتعب لبصرالميت بخلاف الاول لانه يكون مقابل بصره ۔

(شامی مصری جلد اص ۶۳۱)

زیارت قبور کے آداب سے ایک یہ بات ہے جو علماء نے فرمائی کہ زیارت کو قبر کی پائینتی سے جائے نہ سرہانے سے کہ اس میں میت کی نگاہ کو مشقت ہوگی (یعنی سر اٹھا کر دیکھنا پڑے گا۔) اور پائینتی سے جائیگا تو اس کی نظر کے حصہ کے سامنے ہوگا۔

طحطاوی شرح مراقی الفلاح میں سماع موتی کی بحث میں ہے۔

قدورد ان ارواح السعداء تطلع على قبورهم قالوا واكثر ما يكون منها ليلة الجمعة ويومها وليلة السبت الى طلوع الشمس قيل واذاكانوا على قبورهم يسمعون من يسلم عليهم ولو اذن لهم لردوا السلام ۔ (طحطاوی مصری ص ۳۲۷)

بیشک وارد ہوا کہ نیکوں کی روحیں اپنی قبروں پر جلوہ افروز ہوتی ہیں علماء نے فرمایا کہ اکثر وہ جمعہ کی رات اور اس کے دن اور ہفتہ کی رات میں طلوع آفتاب تک رہتی ہیں تو جب وہ اپنی قبور پر ہوئیں تو جو ان پر سلام کرے ان کا سلام سنتی ہیں اور ان کو اذن دیا جاتا ہے تو سلام کا جواب دیتی ہیں۔

اسی طحطاوی اور شرح منیہ میں ہے اور عبارت شرح منیہ کی یہ ہے۔

وانما لا ينهى عن التلقين بعد الدفن لانه لا ضرر فيه بل فيه نفع فان الميت يستانس بالذكر على ما ورد فى الآثار ۔ (شامی مصری جلد اص ۵۹۶)

دفن کرنے کے بعد تلقین سے منع نہ کیا جائے کیونکہ اس میں کوئی نقصان نہیں ہے بلکہ فائدہ ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ کے ذکر سے مردے کا جی بہلتا ہے جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں فتاوے قاضی خاں سے ناقل ہیں۔

من قرأ القران عند القبور فان نوى بذلك ان يو سعهم صوت القرآن فانه يقرأ ۔

(شرح الصدور ص ۱۳۰)

مقابر کے پاس قرآن پاک پڑھنے سے اگر یہ نیت ہو کہ قرآن کی آواز سے مردوں کا جی بہلائے

تو بیشک پڑھے۔

اور شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی اپنی کتاب جذب القلوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

بدانکہ تمامہ اہلسنت و جماعت اعتقاد دارند بہ ثبوت ادراکات مثل علم وسمع مر سائر اموات را از احاد بشر۔ (جذب القلوب مطبوعہ ناصری ص ١٤٣)

جانو کہ تمام اہل سنت و جماعت اس بات کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ احاد بشر سے تمام مردوں کے لئے ادرکات جیسے علم اور سماع ثابت ہے۔

یہی شیخ علیہ الرحمۃ اسی جذب القلوب میں علامہ قونوی کا کلام نقل فرماتے ہیں۔

درمیان قبور سائر مومنین وارواح ایشان نسبت خاصی ست مشترکہ بداں زائراں رامی شناشد ودرود وسلام بر ایشان میکند بدلیل استحباب زیارت در جمیع اوقات بعد ازاں احادیث دلالت دراد برآں کہ اموات را ادراک وسماع حاصلست وشک نیست کہ سمع از اعراضی ست کہ مشروط ست بحیات پس ہمہ حی اند لیکن حیات ایشاں درمرتبہ کمتر از حیات شہدا است۔ (جذب القلوب ناصری ص ١٤٧)

تمام مسلمانوں کی قبور اور ان کی ارواح کے درمیان ہمیشہ ایک ایسا خاص تعلق رہتا ہے جس سے وہ زائرین کو پہچانتے ہیں اور ان کے سلام کا جواب دیتے ہیں کہ تمام اوقات میں زیارت کا مستحب ہونا اس کی دلیل ہے پھر اس باب میں بہت سی احادیث لاکر کہا کہ یہ تمام احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مردوں کو ادراک اور سماع حاصل ہے اور اس میں شک نہیں کہ سمع اعراض سے ایک عرض ہے جو حیات کے ساتھ، مشروط ہے تو وہ تمام حی ہیں لیکن ان کی حیات شہداء کی حیات سے رتبہ میں بہت کم ہے۔

ان عبارات سے نہایت واضح طور پر موتی کے علم، ادراک، ابصار، کلام، جواب سلام اور سماع کا ثبوت فقہائے حنفیہ بلکہ خود حضرت امام اعظم رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تصریحات سے ثابت ہوگیا۔ مترجم کا یہ افترا اور بہتان ہے کہ امام ابوحنیفہ وصاحبین وتمام فقہائے حنفیہ وجماعت علماء کا یہی قول ہے کہ مردے نہیں سنتے ہیں۔ ابھی حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی عبارت سے ثابت ہوا کہ تمام اہل سنت وجماعت کا یہی اعتقاد ہے کہ مردوں کو ادراک وسماع حاصل ہے۔ لہٰذا یہ کس طرح ممکن ہے کہ حضرت امام اعظم اور تمام ائمہ حنفیہ تمام اہل سنت وجماعت کے اعتقادی مسئلہ کی مخالفت کریں۔ تو اب تمام اہل سنت وجماعت کے عقیدے کا مخالف صراط مستقیم سے منحرف، قطعی غیر مقلد، بندہ نفس، اسلام میں فساد اور

رخنہ ڈالنے والا، اہل اسلام میں باہم نزاع اور پھوٹ ڈالنے والا، مسلمانوں کے اختلاف کی مخالفت کر نے والا، احادیث صریحہ کا انکار کرنے والا، اقوال ائمہ سے روگردانی کرنے والا، آیت کی مراد کو بدلنے والا، یہی مترجم بددین اور اس کا فرقہ ضالہ ہے۔ مولیٰ تعالیٰ ایسے بیدینوں کے شر سے محفوظ رکھے اور ہمیں ہمیشہ صراط مستقیم پر ثابت قدم رکھے۔ بجاہ سید المرسلین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد والہ واصحابہ اجمعین۔ **کتبہ**: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل، العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

یا عبادی

(۱۱۲۲)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مدظلہم العالی مسئلہ ذیل کے متعلق

سوال: ولید (جو دیوبندی ہے) کہتا ہے کہ قل یعبادی الایۃ کی ضمیر یا کسی مفسر نے حضور کی جانب راجع نہیں بتائی۔ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا شعر بحوالہ بحر العلوم دفتر اول جلد اص ۱۵۴ پیش کیا جاتا ہے تو کہتا ہے کہ مولانا روم مفسر نہیں ہیں مفسر کا حوالہ دریافت کرتا ہوں۔ حضرت مولانا روم کا شعر یہ ہے۔

بندہ خود خواند احمد در رشاد جملہ را بخواند قل یعباد

المستفتی۔ عبد سید الخلائق والبشر محمد ریاض الحسن نیر جودھپوری

الجواب:

آئے دن نت نئے اختلافات کرنا اہل اسلام میں طرح طرح کے فتنے پیدا کرنا دیوبندی قوم ایک شعار ہو گیا ہے۔ پھر دنیا میں ہر قوم وملت کے کچھ اصول ہوتے ہیں جن کی پابندی وہ اپنے اوپر لازم کر لیتی ہے مگر دیوبندی قوم کسی اصول کسی قاعدہ کی پابند نہیں اگر اپنے جاہل پیروں کم فہم علاموں کا علم بڑھائیں تو اس قدر بڑھائیں۔ کہ ان کو ہم استاد انبیاء ٹھہرا دیں۔ ان کو بے وساطت حضرات انبیاء حصول علوم مانیں۔ ان پر وحی کا اثبات کر دیں۔ ان کو جزئی جزئی معاملہ پر مطلع تسلیم کر لیں۔ انھیں جنت دوزخ۔ سدرۃ المنتہی اور بیت المعمور اور امارات افلاک کے واقعات کا علم حتی کہ لوح محفوظ کا کشف مان

لیں بلکہ ان کے لئے زمیں کی چیزوں کا تفصیلی علم۔اسی طرح مسلمانوں کا علم بتادیں۔

اور اگر کسی کا علم گھٹانا چاہیں تو اس قدر گھٹادیں کہ علم الخلق قاسم علوم امکان واقف اسرار جہان عالم ما کان وما یکون ۔ مطلع علی الغیوب سید انبیاء محبوب کبریا احمد مجتبی محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اپنے ملایان کا شاگرد قرار دیدیں۔نہیں نہیں بلکہ حضور کے علم رفیع کو شیطان اور ملک الموت کے علم سے کم بتادیں۔پھر اتنے ہی پر اکتفا نہیں بلکہ حضور اعلم الخلق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم اقدس کو گدھے اور سور کے علموں کی برابر ٹھہرانا یہی لوگ عالم ما کان وما یکون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے آسمان وزمین کے مقامات کا تفصیلی علم لوح محفوظ پر اطلاع کائنات کی جزئی جزئی کا علم ثابت کرنا شرک قرار دیں،لہٰذا ان کے نزدیک کسی کے علم کے زائد اور کم ہونے کا کوئی معیار نہیں جس کو چاہیں تو قاسم علوم منبع علوم علم وفضل کا بادل اور سر چشمہ کہدیں اگر چہ وہ نہایت نا قابل کم فہم بے علم جاہل ہو اور جس کو چاہیں نا واقف،غیر قابل کج فہم ۔ جاہل بتادیں ۔اگر چہ وہ کیسا ہی بڑا جید عالم،بحر العلوم منبع علم وفضل قاسم علوم ہی کیوں نہ ہو۔

پھر ایسی قوم سے حضرت مولانا جلال الدین رومی کے وقار علمی گھٹانے کی کیا شکایت کی جائے جو ان کے آقا ومولی اعلم الخلق عالم ما کان وما یکون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کمال علمی کا گھٹانا اپنا شعار مذہبی سمجھتی ہو،اس کور باطن کو مولانا کی جلالت کیا نظر آئے۔اہل نظر سے دریافت کیجئے کہ مولانا کیا چیز تھے۔اسی مثنوی شریف کے اختتام میں عمدہ السالکین زبدۃ العارفین قدوۃ المحققین مولانا وفاء فرماتے ہیں۔

روح مولانا جلال الدین روم مہر برج معرف بحر علوم
جملہ دانیان بفضلش معترف گشتہ از دریائے علمش مغترف

بعض بزرگوں نے مولانا مرحوم کے اوصاف میں یہ فرمایا جس کو مثنوی شریف کے ٹائٹل پر درج کیا گیا۔

من چہ گویم وصف آن عالیجناب نیست پیغمبر ولے دارد کتاب
مثنوی مولوی معنوی ہست قرآں درزبان پہلوی
کاشف قرآن وحلال مثل درج دروے حال اقطاب ورسل

سفینۃ الاولیاء میں مولانا کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں۔

چہار صد طالب علم ہر روز بدرس ایشاں حاضر میشدند۔
ان کے درس میں روزانہ چار سو طالب علم حاضر ہوتے۔
لہذا تعجب ہے کہ ایسے بحر علوم، منبع فنون، مرجع طلبہ، کاشف الاسرار قرآنی، حلال رموز فرقانی، واقف مخفیات، تو مفسر نہ ہو سکے اور اگر وہ کانا ایک نابینا ملا ایسا مفسر بن جائے جس کے مرثیہ میں شیخ الہند مولوی محمود حسن دیوبندی لکھتے ہیں۔

مفسر ایسا لائینگے کہاں سے یا خدا جس کے ہوں قول وفعل دونوں کاشف اسرار قرآنی

اور یہی مسیح الہنود انھیں گنگوہی جی اور ایک نانوتوی ملا کے متعلق لکھتے ہیں۔

ہے اگر انکار کے قابل تو رسالت ان کی ورنہ ہیں جامع ہر خوبی امکان دونوں

اہل انصاف غور فرمائیں کہ یہ چند محدود کتابیں جاننے والے گنگوہی جی ونانوتوی جی تو مفسر اور جامع ہر خوبی امکان ہو جائیں اور حضرت مولانا روم جیسا بحر العلوم مفسر نہ ہو سکے اور پھر ان گنگوہی ونانوتوی کے اقوال جو آیات واحادیث اور اجماع سلف وخلف کے صریح مخالف ہوں وہ تو تفسیر قرآن بن جائیں چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رحمۃ العلمین ہونے کی صفت خاصہ قرار دے۔

وما ارسلنك الا رحمة اللعلمين۔
ہم نے آپ ہی کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا۔
اور گنگوہی مفسر یہ کہے کہ رحمۃ للعالمین صفت خاصہ رسول للہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہیں۔
(فتاویہ رشیدیہ جلد۲ ص۱۲)
اسی طرح اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سب انبیاء میں آخر نبی فرمایا
ما كان محمد ابااحد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين۔
محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی کے باپ نہیں لیکن رسول اللہ اور آخر الانبیا ہیں۔
اور دیوبندیوں کا نانوتوی مفسر یہ کہے کہ عوام کے خیال میں تو رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ اس میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ (تحذیر الناس ص۳)
پھر اسی مضمون کو اور صاف کر دیا) بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کوئی نبی

پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہ آئیگا (تحذیر الناس ص ۲۸)

مسلمانو! دیکھو دیو بندیوں کے یہ پیشوا ان آیات کے مضامیں کی صریح مخالفت کر رہے ہیں اور ان کے یہ اقوال تمام متقدین ومتاخرین مفسرین کے خلاف ہیں احادیث ان کی مخالفت کرتی ہیں مگر دیو بندی قوم ان کے ان اقوال کو ان آیات کی تفسیر مانتی ہے اور ان دونوں کو ماہر خوبی امکان اور بے مثل مفسر کا شف اسرار قرآنی کہتی ہے۔

حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ کے قل یا عبادی کے متعلق شعر مذکور فی السوال کو تفسیر نہیں مانتے اور مولانا کو مفسر تسلیم نہیں کرتے باوجودیکہ مولانا کا یہ مضمون تفاسیر کے موافق، احادیث وآیات کے موافق، تصریحات علماء کے موافق۔ اگر ان کے جمع کرنے کا قصد کیا جائے تو ایک مستقبل رسالہ اسی بحث میں تیار ہو جائے۔ اور پھر کسی ایسے ہی دریدہ دین دیو بندی کو کہتے کیا لگتا ہے کہ سلف وخلف سے جس کا قول پیش کروں اس کے متعلق یہ کہدے کہ یہ مفسر نہیں۔ یا جس حدیث کو پیش کروں اس کے متعلق بلا تحقیق یہ بک دے یہ محدث نہیں۔

میں مخالف کی دہن دوزی کے لئے اس قدر حوالے پیش کئے دیتا ہوں۔

وہابیو سنو اور خوب غور سے سنو! کہ تمہارے ہی دیو بندی قوم کے پیرو مرشد حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نفحہ مکیہ ترجمہ شمائم امدادیہ میں لکھتے ہیں۔

عباد اللہ کو عباد رسول کہہ سکتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قل یعبادی الذین اسرفو اعلی انفسھم لا تقنطو امن رحمۃ اللہ۔

مرجع ضمیر متکلم کا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں (نفحہ مکیہ ترجمہ شمائم امدادیہ ص ۱۳۵)

طرفہ یہ ہے کہ دیو بندی قوم کے حکیم سر گروہان وہابیہ کے آخری یادگار جماعت بھر کے سب سے بڑے مفسر مولوی اشرفعلی صاحب تھانوی اس عبارت پر یوں حاشیہ چڑھاتے ہیں۔ قرینہ بھی اسی معنی کا ہے۔

آگے فرماتا ہے لا تقنطو امن رحمۃ اللہ اگر مرجع اس کا اللہ ہوتا تو فرماتا من رحمتی کہ مناسبت عبادی کی ہوتی۔

مسلمانو! سچ وہ ہے جو سر پر چڑھ کر بولے۔ دیو بندی قوم کیلئے اس سے زیادہ معتبر و مستند اور اس سے [illegible] وصریح اور اس سے بڑھتا چڑھتا منہ توڑ جواب اور مسکت حوالہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ ان کی

قوم بھر کے پیر نے صاف لکھدیا کہ یٰعبادی کی یا ضمیر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے اور پھر تھانوی صاحب نے اسی کو موافق قرینہ بتایا اور آیت میں اسی یائے ضمیر کو اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہونے کونا مناسب ٹھہرایا۔

لہذا ولید کوان سے بڑا اور کونسا مفسر مل سکتا ہے جس کا مقابلہ میں تمام متقدین ومتاخرین مفسرین کی تفاسیر رد اور باطل کردی جاتی ہیں۔

اب باقی رہے ہمارے برادران اہل سنت ان کیلئے مولانا روم علیہ الرحمۃ کا شعر کافی دلیل ہے اور اس شعر کی نفیس شرح بحر العلوم سے اور چند عبارات عبدالنبی نام رکھنے کے جواب میں نقل کر چکا ہوں۔ یہ فتوے اسی فتاوی میں موجود ہے۔ من شاء فلیرجع الیه واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

رسالہ الفرقان کے ایڈیٹر کارد

وہابیہ علم غیب کا ایک جزئی بھی خدا کے سوا کسی کو کسی طرح حاصل نہیں مانتے، اسی کو آپ نے
سلب کلی سے تعبیر کیا ہے۔ مصنف صاحب اب آپ یہاں یہ تاویل بھی نہیں کر سکتے کہ ہمارے یہ پیش
حضور نبی کریم اور انبیائے مرسلین کے لئے علم جزی بالعطا مانتے ہیں کہ آپ کی یہ تاویل بھی ان کی
تصریحات کے خلاف ہے۔

(۱) فتاوے رشیدیہ جلد اول ص ۹ میں گنگوہی جی لکھتے ہیں ''اگر عقیدہ (زید کا اس سبب سے
کہ آپ کو حق تعالیٰ نے علم دیا تھا تو خطا صریح ہے ایسا کہنا اور کفر نہیں اور جو یہ عقیدہ کہ خود بخود آپ کو علم
بدوں اطلاع حق تعالیٰ تو اندیشہ کفر کا ہے۔

(۲) مولوی عزیز الرحمن مفتی دیوبند اپنے فتوے میں لکھتے ہیں جو اسی فتاوے رشیدیہ حصہ سوم
ص ۳۶ پر درج ہے اور یہ جو کہتے ہیں کہ علم غیب بجمیع اشیاء آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ذاتی نہیں بلکہ
اللہ تعالیٰ کا عطا کیا ہوا ہے۔ سو محض باطل اور خرافات میں سے ہے۔

(۳) اور خود آپ کے امام نافرمان مولوی اسمٰعیل دہلوی نے اس تاویل کا قلع قمع ہی کر دیا کہ
اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں امور غیبیہ کے علم کو اللہ تعالیٰ کا خاصہ ثابت کرتے ہوئے صاف طور پر لکھے
ہیں 'اللہ کا علم اور کو ثابت کرنا سو اس عقیدے سے آدمی البتہ مشرک ہو جاتا ہے خواہ یہ عقیدہ انبیاء و اولیا
سے خواہ پیر و شہید سے خواہ امام و امام زادہ سے خواہ بھوت و پری سے پھر خواہ یوں کہے کہ یہ بات ان کو اپنی
ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔

(تقویۃ الایمان ص ۱۰)

ان تینوں عبارتوں سے صاف طور پر معلوم ہو گیا کہ آپ کے امام و پیشوا ایک بات کا علم غیب
بالعطا بھی حضرات انبیاء و مرسلین کے لئے نہیں مانتے بلکہ جو ان کے لئے علم غیب عطائی مانے اس کو مشرک
کہتے ہیں۔

لہٰذا اب آپ کے مذہب کا خلاصہ یہ ہوا کہ امور غیبیہ کا علم سوائے خدا کے کسی کو کسی طرح حاصل
نہیں۔ نہ ذاتی و عطائی ہے، نہ کلی و جزمی، نہ علوم خمس۔ باقی غیوب کا جب کہ ابھی ان منقولہ تیرہ عبارا

سے ظاہر طور پر ثابت ہو گیا اسی کو آپ نے سلب کلی کہا۔ تو اس دوسرے احتمال کے قائل پیشوایان وہابیہ ہی میں اور یہی لوگ اپنے اس مدعی پر آیات نفی سے استدلال کیا کرتے ہیں۔ اور ایڈیٹر صاحب آپ اس دوسری احتمال کو غلط اور باطل کہتے ہیں۔ تو آپ کے نزدیک آپ کے پیشواؤں کا مذہب غلط اور باطل ہے۔ پھر آپ ان غلط گو باطل پرستوں کو اپنا پیشوا کیوں بنائے ہوئے ہیں۔ بہت جلد ان سے بیزاری ظاہر کیجئے ورنہ اپنی اس غلطی کا اظہار کیجئے۔ یا اس کی کوئی صفائی پیش کیجئے۔

اب باقی رہا ایڈیٹر صاحب کا یہ کہنا کہ

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بتعلیم خداوندی ان امور نزول باراں اور مافی الارحام وغیرہ کی بعض منتشرہ جزئیات کا علم ہونا ناقابل انکار حقیقت ہے۔ (الفرقان ص ۱۳)

اور یہ قول کہ

مدعیان علم غیب اس سے امور خمس کا علم ثابت کرنے کے لئے جو روایات پیش کرتے ہیں ان سے صرف بعض جزئیات منتشرہ کا علم ثابت ہوتا ہے اور ہم اس کے منکر نہیں۔ ہم تو کہتے ہیں ہو سکتا ہے کہ حق تعالیٰ نے ایسی ایسی سیکڑوں ہزاروں جزئیات منتشرہ کا علم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اپنے دوسرے مقبولین و مقربین کو عطا فرمایا ہو۔ (الفرقان ص ۱۴)

یہ آپ کے پیشواؤں کی انھیں عبارات منقولہ سے باطل ہے بلکہ آپ اس اعتقاد کی بنا پر خود اپنے مقتداؤں کے حکم سے مشرک ہیں کہ انھوں نے صاف کہہ دیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے علم غیب ثابت کرنا صریح شرک ہے۔ اور انھوں نے صاف طور پر لکھ دیا کہ کلام اللہ اور احادیث حضور کے اثبات علم غیب کی مخالفت کرتی ہیں۔ اور چاروں ائمہ اور جملہ علماء کا اتفاق ہے کہ انبیاء کرام غیب پر مطلع نہیں۔

لہٰذا ایڈیٹر صاحب آپ اپنے اکابر کے حکم سے صریح مشرک باطل پرست۔ کلام الٰہی اور حادیث کے مخالف۔ چاروں ائمہ جملہ علماء کے اتفاق کے قادح۔ غیر خدا کے لئے خاصہ خدا کے مثبت قرار پائے اور بفتوائے گنگوہی جی آپ کے پیچھے نماز نادرست۔ ہم نے ابھی ان کی اصلی عبارات بقید صفحات نقل کیں۔

اور اس علم خمس کے متعلق آپ کے امام مولوی اسمٰعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان کے ص ۳۱ پر صاف لکھدیا۔

وہ پانچ باتیں کہ سورہ لقمان کے آخر میں مذکور ہیں اوران کی تفسیر اس فصل کے اول میں گذرگئی کہ جتنی غیب کی باتیں ہیں سوانھیں پانچ میں داخل ہیں سو جو کوئی یہ بات کہے کہ پیغمبر خداوہ پانچوں باتیں جانتے تھے یعنی سب غیب کی باتیں جانتے تھے سو وہ بڑا جھوٹا ہے بلکہ غیب کی بات اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (تقویۃ الایمان ص ۳۱)

دیکھئے آپ کے امام تو یہ کہتے ہیں اور آپ انھیں علوم خمس کے سیکڑوں ہزاروں جزئیات کو ثابت کر کے اپنے امام کے حکم سے صدہا ہزار ہا جھوٹوں کے برابر ٹھہرے اور آپ نے یہ کہہ کر کہ (ہم اس کے منکر نہیں) اپنی غلط بیانی اور صریح کذب گوئی کا اظہار کیا۔ تو آپ ہر اعتبار سے سخت جھوٹے اور انتہائی کاذب ہوئے کہ آپ کا عقیدہ تو وہی ہے جو انھوں نے اپنی تصنیفات میں لکھا۔

علاوہ بریں آپ نے جس قدر اس سے قبل احادیث واقوال صحابہ مفسرین نقل کئے ان سب سے آپ نے یہی نتیجہ نکالا تھا کہ علوم خمس کا علم خاصہ حق تعالیٰ کا ہے اس کو کوئی غیر خدا کسی طرح نہیں جانتا خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان امور خمس کے علوم کی اپنی ذات سے نفی کی اور اپنے لئے ان کی عطا کا صاف انکار کیا۔ یہاں بھی آپ نے دو حدیثیں نقل کیں جن کا مضمون یہ تحریر کیا۔

ربعی بن حراش رضی اللہ عنہ کی جو حدیث ہم نے نقل کی ہے وہ حضور کی حیات طیبہ کے آخری زمانے کی ہے اور اس میں بھی حضور نے سائل کے اس سوال کے جواب میں کہ کیا علم میں سے کوئی چیز ایسی بھی ہے جس کو آپ نہ جانتے ہوں۔ ارشاد فرمایا کہ بیشک اللہ نے مجھے بہت سے اچھے علوم عطا فرمائے اور یقیناً بعض علوم وہ بھی ہیں جن کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(مثلا) وہ پانچ چیزیں جو سورہ لقمان کی اس آخری آیۃ ان اللہ عندہ علم الساعۃ الایۃ میں مذکور ہیں۔ اور علی ہذا حضور کی عمر شریف کے آخری حصہ میں جب حضرت جبریل نے ایک اجنبی کی شکل میں آکر حضور سے چند اور سوالات کے بعد یہ سوال کیا کہ قیامت کب آئیگی۔ تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حسب روایت حضرت ابن عباس وابو عامر اشعری رضی اللہ عنہم) جواب دیا کہ سبحان اللہ پانچ چیزیں تو وہ ہیں جن کا علم سوائے خدا کے کسی کو بھی نہیں اور وہ وہی ہیں جو سورۂ لقمان کی اس آیتٗ میں مذکور ہیں۔ (الفرقان جلد ۳ نمبر ۵ ص ۱۳ و ۱۴)

لہٰذا اب آپ کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے علم خمس کے صدہا وہزار ہا جزئیات کا علم ثابت کرنا خود آپ ہی کے نقل کردہ اقوال مفسرین اور ارشادات صحابہ اور احادیث کے مخالف ہے بلکہ

آپ بقول خود آیت لقمان کے سات کفر کرتے ہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ امور خمس کے علوم کا حضور علیہ السلام کے لئے اثبات کرنا اہلسنت وجماعت کا مسلک ہے لیکن آپ جو اس کے سیکڑوں ہزاروں جزئیات کا علم حضور کے لئے ثابت مانتے ہیں کہ آپ کے تمام پیشواؤں اماموں کی تصریحات سے مردود اور خود آپ کے کلام کے مخالف ہے بلکہ آپ اپنے مقتداؤں کے احکام سے مشرک، کافر، ملحد بددین ہوئے۔

پھر ایڈیٹر نے ان دو احتمال کو ذکر کیا۔

اور صرف تیسرا احتمال باقی رہا اور وہ یہ کہ ان آیات میں امور خمس کے صرف علم کلی کی نفی کی گئی ہے اور یہی احتمال صحیح ہے۔ اور ہماری پیش کردہ چودھویں اور پندرہویں آیتوں کا مطلب یہی ہے کہ پانچوں چیزوں کا علم کلی صرف خدا کو ہے اس کے سوا کسی کو نہیں نہ بالذات نہ بالعطا۔ (الفرقان ص ۱۴)

ایڈیٹر صاحب آپ کی پیش کردہ چودہویں آیۃ (عنده مفاتیح الغیب لا یعلمها الا هو) اور پندرہویں آیت یہی سورہ لقمان کی آخری آیت ہے۔ ان دونوں کے بیانوں میں کہیں اس کا شائبہ بھی نہیں کہ ان آیات میں امور خمس کے صرف علم کلی کی نفی کی گئی ہے، نہ کسی حدیث نے اس کا اثبات کیا، نہ اس دعوے کے ثبوت میں کوئی صحابی کا قول نہ مفسرین کی کوئی تفسیر کی عبارت پیش کی، کذب بیانی و دروغ گوئی اس شخص کی قدیمی عادت ہے، میں اب اعلان کرتا ہوں کہ آپ کسی تفسیر و حدیث سے بصراحت یہ بات ثابت کر دیجئے کہ ان آیات میں امور خمس کے صرف علم کلی کی نفی کی گئی ہے، اور ان کا علم کلی صرف خدا کو ہے اس کے سوا کسی کو نہیں نہ بالذات نہ بالعطاء۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر ان دونوں آیات کا یہی مطلب تھا تو آج تک آپ کے کسی پیشوا و امام نے اس کا کیوں نہیں اظہار کیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے امور خمس کے بعض جزئیات کا کیوں نہیں اثبات کیا۔ اور ان آیات میں صرف علم کلی کی نفی کیوں نہیں مراد لی۔ اور اس تیسرے احتمال کی صحت کا کیوں نہیں ذکر کیا۔ اس کا کافی جواب دیجئے اس کے بعد ایڈیٹر صاحب اپنی شان استدلال کا شرمناک مظاہرہ پیش کرتے ہیں۔

امور خمس کے علاوہ بعض دیگر کائنات کا علم بھی حق تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔

سولھویں آیت وما یعلم جنود ربك الا هو۔

اور کوئی نہیں جانتا تیرے رب کے لشکر مگر وہی۔

مسلمانو! مبحث یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جمیع ما کان وما یکون کا علم عطا فرمایا یا نہیں۔ اہل سنت فرماتے ہیں کہ حضور کو اللہ تعالیٰ نے جمیع ما کان وما یکون کا علم عطا فرمایا اس کا بکثرت احادیث واقوال سلف وخلف سے اثبات کیا گیا ہے وہابیہ حضور کے لئے ایسا علم عطا ہونے کا انکار کرتے ہیں ایڈیٹر صاحب اس کتاب بوارق الغیب میں اسی باطل دعوے پر اپنی ناقص فہم سے آیت کہ غلط استدلات کرر ہے ہیں اسی سلسہ میں یہ سولہویں آیۃ پیش کی ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ ایڈیٹر صاحب نے محض عدد بڑھانے کے لئے اس آیت شریفہ کو پیش کر دیا ہے کیونکہ اس مبحث سے تو کوئی علاقہ ہی نہیں اس لئے کہ اس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم جمیع ما کان وما یکون عطا ہونے نہ ہونے کی بحث ہی نہیں۔

علاوہ بریں جاہل کو یہ پتہ بھی نہیں کہ جس کیلئے علم بالذات ثابت ہو اس کے لئے حصر کر دینا اور دوسرے سے اس کی نفی کرنا علم عطائی کی نفی کو مستلزم نہیں نیز اس نادان کو یہ معلوم نہیں کہ اس آیۃ میں تعلیم کی نفی کہاں ہے۔ اور یہ کہاں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی کو ان کا علم نہیں دیتا ذرآنکھیں کھول کر تقویۃ الایمان ہی دیکھ لیتا کہ خود اس کا امام لکھتا ہے۔

غیب کے خزانے کی کنجی اللہ ہی کے پاس ہے اس نے کسی کے ہاتھ نہیں دی اور کوئی اس کا خزانچی نہیں مگر اپنے ہی ہاتھ سے قفل کھول کر اس میں سے جتنا جس کو چاہا بخش دے اس کا ہاتھ کوئی نہیں پکڑ سکتا۔ (تقویۃ الایمان ص ۲۴)

کہئے جب عطا اس کے اختیار میں ہے تو بیشک ایڈیٹر جب تک یہ نہ ثابت کرے کہ اللہ تعالیٰ نے آخر تک حضور کو فرشتوں کے لشکر کا علم عطا ہی نہ فرمایا اس وقت تک آپ کا مدعا ثابت نہیں ہو سکتا تفسیر معالم وخازن وابن کثیر نے اس کا اثبات نہیں کیا تو یہ تفاسیر آپ کی مفید مدعا نہیں۔

تاریخ میلاد: الفرقان کے ص ۱۷ سے ص ۲۴ تک قیام میلاد شریف پر بلحاظ عقیدہ وعمل پر ایک نہایت عامیانہ گفتگو کی ہے کہ قیام میلاد شریف کو اہل سنت فرض سمجھتے ہیں یہ صریح افترا پردازی اور بہتان طرازی ہے اس کے لئے حکیم صاحب انتہائی عرق ریزی کے بعد یہ لکھا کہ: حیرت ہوتی ہے واللہ جب اس امر مباح یا مستحب کے لئے یہ سامان ہے تو اب فرض کے لئے کیا باقی رہ گیا ہے اس سے صاف ثابت ہو گیا کہ مجوزین اب صرف عملا نہیں بلکہ قولا بھی قیام مولد کو فرض سمجھتے ہیں بلحاظ عقیدہ قیام مولد کے متعلق یہ انتہائی ترقی ہے۔ (الفرقان ص ۲۲)

باب مسائل شتی

مسئلہ (۱۱۲۳)
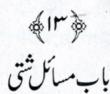
بخدمت علمائے اہل سنت بعد السلام علیکم کے گذارش ہے کہ

ایک آریہ کا یہ سوال ہے کہ آنخضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لقب مسلمان شروع ہوا ہے۔ قبل آنخضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لقب مسلمان نہیں تھا اور تھا تو کیا لقب تھا، یعنی حضرت آدم ونوح وابراہم خلیل اللہ وموسیٰ وعیسیٰ (علیہم السلام) کے ماننے والے کس لقب سے پکارے جاتے ہیں؟ جواب بحوالہ کتب دین، کلام اللہ شریف یا ان کتب سے جو بزمانہ پیغمبروں وصحف کے دیا جائے۔ بیّنوا توجروا

الجواب

نحمد ونصلي ونسلم على رسوله الكريم

قرآن مجید کے دیکھتے ہی متعدد جگہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے انبیائے اعظام (علیہم الصلوۃ والسلام) اوران کی امتولی پرلفظ مسلم کا اطلاق آیا ہے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ اسلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(۱) ما كان ابراهيم يهوديا ولا نصرانيا ولكن كان حنيفا مسلما

یعنی سیدنا ابراہیم علیہ السلام نہ تو یہودی تھے نہ نصرانی، البتہ طریق مستقیم والے مسلمان تھے۔

لہٰذا اس آیت شریفہ میں سیدنا ابراہیم علیہ اسلام پر لفظ مسلم کا اطلاق ہوا۔

(۲) ووصى ابراهيم بنيه يعقوب يا بنى ان الله اصطفىٰ لكم الدين فلا تموتن الا وانتم مسلمون۔

یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور یعقوب علیہ اسلام نے اپنے بیٹوں کو وصیت فرمائی کہ اے میرے بیٹو اللہ تعالیٰ نے اس دین اسلام کو تمہارے لئے منتخب فرمایا تو تم مت جان دینا مگر مسلمان ہو کر لہذا اس آیت میں ان دونوں بزرگوں نے اپنی اپنی اولاد کو نہایت وضاحت سے مسلمان ہونے کی وصیت فرمائی سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنے اور اپنے صاحبزادہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے اور اپنی آئندہ آنے والی ذریت کے لئے دعا فرمائی:

(۳) واجعلنا مسلمین لك ومن ذریتنا امة مسلمة لك

یعنی اے پروردگار ہم کو اپنا مسلمان (یعنی زیادہ مطیع) بنا اور ہماری اولاد میں سے ایک مسلمان جماعت پیدا کر۔

(۴) فلما احس عیسی منهم الکفر قال من انصاری الی اللّٰه تعالیٰ قال الحوریون نحن انصار اللّٰه واشهد بانا مسلمون۔

یعنی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے کفر دیکھا تو فرمایا کہ ایسا کون ہے کہ جو میرا مددگار ہوگا حواریون نے کہا ہم اللہ کے دین کے مددگار ہیں ہم اللہ پر ایمان لائے اور آپ گواہ ہیں کہ ہم مسلمان ہیں لہٰذا ان تمام آیات سے نہایت واضح طور پر لفظ مسلم کا اطلاق قرآن مجید سے ثابت ہوا یہ چند آیات عدم فرصت کی وجہ سے پیش کی گئی ورنہ بیشمار آیات واحادیث اس مضمون میں موجود ہیں مسلمانوں کے اطمینان خاطر کے لئے بہت کافی ووافی ہیں اور ان کے لئے اس سے زائد بھی کیا مفید ہوسکتی ہیں۔ واللّٰه تعالیٰ اعلم بالصواب وعلمه جل مجده اتم واحکم۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۱۲۴)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
طریقہ بیعت کس طرح ہے اور سلسلہ کا موجد کون ہے؟۔ بینوا توجروا

الجواب

نحمد ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم

سلسلہ بیعت کی اصل اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ بکثرت

آیات واحادیث سے مستفاد ہے، قرآن عظیم میں ہے:

ان الذین یبایعونك انما یبایعون اللّٰہ یداللّٰہ فوق ایدیھم فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ ومن اوفیٰ بما عھد علیہ اللّٰہ فسیوتیہ اجرا عظیما۔ (سورہ فتح)

وہ جوتمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے تو جس نے عہد توڑا اس نے اپنے برے کو عہد توڑا اور جس نے پورا کیا وہ عہد جو اس نے اللہ سے کیا تھا تو بہت جلد اللہ اسے بڑا ثواب دے گا۔

بخاری ومسلم شریف میں حضرت عبادہ ابن صامت سے مروی ہے:

عن عبادۃ ابن الصامت قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم وحولہ عصابۃ من اصحابہ بایعونی علی ان لا تشرکوا باللّٰہ شیئا ولاتسرفوا ولا تزنوا ولا تقتلوا اولادکم ولاتاتوا ببھتان تفترونہ من ایدیکم وارجلکم ولا تعصوا فی معروف فمن وفی منکم فاجرہ علی اللّٰہ ومن اصاب من ذلك شیئا فعوقب بہ فی الدنیا فھو کفارۃ لہ ومن اصاب من ذلك شیئا ثم سترہ اللّٰہ علیہ فھو الی اللّٰہ ان شاء عفا عنہ ان شاء عاقبہ فبایعناہ علی ذلك۔ (مشکوۃ شریف ص ۱۳)

عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اور آپ کے آس پاس صحابہ کی ایک جماعت تھی کہ مجھ سے تم اس بات پر بیعت کرو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو ،اور چوری نہ کرو، اور زنا نہ کرو، اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو، اور ایسا بہتان نہ باندھو جس کو تم نے خود گڑھا ہو ،اور نیک بات میں نافرمانی نہ کرو۔ جس نے تم میں سے اس کو پورا کیا تو اس کا اجر اللہ پر ہے اور جس نے ان سے کسی چیز کو کیا تو وہ اس کی وجہ سے دنیا میں عذاب دیا جائے گا اور وہ اس کے لئے کفارہ ہے۔ اور جس نے ان میں سے کوئی بات کی پھر اللہ نے اس کو چھپالیا تو وہ اللہ کی مشیت پر ہے اگر چاہے اس کو معاف کرے اگر چاہے اس کو عذاب کرے۔ پس ہم نے حضور کی اس بات پر بیعت کی۔

اس آیت وحدیث سے واضح طور پر ثابت ہوگیا کہ اس سلسلہ کے موجد اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

بیعت چند قسم کی ہے آج کل جو بیعت عام طور پر رائج ہے یہ بیعت برکت ہے۔ اس کا مقصد معاصی سے توبہ کرنا اور اعمال خیر کی تاکید ہے اور تبرک کے لئے داخل سلسلہ ہوجانا اس کی غرض ہے۔ لہذا

اگر مرشد میں یہ چاروں شرائط پائے جائیں۔ (۱) اتصال سلسلہ (۲) بد مذہب نہ ہونا (۳) اعتقادیات ومسائل فقہ کا عالم ہونا (۴) فاسق معلن نہ ہونا۔ تو اس کے خاندان میں جو طریقہ بیعت ہو وہی بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل، العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۱۲۵)

معظمی ومحترمی حضرت مفتی اعظم صاحب سنبھل دامت برکاتہم

مؤدبانہ گذارش ہے کہ مندرجہ ذیل واقعہ صحیح ہے یا غلط، اس واقعہ پر صوفی عزیز احمد صاحب بریلوی نے اور اس پر چند علماء نے اعتراض کیا تھا، اس لئے اب قبلہ مفتی اعظم صاحب ہند بریلوی وشاہ محمد حامد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب قبالہ جنت میں نہ چھپے گا۔

واقعہ بنام عدل عمر

حضرت فاروق اعظم کے دور میں سیدین کریمیں حسنین رضی اللہ عنہما کا بچپن کا زمانہ تھا اور آپ کسی کھیل میں مصروف تھے کہ اتنے میں فرزند عمر بھی بغرض کھیلنے آ گیا امامین نے پسر فاروق سے فرمایا کہ ہم شاہزادے ہیں اور تو ہمارے غلام کا لڑکا ہے اس لئے ہم تجھے اپنے ساتھ نہیں کھلائیں گے۔ یہ جواب سنکر ابن فاروق فاروق اعظم کے پاس پہنچا اور شکایت کی کہ مجھے حسنین ایسا کہتے ہیں۔ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ اگر وہ ہمیں غلام کہتے ہیں تو چٹھی میں لکھوا لاؤ پھر میں ترے مقدمہ کا فیصلہ کرونگا چنانچہ پسر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امام حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس پہنچے اور کہنے لگا کہ اگر غلام ہمیں کہا تو اس کاغذ پہ لکھدو چنانچہ حضرت سیدین امامین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے چٹھی میں لکھدیا کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارا غلام ہے جب یہ نوشتہ فاروق اعظم نے دیکھا تو مارے خوشی کے چومنے لگے اور بہت خوش ہوئے پھر فرزند سے بولے کہ بیٹا اب میں سند یافتہ غلام اہلبیت بن گیا ہوں اور جنت کا حقدار ہو گیا ہوں تو اس چٹھی کو میرے کفن میں رکھدینا منکر نکیر مجھ سے باز پرس نہ کریں گے نہ مجھے خوف مطلق رہا۔ اس کے بعد بیٹے کو نصیحت کی اور یہ جملے کہے امام حسن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما تو بیٹا بیشک جہان کے سرتاج ہیں اور اللہ ان کا ہے خدائی سب انہی کی اور انہی کے سب تاج وتخت ہیں ہمیں اور جہان کو انہی کے صدقہ میں نجات ملے گی۔ ان کے لئے فردوس سے جھولا آیا۔ حوروں نے جھولا جھلایا خدا نے

اور خدا کے حبیب نے انکا ناز اٹھایا۔ ان کی والدہ شریفہ وہ خاتون جنت ہیں جن کے واسطے رب العزت نے چادر تطہیر نازل فرمائی۔ اس واقعہ کو فقیر نے اپنے کلام میں بھی بیان کیا ہے اور وہ کلام شائع بھی ہوگیا۔ اس پر اب جو اعتراض ہوا۔ نجانے کیوں ہوا حالانکہ اگر یہ صحیح شدہ نہ ہوتو خود مفتی اعظم صاحب کے قبالہ جنت میں کیوں طبع ہوتا۔ اب عرض ہے کہ جواب عنایت فرمائیں صحیح ہے یا غلط۔ یہ سوال دوسری مرتبہ آں قبلہ کے پاس بھیج رہا ہوں پہلے ارسال کیا تھا مگر آپ دو ماہ کے طویل سفر میں تشریف لے جارہے تھے اور آپنے جواب میں فرمایا تھا کہ دو ماہ بعد استفتاء بھیجنا لہٰذا پیش خدمت ہے۔

المستفتی قاضی سید محمد غیور علی قادری رضوی مصطفوی جادوئی

حال وارد بڑی سادڑی ضلع چتوڑگڑھ۔ راجستھان

نوٹ براہ کرم دار الافتا کی مہر اور تصدیق بھی ہر فتوی پر ہونی چاہئے۔

الجواب

نحمد ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم

یہ واقعہ کسی عربی کی معتبر و مستند کتاب میں میری نظر سے نہیں گذرا تو یقین کے ساتھ نہ اس کو صحیح کہا جاسکتا ہے نہ غلط۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ ۲۴ جمادی الاخریٰ ۷۷ ۱۳ھ

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل، العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۱۲۶)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع عظام دامت برکاتہم العالیہ مسائل حسب ذیل میں

(۱) حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ ہر صدی کے ختم پر اللہ عز وجل ایک مجدد بھیجتا ہے۔ یہ کیا صحیح ہے اور مجدد بھیجنے سے کیا مصلحت ہے اور مجدد کا کام کیا ہے۔ اس کے آنے سے کیا فائدہ ہوتا ہے؟ ہر صدی کے ختم پر آتا ہے یا اس سے پہلے یا ہر صدی کے ختم پر آتا ہے۔ یا دو چار مجدد بھی آتے ہیں؟ یعنی بھیجے جاتے ہیں اور اس چودھویں صدی کا مجدد کون ہے؟

(۲) ''علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل'' کا مطلب اور ترجمہ کا خلاصہ بیان کیا جائے اور کیا یہ حدیث شریف میں ہے یا نہیں؟

الجواب

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

(۱) ابوداؤد شریف اور حاکم نے مستدرک میں، بیہقی نے معرفہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

ان اللہ تعالیٰ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔

(جامع صغیر السیوطی مصری ج ۱ ص ۶۲)

علامہ سیوطی نے اس حدیث کے صحیح ہونے کی تصریح کی۔ مجدد کے بھیجنے کی مصلحت اور فائدہ امت کے لئے دین کی تقویت وتائید ہے۔ مجدد کا کام دین کی نصرت اور اس کا تازہ کرنا۔ سنت کو قوت دینا اور اسے رائج کرنا علم کا نشر کرنا۔ کلمہ کو بلند کرنا۔ گمراہی کا قلع قمع کرنا۔ اہل بدعت کا رد وابطال کرنا ہے۔ یہ مجدد ہر صدی کے ختم کے کنارہ پر آتا ہے۔ اکثر محدثین یہی فرماتے ہیں کہ حدیث شریف سے یہی مستفاد ہوتا ہے کہ ہر صدی کے لئے ایک مجدد ہوتا ہے۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ ایک صدی میں چند محدثین بھی ہو سکتے ہیں۔ ھذا کلہ فی اشعۃ اللمعات والمرقاۃ۔

عرب وعجم اور حرمین محترمین کے علماء کرام ومفتیان عظام نے اس چودہویں صدی کے مجدد عالم علامہ فاضل فہامہ عمدۃ المحققین زبدۃ المدققین محی الشریعۃ السنیۃ موئد الطریقۃ المرضیہ باقر مشکلات العلوم مبین المنطوق منھا والمفھوم عین الاعیان وحید العصر والزمان مولانا الشاہ احمد رضا خاں رضی اللہ عنہ ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲) حضرت علامہ قاری نے موضوعات کبیر میں فرمایا: حدیث ”علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل قال الدمیری والعسقلانی لا اصل لہ وکذا قال الزرکشی۔

(موضوعات کبیر مجتبائی ص ۴۴)

یعنی علامہ دمیری وعسقلانی وعلامہ زرکشی نے فرمایا کہ اس حدیث کی کچھ اصل نہیں۔ یعنی یہ حدیث موضوع ہے اور جب اس کا موضوع ہونا ثابت ہوگیا تو پھر اس کے صحیح مطلب کا سوال ہی باقی نہیں رہتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

نوٹ:

﴿یہاں اصل میں نہ سوال ہے اور نہ اس کا جواب، یہ کسی جواب پر تصدیق ہے﴾

جواب صحیح وصواب ہے اور موافق سنت وکتاب ہے حقیقت تو وہ ہے کہ حضرت مولانا مفتی محبوب علی خاں صاحب کا اپنی غلطی کو مان لینا اور توبہ کی اشاعت کر دینا وہ مبارک اقدام ہے جو قابل تقلید ہے اور یہ مبارک فعل وہی شخص کر سکتا ہے جس کے قلب میں خوف الٰہی اور احترام حکم رسالت پناہی موجود ہو۔ اور وہ جذبہ ایمانی اور امتثال احکام دینی کی دولت کا مالک ہو، بلکہ یہ ان کے اچھے عالم دین وملت وعامل احکام شریعت ومفتی ملت غراو حامل سنت بیضا ہونے کی روشن دلیل ہے۔ مولانا المکرّم نے یہ کام کر کے اس دور پر فتن میں سلف کرام کی سنت کو زندہ کر دیا ہے اور علماء حقانی اور علماء سوء مین امتیاز کی بین نظیر قائم کر دی ہے۔ نیز توبہ کی توفیق اسی قلب میں ہوتی ہے جس میں صحت عقائد اور سچے عملی جذبات ہوں، اور اسے اپنے نفس پر پورا پورا قابو حاصل ہو۔ لوگوں کے طعن اور عار کا دل پر اثر نہ ہو۔ اور خوف الٰہی اس کے سینہ میں موجزن ہو۔ لہذا ہر منصف مزاج صحیح العقیدہ دیندار مسلمان کے قلب میں تو حضرت مفتی صاحب موصوف کی عزت وعظمت پہلے سے زائد ہونی چاہیے۔ اور انکے سچے عالم ملت ومفتی ہونے کا راسخ اعتقاد قائم ہونا چاہیے۔ پھر جو شخص حضرت مفتی صاحب کی اس بے مثل خلوص مذہبی اور بے نظیر جذبہ دینی اور اس مبارک اقدام اور قابل اتباع کام کی قدر نہ کرے اور اسکے خلاف پروپگنڈہ کرے اس کو یا تو مفتی صاحب سے ذاتی بغض وعناد ہے یا وہ بدعقیدہ وہابی ہے۔ کہ اس کے ناپاک مذہب میں اپنی غلطی کا اعتراف کر لینا زبردست گناہ ہے اور خدا کے حضور توبہ واستغفار کرنا جرم عظیم ہے اور انتہائی عار وطعن کا سبب ہے بلکہ ان کے گندے عقیدہ میں لوگوں کا خوف خدا کے خوف سے زیادہ ہے۔ اور خدا کے سامنے توبہ کرنا بھی بدترین گناہ ہے۔ اور ذلیل ترین کام ہے۔ جیسے اکابر وہابیہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخیاں لکھیں۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جناب میں بڑی بڑی گالیاں دیں اور چھاپ کر شائع کیں پھر انہوں نے نہ تو اپنی غلطیوں کو مانا، نہ علماء عرب وعجم کے فتووں پر اپنی طرف سے توبہ شائع کی بلکہ انہیں لوگوں کا طعن توبہ سے مانع وحاجب رہا۔ اور وہ آج تک اپنی غلطیوں اور صریح کفروں کی تائید کر رہے ہیں۔ تو یہ مفتی صاحب کے خلاف پروپگنڈہ کرنے والے کس قدر قرآن وحدیث کی مخالفت پر اتر پڑے ہیں۔ قرآن کریم کی مخالفت تو اوپر کی پیش کی ہوئی آیت سے ظاہر ہے اور حدیث پاک کی مخالفت ملاحظہ ہو۔

ترمذی شریف وابن ماجہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے:

قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ان الله يقبل توبة العبد مالم يغرغر۔

(مشکوۃ شریف۔ ص۲۰۴)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ قبول فرماتا ہے جب تک اسی کی روح گلے میں نہ پہونچے۔ (یعنی حضور موت کے وقت توبہ قبول نہیں)

حدیث شریف سے ثابت ہوگیا کہ حضور موت سے پہلے کی ہر توبہ مقبول ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر ایسی توبہ کو قبول فرمالیتا ہے۔ تو مفتی صاحب کی توبہ مقبول ثابت ہوئی۔ لیکن ان مخالفین کے نزدیک غیر مقبول ہے تو انہوں نے حدیث پاک کا کھلا ہوا مقابلہ کیا۔

ابن ماجہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم التائب من الذنب کمن لا ذنب له۔

(مشکوۃ شریف۔ ص۲۰۶)

گناہ سے توبہ کرنے والا مثل اس شخص کے ہے جس پر کوئی گناہ نہیں ہے

اس حدیث شریف سے ثابت ہوگیا کہ توبہ کرنے والا مثل گناہ نہ کرنے والا کے غیر مجرم ہے۔ اور یہ مخالفین اسکو بعد توبہ کے بھی مجرم قرار دے رہے ہیں۔ تو کیا یہ حدیث کی کھلی ہوئی مخالفت نہیں ہے۔

ابن عساکر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا تاب العبد انسی الله الحفظة ذنوبه و انسی ذلك جوارحه و معالمه من الارض حتی یلقی الله و لیس علیه شاهد من الله بذنب۔ (جامع الصغیر۔ ص۱۸)

جب بندہ توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ فرشتوں کو بھلادیتا ہے۔ اور اس کے جوارح اور زمین کے معالم کو بھی بھلادیتا ہے یہاں تک کہ وہ جب اللہ سے ملاقات کرے گا تو اس پر گناہ کا کوئی شاہد نہ ہوگا۔

اس حدیث شریف نے تو یہ ثابت کردیا کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے کے گناہوں کو اس اہتمام سے میٹ دیتا ہے کہ اسکے گناہ پر کوئی شاہد تک نہ چھوڑتا ہے۔ اور یہ مخالفین اس کے مقابل میں بعد توبہ کے بھی اس کے جرم کو اچھالتے ہیں۔ اور اس کے خلاف پروپگنڈہ کررہے ہیں۔ اور اس کے لئے منافرت پیدا کررہے ہیں۔ تو یہ مخالفین قرآن وحدیث کی مخالفت کرنے والے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف پروپگنڈہ کرنے والے ثابت ہوئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۱۲۷)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ

زید کہتا ہے کہ سورج غروب نہیں ہوتا ہے تو بکر نے کہا تو غلط کہتا ہے سورج ضرور ڈوبتا ہے ہم آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں، کہ آفتاب صبح مشرق سے طلوع ہوتا ہے اور مغرب میں غروب ہوجاتا ہے تو زید نے کہا ہاں یہ بات تو صحیح ہے کہ صبح آفتاب نکلتا ہے اور شام کو ڈوبتا ہے لیکن ڈوبتا نہیں۔ ہم تو یہاں سے یہ دیکھتے ہیں کہ آفتاب ڈوب گیا اور عرش معلیٰ کے نیچے ہے، یہ غلط ہے بلکہ اس وقت آفتاب امریکہ میں نظر آتا ہے۔ اب بتاؤ کہ آفتاب کہاں ڈوبتا ہے، اور کہاں عرش معلیٰ کے نیچے گیا تو زید کہتا ہے کہ اب کیا جواب دیا جائے۔ اس دلیل سے وہ تو آفتاب کو ایک جگہ پر مستقل رہنا بتاتے ہیں۔ لہذا اصل حقیقت سے مطلع کیا جاوے کہ شمس غروب ہوتا ہے، یا نہیں اور ہوتا ہے تو ثبوت دے کر واضح فرمادیں تاکہ سائنس والوں کی فہم میں آجاوے اور جواب عقلی دلیل سے ہو، کیوں کہ زید حدیث وقرآن کو مانتا نہیں۔ جواب دیکر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب

نحمد ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

روزانہ آفتاب بلاشبہ صبح کو مشرق سے طلوع کرتا ہے، اور شام کو مغرب میں غروب کرتا ہے، اس کا انکار یقیناً مشاہدہ کا انکار ہے، جو ادنی سی عقل سے بھی بعید ہے۔ اب باقی رہا یہ امر کہ آفتاب تمام مکان و زمین پر بیک وقت طلوع یا غروب ہوتا ہے یا مختلف اوقات میں۔ تو ظاہر ہے کہ وہ تمام مکان وزمین پر بیک وقت طلوع یا غروب نہیں ہوسکتا کہ جب زمین گول اور مدور ہے، اور ربع مسکوں کی جانب میں سکونت تسلیم ہے۔ اور آفتاب اپنے فلک کی منازل میں دورہ کرتا ہے۔ تو ایک گول چیز کی ہر جانب پر بسنے والوں پر آفتاب کا بیک وقت طلوع یا غروب ممکن ہی نہیں کہ ہر حصہ زمین کا رہنے والا اس کی گولائی کی جہت سے آفتاب کے طلوع یا غروب کو مختلف وقتوں میں پائے گا۔ چنانچہ جس قدر مشرق سے قریب ہوتا جائیگا طلوع وغروب پہلے ہوتا جائے گا۔ اور جتنا مشرق سے بعد ہوتا جائے گا، اسی تناسب سے طلوع و غروب میں دیر ہوتی جائے گی۔ مثلاً کلکتہ، دہلی، بمبئی ہی کو لے لیجئے کہ کلکتہ میں جب آفتاب طلوع

ہوگا دہلی اس وقت رات کا آخری حصہ ہوگا کہ اس میں تخمینا نصف گھنٹہ کے بعد یہاں طلوع ہوگا، اسی طرح غروب کی نسبت کو سمجھ لیجئے کہ کلکتہ میں جس وقت غروب آفتاب ہوگا اس وقت دہلی میں دن ہوگا اور جب دہلی میں غروب ہوگا تو اس وقت بمبئی میں دن ہوگا تو ثابت ہوگیا کہ ہر مشرق کی طرف رہنے والے کے لئے غروب آفتاب بہ نسبت مغرب کی طرف رہنے والے کے پہلے ہوگا، اور مغرب کی طرف رہنے والے کے لئے بہ نسبت مشرق والے کے غروب آفتاب بعد میں ہوگا۔ سورج برابر اپنی منازل مین ضرور دورہ کرتا ہے ہر مقام کا باعتبار دوسرے مقام کے طلوع وغروب آفتاب میں ضرور تفاوت ہوتا ہے تو بعض حصہ زمین والوں کے لئے جو رات ہے دوسروں کے لئے وہ دن ہوسکتا ہے۔ اس کو ہر ذی عقل تسلیم کرنے کے لئے مجبور ہے۔

اب باقی رہا سورج کا عرش معلیٰ کے نیچے رہنا تو اس کا کوئی عاقل کس طرح انکار کرسکتا ہے کہ عقلا جس کو نواں آسمان کہتے ہیں، اہل شرع اسکو عرش کہتے ہیں۔ اور آفتاب فلک چہارم پر ہے۔ اور آفتاب جب اپنے فلک میں سیر کریگا تو بہر صورت فلک نہم کے نیچے ہی تو رہے گا تو اس کا انکار کرنا مسلمات کا انکار ہے جو عاقل کے لئے کسی طرح مناسب نہیں، اور آفتاب کا ایک جگہ پر مستقل ماننا اگر اس کی یہ مراد ہے کہ وہ اپنے فلک، میں متحرک نہیں اور اپنے منازل میں سیر نہیں کرتا تو اس میں شمسی تاریخوں اور اس سے متعلق تمام امور کا صاف انکار ہے۔ اور اگر بجائے آفتاب کے آسمان کی حرکت کا اقرار ہے تو یہ علاوہ عقیدہ اہل اسلام کے خود سائنس والوں کے مسلک کے بھی خلاف ہے، لہذا قول بکر عقلا ونقلا صحیح ہے اور زید کا قول خلاف عقل ونقل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۱۲۸۔۱۱۲۹۔۱۱۳۰)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں۔

(۱) حدیث۔ ان اللہ عزوجل یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مأۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔ ابوداؤد کے علاوہ۔

کیا کسی دوسری حدیث میں یا فقہ حنفی کے کسی جزیہ میں اس حدیث کے خلاف یہ تصریح بھی وارد ہوئی ہے کہ یہ مجدد ایک ہزار سال کے بعد ہوا کریگا تو جو شخص حدیث کی بیان کردہ مدت تجدید کے خلاف

مجدد ہونے کا دعویٰ کرے اور دین الٰہی اور عقائد حقہ کی تخریب کرے تو وہ مجدد ہو سکتا ہے یا نہیں اور جو شخص ایسے کو مجدد مانے وہ از روئے شریعت وطریقت کس جرم کا مرتکب ہے؟۔

(۲) زید پیر عبد البصیر میاں مرحوم کا مرید ہے اور ان کو اللہ یا اللہ ہو یا اللہ میاں یا اللہ ہو میاں یا اللہ میاں کہتا اور کہلواتا ہے لہذا بالتفصیل علیحدہ علیحدہ پانچوں الفاظ کے متعلق تحریر فرمایا جائے کہ ان کا اطلاق بطور اسم ذات یا نام یا لقب یا خطاب کسی پیر مرشد کے لئے استعمال کرنا کفر ہے یا نہیں اور ایسے پیر سے مرید ہونا جائز ہے یا نہیں اور ایسا شخص کسی ولی اللہ کے مزار کا سجادہ نشین یا متولی یا مجاور یا منتظم بنایا جا سکتا ہے یا نہیں اور ایسے شخص سے جو لوگ مرید ہو چکے ہوں یا اس کے شریک ہوں ان کے لئے شریعت وطریقت کا کیا حکم ہے؟۔

(۳) سئل الصادق عن الصلوة یلبسن السوداء فقال لا یصلین فانها لباس اهل النار وقال امیر المومنین فیما علم اصحابه لا تلبسوا لسوداء عنه فانها لباس فرعون من لا یحضره الفقیه باب یصلی فیه۔

امام جعفر صادق کے فرمان کے مطابق شیعہ عورتوں کو کالا لباس پہننا ممنوع فرمایا ہے اور اس کو دوزخیوں کا لباس فرمایا ہے اور علی مرتضی کے فرمان کے مطابق شیعہ مرد وعورت کو کالا لباس پہننا ممنوع ہے سیاہ لباس کو فرعون کا لباس فرمایا ہے اس کے متعلق کتب اہلسنت میں کیا تحقیق وتصریح ہے اگر سنی حنفی مذہب میں بھی، سیاہ لباس لباس اہل نار ہو اور لباس فرعون ہو اور ممنوع ہو اور کالے کپڑوں کو پہننا ناجائز ہو تو بحوالہ کتاب وصفحہ وسطر تحریر فرمایا جاوے کالے کپڑے پہننے کی ممانعت میں اہلسنت احناف مذکورہ جزیہ شیعہ کو تسلیم نہیں کرتے تاوقتیکہ وہ اہلسنت کی احادیث وفقہ حنفی کے دلائل نہ دیکھ لیں۔ لہذا جو شخص اپنے کو سنی حنفی کہے اور کالے کپڑے پہنے اس کے متعلق از روئے شریعت وطریقت کیا حکم ہے عمامہ سیاہ کے مسنون ہونے کی حدیث معلوم ہے۔

نوٹ۔ چونکہ ہندوستان بھر میں کوئی مفتی یا شیخ اتنی تحقیق یا ثبوت سے جواب نہیں لکھتا ہے جیسا کہ آپ تحریر فرماتے ہیں جس سے ہر شخص کی تسکین ہو جاتی ہے اور مخالف کو گنجائش کا پہلو نہیں ملتا اس لئے سوال آپ کی خدمت مین بھیجا جا رہا ہے مزید توجہ سے تحریر فرمادیں جواب کے لئے لفافہ حاضر ہے والسلام۔

اولاد حسین ماسٹر اسکول بارہ دری شہر کہنہ بریلی

الجواب

نحمد ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

(۱) اس حدیث شریف کے خلاف ایک ہزار سال کے بعد مجدد کا ہونا نہ کسی دوسری حدیث شریف میں نہ فقہ کی کسی کتاب میں میری نظر سے گذرا۔ نہ اس حدیث شریف کی شروح ہی میں سے کسی شرح نے اس مضمون کی طرف اشارہ کیا۔ فقہ کی کسی کتاب میں تو یہ مضمون کیا ہوتا۔ اگر ہوتا تو کسی حدیث شریف میں ہوتا۔ اور اگر کسی حدیث میں ہوتا تو شراح اس کی اس حدیث سے توفیق دکھاتے مگر شراح نے تو بجائے اس کے ہر صدی کے مجددوں کی شمار کرائی ہے۔

چنانچہ علامہ محمد طاہر نے مجمع بحار الانوار میں اس حدیث کے تحت میں فرمایا:

والحدیث اشارۃ الی جماعۃ من الاکابر علی رأس کل مائۃ ففی رأس الاولی عمر بن عبدالعزیز ومن الفقہاء والمحدثین وغیرہم مالا یحصی۔ وفی الثانیۃ المامون والشافعی والحسن بن زیاد واشہب المالکی وعلی بن موسی ویحی بن معین ومعروف الکرخی۔ وعلی الثالثۃ المقتدر وابو جعفر الطحاوی الحنفی وابو جعفر الامامی وابوالحسن الاشعری والنسائی۔ وعلی الرابعۃ القادر باللہ وابو حامد الاسفراینی وابوبکر محمد الخوازمی الحنفی والمرتضی اخوالرضا الامامی وعلی رأس الحامس المستظہر باللہ والغزالی والقاضی فخرالدین الحنفی وغیرہم۔ از مجمع بحار کشوری ج ۱ ص ۱۶۷

اور حدیث مذکور میں ہر صدی کے کنارہ پر اکابر کی ایک جماعت کی طرف اشارہ ہے تو پہلی صدی کے کنارہ پر عمر بن عبدالعزیز اور ان کے سوا فقہاء ومحدثین سے کثیر ہیں۔ اور دوسری صدی میں خلیفہ مامون اور امام شافعی اور حسن بن زیاد اور اشہب مالکی اور علی بن موسی اور یحیی بن معین اور معروف کرخی ہیں تیسری صدی پر خلیفہ مقتدر۔ اور امام ابوجعفر طحاوی حنفی۔ اور امام ابوجعفر امامی اور حضرت ابوالحسن اشعری۔ اور امام نسائی۔ اور چوتھی صدی پر خلیفہ قادر باللہ اور ابوحامد اسفرائنی اور امام ابوبکر خوارزمی حنفی۔ اور مرتضی برادر رضا امامی۔ اور پانچویں صدی پر خلیفہ مستظہر باللہ اور امام غزالی۔ اور قاضی فخر الدین حنفی وغیرہم اس عبارت سے ثابت ہوگیا کہ اگر کوئی حدیث شریف یا قول ہزار سال کا ہوتا تو پھر ہر صدی پر مجددین کے اسماء کے ذکر کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہ ہوتی۔ اب جو دعوی کرتا ہے کہ ہزار سال کا قول بھی ہے تو وہ پیش کرے اور اپنے دعوے کو کسی صحیح حدیث یا فقہ کی معتبر کتاب کے مفتی بہ قول سے ثابت کرے۔ پھر

جب وہ دلیل شرعی سے ثابت نہ کر سکے تو دعوے کا غلط و باطل ہونا خود ہی ظاہر ہو جائے گا۔ پھر شراح حدیث نے ان مجددین کے یہ خدمات اور کارنامے شمار کئے۔

حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

بدانکہ اکثر مردم ازیں حدیث چناں فہمیدہ اند کہ مراد یک شخص ست از امت کہ ممتاز میگردد از بیان اہل زبان خود بتجدید ونصرت دین وترا ویج وتقویت سنت وقلع وقمع بدعت ونشر علم واعلائے کلمہ اسلام تا انکہ تعیین کردہ اند کہ در مائۃ اولی فلاں بود ودر مائۃ دوم فلاں وبعض گفتہ اند کہ اولیٰ حمل بہ عموم ست خواہ یک کس باشد یا جمع باشند۔ (اشعۃ اللمعات ج ا ص ۱۶۹)

جانو۔ اس حدیث سے اکثر محدثین یہ سمجھے ہیں کہ مجدد سے امت کا ایسا ایک شخص مراد ہے جو اپنے زمانے میں سب لوگوں سے ان امور میں ممتاز ہو۔ دین کی تجدید ونصرت کرنے میں۔ سنت کو تقویت وترویج دینے میں بدعت کا قلع قمع کرنے میں۔ علم کی اشاعت میں۔ کلمہ اسلام کے بلند کرنے میں یہاں تک کہ انہوں نے معین کر دیا ہے کہ پہلی صدی میں فلاں تھے۔ دوسری صدی میں فلاں۔ اور بعض نے کہا ہے کہ بہتر عموم پر حمل کرنا ہے خواہ ایک شخص ہو یا جماعت ہو۔

اس عبارت سے ثابت ہو گیا کہ مجدد وہ ہے جو دین حق کی مدد کرے۔ سنت کی ترویج کرے۔ بدعت وگمراہی کا قلع قمع کرے۔ علم دین کو پھیلائے۔ اعلائے کلمۃ الاسلام کرے۔ لہذا جو شخص بجائے ان امور کے دین الٰہی اور عقائد اسلام کی تخریب کرے۔ گمراہی کو پھیلائے۔ کلمہ باطل کو بلند کرے وہ مجدد کیسے ہو سکتا ہے۔ بلکہ وہ تو گمراہ گر اور مضل ہے۔ پھر جو ایسے کھلے ہوئے گمراہ اور مضل کو مجدد کہتا اور مانتا ہے وہ شرعا گمراہ گر و بیدین ہے۔ اس پر توبہ واستغفار ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) زید کا اپنے پیر کو اللہ۔ یا اللہ ہو۔ یا اللہ میاں۔ یا اللہ ہو میاں کہنا کہلوانا یعنی خدا کے اسم ذات کا اپنے پیر پر بطور نام کے یا لقب وخطاب کے اطلاق کرنا کفر ہے۔

عقائد کی مشہور کتاب شرح فقہ اکبر میں ہے:

من قال للمخلوق یاقدوس او القیوم او الرحمن او قال اسما من اسماء الخالق کفر انتھی وھو یفید انہ من قال المخلوق یاعزیز او نحوہ یکفر الخ۔

تو جو ایسا صریح کفر بکے اس سے مرید ہونا کسی طرح جائز نہیں بلکہ اس کو کسی بزرگ کے مزار کا سجادہ۔ یا متولی۔ یا مجاور۔ یا منتظم ہرگز ہرگز نہ بنایا جائے۔ ایسے شخص سے جو مرید ہو گیا وہ اپنے آپ کو

اس کی بیعت سے جدا سمجھے کہ جب وہ شرعا مسلمان ہی نہیں تو اس سے کسی مسلمان کو کیا واسطہ اور کیسی بیعت۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب

(۳) یہ شیعوں کی روایت ہے جس پر کسی طرح کا نہ اعتبار نہ اعتماد۔ فقہ حنفی میں سیاہ لباس جائز ہے۔ خود امام اعظم رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے مروی ہے:

عن ابی حنیفة لاباس بالصبغ الاسود۔ عالمگیری بلکہ فتاوی برہنہ میں سیاہ لباس کو مستحبات میں شمار کرایا۔ ولباس سفید وسبز وہمچنیں سیاہ جبہ باشد یا عمامہ۔

اور سیاہ چادر۔ سیاہ عمامہ۔ سیاہ موزے کا پہننا خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ اور سیاہ موزہ تو خف العلماء کے نام سے مشہور ہے۔ ہاں میت کے سوگ میں سیاہ لباس کا پہننا ناجائز ہے۔

فتاوی عالمگیری میں ہے:

لایجوز صبغ الثیاب اسود واکھب تاسفا علی المیت قال صدر الحسام لایجوز تسوید الثیاب فی منزل المیت کذا فی القنیة۔

لہذا سیاہ کپڑا پہننا شرعا جائز بلکہ مستحب ثابت ہوئے۔ تو سیاہ کپڑا پہننے والے پر نہ شریعت سے کوئی ممانعت نہ طریقت سے کچھ ملامت۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب ۴ رشوال المکرم ۱۳۷۸ھ

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل، العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۱۳۱)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع اس مسئلہ میں کہ

زید کہتا ہے کہ مدرسہ دیوبند مرتبہ پاخانہ کا رکھتا ہے اور اس میں پڑھنے والا شیطان اور دجال ہے اور مولوی اشرف علی تھانوی خود کافر اور حسین احمد مدنی خود دجال کا شاگرد ہے۔ بکر کہتا ہے مدرسہ دیوبند اچھا مدرسہ ہے اور اس کے مقابلہ میں ہندوستان مین کوئی مدرسہ نہیں اس میں قرآن وحدیث اللہ ورسول کی تعریف ہوتی ہے لہذا اسی مدرسہ کو اور علم کو کفر اور دجال کہنا خود کفر ہو۔

سائل محمد ادریس حسین آسامی

الجواب

نحمد ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم

کون نہیں جانتا ہے کہ پاخانہ نجاست ظاہری کا مقام ہے اس بنا پر اس سے طبعا نفرت وکراہت ہوتی ہے اور حدیث شریف میں اس کو شیطان کا مقام ومکان قرار دیا گیا ہے جیسا کہ ابوداؤد وابن ماجہ کی حدیث میں زید ابن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

ان هذه الحشوش محتضرة ۔ یعنی یہ پاخانہ شیطان وجنات کے حاضر ہونے کا مقام ومحل ہے۔تو وہ مدرسہ دیوبند جو نجاست باطنی کفر وضلالت کا محل ہے تو وہ پاخانے سے بدتر ونجس تر مقام ثابت ہوا اور وہ محل راس الشیاطین ثابت ہوا اب اس میں پڑھنے والے کا شیطان ودجال کہنا محل تعجب نہیں اور کوئی شرعی مواخذہ نہیں کیا جاسکتا تو قول زید میں کوئی قباحت شرعی ثابت نہ ہوسکی اور مولوی اشرف علی تھانوی اور حسین احمد فیض آبادی کے اقوال کفران کی تصانیف سے ظاہر ہیں تو ان کے شاگرد دجال وکفار ہونے میں کوئی شک نہیں یعنی شرعی مواخذہ نہیں کیا جاسکتا اس زید کے مقابلہ میں بکر کا قول نہ فقط غلط بلکہ سرتاپا دجل وفریب ہے اس کا یہ قول کہ مدرسہ دیوبند کے مقابلہ میں ہندوستان میں کوئی مدرسہ نہیں ہے اس معنی کر صحیح ہوسکتا ہے کہ اس میں بظاہر تو قرآن وحدیث اور درس وتعلیم کا دعویٰ کیا جاتا ہے اور درحقیقت اس میں جس قدر کفر وضلالت وگمراہی وبیدینی کی تعلیم دی جاتی ہے تو اس امر میں ہندوستان کا کوئی مدرسہ مقابلہ نہیں کرسکے گا بلکہ یہ دعوی (اس میں قرآن وحدیث کی تعریف ہوتی ہے) غلط اور باطل ہے کہ اس میں قرآن وحدیث کی مخالفت اللہ ورسول جل جلالہ ۔ صلی اللہ علیہ سلم کی توہین ہوتی ہے اور طلبہ کو سکھائی جاتی ہے اسی بنا پر اہل اسلام اس مدرسہ کو اس کی تعلیم کو برا اور خلاف شرع جانتے ہیں اس کو کفر قرار دینا بکر کی جہالت اور لاعلمی کی بین دلیل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل ، الفقیر الی اللہ عزوجل ،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول ، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

فہرست مآخذ ومراجع

﴿الف﴾

		متوفی
الاشباہ والنظائر	شیخ ابراہیم ابن نجیم	٩٧٠
ارشاد الساری شرح بخاری	شہاب الدین احمد محمد قسطلانی	٩٢٣
احیاء العلوم	امام محمد بن محمد الغزالی	٥٠٥ھ
اخبار المدینہ	زبیر بن بکار الزبیری	٢٥٦ھ
اخبار مدنیہ	محمد حسن المدنی ابن زبالہ	٣٠٠ھ
الادب المفرد	امام محمد بن اسماعیل بخاری	٢٥٦
الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب	ابوعمر یوسف بن عبدالبر	٤٥٣
اشعۃ اللمعات	شیخ محقق عبدالحق الدہلوی	١٠٥٢
اخبار الاخیار	الشیخ عبدالحق محدث دہلوی ١٠٥٢	
الاصابہ فی تمیز الصحابۃ	ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی	٤٣٠
الام للشافعی	محمد بن ادریس الشافعی	٢٠٤
اسد الغابہ	ابوالحسن علی بن محمد الجزری	٦٣٠

امداد الفتاح	حسن بن عمارہ شرنبلالی	۱۰۶۹
الاتقان	جلال الدین عبد الرحمن السیوطی	۹۱۱
انباء الاذکیاء	جلال الدین عبد الرحمن السیوطی	۹۱۱
الانتباہ فی سلاسل الاولیاء	شاہ ولی اللہ بن عبد الرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
ازالۃ الخفا	شاہ ولی اللہ بن عبد الرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
الانصاف	شاہ ولی اللہ بن عبد الرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
الانصار لامام ائمۃ الامصار	سبط امام ابن جوزی	
اتحاف الزائرین	حافظ ابو الیمان	
الاصلاح والایضاح	احمد بن سلیمان بن کمال باشا	۹۴۰
انباء المصطفیٰ	امام احمد رضا محدث بریلوی	۱۳۴۰
اتحاف السادۃ المتقین	سید محمد بن محمد مرتضیٰ زبیدی	۱۲۰۵

﴿ب﴾

بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع	علاء الدین بن ابی بن مسعو الکاسانی	۵۸۷
بلوغ المرام	حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی المکی	۹۷۳
البنایہ شرح الہدایۃ	بدر الدین ابی محمد محمود بن احمد العینی	۸۵۵
البحر الرائق	شیخ زین الدین بن ابراہیم بن نجیم	۹۷۰
بہجۃ الاسرار	یوسف بن جریر شطنوفی	۷۱۳
براہین قاطعہ	رشید احمد گنگوہی	۱۹۰۵
بدر المنتقیٰ شرح الملتقیٰ	علامہ علاء الدین حصکفی	

تفسیر ابن مردویہ	احمد بن موسی بن مردویہ	۴۱۰
تفسیر احکام القرآن	حجۃ الاسلام ابوبکر رازی	
تفسیرات احمدیہ	احمد بن ابوسعید ملاجیون	۱۱۳۰
تفسیر ثعلبی	ابواسحاق احمد بن محمد	۴۲۷
تفسیر واحدی	ابوالحسن علی بن احمد الواحدی	۴۶۸
التفسیر الکبیر	امام فخر الدین الرازی	۶۰۶
تفسیر لباب التاویل فی معانی التنزیل	علاء الدین علی بن محمد البغدادی معروف بہ خازن	۷۴۱
تفسیر صاوی		
تفسیر جمل	علامہ جمل	
التقریب	جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی	۹۱۱
تقریرات الرافعی	امام عبدالقادر الرافعی فاروقی	۱۳۲۳
التہذیب	جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی	۹۱۱
تہذیب التہذیب	امام ابوعبداللہ الذہبی	۷۴۸
تکمیل الایمان	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۱۰۵۲
تنویر المقیاس	ابوطاہر محمد بن یعقوب فیروز آبادی	۸۱۷
تنویر الابصار	شمس الدین محمد بن عبداللہ احمد تمرتاشی	۱۰۰۴
تلویح شرح توضیح	سعد الدین مسعود بن عمر بن عبداللہ تفتازانی	۷۹۲
تحفۂ اثنا عشریہ	الشاہ عبدالعزیز محدث دہلوی	۱۲۳۹
تقویۃ الایمان	شاہ اسمٰعیل دہلوی	

کتاب	مصنف	سن
تفریح الخاطر		
تطہیر الجنان واللسان	ابن حجر مکی	
تجلی الیقین	امام احمد رضا محدث بریلوی	۱۳۴۰
تحذیر الناس	اشرف علی تھانوی	
تنویر العینین	نواب صدیق حسن خاں بھوپالی	
تاریخ الخلفاء	امام سیوطی	
التصدیقات (المہند)	خلیل احمد انبیٹھوی	
تکملہ شرح اربعین		
التعظیم والمنۃ	جلال الدین عبد الرحمٰن السیوطی	۹۱۱
تقدیمہ شرح مقدمہ ابو اللیث		
تعطیر الکلام	علامہ عبد الغنی نابلیسی	

﴿ج﴾

کتاب	مصنف	سن
الجامع الصحیح، اول، ثانی	امام محمد بن اسماعیل البخاری	۲۵٦
الجامع الصحیح	امام مسلم بن حجاج القشیری	۳٦۱
جامع الترمذی	ابو عیسی محمد بن عیسی الترمذی	۲۷۹
الجامع الکبیر	جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی	۹۱۱
الجامع الصغیر للسیوطی	جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی	۹۱۱
جامع الرموز	شمس الدین محمد الخراسانی القہستانی تقریبا	۹٦۲
جذب القلوب الی دیار المحبوب	شیخ عبد الحق محدث الدہلوی	۱۰۵۲

جوہر منظّم	شہاب الدین بن احمد بن حجر العسقلانی المکی	۹۷۳
الجوہر النقی	علاء الدین علی	
جامع الفصولین	شیخ محمود بن اسرائیل بن قاضی	۸۲۳
جواہر الاخلاطی	برہان الدین ابراہیم بن ابوبکر اخلاطی	
جواہر الفتاوی	رکن الدین ابوبکر بن محمد بن ابی المفاخر	۵۶۵
الجوہرۃ النیرۃ	ابوبکر بن علی بن محمد الحداد الیمنی	۸۰۰
جامع البیان فی تفسیر القرآن	محمد بن جریر الطبری	۳۱۰
الجامع الصغیر فی اصول الفقہ		
جمل شرح دلائل	سلیمان جمل	
جواہر البحار	سید یوسف بن اسمعیل نبہانی جزریہ	
جامع العلوم	قاضی عبد النبی احمد نگری	

﴿ح﴾

الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ محمدیہ	شیخ اسماعیل بن الغنی النابلسی	۱۱۴۳
حلیۃ الاولیاء	ابونعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی	۴۳۰
الحلیۃ	علامہ ابراہیم الحلبی	۹۷۱
حاشیۃ الدرر	محمد بن مصطفیٰ ابوسعید خادمی	۱۱۷۶
حاشیہ ابن شلبی علی التبیین	احمد بن محمد شلبی	۱۰۲۱
حاشیہ علی الدرر	قاضی محمد بن فراموز ملاخسرو	۸۸۵
الحصن الحصین	شمس الدین محمد بن محمد ابن جزری	۸۳۳

حجۃ اللہ البالغہ	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم دہلوی	۱۱۷۹
الحاوی للفتاوی	جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی	۹۱۱
الحموی شرح الاشباہ	سید احمد حنفی	
حسام الحرمین	امام احمد رضا محدث بریلوی	۱۳۴۰
حفظ الایمان	مولوی اشرف علی تھانوی	

﴿خ﴾

خلاصۃ الحقائق		
خزانۃ الروایات مستند مائۃ مسائل	قاضی جکن الحنفی	
الخصائص الکبری	جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی	۹۱۱
الخلاصۃ	محی الدین زکریا یحی بن شرف لنووی	۶۷۶
خزانۃ المفتین	محمد بن محمد السمعانی السمیقانی	۷۴۰
خلاصۃ الدلائل	حسام الدین علی بن احمد المکی الرازی	۵۹۸
خلاصۃ الفتاویٰ	طاہر بن احمد عبدالرشید البخاری	۵۴۲
خیرات الحسان	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳
الخصائص الکبری	جلال الدین عبدالرحمٰن بن کمال الدین السیوطی	۹۱۱
خلاصۃ الوفا	علی احمد السمہودی	۹۱۱
خالص الاعتقاد	امام احمد رضا بریلوی	۱۳۴۰
خزانۃ الاکمل		
خزائن الاسرار شرح تنویر الابصار		

﴿د﴾

الدر الثمینۃ فی تاریخ المدینۃ	محمد بن محمود بن بغدادی ابن النجار	٦٤٣
الدر المنثور للسیوطی	جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی	٩١١
در منظّم	امام ابو القاسم محمد لولوی بستی	
دقائق الطریقہ	محمد بن ابو الحسن المکی	
دلائل النبوۃ	ابو بکر احمد بن حسین بن علی البیہقی	٤٥٨
دلائل النبوۃ	ابو نعیم احمد عبد اللہ الاصبہانی	٤٣٠
الدلائل (دلائل الخیرات)	محمد بن سلیمان الجزولی	٨٧٠
الدرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	٨٥٢
درر الاحکام	قاضی محمد بن فراموز ملا خسرو	٨٨٥
الدر المختار	علاء الدین الحصکفی	١٠٨٨
در منثور	علامہ جلال الدین عبد الرحمٰن السیوطی	٩١١
الدر السنیہ	علامہ احمد بن زینی دحلان	
الدرج المنیفہ فی الآباء الشریفہ	امام سیوطی	
الدولۃ المکیہ	اامام احمد رضا بریلوی	
الدلائل المبینہ	حافظ ابو الحسن یحیٰ قریشی	
دار المنتقی شرح الملتقی		

﴿ذ﴾

ذخیرۃ العقبے	یوسف بن جنید الجبلی (چلپی)	٩٠٥

﴿ش﴾

شرح المواہب اللدنیہ	علامہ محمد بن عبدالباقی الرزقانی	۱۲۲
شرح السیر الکبیر		
شرح المہذب	محی الدین ابوزکریا یحی بن شرف النووی	۶۷۶
شرح مسند	عبدالقادری الرافعی الفاروقی	۱۳۳۲
شرح الطیبی علی مشکوۃ المصابیح	شرف الدین حسین بن محمد بن عبداللہ الطیبی	۷۴۳
شرح احیاء العلوم	سید مرتضی بلگرامی	۱۲۰۵
شرح المصابیح	شہاب الدین فضل بن حسین توریشی حنفی	۶۶۱
شرح منتقی		
شرح المصابیح	قاضی ناصر الدین ابوالخیر عبداللہ محمد بن الشیر ازی ۶۴۱ یا ۶۸۵	
شرح المؤطا	علامہ محمد بن عبدالباقی الزرقانی	۱۱۲۲
شعب الایمان	ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی	۴۵۸
شفاء السقام فی زیارت خیرالانام	تقی الدین علی بن عبدالکافی السبکی	۱۷۵۶
الشفاء تعریف حقوق المصطفی	ابوالفضل عیاض بن موسی	۵۴۴
شعب الایمان	ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی	۴۵۸
شرح الاشباہ والنظائر	ابراہیم بن حسین بن احمد بن محمد	۱۰۹۹
شرح الدرر	شیخ اسمعیل بن عبدالغنی النابلسی	۱۰۶۲
شرح المسلم للنووی	شیخ ابوزکریا یحیی بن شرف النووی	۶۷۶
شرح مواہب اللدنیہ	علامۃ محمد بن عبدالباقی الزرقانی	۱۱۲۲
شرح مؤطا امام مالک	علامۃ محمد بن عبدالباقی الزرقانی	۱۱۲۲

شرح المہذب للنووی	شیخ ابوزکریا یحیی بن شرف النووی	۶۷۶
شرح النقایہ	مولانا عبدالعلی البرجندی	۹۳۲
شرح الوقایۃ	صدرالشریعۃ عبیداللہ بن مسعود	۷۴۷
شرح الہدایۃ	محمد بن محمد بن محمد ابن شحنۃ	۸۹۰
شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام	تقی الدین علی بن عبدالکافی السبکی	۷۵۶
شرح عقائد النسفی	سعدالدین مسعود بن عمر تفتازانی	۷۹۲
شرح المقاصد	سعدالدین مسعود بن عمر تفتازانی	۷۹۲
شرح المواقف	سید شریف علی بن محمد الجرجانی	۸۱۶
شرح السراجی	سید شریف علی بن محمد الجرجانی	۸۱۶
شرح فقہ اکبر	علی بن سلطان محمد القاری	۱۰۱۴
شرح قصیدہ اطیب النغم	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
شرح فواتح الرحموت	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
شفاء العلیل	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
شرح النقایہ لابی المکارم	ابوالمکارم بن عبداللہ بن محمد الدہلوی	۹۰۷
شرح الملتقی	محمد بن محمد المعروف بابن البہنسی	۹۸۷
شرف النبوۃ	حافظ ابوسعید	
الشہاب الثاقب	مولوی حسین احمد ٹانڈوی	
شریفیہ	علامہ سید شریف جرجانی	

﴿ص﴾

﴿ض﴾

﴿ط﴾

کتاب	مصنف	سن
الطب النبوی	ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی	۴۳۰
طبقات ابن سعد	محمد بن سعد	۳۲۰
طبقات الحفاظ	امام ابوعبداللہ الذہبی	۷۴۸
الطحطاوی علی الدر	سید احمد الطحطاوی	۱۳۰۲
الطحطاوی علی المراقی	سید احمد الطحطاوی	۱۳۰۲
الطریقۃ المحمدیۃ	محمد بن بیر علی المعروف بیرکلی	۹۸۱

﴿ظ﴾

ظفر جلیل شرح حص حصین

﴿ع﴾

کتاب	مصنف	سن
علوم الحدیث	ابوعبداللہ الحاکم النیشاپوری	۴۰۵
عمل الیوم واللیلۃ	حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق بن السنی	۳۶۴
عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری	علامہ بدر الدین محمد احمد العینی	۸۵۵
العنایۃ	اکمل الدین محمد بن محمد البابری	۷۸۶
عنایۃ القاضی	شہاب الدین الخفاجی	۱۰۶۹
عمل الیوم واللیلۃ	ابوبکر احمد بن محمد بن السنی	۳۶۴
عوارف المعارف	شہاب الدین سہروردی	۶۳۲
عقد الجید	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
عمدۃ الرعایہ فی حل شرح الوقایہ	محمد بن عبدالحی لکھنوی	۱۳۰۴

﴿غ﴾

﴿ف﴾

کتاب	مصنف	سن
فتاوی رضویہ	امام احمد رضا محدث بریلوی	۱۳۴۰
فتاوی بزازیہ	محمد بن محمد بن شہاب ابن بزاز	۸۲۷
فتاوی حجۃ		
فتاوی خیریۃ	علامہ خیر الدین بن احمد بن علی الرملی	1081
فتاوی سراجیہ	سراج الدین علی بن عثمان الاوشی	۵۷۵
فتاوی قاضی خان	حسن بن منصور قاضی خان	۵۹۲
فتاوی ہندیہ	جمعیت علماء اورنگ زیب عالمگیر	
فتاوی ظہیریۃ	ظہیر الدین ابوبکر محمد بن احمد	۶۱۹
فتاوی ولوالجیۃ	عبد الرشید بن حنفیہ الولوالجی	۵۴۰
فقہ الاکبر	الامام الاعظم ابی حنیفۃ نعمان بن ثابت الکوفی	۱۵۰
فتح المعین شرح قرۃ العین	زین الدین بن علی بن احمد الشافعی	۹۲۸
الفتوحات المکیۃ	محی الدین محمد بن علی ابن عربی	۶۳۸
فواتح الرحموت	عبد العلی محمد بن نظام الدین الکھنوی	۱۲۲۵
فتاوی تاتارخانیہ	عالم بن العلاء الانصاری الدہلوی	۷۸۶
فتح المغیث	امام محمد بن عبد الرحمٰن السنجاوی	۹۰۳
فتاوی غزی	محمد بن عبد اللہ التمر تاشی	۱۰۰۴
فتاوی	شمس الدین الرملی	
فتح الملک المجید		
فتح العزیز (تفسیر عزیزی)	عبد العزیز بن ولی اللہ الدہلوی	۱۲۳۹

﴿ک﴾

کتاب	مصنف		سن
کتاب العلل	ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن الجوزی		۵۹۸
کنز العمال	علاء الدین علی المتقی حسام الدین الہندی		۹۷۵
کشف الغمۃ عن جمیع الامۃ	شیخ عبدالوہاب بن احمد الشعرانی		۹۸۳
کتاب فضل العلم	الموہبی		
الکامل لابن عدی	ابواحمد عبداللہ بن عدی		۳۶۵
کتاب المراسیل	امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث السجتانی		۲۷۵
کتاب المناقب	امام احمد بن محمد بن حنبل		۲۴۱
کتاب المعرفۃ	ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی		۴۵۸
کتاب المغازی	محمد بن عمر بن واقد الواقدی		۲۰۷
کتاب الناسخ والمنسوخ	محمد بن موسیٰ الحازمی		۵۸۴
کتاب الوفاء	سید نورالدین علی بن احمد سمہودی المدنی الشافعی		۹۱۱
کتاب العلل علی ابواب الفقہ	ابومحمد عبدالرحمٰن ابن ابی حاتم محمد الرازی		۳۲۷
الکفایہ	جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی	تقریبا	۸۰۰
کنز الدقائق	عبداللہ بن احمد بن محمود		۷۱۰
کتاب الجرح والتعدیل	محمد بن حبان التمیمی		۳۵۴
کتاب المغازی	یحیی بن سعید القطان		۱۹۸
کتاب الزہد	عبداللہ بن مبارک		۱۸۰
الکشاف عن حقائق التنزیل	جاراللہ محمود بن عمر الزمخشری		۵۳۸
کتاب الضعفاء الکبیر	ابوجعفر محمد بن عمرو العقیلی المکی		۳۲۲

معانی الآثار	ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی	۳۲۱
مکارم اخلاق	محمد بن جعفر الخرائطی	۳۲۱
مبسوط امام محمد	ابو عبداللہ عبداللہ حسن الشیبانی	
المعجم الاوسط	ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی	۴۶۰
مصنف ابن ابی شیبۃ	ابو بکر عبداللہ بن محمد	۲۳۵
المائتین	ابو عثمان اسماعیل بن عبدالرحمٰن الصابونی	۴۴۹
مسند ابو داؤد	سلیمان بن داؤد الطیالسی	۲۰۴
موضوعات ابن جوزی	ابو الفرج عبدالرحمٰن بن علی بن الجوزی،	۵۹۷
مقدمۃ ابن الصلاح	ابو عمرو تقی الدین عثمان بن عبدالرحمٰن	۶۴۳
مسند البزار	ابو بکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق البزار	۲۹۲
مجمع البحار	علامہ محمد بن طاہر الفتنی (پٹنی) ہندی	۹۸۶
مدارک التنزیل (تفسیر نسفی)	ابو البرکات عبداللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
المقاصد الحسنۃ	شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی	۹۰۲
مطالع المسرات	ابو حامد بن ابی المحاسن یوسف بن محمد الفاسی	۱۰۵۲
المغنی عن حمل الاسفار (مخرج احیاء العلوم)	حافظ عبدالرحیم بن حسین العراقی	۸۰۶
المستدرک للحاکم	ابو عبداللہ الحاکم النیشاپوری	۴۰۵
مرقاۃ شرح مشکوۃ	علی بن سلطان ملا علی القاری	۱۰۱
مدخل الشرع الشریف	ابن الحاج ابی عبداللہ محمد بن العبدری	۷۳۷
میزان الشریعۃ الکبری	شیخ امام عبدالوہاب بن احمد الشعرانی	۹۷۳

مسند شافعین	ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبری	٣٦٠
المعجم الصغیر	ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی	٣٦٠
مرقاۃ الصعود	جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی	٩١١
مصنف عبدالرزاق	ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی	٢١١
مقدمہ غزنویہ		
مسند الفردوس	شہردار بن شیرویہ الدیلمی	٨٥٨
المعجم الکبیر	ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی	٣٦٠
مسند کبیر		
موضوعات کبیر	علی بن سلطان ملا علی القاری	١٠١٤
المواہب اللدنیہ	شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی الشافعی	٩٢٣
مشکوۃ المصابیح للتبریزی	شیخ ولی الدین العراقی	٧٤٢
مبسوط خواہرزادہ	بکر خواہرزادہ محمد بن حسن البخاری الحنفی	٤٨٣
مبسوط السرخسی	شمس الائمۃ محمد بن احمد السرخسی	٤٨٣
مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر	نورالدین علی الباقانی	٩٩٥
مجمع بحار الانوار	محمد طاہر الفتنی	٩٨١
مجمع الانہر	الشیخ عبداللہ بن محمد بن سلیمان المعروف بداماد آفندی	١٠٧٨
المحیط البرہانی	امام برہان الدین محمود بن تاج الدین	٦١٦
المحیط الرضوی	رضی الدین محمد بن محمد السرخسی	٦٧١
مختارات النوازل	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	٥٩٣

مختار الصحاح	محمد بن ابی بکر عبد القادر الرازی	۶۶۰
مدخل الشرع الشریف	ابن الحاج ابی عبداللہ محمد بن محمد العبدری	۷۳۷
مراقی الفلاح بامداد الفتاح	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
مرقات شرح مشکوٰۃ	علی ابن سلطان ملا علی قاری	۱۰۱۴
مرقات الصعود	جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی	۹۱۱
المستدرک للحاکم	ابو عبداللہ الحاکم	۴۰۵
مسلم الثبوت	محب اللہ البہاری	۱۱۱۹
المقامۃ السندسیہ	جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی	۹۱۱
مسالک الحنفاء	جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی	۹۱۱
مظاہر الحق ترجمہ مشکوٰۃ		
المناصحہ فی تحقیق المصافحہ		
مجمع الانہر	شیخ زادہ	
المسوی شرح الموطا	الشاہ ولی اللہ محدث دہلوی	
مشیر العزم	ابن جوزی	
مرثیہ رشید احمد گنگوہی	مولوی محمود الحسن دیوبندی	
المولد الکبیر	علامہ ابن حجر مکی	
المنح الفکریہ فی شرح الجزریہ	علامہ علی قاری	
مجمع البحرین		
ماثبت بالسنہ	الشیخ عبدالحق محدث دہلوی	۱۰۵۲

مدائح اعلی حضرت نغمۃ الروح

مالا بدمنہ

﴿ن﴾

کتاب	مصنف	سن
نسیم الریاض	علامہ شہاب الدین الخفاجی	۱۰۶۹
نصب الرایۃ	عبداللہ بن یوسف الزیلعی	۷۶۲
نوادرالاصول فی معرفۃ اخبار الرسول	ابوعبداللہ بن محمد بن علی الحکیم الترمذی	۲۵۵
النہایہ فی غریب الحدیث والاثر	محب الدین مبارک بن محمد الجزری ابن اثیر	۶۰۶
نورالایضاح	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
نیل الاوطار	محمد بن علی الشوکانی	۱۲۵۵
نیل الشفاء بنعل المصطفی	مولوی اشرف علی تھانوی	
نشر العلمین المنیفین فی احیاء الابوین الشریفین		

﴿و﴾

کتاب	مصنف	سن
وفاءالوفاء	سید نورالدین علی بن احمد سمہودی مدنی الشافعی	۹۱۱

﴿ہ﴾

کتاب	مصنف	سن
الہدایۃ	برہان الدین علی ابوالحسن الفرغانی	۵۹۳ یا ۵۹۶

﴿ی﴾

کتاب	مصنف	سن
الیواقیت والجواہر	برہان الدین علی ابوالحسن الفرغانی	۵۹۳ یا ۵۹۶